سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

(جمعۃ المبارک10، سوموار13، منگل14، بدھ15، جمعرات16۔جون2011)

(یوم الجمع7،یوم الاثنین10،یوم الثلاثہ11،یوم الاربعاء12،یوم الخمیس،13۔رجب المرجب 1432ھ)

پندرھویں اسمبلی: ستائیسواں اجلاس

جلد27(حصہ اول):شمارہ جات : 1تا5

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

مندرجات

ستائیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک،10۔جون2011

جلد 27:شمارہ 1

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1۔	اجلاس کی طلبی کا اعلامیہ ------------	1
2۔	سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 اور ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پیش کرنے کے وقت اور تاریخ کے تعین کا اعلامیہ ------------	3

نمبر شمار	مندرجات		صفحہ نمبر
3۔	ایجنڈا	-----------	5
4۔	ایوان کے عہدیدار	-----------	7
5۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	-----------	11
6۔	نعت رسول مقبول ﷺ	-----------	12
7۔	چیئرمینوں کا پینل	-----------	13
	پوائنٹ آف آرڈر		
8۔	معزز ممبر اسمبلی چودھری مونس الٰہی کو ایوان میں لانے کے لئے پروڈکشن آرڈر جاری کرنے کا مطالبہ	-----------	13
	سرکاری کارروائی		
9۔	وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر بابت سال 2011-12	-----------	17
10۔	سالانہ بجٹ گوشوارہ بابت سال 2011-12 اور نظر ثانی شدہ گوشوارہ بابت سال 2010-11 کا ایوان میں پیش کیا جانا	-----------	46
11۔	ضمنی بجٹ گوشوارہ بابت سال 2010-11 کا ایوان میں پیش کیا جانا	-----------	47
	مسودہ قانون (جو متعارف ہوا)		
12 ۔	مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 2011	-----------	47
	سوموار، 13۔جون 2011		
	جلد 27: شمارہ 2		
13۔	ایجنڈا	-----------	49
14۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	-----------	51
15۔	نعت رسول مقبول ﷺ	-----------	52
	تعزیت		
16۔	معزز خاتون ممبر انجم صفدر صاحبہ کی والدہ ماجدہ، صدر مملکت		

نمبر شمار	مندرجات		صفحہ نمبر
	جناب آصف علی زرداری کے والد محترم اور معزز ممبر راجہ حنیف عباسی کی والدہ ماجدہ کے لئے دعائے مغفرت	-----------	53
	تحاریک استحقاق		
17۔	پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ کارکردگی رپورٹ بابت سال2010کاایوان میں پیش نہ کیاجانا(۔۔۔جاری)	-----------	54
18۔	مسودہ قانون شہری ترقی پنجاب مصدرہ1976کے تحت ادارہ کی سالانہ کارکردگی رپورٹ بابت سال2010کا ایوان میں پیش نہ کیاجانا(۔۔۔جاری)	-----------	57
19۔	مسودہ قانون محتسب پنجاب مصدرہ1997کے تحت ادارہ کی سالانہ کارکردگی رپورٹ بابت سال2010کا ایوان میں پیش نہ کیاجانا(۔۔۔جاری)	-----------	58
20۔	اے ایف سی ضلع بھکر کا معزز ممبر اسمبلی کا فون سننے سے انکار	-----------	58
	سرکاری کارروائی		
	بحث		
21۔	سالانہ میزانیہ بابت سال12-2011پر عام بحث	-----------	60
	منگل،14۔جون2011		
	جلد 27:شمارہ 3		
22۔	ایجنڈا	-----------	115
23۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	-----------	117
24۔	نعت رسول مقبولﷺ	-----------	118

تحاریک استحقاق

25۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ کارکردگی رپورٹ بابت سال2010
کاایوان میں پیش نہ کیاجانا(۔۔۔جاری) ------------ 119

26۔ نیشنل فنانس کمیشن کی سفارشات ایوان میں پیش کرنے میں تاخیر ------------ 119

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
27۔	سالانہ میزانیہ بابت سال2011-12 پر عام بحث ------------	122
	رپورٹیں(جو پیش ہوئیں)	
28۔	مسودات قانون(ترمیم)مختار نامہ مصدرہ2011،(ترمیم)ایڈمنسٹریٹر جنرل پنجاب مصدرہ2011،(ترمیم)دادرسی مختص مصدرہ2011، (ترمیم)متولیان سرکار مصدرہ2011اور(ترمیم)ہتک عزت مصدرہ2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون وپارلیمانی امور کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیاجانا ------------	210
29۔	مسودات قانون(ترمیم)(روزگار و بحالی)معذور افراد مصدرہ2011اور (ترمیم)(رجسٹریشن وکنٹرول)سماجی بہبود کی رضاکار تنظیمیں مصدرہ2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سماجی بہبود،ترقی خواتین وبیت المال کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیاجانا ------------	211
	بدھ،15۔جون2011	
	جلد 27:شمارہ 4	
30۔	ایجنڈا ------------	213
31۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ ------------	215

32۔	نعت رسول مقبول ﷺ ------------	216
	پوائنٹ آف آرڈر	
33۔	وزیر قانون رانا ثناء اللہ خان کی جانب سے وفاقی وزیر قانون بابر اعوان کو واجب القتل قرار دینے پر حزب اختلاف کا احتجاج ------------	217
	تحاریک استحقاق	
34۔	(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی) ------------	224
نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	پوائنٹ آف آرڈر (۔۔۔جاری)	
35۔	وزیر قانون رانا ثناء اللہ خان کی جانب سے وفاقی وزیر قانون بابر اعوان کو واجب القتل قرار دینے پر حزب اختلاف کا احتجاج (۔۔۔جاری) ------------	225
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
36۔	سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث (۔۔۔جاری) ------------	229
	رپورٹیں (جو پیش ہوئیں)	
37۔	مسودات قانون (تنسیخ) آرڈیننس لاہور، ٹریفک کنٹرول وبس سٹینڈز مغربی پاکستان 1963 مصدرہ 2011 اور (تنسیخ) آرڈیننس گوجرانوالہ ٹریفک کنٹرول وبس سٹینڈز مغربی پاکستان 1963 مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا ------------	275
38۔	مسودات قانون (ترمیم) فیکٹریاں مصدرہ 2011، (ترمیم) کم از کم اجرت مصدرہ 2011 اور (ترمیم) کارکنان روڈ ٹرانسپورٹ مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا ------------	275
39۔	مسودات قانون (ترمیم) (طبی امداد) زخمی اشخاص مصدرہ 2011، (ترمیم) وبائی امراض، پنجاب مصدرہ 2011 اور (ترمیم) بچوں کو ماں	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	کے دودھ اور غذائیت کا تحفظ، پنجاب مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا ------------	276
40۔	تحاریک استحقاق نمبرز 60تا64 بابت سال 2009، 11,24,30,36,37 بابت سال 2010 اور 3,10 بابت سال 2011 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا ------------	277
	بحث	
41۔	سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث (---جاری) ------------	278

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	جمعرات، 16۔جون 2011	
	جلد 27: شمارہ 5	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
42۔	ایجنڈا ------------	300
43۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------	302
44۔	نعت رسول مقبول ﷺ ------------	303
	پوائنٹ آف آرڈر	
45۔	پریس کلب ملتان کے سامنے طلباء کے احتجاج میں ایسوسی ایٹ پریس (جہانگیر نون) کی ہلاکت ------------	304
46۔	پنجاب کے دریاؤں میں پچھلے سال سے بھی زیادہ طوفانی تباہی کا خدشہ ------------	304
	تعزیت	
47۔	پریس کلب ملتان کے واقعہ میں جاں بحق ہونے والے ایسوسی ایٹ پریس جہانگیر نون کے لئے دعائے مغفرت ------------	306
	تحاریک استحقاق	
48۔	سیکرٹری آبپاشی کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ (---جاری) ------------	314
	سرکاری کارروائی	

بحث

49۔ سالانہ بجٹ بابت سال2011-12پر عام بحث(۔۔۔جاری) ----------- 314

رپورٹیں(جو پیش ہوئیں)

50۔ مسودہ قانون لاہور رنگ روڈ اتھارٹی مصدرہ2011کے بارے میں
مجلس قائمہ برائے مواصلات و تعمیرات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا
----------- 382

51۔ مسودہ قانون(ترمیم)آثار قدیمہ مصدرہ2011کے بارے میں
مجلس قائمہ برائے کلچر اینڈیوتھ افیئرز کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا
----------- 382

52۔ سالانہ بجٹ بابت سال2011-12پر عام بحث(۔۔۔جاری) ----------- 383

53۔ انڈکس

1

اجلاس کی طلبی کا اعلامیہ

No.PAP-Legis-1(101)/2011/418. Dated 7th June, 2011. The following Order, made by the Governor of the Punjab, is hereby published for general information:-

In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **I, Sardar Muhammad Latif Khan Khosa**, Governor of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Friday, 10 June 2011 at 3.00 pm in the Provincial Assembly Chambers Lahore.

Dated Lahore, the 7th June, 2011

SARDAR MUHAMMAD LATIF KHAN KHOSA
GOVERNOR OF THE PUNJAB"

3

سالانہ بجٹ بابت سال2011-12اور ضمنی بجٹ بابت سال2010-11 پیش کرنے کے وقت اور تاریخ کے تعین کا اعلامیہ

No.PAP-Legis-1(101)/2011/421. Dated. 9th June 2011. The following Order, made by the Governor of the Punjab, is hereby published for general information:-

> In exercise of the powers conferred on me under rules 134 and 147 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 **I, Sardar Muhammad Latif Khan Khosa**, Governor of the Punjab, hereby appoint Friday, June 10, 2011 at the time when the Assembly meets on the said date, as the date and time for the presentation of the Annual Budget for the year 2011-12 and Supplementary Budget for the year 2010-11.

Dated Lahore, the 9th June, 2011

SARDAR MUHAMMAD LATIF KHAN KHOSA
GOVERNOR OF THE PUNJAB”

5

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،10۔جون2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

1۔ سالانہ بجٹ گوشوارہ بابت سال12-2011

وزیر خزانہ سالانہ بجٹ گوشوارہ بابت سال12-2011اور نظر ثانی شدہ بجٹ گوشوارہ بابت سال 11-2010ایوان میں پیش کریں گے۔

2۔ ضمنی بجٹ گوشوارہ بابت سال11-2010

وزیر خزانہ ضمنی بجٹ گوشوارہ بابت سال11-2010ایوان میں پیش کریں گے۔

3۔ مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ2011

وزیر خزانہ مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ2011ایوان میں پیش کریں گے۔

7

صوبائی اسمبلی پنجاب

1۔ ایوان کے عہدے دار

جناب سپیکر	:	رانامحمداقبال خان
جناب ڈپٹی سپیکر	:	رانامشہوداحمد خان
قائدایوان	:	میاں محمد شہباز شریف
قائد حزب اختلاف	:	راجہ ریاض احمد

2۔ چیئر مینوں کا پینل

1۔	ڈاکٹر اسداشرف،ایم پی اے	پی پی۔138
2۔	سیدزعیم حسین قادری،ایم پی اے	پی پی۔154
3۔	ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال،ایم پی اے	پی پی۔235
4۔	ڈاکٹر فائزہ اصغر،ایم پی اے	ڈبلیو۔351

3۔ کابینہ

1۔ چودھری عبدالغفور : وزیر خوراک،
صنعتیں
معدنیات وکانیں*

2۔ حاجی احسان الدین قریشی : وزیر مذہبی امور واوقاف، بیت المال

اور محنت*

3۔ ملک ندیم کامران : وزیر زکوٰۃ وعشر، امداد باہمی اور بہبود آبادی*

- مورخہ 3۔مارچ2011 وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر محکمہ جات کا اضافی چارج برائے اجلاس مورخہ 14۔مارچ2011تفویض کیا گیا۔
- مورخہ 15۔مارچ2011 وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر محکمہ جات کا اضافی چارج برائے اجلاس مورخہ(10 تا28۔جون۔2011) تفویض کیا گیا۔

8

4۔ ملک احمد علی اولکھ : وزیر زراعت، امداد باہمی، لائیو سٹاک وڈیری

ڈویلپمنٹ جنگلات، ماہی گیری و
جنگلی حیات، سیاحت و ترقی تفریحی
مقامات اور
آبپاشی وقوت برقی

5۔ سردار دوست محمد خان کھوسہ : وزیر تجارت و سرمایہ کاری

6۔ ملک محمد اقبال چنڑ : وزیر جیل خانہ جات

7۔ جناب کامران مائیکل : وزیر انسانی حقوق، اقلیتیں، ترقی خواتین

سماجی بہبود، خزانہ، منصوبہ بندی و ترقیاتی*

8۔ رانا ثناء اللہ خان : وزیر قانون و پارلیمانی امور، زکوٰۃ و عشر*

ایس اینڈ جی۔اے۔ڈی،
داخلہ، پبلک پراسیکیوشن
، مواصلات و تعمیرات اور مال*

9۔ میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن : وزیر آبکاری و محصولات، ہائر ایجوکیشن و

سکول ایجوکیشن، خواندگی و
غیر رسمی بنیادی تعلیم،
ٹرانسپورٹ*

9

4۔ پارلیمانی سیکرٹریز

1۔ چودھری عبدالرزاق ڈھلوں : مقامی حکومت وکمیونٹی ڈویلپمنٹ

2۔ جناب کرم الٰہی بندیال : کوآپریٹوز

3۔ جناب عبدالحفیظ خان : زکوٰۃ وعشر اوربیت المال

4۔ جناب ظفر اقبال ناگرہ : ہاؤسنگ وشہری ترقی

5۔ جناب افتخار احمد خان : مذہبی امور و اوقاف

6۔ سردار محمد ایوب خان گادھی : تحفظ ماحولیات

7۔ محترمہ نازیہ راحیل : خصوصی تعلیم

8۔ جناب محمد سعید مغل : خوراک

9۔ جناب محمد آجاسم شریف : آبکاری ومحصولات

10۔ جناب محمد تجمل حسین : صنعت

11۔ جناب محمد خرم گلفام : ٹرانسپورٹ

12۔ جناب غلام نبی : کامرس وسرمایہ کاری

13۔ رانا محمد ارشد : سیاحت

14۔ جناب احسن رضا خان : خواندگی وغیر رسمی بنیادی تعلیم

15۔ جناب عامر سعید انصاری : جیل خانہ جات

16۔ سردار میر بادشاہ خان قیصرانی : جنگلات

17۔ سردار شیر علی خان گورچانی : کالونیز واشتمال اراضی

18- ملک احمد کریم قسور لنگڑیال : لائیوسٹاک وڈیری
ڈویلپمنٹ

19- چودھری ممتاز احمد ججہ : ایجوکیشن

• بذریعہ قانون و پارلیمانی امور گورنمنٹ آف پنجاب نوٹیفکیشن نمبرLegis:4-42/2009 مورخہ 31-جنوری2009 پارلیمانی سیکرٹریز مقرر کئے گئے۔

10

20- جناب آصف منظور موہل : زراعت

21- جناب خلیل طاہر سندھو : انسانی حقوق و
اقلیتیں

5- ایڈووکیٹ جنرل

خواجہ حارث احمد

6- ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی : جناب مقصود احمد ملک

سپیشل سیکرٹری : ڈاکٹر ملک آفتاب مقبول جوئیہ

11

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک،10۔جون2011

(یوم الجمع،7۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر3بج کر32منٹ پر زیر

صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱقۡتَتَلُواْ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَاۖ
فَإِنۢ بَغَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا عَلَى ٱلۡأُخۡرَىٰ فَقَٰتِلُواْ ٱلَّتِي تَبۡغِي حَتَّىٰ
تَفِيٓءَ إِلَىٰٓ أَمۡرِ ٱللَّهِۚ فَإِن فَآءَتۡ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَا بِٱلۡعَدۡلِ
وَأَقۡسِطُوٓاْۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُقۡسِطِينَ ⑨ إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ
إِخۡوَةٞ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَ أَخَوَيۡكُمۡۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ ⑩
يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُواْ خَيۡرٗا
مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٞ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيۡرٗا مِّنۡهُنَّۖ
وَلَا تَلۡمِزُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُواْ بِٱلۡأَلۡقَٰبِۖ بِئۡسَ ٱلِٱسۡمُ
ٱلۡفُسُوقُ بَعۡدَ ٱلۡإِيمَٰنِۚ وَمَن لَّمۡ يَتُبۡ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ⑪

سُوۡرَۃُ الحُجرَات آیات9 تا11

اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع لائے پس جب وہ رجوع لائے تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے(9) مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر

رحمت کی جائے(10)مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں(11)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب عابد رؤف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

آپ ﷺ سا دونوں جہاں میں نظر آیا ہی نہیں
کیونکہ اللہ نے کوئی اور بنایا ہی نہیں
آپ ﷺ نے جب سے نوازا ہے یا رسول اللہ ﷺ
میں نے دامن کسی چوکھٹ پہ پھیلایا ہی نہیں
کوئی محبوب ﷺ کا ثانی نہ محب کا ہمسر
ایک کا جسم نہیں ایک کا سایہ ہی نہیں
جس نے سرکار ﷺ کے چہرے کی زیارت کر لی
اس کی نظروں میں کوئی اور سمایا ہی نہیں
آپ ﷺ کی نعت شہزاد سرمایا ہے
اس نکمے نے تو کچھ اور کمایا ہی نہیں

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

چودھری ظہیر الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پلیز، تشریف رکھیں اور پہلے مجھے بات کرنے دیں۔ میں سیکرٹری اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ پینل آف چیئرمین کا اعلان کریں۔

چیئرمینوں کا پینل

سیکرٹری اسمبلی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 13 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے موجودہ اجلاس کے لئے مندرجہ ذیل ترتیب سے چار معزز ممبران پر مشتمل پینل آف چیئرمین نامزد فرمایا ہے:-

1-	ڈاکٹر اسد اشرف، ایم پی اے	پی پی-138
2-	سید زعیم حسین قادری، ایم پی اے	پی پی-154
3-	ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال، ایم پی اے	پی پی-235
4-	ڈاکٹر فائزہ اصغر، ایم پی اے	ڈبلیو-351

پوائنٹ آف آرڈر

چودھری ظہیر الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

معزز ممبر اسمبلی چودھری مونس الٰہی کو ایوان میں لانے کے لئے پروڈکشن آرڈر جاری کرنے کا مطالبہ

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اہم نکتے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک بات آپ سے کر لوں؟

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں نے ایڈوائزری کمیٹی میں لاء منسٹر صاحب کی موجودگی میں گزارش کی تھی جس کی پذیرائی بھی ہوئی تھی۔ میں ایک لمحہ کے لئے آپ سے صرف یہ گزارش

کروں گا جو بہت اہم ہے کہ جب بجٹ اجلاس ہوتا ہے تو اُس کا notice تمام ممبران کو 100 فیصد اس لئے جاتا ہے کیونکہ اُن کی یہاں پر موجودگی ہونا ضروری ہوتی ہے۔ ایک معزز ممبر چودھری مونس الٰہی صاحب کو under detention ہونے کی وجہ سے اجلاس کا notice نہیں ملا جس وجہ سے وہ نہیں آئے۔ یہ بات مرہون منت ہے کہ آپ کی طرف سے ایک production order جاری کیا جائے۔ میں ایک precedent بھی آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

Democracy is governed by the precedents and traditions

جیسے ہمارے senior Houses میں ہوتا ہے اُس کو مدنظر رکھتے ہوئے 11۔اگست 1996 کو سپیکر صاحب نے حاجی مقصود بٹ صاحب کو چیمبر میں آدھے گھنٹے کے لئے produce کرنے کے لئے production order جاری کیا تھا جو سب کچھ Rule 235 کے تحت ہوا تھا۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ میرے اس پوائنٹ آف آرڈر پر چودھری مونس الٰہی صاحب کا production order جاری کیا جائے اور اُس پر آپ ruling بھی صادر فرمائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جناب چیف ایگزیکٹو یہاں پر تشریف فرما ہیں میں اُن کی موجودگی کا advantage لیتے ہوئے کہوں گا کہ کسی کی بھی detention جس پر صرف الزام ہو، اُس کا یہاں معزز ہاؤس کے اندر خصوصاً بجٹ اجلاس میں حاضر ہونا ضروری ہے اور rules بھی اس چیز کو allow کرتے ہیں۔ اب یہ ہاؤس آپ کی بہت ہی gracious اور مشفقانہ ruling کا متقاضی ہے لہذا اس کے لئے production order جاری کیا جائے اور اس کو یہاں ہاؤس میں پیش کیا جائے۔ میرے پاس جو precedents ہیں وہ میں آپ کی نذر کرتا ہوں۔ یہ وہ paper ہے جو 11۔اگست 1996 کو منظور موہل صاحب نے حاجی مقصود بٹ صاحب کو produce کرنے کے لئے production order جاری کیا تھا لہذا آپ اس کی روشنی میں اپنا حکم صادر فرماد یجئے گا۔ شکریہ

(اس مرحلہ پر چودھری ظہیر الدین صاحب نے precedent paper
جناب سپیکر کی خدمت میں پیش کیا)

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ نے rule 235 کے بارے میں فرمایا تو قومی اسمبلی کے Rules 1992 میں amend ہوئے تھے جہاں پر particularly یہ چیز درج ہے کہ قومی اسمبلی کے سپیکر production order جاری کر سکتے ہیں جبکہ صوبائی اسمبلی میں یہ چیز add نہیں کی گئی۔ آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ محمد اشرف خان سوہنا صاحب کی اسی طرح کی درخواست قاسم ضیاء صاحب نے اس وقت

کے سپیکر صاحب کو دی تھی جنہوں نے اس پر ان سے یہ کہا تھا کہ آپ کی یہ درخواست اس لئے داخل دفتر کی جاتی ہے کہ قانون میں ہمیں کہیں بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔ شکریہ

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ کی ruling اور ہر حکم سر آنکھوں پر لیکن آج جس روشنی میں نہایا ہوا یہ ایوان ہے تو اسی مناسبت سے ہمیں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتی ہوئی آپ کی مشفقانہ ruling چاہئے۔ میں نے آپ کے حضور ایک precedent داخل کر دی ہے اور میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لاء ڈیپارٹمنٹ سے اس کی تشریح لے لیجئے گا۔ میں پھر یہ کہتا ہوں کہ یہ جمہوریت اپنے senior Houses سے precedents اور traditions کے ساتھ govern ہوتی ہے۔
We are subordinate House by design to the National Assembly
یہ قومی اسمبلی میں ہوا ہے اور آپ کو کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ اگر سابقہ سپیکر انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکا تو میری یہ گزارش ہو گی کہ آج کا سپیکر انصاف کے تقاضے پورے کرے۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: چودھری صاحب! قومی اسمبلی میں باقاعدہ طور پر یہ درج ہے جبکہ آپ کی اس اسمبلی کے rules میں یہ چیز درج نہیں ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ میں یہ کیسے کر سکتا ہوں؟

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ کے لئے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! مانع ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ rules بالکل واضح ہیں اور آپ کے چیمبر میں بھی اس پر discussion ہوئی ہے۔ آپ کو production order جاری کرنے کی powers اس وقت نہیں ہیں۔ میں چودھری صاحب کی خدمت میں عرض کر دوں کہ production order جیل سے ہوتے ہیں لیکن مونس الٰہی صاحب جیل کی بجائے ایک ریسٹ ہاؤس میں آرام فرما رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! under detention کے production order ہوتے ہیں اور اسی کے تحت حاجی مقصود بٹ صاحب کو produce کیا گیا تھا تو ہم یہ آپ پر چھوڑتے ہیں کہ آپ اپنے چیمبر میں یا جیسے چاہیں اسے دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ جو precedent دے رہے ہیں یہ 1996 کا ہے whereas ہمارے رولز 1997 میں بنے ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں Rule 235 کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میں بھی Rule 235 کی بات کر رہا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ایجنڈے کے مطابق ایوان کی کارروائی کو چلایا جائے اور یہ discussion پھر بھی کسی وقت ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! انہیں بات کر لینے دیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ Rule 136 پڑھیں۔

جناب سپیکر: اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اس پر مزید کوئی مشورہ کروں تو میں کر سکتا ہوں اور اس میں گنجائش موجود ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ اس طرح چیزوں کو bulldoze نہ کریں۔

جناب سپیکر: میں کیا bulldoze کر رہا ہوں؟ بڑے افسوس کی بات ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ bulldoze کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! Rule 136 کی ذیلی شق 2 پڑھیں پھر مجھ سے بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آج بڑی خوشی کی بات ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے آٹھ ماہ بعد اسمبلی کا بائیکاٹ ختم کر دیا ہے تو ہم انہیں اس ایوان میں آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں کیونکہ اس ایوان نے انہیں منتخب کیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! اس چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): رانا ثناء اللہ نے guarantee مانگی تھی کہ وزیر اعلیٰ ایوان میں آئیں گے تو اپوزیشن۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! کیا کر رہے ہیں؟ آپ تشریف رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): اگرچہ پنجاب میں پچھلے تین ماہ سے کوئی وزیر خزانہ نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ موجود ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وزیر خزانہ کا نوٹیفکیشن نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں کہہ رہا ہوں کہ وزیر خزانہ کا نوٹیفکیشن موجود ہے اور وزیر خزانہ بھی موجود ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): میں کامران مائیکل کو وزیر خزانہ بنانے پر انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔

سرکاری کارروائی

جناب سپیکر: جب آپ انہیں وزیر خزانہ مان ہی نہیں رہے تو پھر کس بات کی مبارکباد پیش کرتے ہیں؟ معزز ممبران! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ آج کا دن جناب گورنر پنجاب نے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 134(1) کے تحت بجٹ پیش کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ تقریر کا آغاز کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر بابت سال 2011-12

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے جو نہایت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

(اس مرحلہ پر قائد حزب اختلاف راجہ ریاض احمد تلے والا ہار "مالا" وزیر اعلیٰ پنجاب کو پہنانے کے لئے ان کی طرف گئے تو معزز ممبران حزب اقتدار نے انہیں وزیر اعلیٰ کو ہار ڈالنے کی بجائے واپس ان کی نشست کی طرف دھکیل دیا)

(شور وغل)

جناب سپیکر! میرے لئے یہ امر باعث اعزاز ہے کہ مجھے آج اس معزز ایوان کے سامنے پنجاب کی جمہوری حکومت کا چوتھا سالانہ بجٹ برائے مالی سال 12-2011 پیش کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ یہ بجٹ پیش کرنے کے لئے میرا انتخاب پاکستان کی اقلیتوں پر مسلم لیگ(ن) کی قیادت میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کے اعتماد کی عکاسی کرتا ہے۔

جناب سپیکر!

2۔ یہ معزز ایوان اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ 2010 پاکستان کی معیشت کے لئے مجموعی طور پر ایک کٹھن اور صبر آزما سال تھا۔ ابھی ملکی معیشت عالمی کساد بازاری اور مالیاتی بحران کے اثرات سے سنبھلنے کے عمل سے گزر رہی تھی کہ جولائی اور اگست 2010 میں پاکستان کو اپنی تاریخ کے شدید ترین سیلاب کا سامنا کرنا پڑا۔ صوبہ پنجاب کے 11 اضلاع بالخصوص جنوبی پنجاب اس شدید سیلابی ریلے کی زد میں آیا۔ مصدقہ اعداد و شمار کے مطابق پنجاب میں 62 لاکھ افراد متاثر ہوئے جبکہ نقصان کا تخمینہ 2۔ارب 57 کروڑ ڈالر یعنی تقریباً 219۔ارب روپے لگایا گیا۔

جناب سپیکر!

3۔ یہ امر ہم سب کے لئے باعث اطمینان ہے کہ حکومت پنجاب اس مشکل گھڑی میں سیلاب سے متاثرہ عوام کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی رہی۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی ذاتی کاوشوں اور پنجاب کی انتظامی ٹیم کی انتھک محنت کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے امتحان کی اس گھڑی میں نہ صرف متاثرین کے ساتھ ان کا دکھ درد بانٹا بلکہ ان کی بحالی کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں ریلیف آپریشن کی بذات خود نگرانی کی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی حکومت کی بے مثال مساعی کا ہر سطح پر اعتراف کیا گیا اور مقتدر عالمی پریس نے انہیں دوسرے صوبوں کے لئے قابل تقلید قرار دیا۔ سیلاب میں گھرے ہوئے افراد کو محفوظ مقامات پر پہنچانا اور ان کو فوری ریلیف دینا حکومت پنجاب کی اولین ترجیح تھی۔ اس مقصد کے لئے متاثرہ علاقوں میں ریلیف کیمپ قائم کئے گئے جہاں لاکھوں بے آسرا اور بے یار و مددگار افراد کو قیام وطعام اور علاج معالجہ کی بہترین سہولیات فراہم کی گئیں۔ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں وبائی امراض کی روک تھام کے لئے ہنگامی بنیادوں پر ضروری ادویات اور ڈاکٹرز کا انتظام کیا گیا۔ علاوہ ازیں

متاثرہ علاقوں میں خوراک اور خیموں کی ترسیل کا بھی خصوصی انتظام کیا گیا اور متاثرین سیلاب کے لئے سپیشل رمضان اور عید پیکج کا بندوبست بھی کیا گیا۔

جناب سپیکر!

4۔ فوری ریلیف کے بعد متاثرین سیلاب کی آبادکاری کے لئے حکومت پنجاب نے جامع اقدامات کئے۔ وزیراعلیٰ پنجاب کی اپیل پر صاحب ثروت افراد، تارکین وطن اور عوام نے Chief Minister's Relief Fund for Tameer-e-Pakistan میں دل کھول کر عطیات دیئے۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ایک مختصر مدت میں ایک ارب 55 کروڑ روپے کی خطیر رقم کا جمع ہونا وزیراعلیٰ پنجاب کی قیادت پر عوام کے اعتماد کا اظہار ہے۔

جناب سپیکر!

5۔ سیلاب سے متاثرہ بے گھر افراد کی بحالی حکومت پنجاب کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حکومت پنجاب عوام کی توقعات پر پورا اتری۔ بے گھر افراد کے لئے حکومت پنجاب نے 89 ماڈل villages کی تعمیر کا ایک جامع منصوبہ تیار کیا۔ ان میں سے 22 ماڈل villages چیف منسٹر ریلیف فنڈ سے تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ 67 ماڈل villages ملکی و غیر ملکی مخیر حضرات و اداروں کے مالی تعاون سے بنائے جا رہے ہیں۔ ان 67 ماڈل villages میں سے 15 میں تمام اضافی سہولیات زندگی کی فراہمی حکومت پنجاب نے اپنے ذمہ لی ہے جبکہ 17 دیہات کے لئے حکومت پنجاب نے سرکاری زمین فراہم کی۔

جناب سپیکر!

6۔ میں اس معزز ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان تمام ماڈل villages میں ہر قسم کی بنیادی سہولیات زندگی یعنی واٹر سپلائی، سیوریج سسٹم کی فراہمی اور ڈسپنسری، سکول اور فنی تعلیمی اداروں کا قیام یقینی بنایا جا رہا ہے تاکہ سیلاب سے متاثرہ بے گھر افراد ان ماڈل villages میں اپنی زندگی کا ایک بہتر انداز میں از سر نو آغاز کر سکیں۔

جناب سپیکر!

7۔ سیلاب سے متاثرہ افراد کی فوری مالی اعانت کے لئے ایک شفاف بنکاری نظام کے تحت 6 لاکھ 8 ہزار 252 متاثرہ خاندانوں میں وطن کارڈز کے ذریعے 20 ہزار روپے فی خاندان کے حساب سے 12۔ارب روپے کی خطیر رقم تقسیم کی گئی۔

جناب سپیکر!

8۔ سیلاب سے متاثرہ انفراسٹرکچر کی فوری بحالی حکومت پنجاب کی اولین ترجیح تھی۔ مالی سال 2010-11 میں شاہرات کی بحالی کے لئے حکومت پنجاب نے ایک ارب20کروڑ روپے کی اضافی رقم مہیا کی تاکہ متاثرہ علاقوں سے فوری زمینی رابطہ بحال کیا جا سکے۔ Irrigation infrastructure کو پہنچنے والے نقصان کی فوری بحالی اشد ضروری تھی تاکہ مستقبل کے ممکنہ سیلابی خطروں سے بچا جا سکے۔ اس مقصد کے لئے حکومت پنجاب نے رواں مالی سال 2010-11 میں شعبہ آبپاشی کے لئے 2۔ارب 75 کروڑ روپے کی اضافی رقم مہیا کی۔ زراعت کے شعبہ کی فوری بحالی کے لئے متاثرہ کاشت کاروں میں 2۔ارب66کروڑ روپے کی لاگت سے مفت کھاد اور بیج تقسیم کئے گئے۔ میں اس معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ سیلاب سے متاثرہ عوام کی مکمل بحالی تک حکومت پنجاب سرگرم عمل رہے گی۔

جناب سپیکر!

9۔ پنجاب میں ہونے والی شدید تباہی کے باوجود ہماری قیادت نے اس مشکل گھڑی میں دوسرے صوبوں کے متاثرین سیلاب کو بھی فراموش نہیں کیا۔ پنجاب نے ہمیشہ کی طرح بڑے بھائی کا کردار ادا کرتے ہوئے دوسرے صوبوں میں رہنے والے اپنے تمام متاثرہ بھائیوں کے زخموں پر بھی مرہم رکھا۔ اس دوران حکومت پنجاب تمام صوبائی حکومتوں سے مسلسل رابطہ میں رہی اور ان کی ضروریات کے پیش نظر ریلیف کا سامان مہیا کرنے کے لئے جامع انتظامات کئے۔ اس سلسلے میں دوسرے صوبوں کے متاثرین سیلاب کو تقریباً94کروڑ روپے مالیت کا سامان بھیجا گیا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ پنجاب نے دوسرے صوبوں کے عوام کے ساتھ اس مشکل گھڑی میں یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جس جذبہ ایثار کا اظہار کیا ہے اس کا تذکرہ پاکستان میں قومی یکجہتی اور اتحاد کے لئے کی جانے والی کوششوں کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

10۔ سیلاب کے نتیجہ میں ہونے والی تباہ کاریوں اور حکومتی اقدامات کے اس مختصر جائزے کے بعد میں اس معزز ایوان کے سامنے چیدہ چیدہ حکومتی پالیسیوں اور میزانیہ کے خدوخال پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر!

11۔ ہمارے لئے یہ بات باعث افتخار ہے کہ مسلم لیگ (ن) کی قیادت نے بیرونی امداد پر انحصار نہ کرنے اور کشکول توڑنے کا جرأت مندانہ فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلے کے مطابق وزیر اعلیٰ پنجاب نے پاکستان کی خود مختاری، حمیت اور آزادی کے منافی امداد کو قبول نہ کرنے کا تاریخ ساز اعلان کیا جس کی ملک بھر میں غیر معمولی پذیرائی کی گئی۔ کون نہیں جانتا کہ اغیار سے ملنے والی ہر وہ امداد جس کے ساتھ ہماری قومی عزت اور وقار کے منافی شرطیں وابستہ ہوں، پاکستان کی خود مختاری اور آزادی کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ زندہ اور باوقار قومیں ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دیتی ہیں۔ ہم جب تک مانگے تانگے کے وسائل کے سہارے زندگی بسر کرتے رہیں گے اس وقت تک اغیار کے سامنے اپنی عزت اور خود مختاری کا سودا کرنے پر مجبور رہیں گے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی جانب سے "پنجاب حکومت زندہ باد" کی نعرہ بازی)

میں سمجھتا ہوں کہ معاشی آزادی کے بغیر سیاسی آزادی کا تصور مکمل نہیں ہو سکتا اور میرے نزدیک وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کی یہ بات اس ضمن میں قول وفعل کا درجہ رکھتی ہے کہ آج کی دنیا میں یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم اغیار کے ڈالر تو اپنی جیبوں میں ڈال لیں اور احکامات والا لفافہ انہیں واپس کر دیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

12۔ حکومت پنجاب کو برسوں پرانی اس روش کو بدلنے سے پیش آنے والے مسائل کا بخوبی ادراک ہے چنانچہ ہم نے کفایت شعاری، غیر ضروری اور غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی اور مالیاتی نظم ونسق کو بہتر بنا کر صوبے کی معیشت کو خود انحصاری کی منزل سے روشناس کرانے کا راستہ اپنایا ہے تاکہ ہم پاکستان کو حقیقی معنوں میں قائداعظم اور اقبال کا پاکستان بنا سکیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم صوبے میں گزشتہ دو برس کے دوران جاری غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کرنے کے پروگرام پر آئندہ برسوں میں زیادہ مؤثر انداز میں عملدرآمد کریں گے۔

جناب سپیکر!

13۔ میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کو Austerity and Economy Measures کے تحت لئے گئے اقدامات کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

- وزیر اعلیٰ پنجاب نے سادگی اور بچت کے لئے کئے جانے والے اقدامات کا اپنے سیکرٹریٹ سے آغاز کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ آئندہ مالی سال میں ایوان وزیر اعلیٰ کے لئے رواں مالی سال کے نظر ثانی شدہ تخمینے کے مقابلہ میں تقریباً ایک چوتھائی کم رقم رکھی جارہی ہے۔
- وزیر اعلیٰ پنجاب کی سادگی اور کفایت شعاری کی مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لئے صوبائی کابینہ کے تمام وزراء نے رواں مالی سال میں اپنے ماہانہ مشاہرے میں 25 فیصد رضاکارانہ طور پر جو کمی کی ہے وہ آئندہ مالی سال میں بھی جاری رکھی جائے گی۔
- آئندہ مالی سال میں بھی اس امر کو یقینی بنایا جائے گا کہ ترقیاتی اور غیر ترقیاتی بجٹ میں سے فرنیچر، مشینری، durables اور گاڑیوں کی خرید پر غیر ضروری اخراجات نہ کئے جائیں۔ ان تمام اخراجات کے لئے، اس مقصد کے لئے قائم کی گئی Austerity Committee کی منظوری لازمی قرار دی جاچکی ہے۔
- اسی طرح حکومت پنجاب نے مختلف پراجیکٹس اور کمپنیوں میں تعینات سرکاری ملازمین کو دیئے گئے خصوصی مشاہرے اور مراعات فی الفور ختم کرنے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔
- ہماری حکومت نے آئندہ بجٹ میں سرکاری افسروں کے لئے ہر طرح کی رہائش گاہوں اور دفاتر کی تعمیر یا تزئین و آرائش پر پابندی عائد کر دی ہے تاہم عدلیہ، تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، پولیس سٹیشنوں اور جیل خانہ جات کی عمارات اس پابندی سے مستثنیٰ ہوں گی۔
- بچت اور کفایت شعاری کے ان اقدامات کے تحت حکومت پنجاب کے ساتھ محکموں کو یا تو ختم کر دیا گیا ہے یا وہ دوسرے محکموں میں ضم کر دیئے گئے ہیں۔
- پبلک سیکٹر میں صرف ہونے والے قومی وسائل سے بہترین نتائج حاصل کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے تمام سرکاری اداروں کا فوری طور پر performance audit کروانے کا حکم دیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

14۔ صوبے کی ترقی اور عوام کی خوشحالی کا کوئی پروگرام مالیاتی وسائل اور ذرائع آمدن میں اضافے کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ بے پناہ مالی دباؤ کے باوجود ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان مطلوبہ وسائل کے حصول کے لئے ہم غریب اور متوسط طبقے پر کسی قسم کا کوئی ٹیکس عائد نہیں کریں گے۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ چیلنج اور آزمائش کی اس گھڑی میں اس طبقے کو آگے بڑھ کر ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کرنا چاہئے جسے قدرت نے اپنی مہربانیوں سے غیر معمولی طور پر نوازا ہے۔ ہم نے آئندہ مالی سال میں صوبے کے ترقیاتی پروگراموں اور غریب عوام کی فلاح و بہبود اور خوشحالی کے منصوبوں کے لئے وسائل کی فراہمی کی غرض سے

ان مظاہر پر ٹیکس لگانے کا فیصلہ کیا ہے جو پُر تعیش طرز زندگی کا خاصا سمجھے جاتے ہیں۔چنانچہ آئندہ بجٹ میں بڑے فارم ہاؤسز، سوئمنگ پولز اور elite clubs کی ممبر شپ اور سروسز پر ٹیکس /cess لگانے کی تجاویز ہیں۔دوسری صوبائی حکومتوں کی مشاورت کے بعد لگژری گاڑیوں پر ٹیکس کو دوبارہ نافذ کرنے پر بھی غور کیا جا رہا ہے۔اس کے علاوہ متوسط طبقے کے زیر استعمال 1000 سی سی تک کی گاڑیوں کے علاوہ درمیانی اور بڑی نجی گاڑیوں پر بتدریج ٹوکن ٹیکس میں اضافہ کیا جائے گا۔GST on Services جو کہ اٹھارہویں ترمیم کے بعد صوبوں کو تفویض کر دیا گیا ہے کو وقتی طور پر FBR کے ذریعے ہی وصول کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔تاہم آئندہ مالی سال میں صوبہ پنجاب میں تمام محصولات کی وصولی کے لئے پنجاب ریونیو اتھارٹی کے قیام کی تجویز ہے۔حکومت پنجاب مالی سال 13-2012 سے صوبے
میں پراپرٹی ٹیکس کی ادائیگی کے لئے self assessment سکیم متعارف کرانے کا ارادہ رکھتی ہے۔اس مقصد کے لئے اگلے مالی سال کے دوران منصوبہ بندی مکمل کر لی جائے گی۔ رواں مالی سال کے دوران ٹیکس دہندگان کی آسانی کے لئے جدید طرز پر سروس سنٹرز کے قیام کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔میں یہاں یہ بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ پُر تعیش طرزِ زندگی پر عائد کئے جانے والے یہ محصولات خود انحصاری کی منزل کی طرف ہمارے سفر کے پہلے قدم کی حیثیت رکھتے ہیں۔یہ وہ منزل ہے جس کا پاکستان کے عوام کو 63 برس سے انتظار ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

15۔ خود انحصاری کی طرف اس سفر کے حوالے سے میں معزز ایوان کی توجہ ایک انتہائی اہم نکتہ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔رواں مالی سال میں وفاق کی طرف سے منتقل کردہ وزارتوں کے اضافی بوجھ، صحت اور تعلیم کے شعبہ میں 10 ہزار نئی اسامیوں، 5۔ارب 20 کروڑ روپے کی خطیر رقم سے ڈاکٹرز کی تنخواہوں میں اضافے، سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور پنشن میں مجوزہ اضافے کے باوجود ہماری حکومت نے رواں مالی سال کے مقابلے میں آئندہ مالی سال کے غیر ترقیاتی اخراجات میں صرف 12 فیصد اضافہ کیا ہے جبکہ ترقیاتی اخراجات کی مد میں رواں مالی سال کی نسبت آئندہ مالی سال میں 14 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔یہ

اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ آئندہ مالی سال کا میزانیہ حقیقی معنوں میں ایک عوام دوست اور ترقیاتی بجٹ ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

16۔ توانائی کا بحران آج پاکستان کے سنگین ترین مسئلے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ بجلی اور گیس کی فراہمی میں تعطل کے نتیجے میں ہماری صنعتیں مفلوج ہو چکی ہیں اور صنعتوں میں کام کرنے والے مزدوروں اور محنت کشوں کو بے روزگاری اور شدید معاشی مسائل کا سامنا ہے۔ بد قسمتی سے توانائی کے بحران، بجلی اور گیس کی متواتر لوڈ شیڈنگ نے باقی صوبوں کی نسبت پنجاب میں صنعتی اور کاروباری سرگرمیوں پر کہیں زیادہ منفی اثرات مرتب کئے ہیں۔ بجلی اور گیس کی قلت کے سنگین مسئلے اور اس سلسلے میں پنجاب کے ساتھ وفاقی حکومت کے امتیازی سلوک کے پیش نظر، حکومت پنجاب نے توانائی کی پیداوار کے میدان میں سرگرم عمل ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس مقصد کے لئے صوبے میں رواں مالی سال میں ایک مکمل اور علیحدہ محکمہ توانائی یعنی انرجی ڈیپارٹمنٹ قائم کیا جا چکا ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی مساعی کے نتیجے میں حال ہی میں منعقدہ مئی 2011 کے کونسل آف کامن انٹرسٹ کے اجلاس میں صوبوں کو بجلی پیدا کرنے کے حوالے سے مزید اختیارات حاصل ہو چکے ہیں۔ حکومت پنجاب نے صوبے کے عوام کو لوڈ شیڈنگ کے عذاب سے نجات دلانے کے لئے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے کوئی وقت ضائع کئے بغیر مختلف ذرائع سے بجلی کی پیداوار کے لئے جامع اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ کے حالیہ دورہ چین کے دوران تونسہ بیراج پر 120 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کے عظیم منصوبے کا معاہدہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آئندہ مالی سال 2011-12 کے بجٹ میں توانائی کے منصوبوں کے لئے 9۔ارب روپے کی خطیر رقم مختص کرنے کی تجویز پیش کی جا رہی ہے۔ حکومت پنجاب آئندہ مالی سال کے دوران نجی شعبے کے اشتراک سے کم از کم 500 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کے منصوبے شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ دیہی معیشت پر توانائی کے بحران کے اثرات کو کم کرنے کی غرض سے شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کی تنصیب کے لئے ایک ارب 36 کروڑ روپے کی رقم مختص کی جا رہی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

17۔ اٹھارہویں آئینی ترمیم سے صوبے کی انتظامی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا ہے۔ حکومت پنجاب اپنی نئی آئینی ذمہ داریوں سے پوری طرح آگاہ ہے اور اس سلسلے میں تمام ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں جن میں نئے قوانین کی تیاری اور نئی ذمہ داریوں کے لئے محکموں کو اضافی وسائل کی فراہمی اہم ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ابھی تک وفاق سے کل 18 وزارتوں میں سے صرف 10 کو صوبے کے حوالہ کیا گیا ہے۔ میں یہاں پر یہ امر بھی معزز ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ واضح آئینی تصریحات کے باوجود وفاقی حکومت Workers Welfare Fund اور Employees Old Age Benefit Institution کو صوبوں کے سپرد کرنے میں تامل کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

جناب سپیکر!

18۔ آپ کو یاد ہو گا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے وزارت اعلیٰ کا منصب سنبھالنے کے بعد اپنی حکومت کی ترجیحات کا ذکر کیا تھا۔ اب میں اس معزز ایوان کے سامنے ان ترجیحات کی روشنی میں حکومتی پالیسیوں، کارکردگی اور مستقبل کی منصوبہ بندی کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر!

19۔ رواں مالی سال کے دوران حکومت پنجاب نے غریب اور متوسط طبقہ کی امداد کے لئے مختلف سکیموں پر 21۔ارب روپے کی خطیر رقم صرف کی ہے۔ مالی سال 2011-12 کے بجٹ میں ان pro-poor سکیموں کی مد میں دی جانے والی رقم 9۔ارب روپے کے اضافے کے ساتھ 30۔ارب روپے کرنے کی تجویز ہے۔ ان سکیموں کے تحت عام آدمی کی سہولت کے لئے آٹے کی قیمت کو مناسب سطح پر برقرار رکھنے کی غرض سے آئندہ مالی سال میں 13۔ارب روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔ اس کے علاوہ رمضان المبارک کے دوران عوام کو اشیائے خورد ونوش فراہم کرنے کے لئے آئندہ مالی سال میں 4۔ارب روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔ رواں مالی سال میں کرسمس کے موقع پر مسیحی بھائیوں کی سہولت کے لئے کرسمس بازاروں میں 20 کلو گرام آٹے کا تھیلا 400 روپے میں فراہم کیا گیا۔ آئندہ مالی سال میں بھی کرسمس کے موقع پر حکومت پنجاب اسی نوعیت کے انتظامات کرنے کا عزم

رکھتی ہے۔علاوہ ازیں عوام کو پبلک ٹرانسپورٹ کی بہتر سہولیات مہیا کرنے کے لئے آئندہ مالی سال میں ایک ارب روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

20۔ حکومت پنجاب نے روزمرہ استعمال کی اشیاء سستے داموں عوام تک پہنچانے کے لئے رواں مالی سال میں پنجاب کے پانچ اضلاع (لاہور، راولپنڈی، گوجرانوالہ، بہاولپور اور ساہیوال) میں سستے ماڈل بازاروں کا انتظام کیا ہے۔ جہاں کسان براہ راست اپنی اشیاء فروخت کر سکیں گے اور مڈل مین کی ناجائز منافع خوری کی روک تھام ممکن ہو سکے گی۔حکومت پنجاب نے رواں مالی سال میں اس مقصد کے لئے 20 کروڑ 93 لاکھ روپے خرچ کئے ہیں۔ان ماڈل بازاروں کی افادیت کے پیش نظر حکومت پنجاب آئندہ مالی سال میں اس کا دائرہ کار وسیع کرنے کی تجویز پیش کر رہی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

21۔ یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں کہ صوبے کی معیشت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے میں برآمدات اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ پاکستانی پھل اور سبزیاں اپنے اعلیٰ معیار کے باوجود بین الاقوامی قانونی تقاضوں پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے عالمی منڈیوں میں فروخت نہیں ہو پاتیں۔ حکومت پنجاب نے ان منڈیوں کے تقاضوں کے مطابق سبزیوں اور پھلوں کی supply chain کو بہتر بنانے کے لئے 2۔ارب روپے کے پیکیج کا اعلان کیا ہے۔ امید ہے کہ اس منصوبہ کی بدولت صوبے سے پھلوں اور سبزیوں کی سالانہ برآمد میں کئی گنا اضافہ ہوگا۔

جناب سپیکر!

22۔ پاکستان کی تاریخ سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کی طرف سے غریب عوام کو زندگی کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے دعوؤں اور وعدوں سے بھری پڑی ہے۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) نے روٹی، کپڑا اور مکان کو آج تک سیاسی نعرے کے طور پر استعمال نہیں کیا لیکن مسلم لیگ (ن) کی قیادت اور اس کی حکومت کو ان بے وسیلہ عوام کے دکھوں اور محرومیوں کا بخوبی اندازہ ہے جن کو اپنے سروں پر ایک چھت بھی میسر نہیں ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کی تاریخ کے مختلف ادوار میں ایسے تمام منصوبوں اور پروگراموں کا مقصد ان مراعات یافتہ طبقوں کو فائدہ پہنچانا تھا جن کی چوکھٹ پر زندگی کی نعمتیں اور آسائشیں پہلے سے سلام کرتی نظر آتی

ہیں۔آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے تحت عوام کو اپنے گھروں کی فراہمی معاشرے کے کم وسیلہ افراد کے ساتھ وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے عہد وفا کی عکاس ہے۔آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے تحت ابتدائی طور پر صوبے کے پانچ اضلاع میں کم لاگت والے معیاری گھروں کی تعمیر کے منصوبوں پر عملدرآمد کیا جارہا ہے۔اس سکیم کے تحت جہاں حکومت پنجاب نے غریب اور متوسط طبقے کے عوام کی زندگی میں آسانی پیدا کرنے کی نئی رسم ڈالی ہے وہاں ایک شفاف نظام کے ذریعے اقرباء پروری، سفارش اور دھونس دھاندلی کی اس روایت کا خاتمہ کیا ہے جو آج تک ایسی سرکاری سکیموں کا لازمی جز سمجھی جاتی تھی۔اس سکیم کے تحت گھروں کی الاٹمنٹ کرتے ہوئے اس امر کو یقینی بنایا گیا ہے کہ یہ گھر صرف ان لوگوں کو ملیں جو ان کے 100 فیصد حقدار ہیں۔ چنانچہ گھروں کی الاٹمنٹ کے لئے Live کیمرے کے سامنے کمپیوٹرائزڈ قرعہ اندازی کے بعد درخواست گزاروں کے استحقاق کی مکمل چھان بین کی جاتی ہے۔آشیانہ سکیم میں 10 فیصد گھر یتیموں، بیوگان اور شہداء کے ورثاء کے لئے رکھے گئے ہیں اور یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان 10 فیصد گھروں کی واجب الادا پہلی قسط جو کہ کل رقم کا 25 فیصد ہے حکومت پنجاب خود ادا کرے گی۔

جناب سپیکر!

23۔ ماہرین کی متفقہ رائے ہے کہ تعمیرات کے شعبے میں توسیع و ترقی کم از کم 35 قسم کے مختلف صنعتی اور معاشی شعبوں میں ترقی اور فروغ کا باعث بنتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم نہ صرف بے گھر لوگوں کو چھت مہیا کرنے کا باعث بنے گی بلکہ اس کے ذریعے صوبے میں روزگار کے ان گنت مواقع بھی پیدا ہوں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

24۔ بے روزگاری ہمارے معاشرے کے سنگین مسائل میں سے ایک ہے۔ روزگار کے مواقع میں بڑھتی ہوئی کمی اور مہنگائی میں اضافے نے ہمارے عوام کو شدید مسائل سے دوچار کر رکھا ہے۔اس مسئلے سے ہمارا نوجوان طبقہ سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے اور ہمارے نوجوانوں میں مایوسی اور بے یقینی کے رجحانات خطرناک شکل اختیار کرتے جارہے ہیں۔ ہمیں اس امر کا مکمل ادراک ہے کہ پاکستان کی آبادی کا 60 فیصد حصہ 25 سال سے کم عمر کے نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ مسلم لیگ (ن) کے نزدیک یہ صورتحال ایک اہم اور سنگین قومی مسئلے کی حیثیت

رکھتی ہے چنانچہ ہم نے اس مسئلہ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک مؤثر، جامع اور نتیجہ خیز لائحہ عمل تشکیل دیا ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ہماری یونیورسٹیاں اور تعلیمی ادارے ہر سال ملک میں پڑھے لکھے بے روزگاروں کی تعداد میں اضافہ کرنے والے اداروں کی شکل اختیار کر چکے ہیں اور دوسری طرف سرکاری اور نجی شعبوں میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی مطلوبہ استعداد بھی موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ہم نے تعلیم یافتہ اور ہنر مند نوجوانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے اور معاشرے کے کارآمد افراد بننے کے مواقع فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حکومت آئندہ بجٹ میں نوجوانوں کو جن کے ساتھ پاکستان کے مستقبل کی امیدیں وابستہ ہیں، خودروزگار(self employment) کے ذریعے اپنی زندگیاں بنانے کے لئے اربوں روپے مختص کر رہی ہے۔

جناب سپیکر!

25۔ مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف کے vision کے مطابق ان اربوں روپے کی مالیت سے "پنجاب روزگار سکیم" کے نام سے ایک جامع سکیم تشکیل دی گئی ہے۔ صوبے میں لاکھوں تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد کو باوقار روزگار فراہم کرنے کا یہ پروگرام تین حصوں پر مشتمل ہوگا:

(i) پروگرام کے تحت صوبے کے پڑھے لکھے بے روزگار افراد کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے آسان شرائط پر 20ہزار Yellow Cabs مہیا کی جائیں گی۔ اس مقصد کے لئے آئندہ مالی سال کے بجٹ میں 4۔ارب50کروڑ روپے مختص کئے جارہے ہیں۔ یہ Yellow Cabs پورے پنجاب میں ڈویژنل سطح پر آبادی کے تناسب کے مطابق مہیا کی جائیں گی تاہم جنوبی پنجاب جو کہ پنجاب کی آبادی کا 31فیصد ہے کو اس سکیم کے تحت خصوصی ترجیح دی جائے گی اور جنوبی پنجاب کے اضلاع میں فراہم کی جانے والی گاڑیوں کی تعداد کا 40 فیصد ہوگی۔ اس سکیم میں صرف پاکستان میں تیار کی جانے والی CC-800 تک والی بولان اور مہران گاڑیوں کو شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ سکیم ملکی صنعتی پیداوار کو بڑھانے میں بھی مددگار ہوگی۔

(ii) اس سمت میں ایک اور مثبت قدم کے طور پر زرعی اور ویٹرنری گریجویٹس کو ساڑھے بارہ سے 25ایکڑ فی کس کے حساب سے سرکاری زمین 15 سال کی lease پر دی جارہی ہے اس زمین پر ماڈل زرعی فارم بنانے کے لئے 9لاکھ روپے فی زرعی گریجویٹ کو قرضہ فراہم کئے جانے کے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ رواں مالی سال میں اس سکیم کے تحت 2000امیدواروں کو

الاٹمنٹ مکمل ہو چکی ہے اور آئندہ مالی سال 12-2011 میں 3000زرعی اور ویٹرنری گریجویٹس کو اس سکیم کے تحت زرعی اراضی الاٹ کی جائے گی۔

(iii) روزگار کی فراہمی کے عمل میں گھریلو صنعتوں اور چھوٹے پیمانے کے کاروبار کا قیام اور فروغ اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ روزگار کے ان مواقع سے غربت کے خاتمہ میں بھی مدد ملتی ہے تاہم اس ضمن میں سب سے بڑی رکاوٹ آسان اور مناسب شرائط پر سرمائے کے حصول میں دشواری ہے۔ حکومت پنجاب نے آئندہ مالی سال میں ایک لاکھ تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنانے کے لئے 20ہزار روپے فی کس بلا سود قرضہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

26۔ ہم نوجوانوں کو ماہانہ سرکاری وظیفوں کا خوگر بنانے کی بجائے انہیں باعزت روزگار کے مستقل مواقع فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم انہیں قدیم محاورے کے مطابق ایک مرتبہ مچھلی فراہم کرنے کی بجائے ایسا ساز و سامان مہیا کریں جو مچھلی پکڑنے کے لئے ہمیشہ ان کا مددگار ثابت ہو سکے۔ مجھے یقین ہے کہ میاں محمد نواز شریف اور وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے vision کے مطابق تشکیل دیا گیا خود روزگاری کا یہ پروگرام تعلیم یافتہ ہنر مند نوجوانوں کے خوابوں کی تعبیر ثابت ہوگا۔ میں یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ ہمارے دوسرے ترقیاتی اور فلاحی منصوبوں کی طرح نوجوانوں کے لئے روزگار کی فراہمی کے اس سہ جہتی پروگرام میں بھی خواتین کے لئے یکساں مواقع موجود ہوں گے۔

جناب سپیکر!

27۔ میں یہاں گزشتہ دور حکومت کے دوران صوبے کے کم وسیلہ عوام خصوصاً دیہات میں بسنے والی آبادی کے ساتھ روا رکھی گئی ناانصافیوں کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ تاہم اس ایوان کے علم میں یہ تلخ حقیقت لانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں 2003 کے بعد عارضی کاشت سکیم کے تحت الاٹیوں کو توسیع کی سہولت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ یہ غریب کاشتکار اپنی اراضی کی الاٹمنٹ میں توسیع کے لئے، جو ان کے جسم و جاں کا رشتہ برقرار رکھنے کا واحد ذریعہ ہے، دربدر پھرنے اور سرکاری دفتروں کے چکر لگانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ حکومت پنجاب نے اس سکیم میں 2010 سے 2012 تک توسیع کر دی ہے اور ان کو مالکانہ حقوق بھی

دیئے جا رہے ہیں۔اس سکیم سے 18 ہزار سے زائد بے زمین کاشتکار اور چھوٹے زمیندار فائدہ اٹھائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

28۔ حکومت پنجاب نے رواں مالی سال 11-2010 میں ممنوعہ زون اور چراگاہ میں دو سالہ عارضی کاشت سکیم متعارف کرائی ہے جس میں الاٹمنٹ کی حتمی تاریخ 11-07-20 ہے۔اس سکیم کے تحت پانچ ہزار کاشتکاروں کو ساڑھے بارہ ایکڑ تک الاٹمنٹ کر دی گئی ہے۔یہ سکیم آئندہ مالی سال میں بھی جاری رکھے جانے کی تجویز ہے۔اسی طرح پانچ سالہ عارضی کاشت سکیم جس میں ساڑھے بارہ ایکڑ تک سرکاری اراضی، جو ممنوعہ زون اور چراگاہ سے باہر ہے، مقامی بے زمین اور چار ایکڑ سے کم زمین کے مالکان کو الاٹ کی جا رہی ہے۔اس سکیم سے مزید 6000 خاندان فائدہ اٹھائیں گے۔

جناب سپیکر!

29۔ جناح آبادی سکیم پہلی مرتبہ میاں محمد نواز شریف نے اپنی وزارت اعلیٰ کے پہلے دور میں پنجاب میں متعارف کروائی۔گزشتہ دس سالہ آمریت کے تاریک دور میں اس سکیم کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔چنانچہ میاں محمد نواز شریف کی ہدایت پر سال 2009 میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے جناح آبادی سکیم کو پھر بحال کیا، جناح آبادی سکیم کے تحت بے گھر، بے زمین اور چھ ہزار روپے تک ماہانہ آمدنی رکھنے والے غریب لوگوں کو پانچ مرلہ پلاٹ مفت فراہم کئے جا رہے ہیں۔ فیز-I میں اب تک 50 ہزار خاندانوں کو شفاف قرعہ اندازی کے ذریعے مفت الاٹمنٹ کی جا چکی ہے۔پنجاب کے دیہاتوں اور مواضعات کا سروے کیا جا رہا ہے تاکہ جہاں کہیں بھی مناسب سرکاری اراضی دستیاب ہو اسے فیز-II میں الاٹ کر دیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

30۔ ہماری حکومت نے وزیر اعلیٰ کی خصوصی ہدایت پر سرکاری اراضی پر قابض افراد اور قبضہ گروپوں کے خلاف ایک بھرپور مہم کا آغاز کیا جس کے نتیجہ میں ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تک 20۔ارب روپے مالیت کی قیمتی سرکاری اراضی واگزار کرا لی گئی ہے۔ پنجاب کی تاریخ میں اس سطح پر سرکاری زمینوں کو واگزار کرانے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

جناب سپیکر!

31۔ لوگوں کے جان و مال کے تحفظ اور صوبہ میں امن وامان کی صورتحال کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے ہماری حکومت نے پولیس فورس کو جدید خطوط پر مسلح اور منظم کرنے کے متواتر اقدامات کئے ہیں۔ رواں مالی سال میں پولیس کے لئے مختص کردہ فنڈز 49۔ارب 20 کروڑ روپے کے تھے انہیں بڑھاکر اگلے مالی سال میں 52۔ارب 11 کروڑ روپے کرنے کی تجویز ہے۔ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے حکومت پنجاب نے رواں مالی سال میں Counter Terrorism Department بھی قائم کر دیا ہے۔

جناب سپیکر!

32۔ وقت آگیا ہے کہ ہم اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ پاکستان میں اعلیٰ اور معیاری تعلیم پر ایک عام اور غریب آدمی کے بچوں کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کسی صاحب ثروت فرد کی اولاد کا۔ ہمارا یہ عزم ہے کہ پنجاب میں بسنے والا کوئی باصلاحیت اور ہونہار طالب علم محض وسائل کی کمی کی وجہ سے اعلیٰ اور معیاری تعلیم سے محروم نہیں رہے گا۔ ہم نے حکومت کی ذمہ داری ملنے کے فوراً بعد اس مقصد کے لئے پنجاب ایجوکیشنل انڈومنٹ فنڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس فنڈ میں اب تک 6۔ارب روپے کی خطیر رقم فراہم کی جا چکی ہے۔ آئندہ مالی سال میں اس فنڈ کے لئے مزید 2۔ارب روپے فراہم کرنے کی تجویز ہے۔ اس سہولت سے صوبہ بھر کے ساڑھے 16 ہزار سے زیادہ مستحق اور ہونہار طلباء کو تعلیمی وظائف دیئے جا رہے ہیں۔ آئندہ مالی سال میں یہ تعداد بڑھ کر 24 ہزار سے زائد ہو جائے گی۔ ان میں سے بہت سارے طلباء LUMS, FAST اور NUST جیسے اداروں میں بھی حکومت کے اخراجات پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان طالب علموں میں پنجاب کے علاوہ دوسرے صوبوں کے طلبہ بھی شامل ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

33۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ جدید اور معیاری تعلیم پر اس ملک کے محروم معیشت عوام، غریب کسانوں اور مظلوم محنت کشوں کے بچوں کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا پاکستان کے وسائل پر ناز و نعمت کی زندگی گزارنے والی اشرافیہ کا۔ آیئے آج اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اس سوال کا جواب دیں کہ کیا یہ اس خدائے بزرگ و برتر کا فیصلہ ہے جسے ہم قادر و عادل کہتے ہیں کہ

Aitchison Collegeاور اس جیسے دوسرے تعلیمی اداروں کی بلند و بالا عمارات کی تعمیر میں اپنا خون جگر صرف کرنے والے مزدور کا بچہ ان عالیشان اداروں میں قدم رکھنے کا خواب بھی نہ دیکھ سکے؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ ہماری حکومت نے غریب مگر ہونہار طلباء کو اعلیٰ اور معیاری تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے دانش سکولوں کو قائم کر کے اس سوال کا عملی جواب دے دیا ہے۔ حکومت پندرہ اضلاع میں دانش سکولوں کے قیام کا منصوبہ رکھتی ہے اور اب تک تین اضلاع میں چھ دانش سکولز قائم کئے جا چکے ہیں۔ اگلے مالی سال میں مزید آٹھ دانش سکولز قائم کئے جائیں گے۔ یہ تمام دانش سکولز صوبے کے پسماندہ علاقوں میں قائم کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!

34۔ ابھی میں نے Punjab Educational Endowment Fund کا ذکر کیا ہے۔ اب میں آپ کی خدمت میں پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا ذکر بھی کرتا ہوں جس کے لئے 6۔ارب روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔اس رقم سے پرائیویٹ سیکٹر کو تعلیم کے میدان میں حکومت کے شانہ بشانہ معیاری خدمات سرانجام دینے میں معاونت کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں، پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے مالی تعاون سے اس وقت صوبے کے ہزاروں پرائیویٹ سکولوں میں 11لاکھ سے زیادہ بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

35۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی خصوصی ہدایت پر آئندہ مالی سال میں سکول جانے کی عمر کے ہر بچے کو تعلیم تک رسائی مہیا کی جائے گی یعنی 100 فیصدenrollmentاور 100 فیصدRetention یقینی بنائی جائے گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

36۔ تعلیمی میدان میں position holders کی صلاحیتوں کے اعتراف اور ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لئے صوبے میں پہلی مرتبہ ایسے ہونہار طالب علموں کو نقد انعامات دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں نمایاں پوزیشنیں حاصل کرنے والے سرکاری سکولوں کے طلباء میں پہلے کی طرح آئندہ مالی سال کے دوران

بھی گرانقدر نقد انعامات کی تقسیم کے سلسلے کو جاری رکھا جائے گا۔ مختلف امتحانات میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے طالب علموں کی نقد انعام سے حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ انہیں دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کے تعلیمی اور مطالعاتی دورے بھی کروائے جا رہے ہیں۔ آئندہ مالی سال کے دوران بھی ایسے دوروں کا انتظام کیا جائے گا۔ میں یہاں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پنجاب کابینہ کے تمام وزراء اور ممبران اسمبلی جو سرکاری وفود میں شامل ہوتے ہیں وہ ان سرکاری غیر ملکی دوروں کے سفر کے اخراجات اپنی گرہ سے ادا کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

37۔ تعلیم کے فروغ میں نجی شعبے کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم ان میں سے کچھ ادارے اس مقدس پیشے کے تقاضوں کو بطریق احسن ادا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اس ضمن میں یہ خیال بھی پایا جاتا ہے کہ اس شعبے کی بہتر کارکردگی کو یقینی بنانے کے لئے ضروری قوانین یا کسی مشاورتی ادارے کی عدم موجودگی تعلیم کے نجی نظام میں موجود نقائص کی ایک اہم وجہ ہے۔ حکومت کو اس ضمن میں عوام کی مسلسل اور بڑھتی ہوئی شکایات اور مسائل کا بخوبی احساس ہے۔ چنانچہ حکومت ان مسائل پر غور وخوض کے لئے ماہرین تعلیم، پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے نمائندوں، دانشوروں، صحافیوں اور سول سوسائٹی کی مشاورت سے تعلیمی کونسل قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ تعلیمی کونسل دیگر تعلیمی مسائل کے علاوہ نجی شعبہ میں فیسوں میں یکطرفہ اضافے، اساتذہ کے کم سے کم معیار اور ان تعلیمی اداروں میں ضروری سہولتوں کی موجودگی جیسے امور پر اپنی سفارشات مرتب کرے گی۔ نیز یہ کونسل ایسے اقدامات بھی تجویز کرے گی جن کے تحت اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں سمیت ہر نجی تعلیمی ادارہ غریب اور بے وسیلہ طلباء کی ایک متعینہ تعداد کے تعلیمی اخراجات اپنے ذمہ لے کر معاشرے کی طرف سے عائد ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

38۔ تعلیم کی طرح صحت بھی حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔

- صوبے کے سرکاری ہسپتالوں میں مفت ادویات کی فراہمی کا سلسلہ جاری رکھا گیا ہے اور اس کے لئے آئندہ مالی سال میں 5۔ ارب 50 کروڑ روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔

- رواں مالی سال سے مفت Dialysis کی سہولت کا دائرہ کار صوبے بھر میں پھیلا دیا گیا ہے اور آئندہ مالی سال میں بھی اس مقصد کے لئے 30 کروڑ روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔
- آئندہ برس ہیپاٹائٹس کنٹرول پروگرام کے لئے 20 کروڑ روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔
- رواں مالی سال میں صحت عامہ کی سہولتوں کو وسعت دینے کے لئے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دور افتادہ اور پسماندہ علاقوں میں جدید ترین موبائل ہسپتالوں کو متعارف کروایا گیا۔ رواں مالی سال میں جنوبی پنجاب میں چھ موبائل ہسپتال آپریشنل ہوئے اور آئندہ مالی سال کے دوران پچاس موبائل ہسپتال اپنا کام شروع کر دیں گے۔ ہر موبائل ہسپتال سے اوسطاً 300 سے 400 مریض ہر روز علاج کی سہولت حاصل کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

39۔ میرے لئے یہ بات باعث فخر ہے کہ ہماری حکومت نے رواں مالی سال میں صرف چار ماہ کی قلیل مدت میں 9 لاکھ ٹن گندم برآمد کی۔ ایک طرف حکومت نے اس برآمد سے پاکستان کے لئے وسیع زرمبادلہ کمایا تو دوسری طرف سرکاری گندم کی بروقت فروخت نے ہماری گندم ذخیرہ کرنے کی صلاحیت میں بھی اضافہ کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

40۔ سستے اور فوری انصاف کی فراہمی اس حکومت کا نصب العین ہے۔ حکومت پنجاب صوبے میں آزاد اور خود مختار عدلیہ کے استحکام کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کے عزم کا اعادہ کرتی ہے۔ حکومت پنجاب عرصہ ہائے دراز سے التواء کا شکار مقدمات کے جلد از جلد فیصلوں کو ممکن بنانے کے لئے ضروری اقدامات کی غرض سے ایک ارب روپے مختص کرنے کی تجویز پیش کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں عدالت عالیہ سے مشاورت کے بعد مزید ججوں کی تعیناتی عمل میں لائی جائے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

41۔ اب میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کے سامنے آئندہ مالی سال کے محصولات کی تفصیل بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مالی سال 12-2011 میں general revenue receipts کا تخمینہ 654۔ارب 67 کروڑ روپے ہے۔ اس میں NFC ایوارڈ کے تحت divisible pool سے حاصل ہونے والی آمدنی کا تخمینہ 530۔ارب 80 کروڑ روپے ہے۔ صوبائی ٹیکس ریونیو 88۔ارب 51 کروڑ روپے اور صوبائی نان ٹیکس ریونیو کی مد میں

35۔ارب 65 کروڑ روپے موصول ہونے کی امید ہے۔ جو رواں مالی سال کے آمدنی کے تخمینہ سے تقریباً 15 فیصد زیادہ ہے۔

جناب سپیکر!

42۔ مالی سال 12-2011 میں جاریہ اخراجات کا کل تخمینہ 434۔ارب 74 کروڑ روپے ہے۔ آئندہ مالی سال 12-2011 کے لئے حکومت پنجاب 220۔ارب روپے کا ایک ریکارڈ ترقیاتی بجٹ پیش کرنے کی تجویز دے رہی ہے جو کہ کل بجٹ کا تقریباً 34 فیصد ہے۔

جناب سپیکر!

43۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام صوبہ کی معاشی ترقی کے لئے حکومتی ترجیحات کا عکاس بھی ہوتا ہے۔ موجودہ مالی سال کے ترقیاتی پروگرام کو سیلاب کی تباہ کاریوں کی وجہ سے مکمل طور پر عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا۔ سیلاب کی تباہ کاریوں اور مالی دشواریوں کے باوجود ہم نے سالانہ ترقیاتی پروگرام پر عملدرآمد پر ممکنہ حد تک کوشش کی۔ وفاق سے وصول ہونے والے محصولات میں کمی، سیلاب سے متاثرہ عوام کو فوری ریلیف مہیا کرنے، بحالی کے اقدامات اور رواں مالی سال میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 50 فیصد اضافے کی وجہ سے حکومت پنجاب کو اپنے محدود مالی وسائل کا ایک بہت بڑا حصہ ان مقاصد کے لئے مختص کرنا پڑا۔ ان عوامل کی بنیاد پر بعض شعبوں میں کچھ ترقیاتی اہداف مکمل طور پر حاصل نہ ہو سکے تاہم حکومت کی یہ بھرپور کوشش رہی کہ وہ سال کے دوران سماجی شعبہ جات میں مقرر کردہ اہداف کو پورا کرے۔ اسی طرح جنوبی پنجاب اور دیگر نسبتاً کم ترقی یافتہ اضلاع مثلاً جھنگ، خوشاب، میانوالی اور بھکر وغیرہ میں خصوصی ترقیاتی پروگرام پر بھی پوری توجہ سے عملدرآمد کیا گیا۔ مختلف شعبوں میں کئی نئے منصوبہ جات شروع کئے گئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

44۔ اگلے مالی سال 12-2011 کا ترقیاتی پروگرام بھی حکومت کی ان ترجیحات کو مدنظر رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔

جناب سپیکر!

45۔ آئندہ مالی سال کے ترقیاتی بجٹ میں سماجی شعبہ جات کے لئے 71۔ارب 63کروڑ روپے سے زائد رقوم مہیا کی جارہی ہیں جو کہ موجودہ مالی سال کے ترمیم شدہ بجٹ سے 53فیصد زائد ہے۔

جناب سپیکر!

46۔ تعلیم کے شعبہ کے لے ترقیاتی بجٹ کا تخمینہ 23۔ارب 90کروڑ روپے ہے۔

- ❖ اگلے مالی سال میں شعبہ تعلیم میں سائنس لیبارٹریوں کے قیام کے لئے ایک ارب روپے رکھے جا رہے ہیں اور ایلیمنٹری اور ہائی سکولوں میں کمپیوٹر کی تعلیم کے لئے 55کروڑ روپے مختص کئے جا رہے ہیں۔
- ❖ مالی سال 12-2011 میں سکولوں کی اپ گریڈیشن وغیرہ کے لئے ایک ارب روپے سے زائد رقم مختص کی گئی ہے۔اس کے علاوہ 54کروڑ روپے کی خطیر رقم موجودہ سکولوں کی پرانی عمارتوں کی تعمیر نو کے لئے مختص کی جارہی ہے۔
- ❖ اسی طرح 2500 سکولوں میں بنیادی سہولیات کی کمی کو پورا کرنے کے لئے 4۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔
- ❖ صوبہ میں نئے کالجز کے قیام اور موجودہ کالجز میں بنیادی ضروری سہولیات کی فراہمی کے لئے ایک ارب بیس کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔
- ❖ پنجاب میں نالج سٹی کے قیام کے لئے رکھ ڈیرہ چاہل میں 4۔ارب روپے مالیت کی زمین کی نشاندہی کر لی گئی ہے ۔ یاد رہے کہ گزشتہ حکومت کے دور میں اس بیش قیمت اراضی پر اشرافیہ کے لئے رہائش گاہوں کی تعمیر کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔
- ❖ امتحانی نتائج میں غیر معمولی کارکردگی دکھانے والے سکول اور کالج اساتذہ کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات کا سلسلہ جاری رکھا جائے گا اور اس مد میں آئندہ مالی سال میں ایک ارب 12کروڑ روپے رکھنے کی تجویز ہے۔
- ❖ وہ سپیشل طالب علم جو عام سکولوں میں تعلیم جاری رکھنے کے قابل ہوں گے ان کے لئے انہی سکولوں میں خصوصی انتظامات کئے جائیں گے۔
- ❖ رواں مالی سال میں طالب علموں میں ایک ارب 80کروڑ روپے کی text books مفت جاری کی گئیں۔آئندہ مالی سال میں 2۔ارب 20کروڑ روپے کی text books مفت تقسیم کی جائیں گی۔

- رواں مالی سال میں پسماندہ اور دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والی میٹرک تک کی طالبات میں ایک ارب روپے کے وظائف تقسیم کئے گئے آئندہ مالی سال میں بھی اس پروگرام کے لئے ایک ارب روپے مختص کئے جانے کی تجویز ہے۔
- سکول کونسلز کے لئے ایک ارب 50 کروڑ روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔
- حکومت پنجاب نے اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے ہونہار طلباء کی حوصلہ افزائی کے لئے 2۔ارب روپے کی خطیر رقم مختص کرنے کی تجویز دی ہے جس سے ان طالب علموں کو ایک لاکھ Laptops تحفتاً دیئے جائیں گے۔
- حکومت پنجاب نے ڈیرہ غازی خان، ساہیوال، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں چار نئے میڈیکل کالجز کی منظوری دے دی ہے۔رواں مالی سال سے ان چاروں میڈیکل کالجز میں کلاسوں کا اجراء ہو چکا ہے۔ آئندہ مالی سال 12-2011 کے ترقیاتی بجٹ میں اس مد میں ایک ارب 90 کروڑ روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔
- ڈیرہ غازی خان میں اعلیٰ معیار کی حامل غازی یونیورسٹی کے منصوبے کے لئے بھی ضروری فنڈز مختص کر دیئے گئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

47۔ صحت کے لئے آئندہ مالی سال 12-2011 کے ترقیاتی پروگرام میں مجموعی طور پر 16۔ارب 30 کروڑ روپے شعبہ صحت پر خرچ کرنے کی تجویز ہے۔صحت کے شعبہ میں Millennium Development Goals کے حصول کے لئے 8.5۔ارب روپے کی خطیر رقم مختص کی جا رہی ہے۔

اس کے علاوہ صحت کے شعبہ میں چند چیدہ چیدہ منصوبہ جات میں:

- ملتان اور بہاولپور میں کڈنی ہسپتال۔
- فیصل آباد اور راولپنڈی میں ڈرگ ٹیسٹنگ لیب۔
- بہاولپور میں 410 بستروں پر مشتمل جدید ہسپتال۔
- لاہور، فیصل آباد، ملتان اور رحیم یار خان کے ہسپتالوں میں برن یونٹس کا قیام۔
- ملتان انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کے ایمرجنسی وارڈ کی توسیع۔
- ملتان میں 100 بستروں پر مشتمل جدید جنرل ہسپتال اور
- راولپنڈی میں ایک جدید یورالوجی ہسپتال کا قیام بھی شامل ہے۔
- علاوہ ازیں رحیم یار خان میں شیخ زاید میڈیکل کالج کی بلڈنگ اور ہسپتال کی توسیع کے لئے 32 کروڑ روپے مختص کئے جانے کی تجویز ہے۔

- حکومت پنجاب نے صوبے میں ایک انتہائی جدید آرگن ٹرانسپلانٹ ہسپتال قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اس ہسپتال کے لئے لاہور شہر کے عین وسط میں سرکاری اراضی کو ناجائز قبضہ سے واگزار کرایا گیا ہے۔واضح رہے کہ اربوں روپے مالیت کی اس اراضی پر انتہائی با اثر افراد کی نظریں تھیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

48۔ حادثات کی صورت میں فوری طبی سہولیات کی فراہمی کے لئے ریسکیو سروس 1122 کو پنجاب کے تمام اضلاع تک وسعت دی جا چکی ہے۔اب مرحلہ وار اس سروس کو تحصیل ہیڈکوارٹرز کی سطح پر شروع کرنے کا منصوبہ ہے اور آئندہ ریسکیو سروس کے لئے اگلے مالی سال میں 2-ارب 10 کروڑ روپے مختص کئے جارہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

49۔ ہماری آبادی کا نصف سے زیادہ حصہ خواتین پر مشتمل ہے۔ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہئے کہ گزشتہ 63 برسوں کے دوران معاشرے کے اس اہم حصے کی فلاح و بہبود، نشوونما اور ترقی پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا سکی۔حکومت پنجاب نے اس ضمن میں ماضی کی کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کا تہیہ کیا ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی معاشرہ خواتین کی شمولیت کے بغیر ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتا۔خواتین کی ترقی کے حوالے سے ترکی اور ملائشیا کی روشن مثالیں ہمارے لئے Role Model کا درجہ رکھتی ہیں۔اگلے مالی سال کے ترقیاتی بجٹ میں خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے تقریباً 13-ارب روپے کے منصوبے مختلف شعبہ جات میں تجویز کئے جارہے ہیں۔خواتین کو اعلیٰ تعلیمی مواقع فراہم کرنے کے لئے حکومت پنجاب فیصل آباد، سیالکوٹ، ملتان اور بہاولپور میں خواتین کی نئی یونیورسٹیوں کے قیام کے لئے ایک ارب 50 کروڑ روپے مختص کئے جانے کی تجویز پیش کر رہی ہے۔اس کے علاوہ ملازمت پیشہ خواتین کے لئے ہاسٹل کی تعمیر اور Gender Reform Action Plan پر عملدرآمد بھی شامل ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

50۔ تعلیم اور صحت کے ساتھ ساتھ حکومت کھیلوں کو فروغ دینے پر بھی خصوصی توجہ دے رہی ہے۔اگلے مالی سال میں اس شعبہ کے لئے ایک ارب 60 کروڑ روپے تجویز کئے گئے ہیں۔

حکومت پنجاب نجی شعبے کے تعاون سے کھیلوں کی معیاری سہولیات کو پورے پنجاب میں پھیلانے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔

جناب سپیکر!

51۔ قیام پاکستان سے لے کر استحکام پاکستان کی جدوجہد میں اقلیتوں کے قابل قدر کردار سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔اقلیتیں ہمارے معاشرے کا نہایت اہم حصہ ہیں۔اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اور انہیں قومی ترقی کے دھارے میں شامل کرنا حکومت پنجاب کی ایک اہم ترجیح ہے۔چنانچہ اقلیتوں کی ترقی کے لئے آئندہ مالی سال میں 22 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔اس رقم سے ترقیاتی سکیموں کے علاوہ اقلیتی طلباء کو وظائف بھی دیئے جائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

52۔ جنوبی پنجاب نسبتاً کم ترقی یافتہ اضلاع پر مشتمل ہے۔جنوبی پنجاب کے اضلاع کی کل آبادی پنجاب کی آبادی کا 31 فیصد ہے۔ہماری حکومت جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے خصوصی کاوشیں کر رہی ہے۔ چنانچہ آئندہ مالی سال 12-2011 کے ترقیاتی بجٹ میں جنوبی پنجاب کے منصوبوں کے لئے 70۔ارب روپے مختص کئے جانے کی تجویز ہے جو کہ آئندہ مالی سال کے ترقیاتی بجٹ کا 32 فیصد ہے۔حکومت پنجاب نے جنوبی پنجاب ترقیاتی پروگرام کے نام سے اس علاقے کی ترقی کے لئے ایک خصوصی اور جامع پروگرام شروع کیا ہے جس کے تحت اگلے مالی سال میں 10۔ارب روپے مختص کئے جانے کی تجویز ہے۔اس کے علاوہ جنوبی پنجاب کے پانچ اضلاع (بہاولپور، بہاولنگر، لودھراں، مظفر گڑھ اور راجن پور) کی معاشی ترقی کے لئے دو منصوبہ جات شروع کئے گئے ہیں جن کی لاگت 11۔ارب 66 کروڑ روپے ہے اور ان پر عملدرآمد کے لئے اگلے مالی سال میں 2۔ارب 48 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے ٹرائبل ایریاز کی ترقی کے لئے 3۔ارب 38 کروڑ روپے کی لاگت سے ایک ترقیاتی منصوبہ شروع کیا گیا ہے۔اس مقصد کے لئے اگلے مالی سال میں 15 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔اسی طرح بارانی علاقوں میں 200 Mini Dams کی تعمیر کے لئے 16 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ بھکر، میانوالی، خوشاب اور جھنگ کے اضلاع کی ترقی کے لئے مالی سال 11-2010 میں خصوصی طور پر 2۔ارب روپے مختص کئے گئے

تھے جبکہ ان اضلاع میں جاری سکیموں کو مکمل کرنے کے لئے اگلے مالی سال میں ایک ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

53۔ محنت کشوں کی محنت شاقہ کے بغیر صنعتی ترقی کے پہیے کو رواں دواں رکھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔حکومت پنجاب نہ صرف مزدوروں کے لئے کم سے کم اجرت کے قانون پر عمل درآمد کرا چکی ہے بلکہ حکومت کے ورک چارج ملازمین کو بھی اس قانون کے دائرہ کار میں شامل کیا جا چکا ہے۔اس کے علاوہ حکومت نے محنت کشوں کو صحت کی معیاری سہولتیں فراہم کرنے کے لئے سوشل سکیورٹی کے تمام ہسپتالوں میں جدید ترین آلات اور ساز و سامان مہیا کیا ہے۔ اسی ضمن میں میاں محمد نواز شریف سوشل سکیورٹی ہسپتال میں ایک جدید ترین کارڈیالوجی سنٹر بنایا جا رہا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

54۔ جس طرح پینے کا صاف پانی انسانی صحت اور نشو و نما کے لئے ضروری ہے اسی طرح نکاسی آب کا مناسب انتظام بھی انسانی صحت کے لئے از حد ضروری ہے۔حکومت پنجاب آئندہ مالی سال میں اس مد میں 10۔ارب روپے خرچ کرے گی۔اس سے شہری اور دیہی علاقوں میں پانی کی فراہمی اور نکاسی کے انتظام کو بہتر بنایا جائے گا۔اس پروگرام کے تحت 55 فیصد فنڈز دیہی علاقوں میں خرچ کئے جائیں گے۔علاوہ ازیں اگلے مالی سال سے صوبہ بھر میں صاف پانی کی فراہمی کا نیا منصوبہ شروع کیا جا رہا ہے جس کے تحت واٹر فلٹریشن پلانٹس مہیا کئے جائیں گے۔ اس مقصد کے لئے ترقیاتی پروگرام میں 2۔ارب روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ مزید برآں کڑوے اور کھارے پانی والے علاقوں میں واٹر سپلائی سکیموں کی تعمیر اور پہلے سے موجود سکیموں کی اصلاح و بحالی کے لئے ایک ارب 82 کروڑ روپے مختص کئے جا رہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

55۔ مقامی سطح کی ترقیاتی سکیموں پر 3۔ارب روپے خرچ کرنے کی تجویز ہے۔ جس میں دیہی علاقوں میں رابطہ سڑکیں، تعلیمی اداروں میں missing facilities کی فراہمی، نکاسی آب اور دیگر بنیادی سہولتوں کے منصوبے شامل ہیں۔ان سکیموں کی نشاندہی منتخب عوامی

نمائندے کریں گے۔مقامی حکومتوں کے ترقیاتی پروگرام کے لئے 12۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر!

56۔ پاکستان کی معیشت بنیادی طور پر زرعی معیشت ہے۔پنجاب کو پاکستان کی food basket سمجھا جاتا ہے۔پنجاب کی اس شناخت کو برقرار رکھنے،زرعی شعبے کی ترقی اور فروغ کے لئے جامع اقدامات کئے جارہے ہیں۔آئندہ مالی سال میں زرعی شعبہ میں 3۔ارب 40 کروڑ روپے خرچ کرنے کی تجویز ہے۔ہماری کوشش ہوگی کہ زرعی شعبہ کے تمام جاری منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔آبپاشی کے بغیر زرعی پیداوار ممکن نہیں اس لئے پانی کے محدود وسائل کے بہتر استعمال کو یقینی بنانے کے لئے آئندہ مالی سال میں حکومت پنجاب نے اپنے ترقیاتی پروگرام کا سب سے بڑاانفرادی منصوبہ شروع کرنے کاارادہ کیاہے۔تقریباً 19۔ارب 15 کروڑ روپے کی لاگت سے اصلاح آبپاشی کے اس پروگرام کے تحت ایک لاکھ ایکڑڈرپ اریگیشن کی تنصیب،7ہزار کھالہ جات کی اصلاح اور کاشتکاروں کے لئے 2ہزار لیزر یونٹ کی فراہمی شامل ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

57۔ مالی سال 12-2011 میں لائیو سٹاک کے شعبہ میں 2۔ارب 50 کروڑ روپے مختص کئے جا رہے ہیں۔دودھ اور گوشت کی پیداوار میں اضافہ اور خود روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور مویشیوں کی بیماریوں کی روک تھام کے لئے پنجاب کے مختلف اضلاع میں علاج کی سہولیات مہیا کی جائیں گی۔جنوبی پنجاب میں شعبہ لائیو سٹاک کی ترقی کے لئے لائیو سٹاک یونیورسٹی بہاولپور کا قیام عمل میں لایا جارہاہے۔اس مد میں اگلے مالی سال کے بجٹ میں 44 کروڑ روپے مختص کئے جارہے ہیں۔میں اس معزز ایوان کو انتہائی مسرت سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رواں مالی سال میں پنجاب کی 63 سالہ تاریخ میں پہلی دفعہ گوشت ملائشیا کو برآمد کیا گیا ہے۔اس سے قبل ملائشیا کی گوشت کی منڈی پر بھارت پوری طرح چھایا ہوا تھا۔اس سیکٹر کو جدید خطوط پر منظم کرنے کے لئے برادر اسلامی ملک ایران کے تعاون سے ایک State of the Art میٹ پراسیسنگ پلانٹ بھی قائم کیا جارہے ہے۔لائیو سٹاک کی افزائش اور فروغ کے لئے حکومت پنجاب نے Punjab Livestock and Dairy Development

Boardبھی قائم کر دیا ہے جو نہ صرف ماڈل لائیو سٹاک فارمز کے ذریعے زمینداروں کی تربیت کا اہتمام کرے گا تاکہ وہ جدید طریقے اپناتے ہوئے مویشیوں کی بہتر نگہداشت کریں اور اپنی آمدن میں خاطر خواہ اضافہ کر سکیں بلکہ ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاری کے فروغ میں معاون ثابت ہو گا۔آئندہ مالی سال 2011-12 میں پنجاب لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ بورڈ کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے 50کروڑ روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

58۔ آبپاشی کے نظام کو بہتر بنائے بغیر زرعی خود کفالت کا تصور ممکن نہیں۔ پنجاب میں یہ نظام 37ہزار کلو میٹر پر محیط ہے جس سے 21 ملین ایکڑ رقبہ سیراب کیا جا رہا ہے۔ حالیہ سیلابوں میں ہمارے نہری نظام کو بُری طرح نقصان پہنچا۔ ہماری یہ کوشش ہو گی کہ 100 سال سے قائم اس ورثہ کی مکمل دیکھ بھال کریں اور اس میں ہر ممکن بہتری اور توسیع کریں۔آئندہ مالی سال کے بجٹ میں آبپاشی کے شعبہ کے لئے 11۔ارب25کروڑ روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔مزید برآں اگلے مالی سال میں انشاءاللہ خانکی، بلوکی ہیڈ ورکس اور جناح بیراج پر کام شروع کیا جائے گا جس کے لئے ضروری فنڈز مختص کئے جا رہے ہیں۔اس کے علاوہ بارانی علاقوں میں سمال ڈیمز کی تعمیر کے لئے ایک ارب21کروڑ روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

59۔ ملکی معیشت میں جنگلات، جنگلی حیات اور ماہی پروری اہم کردار ادا کرتی ہیں۔اگلے مالی سال میں اس شعبہ میں ایک ارب23کروڑ سے زائد روپے خرچ کرنے کی تجویز ہے۔

جناب سپیکر!

60۔ صنعتیں ہماری معیشت کی جان اور خوشحال زندگی کی ضمانت ہیں۔ہماری حکومت کی یہ کوشش رہے گی کہ صوبے کے ماحول کوbusiness friendlyرکھا جائے تاکہ نجی شعبہ میں زیادہ سے زیادہ صنعتیں قائم ہوں جس سے روزگار کے مواقع میسر ہوں گے اور پنجاب کے عوام خوشحال زندگی بسر کر سکیں گے۔ سرمایہ کاری کو ترویج دینے کے لئے اگلے مالی سال

میں موٹروے پر ایک نیا صنعتی شہر تعمیر کرنے کی تجویز ہے جس کے لئے حکومت نے ترقیاتی پروگرام میں 2۔ارب 50 کروڑ روپے مختص کئے ہیں۔

جناب سپیکر!

61۔ صنعتی و زرعی ترقی ہنر مند افرادی قوت سے مشروط ہے۔ ہمارے ملک میں ایک طرف تو ہنر مند افراد کی شدید کمی ہے اور دوسری جانب لاکھوں افراد بے روزگار ہیں۔ صنعتی شعبہ کو بھی ہنر مند افراد کی کمی کی وجہ سے مشکلات درپیش ہیں۔ لہذا حکومت پنجاب نے نوجوانوں کو فنی تربیت فراہم کرنے والے ادارے TEVTA کو مالی اور انتظامی خود مختاری دے دی ہے تاکہ تیز رفتاری سے نوجوانوں کو جدید فنی علوم یعنی Market Driven کورسز میں تربیت دی جائے اور وہ صنعتی و زرعی شعبہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لئے بہتر اور باعزت روزگار کے مواقع حاصل کر سکیں۔ فنی تعلیم کے لئے آئندہ مالی سال 12-2011 کے میزانیہ میں 2۔ارب روپے مختص کئے جانے کی تجویز ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

62۔ سماجی اور صنعتی ترقی میں بہترین انفراسٹرکچر ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس شعبہ میں آئندہ مالی سال میں مجموعی طور پر 59۔ارب روپے خرچ کرنے کی تجویز ہے جس میں سڑکوں کی تعمیر کے لئے 36۔ارب 65 کروڑ روپے اور urban development کے لئے 8۔ارب 50 کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے۔

جناب سپیکر!

63۔ اگلے مالی سال میں حکومت پنجاب نے موجودہ سڑکوں کی بحالی پر خصوصی توجہ مرکوز کی ہے لہذا اس مقصد کے لئے بجٹ میں 4۔ارب روپے مختص کئے ہیں۔ پہلے سے جاری شدہ شاہرات کے منصوبوں کو آئندہ مالی سال 12-2011 میں مکمل کیا جائے گا۔ کاشتکار بھائیوں کو اپنی اجناس کی منڈیوں تک بآسانی رسائی کے لئے نئی farm to market roads کا منصوبہ شروع کیا جا رہا ہے اور اس مقصد کے لئے مالی سال 12-2011 کے ترقیاتی بجٹ میں 2۔ارب روپے کی خطیر رقم مختص کئے جانے کی تجویز ہے۔

جناب سپیکر!

64۔ ہمارا ملک اور ہمارا خطہ پنجاب تہذیب و ثقافت کا مرکز ہے۔اپنے تہذیبی ورثہ کو دنیا میں روشناس کرانے کے لئے سیاحت کا کردار نمایاں ہے۔مقامی اور بین الاقوامی سیاحت کے فروغ اور ثقافتی ورثہ،آثار قدیمہ کے تحفظ اور اطلاعات و نشریات کے فروغ کے لئے جاری منصوبوں پر تقریباً42کروڑ روپے سے زائد خرچ کئے جائیں گے۔حکومت نے عوامی تفریح کے ذرائع مثلاً سرکس، تھیٹر وغیرہ پر تفریحی ٹیکس کو65فیصد کم کر کے 20 فیصد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔سینما کی صنعت کو سہارا دینے کے لئے سینماؤں کو تین برسوں کے لئے تفریحی ٹیکس سے مکمل طور پر مستثنیٰ قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔اسی طرح صوبے کے مختلف حصوں میں لگائی گئی chair lifts کی ٹکٹوں پر بھی تین برسوں کے لئے کوئی ٹیکس نہیں ہوگا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

65۔ موجودہ مالی سال کے دوران جناب وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر مختلف اضلاع میں خصوصی ترقیاتی پروگرام (Package) شروع کئے گئے۔ان پروگرام کے تحت مقامی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ترقیاتی سکیموں کا اجراء کیا گیا ہے۔اس کامیاب تجربہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اگلے سال ضلعی Packages کے لئے 5۔ارب 50کروڑ روپے مختص کئے جارہے ہیں۔

جناب سپیکر!

66۔ چولستان کی ترقی کے لئے اگلے مالی سال میں چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو38کروڑ روپے مہیا کئے جارہے ہیں جس سے چولستان میں سڑکوں کی تعمیر، پینے کا پانی اور لائیو سٹاک وغیرہ کی ترقی کے لئے ترقیاتی منصوبے مکمل کئے جائیں گے۔علاوہ ازیں چولستان میں لائیو سٹاک کی ترقی کے لئے 40 کروڑ روپے سے زائد لاگت کا منصوبہ "شاد باد کوآپریٹو لائیو سٹاک فارم پراجیکٹ" شروع کیا گیا ہے جس کے لئے اگلے مالی سال میں9کروڑ روپے کی رقم مختص کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر!

67۔ آج کا دور information technology کا دور ہے۔information technology سے نہ صرف استعداد کار میں تیزی آتی ہے بلکہ اس سے کاروبار میں وسعت، شفافیت

اور احتسابی عمل کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔ اگلے مالی سال میں information technology کی ترقی کے لئے 2۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر!

68۔ حکومت معدنیات کو ترقی دے کر قدرتی وسائل سے بھرپور استفادہ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ حکومت کی پالیسی ہے کہ معدنیاتی کانوں کی exploration کے لئے نجی شعبہ کے اشتراک سے اقدامات کرے تاکہ معدنیات کے شعبہ میں مقامی اور بین الاقوامی سرمایہ کاری کا فروغ ہو۔ معدنیات کے شعبہ کی ترقی کے لئے سال 2011-12 میں 30 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ ان چیدہ چیدہ منصوبوں میں ڈیرہ غازی خان، خوشاب، چکوال اور میانوالی میں mining estates کا قیام، چنیوٹ اور ڈیرہ غازی خان میں لوہے کی کانوں کی feasibility study اور پوٹھوہار کے علاقے میں موجود کوئلے کے ذخائر کا صحیح تخمینہ لگانا شامل ہے۔

جناب سپیکر!

69۔ ان پروگراموں پر عملدرآمد سے صوبہ بھر میں نہ صرف موجودہ انفراسٹرکچر کی بحالی ہوگی بلکہ دیہی اور شہری علاقوں میں روزگار کے بہتر مواقع میسر ہوں گے جو کہ یقیناً صوبہ میں معاشی ترقی کا باعث ہوگا جس سے غربت میں کمی واقع ہوگی۔

جناب سپیکر!

70۔ سرکاری ملازمین قومی ترقی کے منصوبوں پر عملدرآمد اور عوام تک خدمات پہنچانے والی حکومتی مشینری کا ایک اہم جزو ہیں۔ یہ ملازمین اور پنشنرز اپنی محدود آمدنی کی وجہ سے مہنگائی اور افراط زر سے نسبتاً زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ سرکاری ملازمین کو درپیش مالی مسائل کے پیش نظر اپنے محدود وسائل کے باوجود ہماری حکومت نے صوبائی ملازمین کو تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ کا فیصلہ کیا ہے۔ اسی طرح میں ایسے پنشنرز جو 30۔جون 2002 کو یا اس سے قبل ریٹائر ہوئے تھے ان کی پنشن میں 20 فیصد اور یکم جولائی 2002 کو اور اس کے بعد ریٹائر ہونے والے ملازمین کی پنشن میں 15 فیصد اضافہ کا اعلان کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں، Conveyance Allowance جو کہ اس وقت پنجاب کے صرف 9 بڑے شہروں تک محدود ہے یا صرف محکمہ تعلیم اور ماتحت عدلیہ کے ملازمین کو Mobility Allowance کی

شکل میں دیا جارہاہے، میں انتہائی مسرت سے اعلان کرتا ہوں کہ یہ allowance آئندہ مالی سال میں سارے پنجاب میں، قطع نظر تعیناتی، موجودہ مقررہ شرح سے نافذالعمل ہوگا اور محکمہ تعلیم اور ماتحت عدلیہ کے ملازمین کو اس بات کی آپشن دی جائے گی کہ وہ دونوں میں سے ایک اختیار کر لیں۔ اس کے علاوہ میں گریڈ 1 تا 15 کے تمام سرکاری ملازمین کے Conveyance Allowance میں 25 فیصد اضافہ کا اعلان کرتا ہوں۔ ان تمام اقدامات کا اطلاق یکم جولائی 2011 سے ہوگا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

71۔ مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ ہماری حکومت کا بجٹ ایک عوام دوست، متوازن اور ترقیاتی بجٹ ہے۔ میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے محکمہ خزانہ اور محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے افسران، ماتحت عملہ اور اپنے سٹاف کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس بجٹ کی تیاری میں شب و روز انتھک محنت کی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو!

پاکستان پائندہ باد

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ گوشوارہ سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 اور نظر ثانی شدہ گوشوارہ بجٹ بابت سال 11-2010 پیش کریں۔ جی، وزیر خزانہ!

سالانہ بجٹ گوشوارہ بابت سال 12-2011 اور نظر ثانی شدہ گوشوارہ بابت سال 11-2010 کا ایوان میں پیش کیا جانا

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں گوشوارہ سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 اور نظر ثانی شدہ گوشوارہ بجٹ بابت سال 11-2010 پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: گوشوارہ سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 اور نظر ثانی شدہ گوشوارہ بجٹ بابت سال 11-2010 پیش کر دیا گیا ہے۔ اب وزیر خزانہ گوشوارہ ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پیش کریں۔ جی، وزیر خزانہ!

ضمنی بجٹ گوشوارہ بابت سال 11-2010 کا ایوان میں پیش کیا جانا

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں گوشوارہ ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: گوشوارہ ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پیش کر دیا گیا۔

مسودہ قانون

(جو متعارف ہوا)

MR. SPEAKER: Now Minister for Finance may introduce the Punjab Finance Bill 2011

مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 2011

MINISTER FOR FINANCE: Sir, I Introduce the Punjab Finance Bill 2011.

MR. SPEAKER: The Punjab Finance Bill 2011 has been introduced.

آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے۔ معزز ممبران کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ سوموار مورخہ 13-جون 2011 سے سالانہ بجٹ پر بحث کا آغاز ہوگا۔ عام بحث کے لئے چھ ایام یعنی 13 تا 17 اور 20-جون 2011 مختص کئے گئے ہیں۔ آخر میں وزیر خزانہ بجٹ پر عام بحث کو windup کریں گے جو ممبران اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے ناموں کا اندراج سیکرٹری اسمبلی کے پاس مع تاریخ کرا دیں۔

اب اجلاس بروز سوموار مورخہ 13-جون 2011 بوقت 3 بجے سہ پہر تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

49

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،13۔جون2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

سالانہ میزانیہ بابت سال12-2011پر عام بحث

51

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

سوموار،13۔جون2011

(یوم الاثنین،10۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں شام 4بج کر42منٹ پر زیر

صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَٰذَا ٱلْبَلَدَ ءَامِنًا وَ
ٱجْنُبْنِى وَبَنِىَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ
كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِى فَإِنَّهُۥ مِنِّى ۖ وَمَنْ عَصَانِى
فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾

سُوۡرَةُ إبراهيم 35تا36

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ میرے پروردگار اس شہر کو (لوگوں کے لئے) امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ (35) اے پروردگار انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جس شخص نے میرا کہا مانا وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تُو بخشنے والا مہربان ہے (36)

وماعلینا الاالبلاغ

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

سرِ طور کوئی جائے اُسے آپ کیا کہیں گے
جسے خود خُدا بلائے اُسے آپ کیا کہیں گے
شب و روز دشمنوں کو جو دعاؤں سے نوازے
جو ستم پہ مسکرائے اُسے آپ کیا کہیں گے
جو کرے کلام ربّ سے وہ لقب کلیم پائے
جو کلامِ ربّ سنائے اُسے آپ کیا کہیں گے
کوئی اُس کی عظمتوں کی نہ مثال ہے نہ ہو گی
جو خدا سے مل کے آئے اُسے آپ کیا کہیں گے
جو خُدا سے دور کر دے اُسے کیا کہیں گے اعجازؔ
ہمیں ربّ سے جو ملائے اُسے آپ کیا کہیں گے

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! ہماری ساتھی انجم صفدر صاحبہ کی والدہ فوت ہو گئی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ پہلے مجھے بات کرنے دیں اس کے بعد آپ بات کریں۔اب تحاریک استحقاق کا وقت ہے۔محترمہ! اب فرمائیں کہ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

تعزیت

معزز خاتون ممبر انجم صفدر صاحبہ کی والدہ ماجدہ، صدر مملکت جناب آصف علی زرداری کے والد محترم اور معزز ممبر راجہ حنیف عباسی کی والدہ ماجدہ کے لئے دعائے مغفرت

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب سپیکر! ہماری ساتھی انجم صفدر صاحبہ کی والدہ فوت ہو گئی ہیں میری استدعا ہے کہ ان کے لئے فاتحہ خوانی کر لی جائے۔

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! محترم صدر پاکستان کے والد محترم حاکم علی زرداری صاحب وفات پا گئے ہیں ان کے لئے بھی دعائے مغفرت کی جائے۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! حنیف عباسی صاحب کی والدہ محترمہ فوت ہو گئی ہیں ان کے لئے بھی دعائے مغفرت کر لی جائے۔

جناب سپیکر: تمام مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

محترمہ حمیرا اویس شاہد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: No, no اچھا آپ کوئی بات کرنا چاہتی ہیں؟

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جی، جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ باہر ایک ریلی آئی ہوئی ہے اس میں سود خوروں کے ستائے ہوئے لوگ ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر ہماری بات نہ سنی گئی تو ہم خود سوزی کر لیں گے لہذا آپ سے گزارش ہے کہ معزز ایوان سے کچھ ممبران کو باہر بھیجا جائے تاکہ ان

کی بات سنی جائے کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں اوران کا پیغام آپ تک پہنچ سکے لیکن کسی وزیر کو بھی ضرور ساتھ بھیجنا چاہئے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ جائیں، چودھری عبدالغفور صاحب، سید حسن مرتضیٰ صاحب، محسن خان لغاری صاحب اور میاں نصیر صاحب جائیں اوران کی بات کا پتا کر کے آئیں۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب تحاریک استحقاق کا وقت ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 37 محترمہ سیمل کامران صاحبہ، چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب، خالد جاوید اصغر گھرال صاحب، زوبیہ رباب ملک صاحبہ، حافظ قمر حیات کاٹھیا صاحب اور طاہر اقبال چودھری صاحب کی طرف سے ہے، یہ تحریک استحقاق پیش ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔ رانا صاحب! آپ نے اس کا جواب دینا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محکمے کی طرف سے اس کا جواب موصول ہوا ہے اور انہوں نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ---

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ معزز ممبران، آرڈر پلیز۔

پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ کارکردگی رپورٹ بابت سال 2010 کا ایوان میں پیش نہ کیا جانا

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محکمے نے وعدہ کیا ہے کہ اگلے ہفتے میں یہ رپورٹ ایوان میں پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، اگلے ہفتے یہ رپورٹ ایوان میں پیش کر دی جائے گی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری بڑی humble submission ہے کہ ایک تحریک مجلس استحقاقات کو refer ہو چکی ہے وہاں کمیٹی میں ڈیپارٹمنٹ کے لوگ دو دفعہ آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم رپورٹ سیکرٹریٹ کو دے چکے ہیں اس کے بعد دو اجلاس ہوئے ہیں لیکن وہ رپورٹ آج تک ایوان میں پیش نہیں کی گئی اور ابھی جس رپورٹ کی بات کی گئی ہے---

جناب سپیکر: آپ اس رپورٹ کی بات کر رہی ہیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جی، میں 2010 کی رپورٹ کی ہی بات کر رہی ہوں اور میری استدعا ہے کہ اس کو مجلس استحقاقات کو بھجوائیں۔ یہ محکمے اس کو بالکل lightly لیتے ہیں اور اس طرح معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ یہ اس House کو answerable ہیں، 2010 کی رپورٹ ابھی تک ایوان میں نہیں آئی اور ابھی بھی اگلے ہفتے کا کہہ رہے ہیں لہذا میری استدعا ہے کہ اس تحریک استحقاق کو مجلس استحقاقات کے سپرد کریں۔ یہ 2011 نہیں بلکہ 2010 کی بات ہے اور ہر اجلاس میں یہی ہوتا ہے کہ پہلے اسے pending کروایا جاتا ہے اور پھر کمیٹی کو refer کروا دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر یہ تحریک استحقاق کمیٹی کو refer کر دی گئی تو جب ایک ماہ بعد اس کی turn آئے گی تو محکمہ وہاں پر آ کر یہ کہے گا کہ رپورٹ پیش کی جا چکی ہے۔ اب انہوں نے اگلے ہفتے رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کا کہا ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ہم اگلے ہفتے تک انتظار کرتے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! آپ سے اور لاء منسٹر صاحب سے بھی request ہے کہ بات صرف کمیٹی کو refer کرنے کی نہیں ہے۔ ڈیپارٹمنٹ کمیٹی سے اس لئے ہچکچاتے ہیں کہ یہ وہاں پر answerable ہوتے ہیں۔ ہم 2010 کی رپورٹ کی بات کر رہے ہیں، ہم نے یہ کمیٹی کو refer کروا کروا کر تین تین، چار چار سالوں کی رپورٹیں House میں پیش کروائی ہیں۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں! ہم اس کیس کو ایک test کے طور پر لیتے ہیں اگر انہوں نے seven days میں رپورٹ نہ دی تو پھر یقیناً یہ مجلس استحقاقات کو چلی جائے گی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بہت سارے test cases محترم چیئرمین مجلس استحقاقات کے knowledge میں ہیں کہ یہ وہاں مجلس استحقاقات میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ہم نے رپورٹ سیکرٹریٹ میں جمع کروا دی ہے، اس کے بعد دو دو، تین تین اجلاس آتے ہیں لیکن وہ رپورٹ House میں نہیں آتی۔

جناب سپیکر: اگر وہ غلط کہیں گے تو اس کا notice لیا جائے گا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! پھر تو اس پر بھی تحریک استحقاق move کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر: اگلی تحریک استحقاق نمبر43، رائے شاہجہان صاحب کی ہے۔ جی، رائے صاحب! آپ اپنی تحریک move کریں۔ اس سے پہلے والی تحریک استحقاق dispose of کی جاتی ہے۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! میں اپنی تحریک استحقاق کو پڑھنا نہیں چاہتا۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو درخواست سمجھتے ہوئے وزیراعلیٰ پنجاب کو پیش کی جائے۔

جناب سپیکر: میں آپ کی تحریک وزیراعلیٰ صاحب کو کیسے بھیج سکتا ہوں؟ میں اس تحریک کو مجلس استحقاقات میں بھجوا سکتا ہوں۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! میں اپنی اس تحریک کو پڑھنا چاہتا ہوں اور نہ ہی تحریک استحقاقات کے سپرد کرانا چاہتا ہوں۔ میری آپ سے صرف اتنی استدعا ہے کہ اس تحریک کی ایک نقل وزیراعلیٰ صاحب کو بھجوا دی جائے۔ میں ایک شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ:

نہ ہی وہ بدلے، نہ ہی دل بدلا، نہ ہی دل کی آرزو بدلی
میں کیسے اعتبار انقلاب آسمان کر لوں؟

جناب سپیکر: جب آپ اپنی تحریک استحقاق کو پڑھنا نہیں چاہتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اس کو stress نہیں کر رہے۔ جی، رانا ثناء اللہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! رائے شاہجہان صاحب کی تحریک استحقاق نمبر43 کا ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا۔ معزز ممبر اپنی تحریک کو پڑھنا نہیں چاہتے، ویسے بھی یہ بڑی مضحکہ خیز ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کو نہ پڑھنے کا انہوں نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! میری یہ تحریک مضحکہ خیز تو نہیں لیکن مجھے حکومت پنجاب پر کوئی اعتبار نہیں ہے اسی وجہ سے میں اپنی تحریک کو پڑھنا نہیں چاہتا۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اس تحریک استحقاق نمبر43 کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر45 محترمہ سیمل کامران اور چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی طرف سے ہے۔ رانا صاحب! اس کا جواب آنا تھا۔

مسودہ قانون شہری ترقی پنجاب مصدرہ 1976 کے تحت ادارہ کی سالانہ کارکردگی رپورٹ بابت سال 2010 کا ایوان میں پیش نہ کیا جانا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ رپورٹ اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرا دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: چیمہ صاحب! رانا صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ رپورٹ اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرا دی گئی ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! یہ رپورٹ کب جمع کرائی گئی ہے؟ ہمیشہ یقین دہانی کرائی جاتی ہے لیکن ہاؤس میں رپورٹ نہیں آتی۔ کیا یہ رپورٹ کل ہاؤس میں distribute ہو جائے گی یا ہاؤس میں پیش کر دی جائے گی؟

جناب سپیکر: جی، میں اپنے سٹاف سے check کراتا ہوں اگر یہ رپورٹ اسمبلی سیکرٹریٹ میں موصول ہو گئی ہے تو یقیناً اس کو ہاؤس میں پیش کر دیا جائے گا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! جب تک یہ رپورٹ ہاؤس میں پیش نہیں ہوتی اس وقت تک اس تحریک کو pending فرمادیں۔ میری اطلاع کے مطابق یہ رپورٹ ابھی تک اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع نہیں کرائی گئی، اگر جمع کرائی جاتی تو پھر یہ ہاؤس میں پیش ہو گئی ہوتی کیونکہ اسمبلی سیکرٹریٹ کا سٹاف اتنا نالائق نہیں ہے۔ آج حکومتی نااہلی اسمبلی سٹاف پر ڈالی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، ہم اس کو check کر لیتے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 46 محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی طرف سے ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! کیا تحریک استحقاق نمبر 45، pending کر دی گئی ہے؟

جناب سپیکر: اس کا جواب آ جائے گا تو میں آپ کو بتا دوں گا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: تو کیا اس وقت تک یہ تحریک pending رہے گی؟

جناب سپیکر: اگر رپورٹ موصول ہو گئی ہے تو پھر آپ کی یہ تحریک dispose of ہو جائے گی۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اگر رپورٹ اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرادی گئی ہے تو پھر اسے ہاؤس میں پیش کیا جانا چاہئے تھا۔ یہ تو اسمبلی سیکرٹریٹ کے ساتھ بھی مذاق کیا جارہا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک۔ اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 46 محترمہ سیمل کامران، سیدہ ماجدہ زیدی اور محترمہ ثمینہ خاور حیات کی طرف سے ہے۔

مسودہ قانون ادارہ محتسب پنجاب مصدرہ 1997 کے تحت ادارہ کی سالانہ کارکردگی رپورٹ بابت سال 2010 کا ایوان میں پیش نہ کیا جانا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک استحقاق نمبر 46 کا محکمہ کی طرف سے جواب موصول ہوا ہے کہ سالانہ رپورٹ بابت سال 2010 مذکورہ ایکٹ میں دیئے گئے شیڈول کے مطابق مرتب کر دی گئی اور گورنر پنجاب کو مورخہ 11-03-18 کو پیش کی جا چکی ہے۔ مذکورہ رپورٹ کی مطلوبہ جلدیں معزز ایوان میں پیش کرنے کے لئے طباعت کے مراحل میں ہیں اس کے لئے انہوں نے دو ہفتوں کی مہلت مانگی ہے کہ within two weeks یہ رپورٹ ایوان میں پیش کر دی جائے گی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ رپورٹ بابت سال 2010 کی تھی اسے تو بہت پہلے ہاؤس میں پیش کر دینا چاہئے تھا۔ اب وہ مزید دو ہفتوں کی مہلت مانگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ہم ان کو ایک دفعہ مہلت دے رہے ہیں اگر پھر بھی یہ رپورٹ پیش نہ ہوئی تو اس معاملے کو استحقاق کمیٹی میں بھجوادیں گے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 49، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا صاحب کی ہے۔ کیا کاٹھیا صاحب تشریف رکھتے ہیں؟ وہ موجود نہیں ہیں اس لئے اس تحریک کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 50، ملک عادل حسین اُترا صاحب کی ہے۔ جی، آپ اپنی تحریک پیش کریں۔

اے ایف سی ضلع بھکر کا معزز ممبر اسمبلی کا فون سننے سے انکار

ملک عادل حسین اُترا: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو کہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی

ہے۔معاملہ یہ ہے کہ میں نے مورخہ 24۔مئی 2011 کو مسٹر اعجاز جسکانی A.F.C کو فون کیا۔اس کو اپنا تعارف کرانے کے بعد عوامی مسئلہ کے بارے میں بتایا کہ میرے حلقہ کے رہائشی عقیل عباس ولد مرید عباس نے باردانہ کے حصول کے لئے کال ڈیپازٹ مع ٹوکن جمع کروادیا ہے۔اب اس کو بار بار چکر لگوائے جارہے ہیں اور اس کو باردانہ دینے سے لیت و لعل سے کام لیا جارہا ہے۔موصوف آفیسر نے مجھے کہا کہ میں ریکارڈ چیک کر لیتا ہوں آپ عقیل عباس کو میرے پاس بھجوادیں۔اس پر میں نے عقیل عباس کو A.F.C کے دفتر بھجوادیا۔جب عقیل عباس میرا کارڈ لے کر A.F.C کو ملا تو اس نے انتہائی ہتک آمیز طریقے سے میرا کارڈ پھینکتے ہوئے کہا کہ میں کسی ایم پی اے کو نہیں جانتا میرے پاس کوئی باردانہ ہے اور نہ ہی میں آپ کو باردانہ دوں گا۔آپ نے مجھ سے پوچھ کر باردانہ کے لئے پیسے جمع کروائے تھے؟اس پر عقیل عباس نے متذکرہ صورتحال کے بارے میں D.F.C ملک مسعود کو بتایا اور عقیل عباس نے میرا بتایا تو D.F.C خود چل کر A.F.C کے کمرے میں گیا۔اس نے A.F.C کو کہا کہ عقیل عباس کو باردانہ دے دیں اور اس کو پریشان نہ کریں۔اس پر A.F.C مزید سیخ پا ہو گیا اور کہا "جاؤ، جاکر اپنے ایم پی اے کو کہہ دو اگر اس نے باردانہ لینا ہے تو پہلے وزیر اعلیٰ سے احکامات لے کر آئے"اس پر عقیل عباس نے مجھے فون کیا اور میری بات اسی فون پر A.F.C سے کروانے کی کوشش کی جو کہ ON تھا۔موصوف آفیسر نے میرا فون سننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا اس ایم پی اے کی ایسی جرأت کہ دوبارہ پھر فون کر دیا۔میں نے ایسے کئی ایم پی اے دیکھے ہوئے ہیں،یہ میرا کیا بگاڑ لے گا؟اس کے ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا۔

جناب سپیکر!میں ایک عوامی نمائندہ ہوں اور مجھے حلقہ کے لوگوں کو درپیش مسائل کے حل کے لئے افسران سے بذریعہ ٹیلیفون رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ایک سرکاری آفیسر کا فون نہ سننا،ہتک آمیز رویہ اختیار کرنا اور میرے حلقہ کے ووٹرز کے سامنے میری ساکھ کو نقصان پہنچانے سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی،راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر!اس تحریک کو آپ مجلس استحقاقات کے سپرد فرمادیں۔

جناب سپیکر: جی،ٹھیک ہے۔اس تحریک کو مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ملک عادل حسین اُترا: جناب سپیکر! بہت شکریہ

جناب سپیکر: اگلی تحریک استحقاق نمبر51، محترمہ سیمل کامران کی طرف سے ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا نوٹس مجھے ابھی تک موصول نہیں ہوا اس لئے اس کی کاپی مجھے دی جائے۔

جناب سپیکر: آپ کو اس کی کاپی بھجوا رہے ہیں اور اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! مجھے اپنی تحریک پڑھ تو لینے دیں۔

سرکاری کارروائی

جناب سپیکر: آپ کل پڑھ لیجئے گا۔ اب قائد حزب اختلاف تقریر فرمائیں گے۔ میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی بجٹ تقریر شروع کریں۔

بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 12-2011 پر بات کرنے کا موقع عنایت فرمایا تاکہ میں صوبہ کے عوام کے مسائل اس معزز ایوان تک پہنچا سکوں۔ قائد حزب اختلاف تقریر کر رہا ہے مگر فنانس سیکرٹری موجود ہے اور نہ ہی چیئر مین (پی اینڈ ڈی) موجود ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم ان کا انتظار کر لیتے ہیں، ان دونوں افسران کا یہاں پر موجود ہونا انتہائی ضروری ہے کیونکہ ان کی موجودگی سے اس صوبہ کے آٹھ کروڑ عوام کا فائدہ ہو گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہمارے قائد حزب اختلاف بڑے انوکھے لاڈلے واقع ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کا نام "گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ" میں لکھا جانا چاہئے کیونکہ یہ پارلیمانی تاریخ کے پہلے قائد حزب اختلاف ہیں جنہوں نے یہ چاہا ہے کہ ان کی speech سننے کی معزز ایوان کو ضرورت نہیں ہے، صرف سیکرٹری فنانس اور چیئر مین (پی اینڈ ڈی) کو یہاں پر موجود ہونا چاہئے۔ منسٹر انچارج فنانس یہاں پر بیٹھے ہیں، 200 کے قریب عوامی نمائندے بیٹھے ہیں یعنی پورا پنجاب

یہاں پر بیٹھا ہے اور آپ قائد حزب اختلاف کا مطالبہ دیکھیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ مطالبہ باعثِ شرم ہے۔ اگر انہوں نے بجٹ پر بحث کرنے کی تیاری نہیں کی تو یہ آج شام کا ٹائم مقرر کریں میں ان کی تیاری کرواتا ہوں اور یہ بجٹ پر کل تقریر کر لیں۔ اب آپ اگلے مقرر سے کہیں کہ وہ بجٹ پر اپنی بحث کا آغاز کرے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب پچھلے پانچ سال اپوزیشن میں رہے ہیں اور انشاء اللہ اب بھی جلدی وہ اپوزیشن میں آنے والے ہیں۔ اس معزز ایوان کی یہ روایت ہے کہ جب بھی کوئی محکمہ discuss ہو تو اُس محکمہ کے متعلقہ سیکرٹری یہاں آتے ہیں۔ البتہ یہ بات تسلیم کر لیں کہ ان بے چاروں کے کہنے پر یہاں کوئی نہیں آتا لہٰذا یہ معافی مانگ لیں۔ سیکرٹری ٹو چیف منسٹر یہاں پر ان کی حاضری لگانے کے لئے آتا ہے اگر وہ یہ کام کرنے کے لئے یہاں نہ آئے تو حکومتی بنچز بالکل خالی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! مجھے انتہائی دکھ ہے اور مجھے قطعاً امید نہیں تھی کہ رانا ثناء اللہ صاحب آج اس حوالے سے یہ بات کریں گے۔ مجھے پورا یقین تھا کہ وہ کہیں گے کہ ٹھیک ہے ان کی بڑی جائز بات ہے۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اس بجٹ کو بنانے والوں کی غیر موجودگی میں ہم اس بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کریں تو ہم اس کے لئے حاضر ہیں۔

جناب سپیکر! یہ بجٹ اس صوبہ کے عوام کے ساتھ بہت بڑا مذاق اور ان کے لئے باعث ندامت ہے کیونکہ اس بجٹ کو بنانے والے لوگوں میں اگر تھوڑی سی بھی کوئی ایسی بات ہو تو "چُھونی میں پانی لے کے ڈوب کر مر جائیں۔" (نعرہ ہائے تحسین)

آج سے تین ماہ پہلے محترم سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ کو محکمہ خزانہ کا چارج دیا گیا، پھر بجٹ بننے کے دوران محکمہ خزانہ کا چارج کامران مائیکل صاحب کو دے دیا گیا، پھر بجٹ سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن کو اس محکمہ کا انچارج بنا دیا گیا۔۔۔

(اذانِ عصر)

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اس کے بعد بجٹ کی تقریر پڑھنے کے لئے میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن اور جناب کامران مائیکل کے درمیان فائنل مرحلہ آیا جس کے لئے ایک ریہرسل کرائی گئی جس میں میرے بھائی کامران مائیکل اول آئے کیونکہ انہوں نے اپنی تقریر بڑے جوش و جذبے کے

ساتھ پڑھی جس پر میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں لیکن مجھے انتہائی دکھ ہے کہ میرے بھائی نے پوری قوم یا مسلم لیگ (ن) کے لئے جو خدمت انجام دی اُس کے صلہ میں یہ اپنی قوم کے لئے 21 کروڑ 50 لاکھ روپے اور اس میں ایک سال کے لئے صرف 50 لاکھ روپے کا اضافہ کرا سکے تو یہ ان کی طرف سے اپنی قوم کے لئے خدمت ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد بجٹ پیش کرنے سے ایک دن پہلے budget briefing کے حوالے سے ایک نیا تجربہ کیا گیا جو دنیا میں کہیں نہیں دیکھا گیا کہ معروف پہلوان رانا ثناء اللہ صاحب کو میدان میں اتار دیا گیا۔ اس کے بعد Post Budget Press Conference ہوئی اس پریس کانفرنس کو وزیر خزانہ نے خطاب کرنا ہوتا ہے میرے سامنے کامران مائیکل بیٹھے ہیں، میڈیا گواہ ہے کہ ڈیڑھ گھنٹے کی پریس کانفرنس میں چھ منٹ یہ بولے ہیں اور باقی وقت سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب بولے ہیں۔ (شیم، شیم)

جناب سپیکر! غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا گیا ہے، اس بجٹ کا مذاق اڑایا گیا ہے اور اس ایوان کی توہین کی گئی ہے، اگر ان کو شرم آتی ہو تو یقیناً ان کا سر شرم سے جھک جائے لیکن ان کو شرم نہیں آتی۔

جناب سپیکر! انھوں نے بجٹ میں میاں محمد نواز شریف صاحب کے vision کا ذکر کیا ہے۔ وہ ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ اس صوبے، اس House کی بہتری کے لئے اور جو صوبے کے نظام کا بیڑہ غرق ہوا ہے اس پر میں بھی آپ سے متفق ہوں کہ اس صوبے میں وزیر اعلیٰ میاں محمد نواز شریف کو بنایا جائے اور ان کو منتخب کرا کے لایا جائے تا کہ معاملات بہتر طریقے سے چل سکیں، موجودہ وزیر اعلیٰ چونکہ fit نہیں ہیں اور وہ معاملات کو بہتر طریقے سے نہیں چلا سکتے جس کا یہ بجٹ منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ بجٹ نا اہل لوگوں نے بنایا ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ اس طرح کی تجاویز دینے لگے تو پھر ادھر سے بھی تجاویز آئیں گی۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں نے تو ان کے لیڈر کو کہا ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ بنیں۔

جناب سپیکر! بجٹ 10-2009 میں 175۔ ارب روپے رکھے گئے لیکن وہ یہ خرچ نہیں کر سکے اور 134۔ ارب روپے خرچ کئے گئے۔ ADP کا تقریباً 40۔ ارب روپیہ پنجاب حکومت خرچ نہیں کر سکی۔ اس کے بعد 11-2010 میں 1936۔ ارب روپے رکھے گئے اور اس میں بھی۔۔۔

جناب سپیکر: صرف1936۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): 19۔ارب36لاکھ۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: انھوں نےcorrectionکر دی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترم قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ 19۔ارب36لاکھ روپے نہیں ہے بلکہ 193.6 بلین روپے ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں وہی کہہ رہا ہوں۔یہ غور سے سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر![*****************]

جناب سپیکر: No, no ان الفاظ کو حذف کیا جاتا ہے۔جی، قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اس میں سے136۔ارب روپے خرچ کئے گئے اور اس میں سے بھی تقریباً50۔ارب روپے صوبائی حکومت خرچ نہیں کر سکی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہfigureغلط ہے۔پورا میڈیا سن رہا ہے یہ اس ایوان کا کیا مذاق بنوا رہے ہیں؟136۔ارب روپےADPمیں سے خرچ نہیں کئے گئے۔انھوں نے یہfiguresکہاں سے لئے ہیں؟ پچھلے سالADPکا193.6 بلین روپے تھا جس میں سے 136 بلین روپے خرچ نہیں ہوئے بلکہ کم رقم خرچ ہوئی ہے۔انھوں نے یہfiguresکہاں سے لئے ہیں؟

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ شرط لگالیں193۔ارب روپے رکھے گئے تھے اور136۔ارب روپے خرچ ہوئے ہیں۔اگر یہ ثابت کر دیں کہ اس سے زیادہ خرچ ہوئے ہیں تو جو اس ہاؤس میں مجھے جرمانہ کریں گے میں دوں گا۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ اپنی بات کریں۔ان باتوں کو چھوڑیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سے کم خرچ ہوئے ہیں 193.6 بلین کا جوADP تھا یہ فرما رہے ہیں کہ اس میں سے136۔ارب روپے خرچ ہوئے ہیں تو 136۔ارب روپے خرچ نہیں ہوئے بلکہ کم خرچ ہوئے ہیں۔یہ بتائیں کتناfigureہے، یہ کیا تیاری کر کے آئے ہیں؟

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: راناصاحب!پلیز انھیں بات کرنے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ غلط figures quote کر رہے ہیں۔ یہ معزز ایوان ہے اور لیڈر آف اپوزیشن ایک office کا نام ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! کیا یہ فنانس منسٹر ہیں؟

جناب سپیکر: آپ rebuttal کر لیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! یہ puzzle کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ راناصاحب! آپ note کرتے جائیں جب آپ جواب دیں گے تو یہ بتادیجئے گا کہ یہ غلط ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ اس ایوان کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ آپ Custodian of the House ہیں۔ ADP جو تھا وہ 193.6 بلین روپے کا تھا اب وہ revise ہو کر 138 بلین روپے ہو گیا اور 30۔ جون تک خرچ کی جو بات ہے تو ہمارا approximate estimate 105 بلین روپے ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ 136 بلین روپے خرچ ہو گئے ہیں۔ ان کو اتنا نہیں معلوم کہ خرچ کتنے بلین روپے ہوئے ہیں؟ یہ figures کو صحیح رکھیں اور صحیح figures quote کریں۔ اس کے بعد 193۔ارب روپے کی بجائے 138۔ارب روپے پر revise کیوں ہوا اور 105۔ ارب روپے خرچ کیوں ہوا اس کو ہم explain کریں گے لیکن یہ 105۔ارب روپے کو 136۔ارب روپے نہ بنائیں۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: کائرہ صاحب کو بولنے دیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ کائرہ صاحب کو بات کرنے دیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: یہ تمام کارروائی illegal ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا۔ جی، کائرہ صاحب! آپ بات کریں۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر!۔۔۔(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: Order please. Order please.

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے جو figures quote کی ہیں میں نے ان کو correct کیا ہے۔ اگر کائرہ صاحب figures correct کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ قائد حزب اختلاف کی تقریر کے دوران پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: جی، کائرہ صاحب!

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! اس ہاؤس کی روایت یہ ہے کہ جب قائد حزب اختلاف تقریر کرتے ہیں تو اس وقت interruption نہیں ہوتی۔ اگر کسی قسم کی کوئی correction ہے یا کسی بات کا جواب دینا ہے تو وہ فنانس منسٹر نے اپنی winding up speech میں دینا ہے لیکن اس سے پہلے کسی کو اختیار نہیں کہ وہ درمیان میں بات کرے، اگر کوئی error ہے یا کوئی غلط figure بولا گیا ہے تو فنانس منسٹر اسے correct کر دیں گے۔

جناب سپیکر: راناصاحب! میرے خیال میں اُن کی بات ٹھیک ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اگر misquote کیا جائے تو اُس کو correct کیا جائے گا اور ہم misquoting نہیں کرنے دیں گے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: وزیر خزانہ بولیں اور وہ جواب دیں لیکن رانا ثناء اللہ صاحب نہ بولیں۔

جناب سپیکر: تمام ممبران تشریف رکھیں اور اپوزیشن لیڈر کو بات کرنے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! دوران تقریر اپوزیشن لیڈر مشورہ نہیں کر سکتے۔(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: Order please. Order please. No interruption please.

جی، راجہ صاحب! آپ بولیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): ایڈوائزری کمیٹی میں فیصلہ ہوا تھا جہاں پر لاء منسٹر صاحب موجود تھے لیکن یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جو کام اِن سے متعلقہ نہیں ہے پھر بھی وہ ایک منصوبہ اور

سازش کے ذریعے میری تقریر کو خراب کر رہے ہیں۔لاء منسٹر کے پاس کوئی اختیار نہیں کہ وہ اُٹھ کر میری تقریر میں دخل اندازی کریں،اگر میں نے کوئی غلط بات کی ہے تو جب فنانس منسٹر اپنی تقریر کریں گے تو میری اصلاح کر دیں۔اس چیز کو میڈیا بھی دیکھ رہا ہے جسے میں repeat کر رہا ہوں کہ 193۔ارب روپے رکھے گئے جو revise کر کے 138۔ارب روپے کئے گئے ہیں لیکن 30۔جون کو پتا چلے گا کہ کتنے خرچ ہوتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!138۔ارب روپے رکھ دیئے گئے ہیں، یہ ریکارڈ لے کر آ جائیں۔اب اپوزیشن لیڈر اپنی بات کو ذرا دہرائیں،اگر انہوں نے یہ نہ کہے ہوں کہ 136۔ارب روپے رکھے ہیں تو میں resign دینے کو تیار ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب!اب میرے خیال میں آپ کو ایک دوسرے کو interrupt نہیں کرنا چاہئے۔پلیز آپ تشریف رکھیں اور اُن کو بات کرنے دیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!تقریباً پچھلے دو سالوں میں 50۔ارب روپے revise کئے گئے ہیں اور اس سال 220۔ارب روپے ADP کے لئے رکھے گئے ہیں۔ہمیں یہ ذرا بھی یقین نہیں کہ جس طرح پہلے یہ خرچ نہیں کر پائے اسی طرح یہ رقم بھی خرچ نہیں کر پائیں گے کیونکہ ان کے پاس ٹیم نہیں ہے،ان کے پاس محکموں کے وزیر نہیں ہیں،اِن کے ساتھ افسران کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اِن میں اہلیت ہی نہیں ہے کہ صوبے کا پیسا صوبے کے غریب عوام پر خرچ کر سکیں۔ میں آج ایک سال پہلے یہ چیلنج سے کہہ رہا ہوں یہ مسلم لیگ جس کی قیادت میاں محمد شہباز شریف کر رہے ہیں یہ 220۔ارب روپے خرچ نہیں کر پائیں گے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی،آپ اپنی بات جاری رکھیں۔پلیز انہیں کوئی interrupt نہ کرے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!پچھلے سال یہاں پر ترقیاتی اخراجات کو کم کرنے کا نعرہ لگایا گیا اور اس سال بھی اس ہاؤس کے ساتھ ایک تماشا کیا گیا کہ C.M جو مغل بادشاہ ہیں انہوں نے کفایت شعاری کا نعرہ لگایا ہے لیکن میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے 2009-10 میں 16۔کروڑ 53 لاکھ روپے رکھے گئے لیکن خرچ 29 کروڑ 25 لاکھ روپے ہوئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف معزز ایوان میں تشریف لائے)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "شیر آیا شیر آیا" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! بڑی اچھی اور خوشی کی بات ہے کہ ابھی وزیر اعلیٰ پنجاب کے سیکر ٹریٹ کے اخراجات کی بات ہو رہی تھی اور وہ یہاں پر خود تشریف لے آئے ہیں جس پر ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ آج ہم انہیں ہار پہنانے کی کوئی کوشش نہیں کریں گے لیکن ہم اُن کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ میاں صاحب! آپ نے 10-2009 میں اپنے سیکر ٹریٹ کے لئے 16 کروڑ 53 لاکھ روپے رکھے تھے۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: .No interruption please راجہ صاحب! آپ مجھے address کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اُن سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے مشیر سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب جب بھی بات کرتے ہیں تو ہم بڑے احترام سے اُن کی بات سنتے ہیں لیکن میں قائد ایوان سے یہ کہوں گا کہ اِن کے جو معزز ممبران ہیں اُن کو بتائیں کہ جب اپوزیشن لیڈر بات کر رہا ہو تو اُس کی بات کو غور سے سنا کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، سب سن رہے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اِن میں سے بہت سارے ایسے بھی ہیں جو آج میاں صاحب کے لئے نعرے لگاتے ہیں اور وہ مشرف کے ساتھ اسی طرح ہی نعرے لگاتے تھے۔ میاں صاحب کے سیکر ٹریٹ کا 16 کروڑ روپے سے خرچہ کم ہونا تھا لیکن وہ 29 کروڑ روپے پر چلا گیا۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اُن کو بول لینے دیں پھر آپ بعد میں بات کر لیجئے گا۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! میں انتہائی ادب سے لیڈر آف دی اپوزیشن کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ 16 نہیں بلکہ 26 کروڑ روپے تھا۔

(معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "شیم شیم" کی آوازیں)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں تھوڑا سا یہ عرض کر دوں کہ میں نے 10-2009 کا پڑھا ہے جسے آپ ریکارڈ سے چیک کر لیں اور یہ 16۔کروڑ 53 لاکھ روپے تھا۔ اس سال 11-2010 میں 26 کروڑ 64 لاکھ ہے لیکن آپ نے 32 کروڑ 46 لاکھ روپے خرچ کئے ہیں۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم شیم" کی آوازیں)

جو بجٹ تقریر پڑھی گئی ہے اُس میں کہا گیا ہے کہ میاں صاحب کے سیکرٹریٹ کا خرچہ 20 فیصد کم کر دیا جائے گا لیکن جو پیسے رکھے گئے ہیں اسے غور سے سنیں وہ 26 کروڑ 64 لاکھ روپے ہیں۔ اسی طرح جو کہا گیا ہے کہ 25 فیصد کم ہوں گے وہ ہمیں کہیں پر کم ہوتے نظر نہیں آئے۔ 25 فیصد کمی کا اعلان کابینہ کی میٹنگ میں کیا گیا ہے لیکن یہ figure آپ خود دیکھیں کہ اس دفعہ 26 کروڑ روپے ہے اور پچھلی دفعہ 32 کروڑ روپیہ خرچ ہوا تھا اور اس دفعہ تقریباً 35/40 کروڑ روپے کے قریب چلا جائے گا۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ presumption پر بہت جاتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اس کے علاوہ آپ کفایت شعاری دیکھیں کہ DGPR کے لئے دو کروڑ 19 لاکھ روپیہ رکھا گیا تھا لیکن خرچ 3 کروڑ 80 لاکھ روپیہ کیا گیا۔ ہم DGPR پر اعتراض اس لئے نہیں کرتے کہ حکومت کی کرپشن، ناکامیاں، رانا ثناء اللہ کے پلازے کی خبر، مسلم لیگ کی بے قاعدگیاں، زیادتیاں، دھاندلیاں اور لوٹ مار کو روکنے کے لئے اس بجٹ میں یہ اضافہ بھی کر دیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ بنایا گیا ہے۔

معزز ممبران: یہ اپنی لفاظی تو درست کریں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اُن کو پڑھنے دیں۔ سب نے سُن لیا ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ کے لئے 8 کروڑ 29 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں لیکن اس پر خرچ 46 کروڑ روپے کئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! کیا آپ آئی ٹی کا ذکر کر رہے ہیں؟

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جی۔ جناب سپیکر! یہ 8 کروڑ روپے رکھ کر 46 کروڑ روپے خرچ کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں ہمیں بتائیں کہ ڈویلپمنٹ اور بہتری کیا ہوئی ہے کیونکہ 8 کروڑ کی جگہ 46 کروڑ روپے خرچ کر دیئے گئے؟ اسی طرح ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن کے لئے 8 کروڑ 8 لاکھ روپے رکھے گئے لیکن صرف 82 لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ اسی طرح 7 کروڑ 30 لاکھ روپے پبلک پراسیکیوشن برانچ کے لئے اور 3 کروڑ 97 لاکھ روپے۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! پبلک ٹرانسپورٹ کہا ہے یا کچھ اور مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔ (قہقہے)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! پبلک پراسیکیوشن برانچ کہا ہے کہ اگر ایسے اہم ادارے جس کا انچارج رانا مقبول اشتہاری ہے، اگر محکمہ صحیح کام کر رہا ہو اور اس پر پیسے صحیح خرچ کر رہے

ہیں تو جو پولیس مقابلے کرانا پڑتے ہیں ان کی ضرورت نہ ہو اور لوگوں کو عدالتوں سے proper سزا ملے اور غیر قانونی پولیس مقابلے کرانے کی نوبت ہی نہ آئے۔

جناب سپیکر! ایگریکلچر، فوڈ، اریگیشن، فاریسٹ اینڈ فشریز کے یہ پانچ محکمے وہ ہیں جو عوام کے بنیادی مسائل کو حل کرنے، عوام کی مشکلات دور کرنے اور ان کی بہتری کے لئے کام کرتے ہیں۔ ان محکموں کے لئے 35۔ارب 98 کروڑ روپے رکھے گئے لیکن 30۔ارب 40 کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔ یہاں بھی حکومت کی نااہلی، ٹیم نہ ہونے، will نہ ہونے، آپس میں اعتماد کی فضا نہ ہونے اور آپس میں کوآرڈینیشن نہ ہونے کی وجہ سے جس طرح تمام محکموں میں رکھی گئی رقم خرچ نہ ہو سکی یہاں پر بھی 5۔ارب روپے خرچ نہ ہو سکے جس کی وجہ سے لوگوں کو سہولتیں نہ ملیں۔

جناب سپیکر! pro-poor subsidy کے لئے۔۔۔(قہقہے)

جناب سپیکر: راجہ صاحب! یہ کیا آپ نے پڑھا ہے؟

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ گندم کے لئے سبسڈی ہے۔

جناب سپیکر: کس کے لئے سبسڈی ہے؟

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! pro-poor subsidy کے لئے 13۔ارب روپے رکھے گئے جس میں سے 11۔ارب 76 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ گندم کے لئے ایک۔ارب 25 کروڑ روپے استعمال نہیں کیا جا سکا۔ وہ کیوں نہیں کیا گیا، اس کا ذمہ دار کون ہے اور کیا وزیر خزانہ اپنی بجٹ تقریر wind up کرتے وقت اس کا جواب دینے کی پوزیشن میں ہوں گے کہ 13۔ارب روپے میں سے 11۔ارب 76 کروڑ روپے خرچ ہوئے تو باقی ایک ارب 24 کروڑ روپے فالتو کیوں ہوئے؟ اسی طرح پبلک ٹرانسپورٹ میں ایک ارب روپے رکھا گیا جس میں سے 42 کروڑ روپے خرچ کیا گیا۔

جناب سپیکر! سستی روٹی سکیم کے لئے 5۔ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن اس کاپی میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ رقم کہاں خرچ ہوئی؟ سستی روٹی سکیم پچھلے سال بند ہو گئی۔ ہمیں مہربانی کر کے صرف اتنا بتا دیں کہ وہ 5۔ارب روپے کہاں گئے کیونکہ اس کتاب میں اس کا کوئی جواب نہیں ہے اور آگے صرف ڈیش ڈیش لگا ہوا ہے تو وہ 5۔ارب روپے کس کو دیئے اور کسے نوازا گیا، کس کو لوٹے بنانے کے لئے خرچ کیا گیا اور کس لوٹا فاؤنڈری میں گیا؟ اس کی تفصیل ہمیں بتا دی جائے۔ اس دفعہ سستی روٹی سکیم کے لئے کوئی پیسا نہیں رکھا گیا اور یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ یہ ایک ناکام سکیم تھی۔ پچھلی دفعہ اس کے

لئے 5۔ارب روپے رکھے گئے لیکن اس کا جواب دینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس دن وزیر خزانہ پتا نہیں کون ہو گا جس نے تقریر سمیٹنی ہے ؟۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب!آپ فکر نہ کریں اور تقریر پڑھتے جائیں۔اس کا جواب لیں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! مائنز اینڈ منرل ڈیپارٹمنٹ میں ایک کروڑ 46 لاکھ۔۔۔

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں یہ چاہوں گا کہ راجہ صاحب تلفظ صحیح پڑھ دیں کیونکہ میں notes لے رہا ہوں اور میں نے جواب دینا ہے کہ یہ کس محکمہ کی بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! مائنز اینڈ منرل ڈیپارٹمنٹ کی بات کر رہا ہوں کہ انہوں نے اپنے دفتر کے استعمال کے لئے ایک کروڑ 46 لاکھ روپے کا بجٹ رکھا تھا۔ان کے پاس اپنی بے شمار آمدن ہوتی ہے لیکن اس آمدن کا کہیں ذکر نہیں ہے جبکہ دفتر کی ایڈمنسٹریشن کے استعمال کے لئے رکھے گئے ایک کروڑ روپے کی بجائے 23 کروڑ روپے خرچ کر دیئے۔(شیم، شیم)
دفتر کی ایڈمنسٹریشن کے لئے 23 کروڑ روپے خرچ کر دیا گیا ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہے اور آگے صرف اتنا لکھا گیا ہے کہ دفتر کی ایڈمنسٹریشن کے لئے خرچ کیا ہے۔اسی طرح ٹرانسپورٹ کے لئے ایک کروڑ روپے رکھا گیا اور وہاں پر بھی یہ کہا گیا ہے کہ جنرل ایڈمنسٹریشن کے لئے 13 کروڑ 67 لاکھ روپے خرچ کر دیا گیا۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب!آپ دوبارہ پڑھیں کس محکمہ کے لئے رکھا گیا تھا؟

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ کی بات کر رہا ہوں۔اسی طرح ہاؤسنگ میں low cost Housing کے لئے 3۔ارب 50 کروڑ روپے کا Budget estimate رکھا گیا جسے revised کر کے 2۔ارب روپے کر دیا گیا ہے۔اب پتا نہیں اس کا کیا جنازہ نکلتا ہے۔میں یہ ساری چیزیں ریکارڈ سے کہہ رہا ہوں اور پچھلے سال کے بجٹ کی کہہ رہا ہوں۔اگر پڑھے گئے میرے اس

صفحے پر میاں صاحب انکوائری کرائیں تو انہیں اصل حقائق معلوم ہو جائیں گے کہ بیوروکریسی نے کس طرح سے ان کو کتابوں کے ہیر پھیر میں چکر دیا ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: ان کو بات کرنے دیں، ان کو کیوں interrupt کر رہے ہیں؟ جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اسی طرح کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے لئے 81 کروڑ 92 لاکھ روپے رکھے گئے اور 32 کروڑ 86 لاکھ روپے کا revised budget ہے۔ اس کا کیا بننا ہے اور اس طرح کیوں ہوا؟ اس کا جواب بھی وہ دیں۔ آگے میرے بھائی کا محکمہ آ گیا۔ پنجاب لینڈ ڈویلپمنٹ کمپنی کے لئے 50 کروڑ روپے رکھے گئے اور جو خرچ ہوئے ہیں وہ 6 کروڑ 60 لاکھ روپے ہیں۔ پنجاب لوٹا ڈویلپمنٹ کمپنی اپنے مقاصد میں لوٹے بنانے کے علاوہ کچھ نہیں کر رہی ہے۔ انہوں نے 6 کروڑ روپے خرچ کئے ہیں اور ان کے پاس 50 کروڑ روپے بقایا پڑے ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ اس سے مزید لوٹے بنیں گے اور اس حکومت کو کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ اگر کوئی خطرہ ہوا بھی تو ہم جمہوریت کے لئے قربانیاں دینے والے اس گرتی ہوئی دیوار کو کندھا دیں گے۔

جناب سپیکر! میاں صاحب سخت جلال میں آ جاتے تھے جب بڑی گاڑیوں پر ٹیکس کی بات ہوتی تھی۔ پچھلے سال میاں صاحب کو جب یہ سمجھایا گیا کہ اس سے صوبے کو نقصان ہو رہا ہے، لوگ دوسرے صوبوں میں جا کر نمبر لگوا لیتے ہیں کیونکہ وہاں پر یہ ٹیکس نہیں ہے اُس وقت میاں صاحب کو یہ بات سمجھ آئی اور انہوں نے اسے ختم کر دیا۔ اب پھر اس بجٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ ان پر ٹیکس لگانے کا سوچا جا رہا ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ قائد ایوان ہاؤس میں موجود ہیں اور ہاؤس کی بھی خوش قسمتی ہے کہ وہ آج یہاں تشریف لائے ہیں۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ اس پر کافی ہوم ورک ہوا تھا اور یہ فائنل ہو گیا تھا کہ اس سے صوبے کو نقصان ہوتا ہے اس لئے اگر اس کو نہ لگایا جائے تو بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر! میں جس سکیم کا ذکر کرنے لگا ہوں اس کے بعد اللہ کرے کہ میاں صاحب یہاں بیٹھے رہیں۔ میں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کی بات کرنے لگا ہوں اس کے لئے بجٹ میں کوئی پیسا نہیں رکھا گیا ہے۔ اس کے لئے کہاں سے پیسے آئیں گے،، بجٹ میں کہاں کہاں سے نکالنے ہیں اور کہاں کہاں سے دوسروں کے cut لگانے ہیں؟ اس پر جناب وزیر خزانہ اپنی تقریر میں خیالات کا اظہار کر دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں اس کا جواب دینے کا حق رکھتا ہوں۔

معزز ممبران حزب اختلاف: نہیں، نہیں۔لوٹا، لوٹا، لوٹا۔۔

جناب سپیکر: نہیں۔آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! روزگار کے حوالے سے 4۔ارب 50 کروڑ روپے ییلو کیب سکیم کے لئے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ خدا کا خوف کھائیں، پہلے یہ سکیم بُری طرح سے ناکام ہو چکی ہے۔ظلم کی بات یہ ہے کہ کل پریس کانفرنس میں سردار صاحب نے کہا ہے کہ جو گریجویٹ ہیں ہم ان کو دیں گے، یہ پڑھے لکھے لوگوں کو دیں گے یعنی انہوں نے پڑھا لکھا کر ٹیکسی ڈرائیور بنانا ہے اور یہ logic ہماری سمجھ سے باہر ہے۔یہ صرف مسلم لیگ (ن) کے ورکروں کو نوازنے کے لئے ہے کیونکہ الیکشن قریب آ رہا ہے۔الیکشن میں اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: راجہ صاحب کو بات کرنے دیں، آپ کے پاس ٹائم ہو گا، آپ ضرور بات کریں اور آپ ان کی بات کیوں نہیں سنتے؟ جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ ییلو کیب جتنے مرضی مسلم لیگ (ن) کے ورکروں کو دے دیں لیکن یہ ماضی کے تجربے سے فائدہ اٹھائیں۔اُس وقت مسلم لیگ (ن) کی طرف سے یہ بیانات آئے تھے کہ یہ پروگرام فیل ہو چکا ہے اس لئے یہ 4۔ارب 50 کروڑ روپے ضد میں ضائع نہ کریں کیونکہ یہ غریب عوام کا پیسا ہے۔اگر اس ضد کو چھوڑ کر اس رقم کو تعلیم یا صحت کی طرف موڑ دیا جائے تو اس پر کوئی حرج نہ ہو گا۔اس طرح زرعی گروپ کے لئے ساڑھے 12 سے 25 ایکڑ زمین الاٹمنٹ کے لئے رکھی گئی ہے۔آپ 70 ہزار ایکڑ رقبہ لوگوں کو دے رہے ہیں، میرا صرف ایک سوال ہے کہ ان کو پانی کہاں سے دیں گے؟ وہاں پر پانی نہیں ہے۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: دیکھیں، wind up speech میں منسٹر صاحب جواب دیں گے، اب آپ کیا کرتے ہیں؟ ان کی بات سنیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! پچھلے 11 سال سے نئے موگے بنانے پر پابندی ہے اور اب بھی پابندی چل رہی ہے۔ان لوگوں کو زمین دینے کا فائدہ اُس وقت ہو گا جب ان کے پاس پانی ہو گا اور وہاں پر پانی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔اگر اس منصوبے کو مکمل کرنا ہے تو یہ شرط رکھی جائے کہ ان لوگوں کو پانی بھی دیا جائے گا۔اسی طرح سے بغیر سود کے قرضوں کا کیا میرٹ ہو گا، کون اس کا حق دار

ہو گا اور کون اس کو recommend کرے گا؟ کچھ لوگ ہیں جن کے چہروں پر خوشی ہے امید ہے کہ یہ ان تک پہنچ جائیں گے۔

جناب سپیکر! سب سے دلچسپ کام جو ضد میں کیا جا رہا ہے اس پر میں ضرور روشنی ڈالنا چاہوں گا اور وہ ہے دانش سکول۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی جانب سے "دانش سکول زندہ باد" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: دیکھیں، ان کی بات تو سنیں، کیا ہو گیا ہے؟ ان کو بات کرنے دیں، آپ کے پاس ٹائم ہو گا، آپ wind up speech میں اپنی بات کر لینا۔ جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! چھ سکول 3۔ارب روپے سے بنے ہیں اور مزید آٹھ سکول بنائے جانے ہیں۔ میں یہاں پر ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ ایک امیر آدمی ہے اس کے پاس یہ choice ہے کہ وہ اپنے بچے کو چاہے ایچی سن میں پڑھائے یا گرائمر سکول میں پڑھائے لیکن غریبوں کے بچے، جو لوگ afford نہیں کر سکتے ان کے بچوں کو حکومت نے پڑھانا ہے اس لئے اس میں میرٹ ہونا چاہئے۔ غریب کے بچے میں تمیز کرنے کا حق کسی حکومت کو نہیں ہے کہ ایک غریب کا بچہ تو دانش سکول میں پڑھے۔۔۔

معزز ممبران حزب اقتدار: دانش سکول، دانش سکول، دانش سکول۔۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): دیکھیں، میری بات سنیں! اگر آپ نے اس طرح کرنا ہے تو پھر ہمیں بھی یہ سب کچھ کرنا آتا ہے۔ اس طرح پھر آپ کی طرف سے کوئی آدمی نہیں بول سکے گا۔ آپ جو حرکت کر رہے ہیں مجھے پتا ہے کہ آپ کس کے اشارے پر کر رہے ہیں۔ آپ اخلاق کے اندر رہیں۔ ہم یہاں پر اپوزیشن کا مثبت کردار ادا کر رہے ہیں اور آپ کو اچھی تجاویز دے رہے ہیں۔

MR SPEAKER: Order please, order please.

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): اگر آپ نے یہی کچھ کرنا ہے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ آپ کو یہ چیف منسٹری ہم نے دی ہوئی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ مجھ سے مخاطب ہوں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ آپ کا فرض بنتا ہے کہ ان کو روکیں۔ وہ مسلسل hooting کر رہے ہیں، آپ ان کو روک رہے ہیں اور نہ ہی ان کی قیادت ان کو روک رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ایسی بات نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): ان میں یہ جرأت کیسے پیدا ہو رہی ہے؟

جناب سپیکر: ایسی بات کسی نے نہیں کرنی، آپ ان کی بات سنیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): اس طرح میں تقریر نہیں کروں گا اگر یہ سچ نہیں سن سکتے۔

MR SPEAKER: Order please order.

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اگر یہ مسلم لیگ (ن) کی قیادت اور میاں محمد شہباز شریف کے اتنے وفادار ہیں تو پھر گیلریوں اور ہوٹلوں میں بیٹھ کر جو باتیں کرتے ہیں تو وہ کیوں کرتے ہیں؟ میری زبان نہ کھلوائیں، اللہ کا فضل ہے اور میں فخر کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہم نے آج تک کبھی بھی اپنی قیادت کے خلاف ایک لفظ تک نہیں کہا۔ ہم اس کا سوچ بھی نہیں سکتے اور تصور بھی نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: جی، اچھی بات ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہم جو کچھ ان سے سنتے ہیں اور آج جو یہ حرکت کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم ان کے دوغلے چہرے سامنے نظر آ رہے ہیں۔ چاہے کوئی وزیر اعلیٰ یا وزیر تعلیم ہو کسی کے پاس۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، ان کی بات خاموشی کے ساتھ سنیں اور ان کو بولنے اور بات کرنے دیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں اس چیز کا اعتراف کرتا ہوں کہ میرا پنجاب سے تعلق ہے، میں اپنے گھر میں پنجابی بولتا ہوں اور میں فیصل آباد کے معمولی سکول کا پڑھا ہوا ہوں۔ میں پنجابی بولنے، پڑھنے اور پنجابی ہونے پر فخر کرتا ہوں اور اگر یہ بہت زیادہ بڑے ایچی سن یا دانش سکولوں کے پڑھے ہوئے ہیں تو ان کو اپنی پڑھائی مبارک ہو اور مجھے اپنی پنجابی پر فخر ہے اور انہوں نے جو تنقید کرنی ہے کرتے رہیں۔

جناب سپیکر! ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ دانش سکول پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا یہ 100 فیصد جائز مطالبہ ہے کہ دانش سکول اس وقت بننے چاہئیں تھے۔ کسی وزیر اعلیٰ اور وزیر کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ دو بچوں میں سے ایک بچے کو اٹھائے کہ تم دانش سکول میں پڑھو اور دوسرے کو کہے کہ تم جس سکول کی چھت نہیں ہے اور درخت کے نیچے بیٹھ کر پڑھو۔ ہاں اگر پنجاب حکومت اور میاں محمد شہباز شریف صاحب ان 63 ہزار سکولوں میں بنیادی سہولیات فراہم کر دیتے تو

اس کے بعد دانش سکول چھ کی بجائے ساٹھ بناتے تو ہم ان کے کندھے سے کندھا ملا کر چلتے۔اگر میں یہ تعداد پڑھوں کہ کتنے سکولوں کی چھتیں نہیں ہیں، کتنے سکولوں میں بچے درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھتے ہیں، سائنس لیب کے لئے ایک ارب روپیہ رکھا گیا ہے، کمپیوٹر لیب کے لئے 55کروڑ، سکولوں کی upgradation کے لئے صرف ایک ارب روپیہ رکھا گیا ہے جو کہ ایک سکول کی upgradation کے لئے 90لاکھ روپیہ لگتا ہے تو اس سال صوبہ میں صرف 100 سکول upgrade ہو سکیں گے۔ تمام سکولوں کی repair کے لئے 54کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ ہم 100 فیصد بچوں کو داخلہ بھی دیں گے جو کہ یہ بڑی اچھی بات ہے اور یہ بھی کوشش کریں گے کہ 100 فیصد بچے سکول میں رہیں اور سکول چھوڑ کر نہ جائیں لیکن اس کے لئے انہوں نے کوئی پروگرام نہیں دیا کہ بچے کس طرح سکول چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور کیا ان کے والدین کی کوئی امداد کی جائے گی؟اس قسم کا کوئی پلان اس بجٹ میں نہیں رکھا گیا۔

جناب سپیکر!ایجوکیشن کے لئے پچھلے سال 23۔ارب 30کروڑ روپے رکھے گئے تھے اور budget revise کر کے 13۔ارب 82کروڑ کر دیا گیا یعنی 10۔ارب روپیہ یہاں سے cut لگایا گیا ہے اور آگے خرچ کیا ہوتا ہے اس بارے کچھ معلوم نہیں ،یہاں پر ایجوکیشن میں cut کا تو تصور بھی نہیں ہونا چاہئے لیکن یہ کر دیا گیا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کس sense میں کیا گیا ہے؟اب میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کو بتانا چاہتا ہوں کہ دانش سکول میں ایک بچے پر -/16000 روپے ماہانہ خرچ آئے گا اور جو بچہ عام سکول میں پڑھ رہا ہے تو اس کا خرچہ -/2000روپیہ ماہانہ ہو گا۔ اب جب وزیر خزانہ صاحب تقریر کریں تو غریبوں کے بچوں کے درمیان جو امتیاز شروع کیا گیا ہے اس کا جواب وہ ضرور دیں کہ یہ غریبوں کے بچوں کے درمیان کیوں امتیاز کیا جا رہا ہے؟ایک غریب کا بچہ -/16000 روپے میں پڑھ رہا ہے اور ایک غریب کا بچہ -/2000 روپے ماہانا خرچ میں پڑھ رہا ہے تو جو 2ہزار روپے میں پڑھ رہا ہے اس کا کیا قصور ہے؟

جناب سپیکر!اسی طرح Health Department میں 14۔ارب 50کروڑ روپے رکھے گئے اور revised budget جو ہے وہ 8۔ارب 19کروڑ روپے کا ہے۔ محکمہ صحت میں یہ انتہائی دلچسپ بات ہے کہ پچھلے سال 14۔ارب 50کروڑ روپے تھے تو اس دفعہ 14۔ارب 80کروڑ روپے رکھے گئے تو 30کروڑ بڑھائے گئے۔اس کا مطلب ہے کہ صوبے میں ہیلتھ بالکل ٹھیک ہو گئی ہے، مفت دوائیاں مل رہی ہیں، جنرل ہسپتال سے بھی مفت مل رہی ہیں، کچے کھوہ سے بھی مل رہی ہیں اور کوئی

آدمی ہسپتالوں میں نہیں مر رہا۔ وہاں پر مزید فنڈز کی ضرورت نہیں تھی اس لئے صرف 30 کروڑ روپیہ بڑھایا گیا ہے۔ آٹھ کروڑ صوبے کے عوام پر 14۔ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے اس کی ratio نکالیں کہ فی کس کیا نکلتی ہے؟ وزیر خزانہ صاحب جب اس کی ratio نکالیں گے تو میرے خیال میں آپ کو کافی پریشانی ہو گی۔

جناب سپیکر! جس دن بجٹ پیش ہو رہا تھا تو خواتین بڑے زور سے desk بجا رہی تھیں۔ میں بتاتا ہوں کہ یہ خواتین کی آبادی والا پاکستان ہے اور خواتین کی ڈویلپمنٹ کا بجٹ 11-2010 میں 15۔ارب روپے تھا لیکن وزیر اعلیٰ صاحب جو خواتین کی ڈویلپمنٹ پر بہت یقین رکھتے ہیں 12-2011 میں 2۔ارب روپے کم کر کے 13۔ارب روپے کر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر ایک خطیر رقم کو بڑھانا چاہئے تھا، خواتین کی بہتری کے لئے منصوبہ جات آنے چاہئیں تھے لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ایک طرف ہم پورے پاکستان میں خواتین کو ان کے گھروں میں جا کر مفت پیسے دے رہے ہیں اور دوسری طرف صوبے میں 15۔ارب سے 13۔ارب روپے کر دیئے گئے ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ صوبہ پنجاب کی خواتین کے ساتھ سخت زیادتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر مسلم لیگ (ن) کی خواتین اپنی بجٹ تقریر میں ضرور اظہار خیال کریں گی۔

محترمہ دیبا مرزا: خواتین کے لئے چار یونیورسٹیاں قائم کی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پولیس کے لئے 52۔ارب 11 کروڑ روپے رکھے گئے، پیسا ہر سال بڑھتا جا رہا ہے مگر کرپشن ختم ہوئی ہے نہ تھانہ کلچر میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ جب وزیر اعلیٰ صاحب آئے تھے تو بڑے دعوے کئے گئے تھے کہ ہم تھانہ کلچر کو تبدیل کریں گے، ہم لوگوں کو پولیس کی کرپشن سے بچائیں گے، ہم لوگوں کو انصاف لے کر دیں گے، ہم پولیس کو effective بنائیں گے، جرائم کی شرح میں کمی کریں گے لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ کسی issue میں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ تھانہ کلچر بہتر ہوا، کرپشن میں کمی آئی اور نہ ہی لاء اینڈ آرڈر کی situation ٹھیک ہوئی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی بہتری کے لئے اقدامات کئے جانے چاہئیں۔

جناب سپیکر! محکمہ آبپاشی کے لئے 11-2010 میں 11۔ارب روپے رکھے گئے تھے۔ اب 11۔ارب 25 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں، صرف 25 کروڑ روپے بڑھائے گئے ہیں۔ سیلاب سے ہونے والی تباہی کو روکنے کے لئے اضافی رقم کیوں نہیں رکھی گئی، اس کے نقصانات سے بچاؤ کے لئے کیا

اقدامات کئے گئے ہیں ؟اس سال سیلاب سے بچنے کے لئے خطیر رقم کی ضرورت تھی تاکہ وہ رقم ان جگہوں پر جہاں پر بند کمزور ہو گئے تھے لگائی جائے اور جہاں پر لوگوں کے گھر ڈوب گئے تھے وہاں پر یہ رقم رکھی جانی چاہئے تھی اور مضبوط اقدامات کئے جانے چاہئیں تھے۔

جناب سپیکر!انفراسٹرکچر کے لئے 11-2010 میں 59۔ارب روپے رکھے گئے تھے اور 12-2011 میں بھی 59۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔پورے صوبہ کی سڑکوں، گلیوں، نالیوں ،پلوں کے لئے پچھلے سال بھی 59۔ارب روپے رکھے گئے تھے اور اب بھی اتنے ہی رکھے گئے ہیں،اس میں خطیر رقم کا اضافہ ہونا چاہئے تھا جو کہ نہیں ہوا۔اس میں سے کافی پیسا رنگ روڈ پر لگایا گیا اور اب مزید پیسے رنگ روڈ کی نذر ہو جائیں گے اور لوگ روتے رہیں گے۔

جناب سپیکر!دوستوں نے کہا کہ جنوبی پنجاب کی 32 فیصد آبادی کے حساب سے 70۔ارب روپے دیئے جائیں گے حالانکہ یہ 32 فیصد کے حساب سے نہیں،40 فیصد کے حساب سے دینے چاہئیں تھے۔یہ جنوبی پنجاب کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے اور 70۔ارب روپے میں سے صرف 10۔ارب روپے release کرنے کا پروگرام ہے۔اسی طرح بہاولپور، بہاولنگر، لودھراں، مظفر گڑھ، راجن پور میں دو منصوبوں پر 11۔ارب 66 کروڑ روپے دینے کا اعلان کیا ہے مگر صرف 2۔ارب روپے release کرنے کا ارادہ ہے۔اسی طرح راجن پور اور ڈیرہ غازی خان کے tribal areas کے لئے 3۔ارب 38 کروڑ روپے رکھے ہیں مگر صرف 15 کروڑ روپے release کرنے کا ارادہ ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ تخت لاہور نے یہ فیصلہ کر لیا ہوا ہے کہ سرائیکی صوبہ کو اتنا پسماندہ کر دیں کہ وہ کوئی آواز نہ اُٹھا سکے۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے صوبے کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں۔وہ صوبے کا مطالبہ کریں گے تو ہم ان کے ساتھ ہوں گے۔ہم اپنے منشور میں سرائیکی صوبہ لے کر آئے ہیں اور سرائیکی صوبہ بن کر رہے گا اور جب سرائیکی صوبہ بنے گا تو پھر تختِ لاہور والوں کو عقل آ جائے گی۔بہت شکریہ

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "بن کر رہے گا سرائیکی صوبہ"، "سرائیکی صوبہ زندہ باد" کی نعرہ بازی)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "پنجاب حکومت زندہ باد، پاکستان زندہ باد" کی نعرہ بازی)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!میں قائد حزب اختلاف کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا لیکن میں ان کی کسی بات کا جواب اس لئے نہیں دوں گا کیونکہ

میں سمجھتا ہوں کہ بُرا ہوا اُس کا جس نے قائد حزب اختلاف کو یہ تقریر تیار کرائی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بات بھی سرے سے ٹھیک نہیں کی گئی۔راجہ صاحب میں آپ کو سپیکر صاحب کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ جس آدمی نے ان کو یہ تیاری کرائی ہے اس کو آپ جا کر جوتے ماریں۔(قہقہے)

جناب سپیکر:آپ کیا بات کر رہے ہیں؟

سیدہ ماجدہ زیدی:جناب سپیکر!یہ راجہ ریاض صاحب کی تقریر کا جواب کیسے دے رہے ہیں ان کی authority نہیں ہے،وزیر خزانہ ان کی تقریر کا جواب دے سکتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان):اس معزز ایوان کو یہ نہیں پتا تھا کہ قائد حزب اختلاف کی تقریر facts and figures کے اتنے برعکس ہو گی۔(شور و غل)

جناب سپیکر:جب آپ facts and figures بتائیں گے تو وہ خود face کریں گے۔اگر آپ کے پاس correct facts and figures ہیں تو آپ وہ بتا دیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کرنل(ریٹائرڈ)محمد شبیر اعوان،
میجر(ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل،چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا،
چودھری شوکت محمود بسراء(ایڈووکیٹ)اور دیگر ممبران احتجاجاً کھڑے ہو گئے)

محترمہ ساجدہ میر:جناب سپیکر!ان کو چپ کرائیں۔

جناب سپیکر:آپ تشریف رکھیں۔آپ کی باری نہیں ہے۔جی،ڈاکٹر اسد معظم صاحب!

ڈاکٹر اسد معظم:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!بہت شکریہ کہ آپ نے اس تقریر پر جس کو میرے colleague جناب کامران مائیکل صاحب نے پیش کیا مجھے لب کشائی کا موقع دیا ہے۔میرے یہ دوست جن کو hastily ترقی دے کر وزیر خزانہ کے عہدے پر بٹھایا گیا ان کی تقریر highly verbose and low performance کی مظہر تھی۔Low performance اور الفاظ کے استعمال کو جب میں verbosity کہہ رہا ہوں تو اس کا مطلب آپ پر واضح ہو جائے گا جب آپ پچھلے سال کے بجٹ اور آج تک کی موجودہ حکومت کی financial management کو باریک بینی سے study کریں گے۔پنجاب کا بجٹ 2011 جو کہ جمعۃ المبارک کو پیش کیا گیا یہ causer slush تھا اور کوئی اندھا بھی جانتا ہے کہ اس بجٹ کو پنجاب حکومت نے آج سے دو برس پہلے جب وہ at the verge of

bankruptcy کھڑی تھی تو سٹیٹ بنک نے 51-ارب روپے کے overdraft کو soft loans میں convert کر دیا۔

جناب سپیکر! آپ جانتے ہوں گے اور اس ہاؤس کے اکثر معزز ممبران بھی جانتے ہوں گے کہ حکومت پنجاب سٹیٹ بنک آف پاکستان کے ساتھ کچھ accounts بھی maintain کرتی ہے۔ان accounts میں حکومت accounts-I کو اپنے فوری اخراجات کے لئے استعمال کرتی ہے اس میں خاص طور پر تمام محکمہ جات جو پنجاب حکومت کے under fall کرتے ہیں ان کی تنخواہیں ہوتی ہیں۔ اگر آپ accounts-I کا ریکارڈ اٹھالیں تو آپ سب کو اور ہمیں دیکھ کر یہ پشیمانی ہو گی کہ پچھلے تین سالوں میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ پہلی تاریخ کو جو تنخواہیں release ہونی تھیں وہ دینے کے لئے بھی حکومت کے پاس پیسے نہیں تھے۔(شیم، شیم)

اس کے لئے سٹیٹ بنک آف پاکستان سے overdraft لئے گئے۔آپ کو پتا ہے کہ سٹیٹ بنک نے جو overdraft دیا وہ KIBOR rate سے 2 فیصد زیادہ تھا۔ میرے معزز وزیر خزانہ صاحب جنہیں بنے ہوئے ابھی دو دن ہوئے ہیں شاید انہیں یہ بھی پتا نہ ہو کہ KIBOR rate کیا ہوتا ہے ؟ میں explain کر دیتا ہوں کہ KIBOR rate وہ شرح سود ہے جو سٹیٹ بنک آف پاکستان کسی بھی قرضے کو دیتے وقت عائد کرنا لازمی سمجھتا ہے اور یہ چھوٹے financial institutions پر apply کرتا ہے۔ اگر کوئی چھوٹی کمپنی کسی بنک سے پیسے ادھار لیتی ہے تو شرح سود جو کہ اس وقت 14 فیصد تھی وہ سٹیٹ بنک آف پاکستان کی ہدایت کے مطابق ادا کرنا پڑتی ہے مگر جب کوئی حکومت قرضہ لیتی ہے تو وہ قرضہ 14 فیصد پر کبھی نہیں ہوا۔ فیڈرل گورنمنٹ نے IMF سے جو قرضہ لیا ہے اس کی شرح سود صرف ڈیڑھ فیصد ہے۔آپ بتائیں کہ کیا یہ حکومت کی نالائقی نہیں کہ چودہ چودہ فیصد پر قرضے لے رہی ہے،اس کا بوجھ کون اٹھاتا ہے،اس کا بوجھ پنجاب کی عوام اٹھاتی ہے اور اس کو استعمال کہاں کیا جاتا ہے ؟ Special task forces کو مراعات دینے میں استعمال کیا جاتا ہے۔آپ مجھے بتائیے کہ کیا میں غلط کہتا ہوں؟ اگر میں یہ کہوں کہ صوبہ پنجاب میں 30 سے زیادہ task forces کام کر رہی تھیں۔آپ بتائیں جب وزراء موجود تھے تو ان سے اتنی بے اعتنائی کیوں برتی گئی،ان وزراء سے اتنی بے رخی کیوں برتی گئی؟ان کے محکموں پر بھی task forces لگا دی گئیں۔آپ سب اس بات کے بھی گواہ ہیں کہ کابینہ کا اجلاس تین تین مہینے تک نہیں ہوا آخر کیوں؟ یہ task forces اس بات کا مظہر تھیں کہ اس صوبے میں ہمارے محترم وزیر اعلیٰ one man show چاہتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی elected

member آگے آئے اور وہ آگے آ کر اپنے معاملات خود دیکھ سکے۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ چند blue-eyed bureaucrats اور چند non elected رفقاء کو نوازا جا سکے۔ میں یہاں پر آپ سے یہ بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمارا صوبہ بلکہ پورا ملک جس میں اس وقت پوری قوم دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہی ہے ان حالات میں ہمیں انتہائی prudent financial management کی ضرورت ہے جس کی صوبے میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے اور میں دوبارہ کہوں گا کہ طاقت کا ایک جگہ ناجائز اجتماع ہے۔ اس صوبے کے حکمران یہ چاہتے ہیں کہ ہر چیز ان کے قلم سے ہو کر گزرے، ہر چیز ان کے ہاتھ سے ہو کر گزرے۔ میں آپ کو اس بجٹ کی مثال دینا چاہوں گا جس میں سوشل سیکٹر کو انتہائی کنجوسی سے خرچ کیا گیا ہے اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ پاکستان پیپلز پارٹی جب سے موجودہ حکومت سے علیحدہ ہوئی ہے وزارت خزانہ کا قلم دان خالی پڑا تھا۔ بجٹ چند بیوروکریٹس نے اور چند ذاتی ملازمین نے تیار کیا۔ آپ پچھلے سال کے ADP کے استعمال کو ہی لے لیجئے۔ 193 بلین کا سالانہ ترقیاتی پروگرام جس کو بعد میں 128 بلین کر دیا گیا، flood relief activities کا الزام دے کر اسے کم کر دیا گیا۔ اس کے بعد ADP میں سے صرف 105۔ارب روپے خرچ ہوئے۔ میں یہاں پر یہ بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ اگر آپ پنجاب حکومت کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں تو اپریل 2011 تک صرف 50۔ارب روپے ADP میں سے خرچ ہوئے تھے۔ آپ مجھے بتائیں کہ مئی اور جون میں کہاں خرچ کریں گے جبکہ اب یہ جون کا مہینہ چل رہا ہے، ایک مہینے میں باقی 55۔ارب روپے کس طرح سے خرچ کیا جا سکتا ہے؟ آپ اس کی کوئی صورت مجھے بتا دیجئے، جب 11 مہینوں میں صرف 50۔ارب روپے خرچ کئے جا سکے۔ ایک مہینے میں 55۔ارب روپے اگر خرچ ہوئے ہیں تو ظاہر ہے پھر کہیں نہ کہیں leakage ہے۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام میں اخراجات کرنے کے لئے جو hastily schemes دی گئی ہوں گی، جو hastily decisions لئے گئے ہوں گے ان کی وجہ سے کیا ڈویلپمنٹ کے کام up to the mark ہو سکتے ہیں؟ نہیں، بالکل نہیں۔ آپ 12-2011 کے بجٹ کو دیکھ لیں کہ 655۔ارب کا بجٹ present کیا گیا۔ میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ آپ نے 655۔ارب کے بجٹ کو جب present کیا تو اس میں سے 531۔ارب روپے آپ کو فیڈرل گورنمنٹ دے رہی ہے، federal reserve سے آ رہا ہے۔ 86۔ارب روپے آپ اپنی taxation سے اکٹھے کر رہے ہیں اور 22۔ارب روپے indirect taxes سے آ رہے ہیں۔ اس طرح سے آپ 655۔ارب روپے کا بجٹ بنا رہے ہیں۔ 80 فیصد روپے کی ترسیل وفاقی حکومت سے آ رہی ہے۔ میرا وزیر خزانہ سے

سوال ہے کہ یہ بتائیں کہ اگر 80 فیصد پیسے کی ترسیل بجٹ کے لئے وفاقی حکومت کی طرف سے آ رہی ہے تو پھر آپ کا کام تو صرف پوسٹ ماسٹر والا رہ گیا ہے۔ وہاں سے پیسے آئیں اور یہاں پر آپ خرچ کریں۔ وہاں سے پیسے آئیں اور آپ اسے سستی روٹی پر خرچ کر دیں۔ وہاں سے پیسے آئیں اور آپ اسے سستے آٹے پر خرچ کر دیں۔ وہاں سے پیسے آئیں اور آپ اسے رمضان بازاروں میں درجنوں لوگوں کے پیروں تلے کچل ڈالیں۔ وہاں سے پیسے آئیں اور آپ اسے جاتی عمرہ کو جاتی سڑک پر 21۔ارب روپے خرچ کر دیں۔ آپ کا کردار مجھے پوسٹ ماسٹر سے زیادہ نظر نہیں آتا۔ میرے جو دوست آج اس House میں موجود ہیں وہ اس بات سے agree کریں گے کہ اس حکومت کی تمام financial management قیاس کا شکار ہے۔ میں اس بجٹ کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کی بات کروں گا۔ اس سال اس مد میں 220۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ بہت اچھی بات ہے، بڑا احسن قدم ہے مگر اس میں سے 53۔ارب روپے law and order کے لئے رکھ دیئے گئے ہیں۔ مجھے اس صوبے میں کہیں law نظر نہیں آتا، مجھے اس صوبے میں کہیں order بھی نظر نہیں آتا۔ آپ دیکھ لیجئے کہ میرے شہر فیصل آباد میں پولیس مقابلے میں تین لوگوں کو قتل کر دیا گیا اور جب اس کی جوڈیشل انکوائری ہوئی تو پتا چلا کہ اس میں چار پولیس والے directly involved ہیں جنہوں نے ان لڑکوں کو گھروں سے اٹھایا اور کہیں لے جا کر پولیس مقابلے میں پار کر دیا۔ یہ جوڈیشل انکوائری کی رپورٹ ہے۔ آپ اس صوبے کو 100۔ارب روپے بھی law and order کے نام پر دے دیں تو پھر بھی آپ کو order کہیں بھی نظر نہیں آئے گا۔ اگر ہمیں صوبے میں نظر آتا ہے تو وہ law and order نہیں Law Minister نظر آتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر اسد معظم!

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! اب میں law and order سے Health کی طرف آتا ہوں۔ 23.3 بلین روپے اس بجٹ میں محکمہ ہیلتھ کے لئے رکھے گئے ہیں یعنی فی شہری -/26 روپے رکھے گئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں، آپ وکیل بھی ہیں۔۔۔

میاں نصیر احمد: جناب! یہ غلط figures quote کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کا اپنا نقطہ نظر ہے، انہیں بات کرنے دیں۔Let him talk.

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! -/260 روپے per head ہے اور 23.3۔ارب روپے میں سے بھی ہم جو کرنے جا رہے ہیں وہ موبائل ہسپتال ہیں۔ موبائل ہسپتال یعنی ایسا ہسپتال جس پر ہم کئی ملین ایک ہی ہسپتال پر خرچ کر دیں گے، ایسا ہسپتال جس کا ٹائر پنکچر ہو گیا تو سمجھو سارا کچھ پنکچر۔ دنیا میں کہیں بھی مثال موجود نہیں کہ موبائل ہسپتال کا پراجیکٹ لگایا گیا ہو اور وہ کامیابی سے چلا ہو۔ مسئلہ صرف ایک خبر بنانا اور ایک فیتا کاٹنا ہے، دوسرا مقصد جو وزیر اعلیٰ صاحب نے خود بھی کئی دفعہ کہا کہ کمیشن مافیا۔ میں اس پر بات کرتے ہوئے سستی روٹی اور سستے آٹے کے پروگرام پر آپ کی توجہ چاہوں گا کہ میں نے اپنے حلقے میں 22 ایسے تنور بند کرائے جن کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ مجھے بتایا جائے کہ وہ پیسا کہاں گیا، کیا اس پر کوئی انکوائری conduct ہوئی؟ جب میں حلف پر بات کر رہا ہوں تو میں چلڈرن ہسپتال کی بھی بات کروں گا جہاں MRI مشین خریدی گئی جو کہ اپنی قیمت سے بھی تین گنا زیادہ قیمت پر خریدی گئی تھی اس کی انکوائری کہاں گئی، کیا وہ انکوائری اس House میں table کی گئی؟ نہیں کی گئی۔ یہ ہسپتال صرف کمیشن کھانے کا ایک ذریعہ ہیں، یہ ہسپتال صرف فیتا کاٹنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ ہیلتھ کو 23۔ارب روپے دیئے گئے جہاں ایک سروے کے مطابق ہر چوتھا شخص کسی نہ کسی infectious disease کا شکار ہے، اس صوبے میں آٹھ سے دس کروڑ عوام کی ہیلتھ کے لئے 23۔ارب روپیہ دیا جاتا ہے لیکن ایک سڑک پر 21۔ارب روپیہ لگا دیا جاتا ہے یہ کہاں کا انصاف ہے؟ آپ کہتے ہیں خادم اعلیٰ۔ ہم اس نعرے کو نہیں مانتے، ہم اس نعرے کو نہیں مانتے اور ہم یہ بات بار بار کہیں گے کہ یہ خدمت نہیں بلکہ یہ حکمرانی ہے اور طرز حکمرانی بھی وہ جو کہ انگریز چھوڑ کر گیا تھا۔

جناب سپیکر! میں یہاں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ گجرات میں جو کارڈیالوجی ہسپتال بن رہا تھا اس پر اربوں روپیہ لگا دیا گیا لیکن آج اس ADP میں اس کے لئے کیا رکھا گیا ہے، کیا اس بارے میں explain کریں گے، صرف اس لئے کہ وہاں چند سیاسی مخالفین رہتے ہیں؟ صرف اس لئے کہ وہاں وہ لوگ رہتے ہیں جو آپ کے سامنے کھڑے ہو کر بات کرنے کی جرأت رکھتے ہیں۔ وہاں کی لاکھوں عوام کا کیا قصور ہے؟ آپ مجھے یہ بتائیے کہ وہاں پر جو ہزاروں لاکھوں پنجابی، پاکستانی بستے ہیں ان کا کیا قصور ہے کہ ان کو کوئی سہولت provide نہ کی جائے اور صرف سیاسی مخالفت کو سامنے رکھتے ہوئے اس ہسپتال کو بند کروا دیا گیا۔ میں جب سرخ فیتے کی بات کرتا ہوں تو میرے دوست بھی دانش سکولوں کو جانتے ہیں کہ جب پہلے دانش سکول کا افتتاح کیا گیا تو اس میں امریکن قونصلیٹ کو بھی invite کیا گیا کس لئے؟ میرا

آپ سے اور اس ایوان سے سوال ہے کہ آپ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ان کی aid نامنظور اور دوسری طرف آپ ان کی خوشنودی کے لئے ان کے قونصلیٹ کو وی آئی پی پروٹوکول دے کر guest of honour بناکر اپنے functions میں بلاتے ہیں۔ جو پہلا دانش سکول کھولا گیا اگر آپ اس کے اعداد و شمار پڑھیں تو پہلے phase میں صرف اور صرف 250 طلباء کو admission ملا اور اس پر تقریباً 20 کروڑ روپے لاگت آئی یعنی -/16000 روپیہ فی طالب علم خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ دانش سکول کا ایک aspect ہے۔ اب آپ اس کا دوسرا aspect دیکھئے کہ آج بھی پنجاب میں ہزاروں ایسے سکول ہیں جنہیں چھت میسر نہیں ہے۔ آج بھی میرے حلقے میں ایسے سکول موجود ہیں جن میں بچیوں کے سکولوں میں ٹائلٹ کی سہولت میسر نہیں ہے۔ صرف فیصل آباد ڈویژن میں پانچ ہزار ایسے سکول موجود ہیں جن میں چھت اور پانی کی سہولت میسر نہیں ہے اس سے آپ پورے پنجاب کا اندازہ کر لیجئے۔ پھر ایسے صوبے میں جہاں ہر شہری کو بنیادی سہولیات میسر نہیں ہیں وہاں وی آئی پیز سکولوں کی کیا ضرورت تھی، یہ خیال کیسے آگیا، یہ خیال کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کے پیچھے صرف سرخ فیتے کو کاٹنے اور اخباری خبر بنانے کی ہی بات کارفرما تھی۔

جناب سپیکر! میرا آپ سے سوال ہے کہ کیا اب تک دانش سکولوں کی advertisement پر ایک کروڑ روپیہ اخباروں کو نہیں دیا جا چکا، وزیر خزانہ مجھے اس بات کا جواب دیں کہ کیا ایسا نہیں ہوا اور اس پر تصویریں کس کی لگیں؟ سب جانتے ہیں، اس میں کس کو highlight کیا گیا سب جانتے ہیں۔ یہ پنجاب کے عوام کے ساتھ سراسر دھوکا اور زیادتی ہے کہ چند سو بچوں کو نکال کر مریخ کا شہری بنا دیں اور باقی سب کو پینے کا پانی بھی مہیا نہ کر سکیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس بجٹ میں پنجاب بھر میں تعلیم کے لئے 34۔ ارب روپیہ رکھا گیا، پنجاب ایک ایسا صوبہ ہے جس میں 70 فیصد نوجوانوں کی عمر 21 سال سے کم ہے، پنجاب ایک ایسا صوبہ ہے جس میں تعلیمی اداروں کا شدید فقدان ہے اور جیسے میں نے بتایا کہ فیصل آباد ڈویژن میں پانچ ہزار سکول چھتوں اور پانی کے بغیر ہیں۔ اس صوبے میں صرف 34۔ ارب روپیہ تعلیم کے لئے رکھا گیا اور ساتھ ہی ایک اور visionary بات کی گئی repeat اکہ visionary بات کی گئی اور وہ visionary بات یہ ہے کہ hundred percent education for all children سو فیصد تعلیم تمام بچوں کے لئے، 34۔ ارب روپے سے تقریباً چھ کروڑ بچوں کے لئے سو فیصد تعلیم۔ اس وقت لاہور جیسے شہر میں، لاہور ڈویژن میں 34۔ ارب روپے کے ڈویلپمنٹ پراجیکٹ زیر تکمیل ہیں۔ ایک طرف صرف لاہور اور

دوسری طرف پورے صوبے کے نوجوان، یہ کہاں کا انصاف ہے، میرا آپ سے اور وزیر خزانہ سے سوال ہے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے اور پھر ultimately کیا ہوگا؟ ultimately یہ ہوگا کہ اس کو بھی short cut کیا جائے گا۔ میں یہاں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ فیصل آباد جو کہ میرا شہر ہے اور یہاں پر بہت سارے بیٹھے ہوئے میرے ساتھیوں کا بھی شہر ہے۔ فیصل آباد شہر میں FDA ہاؤسنگ سکیم بنائی گئی اور اس کے اکاؤنٹ میں جو کروڑوں روپیہ پڑا تھا وہ بجٹ آنے سے پہلے اپنے deficit کو چھپانے کے لئے واپس لے لیا گیا۔ وہ پیسا پنجاب حکومت نے نہیں دیا تھا بلکہ وہ پیسا ان لوگوں کا تھا جنہوں نے وہاں پلاٹ خریدے تھے، انہوں نے ڈویلپمنٹ کے لئے پیسا دیا تھا لیکن اب تک وہ پیسا واپس release نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں اب پنجاب روزگار سکیم کی طرف آؤں گا جو کہ ییلو کیب سکیم کی continuity ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ محترم میاں محمد نواز شریف صاحب نے اپنے پچھلے دور حکومت میں ییلو کیب سکیم introduce کرائی تھی اور اس سکیم کے تحت 11.7۔ ارب روپے کی گاڑیاں import ہوئی تھیں۔ ڈائیوو گاڑی جو اس وقت import کی گئی اس کی قیمت پاکستان کے لئے 5800 ڈالر جبکہ اسی گاڑی کی قیمت بنگلہ دیش کے لئے 4700 ڈالر تھی۔ میرا آپ سے سوال ہے کہ یہ 1100 ڈالر کا فرق کیوں تھا؟ جب گاڑی کا standard اور باقی سب چیزیں ایک تھیں، بنانے والی کمپنی ایک تھی تو پھر 1100 ڈالر کا فرق کیوں تھا؟ اس سے یہ ہوا کہ اربوں روپے پاکستان سے باہر چلے گئے۔ آپ کو ان گاڑیوں کے لئے باہر سے سپیئر پارٹس خریدنے پڑے، ٹائر خریدنے پڑے اور تیل import کرنا پڑا اور اس کے بدلے میں روزگار ایک گاڑی پر صرف ایک آدمی کو مل سکا جو کہ اس کا ڈرائیور تھا۔ اس بجٹ میں اسی حوالے سے ایک سکیم introduce کرائی گئی ہے۔ کیا اس کی وجہ سے ہمارے ملک کا پیسا باہر نہیں جائے گا، یہاں پر جو گاڑیاں import ہوں گی کیا ان کے سپیئر پارٹس باہر سے نہیں آئیں گے؟

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: یہ لوکل گاڑیاں ہوں گی۔

ڈاکٹر اسد معظم: نہیں، ان گاڑیوں کے 60 فیصد سپیئر پارٹس آج بھی imported ہیں۔ ان کے لئے پٹرول آئے گا اور اس کی وجہ سے pollution بڑھے گا۔ اس وقت پوری دنیا Mass Transit Programmes کی طرف جا رہی ہے اور آپ پھر گاڑیاں تقسیم کرنے لگے ہیں۔ یہ صرف اور صرف چند لوگوں کو نوازنے کا ایک طریقہ ہے۔ اس سکیم کے تحت اپنے لوگوں کو نواز کر آنے والے الیکشن کی تیاری کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں فوڈ سٹیمپ پروگرام کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا جو کہ بُری طرح ناکام ہو گیا۔ اگر وفاقی حکومت کا بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام چل سکتا ہے تو پھر صوبائی حکومت کا فوڈ سٹیمپ پروگرام کیوں نہیں چلا؟ اس پروگرام کی ناکامی کی وجہ آپ کے چند ساتھیوں کی نالائقی اور بے ایمانی ہے۔ آپ نے سوچے سمجھے بغیر، BISP کو overnight kidnap کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے کسی funding agency اور donor کے بغیر اس فوڈ سٹیمپ پروگرام کو شروع کر دیا۔ تین مہینے تک 7۔ ارب روپے تقسیم کئے گئے اور اس کے بعد اس پروگرام کو بند کر دیا گیا۔ جن لوگوں تک پیسے نہیں پہنچے آج بھی وہ لوگ اپنی slips ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں۔ اپنے آپ کو جو خادم اعلیٰ کہلاتے ہیں میرا ان سے سوال ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ ایسا فراڈ کیوں کیا گیا، کیا ہم آج اس ہاؤس میں بیٹھتے ہوئے ان کے سامنے شرمندگی محسوس نہیں کرتے؟ میرا اپنے ساتھیوں سے بھی سوال ہے کہ جب آپ نے لوگوں کے نام فوڈ سٹیمپ سکیم کے تحت رجسٹر کرائے اور انہیں وہ پیسے نہیں مل سکے تو کیا ہم ان کے سامنے شرمندگی محسوس نہیں کرتے؟ بالکل کرتے ہیں۔ یہ اس حکومت کا financial mismanagement کی وجہ سے ایک اور failure ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں سستی روٹی سکیم کی بات بھی کروں گا کیونکہ اس سکیم کی وجہ سے 17۔ ارب روپے ڈوب گئے، معلوم نہیں کہاں چلے گئے؟ اگر یہی پیسا کسی positive سکیم میں لگایا جاتا جہاں سے jobs generate ہوتیں اور لوگوں کو روزگار ملتا تو پھر definitely ہمارے ملک کی جی ڈی پی اور اثاثوں میں اضافہ ہوتا۔

جناب سپیکر! اب میں زراعت کے حوالے سے مختص کئے گئے بجٹ پر بات کروں گا۔ آپ نے اس سال زراعت کے شعبے کے لئے 18۔ ارب روپے رکھے ہیں جو کہ کل بجٹ کا صرف 2.5 فیصد ہے، یہ 2.5 فیصد بجٹ اس صوبے میں زراعت کو دیا گیا ہے جو کہ پاکستان کی food basket ہے۔ یہ صوبہ پنجاب 18 کروڑ عوام کے کھانے کے لئے اجناس پیدا کرتا ہے۔ آپ ستم ظریفی دیکھیں کہ اس 18۔ ارب روپے میں سے 11۔ ارب روپے آبپاشی کے لئے رکھے گئے ہیں جبکہ 7۔ ارب روپے زراعت کے دوسرے تمام sectors کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ زراعت میں لائیو سٹاک، فشریز، cultivation and collection of seeds وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب شعبے محکمہ زراعت میں fall کرتے ہیں۔ آپ ستم ظریفی دیکھیں کہ صرف 7۔ ارب روپے directly Agriculture کو دیئے جا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر اسد معظم صاحب! اب آپ wind up کر لیں کیونکہ باقی ممبران نے بھی بات کرنی ہے۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! میں ایک منٹ میں wind up کر لیتا ہوں۔ اب میں یہاں پر اپنے اقلیتی بھائیوں کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جو کہ ہماری آبادی کا ایک خاطر خواہ حصہ ہیں۔ ان کے لئے اس بجٹ میں صرف 22 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ گوجرہ کا واقعہ آپ کو معلوم ہے۔ آج جو وزیر خزانہ ہیں ان کے لئے یہ شرمندگی کی بات ہے کیونکہ وہ ایک ایسی حکومت کا حصہ ہیں کہ جس کے دور میں یہ سانحہ رونما ہوا۔ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کی findings ہیں کہ اس وقت کے R.P.O فیصل آباد کی نااہلی کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا۔ اس حکومت نے فیصل آباد سے ہٹا کر اس شخص کو کہیں اور R.P.O لگا دیا ہے۔ اُس وقت کے چیف جسٹس نے اپنی findings اور فیصلے میں لکھا ہے کہ یہ شخص آئندہ کہیں بھی کسی administrative post کا حق دار نہیں ہے۔ آپ بد قسمتی دیکھیں کہ یہ حکومت جو کہ اپنے آپ کو judiciary کا بڑا ہمدرد کہتی ہے اس نے آج اس شخص کو R.P.O لاہور تعینات کیا ہوا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کے ساتھ ہی میں آپ سے اجازت چاہتے ہوئے یہ کہوں گا کہ وزیر قانون میرے اس سوال پر ضرور comment کریں۔ انہوں نے راجہ ریاض صاحب کی تقریر کے دوران ہر بات پر interrupt کیا ہے۔ میرا آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے یہ سوال ہے کہ وہ شخص R.P.O لاہور کیسے تعینات ہو گیا ہے؟ بہت بہت شکریہ

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! آج اسمبلی کے باہر مال روڈ پر کچھ لوگ آئے تھے۔ ان میں خواتین، بزرگ اور بچے بھی شامل تھے۔ سپیکر صاحب نے ہم چار لوگوں کو باہر ان کے پاس بھجوایا تھا۔ ان میں سے کچھ خواتین اور مرد حضرات اس وقت میرے دفتر میں موجود ہیں۔ میں ایک بڑی serious چیز آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ ہمارے اسی معاشرے کے اندر کچھ لوگ تھوڑے تھوڑے پیسے ضرورت مند لوگوں کو قرض کے طور پر دے کر سود کی مد میں اس سے thousand time زیادہ وصول کر چکے ہیں اور ابھی تک اصل سے کہیں زیادہ رقم ان کے ذمے ہے۔ میں سمجھتا ہوں

کہ یہ اس ملک اور صوبے کے غریب لوگوں کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ان میں ایک ایسی خاتون بھی شامل ہے کہ جس کے باپ نے اپنی بیوی کے علاج کی خاطر پیسے لئے جو کہ چند ہزار روپے تھے۔ مگر وہ لاکھوں روپے ادا کر چکا ہے۔اس کی بیوی بھی مر گئی اور وہ آدمی آج قصور جیل کے اندر پڑا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا سنجیدہ معاملہ ہے اور اس بارے میں کوئی سخت ایکشن لیا جائے۔آپ اس ہاؤس کی کوئی کمیٹی بنادیں یا پھر حکومت کو باقاعدہ طور پر ایک direction دی جائے کہ جو لوگ اس گھناؤنے کاروبار میں ملوث ہیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، حمیرا اویس صاحبہ! آپ بھی کچھ کہنا چاہتی ہیں؟

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! کمیٹی تو پہلے بھی بنی تھی اور اس کی recommendations آئی تھیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مجھے ابھی سیکرٹری صاحب نے بتایا ہے کہ آپ، لغاری صاحب اور دوسرے ممبران اُس کمیٹی کے ممبران ہیں۔آج سپیکر صاحب نے جو چار رکنی کمیٹی بھیجی ہے وہ صاحبان اور پہلے والی کمیٹی کے ممبران کل میرے چیمبر میں تشریف لائیں تاکہ ہم پہلے والی کمیٹی کی recommendations پر آگے بات کر سکیں۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جی، بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اب خلیل طاہر سندھو صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔آپ نے پنجاب ہاؤس کے کرایہ کے حوالے سے ایک کمیٹی بنائی تھی اُس کے بارے میں خود دیکھ لیں کہ اُس کمیٹی کی ایک میٹنگ ہوئی تھی اور آپ نے مہربانی کرکے اُس کمیٹی میں مجھے بھی ممبر نامزد کیا تھا تو ہمیں کچھ پتا نہیں کہ آج تک اُس کمیٹی کا کیا بنا؟ میں صرف یہ بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ نے بہت اچھا کیا کہ اس بارے point out کیا۔ سیکرٹری صاحب! ہم نے پنجاب ہاؤس کے کرایہ کے حوالے سے ایک کمیٹی بنائی تھی اُس کمیٹی کو بھی کل بلالیں تاکہ اُس کمیٹی کی میٹنگ کرلیں اور اگر اُس کمیٹی کی کوئی رپورٹ آئی ہے تو اُسے بھی دیکھ لیں گے۔

سید ناظم حسین شاہ: شکریہ

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میرا ایک چھوٹا سا پوائنٹ آف آرڈر ہے، کوئی speech نہیں ہے جس میں میں آپ کی اجازت سے پنجاب کا ایک مقدمہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلے بجٹ میں اس معزز ایوان میں متفقہ طور پر جو ترقیاتی سکیمیں منظور ہوئی ہیں اُن میں سے بہت ساری ongoing schemes اس بجٹ میں شامل نہیں کی گئیں اور میں احتجاجاً یہ کہتا ہوں کہ پچھلے سال اُن سکیموں کے لئے فنڈز بھی جاری کر دیئے گئے تھے۔ محکمہ پی اینڈ ڈی جو ہماری ترقیاتی سکیموں کا قبرستان بنا چکا ہے اگر عوام کی متفقہ اور منظور شدہ سکیموں کو اگلے منصوبوں میں شامل نہیں کرتا تو میں اس پر آپ کی رولنگ لینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈیہر صاحب! آپ اس point کو اپنی بجٹ تقریر میں زیر بحث لائیں اور پھر Minister for Finance اس پر حکومت کا point of view سامنے لے آئیں گے۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! مجھے اس پر آپ کی رولنگ چاہئے وگرنہ میں اس پر walkout کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: Speaker is not bound کہ کسی point پر فوری طور پر رولنگ دے۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! پھر اسی اجلاس میں آپ اس بات پر رولنگ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ بالکل دے دیں گے۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ جی، سندھو صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتیں (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! بہت شکریہ

اکثر دھوکا دے جاندے نیں شکلوں ویکھے جاچے لوک
تے سانوں آکے راہواں دس اپنے گھروں گواچے لوک

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ ہم نے انتہائی غور سے ڈاکٹر اسد معظم صاحب کی تقریر سنی اور خاص طور پر چودھری ظہیر الدین صاحب کو میں بڑا seasoned parliamentarian سمجھتا ہوں اور وہ ہیں بھی، میں نے تقریر شروع کی ہے تو وہ بھی ہنسنا شروع ہو گئے ہیں۔ مجھے آج سب سے پہلے بجٹ کے حوالے سے جو کہنا ہے کہ بجٹ کسی بھی حکومت کے vision کو ظاہر کرتا ہے۔ جب Boundary Commission کے سامنے Partition of Punjab کا مقدمہ پیش ہوا تو چونکہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے تو قائد اعظم محمد علی جناح بانی پاکستان نے کہا کہ ہم نے ہندوستان میں رہ کر

اقلیتوں کا کرب دیکھا ہے تو آپ ہمارے حق میں ووٹ دیں تو پنجاب کے پانچ مسیحی ممبران نے پنجاب کے حق میں ووٹ دیا اور اس وقت آپ کی نشست پر ایک مسیحی سپیکر جوان بہادر ایس پی سنگھا صاحب بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے یہاں سے اُٹھ کر بھی پنجاب اور پاکستان کے حق میں ووٹ دیا تب یہ پنجاب کا حصہ پاکستان کا حصہ بنا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اقلیتیں مہاجر نہیں ہیں، ہمیں کسی نے فتح نہیں کیا، ہم پاکستان بننے سے پہلے پنجاب میں موجود تھے اور آج ہمیں پاکستان کو اپنی وفاداری کا یقین نہیں دلوانا بلکہ انہوں نے یقین دلوانا ہے جب پاکستان بنا تھا اور انہوں نے پاکستان کی مخالفت کی تھی۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: جناب سپیکر! میرے بھائی بجٹ کے حوالے سے بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتیں (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! میرے بھائی کو شاید پتا ہو کیونکہ یہ ممبر پنجاب بار کونسل رہے ہیں کہ بجٹ چونکہ زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کرتا ہے، بجٹ کا زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق ہوتا ہے لہذا بجٹ پر ہر قسم کی بات اور ہر قسم کی speech ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! 64 سال کے بعد پاکستان میں پہلی بار مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے ایک مسیحی نوجوان وزیر کو یہ اعزاز بخشا اور پاکستان میں بسنے والی تمام اقلیتوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ اس کا internationally impact and effect ہوا کہ ایک مسیحی نوجوان وزیر نے اس اسمبلی میں پنجاب کا بجٹ پیش کیا ہے جس پر ہم میاں محمد شہباز شریف اور مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے شکر گزار ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر گوجرہ کے حادثہ کے حوالے سے بات ہو رہی تھی اور میرے بھائی ڈاکٹر اسد معظم صاحب یہاں سے چلے گئے ہیں۔ انتصار احمد خان، ڈی پی او، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور سکندر بلوچ وہاں کا ڈی سی او تھا۔ پنجاب حکومت نے ان کے خلاف انکوائری لکھ کر دی لیکن پنجاب حکومت ان کے خلاف محکمانہ کارروائی نہیں کر سکتی تھی تو پنجاب حکومت نے جب ان کے خلاف انکوائری اسلام آباد بھیجی تو وفاقی حکومت کی طرف سے انہیں نوازشوں کا یہ انعام دیا گیا کہ انتصار احمد خان کو ڈی آئی جی موٹروے بنا دیا گیا جو آج بھی موٹروے کے رحیم یار خان سرکل میں اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے اور ڈی سی او سکندر بلوچ آج بھی مرکز میں سیکرٹری کے عہدے پر براجمان ہے تو اس طرح سے ہمارے زخموں پر نمک چھڑکا گیا ہے۔

جناب سپیکر! ہم 1971 سے یہ نعرہ سنتے آ رہے ہیں کہ روٹی، کپڑا اور مکان۔

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
دھرتی بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے
ہے عمل لازمی تکمیل تمنا کے لئے
ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

جناب سپیکر! کہاں گئے وہ نعرے کہ ہمارا لیڈر ہر اُس گھر میں رہتا ہے جس کی چھت برسات میں ٹپکتی ہے۔ روٹی، کپڑا اور مکان کو اگر ہم دوسرے تین لفظوں میں تقسیم کریں تو زمین، مشین اور تعلیم۔ یہ تین لفظ اُن کے متبادل ہیں اور پنجاب حکومت کا یہ جرم ہے کہ وہ آشیانہ سکیم اور جناح آبادی کے حوالے سے لوگوں کو گھر دے رہی ہے، اگر یہ جرم ہے تو پنجاب حکومت یہ جرم کرے گی۔ اس وقت گیارہ لاکھ بچوں کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے وسائل نہیں تھے لیکن وہ بہت زیادہ ذہین بچے ہیں تو وہ بچے مختلف پرائیویٹ سکولوں میں پنجاب حکومت کے خرچ پر پڑھ رہے ہیں اور تعلیم کے اس خواب کو قائد انقلاب میاں محمد شہباز شریف اور مسلم لیگ (ن) کی حکومت پورا کر رہی ہے، اگر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ جرم ہے تو ہم یہ جرم کریں گے۔ جس دن پنجاب کا بجٹ پیش ہو رہا تھا اُس دن بھی 26 طالبعلم، جنہوں نے مختلف کلاسوں میں top کیا تھا ان کو برطانیہ، جرمن اور دوسرے ممالک کی یونیورسٹیوں میں مطالعاتی دوروں پر بھیجا ہے اگر یہ جرم ہے تو ہم یہ جرم کریں گے۔

جناب سپیکر! ڈاکٹر اسد معظم صاحب موبائل ہسپتال کی بات کر رہے تھے تو موٹروے پر ان کی گاڑی پنکچر ہوئی، یہ خود تو پنکچر نہیں ہوئے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ موٹروے پر ایک موبائل گاڑی ہے وہ اگر پنکچر ہو جائے تو سب کچھ ہی پنکچر ہو جاتا ہے تو ایسی باتیں کرنے سے بات نہیں بنتی۔ یہاں پر جاتی عمرہ کی بات کی گئی ہم یہ بات نہیں کریں گے کہ فرانس میں محل کس کا ہے، ہم یہ بات نہیں کریں گے کہ سوئٹزرلینڈ میں گھر کس کا ہے، ہم یہ بات نہیں کریں گے کہ سوئس اکاؤنٹ میں پیسے کس کے ہیں، ہم یہ بات نہیں کریں گے کہ حج ایک مقدس فریضہ ہے اُس کے کوٹا سے کس کے بھائی اور کس کے بیٹے نے اپنی جیب میں پیسے ڈالے ہیں، ہم یہ بات نہیں کریں گے کہ پاکستان میں لوڈشیڈنگ کا ذمہ دار کون ہے، ہم یہ بات نہیں کریں گے کہ سٹیل مل میں کرپشن کا ذمہ دار کون ہے؟ ہم اس لئے یہ بات نہیں کریں گے کیونکہ پوری دنیا جانتی ہے اور سپریم کورٹ آف پاکستان کا dictum اور فیصلہ ہمارے سامنے موجود ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر اقلیتوں کے متعلق بات کی گئی کہ ان کے لئے فنڈ نہیں رکھا گیا۔ میں صرف تین یا چار اقدامات گنوانا چاہتا ہوں۔ پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ کرسمس کے موقع پر کرسمس بازاروں کی سہولت مسیحیوں کو بھی دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! 5 فیصد کوٹا گریڈ 1 سے لے کر گریڈ 17 اور PCS تک اقلیتوں کے لئے رکھا گیا جس پر عمل ہو رہا ہے۔ جیلوں میں عیدالاضحیٰ اور دوسری عیدوں پر صرف مسلمان قیدیوں کو سزا میں معافی ملتی تھی لیکن 19۔ اکتوبر 2009 کو یہ نوٹیفکیشن حکومت پنجاب نے جاری کیا اور اس کے بعد آپ کسی سے بھی یہ بات پوچھیں کہ جیلوں میں جتنے بھی مسیحی قیدی ہیں ان کو بھی کرسمس اور ایسٹر کے موقع پر سزا میں معافی ملتی ہے۔ اسی طرح جیلوں میں جو قیدی قرآن پاک کو حفظ کرتے ہیں تو ان کو قید میں چھوٹ ملتی ہے۔ اب اسی طرح کا سلسلہ مسیحیوں اور دیگر اقلیتوں کے لئے شروع کیا گیا ہے۔ مسیحیوں کے لئے بشپ صاحبان کی طرف سے جو کورس بنایا گیا ہے اگر کوئی مسیحی اپنے عقائد کے مطابق امتحان پاس کرتا ہے تو اس کو بھی قید میں برابر کی معافی مل رہی ہے۔

جناب سپیکر! قائداعظم محمد علی جناح کے اس vision کو کہ اقلیتیں اور اکثریت ریاست کی نظر میں 11۔ اگست 1947 کو ہونے والے اجلاس کی صدارت جوگندر ناتھ منڈل جو غیر مسلم تھا اس نے کی تھی۔ قائداعظم بانی پاکستان کے اس vision اور علامہ اقبال کے تصور کو آگے بڑھاتے ہوئے میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف نے ایک مسیحی ممبر کو بجٹ پیش کرنے کے لئے کہا ہے۔

جناب سپیکر! گیس اور بجلی کی لوڈشیڈنگ میں پنجاب کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جا رہا ہے لہذا پنجاب حکومت نے اپنے وسائل کے تحت 500 میگاواٹ کے منصوبے شروع کئے ہیں۔ اگر ہمارا یہ جرم ہے تو ہم اس قسم کے جرم کریں گے۔ ہم حقیقت میں چاہتے ہیں کہ کوئی بے گھر نہ رہے، کوئی ایسا آدمی نہ ہو جس کے بچے کو تعلیم نہ ملے، لوہار کا بیٹا لوہار نہ رہے اور بڑھئی کا بیٹا بڑھئی نہ رہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان اور پنجاب میں بسنے والے تمام شہریوں کو برابر کے حقوق ملیں اور یہ ہماری حکومت کا vision ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے مالی تعاون سے ہزاروں بچے مختلف سکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بچے کا باپ معذور ہے یا اس کی ماں وفات پا چکی ہے اور اس بچے کو پڑھانا جرم ہے تو ہم یہ جرم کریں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کی بات ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر اسد معظم صاحب چلے گئے ہیں ان کو یاد ہونا چاہئے کہ انہی کے ہم پیشہ فرد کو جس کا نام چودھری ظہیر الدین خان صاحب جانتے ہیں وہ ڈاکٹر اظہر وحید تھے جن کو دن دہاڑے گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ یہ بھی ان کے گھر میں افسوس کرنے گئے تھے۔ جن لوگوں نے انھیں قتل کیا تھا وہ 51 قتل کے مقدمات، 16 کلو سونے کے مقدمہ اور ہزاروں ڈکیتیوں میں مطلوب تھے۔ وہ جوڈیشل انکوائری کی بات کر رہے ہیں تو یہاں پر جو جوڈیشل انکوائری ہوئی ہے وہ ابھی سیشن کورٹ میں محمد عاقل چوہان صاحب کی عدالت میں pending ہے۔ ان کو یہ بات سامنے رکھنی چاہئے تھی۔

جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم پنجاب میں بسنے والے لوگوں کو مفت ادویات فراہم کر رہے ہیں، کیا ہمارا جرم یہ ہے کہ پنجاب میں بسنے والے لوگوں کے مفت Dialysis ہو رہے ہیں، کیا ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم نے ہیپاٹائٹس "سی" جو کہ ایک inflection disease ہے اس کو کنٹرول کرنے کے لئے فنڈز رکھے ہیں؟

جناب سپیکر! بے روزگار ویٹرنری ڈاکٹروں کو ساڑھے 12 سے 25 ایکڑ تک فی کس کے حساب سے 15 سالہ لیز پر زمین دی جائے گی تاکہ وہ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہو سکیں۔ ترقی، روشنی اور خوشحالی کا یہ سفر اگر 12۔اکتوبر کو نہ رکتا اور چند مفاد پرست اس پرویز مشرف کے ساتھ جو اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 299 پر لکھتا ہے کہ "میں نے ڈالروں کے عوض 241 لوگ امریکہ کے حوالے کئے ہیں" تو آج پنجاب اور پاکستان میں ڈرون حملے ہوتے اور نہ کوئی ہماری طرف میلی آنکھ سے دیکھتا لیکن اس وقت چند بے وفاؤں نے ایک غاصب اور آمر جس نے ترقی کا سفر روکا اس کا ساتھ دے کر پوری قوم کو اس حال میں لے آئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک بات قائد حزب اختلاف کو آپ کی وساطت سے کہنا چاہتا ہوں کہ تاریخ سمجھوتہ کرنے والوں کی نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ بغاوت کرنے والوں کی ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو ڈرون حملے کرتے ہیں، جن کی وجہ سے 45 ہزار لوگ مارے جا چکے ہیں اور یہ لوگ اسی جگہ پر بیٹھ کر قرارداد یں پیش کر رہے تھے کہ امیر المنافقین کو دس مرتبہ وردی میں صدر منتخب کریں گے تو اس وقت انھوں نے نہ سوچا کہ پاکستان اور پنجاب کا نقشہ کیا ہو گا؟ ان کو آج صرف یہ بات دکھتی ہے کہ یہ جن لوگوں پر حکمرانی کرتے ہیں، یہ جن مزارعوں سے ووٹ لیتے ہیں اگر ان کے بچے LUMS اور NUST میں حکومتی اخراجات پر پڑھ رہے ہیں تو یہ ہماری حکومت کا کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر! اگر غریبوں کے لئے آشیانہ سکیم شروع کی گئی ہے یا جناح آبادی کی سکیم شروع کی گئی ہے اور دانش سکول شروع کئے گئے ہیں تو ان کو تکلیف کیوں ہوتی ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ مزارعوں کے بچوں کے لئے قبرستان کے پیچھے یا چودھری کی حویلی کے پیچھے چھوٹا سا سکول ہوتا ہے تو قائد پاکستان میاں محمد نواز شریف اور قائد پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا یہ خواب ہے کہ قائداعظم کے اصولوں پر چلتے ہوئے سب کو برابری کے حقوق ملیں، چاہے وہ غریب کا بچہ ہو یا کسی اور کا ہو، یہ ہماری ترجیحات ہیں۔ میں نے شروع میں بھی کہا تھا کہ بجٹ کسی بھی حکومت کے vision کا عکاس ہوتا ہے اور ہمارے پاس ایک visionary اور missionary قیادت موجود ہے جو اس حوالے سے پنجاب کو ترقی دے رہی ہے اور یہی بات ان لوگوں کو دکھتی ہے۔ اگر کسی کو گھر دینا، کسی کو چھت دینا، کسی کو مفت تعلیم دینا اور کسی غریب کے بچے کو مطالعاتی تعلیم کے لئے غیر ملکی دوروں پر بھیجنا جرم ہے تو یہ جرم ہم کریں گے۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کے لئے زیادہ فنڈز رکھے گئے ہیں۔ ان کو یہ بات نہیں دکھتی اور نیا صوبہ بنانے کی بات نہیں ہے صرف یہ بات ہے کہ جب یہ اپنے علاقوں میں جاتے ہیں تو لوگ ان کے پاؤں کو چھوتے ہیں اور ان کے گھٹنوں کو پکڑتے ہیں۔ ان کے مزارعے ہی انھیں ووٹ دیتے ہیں اور یہ سیٹیں جیت جاتے ہیں۔ ہم اس قسم کا خواب پورا نہیں ہونے دیں گے۔

ہم اگر آج خواب دیکھیں گے
لوگ کل انقلاب دیکھیں گے
ہم گزر کر لہو کے موسم سے
سولیوں پر گلاب دیکھیں گے

بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اپنا مؤقف بیان کرنے کا موقع دیا۔ میں اپنے وزیر خزانہ کو مبارکباد دینا چاہتی ہوں کہ جنھیں 10۔ جون کو بجٹ پڑھنے کے لئے premature وزیر بنایا گیا تھا۔ انھوں نے 654۔ ارب 75 کروڑ روپے کا بجٹ پیش کیا۔ یہ اسی طرح جھوٹ کا پلندہ ہے جس طرح پہلے تین سال سے جھوٹ بولا جا رہا تھا اسی طرح بالکل صحیح طریقے سے بڑا

اچھا جھوٹ لکھا گیا ہے۔اس سے متعلق پنجاب حکومت کی جو رپورٹیں آئی ہیں ان کے مطابق میں آپ کو چند points بتانا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر!میں سب سے پہلے ہیلتھ کے متعلق بات کروں گی کہ پچھلے سال ہیلتھ کے لئے 23۔ارب روپے کا بجٹ منظور کیا گیا جس میں سے صرف 13۔ارب روپے خرچ کئے گئے باقی رقم 10۔ارب روپے بچتی ہے تو یہ رقم کدھر گئی، کیا یہ ٹاسک فورسز کھا گئی ہیں؟میں ہر گز یہ نہیں کہوں گی کہ یہ رقم ٹاسک فورسز پر لگا دی گئی ہے اور میں ہر گز یہ نہیں کہوں گی کہ یہ پیسا فوڈ سٹیمپ سکیم میں لگا دیا گیا ہے یا میں ہر گز یہ نہیں کہوں گی کہ اس پیسے کو سستی روٹی سکیم میں جھونک دیا گیا ہے لیکن یہ تو بتایا جائے کہ یہ پیسا کدھر گیا ہے اور ہم اس کا جواب کس سے مانگیں؟

جناب سپیکر!میں آپ کی توجہ صحت کی طرف دلانا چاہتی ہوں کہ پچھلے سال صحت پر بجٹ میں ساڑھے 14۔ارب روپے مختص کئے گئے جن میں سے صرف 8۔ارب روپے خرچ کئے گئے جبکہ صحت کا بجٹ 100 فیصد منظور کیا گیا تھا حکومت پنجاب تو یہ دعوے کرتی تھی کہ ہم اخراجات میں کمی کریں گے اور اس کے نعرے لگائیں گے۔ حالانکہ یہ اخراجات صحت اور تعلیم میں کم نہیں ہونے چاہئیں تھے بلکہ یہ اخراجات وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے کم ہونے چاہئیں تھے، یہ تو اُلٹ ہو گیا ہے۔ کچھ ممبران پیچھے سے بول رہے ہیں لہذا آپ ہاؤس in order کرا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: No cross talk محترمہ!آپ بھی Chair سے مخاطب ہو کر بات کریں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر!میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کا پچھلے سال کا خرچہ 26 کروڑ روپے تھا جبکہ 26 کروڑ روپے سے extend کر کے 32 کروڑ روپے خرچ کیا گیا۔ صحت اور تعلیم کے لئے پیسے موجود تھے لیکن یہ صحت اور تعلیم میں پورا خرچہ نہیں کر سکے جبکہ extra خرچہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ پر کیا گیا۔ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے بارے تو کہا جاتا تھا کہ ہم چینی بھی استعمال نہیں کریں گے، ہم کسی کو بسکٹ بھی نہیں کھانے دیں گے تو پھر یہ 32 کروڑ روپیہ کہاں پر لگا ہے؟میں پھر یہ نہیں کہوں گی کہ یہ ٹاسک فورسز پر لگ گیا یا جھوٹی موٹی سکیموں پر لگا دیا گیا۔بتایا جائے کہ یہ پیسا کدھر گیا اور اِس کا جواب کون دے گا؟ حکومت کے پاس اس کا جواب تو نہیں ہے بلکہ حکومت کی طرف سے "جواب"ہی ہے۔

جناب سپیکر!اب میں آپ کی توجہ تعلیم کے اس important point پر دلانا چاہتی ہوں کہ پچھلے سال ایک ہزار سکولوں کے لئے 6۔ارب روپے مختص کئے گئے تھے جبکہ اس سال ایک ارب

روپیہ upgradation کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ کیا upgradation پچھلے دَور میں ایک ہزار سکولوں کی ہو چکی ہے، نہیں بلکہ اُس کی رپورٹ بھی آڈیٹر جنرل نے دے دی ہے لہذا بجٹ تو منظور کرا لیا جاتا ہے لیکن اُس پر implementation نہیں ہوتی۔ میں آپ کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتی ہوں کہ پچھلے مالی سال میں 1500 سکولوں کی missing facilities کے لئے 4۔ارب روپے مختص کئے گئے تھے جبکہ اس دفعہ بھی 10۔جون کو پیش کئے جانے والے بجٹ میں 2500 سکولوں کے لئے 4۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ بتایا جائے کہ کیا مہنگائی نہیں بڑھی ہے اور جو چیز پچھلے سال دس روپے کی تھی کیا آج اُس کا ریٹ وہی ہے؟ اس دفعہ 4۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جبکہ سکولوں کی تعداد 2500 کر دی گئی ہے۔ اس بجٹ کو بناتے وقت کوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی ہے اور نہایت ہی بھونڈا بجٹ تیار کیا گیا ہے بلکہ میں تو کہوں گی کہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر ٹائی شرٹ پہن کر اور AC لگا کر بیوروکریسی کو بٹھا کر انگلی کے اشارے سے یہ بجٹ تیار کروا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اب میں آپ کی توجہ ییلو کیب سکیم کی طرف دلانا چاہتی ہوں کہ پنجاب کی یہ روزگار سکیم لوٹ کھسوٹ کی سکیم تیار کی گئی ہے۔ لوگ ماس ٹرانزٹ کی بات کر رہے ہیں اور globalization ہے جبکہ ہم پھر وہی ٹیکسیاں خریدنے میں لگے ہوئے ہیں۔ 1993 میں پچاس ہزار گاڑیاں import کی گئی تھیں اور اپنے من پسند لوگوں اور افسران کو نوازا گیا تھا۔ گاڑیوں کے پیلے رنگ تبدیل کر کے افسران کو پیش کر دی گئی تھیں جس سے ہمارے الائیڈ بنک، حبیب بنک اور یونائیٹڈ بنک کو خسارہ ہوا تھا اور وہ کنگال ہو گئے تھے۔ اب اُسی سکیم کو دوبارہ سے رائج کر دیا گیا ہے۔ یہ اُن لوگوں کو نوازنے کی منصوبہ بندی کی گئی ہے جو اس وقت معزز ایوان میں کچھ ہمارے ممبران موجود ہیں شاید اُن کو نوازنے کے لئے یہ ییلو کیب سکیم بنائی گئی ہے۔

(اذانِ مغرب)

جناب سپیکر! میں آپ کو ییلو کیب سکیم کا بتا رہی تھی کہ یہ وہی لوٹ کھسوٹ کی سکیم ہے جس سے پہلے بھی عوام کو لوٹا گیا تھا۔ اُس سکیم میں حکومت پنجاب کے 14۔ارب روپے ضائع ہوئے تھے بلکہ لوٹے گئے تھے اور اُس لوٹی ہوئی رقم کا آج تک حساب نہیں دیا گیا البتہ 4۔ارب 50 کروڑ روپے پھر لوٹنے جا رہے ہیں۔ یہ سکیم اپنے من پسند لوگوں کو نوازنے بلکہ آپ آنے والے دنوں میں دیکھیں گے کہ (ن) لیگ کی election campaign شاید اسی ییلو کیب سکیم سے کی جائے گی۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس جانب بھی دلانا چاہتی ہوں کہ اس بجٹ میں غربت اور رمضان پیکج کے لئے 30۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ پچھلے سال 21۔ارب روپے مختص کئے گئے تھے تو کیا یہ پیکج بھکاریوں کی طرح ہی دیا جائے گا جیسے پچھلی دفعہ ٹرکوں کو کھڑا کر کے لوگوں کو گرمی میں لائنوں میں کھڑا کر کے دس دس کلو آٹے کے تھیلے اور دو دو کلو چینی کے پیکٹ دیئے گئے تھے جس کے بدلے میں غریب لوگوں کی جانیں بھی لی گئی تھیں، کیا اسی طرح کا پیکج پھر سے دہرایا جائے گا، یہ جو 30۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں کیا اُسی طرح ہی لوٹے جائیں گے ؟ یہ پیکج اور پیسا اُن راشی افسروں کے پیٹوں میں ہی جائے گا جنہوں نے پچھلے سال بھی سستی روٹی سکیم میں فراڈ کیا تھا، جنہوں نے فوڈ سٹیمپ سکیم اور ٹاسک فورسز میں فراڈ کیا تھا۔ اس بجٹ کو بنانے کے لئے باقاعدہ فراڈ کی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔

جناب سپیکر! اب میں آپ کی توجہ جنوبی پنجاب کی طرف دلاتی ہوں کہ یہاں پر جنوبی پنجاب کے تو بڑے نعرے لگائے گئے لیکن کیا وہاں کا پچھلے سال کا بجٹ استعمال کیا گیا اور اس مرتبہ جو بجٹ رکھا گیا ہے کیا اُس کی assurance ہے کہ وہ استعمال ہو گا؟ وہاں پر کہہ دیا گیا کہ ہم ییلو کیب سکیم لے کر آرہے ہیں۔ ایک طرف سیلاب کا مارا ہوا جنوبی پنجاب جس کے لئے ہمیں اپنا زیادہ سے زیادہ بجٹ مختص کرنا چاہئے تھا مگر ہم نے غیر ضروری چیزوں کی طرف منصوبہ بندی کی ہے۔ جس طرح غیر ضروری ییلو کیب سکیم کی شکل میں سکیمیں بنائی گئی ہیں یہ نہیں ہونی چاہئیں تھیں۔ اس کے علاوہ میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں کہ 20/20 ہزار روپے ایک لاکھ ہنر مندوں کو دینے کی سکیم بنائی گئی ہے۔ اس سکیم کو جب آپ categorically پڑھیں گے تو آپ خود ہی ہنس کر کہہ دیں گے کہ یہ واقعی فراڈ سکیم بنائی گئی ہے اور اپنے من پسند لوگوں کو 20/20 ہزار روپے دے کر کہیں گے کہ مداح سرائیاں کروائیے، تعریفیں کروائیے یا کام کروائیے۔ یہ 20/20 ہزار روپے ووٹر سپورٹر کو ہی دیئے جائیں گے ورنہ آپ بتائیے کہ 20 ہزار روپے میں کون سا ہنر مند اپنے اوزار خریدے گا؟ اگر کوئی فوٹو سٹیٹ کی مشین لگانا چاہتا ہے تو 20 ہزار روپے میں کون سی مشین آئے گی اگر کسی کو ٹائپنگ آتی ہے اور وہ کمپیوٹر لینا چاہتا ہے تو کیا 20 ہزار روپے میں کمپیوٹر آئے گا؟ یہ کیا ٹوپی ڈرامے کئے گئے ہیں کہ 20,20 ہزار روپیہ ہنر مند لوگوں کو دیا جائے گا۔ اس طرح سے تو لوگوں کو خریدا جا رہا ہے، آنے والے الیکشن کے لئے پنجاب حکومت تیاریاں کر رہی ہے اور یہ الیکشن مہم شروع ہو چکی ہے۔ اس بجٹ کو الیکشن مہم کا starter کہا جا سکتا ہے کہ لوٹ کھسوٹ کا مال start ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں توجہ دلانا چاہوں گی کہ جب یہ صوبہ موجودہ حکومت کے حوالے کیا گیا تو ہمارا صوبہ پنجاب 100۔ارب روپے کا surplus تھا لیکن آج 350۔ارب روپے کا defaulter ہو چکا ہے اور صوبہ پنجاب مقروض ہو چکا ہے جبکہ ہم اچھی اچھی سکیموں کی باتیں کر رہے ہیں اور ہم واویلا مچا رہے ہیں کہ ہم نے عوام کے لئے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں، سیکرٹریٹ کے بجٹ کم کر دیئے ہیں تو میں نے آپ کے سامنے حقائق پیش کر دیئے ہیں۔

جناب سپیکر! میرے بھائی یہاں پر بات کر رہے تھے کہ ہم یہ بات نہیں کریں گے کہ کیا ہوا تو واقعی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ میں بھی یہ بات نہیں کہوں گی کہ سپریم کورٹ پر حملہ کس نے کرایا تھا؟ میں بھی یہ بات نہیں کروں گی کہ کون آمر کے ساتھ deal کر کے 10 سال کے لئے سعودی عرب بھاگا تھا؟ میں بھی یہ بات یہاں پر نہیں کروں گی کہ 100 صندوق لے کر کون اپنے جہازوں میں بیٹھ کر سعودی عرب چلا گیا تھا اور میں یہاں پر یہ بھی بات نہیں کروں گی کہ کس نے 10 سال کی یہ commitment کی تھی کہ وہ الیکشن نہیں لڑیں گے؟ میں یہ بھی بات نہیں کروں گی کہ آج ہمارے پنجاب کا جو بیڑہ غرق کیا گیا ہے وہ اس نالائق پنجاب حکومت کی وجہ سے ہوا ہے۔ آج ہمارا پنجاب defaulter ہو چکا ہے اور ہم لوگ ایک دوسرے کی criticism میں لگے ہوئے ہیں کہ اس کی کتاب اچھی ہو جائے اور میری کتاب بری نہ رہے۔ میرا کام ہو جائے اور اس کا نہ ہو۔ یہ بھونڈا مذاق عوام کے ساتھ پنجاب حکومت کر رہی ہے تو اس بھونڈے مذاق کو اب ختم ہو جانا چاہئے۔ میں اپنی تقریر کو آپ کے کہنے سے پہلے یہ کہہ کر wind up کروں گی کہ پنجاب کا جتنا بیڑہ غرق کرنا تھا وہ (ن) لیگ کی حکومت کر چکی ہے اور اب خدا را بس کریں ورنہ آنے والے وقت میں آپ دیکھ لیجئے گا کہ ان کے حالات کیا ہوں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر اشرف چوہان صاحب!

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آج کی اپنی بجٹ تقریر کے آغاز میں اس تاریخی فیصلے کو اپنے دل کی گہرائیوں سے support کروں گا اور اس سوچ کو سلام کروں گا جس سوچ کے تحت یہ فیصلہ کیا گیا کہ پنجاب کا اس سال کا بجٹ اقلیتی وزیر پیش کریں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حزب اختلاف کی طرف سے سب سے پہلے یہ مبارک آنی چاہئے تھی اگر ان میں وہی سوچ ہے جو ہم لوگوں میں موجود ہے۔ آج کافی تقاریر ہوئیں تو میں چاہتا تھا کہ یہ ایوان معزز ممبران سے بھرا رہے لیکن میں اس خالی ایوان میں بھی اپنی آواز بلند کروں گا کہ آج کافی زیادہ غلط facts & figures پیش

کئے گئے ہیں۔ ابھی میری بہن نے دو منٹ پہلے کہا کہ پنجاب 350۔ارب روپے کا مقروض ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ P&D ڈیپارٹمنٹ والوں سے ابھی میری جمعہ کو ملاقات تھی اور سابقاوزیر خزانہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں تو دو سال پہلے صوبہ پنجاب 52 بلین روپے کا مقروض تھا اور 27 بلین روپے ادا ہو چکے ہیں۔ اگر میں غلط بات کروں تو کائرہ صاحب interfere کر سکتے ہیں۔ پنجاب ہر ماہ 27 بلین روپے جمع کروا رہا ہے تو ابھی میری بہن نے بالکل غلط بات کی ہے۔

جناب سپیکر! ایک بات ہوئی کہ پنجاب کے بجٹ میں 80 percent contribution وفاق سے آتی ہے جو کہ بالکل صحیح بات ہے لیکن یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے کہ وہ گرانٹ لاڑکانہ سے آتی ہے بلکہ وہ پنجاب کے عوام کا پیسا ہے جو ہم وفاقی حکومت کو دیتے ہیں۔ عوام 64 فیصد contribute کرتے ہیں جبکہ ہمیں واپس 50 فیصد سے بھی کم ملتا ہے۔ میرے بھائی نے آج یہ بات کی ہے تو وہ پنجاب کو پیپلز پارٹی کی خیرات نہیں ہے بلکہ وہ پنجاب کا حق ہے جو اپنے حصہ سے بھی کم ملتا ہے جس پر احتجاج ماضی میں بھی ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا اس لئے اس ایوان میں غلط figures پیش کرنا بہت غلط بات ہے۔ اپوزیشن کو اس بجٹ کی بحث میں حصہ لینا چاہئے لیکن جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔ باتیں وہ کرنی چاہئیں جو حقائق پر مبنی ہیں۔ جہاں تک بات overdraft کی تھی اس پر میری بہن کو یہ بھی پتا ہونا چاہئے کہ آپ کے قانون میں یہ موجود ہے کہ آپ چھ ہفتے تک کے اپنے expenses وفاقی حکومت سے loan لے سکتے ہیں تو اس limit میں آج پنجاب کسی طرح بھی default میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اگلی بات میں یہ کروں گا کہ اس بجٹ کی تعریف کرنی چاہئے کیونکہ اس میں 9.5-ارب روپے Youth Development کے لئے رکھا گیا ہے۔ جو لوگ Yellow Taxi Scheme کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ یہ بھی بتائیں کہ آپ کے کروڑوں گریجویٹ اور ایف اے پاس بچوں کو رزق کہاں سے دینا ہے؟ اگر اس بجٹ سے 4.5-ارب روپے پاکستان کی بنی ہوئی مہران اور بولان گاڑیوں کی شکل میں ایف اے پاس 35 سال سے کم عمر لڑکوں کو ملیں گی تو مجھے بتائیے کہ کسی کے پیٹ کے اندر درد کیوں ہوتا ہے اور کسی کو تکلیف کیوں ہوتی ہے، وہ پیسا سرے محل میں تو نہیں لگ رہا؟ وہ پیسا پاکستان کے اندر ہی لگ رہا ہے، وہ پیسا پنجاب میں ہی لگ رہا ہے اور وہ پیسا بچوں کے پاس ہی جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اچھی باتوں کو یہ غائب کر جاتے ہیں اور مجھے یہ بتائیں کہ اگر بنجر زمینیں Veterinary Graduates یا دوسرے گریجویٹس، فاریسٹری یا ایگریکلچر گریجویٹس کو ملیں گی اور وہ

ان زمینوں کو develop کریں گے تو اس میں کسی کو کیا تکلیف ہو گی، مجھے یہ بتائیں کہ پنجاب کے اگر ایک لاکھ بچوں کو لیپ ٹاپ ملے گا تو اس سے کسی کو کیا تکلیف ہو گی اور مجھے یہ بتائیں 20 ہزار روپے بغیر سود کسی کو ملے گا تو اس سے کسی کو کیوں تکلیف ہو گی؟

جناب سپیکر! ساری عمر یہ جنوبی پنجاب کا رونا روتے ہیں اور وہاں صوبہ بنانا چاہتے ہیں لیکن عملی طور پر یہی حکومت ہے جو ڈیرہ غازی خان میں خواتین یونیورسٹی بنائے گی جس پر 10 بلین روپے خرچ ہوں گے۔ اس بجٹ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہماری وفاقی حکومت پنجاب کو بجلی فراہم کر رہی ہے نہ گیس دے رہی ہے تو پنجاب نے یہ اعلان کیا ہے وہ اپنی بجلی خود پیدا کرے گا۔ 600 میگاواٹ کوئلے سے بجلی پیدا ہو گی جس پر 8 بلین روپے خرچ ہو رہا ہے تو اس پر کسی کو کیا تکلیف ہے؟

جناب سپیکر! ابھی بات ہوئی کہ موبائل ہیلتھ یونٹس کے ٹائر پنکچر ہو جائیں گے تو پہلے اس بات کو سمجھ لیں کہ موبائل ہیلتھ یونٹ ہے کیا؟ یہ ایک ایسی سکیم ہے جس میں پورے کا پورا آپریشن تھیٹر ان لوگوں کے پاس جائے گا جنہیں چھوٹا procedure چاہئے جو پانچ، دس منٹ، آدھے یا ایک گھنٹے کا surgical procedure ہے اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو سفر نہیں کر سکتے یا جو اتنے بوڑھے ہیں کہ گھروں سے نہیں جا سکتے تو اس سکیم کی بھی تعریف اپوزیشن سے ہونی چاہئے اگر وہ اس بات سے مخلص ہیں۔

جناب سپیکر! پنجاب میں مفت ڈائلسز کی سکیم اور مفت ادویات کی فراہمی کی سکیموں کا اپوزیشن کی طرف سے کسی نے ذکر نہیں کیا جو کہ بڑے دکھ کی بات ہے۔ میں ایک بات بتا دوں کہ دانش سکولوں کے حوالے سے مخالفت کی جا رہی ہے تو میں اس سے پورا متفق ہوں کہ پنجاب کے 60 ہزار سکولوں کو elevate کرنا چاہئے اور میری یہ demand ہے کہ اگلے سال اس کے لئے زیادہ بجٹ رکھنا چاہئے لیکن دانش سکولوں کا concept میرے بھائیوں کی عقل سے شاید بالاتر ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اگر غریب گھروں سے ذہین بچہ اپنے علاقے سے میٹرک یا ایف اے بھی کر جائے گا تو وہ کسی اچھی جگہ پہنچ نہیں پائے گا تو اگر وہ بچہ اپنے میرٹ پر selected سکول میں جائے گا تو ایک گارنٹی ہے کہ اس کا ایک مستقبل بنے گا اور جس گھر کا وہ بچہ ہو گا اس گھر کا مستقبل بہتر ہو جائے گا۔ یہ concept بالکل مختلف ہے جس کی بہت کم لوگوں کو سمجھ آتی ہے اس لئے اپوزیشن کو سمجھانا بہت ضروری ہے کہ دانش سکول normally جنہیں is only for the selected intellectual intelligent children opportunity نہیں ملتی اور جب انہیں opportunity ملے گی تو ان کا مستقبل guaranteed ہو گا

ورنہ وہ وہاں بی اے، ایم اے کر کے فارغ ہو جائیں گے۔ میں اس بجٹ میں خصوصی طور پر پاکستان مسلم لیگ (قائد اعظم) جس کو پیپلز پارٹی قاتل لیگ کہتی ہے لیکن میں ان کو قائد اعظم لیگ کہتا ہوں۔ انہوں نے اور چودھری ظہیر صاحب نے اس دفعہ بجٹ میں ایک بہترین مثالی کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کی طرف سے مثبت باتیں آئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے پیپلز پارٹی سے پہلے ہی اختلاف کر کے درمیان میں ایک جگہ لے لی ہے اور میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان کی contribution بہت positive ہے۔ میں پیپلز پارٹی سے گزارش کروں گا کہ ہمیں اس ہال میں پنجابی بولنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن پنجاب پورے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ یہاں کے لیڈر، یہاں کے representative اور یہاں کے spokespersons پورے ملک کے لئے مثالی ہونے چاہئیں۔ اگر راجہ صاحب کو تیاری کرادی جاتی تو آج ان کا تمسخر نہ اڑایا جاتا۔ میرے اتنے پڑھے لکھے بھائی ان کے ساتھ بیٹھے ہیں ان میں کائرہ صاحب بھی ہیں۔ اپوزیشن لیڈر جب تقریر کرتے ہیں تو وہ یہاں پر represent کرتے ہیں۔ ان کی تقریر میں جو الفاظ کی ادائیگی تھی وہ باعث شرم ہو گی جب میڈیا کے ذریعے دوسرے صوبوں میں جائے گی۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ کسی کا background کیا ہے لیکن تیاری کر کے آنا اُن کا فرض بنتا ہے اور وہ ہمارے لئے بھی قابل احترام ہیں۔ میں آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ بہت اعلیٰ ہے اگلے سال اسی طرح کا بجٹ double figure سے ہونا چاہئے۔ بہت شکریہ

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ نام لے کر تنقید کر رہے تھے، یہ زیادتی ہے۔ پھر ہم لوگ بھی نام لے کر تنقید کریں گے تو آپ ہمیں منع نہ کرنا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں، اس وقت کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ یہاں پر فنانس منسٹر بیٹھے ہیں وہ تمام باتوں کا جواب دیں گے۔ اب ذوالقرنین ساہی صاحب بات کریں گے۔ میاں صاحب! آپ کیوں کھڑے ہیں؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ہمیں یہاں پر جو نوٹ بک پیش کی جاتی ہے جس پر ہم اپنے points نوٹ کرتے ہیں۔ ہم جس ورق پر بھی نوٹ لیتے ہیں وہ اکھڑ کر باہر آ جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کے نوٹ بہت بھاری ہیں۔۔۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آپ نے میری بات سنی ہی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں چیک کر لیتا ہوں۔ جی، ساہی صاحب!

میاں محمد رفیق: انتظامیہ کو کم از کم یہ ہدایت کی جائے کہ اس کی binding درست طریقے سے کیا کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ابھی کہہ دیتا ہوں، آپ تشریف رکھیں۔ جی، ساہی صاحب!

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کروں گا کہ انہوں نے اس ذمہ داری کو بہت خوبی سے نبھایا۔ انہوں نے خوش اسلوبی، sincerity اور بڑے جوش و خروش سے بجٹ تقریر پیش کی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں لیڈر آف دی اپوزیشن سمیت اپوزیشن بنچوں پر بیٹھے ہوئے تمام ممبران کو بھی مبارک باد پیش کروں گا کہ انہوں نے قومی اسمبلی میں قائم کردہ ایک منفی مثال کے برعکس ایک civilized constructive objective، اپوزیشن ہونے کا ثبوت دیا اور بہت سکون سے بجٹ کی تقریر سنی۔ میں یہ ذکر کرتا چلوں کہ جب وزیر خزانہ بجٹ تقریر کر رہے تھے تو اس میں بہت سے وعدے اور دعوے موجود تھے۔ جب بھی کوئی ایسا وعدہ اور دعویٰ آتا تو حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہمارے بھائی نعروں کی گونج میں اس کا خیر مقدم کرتے تھے۔ میں اپنی نشست پر بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ کاش! اس حکومت کے گزشتہ تین سالوں میں تمام وعدے پورے ہوئے ہوتے اور کاش! ان کی credibility اچھی ہوتی تو بجٹ میں کئے گئے وعدے اور دعوے سن کر عوام کا بھی یہی رد عمل ہوتا۔ عوام بھی ان وعدوں پر خوش ہوتے کہ چونکہ بجٹ میں کہہ دیا گیا ہے اب ہو جائے گا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بد قسمتی سے بجٹ میں جو وعدے کئے جاتے ہیں وہ سال کے اختتام پر صرف اُس بجٹ تقریر کی زینت بن کر رہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان وعدوں اور دعووں کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آتا۔

جناب سپیکر! کسی بھی بجٹ کے دو اہم پہلو ہوتے ہیں ایک ریونیو اور دوسرا expenditure ریونیو صوبہ کا source of income ہوتا ہے کہ صوبہ کہاں کہاں سے آمدن کی امید رکھتا ہے۔ Expenditure وہ ہے کہ صوبہ اس آمدن کو کس طرح خرچ کرے گا۔ اس سال total revenue receipts کی مد میں پنجاب کا صوبہ 654 بلین، 674 ملین روپے کی توقع رکھتا ہے۔ اس کا سب سے major portion جو تقریباً 80 فیصد ہے وہ 540 بلین، 433 ملین روپے فیڈریشن کی طرف سے آنے والی امداد کا ہے۔ اس کے علاوہ provincial receipt میں 114 بلین روپے اور 240 ملین روپے

ہے جو self reliance میں ہے جو صوبہ خود اپنی آمدن پیدا کرے گا۔ اس کے علاوہ جو قابل غور بات ہے کہ اغیار کی امداد نہ لینے کا دعویٰ کرنے والے ہم لوگ اس سال بھی foreign sources کی آمدن میں 19۔ارب 635 ملین روپے کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ اس میں Development Revenue receipts کی مد میں ایک بلین اور 25 ملین روپے ہے۔ Development Capital Receipts کی مد میں 18 بلین 610 ملین روپے اور foreign federal grants کی مد میں 2 بلین 359 ملین روپے ہے۔ پچھلے سال کے expected revenues کا ذکر کرتے چلیں کہ اس صوبے کو فیڈریشن سے ملنے والی امید 570 بلین، 581 ملین روپے کی تھی جو آخر کار 544 بلین، 513 ملین روپے مل سکی۔ یعنی جو ریونیو کی ہم امید رکھتے تھے اس سے بہت کم ریونیو ہمیں فیڈریشن کی طرف سے ملا۔ Civilly Provincial Receipts میں ہم جس آمدن کی امید کر رہے تھے اس کا تخمینہ 125 بلین 774 ملین روپے تھا جو revised estimate میں 160 بلین، 470 ملین روپے رہ گیا۔ اسی طرح foreign sources میں development revenue receipts میں 677 ملین روپے کی توقع تھی جو 189 ملین روپے پر آئی۔ DCR میں 12 بلین 597 ملین روپے کی توقع تھی جو 546 ملین روپے پر آ گئی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور زراعت ہمارا بہت اہم سیکٹر ہے۔ اتنے resources ہونے کے باوجود پنجاب کا صوبہ اپنی آمدن کے معاملے میں خود کفیل نہیں ہے۔ ہماری provincial receipts کا major portion فیڈریشن سے 80 فیصد کی امید کی جاتی ہے اور اب بھی ہم بیرونی امداد پر امید کرتے ہیں۔ پریشانی کی بات یہ ہے کہ اگر فیڈریشن یا بیرونی resources میں سے کوئی بھی اپنی دی جانے والی امداد یا رقوم میں سے کچھ رقم کم کر دے تو ہمارے Development expenditure suffer کرتے ہیں۔ ہم وہ اخراجات نہیں کر سکتے جن کا ہم نے بجٹ میں وعدہ کیا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! ریونیو کے بعد میں ایک سوال فنانس منسٹر سے کرنا چاہوں گا اور ممکن ہے کہ میری بجٹ میں reading غلط ہو گئی ہو۔ اس سال کا total expected revenue 654 بلین، 674 ملین روپے ہے جبکہ expected expenditure 654 بلین، 750 ملین روپے ہے۔ اگر یہ حقائق درست ہیں تو ہمارا اس سال کا بجٹ deficit میں ہے کیونکہ ہمارے expenditures ہمارے ریونیو سے 76 ملین روپے زیادہ ہیں اور اسی کو deficit budget کہا جاتا ہے۔ میں چاہوں گا کہ

وزیر خزانہ اپنے concluding remarks میں اس سوال کو بھی شامل کریں۔ اس میں یا تو facts غلط quote کئے گئے ہیں یا پھر ہمارا بجٹ deficit ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اخراجات کی طرف آتا ہوں۔ اخراجات کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ترقیاتی اور دوسرا غیر ترقیاتی۔ عوام کا واسطہ ترقیاتی پہلو سے ہے کیونکہ صوبہ اور عوام کی فلاح development expenditure پر base کرتی ہے۔ غیر ترقیاتی اخراجات صوبہ کے اداروں کی administrative cost کو اٹھاتا ہے۔ بلاشبہ تعلیم ہمارے معاشرے یا کسی بھی معاشرے کا بہت اہم سیکٹر ہے۔ جس معاشرے کی قوم تعلیم یافتہ ہے وہ ترقی کی سیڑھیاں تیزی سے طے کرتی ہے۔ اس سال بجٹ میں تعلیم کی مد میں جو ڈویلپمنٹ کے اخراجات رکھے گئے ہیں وہ 23 بلین 900 ملین روپے ہیں۔ کہنے کو تو یہ کافی ہیں لیکن پچھلے سال اس مد میں رکھی گئی رقوم کے ساتھ کیا کھلواڑ ہوا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ پچھلے سال سکول ایجوکیشن کے لئے 14 بلین 50 ملین رکھا گیا تھا جو کہ revised estimate میں 9 بلین 100 ملین روپے رہ گیا، یہ تقریباً آدھا کر دیا گیا۔ ہائر ایجوکیشن میں 6 بلین 350 ملین روپے تھا جو revise کر کے 4 بلین 42 ملین روپے کر دیا گیا۔ Literacy and non formal میں 800 ملین روپے سے 340 ملین روپے، سپورٹس میں 1600 ملین روپے سے 302 ملین روپے اور سپیشل ایجوکیشن میں 500 ملین روپے مختص کرنے کے بعد revise کر کے 42 ملین روپے کر دیا گیا لہذا پچھلے سال کا ترقیاتی مد میں تعلیم کے لئے مختص کیا گیا 23 بلین 300 ملین روپے revised allocation میں کم کر کے اپنے original سے 60 فیصد سے بھی کم 13 بلین 828 ملین روپے پر آ گیا۔ اس امر کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس سال کے 23 بلین اور 900 ملین روپے کو آگے جا کر کیا شکل ملنے والی ہے یا یہ بھی کہنا غلط نہیں ہے کہ اس سال 220 بلین روپے کا جو اپنی طرف سے ریکارڈ ترقیاتی بجٹ پیش کیا گیا ہے اس 220 بلین روپے کو revised estimate اور actual location کے بعد کیا صورت ملے گی؟

جناب سپیکر! یہاں پر میں ایک ایسے منصوبے کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ جو یقیناً اس بجٹ اجلاس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی بہت زیادہ attention حاصل کرے گا وہ دانش سکول کا پراجیکٹ ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ لازماً حکومت کے کسی فرد یا عہدہ دار کی بدنیتی اس منصوبے کے پیچھے ہو گی ہو سکتا ہے کہ نیک نیتی سے صوبے کے عوام کی فلاح کے لئے یہ منصوبہ لایا گیا ہو لیکن اس کی feasibilities کو review کرنے کی ضرورت ہے۔ گزشتہ سال اس مد میں تین بلین روپے رکھے گئے تھے اور اس سال

دوبارہ تین بلین روپے رکھے گئے ہیں۔چھ بلین روپے سے پنجاب کے تمام سکولوں کاinfrastructures اور کارکردگی improve کی جا سکتی ہے۔اس سال پنجاب کے 40ہزار سکول ایسے ہیں جہاں پر بنیادی سہولتوں کی ضرورت ہے جس میں Furniture, Staff and boundary walls وغیرہ شامل ہیں۔اگر آپ یہ چھ بلین روپے ان سکولوں میں بنیادی سہولیات مہیا کرنے میں لگا دیں تو پورے پنجاب کے تمام students کو تعلیم کی طرف وہ راستہ مل جائے گا جس کے لئے وہ deserve کرتے ہیں بجائے اس کے کہ چند مخصوص جگہوں پر دانش سکول سسٹم بنا کر اسی آبادی کو privilege دے دیں اور باقی پنجاب کو کسی بھی ایسے rights سے deny کر دیں۔

جناب سپیکر! annual status of education reports کے مطابق ہمارے دیہی علاقوں کے سکولوں میں 67فیصد students ایسے ہیں جو سکول میں داخل ہونے کے باوجود انگریزی کے جملے نہیں پڑھ سکتے،43فیصد Students ایسے ہیں جو انگریزی کے لفظ بھی نہیں پہچان سکتے اور ان میں سے 15فیصد ایسے ہیں جن کو انگریزی کے حروف کا پتا نہیں۔ان میں صرف 54فیصد students ایسے ہیں جو اردو میں ایک جملہ پڑھ سکتے ہیں اور صرف 39فیصد students ایسے ہیں جو اردو میں ایک پیراگراف لکھ سکتے ہیں۔اس حوالے سے جن بچوں کا سروے کیا گیا ہے ان طالب علموں کی عمر چھ سے سولہ سال ہے اور یہ کوئی بچے نہیں ہیں۔سولہ سال تک کی عمر تک ہماری تعلیم کا معیار یہ ہے کہ وہ آدھے سے زیادہ بچے انگریزی میں اور نہ اردو میں پڑھنے کے قابل ہیں۔اس کی وجہ کیا ہے؟یعنی جو سکول موجود ہیں وہاں پر اساتذہ کی کمی ہے،وہاں پر بنیادی سہولیات میسّر نہیں ہیں جن کی وجہ سے سکولوں کا ماحول خراب ہے اور جو اساتذہ موجود ہیں ان کی عدم سنجیدگی ایک وجہ ہے۔ہم کیوں نہ ان 6۔ارب روپے کو ان سارے مسائل کو دور کرنے میں لگائیں اور اس کے بعد دانش یا کوئی بھی اور پراجیکٹ لے آئیں اور اس صوبے کی بحالی کے خواب دیکھنا شروع کریں لیکن پہلے جو موجودہ سکول ہیں ان کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔میں یہاں پر ایک اور بڑی دلچسپ بات کرنا چاہوں گا کہ کچھ دنوں پہلے پرنٹ میڈیا اور electronic میڈیا پر یہ خبر بریک کی گئی تھی کہ چشتیاں میں واقع دانش سکول کی افتتاحی تقریب کے لئے 27لاکھ روپیہ ضائع ہو گیا یہ نہیں ہے کہ اس تقریب میں لگا بلکہ ضائع ہو گیا کیونکہ وزیراعلیٰ کی عدم دستیابی کی وجہ سے اس تقریب کو تین مرتبہ postpone کرنا پڑا۔27لاکھ روپے سے چار نہیں تو کم از کم تین سکولوں کی چار دیواری ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میرا اگلاpoint محکمہ صحت ہی ہے کیونکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ صحت بھی ایک اہم sector ہے جس معاشرے میں حقیقتاً صحت اور تعلیم کو ترجیح دی جاتی ہے وہ معاشرے ترقی کرتے ہیں ہمارے ہاں افسوس کی بات ہے کہ صرف بجٹ تقریروں اور الیکشن کے نعروں میں تعلیم اور صحت کی ترجیح کا ذکر کیا جاتا ہے اور حقیقتاً ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے جیسا کہ میں نے بتایا کہ 23 بلین سے 13 بلین کر دیا گیا اور اسی طرح ہیلتھ کا بجٹ 14 بلین اور 500 ملین روپےallocate کرنے کے بعد revise کرکے 8 بلین روپے اور 193 ملین روپے کر دیا گیا تھا۔یہاں پر تھوڑی دیر پہلے موبائل ہیلتھ یونٹ کا ذکر ہوا۔ یہ بالکل بات صحیح ہے کہ جو پراجیکٹ اچھا ہے اپوزیشن کو بھی کو اس کی تعریف کرنی چاہئے اور تنقید برائے تنقید نہیں ہونی چاہئے۔ میں موبائل ہیلتھ یونٹ کے پنکچر ہونے کی بات نہیں کروں گا لیکن میں practical بات کرتا ہوں۔ میری اطلاع کے مطابق ایک موبائل ہیلتھ یونٹ پر 55 ملین روپےcost آتی ہے۔اس وقت ڈیرہ غازیخان، بہاولپور، بہاولنگر، مظفر گڑھ اور اس کے علاوہ دو اضلاع میں موبائل ہیلتھ یونٹ کام کر رہے ہیں۔یہاں آنے اور لانے کے بعد پتا چلا کہ ایک موبائل ہیلتھ کو ایک کلو میٹر کا سفر طے کرنے کے لئے چھ لیٹر ڈیزل استعمال کرتا ہے یعنی اگر وہ سو کلو میٹر سفر طے کرے گی تو تقریباً ساٹھ ہزار روپے کا ڈیزل لگے گا اس لئے اب ان کو موبائل ہیلتھ یونٹ کے بجائے Obstetric Health Unit بنا دیا گیا ہے تو کیوں نہ ہم موجودہ BHUs پر یہ 2۔ارب روپے کی رقم ان کی کارکردگی بہتر بنانے پر خرچ کریں۔

جناب سپیکر! میں austerity پر ضرور بات کرنا چاہوں گا۔ گزشتہ سال چیف منسٹر صاحب نے خوش اسلوبی کے ساتھ اعلان کیا کہ میں اپنے سیکرٹریٹ کے اخراجات کم کروں گا، منسٹرز صاحبان بھی اپنی تنخواہوں میں بھی کمی کریں گے اور austerity reforms لائی جائیں گی۔ اس سال بھی وزیر خزانہ نے بہت فخر اور بہت سے نعروں کی گونج میں اعلان کیا کہ چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے اخراجات کو 1.4 پوائنٹ تک short کیا جا رہا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے اور صرف لفاظی ہے۔ گزشتہ سال چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے لئے 26 کروڑ 64 لاکھ 19 ہزار روپے مختص کئے گئے تھے اور یہ ایک خطیر رقم ہے۔اس سال صرف 26 کروڑ 64 لاکھ 19 ہزار مختص کئے گئے ہیں اور یہ revised allocation ہے ایسا نہیں ہے کہ کمی کی گئی ہے لیکن exactly same amount سے کمی کی گئی ہے کیونکہ خادم اعلیٰ صاحب austerity کے حوالے سے کئے گئے اپنے وعدے تو پورے نہیں کر سکے اور اپنے اخراجات کم تو نہیں کر سکے لیکن بڑھانے میں ضرور کامیاب ہوئے ہیں کیونکہ

گزشتہ سال کی originally allocated، 26کروڑ 64لاکھ روپے کو بڑھا کر 32کروڑ 46لاکھ 47ہزار روپے کر دیا گیا تھا۔ میں پنجاب کی عوام کی طرف سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر یہ اس austerity ہے تو پنجاب کی عوام اس سے توبہ کرتی ہے اور ہمیں یہ austerity نہیں چاہئے۔ اگر آپ کے اخراجات austerity سے بڑھتے ہیں تو اس کا ہمیں فائدہ کوئی نہیں ہے اور صرف نقصان ہے۔

جناب سپیکر! منسٹرز صاحبان کے فنڈز میں جو کہ چیف منسٹر صاحب Discretionary Funds ہوتے ہیں جو کہ پچھلے سال بھی تین کروڑ تھے اور اس سال بھی تین کروڑ رکھے گئے ہیں۔ ان فنڈز کا کوئی audit نہیں ہوتا۔ there is no check on these funds. ان فنڈز کو تین کروڑ سے بڑھا کر ساڑھے چھ کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ میں ایک بہت interesting مد ہے جس کو entertainment and gifts کی مد کہا جاتا ہے۔ جس ملک یا جس صوبے میں austerity شروع کی جائے وہاں پر ایسی مد کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہئے۔ اس میں کوئی پیسا ڈالنا تو دور کی بات ہے۔ چیف منسٹر صاحب کے سیکرٹریٹ میں تفریح اور تحائف کے نام سے اس غریب صوبے کے پیسے لگائے جا رہے ہیں جس کے اندر ایک کروڑ تین لاکھ روپیہ رکھا گیا جس کو بعد میں بڑھا کر دو کروڑ 22لاکھ روپے کر دیا گیا ہے جس صوبے کے عوام بھوک سے مر رہے ہیں، جن کی دن بدن قوت خرید کم ہوتی جا رہی ہے اور روزمرہ کی اشیاء ان کی قوت خرید سے باہر ہیں ان کا خادم اعلیٰ صرف تحفوں اور تفریح پر دو کروڑ 22لاکھ روپے خرچ کر رہا ہے۔ جس صوبے میں غربت کا یہ حال ہے یہاں گرم سڑک پر ننھے اور معصوم بچے تپتی دھوپ پر نازک پیر لئے پھرتے ہیں ۔ اس میں چیف منسٹر سیکرٹریٹ کی ٹرانسپورٹ کی مد میں 40لاکھ روپیہ رکھا جاتا ہے اور اسے revise کر کے 2کروڑ 44لاکھ روپے کر دیا جاتا ہے۔ ہیلی کاپٹر اور گاڑیوں کے پٹرول کی مد میں 75لاکھ رکھا جاتا ہے اسے revise کر کے دو کروڑ 87لاکھ 50ہزار روپیہ کر دیا تھا یہ صرف خادم اعلیٰ کی austerity ہے اگر خادم اعلیٰ کے subordinate خادمین کی austerity دیکھ لی جائے اور اگر وہ خادم اعلیٰ کے نقش قدم پر ہی چل رہے ہیں تو اگلے بجٹ میں ہمیں اس حکومت کی austerity کے لئے بھی اربوں روپے رکھنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر! میں اس کے بعد ترقیاتی اور غیر ترقیاتی بجٹ کا موازنہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ترقیاتی بجٹ وہ ہے جو عوام کی فلاح اور صوبے کی فلاح کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ غیر ترقیاتی بجٹ وہ ہے جو ان اداروں کی administrative کے لئے استعمال ہوتا ہے جو عوام کی خدمت کے لئے بنے ہیں۔ 2011-12 میں غیر ترقیاتی بجٹ کا تخمینہ 434بلین 750ملین روپے ہے جس میں

2010-11۔ development کے لئے 220 بلین روپے ہے یہ تقریباً غیر ترقیاتی بجٹ سے آدھا ہے۔ 2010-11 میں بھی non development میں 386 بلین 787 ملین روپے رکھا گیا تھا جس کو ایک بلین روپے بڑھا کر 387 بلین 575 ملین روپے کر دیا گیا تھا۔ ترقیاتی مد میں 193 بلین 500 ملین روپے تھا جس کو 54 بلین روپے سے کم کر کے 138 بلین 768 ملین روپے کر دیا گیا تھا۔ Revised and reallocated amounts میں یہ تقریباً غیر ترقیاتی مد کا ایک تہائی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ جس پر لاء منسٹر صاحب نے آج اجلاس کے شروع میں کہا کہ ان سب چیزوں کا جواب دیا جائے گا کہ کیوں 193 سے 138 پر آیا اور 106 actual rate ہوگا اور میں جانتا ہوں کہ کم و بیش کیا جواب ہوگا۔ سیلاب کو ایک بہت بڑی آفت کہا جاتا ہے لیکن اگر سیلاب کی وجہ سے کوئی قربانیاں دینی پڑی ہیں تو یہ قربانیاں صرف عوام کی قسمت میں کیوں ہیں، یہ کٹوتیاں صرف ترقیاتی بجٹ سے کیوں کی جاتی ہیں اگر واقعی صوبے میں معاشی مسائل موجود تھے تو ہوم ڈیپارٹمنٹ کے غیر ترقیاتی اخراجات کیوں 13 کروڑ 90 لاکھ روپے سے بڑھا کر 23 کروڑ 80 لاکھ روپیہ کر دیا گیا، کیوں صحت کے شعبہ کو ترقیاتی اخراجات کے لئے 14 بلین اور 500 ملین روپے دینے کے بعد کم کر کے 8 بلین روپے کر دیا گیا۔ اگر واقعی معاشی مسائل موجود تھے اور سیلاب نے واقعی عذاب ڈال دیا تھا تو کیوں تعلیم کو اپنی ترجیحات میں اولین رکھنے کا دعویٰ کرنے والی حکومت تعلیم کا ترقیاتی بجٹ آدھا کاٹ گئی اس کے برعکس economic affairs کی مد میں غیر ترقیاتی بجٹ 45 بلین روپے سے بڑھا کر 61 بلین روپے کر دیا گیا؟ اسی طرح development expenditure میں social production کے لئے 900 ملین اور 400 ملین روپے کر دیا گیا۔ Agriculture جیسی اہم مد میں 3 بلین 200 ملین روپے allocate کرنے کے بعد revise کر کے اسے ایک بلین 524 ملین روپے کر دیا گیا۔ ٹرانسپورٹ میں ایک بلین 190 ملین روپے کو 223 ملین روپے کر دیا گیا۔ اگر آپ sector wise موازنہ کرتے جائیں تو ہر sector میں کمی کی گئی ہے اور non development sector میں بڑھایا گیا ہے۔ صوبے کے حالات ان باتوں کی اجازت نہیں دیتے، اگر آپ واقعی سنجیدہ ہیں تو صرف budget document اور بجٹ کتابوں کے پلندے بھرنے کی بجائے اب عمل کا مظاہرہ کریں، ہم عملی طور پر پنجاب کی فلاح چاہتے ہیں۔ اگر آپ ایسے اقدامات کریں گے تو آپ کے ممبران کی طرح آپ کا صوبہ بھی آپ کے نام کے نعرے لگائے گا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس سال عوام نے کسی اُمید کے ساتھ بجٹ کا انتظار نہیں کیا، وہ جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، ان کو پتا ہے کہ اگر بجٹ کی کتابوں میں 200۔ارب روپے یا 900۔ارب روپے کے

figures دیئے جائیں گے تو ان پر خرچ ہونے کی باری تک وہ 2 یا 4۔ارب روپے رہ جائیں گے اور اگر ایسا ہی کرنا ہے کہ 220۔ارب روپے دے کر 110۔ارب روپے لگانے ہیں یا 193۔ارب روپے دے کر 138۔ارب روپے لگانے ہیں تو آپ 193 یا 138۔ارب روپے کا کیوں کہتے ہیں؟ آپ 4000۔ارب روپے کا دعویٰ کر دیں۔ 200 بلین روپے کہہ کر پاکستان کا ریکارڈ توڑنے کی بجائے 4000۔ارب روپے کہہ کر عالمی ریکارڈ قائم کر دیں کیونکہ عملی طور پر تو آپ پر کوئی obligation نہیں ہے کہ آپ نے جو بجٹ میں لکھا ہے آپ نے وہی اخراجات کرنے ہیں۔ آپ نے non development sector میں بجٹ بڑھانا ہے اور development sector میں گھٹانا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ساہی صاحب! آپ کا بہت شکریہ، آپ تشریف رکھیں۔

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ یہ بجٹ کسی طرح اس عوام کے لئے کوئی فائدہ پہنچا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، ڈاکٹر غزالہ رضا رانا!

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o شکریہ۔ جناب سپیکر! پنجاب کا بجٹ announce ہو چکا ہے اور آپ سب کو معلوم ہے کہ بجٹ ہر حکومت کی پالیسی کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ ہمارے اخراجات کیا ہوں گے، ہم نے ٹیکس کہاں سے لینا ہے، loan کیسے لینا ہے اور کس طریقے سے لانا ہے اور حکومتی پالیسی پر کیسے عمل درآمد کرنا ہے۔ ہر حکومت یہی کوشش کرتی ہے کہ عوام دوست بجٹ ہو اور اس طریقے کا بجٹ ہو جس سے عام بندے کو ریلیف ملے۔ میں حکومت پنجاب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے ایسا بجٹ پیش کیا ہے جو ہر بندے کا منہ بند کر سکتا ہے کیونکہ اس میں ٹیکس کی شرح بہت کم ہے اور اگر ٹیکس کی شرح میں اضافہ ہوا ہے تو اشرافیہ کے لئے ہوا ہے، عام عوام کے لئے نہیں۔ پنجاب حکومت نے جو کشکول توڑنے کا نعرہ لگایا تھا وہ اس بجٹ میں سچ کر کے دکھایا ہے اور ہم نے غیر ملکی امداد کو trade کی شکل میں بدلا ہے، ہم غیر ملکی امداد کے بھوکے نہیں ہیں، ہم نے trade کو پروان چڑھانا ہے اور ہم عزت و وقار کے ساتھ حکومت کرنے پر یقین رکھتے ہیں اور ہمارے وزیر اعلیٰ شہباز شریف صاحب نے جو کہا وہ کر کے دکھایا ہے اور میرا خیال ہے کہ ہر بندے کو اس کی تقلید کرنی چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایک طرف تو پاکستانی حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم عام بندے کو ریلیف دیتے ہیں، ہم عوام کے ساتھ ہیں اور دوسری طرف وزیر اعظم ہاؤس اور صدارتی محل کے بجٹ کو بڑھا دیتے ہیں۔ اگر

مقابلہ کرنا ہے تو آئیں دیکھیں ہمارے خادم اعلیٰ کو جنہوں نے ایوان وزیر اعلیٰ کے بجٹ میں کمی کی ہے اور صوبائی کابینہ میں اپنے ماہانہ مشاہرہ میں 25 فیصد رضاکارانہ کمی کی ہے اور وہ اس سال بھی برقرار رہے گی۔

سید حسن مرتضیٰ: کیا بات ہے، سبحان اللہ!

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب سپیکر! یہ پھر مجھے پچھلے سال کی طرح disturb کر رہے ہیں۔

MR DEPUTY SPEAKER: No cross talk.

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: اگر مقابلہ کرنا ہے تو وفاقی وزراء بھی اپنے ماہانہ مشاہرے میں 25 کی جگہ 35 فیصد کمی کا اعلان کریں۔ اگر ہمارے ساتھ مقابلہ کرنا ہے تو وزیر اعظم ہاؤس اور صدارتی محل کے اخراجات میں زیادہ سے زیادہ کمی کا اعلان کریں پھر ہمارے خادم اعلیٰ کے ساتھ مقابلہ کریں، پھر ہماری صوبائی کابینہ کے ساتھ مقابلہ کریں۔ پبلک سیکٹر میں سرکاری اداروں کا فوری طور پر جو پرفارمنس آڈٹ کرنے کا حکم ہے یہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ تمام ادارے کرپشن سے پاک کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ اس پر میری طرف سے ایک تجویز ہے کہ یہ آڈٹ ایک ایسی رجسٹرڈ فرم سے کرایا جائے جو کہ neutral ہو اور آڈٹ کو آڈٹ کی طرح کرے نہ کہ مذاق کی طرح تاکہ صوبہ پنجاب کرپشن سے پاک ہو جائے۔ بجٹ میں جو بھی ٹیکس لگایا گیا ہے وہ Elite Class پر لگایا گیا ہے جس میں فارم ہاؤسز، سوئمنگ پول اور Elite Clubs وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں، میں تھوڑی سی تجویز پیش کرتی ہوں کہ فارم ہاؤسز پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے وہ صرف covered areas پر لگایا گیا ہے میں یہ سمجھتی ہوں کہ covered areas کے علاوہ اگر پورے فارم پر اس کی زمین کے حساب سے ٹیکس لگایا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ فارم ہاؤسز کافی بڑے ہوتے ہیں لیکن covered area تھوڑا سا ہوتا ہے تو اس پر ٹیکس لگانا ایک معمولی بات ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ فارم ہاؤسز میں صرف covered areas میں نہیں بلکہ پورے فارم ہاؤس کی زمین پر ٹیکس لگانا چاہئے۔ اس کے علاوہ luxury cars پر ٹیکس لگانے کی تجویز صرف امیر لوگوں کے لئے ہے اور یہ وہ قدم ہے جو ہماری عوام برسوں سے چاہتے تھے کہ اشرافیہ پر اس طرح کا ٹیکس لگایا جائے اور ہماری حکومت نے یہ ثابت کر کے دکھایا ہے کہ ہم اشرافیہ پر ٹیکس لگائیں گے، عام آدمی اور غریب بندے پر ٹیکس نہیں لگائیں گے۔

جناب سپیکر! وفاق سے کچھ وزارتیں صوبہ کو منتقل ہوئی ہیں، اس اضافی بوجھ کو کم کرنے کے لئے حکومت پنجاب نے صحت اور تعلیم کے شعبے میں 12 سے 14 فیصد اضافہ کر دیا ہے اور سب سے بڑی

بات ڈاکٹروں کا resolve issue ہو گیا ہے اور ڈاکٹروں کی تنخواہیں بڑھا دی گئی ہیں۔ اس کے لئے میں ڈاکٹر ہونے کے ناتے حکومت پنجاب کی بہت شکر گزار ہوں کہ میرے پیٹی بھائیوں کو بہت ریلیف ملا اور ان کی مراد پوری ہوئی۔

جناب سپیکر! وفاقی حکومت نے شروع ہی سے پنجاب حکومت کے ساتھ سوتیلا سلوک کیا ہوا ہے اور اس کے لئے صوبے میں گیس اور بجلی کی لوڈشیڈنگ پیدا کی جس کی وجہ سے ہمارے معاشی مسائل میں اضافہ ہوا اسی لئے حکومت پنجاب نے رواں سال میں ایک انرجی ڈیپارٹمنٹ قائم کر دیا ہے جس سے انشاء اللہ پنجاب میں گیس اور بجلی کے حصول میں بہتری آئے گی جس میں چائنا کے ساتھ تونسہ بیراج میں بجلی پیدا کرنے کا جو منصوبہ ہے وہ بھی اسی کام کی ایک کڑی ہے۔ یہ سب کس کے لئے لگایا جا رہا ہے، یہ یقیناً معاشی بہتری کے لئے لگایا جا رہا ہے، اور اگر ذریعہ معاش میں بہتری آئے گی تو کس کی بہتری ہو گی، عام عوام کی بہتری ہو گی۔ یہ ہمارے جیسے لوگوں کی بہتری ہو گی، یہ ان لوگوں کی بہتری نہیں ہے جو Elite Class سے تعلق رکھتے ہیں جو تنقید کرتے ہیں، جن بہن اور بھائیوں نے ایسی تقریریں کی ہیں ان کے لئے میں ایک شعر عرض کرنا چاہتی ہوں کہ:

ہر اک بات پر کہتا ہے تُو کہ تُو کیا ہے
تمہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

جناب سپیکر! ہر بات پر تنقید برائے تعمیر ہونی چاہئے نہ کہ تنقید برائے تنقید۔ اگر تنقید برائے تعمیر ہو تو ہم ان کو لبیک کہیں گے۔ سستے ماڈل بازاروں کا انتظام عوام کو ریلیف دینے کے لئے کیا گیا ہے اس کے لئے تجویز یہ ہے کہ حکومت پنجاب personal interest لے کر اس کی management کو بہتر بنائے اور ان قوتوں کو سرگرم نہ ہونے دے جو پہلے بھی رمضان بازار اور سستے بازاروں میں سرگرم ہوتی رہی ہیں اور ان کو ناکام بنانے میں پیش پیش ہیں۔ حکومت پنجاب کو اس میں personal interest لینا چاہئے۔

جناب سپیکر! پنجاب ایک زرعی صوبہ ہے اس کے لئے سبزی کی برآمدات کو بہتر بنانے کے لئے پیکج کا اعلان کیا گیا ہے جو کہ ایک احسن قدم ہے اس کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہو گا اور یہ جو انہوں نے سبزیوں کی تجارت کو بہتر بنانے کے لئے قدم اٹھایا ہے اس کے ساتھ پنجاب خوب سے خوب تر کی طرف جائے گا۔

جناب سپیکر! "روٹی کپڑا اور مکان" یہ نعرہ تو کسی اور حکومت کا تھا لیکن پورا مسلم لیگ (ن) نے کیا ہے۔ پہلے ہم نے سستی روٹی کی سکیم شروع کی۔ ہر بندہ تنقید کرتا ہے کہ سستی روٹی میں یہ ہو گیا، وہ ہو گیا، ایسا ہو گیا، ویسا ہو گیا۔ جن لوگوں نے سستی روٹی کھائی ہے ان سے تو جا کر پوچھیں تم لوگوں کو کیا پتا وہ لوگ آج بھی دعائیں دیتے ہیں۔ تم لوگ تو بیوٹی پارلر اور پتا نہیں کن کن باتوں پر ہزاروں روپے خرچ کر دیتے ہو، دو روپے کی روٹی سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ اس سے ان لوگوں کا تعلق ہے جو بہت ہی غریب طبقہ ہے اور آپ تو ان لوگوں کے پاس سے گزرتے تک نہیں ہیں۔ آپ لوگوں کو کیا پتا کہ دو روپے کی روٹی کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟ حکومت پنجاب نے سستی روٹی سکیم کے بعد مکان بنانے کے لئے "آشیانہ سکیم" شروع کی جو کہ بہت تیزی کے ساتھ پورے پنجاب میں پھیل رہی ہے اور یہ پنجاب حکومت کا ایک احسن قدم ہے۔ نوجوانوں کے لئے Self Employment Scheme شروع کی گئی ہے یہ ہنر مند نوجوانوں کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہے جو ان کو بے راہ روی سے بچائے گی۔ پنجاب روزگار سکیم کے تحت جو Yellow Cab Scheme شروع کی گئی ہے اس پر بھی بہت تنقید کی گئی ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ جن لوگوں کے پاس yellow Cabs تھیں آپ ان سے جا کر پوچھیں کہ ان کو کتنا فائدہ ہوا ہے۔ اسی طرح ظاہر ہے پیلو کیب سکیم سے تمام نوجوان تو مستفید نہیں ہو سکتے لیکن جن لوگوں کو پیلو کیب ملی ہے وہ آج بھی پنجاب حکومت کو دعائیں دیتے ہیں۔ زرعی گریجویٹس کے لئے lease پر زمین دینے کا جو پروگرام ہے یہ ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ اس سے Agriculture Graduates کو جو تحفظ ملے گا، جو confidence ملے گا میرا خیال ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے کہ یہ زمین صرف Agriculture Graduates ہی کو ملے۔

جناب سپیکر! اسی طرح پانچ مرلہ مفت پلاٹ فراہم کرنا پنجاب حکومت کا ایک اور خوبصورت قدم ہے۔ پنجاب حکومت مسلم لیگی ہونے کے ناتے قائداعظم کے نام کے ساتھ آج بھی یکجہتی کا اظہار کر رہی ہے۔ قائداعظم کے نام کے ساتھ یکجہتی تو ثابت کرتی ہے اور یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ قائداعظم کی صحیح جانشین جماعت مسلم لیگ (ن) ہی ہے۔ Terrorism کو ختم کرنے کے لئے Counter Terrorism Department شروع کیا گیا ہے۔ آپ کو تو پتا ہی ہے کہ terrorism کتنی تیزی سے پاکستان میں پھیل رہا ہے، PNS اس کی ایک مثال ہے۔ اسامہ بن لادن کا جو واقعہ ہوا ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ ریمنڈ ڈیوس کا جو واقعہ ہوا ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ امریکہ ہمیں یہاں پر اس طریقے سے ذلیل کرے، پوری دنیا میں ہمیں بدنام کرے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم

پوری عزت اور وقار کے ساتھ جیئں۔ جیئں تو سر اٹھا کر جیئں اس لئے Counter Terrorism Department بنا کر پنجاب حکومت نے ایک اور کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس پر اگر کوئی تنقید کرے تو میرے خیال میں وہ پھر امریکہ کا یار ہو گا۔

جناب سپیکر! Punjab Endowment Fund for Education بھی قائم کیا گیا ہے جو طالب علموں کے لئے بہت بڑی سہولت ہے۔ اس سے سارے طالب علم تو نہیں لیکن میرے خیال میں بہت سارے طالب علم اس سے مستفید ہو سکیں گے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ جنوبی پنجاب کو ہمیشہ neglect کیا جاتا ہے۔ بار بار یہ بات کی جاتی ہے کہ جنوبی پنجاب ایک ایسا علاقہ ہے جہاں کوئی بھی دھیان نہیں دیتا جبکہ اس بجٹ میں جنوبی پنجاب کو بہت زیادہ priority دی گئی ہے کیونکہ وہ پنجاب کی شہ رگ ہے۔ جنوبی پنجاب، پنجاب کی شہ رگ ہے اور اس پر جو بھی کوئی بات کرے گا ہم اس کو منہ توڑ جواب دیں گے۔ اسی طرح ڈیرہ غازی خان میں میڈیکل کالج کی منظوری، ڈیرہ غازی خان یونیورسٹی کو بھی پنجاب حکومت facilitate کر رہی ہے۔ بہاولپور میں 410 بستروں پر مشتمل جدید ہسپتال بنایا جا رہا ہے، ملتان میں سو بستروں پر مشتمل جدید ہسپتال قائم کیا جا رہا ہے۔ رحیم یار خان میں شیخ زید میڈیکل کمپلیکس کی توسیع کی جا رہی ہے جو کہ جنوبی پنجاب کے لئے ایک بہترین اضافہ ہے۔ میرے ایک بھائی نے یہاں پر کہا تھا کہ خواتین کے لئے 2- ارب روپے کم کر دیئے گئے ہیں، یقیناً کر دیئے گئے ہیں اور ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ بھی دیکھیں کہ خواتین کے لئے یونیورسٹیوں کا قیام Gender Reforms Action Plan کے تحت کیا جا رہا ہے اور میرے خیال میں میرے وہ بھائی جنہوں نے یہ بات کی ہے اس وقت موجود نہیں ہیں لیکن میں نے ان کی ہر attend meeting کی ہے اور میرے خیال میں اگر Gender Reforms Action Plan اچھے طریقے سے مکمل کیا جائے گا تو خواتین وہ ترقی کریں گی کہ آپ خود کہیں گے کہ ہاں پنجاب حکومت نے خواتین کا حق ادا کر دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! بہت شکریہ

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب والا! تھوڑی سی بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: House کا وقت پانچ منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پانچ منٹ وہ ہیں جو گزر چکے ہیں۔ اب آپ wind up کریں۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب والا! میں دو منٹ میں اپنی بات ختم کرتی ہوں۔اس کے علاوہ میں یہ کہتی ہوں کہ سپورٹس ہر قوم کے لئے صحت مند تفریح کا درجہ رکھتی ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ کھیل کو سیاست سے پاک کرنے کے لئے پنجاب کرکٹ اکیڈمی، پنجاب سپورٹس پروگرام کا اقدام عمل میں لایا جائے اور کرکٹ کو سیاست سے پاک کرنے کا عزم کیا جائے۔اس سے نوجوان طبقے کو صحت مند تفریح ملے گی اور national level کے players بھی ملیں گے ۔ میں سمجھتی ہوں کہ جتنا بھی ہمارا بجٹ ہے، ابھی تو میں نے بہت کم بات کی ہے اور آپ نے کہہ دیا ہے کہ میرا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ٹائم بہت کم ہے میں ساری بات تو نہیں کر سکتی صرف یہ کہہ سکتی ہوں کہ:

وطن کی مٹی گواہ رہنا وطن کی مٹی عظیم ہے تو
عظیم تر ہم بنا رہے ہیں گواہ رہنا ،گواہ رہنا
بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: کل بھی سالانہ بجٹ پر عام بحث جاری رہے گی ۔ عام بحث کے لئے 20۔جون 2011 تک کے دن مختص کئے گئے ہیں۔اب اجلاس بروز منگل مورخہ 14۔جون 2011 کو 10 بجے صبح تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

115

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 14۔ جون 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ برائے سال 12-2011 پر عام بحث

117

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

منگل، 14۔ جون 2011

(یوم الثلاثہ، 11۔ رجب المرجب 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 55 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ
فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا
مَّقْدُوْرًا ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ
وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ
اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

سورۃ الأحزاب آیات 38 تا 40

پیغمبر پر اس کام میں کچھ تنگی نہیں جو اللہ نے اُن کے لئے مقرر کر دیا اور جو لوگ گزر چکے ہیں اُن میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا تھا (38) اور جو اللہ کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے (39) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے (40)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ منگتا تیرا
اِس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا
دستگیری میری تنہائی کی تُو نے ہی تو کی
میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا
پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے ہی نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں یہ کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا
ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

تحاریک استحقاق

پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ کارکردگی رپورٹ بابت سال2010کا ایوان میں پیش نہ کیا جانا

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب تحاریک استحقاق لی جاتی ہیں۔پہلی تحریک استحقاق نمبر45 جس کے بارے میں کل بات کی تھی اُسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک استحقاق نمبر 51 محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی ہے۔اسے پیش کریں۔

نیشنل فنانس کمیشن کی سفارشات ایوان میں پیش کرنے میں تاخیر

محترمہ سیمل کامران: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔معاملہ یہ ہے کہ آئین کے آرٹیکل 160(5) کے تحت حکومت پر لازم ہے کہ National Finance Commission کی recommendations اسمبلی میں پیش کرے۔ مذکورہ آرٹیکل میں provided ہے کہ:

> "160(5) the recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and the Provincial Assemblies."

علاوہ ازیں تحریک استحقاق کے بارے میں Rule 70(a) میں provided ہے کہ:

> "70(a) the question shall relate to a privilege granted by the Constitution, the law or the rules made under any law."

آئین اور rules کی اس واضح provision کے باوجود حکومت نے مذکورہ recommendations ابھی تک ایوان میں پیش نہیں کیں اور اس طرح حکومت آئین کی خلاف ورزی کی مرتکب ہو رہی ہے جس سے نہ صرف میرا بلکہ اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس کی رپورٹ آ رہی ہے۔ جیسے ہی آتی ہے تو انشاء اللہ پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: مجھے اسمبلی سیکرٹریٹ سے ابھی پتا چلا ہے کہ رپورٹ اسمبلی میں receive ہو چکی ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): پھر پیش کر دی جائے گی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! کل بھی ایک تحریک استحقاق کے بارے میں لاء ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے یہی کہا گیا تھا کہ وہ رپورٹ اسمبلی میں آ گئی ہے لہذا پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: میں نے اسی لئے اُس کو کمیٹی کے سپرد کر دیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اگر آج وہ رپورٹ آ گئی ہے تو اس motion کو distribute ہوئے آج تیسرا دن ہے پھر یہ lay کیوں نہیں کی گئی؟

جناب سپیکر: میں نے اپنے دفتر سے پوچھا ہے اور پتا چلا ہے کہ رپورٹ آ چکی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: پھر وہ ہاؤس میں lay کیوں نہیں ہوئی؟

جناب سپیکر: جی، وہ ہاؤس میں lay نہیں ہوتی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ نہیں ہے کہ اسمبلی سیکرٹریٹ اپنے پاس رکھ کر بیٹھ جائے بلکہ اس کو اسمبلی میں پیش کرنے کا کہا گیا ہے۔

جناب سپیکر: رپورٹ lay نہیں ہوتی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! رپورٹ یہاں ہاؤس میں لائی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: جس دن بزنس آئے گا اُس دن پیش ہو گی۔ اس تحریک استحقاق کو dispose of کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ dispose of کیسے ہو سکتی ہے؟

چوہدری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ابھی تو وعدہ وعید چل رہا ہے کیونکہ رپورٹ ابھی تک lay نہیں ہوئی، صرف receive ہوئی ہے اور یہ in between گھوم رہی ہے لہذا آپ ٹائم عطا فرما دیجئے گا کہ معزز وزیر اسے lay کر دیں۔ اگر lay کرتے ہیں تو ہم withdraw کر لیں گے۔

جناب سپیکر: اگر lay نہیں کریں گے تو دوبارہ مجھے بتا دیجئے گا میں اِس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دوں گا۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ کے حکم کے مطابق یہ دوبارہ تحریک استحقاق لا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، اس حوالے سے اُن کا استحقاق موجود ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اسے pending کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں، اگر یہ پیش نہ ہو تو آپ دوبارہ مجھے بتا دیں، اس observation کے ساتھ یہ dispose of کی جاتی ہے۔ اب ہم بجٹ پر عام بحث کی طرف چلتے ہیں اور آج کے پہلے مقرر چودھری ظہیر الدین صاحب ہیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میری ایک نئی تحریک استحقاق ہے۔ ضلع سرگودھا کے حوالے سے ایجوکیشن سے متعلق ایک سوال تھا جس پر وزیر موصوف نے یقین دہانی کرائی تھی لیکن وہ نہیں ہوا۔ پھر میں نے assurance کمیٹی کے لئے بھی درخواست دی لیکن اس کا جواب نہیں آ سکا۔ اس حوالے سے میں نے تحریک استحقاق اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرائی ہے۔ اگر شفقت فرما دیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: میں اسے چیک کراتا ہوں۔ اگر ہوئی تو اسے کل لے لیں گے۔ چودھری ظہیر الدین صاحب! بحث کا آغاز فرمائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال12-2011پر عام بحث

چودھری ظہیر الدین خان: شکریہ۔ جناب سپیکر!آپ نے مجھے جو اجازت مرحمت فرمائی ہے تو یہ بطور پارلیمانی لیڈر اور اس ایوان کے ممبر ہونے کی حیثیت سے میرے لئے بہت بڑااعزاز ہے۔ میں آپ کے حضور،آپ کی وساطت سے کابینہ کے ممبران کواور ہمارے ساتھی جو مقتدر عہدوں پر تشریف رکھتے ہیں، کی خدمت میں چند معروضات پیش کروں گا جس میں کچھ میری نشاندہیاں ہوں گی اور کچھ تجاویز ہوں گی کیونکہ ہمارا یہی کام ہے۔ میں اور میری ٹیم اس کے لئےpreparedہیں اور ہم ہمیشہ پچھلے تین سال سے جو کردار ادا کرتے آئے ہیں اسی کا تسلسل جاری رہے گااور یہ معروضات صوبہ کے عوام کی بہتری، better governance کے لئے،better administrationاور بہتر financial managementکے لئے ہوں گی۔

جناب سپیکر!میں یہاں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو بجٹ پڑھا گیا یہ on the face of itپچھلی تینوں کتابیں یہاں پر محفوظ پڑی ہیں جو کہ میڈیا کی نظر سے بھی گزری ہوئی ہیں چونکہ وہ پڑھے جانے کے بعد پرنٹ ہو چکی ہیں اور ہوامیں تحلیل نہیں ہوئیں اور ان کا ایک پرنٹ موجود ہے اور یہ چوتھا پرنٹ بھی آگیا ہے جسے کامران مائیکل صاحب نے نہایت ہی اچھے انداز میں پڑھااورwell wordedان کی deliveranceتھی لیکن یہ صفحے تبدیل کرکے 2008 کا بجٹ ہی پڑھ دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر:2008 کا ہی بجٹ پڑھ دیا ہے؟

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر!جو کچھ پہلا بجٹ تھا اور اس میں جو کچھ کہا گیا وہی پھر دوسرے، تیسرے اور اب چوتھے میں بھی دہرا دیا گیا۔ میں آپ کے سامنے چند ایک چیزیں رکھتا چلوں کیونکہ کافی لمبا یہ سلسلہ ہے۔2008 میں بھی یہ کہا گیا تھا کہ 350 میگاواٹ بجلی صوبہ پنجاب میں پیدا کرنے کے لئے بجٹ مہیا کر دیا گیا ہے اور اس سال پیدا کر دی جائے گی، بعد میں بھی یہی ہوا۔اسی بجٹ میں بھی ملاحظہ فرمالیں کہ یہی لکھا گیا ہے کہ 250 میگاواٹ بجلی پیدا کی جائے گی۔ یہ ایک نوید دی جاتی ہے کہ صوبہ پنجاب جسے مرکز کی طرف سے اوراٹھارہویں ترمیم کے لحاظ سے بھی صوبہ پنجاب کو 500 میگا واٹ تک بجلی پیدا کرنے کی اجازت بھی ہے اور فنڈز بھی ہیں لیکن فنڈز کی utilizationکے لئے،ایک

confidence develop ہوتی ہے، بیوروکریسی اور ٹیکنوکریٹس میں ایک capacity building کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے ساڑھے تین سال کے اندر یہ انتظامیہ کسی طور پر بھی ان میں یہ confidence develop نہیں کر پائی کہ اتنا بڑا بجٹ جب انہیں مہیا کیا جائے تو وہ کچھ deliver کر سکیں۔

جناب سپیکر! اس بجٹ سے پہلے Prebudget سیمینار ہوا تھا جس میں ہمارے حکومتی اور اپوزیشن بنچوں کے تمام ساتھیوں نے اپنی تجاویز اور معروضات پیش کی تھیں جنہیں یہاں پر بیٹھ کر اس وقت کے وزیر خزانہ جو آج اپوزیشن بنچوں پر بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے note فرمایا تھا۔ ان کے note ہونے کی وجہ سے ان کی تحاریر کو گھاس نہیں ڈالا گیا یا پہلے کی روش کو جاری رکھا گیا۔ Pre-budget سیمینار کی reflection اس بجٹ کے اندر کہیں بھی نظر نہیں آتی جو کہ آنی چاہئے تھی ورنہ یہ ایوان ایک معنی خیز تقاریر کے لئے اور نتیجہ آمد exercise کے لئے بنا ہوا ہے جو کہ 9 کروڑ کے قریب لوگوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہے جسے عوام نے اپنا اعتماد دیا ہوا ہے۔ ہر نمائندہ جو کسی Chair پر بھی یہاں تشریف فرما ہے، جناب عالیٰ کی مقتدر Chair سے لے کر یہاں پر بیٹھے ہوئے 371 معزز ممبران ذمہ دار ہیں جو بڑی ذمہ داری سے اپنے حلقوں کے بارے میں اپنے تجربات سے عرض کرتے ہیں۔ لکھا جاتا ہے اور وقت دیا جاتا ہے اور پھر ان کے perks and privileges اس بجٹ کے لئے ملتے بھی ہیں لیکن جب بجٹ بنتا ہے تو ان کی reflection اس میں کیوں نظر نہیں آتی؟ اس کی وجوہات اس سال تو نظر آ رہی ہیں کیونکہ بجٹ بناتے وقت اس قسم کی صورتحال یہاں پر نظر آئی تھی کہ بجٹ بنانے کے لئے غالباً مرکز سے کسی سینیٹر کی خدمات لی گئیں، پھر اس کی بریفنگ کے لئے ہمارے سینئر یہاں پر تشریف لائے، پھر اسے پڑھنے کے لئے ایک وزیر صاحب سے دوسرے وزیر صاحب تک skip ہوتا رہا اور جب اتنے زیادہ مراحل طے کرنے تھے تو ایسے میں ساری کی ساری ترجیحات گم ہو جاتی ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ good governance کے لئے صرف دعویٰ کافی نہیں ہوتا بلکہ on ground کچھ نظر آنا چاہئے اور اس بارے میں آگے عرض کرتا چلوں گا۔

جناب سپیکر! میں صرف ان papers کا ذکر کروں گا اور پھر اس کے بعد میں آؤں گا کہ اس بجٹ سے متعلقہ کچھ papers اور چیزیں یہاں آ چکی ہیں۔ آڈیٹر جنرل کی رپورٹ میں ہے کہ قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر چودھری نثار علی خان نے محنت کر کے 70۔ارب روپے کی recovery وہاں سے کرائی جس کا وہ بہت pride لیتے ہیں اور اسے ایک authentic document کہتے ہیں۔ اسی

آڈیٹر جنرل کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ صوبہ پنجاب کے اندر پچھلے بجٹ میں 40۔ارب روپے قابل اعتراض اخراجات ہیں جو نہیں کرنے چاہئیں تھے۔ اگر اس رپورٹ کے ایک حصے سے چودھری نثار علی خان pride لیتے ہیں تو دوسرے حصے کے لئے ہم عرض کریں گے کہ پچھلے سال جو ہو گیا سو ہو گیا لیکن اس سال کا جو بجٹ ہے جو کہ مجموعی طور پر موجودہ حکومت کا چوتھا بجٹ ہے تو 1500۔ارب روپے یہ خرچ کر چکے ہیں اور ان کی جیبوں میں گیا disburse کرنے کے لئے اور 655۔ارب روپے کا بجٹ اس دفعہ دیا گیا ہے۔ اس کو ملا کر یہ 2000۔ارب روپے سے زیادہ کا بجٹ ہو جائے گا لیکن اگر عوام اس بجٹ کے استعمال ہونے کے بعد، صرف تقاریر پر نہیں اس کا reflection مال روڈ پر نظر آ جاتا ہے کہ کلر کس 24 گھنٹے، 12 مہینے ہڑتالوں پر ہیں، ڈاکٹرز ہڑتالوں پر ہیں اور پولیس والے ہڑتالوں پر ہیں۔ میں امن وامان کی صورتحال کے بارے میں بتاؤں گا کہ آج پولیس والوں نے ہائیکورٹ میں ایک رٹ کی ہے جس کے بارے میں آپ کے حضور عرض کروں گا۔

جناب سپیکر! ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے بجٹ کے بڑے دعوے کئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اغیار کی امداد نہ لینے کا بھی یہاں پر اپنے عزم کا اعادہ کیا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ 655۔ارب روپے میں سے 435۔ارب روپے غیر ترقیاتی بجٹ ہے اور 220۔ارب روپے ترقیاتی بجٹ کے لئے ہیں۔ 65 فیصد غیر ترقیاتی اور 33 فیصد ترقیاتی بجٹ ہے تو اس 33 فیصد بجٹ سے کیا ترقی ہو گی جبکہ ریونیو recover کی short fall ان کی اپنی کتب کے اندر 30 فیصد پچھلے سال تھی اور utilization of funds کی percent short fall 40 ہے۔ 40 percent utilization تک کم ہو رہی ہے اور ریونیو collection میں دلچسپی کوئی نہیں ہے اور پھر مسائل اور وسائل کو couple کرنے کے لئے جس دانائی کی ضرورت ہے وہ collective wisdom اس ایوان کے اندر موجود ہے جو کہ اپوزیشن کو ملا کر ہوتی ہے۔ اس collective wisdom کے لئے ہم حاضر ہیں اور ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ہم decency سے باہر نہیں جانا چاہتے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اگر پنجاب برباد ہوتا چلا گیا تو لوگ انہیں ہی نہیں بلکہ ہمیں بھی مطعون کریں گے کہ تم لوگ وہاں پر بیٹھے ہوئے تھے اور تم نے بات نہیں کی۔

جناب سپیکر! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ 2008 میں غیر ملکی سرمایہ داروں کو خط لکھ کر یہاں سے بھگا دیا گیا۔ یہاں سے ماسٹر ٹرانزٹ، آئی ٹی سنٹر اور مبارک سنٹر والے چلے گئے۔ اب انہیں دوبارہ لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ foreign investment کی ایک پائی بھی اس صوبے میں نہیں آ

رہی ہے جبکہ یہ صوبہ پاکستان کا pride اور دل ہے۔ پاکستان کے دل و دماغ پر کسی کو اعتماد نہیں رہا ہے، جب کسی کو اس پر اعتماد نہیں ہے تو وہ اس دھڑکتے دل کی دھڑکن سنے گا اور نہ ہی اس دماغ کے فیصلوں پر عمل کرنے کے لئے قریب آئے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج سے تین سال پہلے 2008 میں اعلان کیا گیا کہ آنے والی نسلوں کے لئے قرض کا بوجھ چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ یہ printed ہے اور 2011 میں سرکاری اعداد و شمار بتا رہے ہیں کہ پنجاب تقریباً 500۔ارب روپے کا مقروض ہو چکا ہے۔ان کا تین سال قبل کا دعویٰ،ان کو تین سال کا ٹائم مل جانا اور اتنا ٹائم مل جانے کے بعد جبکہ ان کا اپنا دعویٰ ہے کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو مقروض چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ ہم ان کے ساتھ ہیں، بے شک ہم اپوزیشن میں بیٹھے ہیں لیکن ہم صوبائی اسمبلی کے ممبرز ہیں، ہم legislators ہیں اور مسلم لیگ (فنکشنل) کے سب ساتھی بھی یہاں بیٹھے ہیں۔ ہمارا دست تعاون دراز ہے لیکن اس کام کے لئے جس سے عوام کی بہتری ہو۔ ان معاملات میں ہم دست کش ہو جائیں گے جن معاملات میں ہمیں عوام کے حقوق پر تلوار چلتی نظر آئی۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ پنجاب کے عوام کو اس قرضہ جات سے نکالنے کے لئے کیا پلان ہے جو اس میں reflect کر رہا ہے؟ یہ بجٹ پڑھا گیا اور بتایا گیا کہ صوبہ 500۔ارب روپے کے لگ بھگ مقروض ہے۔ اندرونی قرضہ جات 84.5۔ارب روپے اور بیرونی قرضہ جات 15.5۔ارب روپے ہیں۔ ان قرضوں کے بوجھ سے نکالنے کے لئے کون سا پلان دیا گیا ہے؟ ایک surplus صوبہ جو deficit میں جا رہا ہے اس نے سدا deficit میں نہیں رہنا ہے۔ بہت دیر سے یہ پارٹی حکمرانی میں رہی ہے، 1985 سے پنجاب کی قسمت میں ان کی حکمرانی لکھی ہوئی ہے لیکن یہ deficit کا جو ڈول ہے، کشکول کو توڑے جانے کا دعویٰ لوگوں کو اس طرح محسوس ہو رہا ہے کہ کشکول توڑا نہیں گیا بلکہ اس کا سائز بڑا کر دیا گیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس چھوٹے کشکول کو توڑ کر بڑا بنانے کے عمل کو روکا جائے اور یہ کشکول نہ ہو تو اچھا ہے۔اس کے لئے میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ فیصل آباد یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اقرار احمد خان نے 11۔جون کو بڑے فخر سے کہا ہے کہ بیرونی امداد سے ہم 160 منصوبوں پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ یہ زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں اور یہ ان کی statement ہے جبکہ ہمارے وزیراعلیٰ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں اغیار کی کوئی مدد نہیں چاہئے۔ مجھے بتائیے کہ 160 منصوبہ جات جو زراعت سے متعلق ہیں ان کا کیا

مستقبل ہے؟ میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ یہ documents بول رہے ہیں اور میں documents کو پڑھ کر اپنی زبان سے دہرا رہا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ پڑھتے جائیں، وہ جواب دیں گے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جی، بالکل۔ وہ ہمیں جواب دے دیں لیکن پنجاب کے عوام کو جواب نہ دیں بلکہ کچھ کر کے دکھائیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: وہ جواب دیں گے جس سے آپ مطمئن ہوں گے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر!11۔جون کو ایک قومی اخبار میں سفارتخانے کے ایک امریکی اہلکار کے حوالے سے بیان شائع ہوا کہ پنجاب میں امریکی امداد سے چلنے والے تمام پراجیکٹ معمول کے مطابق جاری ہیں اور پنجاب حکومت کی جانب سے کسی منصوبے کو روکنے کے لئے ہمیں کوئی لیٹر نہیں ملا ہے۔ یہ روزنامہ "جناح" کی authentic رپورٹ ہے۔

جناب سپیکر: آپ ماضی کی طرف جا رہے ہیں، مستقبل کی بات کریں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! میں اب کی بات کر رہا ہوں۔ اب کہا جا رہا ہے کہ اغیار کی مدد نہیں لیں گے اور میں بجٹ سے related بات کر رہا ہوں۔ اگر امریکن غیر نہیں ہیں تو پھر کہہ دیا جائے اور اگر وہ اغیار ہیں تو پھر ان کو یہ چٹھی اب تک کیوں نہیں لکھی گئی کہ اپنے منصوبہ جات یہاں سے wind up کریں؟ پنجاب میں 54۔ارب روپے سے محکمہ آبپاشی کے 14 منصوبے چل رہے ہیں۔ غیر ملکی امداد نہ لینے سے ان منصوبوں کا مستقبل کیا ہو گا؟ وزیر خزانہ wind up speech میں ضرور بتائیں۔ میرا ایک سوال ہے کہ 64۔ارب روپے کے آبپاشی کے 14 منصوبوں کا مستقبل کیا ہے اور یہ کیسے مکمل ہوں گے؟ بجٹ میں کہا گیا کہ 200۔ارب روپے سے زیادہ کا سیلاب میں نقصان ہوا۔ ایک نہایت ہی دکھی اور دردناک داستان ہے کہ سیلاب کے آنے سے پندرہ دن پہلے وارننگ کی گئی۔ لوگوں کو low lying areas سے ہمیشہ نکال لیا جاتا ہے اور قریبی سکول، عمارتیں، ہسپتال، ڈسپنسریوں کے برآمدے خالی کئے جاتے ہیں اور مخیر حضرات آگے آتے ہیں۔ جب سیلاب گزر جاتا ہے تو لوگ low lying areas میں پھر چلے جاتے ہیں۔ اس دفعہ پندرہ دن پہلے Meteorological Department کی وارننگ تھی۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سیلاب کمیشن کی رپورٹ سندھ اسمبلی اور خیبر پختون خواہ اسمبلی میں پیش ہو گئی یہاں پر ہم سب لوگ ان کے نمائندے بیٹھے ہیں۔ صحیح طریق کار تو یہ

ہے کہ اگر کسی سے اختلاف ہو تو قانونی طریقہ استعمال کیا جائے لیکن یہاں سے تو cross کرتے ہوئے یا walk کرکے دوسری chair پر جاتے ہوئے بھی دیر نہیں لگائی جاتی۔ ان تمام حوالوں سے بھی ہم لوگوں کے rights کے custodian ہیں۔ یہ جو جسٹس منصور علی شاہ کی سیلاب کمیشن کی رپورٹ ہے اور میں آج کا اخبار ساتھ لے کر آیا ہوں جو میں جناب کی نذر کرتا ہوں۔ اس میں لکھا ہے کہ:

> Punjab rewards officer found guilty by Judicial Commission. Officer says, he is not the only one to be blamed.

میں یہ خبر آپ کی نذر کرتا ہوں۔ یہ 11۔اپریل کو ہوم سیکرٹری کو دے دی گئی۔ 11۔اپریل سے لے کر اب تک کمیشن نے ساری رپورٹ آج چھاپ دی ہے۔ یہ اخباروں میں تو چھپ گئی ہے لیکن اس ایوان کے ممبران کے نصیب میں اور ان کی آنکھوں کی بصارت کے قابل نہیں تھی۔ یہ کیوں آنکھوں کی بصارت کے قابل نہیں تھی؟ کہا جاتا ہے کہ کمیشن مرکز میں نہیں بنایا جاتا تو پھر یہ کیوں چھپا رہے ہیں، کیا مسئلہ ہے اور اس کو کیوں چھپایا جا رہا ہے؟ وہ سیکرٹری جس کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا اس کو سیکرٹری انرجی لگا دیا گیا، اس کو elevate کر دیا گیا اور وہ کہتا ہے کہ not the only one to be blamed تو اس سے پوچھا جائے کہ who is the second, who is the third and who is the fourth man? (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں یہاں پر mismanagement کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ believe کرتا ہوں کہ چونکہ جناب وزیراعلیٰ کی پارٹی پاکستان میں overall political dust weeping میں آئی ہوئی ہے اور ان کو سارا کچھ سنبھالنا پڑتا ہوگا لیکن ان کو ٹائم دینا چاہئے اور پنجاب کے لئے اچھی ٹیم مرتب کرنی چاہئے۔ ہم اپوزیشن والے یہ نہیں چاہتے کہ یہ سیاسی طور پر برباد ہو جائیں کیونکہ ان کی سیاسی طور پر بربادی اگر ڈیڑھ سال مزید ہوئی تو وہ پنجاب کی مکمل بربادی ہوگی۔ یہ سیاسی طور پر سنبھل جائیں۔ اگر یہ سنبھلتے ہوئے نظر آئے تو یہ good governance ہوگی۔ اگر یہ good governance ہوگی تو good management ہوگی، اگر financial management ہوگی تو اس کی disbursement of account بھی properly ہوگی۔ اگر properly disbursement of account ہوگی تو پھر یہاں on ground projects بھی نظر آئیں گے۔ صوبہ پنجاب اگر پھلتا پھولتا اور بڑھتا ہوگا تو پھر اپوزیشن کے لوگ بھی خوش ہوں گے۔ وہ اس لئے خوش ہوں گے کہ ہم یہاں کے باسی ہیں۔ یہاں table turn ہوتے دیر نہیں لگتی لیکن یہ سب لوگ جو

یہاں بیٹھے ہیں یہ proper طریقے سے اِدھر آئیں یا یہ proper طریقے سے ہی اُدھر جانا چاہتے ہیں۔ ان میں سے کسی بھی قسم کی لوٹا کریسی کے ذریعے اُدھر جانے والا کوئی نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اب یہ دیکھئے کہ 2008 میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ 350 میگاواٹ بجلی بنائی جائے گی اور اس میں لکھا گیا کہ 200 ڈیمز بنائے جائیں گے۔ پچھلے سال کا ریکارڈ گواہ ہے۔ بجٹ کی speech منگوا لیں 200 سال ڈیمز کے لئے 20 کروڑ روپیہ رکھا گیا۔ اب یہاں پر کوئی بھی کابینہ کا ممبر بتائے کہ 20 کروڑ روپے میں 200 سال ڈیمز بنائے جا سکتے ہیں، یہ 20 کروڑ روپیہ کہاں استعمال ہوا اور کس نے کیا؟

معزز ممبران حزب اختلاف: شیم، شیم۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آج بھی 200 ڈیمز بنانے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور وہ 200 ڈیمز اس دفعہ 16 کروڑ روپے میں بننے ہیں۔ پتا نہیں کیا ہوا ہے، سیمنٹ سستا ہو گیا ہے یا ریت سستی ہو گئی ہے۔ پچھلے سال 20 کروڑ روپے میں 200 ڈیمز بننے تھے اس سال وہ 16 کروڑ روپے میں بننے ہیں۔ اتنی رقم میں swimming pools تو بن سکتے ہیں ڈیمز نہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: swimming pools پر بھی ٹیکس لگا دیا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! اب میں لاء اینڈ آرڈر پر بات کروں گا۔ اس سے پہلے میں ایک استدعا کرنا چاہتا ہوں چونکہ لاء منسٹر صاحب بھی تشریف فرما ہیں اور سینئر مشیر سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب بھی تشریف فرما ہیں جسٹس منصور علی شاہ کی جو سیلاب کے حوالے سے رپورٹ ہے اس کو جلد سے جلد ایوان میں پیش کیا جائے۔ بیوروکریسی نے یا جس نے بھی بربادی کا طوق حکومت کے گلے میں ڈالا ہے ان کے ساتھ یہ properly deal کریں۔ لاہور میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال انتہائی خراب ہو چکی ہے کہ "آج" ٹی وی کے ایک critic اور یا مقبول جان جو مکمل data کے ساتھ بات کرتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ پنجاب میں جرائم کی شرح بہت بڑھ گئی ہے ان کے مطابق 13,000 ڈکیتیاں اور چوریاں پنجاب میں ایک دِن کے اندر ہو رہی ہیں۔ یہ اس قسم کی صورتحال ہے، جنگل کا قانون ہے۔ پہلے لوگ چور، ڈاکوؤں کے ڈر سے کہتے تھے کہ باہر جائیں تو کوئی valuable ساتھ لے کر نہ جائیں لیکن اب تو وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کوئی valuable نہیں لے کر جائیں گے تو وہ آپ کو مار دیں گے، تھوڑے بہت valuables ڈاکوؤں کو دینے کے لئے ساتھ لے کر جائیں۔ اب اگر کوئی ڈکیت ملتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ ڈاکو بھائی جان یہ ایک موبائل اور تھوڑے سے پیسے ہیں یہ آپ لے لیں اور مجھے گھر جانے دیں، میرے بچے انتظار کر رہے ہیں۔ اس وقت یہ صورتحال ہو چکی ہے۔ یکم جون سے Elite Training

Centre کی بجلی منقطع ہے اور یہ خبر اخبار میں آچکی ہے۔ یہ بھی میں آپ کو پیش کر دوں گا جس میں انہوں نے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ ''ایلیٹ ٹریننگ سنٹر کی بجلی کٹی ہوئی ہے terrorism کے خلاف ٹریننگ کا پیریڈ شروع ہوا تھا جو ڈسٹرب ہو گیا ہے اور ہم بالکل ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔'' یہ ان کی ہائیکورٹ کی رِٹ ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر بہت اہمیت کا حامل ہے، لوگ بھوکا تو رہ لیتے ہیں، اچار یا پیاز کے ساتھ بھی روٹی کھا لیتے ہیں کہ حکومت نے ہمیں جان و مال کا تحفظ دیا ہے۔ ہماری اولاد محفوظ ہے، ہمارے اثاثے محفوظ ہیں ہماری عزت محفوظ ہے مگر یہاں پر کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال۔ کسی کی اولاد محفوظ ہے نہ کسی کی عزت اور یہ سب vagabonds کی وجہ سے ہے ان سے نمٹنے کے لئے extra judicial killing ہو رہی ہے جو ان کو مزید demoralize کر رہی ہے۔ اب دیکھیں کل جو ایک ڈی ایس پی گرفتار ہوا ہے اس کے گرفتار ہونے سے پتا چلتا ہے کہ ان کو کیا direction ملتی ہے۔ اگر عدالتیں آزاد ہو چکی ہیں تو پھر عدالتوں پر انحصار کرنے کے لئے ڈکیتوں کو پکڑ کر عدالتوں کے حوالے کیوں نہیں کیا جاتا، پولیس خود کیوں اپنے فیصلے صادر فرماتی ہے؟ کوئی achieve targets نہیں کئے گئے۔ اہداف مقرر کرتے وقت یہ خیال رکھا جانا چاہئے کہ ہم نے اس ہدف کو حاصل کرنا ہے اور اگر ہم حاصل نہ کر سکے تو پھر اس پر ایکشن ہونا چاہئے۔ Treasury benches میں ابھی بھی کچھ باضمیر لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ کیوں نہیں ہو سکا، ہمیں بتائیں، ہم سے پوچھا جائے گا اس لئے ہدف مقرر کرتے وقت financial management کی جائے اور capacity building کر کے اپنے اداروں کے مقرر کردہ اہداف حاصل کئے جائیں۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ریونیو میں 30 فیصد shortfall کیوں ہے؟ وزیر اعلیٰ صاحب کا ایک بیان تھا کہ ہمیں Divisible Pool سے 500۔ ارب روپے آرہے ہیں یہ سارا کا سارا فراڈ ہے، یہ بیان دیا گیا تھا لیکن یہ فراڈ ہونے کے باوجود اس پر ہی بجٹ بنا دیا گیا اور یہ فراڈ آگے پنجاب کے عوام کو ٹرانسفر کر دیا گیا ہے، یہ کیوں کیا گیا ہے؟ وزیر اعلیٰ کا بیان on record ہے کہ جو divisible pool کی رقم ہے وہ ساری ہیرا پھیری ہے، اگر Divisible Pool کی رقم ہیرا پھیری ہے تو اس ہیرا پھیری کی رقم کے بل بوتے پر یہ سارا بجٹ کیوں بنایا گیا ہے؟

جناب سپیکر! اب میں زراعت کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ زراعت کے لئے 3۔ ارب 40 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس گئے گزرے دور میں بھی 40 percent employed work force ہے جو کہ زراعت والوں نے سنبھالی ہوئی ہے۔ جہاں نوکریوں پر قدغن لگی ہوئی ہے لیکن پھر بھی زراعت روزگار مہیا کرتا ہے۔ میں یہ exact

زراعت 45 percent employed work force کو supply کر رہا figure دے رہا ہوں کہ ہے۔ زراعت بہت ہی زیادہ توجہ طلب ہے، میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ یہاں پر ہمارے وزیر زراعت تشریف فرما ہیں وہ اس پر غور فرمائیں کہ ان کی سیڈ کارپوریشن کیا کر رہی ہے، کتنے seeds ہیں؟ ساری دنیا میں اگر خوراک میں revolution آیا ہے تو وہ سیڈ کی وجہ سے آیا ہے، سیڈ انڈسٹری آج سے چار سال پہلے جہاں کھڑی تھی وہیں کی وہیں کھڑی ہے۔ ایک پرائیویٹ شوگر مل جس کا نام 'شکر گنج شوگر مل' ہے انہوں نے برازیل کی ایک کمپنی کے تعاون سے 36 varieties دے دی ہیں اور ان تین سالوں کے اندر ہمارے گنے کی ایک بھی variety نہیں آئی۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سیڈ کارپوریشن کے گندم میں جو اعداد و شمار ہیں ان سے ہم کوسوں دور کھڑے ہیں۔ میں یہ عرض کرتا چلوں کہ تین سالوں میں پنجاب کی آبادی میں ایک کروڑ 20 لاکھ کا اضافہ ہوا ہے جبکہ ان تین سالوں میں چنے کی پیداوار میں 30 فیصد کمی آئی ہے، دالوں کی پیداوار میں 24 فیصد کمی آئی ہے، کپاس کی پیداوار میں 10 فیصد کمی آئی ہے، چاول اور مکئی کی پیداوار میں بھی کمی آئی ہے اور گندم کی پیداوار میں صرف 0.5 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ تین سالوں میں آبادی کی شرح 8.8 فیصد ہے اور گندم کی پیداوار میں 0.5 فیصد اضافہ ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کئی سالوں کے انقلاب کے بعد سحر آئی اور approved variety ملی مگر اس کے بعد کوئی variety نہیں آئی، اس کے علاوہ non approved variety دینے کا جو رواج ہے اسے ختم کیا جائے۔ گندم کی فی ایکڑ پیداوار تیزی سے گر رہی ہے جس کی تباہی کے اثرات چند سالوں کے بعد آئیں گے۔ سیڈ ڈیپارٹمنٹ کے لئے hybrid seed بنائے جائیں، سیڈ کے لئے ٹیکنالوجی مہیا کی جائے اور سائنسدانوں کو پیسے دیئے جائیں، ریسرچ ونگ کی تشکیل نو کی جائے کیونکہ ان کو جو پیسے دیئے جاتے ہیں اس سے تو تنخواہیں بھی پوری نہیں ہوتیں، اگر ان کی تنخواہیں پوری نہیں ہوں گی تو انہوں نے ریسرچ کس چیز پر کرنی ہے؟ میں زراعت کی منسٹری کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتا، میں یہ کہتا ہوں کہ بجٹ بنانے والے آدمی کو کیا پتا کہ جب کوئی بندہ فیض پور ٹول پلازہ cross کرتا ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے۔ اگر انہوں نے ٹیکنو کریٹس لینے ہیں تو یہاں سے لیں۔ وزیر زراعت کے ساتھ ان لوگوں کو بٹھائیں جن کے اوپر بیتتی ہے، جن کو پتا ہے۔ آج GST کی بات کی جاتی ہے، DAP کی ایک بوری پر -/700 روپے GST ہے۔ خدارا اتنا بڑا ظلم۔ آگے پٹرول اور ڈیزل کی non-availability اس کو directly hit کرے گی آپ اس کو subsidize کرنے کے لئے ایک پیکج کے طور پر لیں۔ زراعت ایک complete unit ہے اس کے اندر forest بھی ہے اور وہ ان ہی زمینوں پر لگنا ہوتا ہے اس کا ایک

water management اور livestock بھی ہے اس کے اندر mega system ہونا چاہئے۔ بھی ہے۔ مجھے پچھلے دنوں ایک معزز سیکرٹری زراعت نے بتایا کہ وہ اس پر کام کر رہے ہیں۔ میں نے اس پر تھوڑی سی بریفنگ بھی لی اور ان سے درخواست کی کہ وہ باقی ممبران کو بھی اس پر بریفنگ دیں جس پر انہوں نے agree کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ drip irrigation and sprinkler irrigation کے اوپر کام کر رہے ہیں اور جو کچھ انہوں نے بتایا ہے وہ قابل ستائش ہے، اگر کوئی اچھا کام ہو تو اسے سراہنا چاہئے لیکن جب تک وہ on ground نہیں ہو گا اس وقت تک ہمارا دِل بھی اس بات پر بھروسہ نہیں کرے گا جس طرح پنجاب میں foreign investors بھروسہ نہیں کر رہے۔

جناب سپیکر!! میں یہ عرض کرتا چلوں کہ اب hybrid seed کا زمانہ ہے vegetables کی shortage صرف اس وجہ سے ہے کہ ہمارے پاس vegetable seed obsolete ہے۔ ہمارے پاس وہ Vegetable seed ہے جو احمد شاہ ابدالی، نادر شاہ درانی کے دور میں کھیرے اور خربوزے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اب hybrid اور high yield کا دور ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں یہ تجویز دیتا ہوں کہ forest کی کمی دور کرنے کے لئے social farm forestry introduce کروائی جائے۔ Social farm forestry میں آپ کم از کم 2 فیصد کسانوں کو کوئی incentive دیں ان کو educate کریں یا پھر ان سے counseling کریں کہ وہ اپنی زمین کے 2 فیصد رقبے پر forest لگائیں جو کہ ultimately ان کے لئے ایک کمیٹی ہو گی۔

جناب سپیکر! لائیو سٹاک کے متعلق میں عرض کروں گا کہ ہماری بھینسیں جن کو ہم black gold کہتے ہیں اور ساہیوال نسل کی بھینس کو ہم red gold کہتے ہیں۔ اس کے متعلق آج کل اخبارات میں اشتہارات بھی آ رہے ہیں۔ Black gold یا red gold کی separate genes maintain نہ ہونے کی وجہ سے تیزی سے deterioration ہو رہی ہے intensive inbreeding دودھ اور گوشت کی yield کے اندر زبردست انحطاط کا باعث بن رہی ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی گزارش کی تھی اور آج پھر یہ بات کہوں گا کہ میری اس سلسلے میں انوار صاحب سے بھی بات ہوئی ہے، انہوں نے میری تجویز وائس چانسلر ایگریکلچرل یونیورسٹی کو پہنچائی ہے۔ میں نے وزیر زراعت سے بھی request کی ہے اور وہ اس کے لئے فنڈ دینے کے لئے بھی تیار ہو گئے ہیں لیکن میری ان سے یہ بھی گزارش ہے کہ یہ ان کی معاونت بھی فرمائیں۔ ہمارے male heifers یا calves ہوتے ہیں وہ سارے ایک ماہ کے اندر کٹ جاتے ہیں۔ دو سال کے اندر جس جانور سے ایک ٹن meat achieve

کرنا ہوتا ہے وہ تقریباً 15 سے 20 کلو گرام پر کٹ جاتا ہے۔ Female کو کوئی نہیں کاٹتا sex semens میں دنیا نے بڑی ترقی کی ہے اور اس کی بڑی simple technology ہے۔ آپ اسے buffalo میں لے آئیں، red gold میں لے آئیں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس دن آپ یہ sex semens یہاں introduce کروائیں گے اس کے تین سال کے اندر اندر دودھ اور گوشت کے معاملے میں نہ صرف آپ surplus ہو جائیں گے بلکہ export کے قابل بھی ہو جائیں گے اور بہت بڑے exporters میں شمار ہوں گے۔

جناب سپیکر! اب میں water management کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ نہری کھالے جو پرانے بنے ہوئے ہیں وہ تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ آپ اپنی management کے اندر کوئی ایسی صورت پیدا کریں جو نئے کھالے بنانے کے ساتھ ساتھ پرانے کھالوں کو بھی درست کریں۔ کھالے بنانے پر پتا نہیں کیوں پابندی لگائی ہوئی ہے؟ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا زراعت ایک مسلسل عمل نہیں ہے اور اگر یہ مسلسل عمل ہے تو پھر یہ تزئین و آرائش کے علاوہ اپنی تکمیل کے مراحل تک پہنچنے کے لئے تھوڑی بہت "ٹیپ" بھی مانگتا ہے۔ میں آپ کا اشارہ سمجھ گیا ہوں، مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ بطور پارلیمانی لیڈر تھوڑا سا privilege حاصل ہو گا کہ میں یہاں پر suggestions دے سکوں۔ تاہم جب بھی آپ حکم صادر فرمائیں گے میں اپنی تقریر بند کر دوں گا۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جس طریقے سے زکوٰۃ بند کی گئی ہے، نہری کھالے بند کئے گئے ہیں، یہ rocket science کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی کہ غربت دور کرنی ہے، زکوٰۃ بند ہے، نوکریاں بند ہیں، غربت دور کرنے کے آپ کے پاس اور کون سے ذرائع ہیں؟ Water management کرنی ہے تو کھالے بنانے بند کر دیئے ہیں، جو چیزیں چاہئیں وہ بند کی جا رہی ہیں۔ میں چند باتیں اور بھی کرنا چاہتا تھا لیکن وقت کے گلے پر آپ کی چھری چلنے سے پہلے میں تھوڑا سا آگے جانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! اب میں تعلیم کی طرف آتا ہوں۔ تعلیم عقل کو polish کرتی ہے، کسی کے پاس جو بنیادی wisdom ہوتی ہے اس کو بھی اگر optimum لے کر جانا ہوتا ہے تو اس کے لئے تعلیم بہت ضروری ہے۔ شیخ سعدیؒ نے ایسے موقع کے لئے کہا تھا کہ "بزرگی بہ عقل است نہ بسال است" یہ عمر سے نہیں عقل سے ہوتی ہے اور عقل کو optimum level پر لے کر جانا ہو تو اس کے لئے تعلیم ضروری ہوتی ہے لیکن یہاں پر تعلیم کے لئے وزیر ہی نہیں ہے، کوئی full time وزیر ہوتا تو اس پر کام کرتا۔ اتنے

اہم شعبے کا وزیر ہی نہیں ہے جو اس کو بجٹ بنانے میں مدد دیتا۔ جس بے چارے لاوارث محکمے کا وزیر نہیں ہے اس کے حقوق کا تحفظ کس نے کرنا تھا؟ اس کے حقوق کا تحفظ محکمہ مواصلات و تعمیرات کا وزیر کیوں کرے گا، اس کا تحفظ زکوٰۃ کا یا بیت المال کا وزیر جس نے زکوٰۃ ہی تقسیم نہیں کرنی وہ تعلیم کا تحفظ کیوں کرے گا؟ آپ نے اگر کسی محکمہ کو چلانا ہے تو اس کے لئے کسی کو ذمہ دار بنائیے، کسی کو وزیر بنائیں پھر اس کو پیار سے سمجھائیں پھر بھی اگر وہ کام نہیں کرتا تو اس کے کان پکڑوائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر اس وقت 63ہزار سرکاری سکولوں میں 65فیصد بنیادی سہولیات میسر نہیں جبکہ اس کے مقابلے میں ایک دانش سکول ایک ارب روپے میں مکمل ہوتا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہوگی کہ تعلیم سے اس قسم کا مذاق بند کیا جائے۔ صوبہ پنجاب 50ہزار سائنس ٹیچروں کی کمی کا شکار ہے۔ میڈیا کی موجودگی میں یہ بات چیخ چیخ کر کہوں گا بلکہ میں یہ کہوں گا کہ کوئی بھی اس پر بات کرے گا تو بات کرنے سے پہلے وہ یا تو روئے گا یا پھر چیخ چیخ کر کہے گا کہ 50ہزار سائنس ٹیچروں کی shortage ہے۔ پنجاب کے یہ بچے سائنس کی اے بی سی اور litmus paper کو سمجھنے کے قابل نہیں ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کو یہ ساری سہولیات کیوں باہم نہیں پہنچائی جاتیں؟ 5۔ارب روپے سے آئی ٹی لیبارٹریاں بنائی گئیں لیکن اس کے لئے کوئی Instructor نہیں ہے اور وہ دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے dustbin بن چکی ہیں، check and balance نہ ہونے کی وجہ سے سارے وسائل ضائع ہو رہے ہیں۔ میں مختصراً یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اگر ان کو اپنی کارکردگی پر اتنا ہی فخر ہے تو یہ لوگ بلدیاتی انتخابات کیوں نہیں کرواتے؟ تین سال ہونے کو ہیں آج 23۔ارب روپے اس میں رکھے گئے ہیں، میرے ساتھی یہاں پر تشریف فرما ہیں، میری بہنیں بھی یہاں پر تشریف رکھتی ہیں، ہم نے اس پر کام کیا ہے۔ ہمارے یہ basic ادارے ہیں اور ہماری ٹریننگ کے لئے نرسریاں ہیں۔ ان کو آپ نے تین سال سے بند کیا ہوا ہے، بجائے اس کے کہ اس کے لئے دودھ کے nipple کا بندوبست کیا جاتا تاکہ وہ پروان چڑھیں لیکن ان کو ایک بڑا سا کمبل دے کر سلا دیا گیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: آپ نے میرے خیال میں ابھی ہیلتھ پر بھی بات کرنی ہے، ذرا جلدی کریں۔ ایک منٹ میں اپنی بات ختم کرلیں۔ مہربانی۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! بات تو بجٹ پر ہی ہونی ہے، میرے بعد بھی کسی نے بجٹ پر ہی بات کرنی ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر سب ڈویژن کے اندر سو، ڈیڑھ سو سے زیادہ elected نمائندے ہوتے ہیں جو کہ اس بجٹ کو disburse کرتے ہیں اور اس میں ان کی collective wisdom

شامل ہوتی ہے لیکن یہاں پر ایک ایڈمنسٹریٹر پر انحصار کیا جا رہا ہے اور یہ بہت بڑا question mark ہے جب وہ فائل لے کر آتا ہے تو 4:00 بجے کے بعد ملتا ہے اور پھر واپس چلا جاتا ہے اور پیسے لگا کر آ جاتا ہے، یہ بہت بڑا question mark ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی کہتا چلوں کہ جنوبی پنجاب کے مسائل کا حل صرف الگ صوبہ بنانے میں ہے۔ 11-2010 میں جو فنڈز رکھے گئے تھے بتایا جائے کہ وہ فنڈ کہاں پر استعمال ہوئے ہیں؟ ان منصوبوں کو identify کیا جائے جو پچھلے سال کاغذی صورت میں مکمل کئے گئے تھے۔ ییلو کیب سکیم کے بارے میں بھی عرض کروں گا ہمیں تو اس پر بہت سارے اعتراضات ہیں۔ بات یہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: مہربانی فرما کر repetition نہ کی جائے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! ییلو کیب کے بارے میں عرض کروں گا کہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ ایک مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)
یہی انتظامیہ جو ہے، یہی قیادت جو ہے یہ پہلے بھی ییلو کیب کے سوراخ سے ایک دفعہ ڈسی جا چکی ہے اور اب پھر دوبارہ وہاں پر انگوٹھا دے رہے ہیں۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے اگر گریجویٹ ٹیکسی ڈرائیورز بنانے ہیں تو پہلے بھی اس پر کوئی قانونی پابندی نہیں ہے۔ میں نے اس پر بہت سی باتیں کرنی تھیں۔ اعلانات واپس لینے کا جو سلسلہ ہے وہ کب شروع ہو گا کیونکہ جو بھی اعلانات کئے جاتے ہیں وہ واپس لینے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ ہم 350 میگا واٹ بجلی بنائیں گے، ہم آئی ٹی یونیورسٹی بنائیں گے، ہم truth commission بنائیں گے۔ اسی طرح ایک گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی جو کہ مالیات کا ایک قبرستان بن گیا۔ اسی طرح پھر سستی روٹی سکیم شروع کی گئی وہ بھی ایک فاؤنڈری بن گئی جس میں 44۔ ارب روپیہ جل کر راکھ ہو گیا۔ آپ کا حکم میرے سر آنکھوں پر میں نے بہت کچھ اور کہنا ہے لیکن۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو دو منٹ اور دیتا ہوں۔ جلدی کریں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔ آپ نے مجھے دو منٹ دے دیئے۔ میں بالکل irrelevant نہیں ہوتا، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ FBR کی طرز پر ریونیو اکٹھا کرنے کے لئے ہر سال الگ محکمہ بنانے کا اعلان کیا جاتا ہے اور ہر سال ہدف کے مقابلے میں ریونیو کم اکٹھا ہوتا ہے۔ آپ پچھلے سال کا بجٹ پڑھ لیں اور اس سال کا بھی پڑھ لیں، یہ الگ محکمہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ یہ بڑا simple سا ہے کہ FBR کی طرز پر ریونیو اکٹھا کرنے کے لئے الگ محکمہ بنایا جائے گا، یہ لکھ دیا جاتا

ہے لیکن ایک سال کے بعد ہمیں یہ نوید ملتی ہے کہ اس دفعہ 30 percent shortfall اور پچھلی دفعہ 35 percent shortfall تھا اور پتا نہیں کہ اگلے سال کیا ہونا ہے؟ ہر سال ترقیاتی بجٹ کا بمشکل 50 سے 60 فیصد استعمال ہوتا ہے اور اس دفعہ لاء منسٹر صاحب کی اپنی سٹیٹمنٹ ہے کہ اتنا ترقیاتی بجٹ استعمال ہوا ہے۔ میں یہاں پر صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکمران وہ اچھے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں اور وہ کرنے سے پہلے بہت اچھی طرح سوچتے ہیں۔ ایک مقولہ ہے کہ "پہلے تولو پھر بولو" ان کو تو یہ کہا جائے گا کہ پہلے تولو پھر بھی نہ بولو کیونکہ یہ اچھا نہیں بولیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کہاں ہے سستی روٹی، کہاں ہے فوڈ سپورٹ پروگرام، کہاں ہے گرین ٹریکٹر سکیم اور -/40 روپے فی کلو چینی بیچنے کا دعویٰ کہاں ہے؟ یہ آشیانہ سکیم جس میں 12 لاکھ روپے میں اس غریب آدمی کو گھر دینا ہے اور وہ بھی قرعہ اندازی کے ذریعے حالانکہ الائیڈ اور ایس اے گارڈن چار ہزار روپے مہینے میں گھر دے رہے ہیں۔ میں آج پیشن گوئی کر رہا ہوں کہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم بھی گرین ٹریکٹر اور فوڈ سپورٹ پروگرام کی طرح ایک شرمساری کا باعث بنے گی۔

جناب سپیکر! میں آخری بات کر رہا ہوں اور مجھے جناب کی توجہ چاہئے کیونکہ اگر آپ کی توجہ حاصل ہو گی تو کابینہ کی توجہ بھی حاصل ہو گی۔ میں اپنی محترم و مکرم کابینہ سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ چوتھا بجٹ ہے اور نومبر 2012 کو اسمبلیاں dissolve ہونی ہیں چونکہ پانچ سال پورے ہو جانے ہیں اور 8۔ فروری 2013 کو الیکشن ہونے ہیں۔ پندرہ ماہ رہ گئے ہیں لیکن ان کا جو پچھلے تین سال کا ریکارڈ ہے کہ بجٹ لیا اور اسے برباد کر دیا۔ یہ نہ کریں برباد، اس بجٹ کے 655۔ ارب روپے کو برباد کرنے سے یہ خود بھی برباد ہوں گے، پنجاب بھی برباد ہو گا اور لوگوں کا اعتماد بھی اٹھے گا۔

جناب سپیکر: آپ اچھی دعا مانگیں، ملک و قوم کے لئے اچھی دعا مانگیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں آخری بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے پانچ مرلہ تک کے گھروں کا ٹیکس معاف کیا تھا، یہ ان پر ٹیکس نہ لگائیں۔ ہم نے 1122 بنائی لہذا یہ موبائل اور گشتی ہسپتال بند کریں اور 1122 کو improve کریں۔ ان کے لئے میری یہ تجویز ہے کہ جس طرح ہم نے میٹرک تک تعلیم free کی تھی یہ BA تک تعلیم free کریں۔ ان کے لئے میری یہ بھی تجویز ہے کہ جس طرح ہم نے 12 ایکڑ تک ٹیکس معاف کیا تھا یہ 25 ایکڑ تک ٹیکس معاف کریں۔ یہ آگے چلیں، یہ لوگوں کو کھینچنے میں اپنی قوت صرف نہ کریں بلکہ صوبے کو آگے لے جانے کے لئے اپنی قوت استعمال کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: محبت تو بڑھانی چاہئے۔شکریہ۔جی، مخدوم سید احمد محمود صاحب!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اپنے ایمان سے بتائیں کہ تقریر اچھی تھی؟

جناب سپیکر: جی، آپ کی بڑی مہربانی۔شاباش۔اب آپ بیٹھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں [***] نہیں کر رہی بلکہ واقعی تقریر بہت اچھی تھی۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔اب مخدوم صاحب کا ٹائم ہے۔

مخدوم سید احمد محمود: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔میں سب سے پہلے تو کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے پنجاب اسمبلی میں چوتھا بجٹ پیش کیا ہے۔

MR. SPEAKER: Order please. Order Please. Order in the House

محترمہ! آپ کیا کر رہی ہیں؟ یہ مناسب نہیں ہے۔آپ بار بار interruption کرتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! یہاں بڑا غلط اور غیر پارلیمانی لفظ استعمال ہوا ہے۔ڈاکٹر صاحبہ مجھے بتائیں کہ [***] کا مطلب کیا ہوتا ہے؟

DR SAMIA AMJAD: [**********]

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: [***] کا لفظ کس نے استعمال کیا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ کے یہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے جائیں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب سپیکر: پلیز آرام سے بیٹھیں۔آپ کی مہربانی۔(قطع کلامیاں)

DR MUHAMMAD ASHRAF CHOHAN [**********]

جناب سپیکر: یہ سارے الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے جائیں۔محترمہ ڈاکٹر صاحبہ! آپ تشریف رکھیں۔ڈاکٹر صاحبہ! پلیز آپ تشریف رکھیں۔چودھری ظہیر الدین صاحب! پلیز آپ اپنے ساتھیوں کو سمجھائیں، اگر یہ کسی تقریر کے درمیان interruption کریں گے تو میں اس کو اچھا نہیں جانوں گا۔ جی، مخدوم صاحب!

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب والا! بہت بہت شکریہ۔ میں اس شور شرابے سے پہلے یہ کہہ رہا تھا کہ میں سب سے پہلے کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے پنجاب کا چوتھا بجٹ پیش کیا۔ان کے بجٹ پیش کرنے سے پنجاب حکومت کو ایک فائدہ ضرور ہوا کہ ان کے first image میں انہیں فائدہ ہوا ہے اور انہیں first image portray کرنے میں فائدہ ہوا ہے I wish all the best to Kamran Michael for a bright future. پنجاب اسمبلی میں اس حکومت کا یہ چوتھا بجٹ ہے اور میری اپنی رائے کے مطابق شاید ہمیں پانچویں بجٹ کا موقع نہ ملے اس لئے میں آج روایت سے ہٹ کر بجٹ پر بات کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان ایک بہت خطرناک دور سے گزر رہا ہے اور تمام ذی شعور پاکستانی اس وقت پاکستانی ہونے کے ناتے پاکستان کے حالات سے بہت زیادہ فکر مند ہیں۔ میں بطور سیاسی ورکر یہ دیکھ سکتا ہوں کہ موجودہ پولیٹیکل سسٹم میں لوگوں کا no confidence بڑھتا جا رہا ہے اور پاکستان میں موجودہ سیاسی جماعتوں کی مقبولیت میں کمی آتی جا رہی ہے اور پولیٹیکل سسٹم اور پولیٹیکل پارٹیوں پر جو عوام کا بھروسہ اور اعتماد ہے اس میں کمی آتی جا رہی ہے جو کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ جمہوریت کے لئے یا ملک کے لئے کسی طریقے سے بھی سود مند ہو لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ remaining silent is no longer an option اب ان حالات میں خاموش رہنا option نہیں ہے۔اب حکومت کو صحیح سمت میں ڈالنے کے لئے تمام پاکستانیوں کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا پڑے گا۔یہ نہیں ہو سکتا کہ پاکستان ڈوبتا چلا جائے، خدانخواستہ پاکستان زوال پذیر رہے اور ہم جیسے لوگ خاموش تماشائی بنے رہیں لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم تمام سیاسی اور سول سوسائٹی کے لوگ اپنے اپنے sphere میں رہتے ہوئے اپنی آواز بلند کریں اور حکومت کو باور کرائیں کہ وہ good governance کی طرف بڑھے۔

جناب سپیکر! میری نظر میں Corruption is the biggest issue in Pakistan and must be tackled head on. The reign of loot and plunder must stop. کرپشن نے پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا تو پہلے کیا ہوا تھا لیکن اب ان کھوکھلی جڑوں میں بھی کرپشن اس ملک کو تباہی کی طرف لے کر جا رہی ہے۔یہ House پنجاب کا نمائندہ ایوان ہے اس لئے ہمیں اس میں کرپشن پر debate رکھنی چاہئے میں قائد حزب اختلاف راجہ ریاض صاحب اور (ق) لیگ کے پارلیمانی لیڈر چودھری ظہیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ آپ کے چیمبر میں بیٹھیں اور ایک دن کرپشن پر debate رکھی جائے اور اس اسمبلی کو کرپشن پر کھل کر debate کرنی

چاہیئے، ہمیں کرپشن کو head on لینا چاہیئے اور ہمیں کرپشن روکنے کے لئے تجاویز مرتب کر کے حکومت کو دینی چاہئیں۔

The existing loot and plunder culture has lead to the degradation of the most national institutions. This must come to an end immediately and a process of rebuilding them must begin.

اس کرپشن کی وجہ سے ہمارے ادارے زوال پذیر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمیں اس degradation کو روکنا چاہیئے۔ قومی اداروں کو کرپشن سے پاک کرنے کے لئے ہمیں کوئی لائحہ عمل بنانا چاہیئے۔ پنجاب اور وفاقی حکومت کو کرپشن روکنے کے حوالے سے ایک مربوط پالیسی دینی چاہیئے اور اس پر کوئی compromise نہیں کرنا چاہیئے۔

جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ Real accountability should be number one priority starting with the high and mighty. اگر اس ملک کو بچانا ہے تو پھر آپ کو accountability کرنا پڑے گی اور جیسا کہ میں نے گزارش کی ہے کہ یہ high and mighty سے شروع ہونی چاہیئے۔ اس accountability کے نرغے میں جو بھی آتا ہو اسے بالکل نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ ہمیں اس ملک میں seriously accountability شروع کرنی چاہیئے اگر accountability شروع نہیں کریں گے تو آپ یقین مانیں، میری بات غور سے سن لیں کہ پھر عوام ہم سب کی accountability کریں گے اور اس میں پھر حق، ناحق سب مارے جائیں گے۔

جناب والا! میرا اگلا point یہ ہے کہ:

Rule of law must prevail. Same law for the weak as well as for the powerful.

معاشرے میں rule of law ہونا چاہیئے اور ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ بڑے چھوٹے کی تمیز نہ کرے اور کمزور آدمی پر بھی وہی law apply ہونا چاہیئے جو مضبوط آدمی پر apply ہوتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ہماری سوسائٹی میں جو طاقتور انسان ہے، جو influence والا آدمی ہے، جو سرمایہ دار اور صاحب حیثیت ہے اس کے لئے قانون خاموش ہے جبکہ غریب آدمی کے لئے قانون فوری طور پر حرکت میں آجاتا ہے۔ میری آپ سے ایک دفعہ پھر گزارش ہے کہ:

Rule of law must prevail in Pakistan. Same law for the weak as well as for the powerful

جناب والا! میرا اگلا point اس ملک کو بچانے کی خاطر ہے کہ Pakistan's economic potential must be realized. یہ ایک بہترین ملک ہے۔اس ملک میں گلیشئر پگھلتے ہیں اور نہروں میں پانی چل پڑتا ہے۔اس ملک میں نہروں کے پانی سے فصلیں اُگتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو بہترین وسائل دیئے ہیں لیکن ہمارا untapped potential ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا ملک اور یہ صوبہ زراعت سے وابستہ ہے۔ہم کہتے ہیں کہ پاکستان agrarian economy ہے۔یہ ایک زرعی ملک ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ صوبہ پنجاب agricultural based ہے۔مجھے یہ بتایا جائے کہ اس بجٹ میں ہم نے زراعت کی research and development کے لئے کیا رکھا ہے؟میں نے پہلے بھی کئی دفعہ کہا ہے کہ بجٹ ایک طرح کی investment ہوتی ہے۔آپ جتنا گڑ ڈالیں گے اتنا میٹھا ہوگا اور جتنا آپ اس بجٹ کو investment oriented بنائیں گے اتنا ہی پنجاب کے وسائل اور آمدنی بڑھے گی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ زراعت کے حوالے سے research and development پر زیادہ سے زیادہ رقم خرچ کی جانی چاہئے۔اس بجٹ کا ایک بہت بڑا chunk agriculture sector پر خرچ ہونا چاہئے۔یہ وہ sector ہے جو کہ آپ کو immediate return دے گا۔آپ اگر آج agriculture sector پر invest کریں گے تو چند مہینے بعد اس کا return آپ کو مل جائے گا اور یہ return صوبہ پنجاب کے فائدے میں ہوگا اسی لئے میں یہ کہتا ہوں کہ Pakistan's economic potential must be realized. انڈسٹری ہماری economy کی backbone ہے اس کی بہتری کے لئے،اس کی نشوونما کے لئے پنجاب کے بجٹ میں initiatives لینے چاہئیں لہذا میری گزارش ہوگی کہ agriculture sector and industries کے لئے پنجاب حکومت کو initiatives لینے چاہئیں،ان کو مراعات دینی چاہئیں۔اس طرح کی investment لے کر آنی چاہئے کہ جس سے agriculture sector and industries sector کو پنجاب میں فائدہ ہو سکے۔

جناب سپیکر!ہمیں self reliance کی طرف بڑھنا پڑے گا اور یہ self reliance بیرونی امداد سے نہیں آئے گی بلکہ اس کے لئے ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑے گا۔ہمیں زرعی شعبے،آبپاشی اور انڈسٹریز کی جانب توجہ دیتے ہوئے اپنی self reliance کو یقینی بنانا پڑے گا کیونکہ اسی کی وجہ سے ہی ہماری sovereignty قائم ہوگی۔

جناب والا! میرا اگلا point بڑا اہم ہے۔ All income should be taxable, no matter what the source is. جس کی جو آمدنی ہے اس پر ٹیکس لگنا چاہئے۔ زرعی انکم ٹیکس بھی اس کے اندر آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس کی جتنی آمدنی ہے اسی کے حساب سے اس آدمی کو ٹیکس دینا چاہئے۔ اس ملک میں کوئی ایسا شخص نہیں ہونا چاہئے کہ جس کی income تو ہو لیکن وہ ٹیکس نہ دیتا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ اور حکومت پنجاب کو اس حوالے سے سوچ بچار کرنا چاہئے اور اس بات کو ensure کیا جائے کہ صوبہ پنجاب میں تمام income taxable ہو۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ آج کل لبرٹی مارکیٹ کتنا ٹیکس دے رہی ہے؟ مجھے علم ہے، ہم اپنے بزرگوں سے بھی سنتے ہیں کہ پوری لبرٹی مارکیٹ بہت کم ٹیکس دے رہی ہے حالانکہ وہاں پر کاروبار عروج پر ہے۔ So all income should be taxable, no matter what the source is. اس پر سنجیدگی کے ساتھ کام ہونا چاہئے۔

جناب والا! میرا اگلا point یہ ہے کہ inflation must be controlled urgently یہ مہنگائی کا طوفان اس لئے ہے کہ borrowing بہت high ہے۔ ہم لوگ نوٹ چھاپ چھاپ کر حکومت کا deficit پورا کر رہے ہیں۔ جب آپ نوٹ چھاپ کر حکومت کو lend کرتے ہیں تو اس کے دو نقصانات ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ uncontrollable inflation طریقے سے بڑھتی ہے، دوسرا genuine borrowing میں کمی آ جاتی ہے۔ جب ایک آدمی borrow کر کے کوئی کاروبار کرتا ہے تو اس کا ملکی معیشت پر اثر پڑتا ہے، فائدہ ہوتا ہے لیکن جب حکومت borrowing شروع کر دیتی تو اس کی وجہ سے interest rate بڑھ جاتے ہیں۔ یہ عمل ایک spiral and slow ball effect کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہ ایک double-edged sword ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ borrowing کم کرے اور پاکستان میں جو بھی borrowing ہے اس کی direction entrepreneur کی طرف ہونی چاہئے۔ ان لوگوں کو lend کرنا چاہئے جو کاروبار کریں، جو economic activity generate کریں اور جو ملکی معیشت میں اپنا حصہ ڈالیں تو inflation کو handle کرنا بہت ضروری ہے بصورت دیگر مہنگائی کا طوفان بڑھتا چلا جائے گا اور اس سے پاکستان اور جمہوریت کو نقصان ہو گا۔

جناب والا! میرا اگلا point یہ ہے کہ Jobs must be created across the length and breadth of the country through economic growth. جب آپ صحیح سمت میں borrowing خرچ کریں گے تو اس سے economic growth آئے گی، اسی کی وجہ

سے unemployment میں کمی واقع ہو گی اور وہ لوگ جو کہ ڈگریاں ہاتھوں میں لے کر گھوم رہے ہیں ان کو روزگار ملے گا۔ ہمیں اس بجٹ کی direction economic growth کی طرف موڑنی پڑے گی۔

> Economic growth should be the number one priority of Punjab Government.

جناب والا! میرا اگلا point یہ ہے کہ:

> Deep basic and meaningful reforms must be carried out in all governance affairs. The old and traditional way of doing things has totally been failed to serve the needs of the people.

میں یہ کہوں گا کہ reforms کی ضرورت ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ ایجوکیشن کا پرائمری سیکٹر زوال پذیر ہو چکا ہے۔ وہ تنزلی کا شکار ہے۔ ہم پچھلے 60/65 سالوں سے جس طریقے سے چلتے آئے ہیں ہم نے اب یہ دیکھ لیا ہے کہ وہ چیز کام نہیں کر پا رہی۔ میں آپ کو ضلع رحیم یار خان کی مثال دیتا ہوں کہ ضلع رحیم یار خان میں تقریباً 5000 پرائمری سکول ہیں اور آپ ایک ای ڈی او (ایجوکیشن) سے کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ 5000 پرائمری سکولوں کو سنبھالے گا؟ Meaningful reforms have to be brought forward. کوئی vision اور کوئی reforms کے لئے ہمیں کچھ کام کرنا چاہئے، یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم پرانے طریق کار سے کوئی بہتری لا سکیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح Health Sector ہے، Sanitation ہے اب آپ Sanitation میں دیکھ لیں کہ پورے پنجاب کے تمام شہروں میں Sanitation ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس وجہ سے آج ہیپاٹائٹس (بی) اور ہیپاٹائٹس (سی) عام ہے۔ ہر تیسرے چوتھے شخص کو ہیپاٹائٹس کا مرض لاحق ہے تو ہمیں آج Sanitation, Education & Health کے لئے reforms کی ضرورت ہے، نئی سوچ کی ضرورت ہے، اس مسئلہ پر بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے اور میں پنجاب حکومت سے یہ امید کرتا ہوں کہ وہ اس طرف ضرور سوچیں گے۔

جناب سپیکر! میرا اگلا پوائنٹ یہ ہے کہ:

> District level management must urgently be reformed with emphasis & decentralized decisions making and participation of the people.

جناب سپیکر! دیکھا یہ گیا ہے کہ رحیم یار خان کے پٹواری کا ٹرانسفر بھی لاہور سے کرانا پڑتا ہے، رحیم یار خان کے گرداور کے ٹرانسفر کے لئے بھی چیف منسٹر سیکرٹریٹ کو approach کرنا پڑتا ہے، ایک ٹیچر کے ٹرانسفر کے لئے بھی چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے چکر لگانے پڑتے ہیں اور ایک ڈرائیور کی post حاصل کرنے کے لئے پنجاب فنانس ڈیپارٹمنٹ اور پنجاب حکومت کے دروازے کو کھٹکھٹانا پڑتا ہے تو اس طریقہ سے کام نہیں چلے گا۔ ہمیں ان کاموں کے لئے decentralization کرنی پڑے گی اور decentralized کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ لوکل گورنمنٹ کا الیکشن کرائیں، لوکل گورنمنٹ کے اداروں کو فعال بنائیں اور لوکل گورنمنٹ کے ان اداروں کو اپنی devolve powers کریں تاکہ عام آدمی کے چھوٹے چھوٹے مسائل ضلع کی سطح پر حل ہوں۔

جناب سپیکر! میرا اگلا پوائنٹ No foreign aid acceptable that forces us to make compromises on national security. ہے۔ ہم پچھلے کئی دنوں سے چیف منسٹر صاحب کی بڑی اچھی بات سن رہے ہیں کہ ہم foreign aid نہیں لیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ کہیں کہ ہم ایسی Foreign aid سے دور ہو جائیں گے جس سے ہمارے ملک کی sovereignty compromise ہوتی ہے کیونکہ کئی foreign aids تو بڑی فائدہ مند ہوتی ہیں۔ foreign aids کی سکیمیں جیسے capacity building, training & reforms بڑی اچھی ہوتی ہیں اس لئے اگر آپ نے ان سے بھی منہ موڑ لیا تو پھر آپ تنہا رہ جائیں گے لیکن ایسی Foreign aids جن پر آپ کو compromise کرنا پڑے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اُن foreign aids کو لینے سے انکار کرنا چاہئے اور پاکستان کی sovereignty کو آگے رکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور point پر بات کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ لاہور بہت بڑا شہر ہے اور اس شہر میں رہنے والوں کے وسائل بھی زیادہ ہیں۔ میں پنجاب حکومت سے یہ request کروں گا کہ آپ بے شک رِنگ روڈ بنائیں، آپ بے شک اپنی موجودہ سڑکوں کو اس سے بھی زیادہ double کر دیں، آپ انڈر پاس بنائیں لیکن ان کاموں کے لئے لاہور سے revenue generate کریں۔ ساری دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ بڑے شہروں کا revenue اُسی proportion سے اکٹھا ہوتا ہے اور وہ revenue اُسی شہر پر لگتا ہے۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ پنجاب کے بجٹ کا بڑا حصہ لاہور پر خرچ ہو جاتا ہے حالانکہ لاہور ہم سب کو بہت پیارا ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ لاہور ترقی کرے اور خوبصورت سے خوبصورت تر بنے لیکن اس کا طریق کار بنانا ہوگا کیونکہ یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ رحیم یار خان سے

رحیم یار خان پر خرچ کرنے کی major part کا revenue کریں اور اُس revenue generate بجائے لاہور پر خرچ کردیں۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب cotton & mango producing علاقہ ہے اور سب سے بہترین گندم جنوبی پنجاب میں پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ بڑا امیر علاقہ ہے لیکن آج جنوبی پنجاب علیحدہ صوبہ مانگنے پر مجبور ہے۔ آج جنوبی پنجاب میں بہاولپور صوبہ کی تحریک چل پڑی ہے، آج جنوبی پنجاب چاہتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو علیحدہ govern کرے اور وہ اس لئے چاہتا ہے کہ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ لاہور میں رنگ روڈ بن گئی ہے، لاہور میں انڈر پاس بن رہے ہیں، لاہور میں اوور ہیڈ برج بن رہے ہیں اور ہر چھ مہینے بعد لاہور کا نقشہ تبدیل ہو رہا ہے تو پھر heart burning ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ لاہور میں یہ کام نہیں ہونے چاہئیں لیکن لاہور سے وسائل generate کر کے یہ کام کرنے چاہئیں۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ لاہور کے چھ کنال کی کوٹھی پر بھی وہی ٹیکس ہو جو ٹیکس میاں چنوں کی چھ کنال کی کوٹھی پر ہو۔ مجھے پتا ہے کہ محکمہ ایکسائز نے ٹیکس کا جو فارمولہ بنایا ہے انہوں نے اس کو bifurcate نہیں کیا اس لئے کہ لاہور میں رہنے والوں کے وسائل زیادہ ہیں اور لاہور میں رہنے والوں کی سکت زیادہ ہے اس لئے لاہور کے رہنے والے زیادہ ٹیکس دے سکتے ہیں اور میاں چنوں میں رہنے والے اتنا ٹیکس نہیں دے سکتے لہذا پنجاب حکومت سے میری گزارش ہو گی کہ لاہور کا tax ratio باقی صوبہ سے الگ ہونا چاہئے، یہ نہیں ہو سکتا کہ رحیم یار خان اور لاہور کا tax ratio ایک ہی ہو تو مہربانی کر کے لاہور سے revenue کو generate کریں، اُس سے رِنگ روڈ بھی بنائیں، سڑکیں بھی double کریں اور جو مرضی کریں ہم آپ کو appreciate کریں گے لیکن اگر آپ ہمارے وسائل ہم سے حاصل کر کے اور ہماری پسماندگی کو نظر انداز کرتے ہوئے لاہور کو ترقی دیں گے تو پھر heart burning بھی ہو گی، پھر ہم صوبہ کی demand بھی کریں گے اور پھر ہم بہاولپور صوبہ کی بحالی کی بھی بات کریں گے۔

جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں اپنی بات کو ختم کروں، میں قائد حزب اختلاف راجہ ریاض احمد کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے اپوزیشن کی طرف سے debate open کی اور انہوں نے پہلی دفعہ قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے اس budget debate میں حصہ لیا۔ میں چودھری ظہیر الدین کو مسلم لیگ (ق) کے پارلیمانی لیڈر کی حیثیت سے آج اس debate میں حصہ لینے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میں حکومت پنجاب سے یہ توقع کرتا ہوں کہ یہ اس بجٹ کے تحت پنجاب کو viable بنائیں گے۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اب تنویر اشرف کائرہ صاحب بجٹ پر اپنی بحث کا آغاز کریں۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں فنانس منسٹر جناب کامران مائیکل کو اس اسمبلی کا چوتھا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اُن کے لئے دعا گو بھی ہوں کہ وہ بحیثیت فنانس منسٹر اس صوبہ کی بہترین خدمت کر سکیں۔

جناب سپیکر! Budget Document پورے سال کا سب سے important document ہوتا ہے اور اس document سے حکومت کی vision، direction اور goals واضح ہوتے ہیں۔ Successful budgeting وہ ہوتی ہے کہ جو incomes کے estimates اور اس کے اخراجات میں پانچ سات فیصد سے زیادہ فرق نہ ہو۔ اسی طریقے سے ہم نے pre budget کا آغاز کیا۔ اس میں، میں آپ کا اور رانا ثناء اللہ صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ ہم نے ایک ایسی exercise اسمبلی میں شروع کی جو meaningful exercise تھی، جس میں تمام ممبران تجاویز دیتے ہیں۔ یہ بھی اچھی بات ہے کہ Rules of Business میں بھی یہ آگیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ یہ exercise اور زیادہ strengthen ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے صوبہ، اسمبلی اور عوام کو فائدہ ہوگا۔

جناب سپیکر! اپوزیشن میں آکر ہمارا جو کردار ہے اس حوالے سے میں نے ایک اور exercise شروع کی ہے جو shadow budget ہے، ہم نے shadow budget پیش کیا اور اس بجٹ میں ہماری دوبارہ یہی سوچ تھی کہ ہم اپوزیشن کی حیثیت سے یہاں پر بیٹھ کر کچھ ایسی تجاویز اور estimate دیں کہ اگر ہماری حکومت ہوتی تو ہم اس میں کیا ترجیحات رکھتے۔ اس shadow budget کے کچھ خدوخال بیان کرنا چاہوں گا کہ ہم نے اس میں income resources بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا جو existing tax system اور جو provincial network ہے اسی کے اندر رہتے ہوئے اسے effective بنانے کے طریق کار کا بتایا ہے جس سے زیادہ revenue generate ہوں گے اور اس کو ہم نے تین سیکٹرز میں استعمال کیا ہے جس میں پہلا ایجوکیشن ہے جس کے لئے پچھلے سال ڈویلپمنٹ کے لئے 23۔ارب روپیہ رکھا گیا اس کو ہم نے دگنا کر کے 46۔ارب روپے رکھا۔ ہیلتھ سیکٹر جس کے لئے 15۔ارب روپے رکھا گیا تھا اس کو بھی ہم نے دگنا کیا اور زراعت جو کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے صوبے کی معیشت اور GDP کی ریڑھ کی ہڈی ہے، ہماری GDP کا 70 فیصد حصہ زراعت سے حاصل ہوتا ہے۔ ہم نے زراعت کے لئے اپنے بجٹ میں خاطر خواہ رقم مختص کی ہے۔

جناب سپیکر! ابھی یہاں کرپشن کے حوالے سے بات ہو رہی تھی کہ کرپشن صوبہ میں سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ ہم نے کرپشن کے خاتمہ کے لئے انٹی کرپشن ڈیپارٹمنٹ کو independent اور مضبوط کرنے کے لئے 5۔ارب روپیہ رکھا۔

جناب سپیکر! پنجاب حکومت کی طرف سے جو بجٹ پیش کیا گیا ہے میں اس حوالے سے عرض کروں گا کہ اس میں ایک چیز دیکھنے میں آئی ہے کہ پچھلے سال جو estimates اور tax collection تھی اس کو 13 فیصد کم کر دیا گیا۔ ہم ایک طرف ڈیڑھ سے 2۔ارب فارم ہاؤسز اور سوئمنگ پولز پر نیا ٹیکس لگا کر ریونیو بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور دوسری طرف ہم targets کو کم کر رہے ہیں۔ میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ صوبہ کیسے آگے چلے گا اگر صوبہ کے اپنے وسائل نہیں بڑھیں گے تو صوبہ میں ترقی کیسے ہو گی؟ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں وفاق سے جو 80 فیصد federal transfers ہوتی ہیں ان کی ratio بھی اب بڑھ جائے گی ہماری income اور کم ہو گی اور وہاں سے زیادہ income آئے گی۔ ہماری حکومت سنجیدہ کیوں نہیں ہے کہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکیں۔

جناب سپیکر! میں نے جب پہلا بجٹ پیش کیا تو اس وقت حکومت پنجاب کے پاس 7۔ارب روپیہ cash in hand تھا اور اسی سال کے آخر میں 42۔ارب روپے ہم minus میں چلے گئے۔ ایک سال کے اندر 49 بلین روپیہ غلط سکیموں کی نذر ہو گیا۔ اس کے بعد جو پیسا overdraft میں convert کیا گیا اور 51۔ارب روپے کی وفاق کو request کی گئی تو وہ پیسا loan میں convert ہو گیا۔ اس loan میں ہر مہینے ہم 70 کروڑ روپیہ سود کی مد میں دیتے ہیں۔ میں آج یہ توقع کرتا تھا کہ جب NFC سے ہمیں اضافی وسائل ملیں گے جو کہ پچھلے سال کے 100۔ارب روپے کے estimate اور اس دفعہ 100۔ارب سے بھی زائد ہوں گے تو ہم اپنے صوبے کی مالی حالت اور مالی مینجمنٹ کو شاید بہتر بنا سکیں لیکن بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ ہم نے یہ نہیں سوچا کہ اپنے قرضوں کو اتارنا ہے اور اپنے وسائل کے اندر رہنا ہے۔ پچھلے سال جب بجٹ آنے والا تھا اور NFC Award آیا تھا جس کے نتیجے میں ہمیں اضافی وسائل ملنے تھے تو میں نے وزیراعلیٰ صاحب کو ایک تجویز دی تھی اس وقت ہمارے overdraft کی حد 35/37۔ارب روپے ہے۔ میں نے تجویز دی تھی کہ ہم 37۔ارب روپے کو الگ رکھ دیں اور وفاقی حکومت سے overdraft نہ لیں کیونکہ ہمارے پاس اضافی وسائل ہیں۔ اس صورت میں چھ مہینے کے اندر اندر ہمارا overdraft صفر ہو سکتا تھا، ایسا پچھلے سال ہوا اور نہ ہی اِس سال ہوا ہے۔

جناب سپیکر! میں صرف ایک مثال دوں گا کہ چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے operational funds کی بات کروں گا میں اس میں تنخواہوں اور باقی اخراجات کی بات نہیں کر رہا۔ میں صرف اور صرف operating expenses کی بات کر رہا ہوں کہ اس کے لئے 27 ملین روپے رکھے گئے تھے لیکن آج آپ کی کتابیں بتا رہی ہیں کہ وہ 60 ملین ہو گیا ہے یعنی وزیر اعلیٰ کے operating expenses میں تین گنا اضافہ ہو گیا ہے جبکہ وزیر اعلیٰ صاحب نے یہاں اعلان کیا تھا کہ ہم اپنے اخراجات میں 25 فیصد کمی کریں گے۔ اگر وزیر اعلیٰ صاحب اپنے وعدے کی پاسداری نہیں کرتے تو باقی حکومت کیا کرے گی؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایک آڈٹ رپورٹ 10-2009 جو کہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی ہے اس کے مطابق حکومت پنجاب کے مختلف محکموں میں 10-2009 میں 32.5 بلین روپے کی خُورد بُرد ہوئی جس میں فراڈ، غیر قانونی ادائیگی اور مختلف بے قاعدگیاں ہیں۔ اس کے بعد اگلے مالی سال 11-2010 کی جو رپورٹ شائع ہونے جا رہی ہے اس میں 40۔ارب روپے کی خُورد بُرد ہے یعنی دونوں کو ملا کر صوبہ پنجاب کے محکموں میں 72۔ارب روپے کی کرپشن اور بے قاعدگیاں ہوئی ہیں۔ ہم یہاں پر good governance کے راگ الاپتے ہیں تو یہ کہاں ہے؟ ہمیں میڈیا میں تو شاید good governance نظر آ جائے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ آج ہم سارے نمائندے یہاں پر موجود ہیں اور پورا صوبہ پنجاب اس بات کا گواہ ہے کہ good governance تو کیا صوبہ پنجاب میں governance نام کی کوئی چیز نظر تک نہیں آتی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ADP بھی ایک ایسا دلچسپ document ہے جو کہ اسمبلی کے لئے پیش کیا جاتا ہے، اس میں پروگرام دیئے جاتے ہیں، اس میں ایک blocked allocation کا head ہوتا ہے۔ پچھلے سال بھی میرا کہنا یہ تھا کہ blocked allocation نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اس کی وجہ سے ہی implementation اور utilization نہیں ہو سکتی۔ 12۔ارب روپیہ blocked allocation کے لئے رکھا گیا، یہ کیا ہے؟ صرف اس لئے کہ وزیر اعلیٰ صاحب جہاں جائیں politically اس پیسے کو استعمال کر سکیں۔

جناب سپیکر! ADP جو کہ 193۔ارب روپے کا announce کیا گیا مگر جو اس میں سے 30۔اپریل تک صرف 61.9۔ارب روپے خرچ ہوئے اور 15۔مئی تک 76۔ارب روپے خرچ ہوئے لیکن وزیر اعلیٰ صاحب کا جو 12۔ارب روپیہ تھا اس کو revise کر کے 21۔ارب روپے پر لے جایا

گیا۔ وہ پیسے جنوبی پنجاب یا rural area سے اٹھا کر دوبارہ وزیر اعلیٰ صاحب کو دے دیئے گئے اور اُس کو رِنگ روڈ اور لاہور کے مختلف علاقوں میں اپنی priorities میں reprioritize کر دیا گیا۔ یہ Annual Development Programme اور budget documents اِس اسمبلی کے لئے صرف ایک eye wash ہیں کیونکہ حقیقت میں پچھلے تین سالوں میں حکومت پنجاب نے یہ ثابت کر دیا کہ اس document کی کوئی value نہیں ہے۔ National Finance Commission کے ذریعے distribution of resources ایک فارمولہ کے تحت ہو جاتی ہے لیکن اضلاع میں جب یہ فنڈز جاتے ہیں تو اُس کے لئے Provincial Finance Commission ہوتا ہے اور Provincial Finance Commission کا چیئرمین فنانس منسٹر ہوتا ہے لیکن میں بہت ہی افسوس سے یہ کہہ رہا ہوں کہ پچھلے تین سالوں میں یہ Provincial Finance Commission بنا اور نہ ہی distribution of resources ہوئی۔ اگر پہلے نہیں بنا تو اب حکومت پنجاب کو چاہئے کہ اضلاع کے اندر equitable distribution of resources کرے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج یہی وجہ ہے کہ جنوبی پنجاب کا صوبہ اُبھر کر سامنے آ رہا ہے کیونکہ وہاں پر یہ distribution of resources استعمال نہیں ہوتی۔ پچھلے سال 53۔ارب روپیہ جنوبی پنجاب کے لئے رکھا گیا لیکن utilization کے حساب سے دیکھیں تو 10۔ارب روپے بھی نہیں ہو سکی۔ اس دفعہ بھی 70۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے and again it is an eye wash جو استعمال نہیں ہونا۔ یہ کیا documents ہیں، ہم یہاں پر parliamentarians کے ساتھ کیوں مذاق کرتے ہیں اور ہم یہاں پر کس چیز کی بحث کر رہے ہیں میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں؟ خدارا اس سارے process کو meaningful اور بامقصد بنائیے۔

جناب سپیکر! computerization of land record نہایت ہی اہم منصوبہ ہے۔ وزیر اعظم صاحب نے NEC کی ایک میٹنگ Chair کی جس میں یہ loan مجھے بطور فنانس منسٹر وہاں جا کر revalidate کرانا پڑا اور وہاں پر بطور حکومت پنجاب کا نمائندہ مجھے انتہائی شرم آئی۔ وہاں پر پوچھا گیا کہ چار سال گزر گئے ہیں آپ نے اس منصوبے پر کیا کام کیا ہے، کیا آپ نے کسی ایک ضلع میں computerization of land record کی ہے لیکن میرے پاس جواب تھا کہ "نہیں" جو شرمندگی مجھے وہاں پر اٹھانی پڑی اُس حوالے سے میں نے وزیر اعلیٰ صاحب کو آ کر بتایا کہ یہ بہت ہی اہم منصوبہ ہے اور Asian Development Programme کا یہ funded ہے اِس پر کام کریں لیکن

میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے دو سال میں اس پر hardly شاید ہی کوئی meaningful کام ہو سکا ہو؟ میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی وزیر اعلیٰ صاحب کو اپنی political leadership اور اپنی ایڈمنسٹریٹو ٹیم کے ساتھ بیٹھ کر پچھلے تین سال کا احتساب کرنا چاہئے اور evaluate کرنا چاہئے کہ ہم نے پچھلے تین سالوں میں کیا کیا؟ اگر تین سالوں میں کچھ نہیں کر سکے تو کم از کم اپنی غلطیوں سے سیکھیں اور جو بقایا دو سال ہیں اُن میں اس صوبے کی عوام کے لئے بہتری لے کر آئیں۔ میری ذاتی طور پر اور اپوزیشن کی یہ خواہش ہو گی کہ اس صوبہ کی عوام کی زندگی میں کسی طریقے سے بھی بہتری آ سکے۔ اگر یہ کامیاب ہوں گے تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ پارلیمنٹ اور جمہوریت کی کامیابی ہو گی اور غریب عوام کو اس سے استفادہ ہو گا۔ کرپشن کے بارے میں وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک دفعہ کابینہ میں اور دو تین دفعہ میڈیا میں کہا کہ Annual Development Programme پچاس فیصد کرپشن کی نذر ہو جاتا ہے۔ آج یہاں پر سارے ممبران موجود ہیں میرے خیال میں وزیر اعلیٰ صاحب نے جو کہا بالکل سچ ہے اور on ground بالکل ایسے ہی ہے لیکن یہاں پر میں وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ پوچھتا ہوں کہ اگر اُن کو پتا ہے کہ یہاں پر کرپشن ہو رہی ہے تو اُس کو روکنے کے لئے کیا کوئی step لیا؟ اگر کوئی step نہیں لیا تو میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اور وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کرپشن میں کمی کی کوشش کریں۔ کرپشن ختم نہیں ہو سکتی لیکن ایسے steps لیں جو عوام کو نظر آئیں کیونکہ کرپشن واقعی اس صوبہ اور ملک کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس کے علاوہ میں بتانا چاہتا ہوں کہ tendering کے process کے لئے پوری دنیا میں ایک سسٹم ہے اور tendering کا سارا سسٹم پرائیویٹ سیکٹر کو دیا جاتا ہے جس سے حکومت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اُس tendering process پر حکومت غور کرے اور اس میں بہتری لانے کی کوشش کرے۔

جناب سپیکر! ہمارے صوبے کی عوام کا ایک اور بڑا مسئلہ SNEs کا ہے۔ آج سارے معزز ممبران یہاں پر موجود ہیں یقیناً اُن سب کے حلقوں میں اساتذہ اور ڈاکٹروں کی اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ جب ہم کابینہ میں شامل تھے تب میں نے کوشش کی اور حکومت نے ایک اچھا step لیا کہ آئندہ آنے والے منصوبوں میں یہ provision ڈال دی لیکن ابھی بھی پرانے سکول جو دو دو سال سے بنے ہوئے ہیں وہاں پر اساتذہ کی کمی کو دُور نہیں کیا جا سکا لہذا خدارا اساتذہ اور ڈاکٹروں کی کمی کو پورا کیا جائے۔ آج دانش سکول کا ایک خواب جو وزیر اعلیٰ صاحب نے دیکھا ہے اس سے پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہماری priorities اور عوام کی ضروریات کیا ہیں؟ اگر ہمارا بجٹ عوامی ضروریات کے مطابق نہیں ہو گا تو وہ

ایک بے مقصد exercise ہے۔آج ہمیں وہ سہولیات سکولوں میں provide کرنی چاہیئں جن کی وہاں پر ضرورت ہے۔آج اس وجہ سے علاج پرائیویٹ سیکٹر میں بہت مہنگا ہو گیا ہے، تعلیم بہت مہنگی ہو گئی ہے۔غریب آدمی اپنا بچہ سرکاری سکول میں اس لئے نہیں بھیجتا کیونکہ وہاں پر استاد نہیں ہے، ہسپتال اس لئے نہیں جاتا کیونکہ وہاں پر ڈاکٹر نہیں ہیں۔ہمیں strengthening کی ضرورت ہے۔ہم تعلیم اور صحت کے لئے اربوں روپیہ لگا دیتے ہیں لیکن اس کو strengthen کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم ایسی سکیمیں شروع کریں جو آگے ناکام ثابت ہوں ہمیں writing on the wall پڑھ لینی چاہیئں۔

جناب سپیکر! میں ییلو کیب سکیم کا ذکر کروں گا۔اگر ہم پچھلے تین سالوں میں حکومت پنجاب کا track record دیکھیں تو آج pro poor کوئی بھی ایسا ایک منصوبہ نہیں جو کامیاب ہوا ہو۔ہر منصوبے میں پیسے ضائع ہوئے جس میں حکومت کو شرمندگی اٹھانا پڑی، چاہے وہ سستی روٹی سکیم تھی، رمضان بازار تھا یا فوڈ سپورٹ پروگرام تھا۔اسی طرح آنے والے پروگرام جس میں دانش سکول بھی شامل ہے چھ مہینے میں واضح ہو جائے گا کہ یہ ایک failed project ہے۔آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کا بھی چھ مہینے میں پتا چل جائے گا کہ اس کی کیا position ہے۔اگر ییلو کیب کے حوالے سے آپ ٹیلی ویژن اور میڈیا پر عوامی رائے دیکھیں تو عوام بھی اس کے against ہے۔دنیا آگے ترقی کر رہی ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم پیچھے کی طرف چل پڑے ہیں۔ہم 15 سال پرانے ناکام پروگرام کو کامیاب کرانے کی طرف چل پڑے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت کو hoarding and adulteration کی روک تھام کے لئے خاطر خواہ انتظامات کرنے چاہیئں اور اس طرح کے steps لینے چاہیئں بلکہ جہاں پر ضرورت پڑے وہاں ہمیں قانون سازی کرنی چاہئے تاکہ ہم اس سوسائٹی کو گرنے سے بچا سکیں۔آج ہم سب باہر بیٹھ کر یہ باتیں تو کرتے ہیں کہ ہمارے معاشرے کو کیا ہو گیا لیکن ہم سب کو اس کے لئے contribute کرنا ہو گا۔میں سمجھتا ہوں کہ جہاں پر پنجاب کی بات آئے گی وہاں پر اپوزیشن بھی حکومت کا ساتھ دے گی، جہاں پر پنجاب کے عوام کی بات آئے گی وہاں بھی ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر ایک اور تجویز یا اپنی رائے حکومت اور وزیر اعلیٰ صاحب کو دینا چاہوں گا کہ completion of Cabinet میں سمجھتا ہوں کہ جتنے ایک وزیر کے اخراجات ہوتے ہیں اس سے زیادہ وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ میں contribute کر سکتا ہے اور وہ اپنے اخراجات بچا سکتا ہے۔ اگر ایک وزیر پر 10، 20 یا 30 لاکھ روپے ماہوار خرچہ آتا ہے لیکن وزیر نہ ہونے کی وجہ سے وہاں پر

نقصانات کتنے ہو رہے ہیں اس کی میں نے آپ کو مثال دی کہ 72۔ارب روپے کا نقصان ہے۔ شاید 10 یا 20 کروڑ روپے ساری کابینہ پر لگ جائیں لیکن آج کسی کو نقصان نظر نہیں آ رہا۔ ایک effective governance کے لئے یہ ضروری ہے کہ پنجاب کی کابینہ مکمل ہو اور محکموں کے وزراء انچارج ہوں اور انہیں پیسے دیئے جائیں تو میں آپ کو پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر وزراء کے ذمہ یہ لگایا جائے کہ آپ نے A.D.P کی مانیٹرنگ اور implementation کرنی ہے تو یہ پیسا جو 193 یا 220۔ارب روپے ایک سال کی بجائے آٹھ آٹھ، نو نو مہینے میں مکمل ہو جائے گا لہذا حکومت کو اپنی کابینہ مکمل کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! حکومت کو اپنی گندم پالیسی کو بھی review کرنا چاہئے۔ جو گندم خریدی گئی اور اس پر ایک سال میں 25 یا 30۔ارب روپے interest دیا اگر ہم اسے مارکیٹ free کر دیں اور مارکیٹ خود determine کرے کہ اس کی قیمت کیا ہے اور اگر ہم نے گندم کی قیمت کو کنٹرول کرنا ہے یا سبسڈی دینی ہے تو وہ پیسا جو آپ آج interest میں دے رہے ہیں اسے آپ subsidize کر دیں۔ میرے خیال میں حکومت کو گندم کی پالیسی کو review کرنا چاہئے۔ ایک اور بہت ہی اہم معاملہ ہے کہ جہاں پر حکومت پنجاب یا کسی بھی حکومت کے resources کم ہیں وہاں پر پرائیویٹ پبلک partnership ہونی چاہئے۔ اس معاملے میں سندھ حکومت ہم سے آگے ہے اور وہاں پر پرائیویٹ پبلک partnership کے کئی ایسے پراجیکٹ چل رہے ہیں تو اس میں حکومت اور پرائیویٹ سیکٹر اپنا پیسا لے کر آئے اور حکومت کی ڈویلپمنٹ میں اپنا حصہ ڈالے جس سے A.D.P جو کہ 220۔ارب روپے کا ہے وہ اس سے بھی بڑھ جائے گا۔

جناب سپیکر! حکومت کے حالات ہم سب کے سامنے ہیں تو سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اپنی direction اور vision بنائے اور اس پر عمل کرے۔ اگر اس طرح کے پراجیکٹ ایک سال کے دوران آ جاتے ہیں جیسے کلمہ چوک کی مثال ہے تو بے شک وہاں پر ٹریفک جام ہوتا ہے۔ اگر حکومت میں یہ vision ہوتا تو ایک سال پہلے حکومت یہ سوچتی کہ ہمیں یہاں پر منصوبہ چاہئے اور اسے A.D.P میں شامل کرتی لیکن اگر اس وقت نہیں ہو سکا تو تین چار مہینے انتظار کرنا چاہئے تھا اور اگلے A.D.P میں رکھنا چاہئے تھا۔ اس طریقے سے اگر منصوبہ بندی ہوگی تو پھر ہی یہ صوبہ چل سکے گا۔

جناب سپیکر! آخر میں بجٹ پر بحث کو close کرتے ہوئے میں دوبارہ یہ کہوں گا کہ حکومت کو چاہئے کہ اپنی governance effective کرے اور اپنے ایم پی ایز، وزراء، پارلیمانی سیکرٹریوں اور

سٹینڈنگ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کو strengthen کرے۔اس پارلیمنٹ سے ہی ہماری مضبوطی ہے اور اسی پارلیمنٹ نے اس صوبہ کو آگے لے کر چلنا ہے۔یہ صوبہ resource less صوبہ نہیں ہے، یہاں پر ہر قسم کے resources موجود ہیں، لیڈر شپ اگر صحیح direction میں move کرے گی تو میں سمجھتا ہوں کہ سارے قرضے بھی اتر سکتے ہیں اور خوشحالی بھی آسکتی ہے۔شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب سپیکر!میں اپنی بات شروع کرنے سے پہلے حکیم عیش کا ایک شعر پیش کروں گا۔

جناب سپیکر: کس کا؟

شیخ علاؤالدین: حکیم عیش جنہوں نے یہ کہا تو مرزا غالب کے بارے میں تھا لیکن میں جن کے بارے میں کہوں گا انہیں سمجھ آجائے گی کہ میں یہ کیوں کہہ رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ:

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مزہ کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
زبان میر سمجھے اور بیان مرزا سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

جناب سپیکر!میں نے یہ ان کی خدمت میں عرض کیا ہے جنہوں نے اپنی ہر تقریر میں محترم وزیراعلیٰ کے ان اقدامات کو جنہیں پوری دنیا اس وقت سراہا رہی ہے ان کو بھی condemned کیا ہے۔ میں بات شروع کروں گا کہ جب وزیراعلیٰ نے سیلاب۔۔۔(شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!انہیں کہیں کہ یہ بات سن لیں۔اگر انہیں سمجھ آجائے تو پھر بولیں۔

جناب سپیکر: وہ سنیں گے کیوں نہیں؟آپ کی بات سنیں گے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!جب وزیراعلیٰ نے دن رات سیلاب کے متاثرہ علاقوں میں کام کیا، وہاں رہے اور مسلسل فلائٹس لیں یہاں تک کہ کوئی جگہ ایسی نہ تھی کہ جہاں پر ہمارے وزیراعلیٰ خود نہیں پہنچے لیکن آج ان پر بھی تنقید ہوتی ہے۔بنائے گئے ماڈل villages پر بھی تنقید ہوتی ہے اور کوئی آدمی ایسا نہیں رہا جسے امداد کی صورت میں cash نہ ملا ہو، اس پر بھی تنقید ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک سچا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ مجھ سے چار دن پہلے یو ایس ایڈ کے ایک انتہائی اہم official نے رابطہ کیا اور کہا کہ آپ وزیر اعلیٰ سے ہمیں ملوادیں کیونکہ ہم 170 ملین روپے دینا چاہتے ہیں۔ میں نے وزیر اعلیٰ کے بارے میں کہا کہ ہمارے وزیر اعلیٰ جب امریکی ایڈ کے بارے میں ایک فیصلہ کر چکے ہیں تو ان سے کیسے بات کروں؟ آج جب یہ بات ایوان میں کہی جاتی ہے کہ وزیر اعلیٰ نے ایک قدم اٹھایا ہے، ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں ہر طرح کی امداد کو خدا حافظ کہنا چاہئے تو میں اپوزیشن کے بھائیوں سے یہ گزارش کروں گا کہ جو کوئی بھی ان میں سے چاہے، میں کل یو ایس ایڈ کے اس official سے ان کی میٹنگ کراؤں گا اور پھر انہیں بتاؤں گا کہ ہمارے وزیر اعلیٰ کا آخر vision کیا ہے اور وہ قوم کو کدھر لے کر جانا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر! میں اب اپنی اصل بات پر آتا ہوں اور میں راجہ ریاض صاحب کا شکر گزار ہوں کہ وہ اس وقت ایوان میں تشریف لے آئے ہیں۔ میں یہ بات یہاں سے شروع کروں گا کہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے بارے میں جتنی باتیں کہی گئی ہیں، میں اپنے بھائیوں کے سامنے اللہ رب العالمین کی قسم کھا کر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان کے سامنے دن رات 24 گھنٹے جوابدہ ہوں۔ یہ آشیانہ سکیم میں ایک روپے کی ہیرا پھیری دکھادیں خدا کی قسم ان کو جتنے کروڑ روپے کہیں گے میں دوں گا، اگر نہیں دوں گا تو میں اپنے باپ کا نہیں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! آپ ابھی کمیٹی بنائیں کیونکہ انہوں نے چیلنج کیا ہے اور میں اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ابھی کمیٹی بنائیں اور ان کو کہیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: نولاٹیا صاحب! آپ تشریف رکھیں، جب آپ کی باری آئے گی تو پھر آپ بولیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ معاملہ ہے کیا؟

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! آپ کمیٹی بنائیں۔ انہوں نے چیلنج کیا ہے اور میں یہ چیلنج قبول کرتا ہوں۔۔

شیخ علاؤالدین: بنائیں، بنائیں، کمیٹی بنائیں۔ اگر یہ بات کرتے ہیں تو ان کو penalty بھی کریں۔ یہ بات کرتے ہیں آشیانہ کے بارے میں اور میرے بارے میں؟

جناب سپیکر: نولاٹیا صاحب! مہربانی کریں، اس طرح نہ کریں۔ جب آپ کی باری آئے گی پھر آپ تجاویز دیں، اب آپ تشریف رکھیں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ کو اختیار ہے کہ آپ جو مرضی کریں۔ اب میں وجہ بتاتا ہوں کہ یہ مسئلہ کیا ہے؟

جناب سپیکر: آپ بات جاری رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ آشیانہ سکیم انشاء اللہ ان کا ترانہ بجا دے گی۔ میں یہاں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں نے ان کا ترانہ آشیانہ سکیم سے بجا دینا ہے۔ میں الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے وزیر اعلیٰ کے حکم پر اس وقت پانچ اضلاع میں کام شروع کیا ہوا ہے۔ لاہور میں اس وقت میرے 500 گھر زیر تکمیل ہیں۔ کل بھائی راجہ ریاض صاحب نے یہ بات کہی تھی کہ اب تک 50 کروڑ روپے میں سے صرف 6 کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ انہوں نے بالکل صحیح کہا تھا کیونکہ یہ آشیانہ سکیم الحمد للہ self sufficient ہے۔ اس سکیم میں، میں نے پنجاب حکومت کا نہ صرف پیسا ضائع ہونے دینا ہے بلکہ اس کو میں نے banking channel میں بھی نہیں آنے دینا ہے۔ جس طریقے سے یہ زمین ہم نے لی، میں آج اپنے بھائیوں سے پوچھتا ہوں کہ وہ پندرہ سال سے کس کے قبضے میں تھی اور وزیر اعلیٰ نے وہ زمین کہاں سے نکال کر غریب لوگوں کے لئے آشیانہ بنانے کے لئے کہا؟ وہ کن کے قبضے میں تھی، اگر ان میں ہمت ہے تو بتائیں کہ وہ کون سی جگہ سے یہ زمین نکالی گئی ہے؟

جناب سپیکر! آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ الحمد للہ میں آڈٹ کو جانتا ہوں اور میں نے دنیا کی پانچویں بڑی آڈٹ کمپنی گرینڈ تھراٹن کو contract دیا ہے کہ وہ آشیانہ کا آڈٹ کرے۔ میں لوکل آڈیٹر بھی لے سکتا تھا لیکن میں نے چیف منسٹر صاحب سے گزارش کی کہ میں نے انٹرنیشنل آڈیٹر لینا ہے۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ میں نے جس ریٹ پر یہ گھر بنوائے ہیں یا بنوا رہا ہوں اور جس ریٹ پر میں نے contract دیئے ہیں ان میں سے کوئی اسے ڈیڑھ گنا ریٹ پر بھی بنوا کر دکھا دے۔ یہ ہمیں transparency کی بات کرتے ہیں۔ جو بات میں اب کروں گا اسے سن کر انہیں اور الجھن ہوگی، آپ خوش ہوں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ لوگ بھی خوش ہوں گے جو بات میں اب کرنے لگا ہوں۔ لاہور میں نئے ائرپورٹ کے قریب ہمارے وزیر اعلیٰ نے پچیس ہزار گھر allow کر دیئے ہیں۔ اس کے لئے مجھے رکھ ڈیرہ چاہل میں آشیانہ کے لئے زمین دے دی ہے اور یہ ان تین ہزار گھروں کے علاوہ ہوں گے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! یہ عوام کے پیسے ہیں جنہیں یہ میں، میں، میں کہہ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! جب آپ کی باری آئے گی تو پھر آپ ضرور بولیں، یہ بات ٹھیک نہیں ہے اور اب آپ تشریف رکھیں۔ راجہ صاحب! ان کو سمجھالیں، یہ بات اچھی نہیں ہے۔ اس طرح پھر ان کا کام بھی نہیں چلے گا۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ اس House کے Custodian ہیں، آپ سب کو ساتھ لے کر چلیں۔

جناب سپیکر: دیکھیں، آپ کی طرف سے جتنے لوگ بھی بولے ہیں انہیں سنا گیا ہے۔ جب آپ کی باری آئے گی اس وقت ان کی بات کا جواب دیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! کل جب میں تقریر کر رہا تھا تو لاء منسٹر کو بار بار مرچیں لگ رہی تھیں، اس وقت آپ کیوں خاموش رہے؟ لاء منسٹر نے کل مجھے کہا کہ میں بونگیاں مار رہا ہوں حالانکہ انہوں نے کل خود بونگیاں ماری ہیں اور انہوں نے میرے اعداد و شمار کو چیلنج کیا ہے۔ یہ آج جواب دیں میں نے اگر ایک figure بھی یہاں غلط دی ہو تو جو سزا کہیں گے میں وہ سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ انہوں نے کل جان بوجھ کر سازش کے تحت۔۔۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ ساتھ ملے ہوئے تھے۔

جناب سپیکر: جی، میں ملا ہوا تھا، آپ کی بات ٹھیک ہے۔ اچھی بات ہے آپ کی۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں آشیانہ کی بات یہاں آکر ختم کرتا ہوں کہ چار اضلاع میں گھر شروع ہو چکے ہیں، بارہ اضلاع کی زمینیں ٹرانسفر ہو رہی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم یہ آشیانہ سکیم پورے پنجاب میں بنائیں گے۔ آج سے سو سال بعد آنے والی ہماری نسلیں پنجاب حکومت پر فخر کریں گی۔ میں آشیانہ کے بارے میں بات کر رہا ہوں، میں نے انٹرنیشنل فرم کو آڈٹ کے لئے کہا ہے، اِن کو بھی اجازت ہے یہ جب مرضی میرے پاس آئیں اور میرا کوئی بھی بھائی حساب دیکھے۔

جناب سپیکر! ییلو کیب پر بہت تنقید ہو رہی ہے۔ یہ ٹھیک ہے پچھلی ییلو کیب سکیم میں معاملات خراب ہوئے تھے۔ (شور وغل)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جو شیخ صاحب نے اعتراف کیا ہے اس اعتراف کے بعد وزیر اعلیٰ کو استعفیٰ دے دینا چاہئے۔

جناب سپیکر: آپ خوش ہوتے رہیں اس طرح۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! ان کو کہیں کہ یہ میری بات سن لیں، میں ان کی بات سنوں گا اور میں اپنے بھائی شوکت بسراء کو باقاعدہ دلیل سے جواب دوں گا۔ میں ان کو کہتا ہوں کہ یہ میری بات سن لیں، پھر جیسے مرضی بات کر لیں۔۔

جناب سپیکر: بسراء صاحب! جب آپ کی باری آئے گی پھر بات کر لینا، میں ابھی آپ کو بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): [*******]

جناب سپیکر: آپ کی بات ٹھیک نہیں ہے، ان تمام الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں ان کی ہر غلط بات کا جواب دوں گا، ان کی اچھی بات بھی سنوں گا اور اس کا بھی جواب دوں گا۔ میں نے یہ بات اس لحاظ سے کہی ہے کہ آج سے سولہ سترہ سال پہلے اگر اس میں کچھ ہوا ہے تو میں اپنے بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب جو سکیم آئے گی اس میں جو معاملات ہمارے وزیر اعلیٰ نے discuss کئے ہیں اِن میں قطعاً کسی قسم کی کوئی کرپشن نہیں ہو گی۔ میں بتا دوں کہ ہم اس سکیم کو اس طریقے سے لے کر چل رہے ہیں کہ اس سکیم میں تمام گاڑیاں local made ہوں گی، اس میں کوئی imported لگژری گاڑی نہیں ہو گی اور 800 CC سے اوپر کی گاڑی نہیں ہو گی۔ اس میں اگر کرپشن ہوئی ہے تو یہ ہمیں بتائیں، ابھی تو ہم نے وہ سکیم launch ہی نہیں کی ان کو خطرہ کیا ہے؟ آج میں یہ بتاتا ہوں کہ اس سکیم کے اندر 800 CC تک گاڑیاں ہوں گی، میں ان کے ساتھ بیٹھ کر اس کی feasibility بنائے دیتا ہوں۔ یہ سکیم انشاء اللہ تعالیٰ 20,000 لوگوں کو بہترین روزگار دے گی جس میں وہ کم از کم -/1500 روپے سے لے کر -/2300,-/2200 روپے تک روزانہ کما سکیں گے۔ اگر یہ چاہیں تو میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کو تفصیل بتا دوں گا اور اگر ان کو یقین نہیں آئے گا تو میں ان کی بات مان لوں گا، یہ مجھے بتا دیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): آئیں میرے ساتھ بیٹھیں، بات کریں۔
شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! بسراء صاحب سے کہیں کہ میری بات سُن لیں۔(قطع کلامیاں)
اب خواتین کے لئے اس میں یہ بات کہ گریجویٹ ہونا ضروری ہے، گریجویشن کی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ یہ سکیم جواب آ رہی ہے اس کے اندر گریجویشن کی کوئی بات نہیں کی جارہی۔ ہمارے کچھ بھائیوں نے کہا ہے کہ گریجویشن کو خراب کیا جارہا ہے، خواتین کو اس میں شامل کیا جارہا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جن خواتین کو اس میں گاڑیاں ملیں گی وہ خود بھی اور اپنے پاس ڈرائیور رکھ کر بھی رزق حلال کما سکیں گی۔
چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! شیخ صاحب کو گاڑیوں کا ٹھیکہ ملا ہے، گاڑیاں انہوں نے سپلائی کرنی ہیں۔ سپلائی سکیم اور افسانہ ہاؤسنگ سکیم دونوں کا ٹھیکہ ان کو ملا ہے۔
جناب سپیکر: یہ آپ کی بات ٹھیک نہیں ہے۔ اپنے ٹائم پر آپ جو تجویز دیں گے وہ مانیں گے۔
شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرے بھائی شوکت بسراء سے مجھے یہ پوچھ دیں کہ میرا Suzuki کے ساتھ کیا تعلق ہے، انہوں نے مجھ سے کون سی گاڑی لی تھی؟ اس کا نام بتائیں۔
چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): میں بتاتا ہوں، ان کا تعلق ہے۔۔۔
شیخ علاؤالدین: آپ بتائیں میرا Suzuki سے کوئی تعلق ہے؟
جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔
چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! انہوں نے میرا نام لیا ہے، مجھے جواب دینے دیں۔
شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! انہوں نے کہا ہے کہ میں نے سپلائی کرنی ہیں۔ خدا کی قسم میں نے سپلائی نہیں کرنی اور نہ ہی میرا اس سے کوئی تعلق ہے لیکن یہ ایک انتہا ہے۔
چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! شیخ صاحب نے میرا نام لیا ہے، مجھے جواب دینے کا موقع دیں۔[***********]
جناب سپیکر: کیا بات کرتے ہیں؟ ان الفاظ کو حذف کیا جائے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

شیخ علاؤالدین: خواتین کے لئے جو اتنا بڑا قدم اُٹھایا جا رہا ہے کہ ان کے لئے تمام بڑے شہروں میں اور لاہور میں کم از کم چار ڈے کیئر سنٹر بنائے جائیں۔ میری حکومت سے درخواست ہوگی کہ ان خواتین کو جو working women ہیں ان کے لئے یہ بہت بڑی پریشانی ہے، وہ بچوں کو کہیں نہیں رکھ سکتیں، ان کے لئے ڈے کیئر سنٹر بنائے جائیں اور اس کا لاہور میں سب سے بہترین حل یہ ہے کہ جناح گارڈن میں جو لیڈیز کلب ہے وہ ایک سنٹرل جگہ ہے وہاں پر ڈے کیئر سنٹر بنایا جائے۔

محترمہ ساجدہ میر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ I am sorry.

شیخ علاؤالدین: جناب والا! اب میں فوری طور پر کچھ تجاویز دوں گا کیونکہ میرے دوست بہت ناراض ہو رہے ہیں۔ میری یہ گزارش ہوگی کہ وزیر اعلیٰ نے جو موبائل ہسپتالوں کا ایک انقلابی قدم اٹھایا ہے اور جنوبی پنجاب میں جو پانچ fully equipped Mobile Hospitals بھیجے ہیں، انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ پورے پنجاب میں چلنے چاہئیں، اس پر فوری توجہ دی جائے اور جتنی جلدی ہو پنجاب کے ہر کونے میں موبائل ہسپتال پہنچا دیئے جائیں۔ یہ کہا گیا کہ چار میڈیکل کالج بنائے جائیں گے یہ تو بہت اچھی بات ہے لیکن اس کے لئے faculty کہاں سے آئے گی؟ پہلے ہی جو 75 میڈیکل کالجز ہیں ان میں faculty کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہیپاٹائٹس تیزی سے پھیل رہا ہے۔ سروسز ہسپتال کا جو ہیپاٹائٹس سنٹر ہے، میں محترم وزیر اعلیٰ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے کہنے پر اس کو دوبارہ شروع کرنے کا حکم دیا ہے لیکن میں حکومت سے گزارش کروں گا کہ پتا کریں کہ آخر وہ بند کیوں ہوا تھا؟

جناب سپیکر! میں ایک یہ تجویز بھی دینا چاہوں گا کہ شادی ہالوں پر capacity tax لگا دیا جائے اور 200 مہمانوں سے زیادہ پر باقاعدہ guest duty کا اجراء کیا جائے تاکہ جو متوسط طبقہ ہے وہ لڑکی یا لڑکے والوں کے اس مطالبے پر کہ ہزار، ہزار لوگوں کا کھانا دیا جائے اور اس کھانے سے جو تباہی مچتی ہے اس سے بچ سکیں لہذا اس کو tax net میں لایا جائے۔ شادی ہال کے اندر unlimited لوگوں کی گنجائش ہوتی ہے۔ ہاؤس کے ہر ممبر کا فرض ہے کہ اس پر توجہ دے، آپ سوچ نہیں سکتے جس طرح لڑکے والے آکر لڑکی والوں کو کہتے ہیں کہ "ہزار بندہ تے ہوئے گا" اب وہ جو ہزار بندہ ہے وہ 800/- روپے per head سے کم نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ بجٹ کہاں تک چلا جاتا ہے؟ میں اپنے بھائی سید محمود صاحب کا بہت شکر گزار ہوں، انہوں نے آج کمال بات کی ہے۔ Three Trillion rupees کی زرعی آمدنی ہے۔ مجھے پتا ہے کہ آپ نے اس وقت ان سے کیوں پوچھا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ

زرعی آمدنی پر ٹیکس لگنا چاہئے کیونکہ جب پچھلے سال میں نے یہ بات کی تھی تو آپ نے مجھے روک کر کہا تھا کہ شیخ صاحب! کیا کرتے ہو؟ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اگر یہ آواز جنوبی پنجاب سے آ رہی ہے تو میں سید احمد محمود صاحب کو salute کرتا ہوں کہ یہ بات انہوں نے کہی ہے، بالکل زرعی آمدنی پر ٹیکس لگنا چاہئے۔ Three trillion rupees کی یہ آمدنی بالکل علیحدہ ہے اور اس کی وجہ سے ہمارے بہت سے مسائل حل ہوں گے۔

جناب سپیکر: انہوں نے زرعی آمدنی کی بات نہیں کی، آپ کیا بات کر رہے ہیں؟

شیخ علاؤالدین: انہوں نے across the board income کی بات کی ہے۔ ابھی ان کو بلا لیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، آپ کو پتا ہے ان پر ٹیکس کتنا ہے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ مجھے اس پر support کریں، میں آپ کو بتاؤں گا کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ سب کو ٹیکس دینا چاہئے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ہمارے یہاں سنٹرل پنجاب میں تو اتنی بڑی ملکیت بھی نہیں ہے اگر یہ بات جنوبی پنجاب سے آئی ہے تو ہمیں انہیں سلام کرنا چاہئے کہ انہوں نے بہت بڑی بات کی ہے۔ Solid Waste Management پر ہم کروڑوں، اربوں روپیہ دے رہے ہیں، مشینری دے رہے ہیں لیکن آپ کو یہ سن کر حیرانگی ہوگی کہ Solid Waste Management کے جتنے چالان ہیں، پچھلے تین سال سے کوئی مجسٹریٹ نہیں ہے جو ان پر جرمانہ کر سکے۔ اب نتیجہ یہ ہے کہ Solid Waste Management کا عملہ جب کسی کا چالان کرنے جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس کا مذاق اُڑاتا ہے بلکہ اس کو وہاں سے بھگا دیتا ہے۔ یہ کتنی بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! فلٹریشن پلانٹ کی بات کروں گا، پچھلے دور حکومت میں آپ کو یاد ہوگا کہ میرے اور آپ کے حلقے میں فلٹریشن پلانٹ لگائے گئے تھے۔ 15 دن بھی نہیں چلے وہ 15۔ ارب روپیہ کہاں گیا؟ جنہوں نے وہ فلٹریشن پلانٹس میں کھایا اور اس میں ایک ہی کمپنی تھی Raindrop وہ کمپنی کس کی تھی، وہ پیسا کہاں گیا؟

جناب سپیکر! میں تیزی سے اپنی گزارشات ختم کر رہا ہوں، میں یہ کہتا ہوں کہ سوسائٹی کا وہ طبقہ جو -/2000 روپے per head پر کھانا کھلاتا ہے اور ایک Indian designer "Jay

"Walia کے ڈیزائن کئے ہوئے bridal dresses پہنتا ہے جس کے ایک سوٹ کی قیمت 40 لاکھ روپے ہے اور لاہور اور کراچی میں آ کر وہ فیشن شو کرتی ہے تو میں آپ سے بھی اور اپنے تمام بھائیوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کبھی انہوں نے یہ سوچا ہے کہ ہم سوسائٹی کے اس segment کو condemn کریں۔ ہم انڈیا کے خلاف اتنی باتیں کرتے ہیں اور ان کے ڈیزائنرز کے دیئے ہوئے 40 لاکھ کے سوٹ پہنتے ہیں۔ آپ کو یہ سُن کر حیرانگی ہوگی کہ پچھلے دِنوں ایک cotton lawn exhibition پر لبرٹی کی ایک دُکان کی سیل 3 کروڑ 70 لاکھ روپے تھی۔ وہ میں نے یا آپ نے نہیں خریدی وہ اسی segment کی عورتوں نے خریدی ہے۔ پاکستان انڈیا سے میچ ہارتا ہے ، ہم 40۔ارب روپے جوے میں ہارتے ہیں۔ فرض نمازیں چھوڑتے ہیں اور دعائیں پڑھتے ہیں کہ پاکستان انڈیا سے میچ جیت جائے۔ 40۔ارب روپے ہارتے ہیں اور جب ٹیم واپس آتی ہے تو اس کو خوش آمدید کہتے ہیں اور کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ اس غریب قوم کا 40۔ارب روپے کن Bookies نے کیسے انڈیا کو پہنچایا؟

جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ موبائل فون پر خدارا کوئی provincial duty لگائیں کیونکہ یہ نئی نسل کو تباہ کر رہا ہے۔ آپ صبح walk کے لئے نکلیں، چھوٹی چھوٹی بچیوں نے believe me کان سے موبائل لگائے ہوتے ہیں، ایسے ایسے messages میں مصروف ہوتی ہیں، میں وہ سمجھ نہیں سکتا کہ یہ سب کیا ہے اور اتنی بات ہمیں سمجھ میں نہیں آتی کہ ہماری نئی نسل کدھر جا رہی ہے؟

جناب سپیکر! ویٹرنری گریجویٹ کو زمین دینا اور ان کے لئے 9 لاکھ روپے ایک آدمی کو دینا بہت اچھی بات ہے لیکن میری یہ گزارش ہے کہ ان کو یہ رقم pool میں دی جائے۔ پانچ آدمیوں کا ایک pool بنایا جائے اور 45 لاکھ روپے ان کو دیئے جائیں۔ آپ خود بڑے زمیندار ہیں، 9 لاکھ روپے میں level ہوگا اور نہ ہی ٹریکٹر آئے گا اس لئے میری یہ گزارش ہوگی کہ اس میں پانچ آدمیوں کا ایک pool بنا دیا جائے، 4.5 ملین روپے ان کے پاس ہوں تو اس سے بہت بہتری ہوگی۔

جناب سپیکر! محکمہ زراعت کے اس وقت 30 ہزار ملازمین ہیں، 10 ہزار ملازمین سے زیادہ کام نہیں کرتے، 20 ہزار ملازمین surplus ہیں ان کا بھی کوئی سوچ لیا جائے اور ان کے لئے جو کچھ بھی جلدی سے جلدی ہو سکتا ہے کریں یا تو انہیں merge کیا جائے، کچھ نہ کچھ ضرور کیا جائے۔ کھاد کے ڈیلر اس قوم کے ساتھ ظلم کر رہے ہیں، اس کا ایک حل یہ ہے کہ کھاد کی ہر بوری پر اس کی قیمت لکھی جائے۔ ایک لاکھ افراد کو 20 ہزار روپے فی کس کے حساب سے قرضہ دینا بہت اچھی بات ہے لیکن ان کو feasibility بنا کر بھی دی جائے کہ یہ 20 ہزار روپے کہاں لگائیں اور اس feasibility کے لئے سمیڈا

جیسا کوئی ادارہ ہو جو انہیں کہے کہ آپ اس کو handicraft میں لگائیں۔ میری یہ بھی گزارش ہے کہ محکمہ لائیو سٹاک، زراعت، فشریز اور فاریسٹری کو ایک کر دیا جائے۔ چیئرمین پی اینڈ ڈی محکمہ خزانہ کو بھی ایک کر دیا جائے اور جتنے بھی اس قسم کے محکمے ہیں ان کی تعداد بھی کم کی جائے تاکہ اخراجات میں کمی واقع ہو۔ پنجاب میں تمام سرکاری گاڑیوں کا جو اس وقت ٹوٹل ہے ان کو 25 فیصد تک کر دیا جائے۔ دوسرا یہ کہ Conveyance Allowance جیسا کہ ابھی فیڈرل گورنمنٹ نے اپنے گریڈ بیس، اکیس اور بائیس کو دیا ہے۔ ہمارے افسران کو بھی Conveyance Allowance دے دیا جائے اور اسی طریقے سے اسے بھی یہاں پر لاگو کیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک کنال سے زیادہ کے گھروں پر پابندی لگائی جائے کیونکہ ایک کنال سے بڑے گھروں کی maintenance بھی مہنگی پڑتی ہے اس لئے ان پر پابندی لگائی جائے اور سرکار میں سے کسی کے پاس نہ ہو، maintenance اور تمام دوسرے اخراجات حکومت کو بچنے چاہئیں۔ میں نے ایک دن آپ سے عرض کی تھی کہ جناب مجھے یہ پوچھ لینے دیں کہ پنجاب کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے پنجاب حکومت کے دفاتر، آپ believe کیجئے کہ ہماری حکومت کا حضرت باباشاہ جمال کے پاس ایک آفس ہے۔ میں جب بھی وہاں پر جاتا ہوں یا تو دو چار فقیر سامنے بیٹھے ہوتے ہیں یا گیٹ بند ہوتا ہے اور ایک آدھا کتا بیٹھا ہوتا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمام اس طرح کے دفاتر جو کہ کوٹھیوں میں ہیں وہ دفاتر ہماری حکومت کو کتنے ارب روپوں میں پڑ رہے ہیں؟ جب میں نے آپ سے یہ گزارش کی تھی، حالانکہ آپ وسیع دل رکھتے ہیں لیکن آپ نے کہا تھا کہ یہ in the interest of public نہیں ہے۔ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ خدارا ان دفاتر پر توجہ دیں۔۔۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: یہ good governance ہے۔

شیخ علاؤالدین: میرے جس بھائی نے good governance کی بات کی ہے ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آج سے دس سال پہلے بھی موجود تھے اور پندرہ سال پہلے بھی موجود تھے۔ میں تو ان کی بہتری چاہتا ہوں اگر اب بھی کر دی جائے تو بہتر ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ اپریل، مئی اور جون میں جتنی repairs ہو رہی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: وقت ختم ہو گیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! آپ میری بات سن لیں، میں تیزی سے ختم کر رہا ہوں۔ اپریل، مئی اور جون میں جتنی بھی repair ہو رہی ہے اس میں concerned MPA کو چاہے اس کا تعلق اپوزیشن سے ہے، چاہے حکومتی پارٹی سے ہے اس میں ان سے رائے لی جائے کہ repair کے اندر جو اخراجات

ہو رہے ہیں یہ کس طرح ہو رہے ہیں اور کیا یہ واقعی ہو رہے ہیں؟ میں ایک بات حکومت سے کرنا چاہتا ہوں کہ بنک آف پنجاب کے چار ڈائریکٹروں نے 20۔ارب روپے قرضہ لیا، آپ بھی Banking Law پڑھتے ہیں اور یہ سب کچھ جانتے ہیں کہ ڈائریکٹر کیسے قرضہ لے سکتا ہے؟ آج تک مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے اوپر جو بندہ بیٹھا ہے اس نے 20۔ارب روپے کیسے لیا؟ میں پنجاب کے عوام کی طرف سے حکومت سے یہ سوال کرتا ہوں کہ یہ بتایا جائے اگر اس کے اوپر کچھ نہیں ہوا تو سٹیٹ بنک نے اب تک ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے؟ دوسری بات میں یہ کروں گا کہ صرف 2009 میں 4ہزار 19 ملین روپے قرضے اب بھی معاف ہوئے ہیں جو تقریباً 4.5۔ارب روپے بنتے ہیں۔ میں اور آپ اگر ٹیکس نہ دیں تو ہمیں پہلے دفعہ 122 کا نوٹس پھر اس کے بعد دفعہ 127 کا نوٹس دیا جاتا ہے۔ یہ 4ہزار 19 ملین روپے میں ثابت بھی کر سکتا ہوں کہ یہ کیوں گیا۔

جناب سپیکر! جنگلات کرپشن کی وجہ سے تباہ ہو چکا ہے۔ اس وقت چھانگا مانگا کا جنگل بالکل تباہ ہو گیا ہے اور یہ اس کا ایک test case ہے۔ 12ہزار ایکڑ اراضی 40ہزار روپے کے حساب سے بھی دی جائے تو کتنی رقم بنتی ہے؟ اس پر بھی غور کر لیا جائے۔

(اذانِ ظہر)

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب! اپنی بات جاری رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں گزارش کر رہا تھا کہ محکمہ جنگلات عملی طور پر ختم ہو چکا ہے کیونکہ چھانگا مانگا کا جنگل میرے حلقے میں واقع ہے میں آپ کو دعوت دوں گا کہ آپ خود تشریف لا کر دیکھیں کہ وہاں جنگل نام کی اب کوئی چیز نہیں ہے۔ 12ہزار ایکڑ پر پھیلا ہوا وہ جنگل بالکل تباہ ہو چکا ہے، باقی جنگلات کے حالات بھی کچھ ایسے ہی ہیں۔ میری حکومت سے یہ گزارش ہو گی کہ آپ خود اندازہ لگا لیں 40ہزار روپے فی ایکڑ سے کم پر اب کوئی رقبہ نہیں ہے۔ ان جنگلات کو privatize کر دیا جائے اور اس کے ارد گرد دیواریں کی جائیں تب تو یہ جنگل بچیں گے یا دوبارہ بنیں گے لیکن ہمارے لئے، میں افسوس کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ شرم کا مقام ہے کہ انگریزوں نے یہ جنگل بنائے تھے اور پوری دنیا میں ان جنگلوں کا نام لیا جاتا تھا کہ یہ قدرتی جنگل نہیں ہیں لیکن ہم ان کو بھی نہیں سنبھال سکے۔ آخر میں ایک دو باتیں ہیں جن کے بعد میں اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے اگر اپنی food habits ٹھیک نہ کیں اور اپنی نئی نسل کو میکڈونلڈ اور کے ایف سی سے نہ بچایا اور رات کو چوبیس چوبیس گھنٹے restaurant کو چلنے دیا گیا،

آپ کے بھی علم میں ہے اور باقی بھی جو معزز ممبران تشریف رکھتے ہیں ان کے علم میں بھی ہے کہ امریکہ میں سات بجے کے بعد کھانا نہیں ملتا، کہیں کھانا نہیں ملتا سوائے Casinos کے۔ ہمارے ہاں آخر چوبیس گھنٹے کیوں restaurants کھلے ہیں، آخر کیوں؟ یہ جو غلط habits ہیں، ابھی پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ مغرب کے بعد ہمارے بزرگ کھانا کھایا کرتے تھے اور عشاء پڑھ کر سو جاتے تھے۔ آج ساری رات لوگ جاگتے ہیں restaurants میں بیٹھتے ہیں اور کیبل دیکھتے ہیں اس کا بھی کچھ کر لیجئے۔

جناب سپیکر! آج میرے بھائی سید احمد محمود نے بہت اچھی باتیں کی ہیں، پتا نہیں آپ نے سنا ہے یا نہیں لیکن میرے لئے یہ بہت بڑی بات اور بہت بڑی خبر ہے کہ انہوں نے آج زرعی انکم ٹیکس کی حمایت کی ہے۔ انہوں نے بات کی کہ لاہور ٹیکس نہیں دیتا میں اس کا بھی جواب دینا چاہتا ہوں، وہ بہت پڑھے لکھے آدمی ہیں اور taxation کو سمجھتے ہیں لہذا ان کی بات کا جواب دینا میرا فرض بنتا ہے۔ میں 1999 میں بھی ویلتھ ٹیکس میں تھا میں کہتا ہوں کہ آج ویلتھ ٹیکس لگالیں، خدا کرے آج ویلتھ ٹیکس لگ جائے پھر میں پوچھوں گا کہ انہوں نے جو لفظ بولا کہ لاہور کی دو کنال کی کوٹھی میاں چنوں کی دو کنال کی کوٹھی کے برابر کیسے آئے گی؟ میں کہتا ہوں کہ جب لاہور کی دو کنال کی کوٹھی چار کروڑ پر assess ہو گی اور میاں چنوں کی دو کنال کی کوٹھی چالیس لاکھ پر assess ہو گی تو لگ پتا جائے گا کہ لاہور کا ٹیکس ratio کیا ہے۔ اگلے سال سیلز ٹیکس پنجاب کے پاس آ جائے گا، لاہور کو بُرا نہ کہا جائے لاہور تو فیڈرل پول میں maximum tax دے رہا ہے۔ میں یہ بات دعویٰ سے کہتا ہوں اور ثابت کر سکتا ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ کے پول میں maximum share لاہور دے رہا ہے جس کا اسے اور پورے پنجاب کو حصہ ملتا ہے۔ اللہ کرے ہم تمام شہروں کو پورا حق دیں، مجھے ملتان بھی اتنا ہی عزیز ہے جتنا لاہور، مجھے اٹک بھی اتنا ہی عزیز ہے، مجھے بہاولپور بھی اتنا ہی عزیز ہے لیکن لاہور کو اس طرح برا نہ کہیں۔ میرے ساتھ بیٹھ جائیں اور میں بتا دیتا ہوں کہ فیڈرل پول میں لاہور کا کتنا حصہ ہے۔

جناب والا! میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ جو سال ختم ہو رہا ہے اس میں پنجاب کو فیڈرل پول سے پورا حصہ نہیں ملا اور انہوں نے کہا کہ چونکہ ہماری recovery کم ہے اس لئے ہم آپ کو نہیں دے سکتے اور انہوں نے development میں سے 30 فیصد کاٹ لیا ہے۔ یہاں بیٹھے ہوئے ہمارے بھائی اس بات کو پڑھ لیں اور میں چاہوں گا وہ اس کا جواب بھی دیں۔ وفاقی حکومت نے سیلاب میں سندھ کو اربوں روپیہ دیا، کیا انہوں نے پنجاب کو بھی دیا؟ اس کے باوجود حکومت پنجاب نے اپنے resources سے تمام سیلابی علاقوں میں جو ہو سکا ان بھائیوں کے لئے کیا۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں جو decide کیا ہوا ہے اس کے مطابق اب مقررین کے لئے پانچ پانچ منٹ ہوں گے۔

معزز ممبران: انہوں نے تو پچاس منٹ تقریر کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ already decide ہو گیا ہوا تھا۔

میاں محمد رفیق: پانچ منٹ وی نہ دیو، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: No point of order جی، عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

میاں محمد رفیق: یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کچھ کو ایک ایک گھنٹہ ملے اور باقیوں سے کہا جائے کہ پانچ منٹ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں پہلے تو اپنے بھائی کامران مائیکل کو بجٹ پڑھنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ جب بجٹ کی winding up speech ہو گی تو کامران مائیکل صاحب وزیر ہوں گے یا نہیں اور انہیں اجازت ملے گی کہ وہ winding up speech کر سکیں۔ بہر حال وہ تشریف فرما ہیں اس لئے میں کچھ باتیں ان کے knowledge میں لانا چاہتی ہوں۔ لیڈر شپ کا کام vision دینا ہوتا ہے، بجٹ کسی بھی لیڈر کے vision کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ 2008 میں 144 سکولوں کو centre of excellence بنانا تھا میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ کہاں ہیں؟ سات شہروں میں طالب علموں کے لئے مفت ائر کنڈیشنڈ بس سروس شروع کرنی تھی، میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ اس کے بعد ایک ہزار ائر کنڈیشنڈ بسیں سڑکوں پر لانا تھیں، میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ کہاں ہیں؟ اس وقت بھی 350 میگا واٹ بجلی پیدا کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا مجھے بتائیں کہ وہ کہاں ہے؟ 15۔ ارب روپے سے 4574 کمپیوٹر لیبز بنانی تھیں وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے اپنی طرف سے ہیلتھ انشورنس کا ایک بہت بڑا اعلان فرمایا تھا میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ ہیلتھ انشورنس کہاں ہے؟ اس کے بعد کمپیوٹرائزڈ لینڈ ریونیو ریکارڈ کی بات کی گئی میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ اس کے بعد آئی ٹی یونیورسٹی جس کے بارے میں، میں صرف دو جملے آپ کو بتانا چاہتی ہوں اور آج پوچھنا چاہتی ہوں کہ جسے آئی ٹی یونیورسٹی بنانا تھا آج وہاں کون لوگ تشریف فرما ہیں؟ "وزیر اعلیٰ کا پُر تعیش اور عالی شان سیکرٹریٹ جس کی تعمیر، زیبائش و آرائش پر کروڑوں روپے خرچ کئے گئے تھے قائد ایوان کے اعلان کے مطابق آئی ٹی یونیورسٹی برائے خواتین بنائی جائے گی وہ کہاں ہے؟ آج اس عالی شان سیکرٹریٹ میں کون

لوگ تشریف فرما ہیں اور وہ کس پُر تعیش زندگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں؟ 2008 میں یہ دس points ہیں جن کا اگلے سال میں کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔ 2009 میں دیکھ لیں کہ اس میں فوڈ سپورٹ پروگرام شروع کیا گیا اس کی جس طرح تباہی ہوئی اور اس پر جس طرح اربوں روپیہ لٹایا گیا، سستی روٹی کا نام لیا گیا، دانش سکول سسٹم 2009 میں شروع کرنے کی بات کی گئی، گرین ٹریکٹر سکیم بھی 2009 میں شروع کرنے کی بات کی گئی یہ سب چیزیں کہاں ہیں؟ آٹھ سو ایکڑ پر knowledge city بنانے کی بات کی گئی لیکن اس کی اناللہ پڑھی جا چکی ہے۔ 4286 کمپیوٹر لیبز کو پھر add کیا گیا وہ کہاں ہیں؟ اس وقت 2009 میں بھی 200 چھوٹے ڈیمز بنانے کا اعلان کیا گیا، ڈیم تو کیا ایک نالی بھی نہیں بن سکی، مجھے بتائیں کہ وہ ڈیمز کہاں ہیں؟ 2009 میں کچی آبادیوں کے مکینوں پر بڑا ترس آیا تھا اور کچی آبادیوں کی جگہ پر فلیٹ بنانے کی بات کی گئی تھی وہ فلیٹ کہاں ہیں؟ 200 سی این جی بسیں روڈ پر لانے کی بات کی گئی تھی، وہ کہاں ہیں؟ اس کے بعد 2010 میں آ جاتے ہیں، بائیس موبائل ہسپتال بنانے تھے جو میں ثابت کر سکتی ہوں کہ اب کی تقریر میں چار موبائل ہسپتال کہے گئے ہیں حالانکہ بائیس موبائل ہسپتالوں کی بات کی گئی تھی، liver transplant شروع کرنے کی بات کی گئی تھی، کوئٹہ میں کارڈیالوجی ہسپتال بنانے کی بات کی گئی تھی، یہ راولپنڈی میں تو کارڈیالوجی بنا نہیں سکے کوئٹہ میں انہوں نے کیا کارڈیالوجی بنانا تھا۔ یوتھ ایمپلائمنٹ فنڈ کی بات کی گئی لیکن وہ کہیں نہیں ہے اس وقت بھی چار میڈیکل کالجز کہے گئے تھے وہ آج بھی ہیں ۔انہوں نے اس وقت بھی شمسی توانائی سے ٹیوب ویل شروع کرنے تھے یہ شمسی توانائی سے ایک بلب تو جلا نہیں سکے تو ٹیوب ویل کیا چلائیں گے؟ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جب یہ اس قسم کے initiative کا سوچتے ہیں تو پتا نہیں اس وقت کس وہم اور کس وسوسے کی کیفیت میں ہوتے ہیں، ان کے اوپر خود بخود اچانک ایک وحی نازل ہوتی ہے کہ صبح میں یہ پروگرام شروع کروں لیکن آپ اس پروگرام کی حالت دیکھ لیں اور میں ریکارڈ سے ثابت کر رہی ہوں کہ یہ پروگرام کہیں exist نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! اگر 2011 کی بجٹ تقریر کی بات کریں تو میں categorically کہوں گی کہ یہ تقریر کسی پراپرٹی ڈیلر کے دفتر میں بیٹھ کر بنائی گئی ہے۔ پنجاب کا بجٹ زمینوں سے شروع ہوتا ہے اور زمینوں پر ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ابھی شیخ علاؤالدین صاحب آشیانہ سکیم کے بارے میں ایک بڑی لمبی چوڑی تقریر فرما رہے تھے میں ان کی خدمت میں گزارش کر دوں کہ آج آشیانہ سکیم ہائیکورٹ میں challenge ہو گئی ہے۔ آشیانہ سکیم کے نام سے زمین پر قبضہ کرنے کا پروگرام ہے، جناح پور سکیم، سیلف ایمپلائمنٹ سکیم، عارضی کاشت سکیم پھر دو سالہ عارضی کاشت سکیم، یہ کیا ہے؟ کیا پنجاب کی

زمینیں کسی کے باپ کی جاگیریں ہیں کہ آپ نے پنجاب کی زمینوں پر قبضہ کرنے کا پروگرام بنالیا ہے اور پنجاب کا بجٹ زمینوں سے شروع ہو کر زمینوں پر ہی ختم ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں کامران مائیکل صاحب کو ایک important بات یاد کرا دوں کہ ان کے اپنے وومن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کا بجٹ میں کوئی ذکر نہیں ہے، خواتین کے حوالے سے جو تین محکمے ہوتے ہیں ان میں وومن ایمپاورمنٹ، پاپولیشن ویلفیئر اور سوشل ویلفیئر کا پنجاب کی بجٹ تقریر کے اندر کوئی ذکر نہیں ہے۔ میں ییلو کیب سکیم کے حوالے سے ایک important بات آپ کے knowledge میں لانا چاہتی ہوں۔ کامران مائیکل صاحب! میں categorically آپ کی توجہ چاہوں گی چونکہ میں ایک بہت اہم issue raise کرنے جا رہی ہوں کہ آپ نے اپنی بجٹ تقریر میں ییلو کیب سکیم کے لئے 4۔ارب 50 کروڑ روپے رکھے اور اس میں بیس ہزار کاریں آنی ہیں اگر estimate لگائیں تو دو لاکھ کچھ کی ایک کار بنتی ہے۔ میرے پاس اشتہار موجود ہے جو پنجاب حکومت کی طرف سے کل کے تمام اخبارات میں دیا گیا ہے اس میں 40۔ارب 50 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے اب ہم کس کا یقین کریں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا 18 لاکھ روپے فی ٹیکسی غبن کرنے کا پروگرام ہے۔ آپ ہمیں کچھ بتا رہے ہیں اور اشتہاروں میں کچھ دے رہے ہیں، یہ کس کو پاگل بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے؟ آپ نے تو ابھی 18 لاکھ روپے per taxi غبن کرنے کا پروگرام بنالیا ہے۔ یہی تو بات ہے کہ "مرہی نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا" ان کی تو credibility یہ ہے کہ ان کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ذوالفقار کھوسہ صاحب کہتے ہیں کہ رائے ونڈ میں کوئی فارم ہاؤس نہیں ہے لیکن وزیر اعلیٰ صاحب کہتے ہیں کہ میں سب سے پہلے ٹیکس دوں گا۔ آپ ان کے قول و فعل میں تضاد کا اندازہ لگائیے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ییلو کیب سکیم شروع ہونے سے پہلے ہی کرپشن اور controversy کا شکار ہے۔ میاں محمد نواز شریف صاحب نے اپنے پچھلے دور میں ییلو کیب سکیم کے حوالے سے جو روایات چھوڑی تھیں یہ اسی کو meet کرے گی اور ملکی معیشت کی تباہی کا باعث بنے گی۔

جناب سپیکر! میں جلدی سے اپنی تقریر کو wind up کرتے ہوئے کہوں گی کہ foreign aid پر انہوں نے جو بچت کرنی ہے اس کی مجھے سمجھ نہیں آ سکی۔ ایک تو بجٹ میں foreign aid کی کسی amount کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ کتنی foreign aid amount سے آنی تھی، وہ کن projects کے لئے تھی اور اس کا اب alternate کیا ہے؟ اگلے دن حکومت پنجاب کے ترجمان کا بیان بھی آ گیا ہے

کہ جو سکیمیں چل رہی ہیں وہ چلتی رہیں گی اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں اور اس چیز کو آپ ایک سیاسی stunt اور نعرے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک بہت اہم چیز آپ کے علم میں لانا چاہتی ہوں۔ آج اس صوبہ پنجاب کے اندر جہاں لوگوں کو روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں، جہاں لوگ زندہ رہنے کے لئے اپنا حق مانگ رہے ہیں وہاں پر Society for the Prevention of Cruelty to Animals کے لئے رقم رکھی گئی ہے۔ یہ سوسائٹی کہاں ہے؟ میں اس کا estimated budget آپ کو بتا دیتی ہوں۔ Current Expenditure Vol-II کے صفحہ نمبر 1013 پر لکھا گیا ہے کہ Society for the Prevention of Cruelty to Animals. یعنی animals کے تحفظ کے لئے سال 2010-11 میں -/1,57,00000 روپے estimate کئے گئے ہیں۔ ان میں سے -/1,53,00000 روپے لگائے گئے اور سال 2011-12 میں اس کے لئے -/1,55,00000 روپے رکھے گئے ہیں، یہ کیا مذاق ہے، یہ سوسائٹی کیا کر رہی ہے اور کہاں واقع ہے؟ اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح subsidy کے حوالے سے ایک اہم بات ہمارے سامنے آئی ہے۔ پنجاب کے بجٹ کے اندر 21۔ارب روپے کی subsidy estimate کی گئی تھی۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ کسی کے سگے نہیں ہیں۔ یہ pro-poor budget کو بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ نااہلی اور کم عقلی کی انتہا ہے کہ pro-poor schemes کے لئے جو بجٹ مختص تھا اس کو بھی proper استعمال نہیں کیا گیا۔ 13۔ارب روپے اس مد میں استعمال کئے گئے اور 30۔ارب روپے اب پھر رکھ دیئے گئے ہیں جن کا کوئی والی وارث نہیں ہے۔

جناب سپیکر! grants in aid کے نام سے ایک secret fund ہوتا ہے۔ اس دفعہ اس میں کمال کر دیا گیا ہے۔ میں آپ کو highlight کر کے بتاؤں گی کہ پنجاب حکومت کا پیسا جس طرح سے لُٹایا گیا اس کی پہلے کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ لوگوں کے صرف نام موجود ہیں کہ جن کو پانچ پانچ یا تین تین لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔ میں اس وقت پانچ لاکھ روپے سے اوپر والے لوگوں کو refer کروں گی۔ ان کا کوئی نام و نشان نہیں ہے کہ کس head میں اور کیوں پیسے دیئے گئے ہیں؟ میں پہلے یہ بتا دوں کہ grant in aid کے لئے 18 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی تھی لیکن اس مد میں ایک ارب 46 کروڑ روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ یہ کیا ہے، کیا اس کو کرپشن نہیں کہتے، کیا اس کو bad governance نہیں کہتے؟ 18 کروڑ روپے کی بجائے آپ ایک ارب 46 کروڑ روپے خرچ کر رہے ہیں۔ اس بجٹ میں

2۔ارب 62 کروڑ روپے کی ایک رقم رکھی گئی ہے۔ کس کے لئے،ان 2۔ارب 62 کروڑ روپے کا کون والی وارث ہے،اس کا ثبوت ہمیں کہاں سے ملے گا؟ اس کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ پہلے ذرا کچھ سادگی کی باتیں کر لیتے ہیں۔ صوبہ پنجاب میں سادگی کا بڑا واویلا مچایا جاتا ہے لیکن اس کی ایک جھلک ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ وزیر اعلیٰ سیکر ٹریٹ میں ملازمین کی تعداد 1305 ہے۔ چیف سیکرٹری کے بعد Co-ordinator اس کے بعد پھر Co-ordinator اور اس کے بعد Chief Co-ordinator بھی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ اگر میں باقی Heads کے بارے میں بات کروں گی تو وقت بہت زیادہ لگ جائے گا لیکن اتنا بتا دوں کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں اللہ کے فضل سے 21 باورچی ہیں اور اس کے ساتھ لانڈری بھی موجود ہے۔ جب میں نے وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کی "شاہی" مدکھولی تو میں سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی کہ آپ اس طرح سے لوگوں کو بے وقوف بنا کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں کوئی آٹھ، دس فوٹو گرافرز ہیں۔ وہ تصویریں کھینچ کر وزیر اعلیٰ صاحب کو دکھاتے ہیں اور ان کو خوش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے مالی ہیں تو میری سمجھ سے یہ سب کچھ باہر ہے اگر اس کو سادگی کہتے ہیں تو ہمیں اس سادگی سے معاف کر دیجئے۔ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کا 22 کروڑ روپے کا total expenditure estimate کیا گیا تھا جن میں سے 21 کروڑ روپے لگائے گئے اور اس سال 12-2011 کے لئے پھر 22 کروڑ روپے مانگ لئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں ذرا Grant in aid کی طرف آنا چاہتی ہوں جس میں بڑی دل کو دہلا دینے والی چیزیں ہیں۔ Grant in aid کو جس طرح استعمال کیا گیا ہے صوبہ پنجاب میں اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ جب ہم بات کرتے ہیں تو ان کو غصہ آ جاتا ہے۔ اگر انہوں نے مغلیہ طرز حکومت کو اسی طرح جاری رکھا تو صوبہ پنجاب ان حکمرانوں کے ہوتے ہوئے overdraft سے باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ overdraft انہی مہربانیوں کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے آج ہمارا صوبہ پنجاب مالی مسائل کا شکار ہے۔ Grant in aid کے حوالے سے میں کچھ چیزیں highlight کرنا چاہوں گی۔ اس میں لکھا ہے کہ:

> Grant in aid in favour of the legal heirs of deceased and injured persons relating to a bomb blast incident.

جناب سپیکر! grant in aid میں جو باقی مدیں ہیں ان میں ہر ایک کے لئے bomb blast کا نام لکھا گیا ہے اور ہر bomb blast کے بارے میں بتایا گیا ہے تو یہ کون سا bomb blast ہے کہ جس کا نام ونشان نہیں ہے، یہ کون سے legal heirs ہیں کہ جن کو 3 کروڑ 29 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں؟ اسی grant in aid کے تحت مسٹر خان ہمایوں خان کو bone marrow transplantation کے لئے 18 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔ اس کے بعد آگے grant in aid in the favour of legal heirs of deceased and injured persons during the bomb blast firing incident کے لئے 4 کروڑ 80 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔ اس کا کوئی نام ونشان نہیں ہے کہ یہ کون سے bomb blast کے victims ہیں جن کے لئے اتنے پیسے رکھے گئے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ wind up کر لیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جی، میں wind up کر رہی ہوں۔ اسی طرح آگے USA میں higher education حاصل کرنے کے لئے سلمان حیدر صاحب کو 15 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔ اس کے بعد لودھراں میں by-election کے دوران جو کہ (ن) لیگ اتفاقاً جیت گئی تھی foolproof security کے لئے 10 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔ اگر یہ grant in aid اسی طرح کی مدوں میں جانی ہے تو پھر امن وامان کے حوالے سے محکمہ داخلہ کا جو بجٹ ہے وہ کس مقصد کے لئے استعمال ہونا ہے؟ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے ڈپٹی کنٹرولر کے medical treatment کے لئے 11 لاکھ 5 ہزار روپے دیئے گئے ہیں۔ یہ بھی ایک بہت شاہانہ انداز ہے۔ اسی طرح آگے 29 لاکھ روپے legal aid of four deceased persons and twelve injured persons. کے لئے دیئے گئے ہیں جن کے نام اور دوسرے کوائف موجود نہیں ہیں۔ یہ کون سے deceased persons and injured persons ہیں ان کا کچھ پتا نہیں ہے؟ مزید بہت ساری چیزیں ہیں جو کہ میں بتانا چاہتی ہوں لیکن وقت کی کمی آڑے آ رہی ہے۔ اسی طرح آگے لکھا ہوا ہے کہ:

> Provision of funds on account of transportation of subsidized Atta to Registered Tandoors.

اس سال آٹے کو رجسٹرڈ تنوروں تک پہنچانے کے لئے بھی ہمیں 46 لاکھ روپے کا ٹیکہ لگا ہے۔ اس سستی روٹی سکیم میں جو اربوں روپے جھونکے گئے ہیں وہ علیحدہ ہیں جبکہ یہ 46 لاکھ روپے کا ٹیکہ علیحدہ سے لگایا گیا ہے۔ اس کے بعد تین تین لاکھ روپے کی ایک لمبی فہرست ہے جن کے صرف نام موجود ہیں ان کو یہ

پیسے کیوں دیئے گئے اور اس کا کیا criteria تھا مجھے اس کا کچھ معلوم نہیں ہے۔یہ ایک طویل فہرست ہے جس میں ایک خالد قریشی، سب ایڈیٹر روزنامہ "نوائے وقت" بھی شامل ہیں۔ان کو بھی پیسے دیئے گئے ہیں۔اس کے بعد medical treatment کے لئے محمد صفدر صاحب کو 15 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔آگے ایک بڑی اہم بات ہے لیکن میں اس کو سمجھ نہیں سکی جو کہ میری کم عقلی ہے۔امید ہے کہ وزیر خزانہ صاحب جب اپنی wind up تقریر کریں گے تو اس کی وضاحت فرمادیں گے کہ یہ کون سا operation of 36 ہے؟ ہمیں تو اس term کی سمجھ نہیں آئی۔میں اس کو پڑھ دیتی ہوں، لکھا گیا ہے کہ:

> Provision of funds for distribution to the concerned field staff who have been engaged for house listing operation of 36.

یہ صرف ایک دفعہ نہیں ہے بلکہ آگے 10 لاکھ روپے علیحدہ سے ہیں، پھر 2 کروڑ روپے اور آگے 20 کروڑ روپے مزید درج ہیں۔اسی طرح مون سون کے لئے واسا نے لاہور کے اندر بہت محنت کی ہے اور مون سون کے دوران لاہور کے اندر کہیں پانی نظر نہیں آیا۔ان کو بھی 7 کروڑ روپے grant in aid کی شکل میں دیئے گئے ہیں۔اسی طرح آگے ہے کہ:

> Grant in aid for the development of public park at Bag-e-Shahidan, Kishmir point Murree.

مجھے یہ بتایا جائے کہ کشمیر پوائنٹ مری میں کون سے شہید ہوئے ہیں جن کے لئے آپ 2 کروڑ 68 لاکھ روپے سے باغ شہیداں بنانے جارہے ہیں؟ پنجاب میں لوگوں کے لئے صاف پانی نہیں ہے، یہاں پر لوگ جینے کے لئے راستہ ڈھونڈ رہے ہیں اور آپ کشمیر پوائنٹ پر باغِ شہیداں بنانے جارہے ہیں اس لئے کہ وہاں پر آپ کا اپنا گھر ہے۔اس طرح کی حرکتیں پھر ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرح کے حکمران نصیب کرنے تھے اور اگر پنجاب کے ساتھ یہی حالت رہی تو مجھے بڑی معذرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی جو حال آشیانہ سکیم کے ساتھ ہوا ہے کہ وہ ہائیکورٹ میں چیلنج ہو گئی ہے اور اسی طرح سے یہ اس پیلو کیب سکیم میں اٹھارہ لاکھ روپیہ فی ٹیکسی کمانے جارہے ہیں تو میں ان تمام مدوں کو مکمل طور پر رد کرتی ہوں۔ان منصوبوں کو بجٹ سے نکال دینا چاہئے۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ راجہ شوکت عزیز بھٹی صاحب!

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میری فاضل colleague بجٹ 2008 کی تجاویز کا ذکر کر رہی تھی لیکن اس میں انہوں نے اُن فنانس منسٹر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ کہاں گئے اور پچھلے تین سالوں کے دوران آپ اقتدار کا حصہ تھے تو جتنے وعدے وعید کئے گئے تھے یا تجاویز بنائی گئی تھیں وہ آپ کی ہی پارٹی کے فنانس منسٹر تھے، وہ ہماری پارٹی کے فنانس منسٹر نہیں تھے۔ اگر وہ اُن تجاویز اور وعدوں پر implement نہیں کر سکے تو میں سمجھتا ہوں کہ اچھا ہوا جو وہ چلے گئے۔

جناب سپیکر! بہت واویلا مچایا جا رہا ہے کہ پنجاب حکومت نے گزشتہ مالی سال کے ترقیاتی بجٹ میں اپنے اخراجات 53 فیصد کے قریب کئے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ نہیں بتایا گیا کہ تنخواہوں کی مد میں حکومت پنجاب کو 55۔ ارب روپیہ نہیں دیا گیا جو پنجاب حکومت نے اپنے پاس سے وہ اضافہ پنجاب کے ملازمین کو ادا کیا اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ گزشتہ مالی سال میں مرکزی حکومت نے پنجاب حکومت کے ساتھ ایک وعدہ کیا اور لاکھوں ٹن گندم کی خریداری کے بعد اربوں روپیہ بھی پنجاب حکومت کو مہیا نہیں کیا اُس مد میں بھی بے شمار پیسا اس وقت بجٹ میں allocate نہیں کیا لیکن وہ پیسا مرکزی حکومت نے وعدے کے باوجود نہیں دیا۔ ابھی اس سال میں اٹھارہویں ترمیم کے تحت پندرہ محکمہ جات پنجاب حکومت کو دینے تھے جن میں سے ابھی تک دس محکمہ جات دیئے ہیں اور ان محکمہ جات کے لئے بھی مرکزی حکومت نے پنجاب حکومت کے فنڈز میں کوئی پیسا نہیں دیا تو اس طرح سے پاکستان کے ساٹھ ستر فیصد حصہ صوبہ پنجاب پر اتنا زیادہ بوجھ پڑ رہا ہے اور اس پنجاب حکومت کے نمائندہ ہونے کے ناتے ہم سب لوگوں کا فرض بنتا ہے کہ اگر اس صوبہ کے ساتھ کسی بھی سطح پر کوئی زیادتی ہو تو ہمیں اس کے لئے آواز اٹھانی چاہئے۔ ایک بڑی عجیب بات دیکھنے کو یہ ملی کہ جب ہم عوام کے پاس ان کی نمائندگی کا حق لینے کے لئے جاتے ہیں تو غریب اور غربت کا نام لیتے ہیں لیکن جب کوئی منصوبہ یا کوئی پروگرام غریب کے لئے شروع ہوتا ہے اور پھر اگر وہ ہائیکورٹ میں چیلنج ہو جائے تو ہم غرباء کے ان منصوبوں میں رکاوٹ ڈالے جانے پر ڈیسک بجاتے ہیں تو یہ ہماری غربت پسندی کا حال ہے۔ اگر ہم دانش سکول بنا رہے ہیں تو قائد حزب اختلاف نے تنقید کرتے ہوئے یہ کہا کہ پنجاب کے غریبوں میں تفریق پیدا کر دی۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "لوٹے، لوٹے" کی نعرہ بازی)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راجہ شوکت عزیز صاحب!

راجہ شوکت عزیز بھٹی: بسم اللہ، اگر وضو ٹوٹا ہے تو لوٹا حاضر ہے۔ اگر کسی غریب شخص کے بچے کو اعلیٰ تعلیم دلانے کی کوئی کوشش کرے اور اگر وہ جرم ہے تو ہم اُس جرم کے شریک ہوگئے اُس کی جو بھی سزا ہو ہم قبول کرتے ہیں۔ کسی غریب کو روزگار دینے کے لئے اگر فنڈز رکھ کر کوئی سکیم دی جائے تو اُس پر بھی تنقید کی جاتی ہے کیونکہ اشرافیہ اور اُمراء کے بچے اُس میں نہیں پڑھ سکتے کیونکہ یہ سہولتیں اُس غریب عوام کو دی جاتی ہیں جن کے نام پر روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر یہ یہاں تک پہنچے ہیں اور انہی چیزوں کو ملک کی اسی فیصد عوام ترس رہی ہے۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "لوٹے لوٹے" کی نعرہ بازی)

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، ہر معزز ممبر کو بات کرنے کا حق ہے جب یہاں سے بات ہوتی ہے تو ہم وہاں پر خاموشی رکھتے ہیں اسی طرح اگر وہاں سے بات ہو رہی ہے اور اُن کا ایک اپنا point of view ہے، اُس کو سنیں اور اپنی باری پر اُس پر بات کریں۔ جی، راجہ صاحب!

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! میں 1970 کی قومی اسمبلی کے ایک اجلاس میں گیا، اُس وقت کی اسمبلی میں پاکستان کے منجھے ہوئے سیاستدان بے حد اختلافات میں آپس میں باتیں کرتے تھے اور پارلیمانی طریق کار میں عزت، غیرت اور محسوس کرنے کی جو ایک لکیر ہوتی ہے یعنی منتخب نمائندے کے منہ سے نکلی ہوئی بات تین لاکھ آدمیوں کے منہ کی بات سمجھی جاتی تھی۔ جو دوست مجھ پر انگلی اٹھا رہے ہیں یہ کسی مذہبی سکالر سے فتویٰ لے لیں کہ اگر اہل کتاب سے نکاح جائز نہیں تو پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ق) کا بھی نکاح جائز نہیں ہے۔ یہ غیر اخلاقی اور غیر مذہبی تعلق والے بھی مجھ پر انگلی اُٹھا رہے ہیں اور اس صوبہ پنجاب کی عوام نے میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کو اکثریت کا مینڈیٹ دیا تھا جسے ان لوگوں نے بار بار چوری کرنے کی کوشش کی اور ہم نے اُس مینڈیٹ کو سنبھالنے کی کوشش کی ہے اور ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہیں گے۔ یہ پیپلز پارٹی والے بلوچستان میں اگر مسلم لیگ (ق) سے حکومت بنالیں تو وہ اخلاق کی بات ہے اور اگر پنجاب میں آپ کے راستے میں کوئی رکاوٹ حائل ہو تو اُس کی ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ منتخب نمائندوں کو اپنے آپ کو اور اپنے حلقہ کی عوام کو دیکھ کر بات کرنی چاہئے جو اُن کے level کی بات ہو۔ (قطع کلامیاں)

ریڑھی لگانی ہے تو مال روڈ حاضر ہے، مچھلی بیچنی ہے تو مال روڈ حاضر ہے اور اگر گنڈیریاں بیچنی ہیں تو مال روڈ حاضر ہے۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "لوٹا بننا ہے تو اسمبلی حاضر ہے" کی نعرہ بازی)

جناب ڈپٹی سپیکر: .Order in the House دیکھیں، اُنہیں بات کرنے کا پورا حق ہے اور اگر آپ کو اُن کی کسی بات پر اعتراض ہے تو آپ اپنی باری پر بات کیجئے گا۔ پلیز، آپ decorum of the House کا خیال رکھیں۔ راجہ صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہمیں افسوس ہوا کہ مرکزی حکومت میں نیشنل سیونگ سکینڈل بنا، سٹیل ملز کا سکینڈل بنا انہیں افسوس نہیں ہوا، حج کے نام پر ڈاکے ڈالے گئے جس کی وجہ سے آج بھی وفاقی وزیر گرفتار ہیں اس پر بھی انہیں تکلیف نہیں ہوئی، بجلی کے نام پر رینٹل پاور پر ڈاکا ڈالا گیا انہیں تکلیف نہیں ہوئی، یہاں پر پٹرول کے نام پر آئے دن اس ملک کی غریب عوام کو لوٹا جاتا ہے جس پر انہیں تکلیف نہیں ہوتی۔ پنجاب حکومت جب کسی غریب کی بہتری کے لئے کوئی منصوبہ شروع کرتی ہے تو انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اس ملک میں حادثوں کی نذر ہونے کی وجہ سے، لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کی وجہ سے اور دہشت گردی کی وجہ سے جن لوگوں کے ورثاء کو اخلاقی اور قانونی طور پر مدد کی جاتی ہے تو اس پر ان کو ضرور اعتراض ہوتا ہے لیکن اس بات پر اعتراض نہیں ہوتا کہ جب ساری دنیا کے دیکھتے ہوئے ہماری چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کیا جاتا ہے اور مرکزی حکومت کے نمائندے کہتے ہیں کہ بہت اچھا اقدام کیا گیا ہے لہذا وہ اس پر اُن کو مبارکباد دیتے ہیں اور اس پر ان کو کوئی شرمندگی نہیں ہوتی۔

معزز ممبران: جب یہ مشرف کے ساتھ تھے تو اُس وقت انہیں شرم نہیں آتی تھی۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کا ساتھ دیا لیکن اس بات کا بہت افسوس ہے کہ اس ملک کے منتخب نمائندو! آپ کے بھائی اور بیٹے قتل ہوئے اور آپ نے اُن کے قاتل پرویز مشرف کو باعزت طریقے سے جہاز میں بٹھا کر ملک سے باہر بھیج دیا اور میری colleague عظمیٰ زاہد بخاری جو میری تقریر پر سب سے زیادہ اعتراض کر رہی ہیں اُن کے والد بزرگوار ریمنڈ ڈیوس کے وکیل تھے ماشاء اللہ پاکستان اور پاکستان کی عوام کے ساتھ ان کی یہ ہمدردیاں ہیں۔ ہاں، مجھے اس بات پر فخر ہے کہ جس نے بل کلنٹن

کے پانچ ٹیلی فون آنے کے باوجود بھی پاکستان کو ایٹمی طاقت بنایا میں نے اُس کا ساتھ دیا، اس پر چاہے یہ مجھے لوٹا کہیں۔۔۔(قطع کلامیاں)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! جعلی ڈگری والے کو House میں بات کرنے کا حق نہیں ہے۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب والا! میری گزارش ہے کہ یہ اپنی باری پر بات کریں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ نے تقریر کرنے کے لئے میرا نمبر لے لیا میں نے اعتراض نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ سب decorum of the House کا خیال رکھیں۔ This is very wrong

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! انہوں نے ایک لاکھ ڈالر فیس لی ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں اور decorum of the House کا خیال رکھیں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! میرے ملک اور میرے دیس کے شہریوں کا خون بیچنے کے لئے ایک لاکھ ڈالر فیس لی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ personal بات نہ کریں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: میں اس ملک کے ساتھ ہونے والی زیادتی کی بات کر رہا ہوں۔ پاکستان بننے کے بعد 64/65 سال میں یہ پہلا دور ہے کہ اس ملک میں کسی منتخب وزیر اعلیٰ نے کوئی بیرونی دورہ اپنے منتخب ممبران کے ساتھ سرکاری خرچے پر نہیں کیا، کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ صحیح کو صحیح کہہ سکے۔ آپ حساب لگا لیں کہ وفاقی حکومت میں جتنے دورے ہوئے ہیں، اس وقت بھی ہوا جب سیلاب آیا اور اس وقت بھی ہوا جب ایبٹ آباد کا واقعہ ہوا۔ انھیں اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ ہمارے اور اس ملک کے عوام کے ساتھ کیا گزر رہی ہے۔(قطع کلامیاں)

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! آپ انھیں منع کریں کہ یہ اپنے آپ کو بجٹ تک محدود رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ حوصلہ رکھیں۔ وہ اپنے وقت میں جو چاہے بات کریں۔ ان کی بات ختم ہونے دیں، جب آپ کا وقت آئے گا تو پھر آپ اپنی بات کریں۔ راجہ صاحب! اب آپ بھی wind up کریں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! ایک آواز آئی تھی کہ 1122 ہم نے بنائی تو کم از کم اتنا ہی کہہ دیتے کہ ہم نے اسے تحصیل اور سب ڈویژن کی سطح پر extend کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے جو محکمے بنائے تھے ایک ایک حلقے میں ایک ایک آدمی کو جتانے کے لئے اپنے کئی کئی ہزار ووٹروں کو ان محکموں میں بھرتی کیا لیکن جیت نہیں سکے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! اس ملک کے سسٹم کے ساتھ زیادتی تو یہ کر رہے ہیں۔ اگر کوئی حکمران اس ملک کا سودا کرنا شروع کر دے تو کیا کوئی منتخب نمائندہ اس پر اختلاف بھی نہیں کر سکتا؟ انہوں نے اٹھارہویں ترمیم میں اپنے آپ کو مضبوط رکھنے کے لئے یہ تالے لگائے۔ اگر یہ ملک و قوم کے ساتھ غداری کریں گے تو کیا کوئی آواز نہ اٹھائے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ میں چیلنج کرنا چاہئے کہ عوام اپنے نمائندے کو اس لئے حق نہیں دیتے کہ جو چوری ڈاکا پڑے وہ خاموشی سے دیکھتا رہے بلکہ منتخب نمائندے کا فرض ہوتا ہے کہ حق کی آواز کو اپنے حلقہ کے عوام کے لئے بلند کرے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! میں نے یہ نہیں کہا کہ سب اچھا ہو گیا ہے، جو اچھا ہوا ہے اسے اچھا کہا ہے اور جو بُرا ہوا ہے اسے بُرا کہا ہے۔

حیات کو تاریکیوں نے گھیرا ہے
جدھر بھی آنکھ اٹھاؤں بڑا اندھیرا ہے
اہل سفر گھبراؤ نہ اندھیروں سے
ہر شب کے بعد سویرا ہے

جناب سپیکر! میرے قائد کو امریکہ سے پانچ دفعہ ٹیلیفون آئے تھے لیکن وہ اپنے فیصلے سے ٹس سے مس نہیں ہوئے تھے، اسی قیادت نے آٹھ سال دھکے کھانے کے بعد اس ملک میں آ کر عدلیہ کو آزاد کرایا، اسی نے آ کر اس ملک میں ہونے والی زیادتیوں پر کمیشن بنانے کی بات کی۔ اس کے بعد سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ متفقہ طور پر پاس ہونے والی قرارداد کو جوتے کی نوک پر رکھا گیا جس وجہ سے عوامی رائے سے منتخب نمائندوں کا سر جھک گیا۔ یہ کس منہ اور چہرے سے یہ باتیں کرتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب! wind up کریں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! میری تجویز یہ ہے کہ پنجاب میں ہزاروں کلومیٹر کا ایک road network پنجاب کا اثاثہ ہے۔ جب سے یہ roads within the districts ضلعی

حکومتوں کے پاس آئی ہیں ان کا بُرا حال ہو رہا ہے اور کروڑوں روپے کا infrastructure تباہ ہو رہا ہے۔ میرے اپنے حلقہ انتخاب میں تقریباً ساڑھے چار سو کلو میٹر کا road network ہے لیکن repair اور maintenance کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کروڑوں روپے کا infrastructure ضائع ہو رہا ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ وزیر خزانہ اس مد میں کچھ رقم رکھیں۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے لوٹا لوٹا کی نعرہ بازی)

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: مجھے لوٹا بننے پر تو فخر ہے۔ الحمد للہ میں غدار بنا، میں نے ریمنڈ ڈیوس کو بھیجا ہے اور نہ ہی میں نے ایبٹ آباد کے واقعے پر مبارکباد دی ہے۔ میں نے حق بات کرنے والے میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کا ساتھ دیا ہے۔ مجھے اس پر فخر ہے چاہے یہ جو مرضی کہہ لیں لیکن میں نے راتوں رات اس ملک سے قاتلوں کو بھگایا نہیں۔ میں نے کسی کو موقع نہیں دیا کہ آؤ اور میری چادر اور چار دیواری میں گھس کر اس ملک کو ذلیل کرو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب! بہت شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! مجھے آپ کی توجہ چاہئے۔ (شور و غل)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ بولیں۔ Order in the House please۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! پنجاب کے عوام کی نذر جو مہنگائی، بے روزگاری اور دہشت گردی ہو چکی ہے اس کے لئے ایک شعر ہے کہ:

پروں سے باندھ کر پتھر مجھے اڑاتا ہے
عجیب شخص ہے پھر تالیاں بجاتا ہے

جناب سپیکر! میں بجٹ تقریر کے تمام points پر بات کرنے سے پہلے یہ بات ضرور کہوں گی کہ کاش کہ سپیکر صاحب اپنے صوابدیدی اختیارات استعمال کرتے ہوئے جناب مونس الٰہی صاحب کو ایک پروڈکشن آرڈر جاری کرتے ہوئے ایوان میں آنے کی اجازت دے دیتے تو یہ ایک بہت اچھی روایت قائم رہتی، مستقبل کا ایک نوجوان لیڈر تمام عمر مشکور بھی ہوتا اور اپنی عملی زندگی میں اس کو اپنا طرزِ عمل بھی بناتا۔ اس بجٹ کی مثال کچھ یوں ہے کہ:

امیر شہر نے کاغذوں کی کشتیاں دے کر
سمندروں کے سفر پر کیا روانہ ہمیں

جناب سپیکر! اُچٹتی سی نگاہ کے ساتھ مجموعی طور پر ایک جائزہ رپورٹ صحت کے حوالے سے ہے کہ اس کا بجٹ 26۔ارب 40 کروڑ روپے ہے لیکن فی کس -/270 روپے سالانہ بنتا ہے۔ ہسپتالوں کی حالت زار میڈیا میں بعنور دکھائی جاتی ہے جسے مبشر لقمان نے بڑی detail سے دکھایا ہے۔ اگر کوئی مریض اپنا علاج کرانے جاتا ہے تو دس بیماریاں وہاں سے لے کر اپنے گھر واپس آتا ہے اور ہمارے حکمران اپنے علاج کے لئے امریکہ اور لندن کو ترجیح دیتے ہیں۔ محکمہ صحت کی چند پالیسیاں جو میری سمجھ میں نہیں آئیں اُن کی طرف آپ کو نشاندہی کرانا چاہتی ہوں کہ محکمہ صحت میں ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکل سٹاف و دیگر کو تو ریگولر کر دیا گیا مگر اُس ایک شخص کی کیا خطا ہے جو صوبہ پنجاب میں بلڈ ٹرانسفیوژن میں سٹور آفیسر ہے اِس کی پورے پنجاب میں ایک ہی سیٹ ہے، وہ انتہائی قابلیت کے باوجود ڈیوٹی دے رہا ہے لیکن اسے ریگولر نہیں کیا جا رہا۔ مجھے اس حوالے سے آپ کی توجہ چاہئے کیونکہ یہ بہت ہی اہم معاملہ ہے۔ اُس شخص کی کیا خطا ہے کہ اُس کو ترقی نہیں دی گئی، ریگولر نہیں کیا گیا اور تمام تر قابلیت ہونے کے باوجود حکومت نے اسے کنٹریکٹ پر رکھا ہوا ہے، کیا یہی حکومت کی پالیسی ہے؟

جناب سپیکر! میں تعلیم کا ذکر کروں گی کہ طلباء و طالبات کو وظائف دینے کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر اور کمپیوٹر لیبارٹریاں دینے کا جو وعدہ بجٹ میں کیا گیا ہے اور اُس کے لئے پیسے رکھے گئے ہیں یہ اُسی پالیسی کا تسلسل ہے جو ہمارے دَور میں شروع ہوئی تھی۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس پالیسی کو جاری رکھتے ہوئے حکمرانوں نے اپنی عزت میں اضافہ کیا ہے۔ حکومت بدلنی چاہئے لیکن پالیسیوں کو قائم رہنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں حکومت پنجاب کی فخریہ پیشکش دانش سکول پر ضرور تبصرہ کرتے ہوئے کہوں گی کہ یہ کہاں کی دانش مندی ہے کہ 64 ہزار سکولوں کی missing facilities پوری کرنے کی بجائے اربوں روپے اُن طالب علموں پر خرچ کر دیئے جائیں فقط 2500 طالب علم جنہوں نے آئندہ دس سال بعد میٹرک کے امتحان دینے ہیں لیکن وہ طالب علم جو آج لاکھوں کی تعداد میں میٹرک کے امتحان دے رہے ہیں یا دینے جا رہے ہیں اُن کی کیا خطا ہے، انہیں کیوں نہیں مدنظر رکھا گیا، کیا یہ بجٹ اُن بچوں پر خرچ نہیں ہونا چاہئے تھا؟ اس کے علاوہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ missing facilities کو پورا کرنے کے لئے 2500 سکول چنے گئے۔ میری یہ استدعا ہے کہ جو ہزاروں سکول ہیں اگر آپ ہر سال 2500 سکولوں کی missing facilities پوری کریں گے تو تیس سال کا طویل عرصہ لگے گا۔ حکومت کی یہ کیا

long term پالیسی ہے کہ آپ نے اپنے سکولوں کی missing facilities تیس سال میں پوری کرنی ہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز کے 107 لوگوں کا ذکر میں ضرور کروں گی کہ صرف ایک V.C کو خوش کرنے کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو ریگولر کرنے کا مطالبہ کیا اور انہیں نوکریوں سے نکال دیا گیا۔ یہ خادم اعلیٰ کی 107 خاندانوں کی خدمت کی کیا مثال ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ میں سپیشل ایجوکیشن کے لوگوں کا بھی ذکر کروں گی کہ اُن کی کیا خطا تھی کہ سب کی 50 فیصد تنخواہیں بڑھائی گئیں مگر اُن کی تنخواہوں میں 50 فیصد اضافہ نہیں کیا گیا جو آج کل سراپا احتجاج ہیں، یہ حکومت کی کیا پالیسیاں ہیں اور ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟ میں ٹیکسٹ بک بورڈ کی طرف بھی آپ کی توجہ دلاؤں گی اور وزیر خزانہ صاحب سے کہوں گی کہ خدا کے لئے اِن points کو لکھ لیں۔ اگر میری اس رپورٹ اور تقریر سے کسی کا بھلا ہو جاتا ہے اور آپ کو اُن کا خیال آ جاتا ہے تو یہ کارِ خیر بھی آپ کے ہاتھوں سے ہو گا۔ اٹھارہویں ترمیم آنے کے بعد Federal Curriculum Wing ختم ہو چکا ہے اور اب درسی کتب کے مسودات کی تیاری اور اشاعت کے فرائض صوبائی حکومت کو مل چکے ہیں۔ نئی پالیسی کے تحت پرائیویٹ سیکٹر کی کتب کا جو سلسلہ شروع کیا گیا تھا وہ بُری طرح ناکام ثابت ہوا ہے کیونکہ چند پرائیویٹ پبلشرز کے ایک گروپ نے ملی بھگت اور رشوت سے ایسی کتب پاس کروالی ہیں جن کا مواد غیر معیاری ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے -/20 روپے والی کتاب -/74 روپے میں بیچی چونکہ ان کی مناپلی ہے اس لئے انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح یہ لوگ اپنی کتابوں کی اشاعت انڈیا اور چائنا سے کروا رہے ہیں جو نہایت ہی غور طلب مسئلہ ہے، جو لوگ اس شعبہ سے وابستہ ہیں وہ تقریباً چھ لاکھ ہیں جو آج بے روزگاری کی طرف جا رہے ہیں۔ خدارا اس پالیسی میں ردوبدل کرنے کی شدید ضرورت ہے لہٰذا اس پر ضرور نظر ثانی کیجئے۔ آپ دیکھئے کہ پہلے مختلف لوگ کتاب کو جاری کرتے تھے تو مارکیٹ میں کتاب بر وقت بچوں کو ملتی تھی لیکن اب جبکہ ایک گروپ جاری کر رہا ہے تو مناپلی ہونے کی وجہ سے کتاب بھی دیر سے آتی ہے اور اُس کا معیار بھی اچھا نہیں ہے جس سے ہمارے بچوں کو نقصان ہو رہا ہے۔ حکومت سے میرا ایک سوال ہے کہ محکمہ تعلیم کے ایک اشتہار کے مطابق بھرتی ہونے والے اساتذہ 09-10-19 میں پہلے آدھے بھرتی کئے گئے اور آدھے محکمے کی غفلت کی وجہ سے بعد میں بھرتی کئے گئے۔ آج جو پہلے بھرتی کئے گئے اُن کو تو ریگولر کر دیا گیا لیکن آدھے جو بعد میں بھرتی ہوئے اُن کو کس بات کی سزا دی جا رہی ہے کہ اُن کو ریگولر نہیں کیا جا رہا؟ مجھے اس پالیسی کی سمجھ نہیں آئی۔

جناب سپیکر!پولیس ہمارے لئے بہت اہم ہے اور 52۔ارب 11کروڑ روپے کا بجٹ ضرور رکھیں بلکہ زیادہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ توفیق دے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے کنٹرول میں بھی رکھیں۔ آج میاں صاحب دوسرے اداروں کی طرف انگشت نمائی کرتے ہیں لیکن اُن کی اپنی پولیس کا یہ حال ہے کہ اب 60فیصدcrime بڑھ چکا ہے۔دہشت گردی، رشوت ستانی عروج پر ہے اور سفارشی کلچر فروغ پا رہا ہے۔اب پتا نہیں لوگ فتوے لے لے کر کیا کچھ کر رہے ہیں لیکن حکومت کی اس پر قطعاً کوئی نظر نہیں ہے۔پولیس آج ذاتی حفاظت پر مامور ہے جس کو آج گھر کی لونڈی بنا کر رکھا گیا ہے۔وزیر خزانہ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں Counter Terrorism Department کی طرف اشارہ کیا جو پتا نہیں کس طرز پر کام کرے گا؟ چودھری پرویز الٰہی صاحب نے پٹرولنگ پوسٹ بنا کر دہشت گردوں کا راستہ روکنے کے لئے ایک بہترین انتظام کیا تھا۔کاش کہ 1122 کی طرح اسی کو جاری رکھتے ہوئے فعال بنایا جاتا تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک کامیاب ادارہ ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر:پلیزwind up کیجئے۔

محترمہ آمنہ الفت:جناب سپیکر!میری بات تھوڑی سی رہ گئی ہے لہذا مجھے بات کر لینے دیجئے۔آپ نے سب کو موقع دیا ہے لیکن میں کوئی سوتیلی نہیں ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:اب آپ ایسی بات نہ کریں کیونکہ already جو آپ کا ٹائم تھا اُس سے بہت اوپر ہو چکا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت:جناب سپیکر!آپ نے سب کو زیادہ ٹائم دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:آپ کو بھی تو زیادہ ٹائم دیا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت:میں اس کے لئے مشکور ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:پلیز!اب آپwind up کر لیں۔

محترمہ آمنہ الفت:جناب سپیکر!پلیز مجھے میری بات کر لینے دیں کیونکہ سب کو آپ نے موقع دیا ہے۔ میں NFC ایوارڈ کی طرف آپ کی توجہ دلاؤں گی کہ 200۔ارب روپے کا مقدمہ ہار کر ہمارے حکمران یہاں پر آ گئے۔یہ 200۔ارب روپے ہمارے پاس ہوتے تو اس سے ہمارے عوام کا بھلا ہونا تھا۔میں پیلو کیب سکیم کی طرف ضرور اشارہ کروں گی کہ یہ منصوبہ آپ کی بدنامی کا باعث بنے گا۔آج اگر مستقبل میں دانش سکول سے گریجویٹ کرانے اور ایک بچے پر کروڑوں روپے خرچ کرنے کے بعد اس کے ہاتھ میں

آپ نے ٹیکسی پکڑانی ہے اور اسے ٹیکسی ڈرائیور بنانا ہے تو یہ قابل افسوس ہے اور اس کے باقی نقصانات معزز ممبران بھی بتا چکے ہیں۔

جناب سپیکر! New Industrial City کی بات ہوئی جو کہ 250۔ارب روپے کا منصوبہ ہے۔ایک طرف کہتے ہیں کہ سادگی اختیار کریں تو جاتی عمرہ اتنی خوبصورت سٹیٹ ہے جہاں پر معیاری سڑکیں ہیں، بجلی، پانی، گیس اور سیوریج کا بہترین نظام پہلے سے موجود ہے تو یہ 250۔ارب روپے بچا کر تعلیم کے شعبہ پر لگا دیں اور جاتی عمرہ کو صنعتی شہر کا درجہ دے دیں اور رہائش کے لئے چھوٹے گھر میں آ جائیں کیونکہ ابھی شیخ صاحب نے کہا تھا کہ ایک کنال سے بڑے گھر نہیں ہونے چاہئیں۔اخراجات میں 25 فیصد cut لگانے کا کہا گیا تو میں یہ کہوں گی کہ 75 فیصد کیوں نہیں؟ آئی ٹی یونیورسٹی بنانے کا کہا گیا تو وہ کیوں نہیں بنائی، bullet proof گاڑیاں نیلام کرنے کا کہا گیا تو فروخت کیوں نہیں کی گئیں؟ یہ تمام کام کر لئے جاتے تو میں یہ کہتی ہوں کہ صوبہ surplus ہوتا جس سے زیادہ شاہانہ زندگی گزارتے کیونکہ defaulter صوبہ کے سربراہ کو یہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ہرگز بھی suit نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! labour inspection پر پابندی کا جائزہ لیں کہ لوگوں کو تنخواہیں نہیں مل رہیں، انہیں کنٹریکٹ پر رکھا جاتا ہے اور انہیں ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ Labour inspection پالیسی پر لگے ہوئے ban پر خدارا نظر ثانی کی جائے۔لائیو سٹاک کے لئے 2۔ارب روپے رکھے گئے جو کہ بہت اچھا اقدام ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ گوشت کی فی کلو سرکاری قیمت -/310 روپے ہے حالانکہ لاہور میٹ کمپنی جو حکومت کی ہے اس کا ریٹ -/485 روپے فی کلو ہے۔کہا گیا کہ اس دفعہ گوشت export ہوا، الحمدللہ کیوں نہ ہو export کہ جب مارکیٹ میں -/600 روپے فی کلو ملے گا تو آئندہ کوئی کھائے گا ہی نہیں تو 100 فیصد ہی export ہو گا۔سبحان اللہ very good پالیسی، یہ ایک بہت اچھی پالیسی قائم کی گئی ہے جس کے تحت سارا گوشت export ہوا کرے گا۔

جناب سپیکر! ترقیاتی کاموں کے لئے 2۔کھرب 20۔ارب روپے رکھا گیا خدارا اس رقم کو ایسی جگہ utilize کیا جائے یعنی دیہی علاقوں میں ایسی سکیمیں بنائی جائیں کہ آبادی کا بہاؤ شہروں کی طرف آنے کی بجائے رک جائے تاکہ سڑکوں پر ٹریفک کا جو ہجوم نظر آتا ہے، اس میں پیلو کیب گاڑیوں کا مزید اضافہ کر کے مزید تباہی کا باعث بنیں گی لہذا اسے بھی روکیں۔ہم لوگوں کو فنڈز اس لئے نہیں دیئے گئے کہ ہمارا جرم "جرم بے گناہی" ہے۔ہم اپوزیشن میں ضرور ہیں لیکن عوام تو سانجھے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اب آپ wind up کر دیں۔

محترمہ آمنہ الفت: میری آپ سے request ہے کہ آپ نے کسی کو نہیں روکا اور صرف مجھے ہی روکا جا رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ وقت تو دیکھیں کہ کتنا زیادہ ہو گیا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ایسا نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات سنیں جن لوگوں نے اپنے نام دے رکھے ہیں اور ان کی طرف سے بار بار چٹیں آ رہی ہیں تو ان کا بھی حق ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں صبح سے سن رہی ہوں اور اب میں wind up کر رہی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جلدی کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اقلیتوں کے لئے انہوں نے تقریباً 22 کروڑ روپے رکھا۔ میں کہتی ہوں کہ کامران مائیکل صاحب نے بہت اچھا بجٹ پڑھا، thanks God پڑھنا تو آتا تھا اسی لئے قرعہ ان کے نام نکلا۔ اگر وہ بجٹ بناتے وقت بیٹھے ہوتے تو میں قسم کھاتی ہوں کہ وہ اس 22 کروڑ کو جب تک double نہ کروا لیتے وہ پڑھنے سے انکار کر دیتے۔ یہ لالی پاپ اقلیتوں کو دیا گیا جس سے ان کا کوئی مندر، کلیسا اور نہ ہی گوردوارہ بن سکتا ہے۔

جناب سپیکر! چولستان کے لئے 38 کروڑ روپے رکھا گیا جو کہ سروے کرنے والی ٹیموں میں ہی پورا ہو جائے گا۔ جناح آبادی کے لئے 11۔ارب روپے، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم میں 450 گھر بنا لئے گئے اور مزید تین ہزار ابھی بنانے ہیں جبکہ تین لاکھ روپے سے اس کی booking ہو گی۔ تین لاکھ روپے کسی غریب آدمی کے پاس کہاں سے آئیں گے؟ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ غریبوں کے لئے ہے؟ چودھری پرویز الٰہی نے جو ہاؤسنگ فاؤنڈیشن بنائی تھی اس کے پیسے لوگ آج بھی دے رہے ہیں لیکن اس پر کوئی کام نہیں ہو رہا اور کسی کو کچھ نہیں ملا۔ چراغ تلے اندھیرا کہ آپ ہی تھے اور آپ ہی نے میرے پوائنٹ آف آرڈر پر کی ہوئی بات کو منظور کرتے ہوئے کمیٹی بنائی تھی۔ آج تک پیپلز ہاؤس کے گھر گر رہے ہیں، سات سات گھرانوں کے لئے ایک ایک toilet ہے۔ مجھے بتائیں کہ ہم ان غریبوں کو تو گھر نہیں دے سکے تو پنجاب کے عوام کے لئے کیا دعوے کرتے ہیں؟ گڑھی شاہو میں بھی تھانہ طاقتور نکلا اور انہوں نے تھانہ بڑا کر لیا اور ہم غریبوں کے لئے چالیس کوارٹرز نہ لے سکے۔

جناب سپیکر!زرعی گریجویٹس کے لئے 9 کروڑ روپے رکھا گیا ہے مگر اس کا میرٹ کیا ہو گا؟ قبضہ گروپ کے خلاف اقدام بہت اچھا ہے لیکن ماڈل ٹاؤن کے پار کس اور ارد گرد کے علاقوں کو بھی واگزار کرایا جائے۔رمضان پیکیج ضرور دیا لیکن یہ ایک مذاق ہے کہ ایک روپیہ چار آنے یعنی ایک روپے 25 پیسے فی کس رکھے گئے ہیں۔رمضان پیکیج سے سستی روٹی نہیں آتی تو لوگوں کو افطاری کیا ملے گی؟ایک روپیہ 25 پیسے فی کس رمضان پیکیج کے تحت افطاری کے لئے آج کے دور میں رکھا گیا ہے کیا یہ ریلیف ہے؟آج کل اتنے پیسے تو فقیر نہیں لیتے لہذا آپ یہ احسان واپس لے لیں تو اچھا ہے اور یہ 4۔ارب روپے سکولوں کی upgradation پر لگا دیں یا پھر پائلٹ سکول کا سٹور بنا دیں کیونکہ پائلٹ سکول شہر کے دل میں ہے لیکن وہاں پر سٹور نہیں ہے۔

وہیکل ٹیکسیشن کی پالیسی بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔بڑی گاڑیوں پر ضرور ٹیکس لگائیں کیونکہ ہم نے ریونیو بھی اکٹھا کرنا ہے لیکن پرانے ماڈل کی پرانی گاڑیوں پر بھی اتنا ہی ٹیکس لگائیں جتنا نئی گاڑیوں پر ہے تو کیا ان کی قیمتیں یکساں ہیں؟ خدارا اسے category wise کریں کیونکہ پرانی گاڑیاں اس زمرے میں نہیں آسکتیں۔

جناب سپیکر! بیکریوں پر لائسنس فیس 10 ہزار روپے رکھی گئی۔پی سی ہوٹل اور بڑی بڑی بیکریوں پر بھی 10 ہزار روپے اور چھوٹی بیکری والے جو بے چارے تھڑے پر بیٹھ کر بسکٹ بناتے ہیں ان پر بھی 10 ہزار روپے زیادتی ہے۔خدارا کچھ تو انصاف کریں اور پالیسی بنانے والوں کو بھی کچھ تو عقل دیں۔

جناب سپیکر!خواتین کے لئے 13۔ارب روپے رکھے ہیں جبکہ 2۔ارب روپے کا cut لگ گیا۔ میں نے ایک لمبی تجویز دی تھی جس کے دو paper میرے پاس موجود ہیں جو میں سابق tenure میں یہاں کھڑے ہو کر خواتین کی بہبود کے لئے منصوبے دیتی رہی کہ ان کی ترقی کے لئے مواقع پیدا کئے جائیں،ڈیری فارمنگ اور فش مارکیٹ کے لئے انہیں بلا سود قرضے جاری کئے جائیں،کاٹیج انڈسٹری کو فروغ دیا جائے،مائیکرو level پر انہیں جو اس وقت ہم 20 ہزار روپے کی بات کرتے تھے لیکن آج 50 ہزار روپے قرضہ دینے کی ضرورت ہے تو ان کے لئے الگ سے 40 فیصد فنڈز مختص کیا جائے۔ان کے لئے یونین کونسل wise زچہ بچہ سنٹر، سکول اور ٹریننگ انسٹیٹیوٹ بننے چاہئیں۔یہ ساری تقریر مجھے زبانی یاد ہے اور پورے ایوان کو بھی زبانی یاد ہو گئی ہو گی۔میں اسے پڑھتی نہیں ہوں کیونکہ وقت ختم ہو

رہاہے تو میں یہ کہوں گی کہ وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر میں آج خواتین کے لئے ایک لفظ بھی شامل نہیں کیا گیا۔ ہم سے تجاویز ضرور لی گئیں اور ہمیں سرٹیفکیٹ بھی دیئے گئے لیکن ان پر عمل ندارد۔

جناب سپیکر!Mismanagement، دوائیاں ،چینی، روٹی، دہشت گرد تنظیموں کی حوصلہ افزائی، فوڈ سپورٹ سکینڈل کی کوئی انکوائری، کوئی رپورٹ اور کوئی پکڑ دھکڑ کچھ بھی نہیں ہوا۔ پانچ ماہ تک لوگوں نے چینی پر-/100روپے فی کلو زائد وصول کیا جو کہ 5۔ارب روپے بنتا ہے تو اس کا حساب کسی نے ان سے نہیں لیا اور معزز چیف جسٹس بھی اس سلسلے میں کچھ نہ کر سکے۔ میں اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے کہوں گی کہ یہ جو لوگ ہیں جو عرق ریزی اور سر مغزنی کر رہے ہیں اور یہاں پر توجہ دلا رہے ہیں کہ خدارا ان غلطیوں پر قابو پائیں اور وہ غلطیاں نہ کریں کہ آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہ کر سکیں۔ ان کی نذر ہے:

یہ جو دیوانے سے دو چار نظر آتے ہیں
ان میں کچھ صاحب اسرار نظر آتے ہیں
تیری محفل کا بھرم رکھتے ہیں سو جاتے ہیں
ورنہ یہ لوگ تو بیدار نظر آتے ہیں
شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،اطہر گورچانی صاحب!

سردار اطہر حسن خان گورچانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب والا!یوں تو باتیں بہت ہیں۔ اس سال جو بجٹ پیش ہوا ہے اگر اس کے نقائص گنوانے بیٹھیں تو شاید میں دو تین دن ہی لگا دوں۔ بہت سارے دوستوں نے دانش سکول جیسے فلاپ ترین سکیموں کے بارے میں کافی کچھ کہہ دیا ہے بلکہ صحیح کہا ہے۔ آپ راجن پور کی ہی ایک مثال لے لیں۔ دس کلو میٹر دور کا استاد اپنی posting پر نہیں جانا چاہتا اور وہ سکول خالی پڑا ہوا ہے۔ آپ کا EDO اس کو گھوسٹ سکول declare کر رہا ہے صرف اس وجہ سے کہ دس کلو میٹر والا استاد وہاں جانا نہیں چاہتا کیونکہ اس کا گھر دور ہے۔ آپ انگلش میڈیم تعلیم کے لئے اساتذہ کو لاہور سے راجن پور کیسے بھیجیں گے؟ مجھے اس کی سمجھ نہیں آتی۔ اسی طرح اگر آپ ییلو کیب سکیم کی مثال لے لیں جو ایک اور انتہائی فلاپ سکیم ہے۔ اپنے کارکنوں کو نوازنے کے لئے 1997 میں یہ سکیم launch کی گئی، لوگوں نے down payment پر گاڑیاں وصول کر لیں اور باقی اقساط دینے سے انکار کر دیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ صرف چند سو لوگوں کو نوازنے کے لئے حکومتی پیسے

کو جو پنجاب کے ہزاروں کروڑوں عوام کے خون پسینے کی کمائی ہے، موجودہ حکمران اپنی سیاست چمکانے کے لئے اور اپنے چند کارکنوں کو خوش کرنے کے لئے نواز دیں؟ یہ باتیں ہو رہی ہیں میں اس کو repeat نہیں کروں گا کیونکہ ٹائم بھی مختصر ہے۔ میں ایک اور چھوٹی سی مثال ضرور دوں گا کہ وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ فنڈ جو کہ 26 کروڑ روپے، کل بڑے فخر سے وزیراعلیٰ صاحب اُٹھ کر جناب اپوزیشن لیڈر کی correction کر رہے تھے، شاید وہ بھول گئے ہیں کہ انہوں نے خرچ 32 کروڑ روپے کئے ہیں۔ شرم آنی چاہئے انہیں یہ بات کہتے ہوئے کہ یہ 26 کروڑ روپے فنڈ تھا۔ اس سال کتنی ڈھٹائی سے لکھ دیا ہے کہ ہم 25 فیصد کٹوتی کر رہے ہیں۔ پچھلے سال بھی یہی دعویٰ کیا گیا تھا کہ ہم 25 فیصد کٹوتی کریں گے۔ یہ عوام کو کس قسم کے ڈرامے دکھا رہے ہیں، یہ کوئی تھیٹر ہے؟ یہ اتنا مقدس ایوان ہے اور ہزاروں، کروڑوں لوگ ہمیں ووٹ دے کر یہاں بھیجتے ہیں تاکہ ہم ان کی نمائندگی کریں۔ بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب حکمران ہی لوگوں کو ایسے ڈرامے دکھا رہے ہوں تو اس صوبے کا کیا بنے گا؟ ہر سال جھوٹے وعدوں کی طرح بجٹ تقریر میں ایک بار پھر جھوٹے وعدوں کا ایک پلندہ ہمارے ہاتھوں میں پکڑا دیا گیا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ budget speech جنہوں نے لکھی ہے یا گزشتہ چار سالوں سے لکھ رہے ہیں شاید وہ تقریری مقابلوں میں اول انعام لیتے رہے ہوں گے کیونکہ وہ بہت خوبصورتی سے اور اچھے الفاظ استعمال کر کے جنوبی پنجاب کی عوام کے جذبات سے کھیل رہے ہیں۔ اتنے بلند و بانگ دعوے کئے جاتے ہیں کہ اُن کو پڑھ کر دل خوشی سے اچھل پڑتا ہے کہ شاید اب ہمارے دکھوں کا مداوا ہو گا، شاید اب ہمیں پینے کا صاف پانی ملے گا اور شاید اب ہمارا کوئی پرسان حال ہو گا۔ چونکہ میں خود جنوبی پنجاب کے ایک عام آدمی کی طرح کاشتکار ہوں اس لئے میرے تحفظات بھی اسی علاقے سے متعلق کئے گئے جھوٹے دعووں سے ضرور ہیں۔ 2008,2009,2010 اور اب 2011-12 کا بجٹ ہے۔ ہر سال دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہم شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویل لگائیں گے۔ پچھلے سال تو ایک ارب 16 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ آئیں! موقع پر کوئی ایک ٹیوب ویل تو دکھا دیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ راجن پور، فاضل پور، ڈی جی خان اور رحیم یار خان میں کوئی ایک ٹیوب ویل تو دکھا دیں۔ اس سال پھر اعلان کر دیا گیا ہے کہ ہم 150۔ارب روپے کی لاگت سے شمسی توانائی والے ٹیوب ویل لگائیں گے، پھر ایک اور جھوٹ۔

جناب سپیکر! 2008 میں اعلان کیا گیا کہ ہم جنوبی پنجاب کو پسماندہ علاقہ declare کرتے ہوئے 7.5۔ارب روپے کا پیکج دے رہے ہیں۔ اُسی صفحے پر تیسری لائن میں ایک اور جملہ ڈال دیا گیا کہ ہم 9۔ارب روپے کی لاگت سے کوئی پروگرام شروع کر رہے ہیں۔ پھر اسی صفحے پر راجن پور اور

ڈی جی خان کے tribal areas کے لئے 3۔ارب روپے کا ایک اور پیکج کا اعلان سامنے آ جاتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کہاں ہیں وہ پیسے؟ چلو 7۔ارب روپے اور 9۔ارب روپے کہیں خرچ ہوئے ہوں گے۔ شاید آسمان میں کہیں لگے ہوں گے یا زیر زمین کہیں دبا دیئے گئے ہوں گے۔ڈی جی خان میں چونکہ ہمارا گھر ہے یہ کوئی ایک سکیم تو بتائیں؟ 2008,2009,2010 اور پھر اب 12-2011 کا بجٹ آ گیا۔اس مرتبہ کی تقریر میں پھر بہت بڑے الفاظ میں لکھا گیا ہے کہ 3۔ارب روپے کا پیکج دے رہے ہیں۔یہ کیا ٹوپی ڈرامہ ہے؟ کتنے سال کریڈٹ لینے کا ارادہ ہے اور وہ بھی اُس چیز کا جو موقع پر موجود ہی نہیں ہے، کیوں عوام کو اُلو بنائے جا رہے ہیں؟ اتنی ناانصافی نہیں ہونی چاہئے۔اسی طرح گزشتہ چار سال سے ڈیرہ غازی خان کا میڈیکل کالج announce ہو رہا ہے۔آج تک ہم نے تو اس کی کوئی ایک اینٹ بھی نہیں دیکھی۔ 2008 کی تقریر اٹھا لیں، 10-2009 اور اب 12-2011 کی تقریر اٹھا کر دیکھ لیں ہمیں اس کی کوئی ایک اینٹ بھی موقع پر دکھا دیں۔یہاں پر بڑے بلند و بانگ دعوے کی صورت میں میڈیکل کالج کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی جب ہم اپنے علاقے کی بات کرتے ہیں تو موصوف رانا ثناء اللہ صاحب کہتے ہیں کہ آپ کے جنوبی پنجاب سے بڑے بڑے حکمران رہے ہیں۔ بھئی رہے ہیں، ہم مانتے ہیں۔ ہم دور نہیں جاتے یہیں کی مثال لے لیتے ہیں۔ سردار دوست محمد خان کھوسہ، میرے بڑے بھائی ہیں۔ پنجاب کی طرف سے بڑا احسان کیا گیا کہ دیکھیں، ہم نے آپ کے جنوبی پنجاب کا وزیر اعلیٰ بنا دیا ہے۔انہوں نے اپنا پہلا دورہ ڈی جی خان اور راجن پور میں کیا تو انہوں نے دو منصوبے announce کئے۔پہلا تھا کہ اگر پرائم منسٹر صاحب راجن پور کی گیس کے لئے آدھی رقم دے دیں تو بقیہ آدھی رقم میں بھی دے دوں گا اور دوسرا اعلان میڈیکل کالج کا تھا۔ گیس والے منصوبے میں جو آدھی رقم پرائم منسٹر نے دی بقیہ رقم بھی انہی کو دینی پڑی کیونکہ موصوف وزیر اعلیٰ صاحب نے انکار کر دیا۔یہ کتنی شرم کی بات ہے۔ایک طرف آپ ہمیں طعنے دیتے ہیں کہ ہم نے آپ کا وزیر اعلیٰ بنایا ہے اور دوسری طرف وہ جو بات کر رہے ہیں اس کو honour ہی نہیں کیا جا رہا ہے۔ چلیں، گیس تو فیڈرل گورنمنٹ کا شعبہ ہے اس میں آپ کی شاید سبکی ہو رہی تھی اگر پیسے خرچ ہو جاتے لیکن میڈیکل کالج کا کیا بنا، کیا یہ تعصب نہیں ہے؟ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ جنوبی پنجاب کا وزیر اعلیٰ تھا اور منصوبہ بھی جنوبی پنجاب کا ہی تھا اسی لئے اس پر پیسے نہیں دیئے جا رہے تھے۔اسے ردی کی ٹوکری میں پھینکا جا رہا ہے۔ہر سال کی طرح پھر 2008,2009,2010 اور اب 12-2011 کی تقریر اٹھا کر دیکھ لیں وہ ایک ہی فریم ہے جس میں بار بار وہی الفاظ repeat ہو رہے ہیں کہ ہم نہروں اور بیراجوں پر بجلی پیدا کریں گے۔پتا نہیں وہ بجلی جا کہاں رہی ہے؟ ہمیں تو کہیں نظر

نہیں آرہی ہے لیکن تقریر کو خوبصورت بنانے کے لئے یہ الفاظ چن کر ڈال دیئے جاتے ہیں اور کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے۔ ہمیں تو اس بات کا پتا نہیں ہے۔ ہم یہ سوال کس سے پوچھیں کہ معدنیات کی دولت سے مالا مال ضلع راجن پور اور ڈیرہ غازی خان جس میں کوئلہ، جپسم، یورینیم اور کروڑوں اربوں کی دولت چھپی ہوئی ہے۔ ہر سال لکھا جاتا ہے کہ 50 کروڑ روپے، 60 کروڑ روپے معدنیات کی مد میں خرچ ہوں گے۔ یہ کوئی ایک منصوبہ راجن پور اور ڈی جی خان میں دکھادیں۔ ہمیں تو یاد نہیں ہے کہ کبھی کوئی حکومتی نمائندہ ہمارے پاس آیا ہو اور کہا ہو کہ آئیں آپ نشاندہی کریں کہ کن علاقوں میں آپ کے پاس یہ خزانے چھپے ہوئے ہیں؟ یہ سارا پیسا پتا نہیں جا کہاں رہا ہے؟ یہ سارے کا سارا پیسا میاں صاحب اپنے من پسند لوگوں پر خرچ کر رہے ہیں۔ اسی طرح آپ tourism پر آجائیں۔ ادھر بھی بلند و بانگ دعوے کئے گئے۔ کیا tourism کا پیسا صرف مری میں جانا ہے؟ راجن پور اور ڈی جی خان میں فورٹ منرو اور ماڑی کے مقام ایسے ہیں جو altitude میں مری جتنے ہیں اور ان کی ٹھنڈک بھی مری جیسی ہے۔ ابھی اس سال وہاں پر برف باری بھی ہوئی ہے لیکن وہاں پر پینے کا پانی نہیں ہے۔ کیا tourism کے پیسے پر بھی صرف مری کا حق ہے کیونکہ وہاں پر وزیر اعلیٰ موصوف کا اپنا گھر ہے، اپنی پراپرٹی ہے اس لئے وہاں پر سارا پیسا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر! اسی طرح آپ farm to market roads پر آجائیں۔ Farm to market roads یہ انگریزی کا لفظ ہے سمجھ ہی نہیں آتا۔ اس کا مطلب ہے "کھیتوں سے منڈیوں تک کی سڑکیں۔" آپ کو شاید علم ہو گا کہ جنوبی پنجاب کے چار اضلاع راجن پور، ڈی جی خان، بہاولپور، رحیم یار خان وسیع زرعی اراضی پر محیط ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں ہی نہیں پوری دنیا میں بہترین گندم اور کپاس یہاں پیدا ہوتی ہے تو farm to market roads کہاں پر ہونی چاہئیں؟ ادھر تو کوئی farm to market roads نہیں ہیں وہی کچی پگڈنڈیاں ہیں جہاں پر لوگ ابھی تک اپنے ٹریکٹر ٹرالیاں گھمار رہے ہیں، جہاں پر اکثر ان کے ٹرک اُلٹے پڑے ہوتے ہیں یا ان کے ٹریکٹر ٹرالیاں کسی کھالے میں پھنسی ہوتی ہیں۔ کتنا بڑا ظلم ہے، نعرہ لگایا جاتا ہے کہ ہم جنوبی پنجاب کے لئے یہ کر رہے ہیں، وہ کر رہے ہیں، 70۔ارب روپے رکھ رہے ہیں۔ کدھر ہیں یہ 70۔ارب روپے؟ ان کو یہ بات کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ بجٹ کی کتاب میں 70۔ارب روپے لکھے ہوئے ہیں اور اس کے نیچے والی لائن میں ہی یہ لکھا ہوا ہے کہ ہم 10۔ارب روپے release کریں گے تو 70۔ارب

روپے کیوں لکھ رہے ہیں،10۔ارب روپے لکھیں۔یہ صرف اور صرف کھوکھلے نعرے ہیں۔صرف اور صرف اپنی سیاسی دکانداری چمکائی جا رہی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جلدی wind up کریں۔

سردار اطہر حسن خان گورچانی: جناب سپیکر! میں بس دو منٹ مزید لوں گا۔ پچھلے سال سیلاب آ گیا تھا اس سے جنوبی پنجاب کے اکثر اضلاع کا basic infrastructure تباہ ہو گیا۔ سڑکیں، ہسپتال، سکول ایک تباہی کا منظر تھا۔ زیادہ تر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ دریاؤں سے آنے والے پانی نے یہ تباہی مچائی ہے۔ یہ بات کافی حد تک صحیح بھی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں کو یہ پتا نہیں ہے کہ ایک اور چیز بھی ہے جس کو اُردو میں رود کوہی اور انگریزی میں hill torrent کہتے ہیں۔ راجن پور اور ڈی جی خان میں جو تباہی دریا کے پانی سے ہوئی اس میں رود کوہی کے پانی سے اضافہ ہو گیا اور وہ تباہی دُگنی ہو گئی کیونکہ رود کوہی کے پانی کا جو outlet تھا وہ دریائے سندھ میں جا کر گرتا تھا اور وہ پہلے ہی overflow کر رہا تھا۔ 1947 سے پہلے ہم انگریز کے غلام تھے اور مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ اب ہم تخت لاہور کے مغل بادشاہ نما حکمرانوں کے غلام بن چکے ہیں۔ نہایت ہی افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ کم از کم انگریز hill torrent management system تو چلاتا تھا۔ اگر وہ یہاں سے ٹیکس وصول کرتا تھا تو یہ جو hill torrent کا پانی تھا اس کو ضائع ہونے کی بجائے وہ زمینیں آباد کرنے میں مدد کرتا تھا۔ ہم پچھلے چار سال سے چیخ رہے ہیں کہ خدا کے لئے management system hill torrent بنائیں تاکہ یہاں کے لوگ اپنی فصلیں بچا سکیں اور جو پانی یہاں پہاڑوں سے آ رہا ہے اس کو utilize کیا جا سکے لیکن ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ میں آپ کے علم میں یہ بھی لانا چاہتا ہوں کہ جو بند باندھے گئے تھے وہ پچھلے سال سیلاب کی وجہ سے ٹوٹ گئے تھے ان میں سے 80 فیصد ابھی تک ٹوٹے ہوئے ہیں اور آپ کے علم میں یہ بھی اضافہ کرتا چلوں کے Meteorological Department نے 136 ملی میٹر بارش کی پیشن گوئی کر دی ہے جو کہ پچھلے سال سے کئی گنا زیادہ ہے۔ آنے والی تباہی کا آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ بند ابھی تک کھلے منہ انتظار کر رہے ہیں کہ سیلاب کا پانی آئے اور سیدھا دیہاتوں اور شہروں کے اندر چلا جائے اور کھیتوں کو تباہ کر دے۔ اگر ایسا ہوا تو اس تباہی کے ذمہ دار صرف اور صرف وزیر اعلیٰ لاہور میاں محمد شہباز شریف ہوں گے۔ یہی زیادتیاں ہمارے اندر احساس محرومی کو جنم دیتی ہیں اور جنوبی پنجاب کو علیحدہ صوبہ بنانے کی ہماری یہ سوچ مزید پختہ ہو جاتی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

یہ صرف میرا خیال نہیں ہے جنوبی پنجاب میں بسنے والے سرائیکی، بلوچی، مہاجر، پٹھان اور پنجابی کی سوچ ہے۔ میں آپ پر ایک بار پھر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری demand لسانی نہیں ہے اس کو قطعاً ethnic نہ بنایا جائے۔ میں آپ پر واضح کر رہا ہوں کہ جنوبی پنجاب میں بسنے والے پنجابی، سرائیکی، پٹھان، بلوچی، مہاجر سب یہی demand کر رہے ہیں کہ ہمارا صوبہ علیحدہ بنایا جائے اور انشاء اللہ ہم بہت جلد اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ میں اپنے دوستوں سے مطالبہ کرتا ہوں کہ خدارا اُٹھ کھڑے ہوں، ان مظالم کے خلاف ہمیں اٹھنا پڑے گا۔ ہمارے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کا ہمیں جواب دینا ہو گا اور میں پھر ایک بار اس ایوان میں جنوبی پنجاب کو ایک علیحدہ صوبہ بنانے کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ ہمیں اس صوبے میں نہیں رہنا جہاں پر ہمارا استحصال کیا جا رہا ہے۔ ہم سے فنڈز اور ٹیکس تو وصول کئے جاتے ہیں، ہماری زمینیں بیچی جاتی ہیں، نیلام کی جاتی ہیں مگر پیسے لاہور میں خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔آپ کی وساطت سے میں میڈیا کے لوگوں سے بھی درخواست کروں گا کہ ہمارے ساتھ کئے جانے والے جھوٹے وعدے جو آپ کے سامنے کتابی شکل میں ہیں، یہ بھی نہیں کہ بات کر کے بھول گئے ہیں، کتابیں لکھی پڑی ہیں ان کو highlight کریں۔اگر قومی اسمبلی میں ایک قرارداد پر عملدرآمد نہ ہو تو ہمارے میڈیا کے دوست دھڑا دھڑ اس پر انتشار پھیلانے والے talk shows کر رہے ہیں۔ خدارا ہم پر بھی رحم کھائیں ہماری اُمید کی آخری کرن بھی آپ ہی ہیں۔ مہربانی کر کے ان کے اوپر بھی پروگرام کریں کہ یہ جو جھوٹے دعوے کتابوں میں لکھ رہے ہیں، یہ کیوں کر رہے ہیں اور اگر لکھ رہے ہیں تو پورے کیوں نہیں کر رہے اگر انہوں نے 70۔ارب روپے کا اعلان کیا ہے تو اس کو پورا کریں اور ان کے پیچھے بھی اسی طرح لگیں جس طرح فیڈرل گورنمنٹ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ میں قطعاً نہیں کہتا کہ آپ وفاقی حکومت کے خلاف ایجنڈا لے کر آتے ہیں، میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ ادھر بھی اصلاح لے کر آئیں۔ میڈیا کا کام اصلاح کرنا ہے اور ہمیں خوشی ہے، آج میڈیا کا کردار بہت اہم ہو چکا ہے، اگر آپ اس issue کو بھی اٹھائیں گے تو یہ بھی آپ کا جنوبی پنجاب کی عوام پر احسان ہو گا۔

آخر میں، میں ایک سرائیکی قطعہ آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔آپ کو پہلے بھی سنایا تھا لیکن آج چونکہ موقع ہے تو میں یہ موقع ضائع نہیں ہونے دوں گا۔

اَساں جائے سرائیکی ڈیس دے
ساڈی دھرتی ماء لکھ پال

ایندے سینے سندھ پیا کھیڈدا
ایندے پیریں چھاچھڑ کاک
اے بھاگ وندیندی بھاگ وند
ایندا پانی کھیر دِی کار
ایں جنڑیے گھوٹ فریدؒ جھئیں
ایندا لالن خدمت گار
بَھل اَج اے دھرتی بھَرم دی
ھے روندی نِیر ہزار
ایندی کنڈ تے چابُھک چھکدے
ایندی رَگ رَگ سو سو چیر
تے اساں نِینگر گوٹھ دے
ھے ساڈا کینجھا حال
ساڈے منہ تے جندرے جبر دے
ساڈے ہتھ کڑیاں وِچ بند
اَساں قیدی تخت لہور دے
اَساں قیدی تخت لہور دے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میری ایک عرض سُن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! This is no way. مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔ میں نے آپ کو پہلے بھی کہا ہے۔ This is against the decorum of the House. اگر آپ نے بات کرنی ہے تو باہر جا کر کریں۔ جی، حاجی ذوالفقار علی صاحب!

حاجی ذوالفقار علی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں وزیر خزانہ کائرہ صاحب کو۔۔۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: کائرہ صاحب اب وزیر خزانہ نہیں ہیں۔

حاجی ذوالفقار علی: Sorry میں کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔اتنا خوبصورت بجٹ ہمارے وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے دیا ہے کہ آج ہمیں جنوبی پنجاب سے ٹیلیفون آرہے ہیں کہ اس دفعہ جنوبی پنجاب کے لئے اتنی خطیر رقم رکھی گئی ہے یعنی 70۔ارب روپے جو ٹوٹل بجٹ کا 32 فیصد ہے اور ہماری آبادی کا تناسب وہاں پر 31 فیصد ہے۔ابھی میرے بھائی تقریر بھی کر رہے تھے اور جنوبی پنجاب کے حوالے سے بات بھی کر رہے تھے، دانش سکول کے حوالے سے بھی کہہ رہے تھے کیونکہ میں نے ان کی بات میں مداخلت نہیں کی۔اصل میں دانش سکول ان کے حلقے سے کہیں اور جارہا تھا اور ان کی request پر ہی ان کے حلقے میں دانش سکول بن رہا ہے۔وہاں پر اس کی ضرورت تھی اور یہ محسوس کرتے تھے کہ واقعی دانش سکول ایک اچھا اقدام ہے اسی لئے یہ میاں محمد شہباز شریف صاحب کو ملے اور انہوں نے اپنے حلقہ میں دانش سکول کی تعمیر کروانا شروع کی۔دوست کہتے ہیں کہ دانش سکول کے ساتھ ساتھ دوسرے سکولوں پر توجہ نہیں دی جارہی۔دانش سکول میں غریب،یتیم، بیواؤں اور مسکین لوگوں کے بچے پڑھیں گے۔اسی طرح جہاں تک دوسرے سکولوں میں سہولتوں کا تعلق ہے، مجھے یاد ہے کہ میرے حلقے میں ایک کالج ہے 09-2008 کی بات ہے میاں محمد شہباز شریف صاحب کو میں نے ایک message کیا کیونکہ میں نے جب وہاں پر visit کیا تو بچیاں ٹینٹوں کے نیچے پڑھ رہی تھیں۔انہوں نے فوری طور پر اس پر action لیا اور آج ماشاء اللہ وہ کالج تعمیر ہو چکا ہے۔اسی طرح ایک پرائمری سکول تھا اس کا بھی میں نے میاں صاحب سے کہا اور آج وہ پرائمری سکول جس کے کمرے نہیں تھے بچے درختوں کے نیچے پڑھتے تھے تو اسی ایک نوٹس پر الحمدللہ آج ہمارے بچوں کے لئے پرائمری سکول تعمیر ہو چکا ہے۔بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے، ہم نے قائدین تک یہ بات پہنچانی ہے کہ فلاں سکول میں یہ سہولتیں نہیں ہیں۔جنوبی پنجاب کی ترقی کی بات ہو رہی ہے تو دوستوں سے گزارش ہے کہ اگر ترقی دیکھنی ہے تو بہاولپور آئیں، ترقی دیکھنی ہے تو ملتان آئیں، ترقی دیکھنی ہے تو ڈیرہ غازی خان جائیں جہاں پر کروڑوں روپے کی لاگت سے سکول، سستے بازار، ہسپتال بن رہے ہیں اس کے علاوہ بہت ساری missing facilities مل رہی ہیں۔پچھلے سال بھی ہماری حکومت نے سیلاب میں بھی بڑا اہم role ادا کیا ہے،18۔ارب روپے سے لوگوں کو وطن کارڈ اور دوسری سہولتیں باہم پہنچائی ہیں۔آج model villages بھی وہاں بن رہے ہیں اور کافی model villages کے افتتاح بھی ہو چکے ہیں۔الحمدللہ ہم لوگ مطمئن ہیں کہ میاں صاحب نے ایک خطیر رقم جنوبی پنجاب کے لئے مختص کی ہے اور جس پر وہ خصوصی توجہ بھی دے رہے ہیں،آئندہ آپ دیکھیں گے کہ وہاں کی

محروم میاں جو پہلے ہی کافی حد تک ختم ہو گئی ہیں انشاء اللہ آنے والے سالوں میں وہ بڑے شہروں کے برابر آ جائیں گے۔ میری بجٹ کے حوالے سے یہی عرض ہے کہ جس تناسب سے ہمیں فنڈ دیا گیا ہے انشاء اللہ اس کو ہم بروقت خرچ کریں گے اور وہاں پر لوگوں کے صحت، تعلیم یا سڑکوں کے حوالے سے جو مسائل ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔ میں صرف یہی گزارش کروں گا کہ نوجوانوں کے لئے جو روزگار سکیم فراہم کی گئی ہے وہ پڑھے لکھے لوگوں کے لئے صاف شفاف اور احسن اقدام کیا گیا ہے۔ سستے بازاروں کا مقصد صرف یہی تھا کہ کسان direct وہاں پر آ کر اپنی چیز فروخت کرے گا اور middleman کا کردار ختم ہو جائے گا۔ درمیانے طبقے کے لوگ جب وہاں سے اشیائے ضروریہ خریدیں گے تو ان کو اس سے فائدہ ہو گا۔ بہاولپور میں یقیناً ریکارڈ ترقیاتی کام ہوئے ہیں۔ میں اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف کو appreciate کرتا ہوں کہ آئندہ بھی وہ جنوبی پنجاب کی طرف خصوصی توجہ دیں گے۔ جس طرح ہمارے علاقے کے لئے بجٹ مختص کیا ہے ہماری missing facilities کو ختم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں گے اور ہم بھی ان کا بازو اور ٹیم بن کر ان کے ساتھ کردار ادا کریں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ میں یہاں پر صرف یہ بتانا چاہوں گا کہ کل یہاں House میں سود خوری کے مسئلے کے حل کے لئے ایک issue کو اٹھایا گیا تھا اور سابق سپیشل کمیٹی جو اس مسئلے کے حل کے لئے بنائی ہوئی تھی اس کی سفارشات پر عملدرآمد کے لئے درج ذیل ممبران پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو ایک ماہ میں اپنی سفارشات مرتب کر کے ایوان میں پیش کرے گی۔

1۔ جناب محمد محسن خان لغاری۔
2۔ رانا ثناء اللہ خان (وزیر قانون و پارلیمانی امور)
3۔ رانا محمد افضل خان۔
4۔ الحاج محمد الیاس چنیوٹی۔
5۔ محترمہ شہزادی عمرزادی ٹوانہ۔
6۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات۔
7۔ محترمہ حمیرا اویس شاہد۔
8۔ میاں نصیر احمد۔
9۔ جناب محمد آجاسم شریف۔
10۔ چودھری عبدالغفور (وزیر خوراک)
11۔ سید حسن مرتضیٰ۔
12۔ شیخ علاؤالدین۔

یہ کمیٹی ایک ماہ میں اپنی سفارشات مرتب کر کے ایوان میں پیش کرے گی۔ڈاکٹر اختر ملک صاحب!

ڈاکٹر محمد اختر ملک: شکریہ۔جناب سپیکر! بڑے عرصہ کے بعد آپ نے لب کشائی کا موقع فراہم کیا ہے۔سب سے پہلے تو میں کامران مائیکل صاحب کو بجٹ پڑھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔آج اس بجٹ کے حوالے سے جو لمحہ فکریہ ہے وہ یہ ہے، مجھے زیادہ دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ اور میاں محمد نواز شریف جمہوریت کا راگ تو الاپتے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ جمہوری روّیے اس اسمبلی کو یا اس صوبے کی عوام کو دکھا رہے ہیں۔جس اسمبلی نے انہیں عزت دی، جس اسمبلی نے انہیں اس منصب پر فائز کروایا، تین سالوں میں سات دفعہ وہ یہاں تشریف لائے۔ایم پی ایز اور ایم این ایز ٹائم کے لئے ان کے پیچھے پھرتے رہتے ہیں لیکن ٹائم نہیں ملتا، اپوزیشن تو دور کی بات ان کی اپنی جماعت کے ایم پی ایز کو ٹائم نہیں ملتا، میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑے ڈکٹیٹر یہ خود ہیں اور ان اسمبلیوں کی بالادستی کو ان کا ذہن تسلیم نہیں کرتا۔میں آج ببانگ دہل یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ بھی انہی کی ڈکٹیٹر شپ والی سوچ کا نتیجہ ہے۔بجٹ راولپنڈی سے شروع ہو کر ننکانہ صاحب، شیخوپورہ اور قصور پر آکر ختم ہو جاتا ہے اور اگر ان کے ذہن میں آئے تو سو میں سے دو چار سکیمیں جنوبی پنجاب کے کسی ضلع کو دے دیں، نہیں تو ان کے صوابدیدی اختیارات ہیں جو وہ خود استعمال کئے جا رہے ہیں۔وہ صوابدیدی اختیار بڑی چابکدستی سے استعمال کر رہے ہیں۔مجھے افسوس اس چیز کا ہوتا ہے کہ جب ہمارے جنوبی پنجاب کے لوگوں کو تیسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا ہے۔۔۔گورچانی صاحب! ذرا پلیز بیٹھ جائیں،، ہم اپنا حق مانگتے ہیں، ہم کسی کا حق نہیں چھیننا چاہتے، اس علاقے کے لوگوں کو اب جو احساس کمتری یا احساس محرومی محسوس ہونے لگ گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کا حق ہے اور انہیں اظہار کرنا چاہئے۔اس علاقے کے نمائندے جو آج یہاں بیٹھے ہیں میں ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ چاہے آپ جتنی مرضی خوشامدیں کریں لیکن آپ نے ووٹ تو اسی علاقے کے لوگوں سے لینے ہیں اور جب آپ ووٹ لینے جائیں گے تو وہ لوگ آپ کا احتساب کریں گے، آپ کے گریبان ہوں گے اور ان کے ہاتھ ہوں گے۔اس وقت میں دیکھوں گا کہ کون اپنے علاقے کے لوگوں کی بات سننے کے لئے تیار ہو گا۔جو آج یہاں بیٹھ کر اس حکومت کے ان سیاہ کارناموں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ اس وقت منہ چھپاتے پھر رہے ہوں گے۔

جناب سپیکر! میں facts and figures سے بات کروں گا، ہمیں ultimately الیکشن میں انہی لوگوں کے دروازوں پر جانا ہے لیکن یہ حکومت ہمیں اس قابل نہیں چھوڑنا چاہتی کہ ہم دوبارہ ان کے دروازوں پر جائیں اور وہاں سے الیکشن لڑیں۔پچھلی دفعہ سیلاب کا بڑا رونا رویا گیا، میں سمجھتا ہوں

کہ بہت بڑا نقصان ہوا، بہت سارے لوگ بے گھر ہوئے، بہت سارے لوگوں کی سب لٹیا ڈوب گئی لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ کون سا ایسا ڈی سی یا کمشنر یا وہاں انتظامیہ کا بندہ ہے جس کو وزیر اعلیٰ یہاں بیٹھے حکم کریں تو وہ نہ مانے؟ جہازوں اور ہیلی کاپٹر کے کرائے پر کروڑوں روپے لگا کر وہ 32 دفعہ گئے ہیں، وہ لگا تار 32 دن جاتے رہے اور پوری ڈویژن کی انتظامیہ انہیں receive کرنے کے لئے ملتان ائیرپورٹ پر آئی ہوتی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں تھی۔ اگر یہاں بیٹھے ایک وزیر اعلیٰ کا اتنا کنٹرول نہیں ہے کہ وہ کسی ڈی سی یا کمشنر کو کوئی حکم دے اور وہ حکم عدولی کرے۔ وہاں دس تھیلے بانٹنے کے لئے ایک ہیلی کاپٹر کا کرایہ دس لاکھ کے قریب دیتے تھے اور وہاں اوپر سے دس تھیلے گراتے تھے۔ یہ ہمارا نہیں بلکہ عوام کا پیسا ہے جو پائی پائی اکٹھی ہو کر یہاں آتی ہے لیکن ہم اسے اس طرح شاہانہ انداز میں لٹاتے رہے۔ ہمیں ان چیزوں پر غور کرنا ہوگا اور ان چیزوں کو سیدھا کرنا ہوگا۔

جناب سپیکر! بیرونی امداد کا بڑا راگ الاپا جا رہا ہے یہ سوچی سمجھی سازش کے تحت ہمارے رورل ایریاز کو ان چیزوں سے deprive کرنے کی ایک سازش ہے، ایشیئن اور ورلڈ بنک کے جو پراجیکٹس ہیں وہ سارے دیہاتوں کے ہیں۔ آپ ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں کہ بیرونی امداد سے شہروں میں کون سا پراجیکٹ چل رہا ہے؟ وہ تو ہیں ہی دیہاتوں کے لیکن دیہاتوں کے لوگوں کو مزید پسماندہ کرنے کے لئے بیرونی امداد کا راگ الاپا جا رہا ہے یہ بھی بڑی زیادتی کی بات ہے لہذا ہمیں اسے relook کرنا چاہئے۔ ان کو پتا ہے کہ دیہاتوں سے انہیں ووٹ نہیں ملتے اس لئے دیہاتوں کو کیوں look after کریں۔

جناب سپیکر! austerity measures کی بات ہوئی تو ابھی اسی سال وزیر اعلیٰ صاحب کے کچن کی renovation پر چھ کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ یہ کون سے austerity measures ہیں؟ pro poor کے لئے اب 21۔ ارب روپے کی بجائے 30۔ ارب روپے کر دیئے گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ہمارے ہاں جو مسلم لیگ (ن) کے ورکرز تھے، جن کے پاس بائیسکل نہیں تھی وہ آج پراڈو پر پھر رہے ہیں، وہ پیسے مل مالکان کی جیبوں میں گئے ہیں یا ان کے ورکروں کی جیبوں میں گئے ہیں اور وہ 21 کا 21۔ ارب روپیہ ڈوب گیا ہے اس سے چند لوگوں کو تو ضرور فائدہ ہوا ہے لیکن کسی غریب کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں بڑے افسوس سے کہتا ہوں کہ جب ہم یہاں آئے تھے تو وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک نظم پڑھی تھی۔

وہ جو چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلے
دیپ جس کا محلات ہی میں جلے
وہ جو چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلے
وہ جو ہر مصلحت کے سائے تلے پلے
ایسے دستور کو، صبح بے نور کو
میں نہیں مانتا میں نہیں جانتا

یہ بجٹ بالکل اسی کی full عکاسی کر رہا ہے کہ چند لوگوں کو خوش کرنے کے لئے یہ سارا کیا ہے۔
جناب سپیکر! جو پبلک ٹرانسپورٹ کا ذکر کیا گیا ہے آپ وہ بھی اٹھا کر دیکھ لیں اور یہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ اس میں کن لوگوں کو نوازا گیا ہے۔آگے چلیں تو آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کی جو surroundings ہیں وہ مالی پٹواریوں سے ریکارڈ نکلوا کر دیکھیں کہ وہ پراپرٹی کن لوگوں نے خریدی ہے اس پر بھی آپ کو پتا چل جائے گا کہ اس کے basic themes کیا ہیں اور یہ اس پر کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ییلو کیب والی بات پہلے بھی کر چکے ہیں کہ چاہے سوزوکی کار بھی لیں تو اس کے سپیئر پارٹس باہر سے منگوانے پڑیں گے۔آپ بیس ہزار گاڑیوں کی قیمت بنائیں ابھی کوئی 40۔ارب روپے کہہ رہا ہے اور کوئی 4۔ارب روپے کہہ رہا ہے۔اگر آپ پنجاب کا 40۔ارب روپیہ باہر بھیجنا چاہتے ہیں تو اس میں کون سی عقلمندی کی بات ہے؟ میں اپنی بات کو short کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ جو زرعی گریجویٹس کو سرکاری زمینیں دینے کی یہاں پر بات کی گئی ہے میں اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ اپر پنجاب میں کہاں پر سرکاری زمینیں پڑی ہیں جو یہ زرعی گریجویٹس کو دینے جا رہے ہیں؟ ہمارے علاقے میں جو سرکاری زمینیں ہیں ان کی نظریں ان پر ہیں۔مجھے بتائیں کہ وہاں ہماری تین ڈویژن میں کتنی زرعی یونیورسٹیاں موجود ہیں جہاں سے آپ کو گریجویٹس ملیں گے اور آپ انہیں سرکاری رقبے دیں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ہمارے وسائل پر غاصبانہ قبضہ کرنے کی ایک سازش ہے اور ہم اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔یہ اس علاقے کے لوگوں کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ان لوگوں کا کیا قصور ہے جو اتنے عرصے سے ان زمینوں کو کاشت کر رہے ہیں؟ آپ ان لوگوں کو یہ زمین کیوں نہیں دیتے جو پچاس پچاس اور سو سو سال سے ان زمینوں کو کاشت کر کے ملکی ترقی میں اپنا حصہ ملا رہے ہیں۔ آپ وہاں جا کر ان لوگوں سے کیوں قبضہ کروانا چاہتے ہیں؟ یہ سراسر زیادتی ہے اور ہم اس پر بھرپور احتجاج کرتے ہیں۔وہاں ہماری سرکاری زمینیں بیچی گئیں اس سلسلے میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جہاں کی

زمینیں بیچی جائیں گی وہ پیسے وہیں کے اضلاع میں لگائے جائیں گے لیکن مجھے بتائیں کہ ان زمینوں سے ہمارے ان اضلاع میں کیا بنایا گیا؟ وہ سارے پیسے تو اپر پنجاب لاہور میں شفٹ ہوئے، کسی کا روڈ بنا ہے اور کسی کا سکول اور ہسپتال بنا ہے۔ مجھے یہ بتائیں کہ وہاں پر کیا بنایا گیا ہے؟

جناب سپیکر! ہیپاٹائٹس کے لئے بہت تھوڑے پیسے رکھے گئے ہیں، ہیپاٹائٹس کے مریض جن کا lever damage ہو جاتا ہے ان کا کوئی حل نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے مزید پیسے رکھنے چاہیئں کہ اس کا جو proper طریقہ ہے اس کا حل نکال سکیں۔ یہاں سے 9 لاکھ ٹن گندم برآمد کی گئی تو مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ باقی گندم خریدنے میں کیا امر مانع تھا، اگر برآمد ہی کرنی تھی تو کسانوں کو ان بھیڑیوں اور middlemen کے ہاتھوں کیوں لٹوایا گیا۔ انہوں نے باردانے کی شکل میں کسانوں کو لوٹا، انہیں باردانہ تو نہ ملا لیکن دھکے ضرور ملے۔ میں اپنے ایک افسر کی بات بتانا چاہتا ہوں کہ میں ان کے پاس باردانہ لینے کے لئے گیا تو وہ کہتے ہیں کہ کھجل خوار ہونا ہے تو میں سفارش کر دیتا ہوں۔ جب آپ کی انتظامیہ کا یہ حال ہو کہ باردانے کے لئے کسانوں کو کھجل خواری کے علاوہ کچھ نہ ملے تو ہم اس حکومت سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں؟

جناب سپیکر! صوبے میں حالات وہ نہیں ہیں جو آپ کو یہاں پر نظر آ رہے ہیں۔ صوبے کے حالات اس وقت بہت ہی دگرگوں ہیں اور اس پر ہمیں بیٹھ کر سوچنا چاہئے۔ میں این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے ایک بات کروں گا، اگر پنجاب این ایف سی کی بنیاد پر وفاق سے اپنا حق مانگتا ہے تو پھر پنجاب کا بھی حق بنتا ہے کہ این ایف سی کی بنیاد پر پورے صوبے کو اپنے وسائل تقسیم کرے۔ ہم وفاق سے کہتے ہیں کہ ہمیں population, area and poverty کی بنیاد پر ہمارا حصہ دیا جائے تو پھر صوبے کے اضلاع کا کیا قصور ہے؟ ان کو یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہم آپ کو اس تناسب سے پیسے نہیں دیتے جبکہ لاہور کے لئے ساری رقوم رکھ لی جاتی ہیں جو کہ سراسر زیادتی ہے۔ یہاں پر جو blocked allocations رکھی گئی ہیں وہ صرف اور صرف سیاسی رشوت دینے کے لئے رکھی گئی ہیں۔ اے ڈی پی کے بجٹ کا تقریباً 50 فیصد تو blocked allocations میں چلا جائے گا۔ اس کو رکھنے کا کیا مقصد ہے؟ اگر آپ وفاقی حکومت کا بجٹ اٹھا کر دیکھیں تو اس میں اس طرح کی کوئی blocked allocations نہیں ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ ان چیزوں کو کب ٹھیک کیا جائے گا اور ان خرابیوں کو کب دُور کیا جائے گا؟

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کے لئے 70۔ ارب روپے کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ لکھ دیا گیا ہے کہ اگلے سال کے لئے 10۔ ارب روپے مختص کر دیئے گئے ہیں جو کہ سراسر ناانصافی

ہے۔ پچھلے سالوں میں جتنے پیسے announce کئے گئے ان میں سے one third بھی خرچ نہیں کئے گئے۔ 7۔ارب روپے کی announcement کی گئی لیکن 80 کروڑ روپے release ہوئے ہیں۔ مجھے بنگلہ دیش کے مجیب الرحمٰن کی بات یاد آتی ہے اس نے اسلام آباد میں یہ کہا تھا کہ مجھے اسلام آباد کی سڑکوں سے اپنی پٹ سن کی بُو آرہی ہے۔ اگر حالات یہی رہے تو پھر وہ دَور آنے والا ہے کہ جب ہم بھی یہ کہیں گے کہ ہمیں اپنی کاٹن کی بُو لاہور اور راولپنڈی کی سڑکوں سے آرہی ہے اس لئے وہ وقت آنے سے پہلے ان لوگوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ 1973 کے آئین میں جیسے کہا گیا ہے کہ جو under-develop districts ہیں انہیں ان کے حصے سے زیادہ فنڈز دیئے جائیں۔ ان اضلاع کو زیادہ فنڈز دینے کی بجائے اپنا حق بھی نہیں دیا جا رہا یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ہمارے قائدین باتیں کرتے ہیں کہ ہم انصاف، حق اور سچ کی سیاست کر رہے ہیں تو یہ باتیں ان کے اپنے اعمال سے ثابت بھی ہونی چاہئیں۔ یہ صرف کتابی یا لکھی پڑھی باتیں نہیں ہونی چاہئیں بلکہ ان کو اپنے عمل سے بھی ثابت کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں کچھ figures quote کروں گا جو کہ اس اے ڈی پی میں دیئے گئے ہیں۔ میں یہ عرض کرتا چلوں کہ South میں آج تک کوئی free tax industrial zone نہیں بنایا گیا۔ جتنے بھی بنے ہیں وہ جی ٹی روڈ کے قریب قریب بنے ہیں اگر وہاں پر ایک free tax industrial zone دے دیا جائے تو وہاں کے ہزاروں لوگوں کو روزگار کے مواقع مل جائیں گے۔ آج بھی south کی پانچ لاکھ خواتین ایسی ہیں جو کہ کراچی کے سیٹھوں کے گھروں میں ملازمت کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتی ہیں۔ یہ ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہماری غریب خواتین اپنے علاقے سے جا کر کراچی اور دوسرے بڑے شہروں میں لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہیں اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتی ہیں۔ اگر ان کو اسی علاقے میں روزگار کے ذرائع میسر آجائیں تو پھر انہیں اس پریشانی سے نجات مل جائے گی۔

جناب سپیکر! ہائر ایجوکیشن کے لئے انہوں نے کل 4874 ملین روپے رکھے ہیں اور اس میں ہمارے South کو صرف 809 ملین روپے دیئے گئے ہیں۔ یہ South کے 17 اضلاع کے لئے اٹھارہواں حصہ بھی نہیں بنتا۔ ان اضلاع میں پاکپتن، وہاڑی، بہاولنگر اور دوسرے علاقے شامل ہیں اور ان سب کو صرف 809 ملین روپے ملے ہیں۔ ہمارے ان علاقوں کے لوگوں کا کیا قصور ہے کہ ہمیں تیسرے درجے یا پرلے درجے کا شہری سمجھا جاتا ہے، کیا ہمارا اس صوبے کے وسائل پر حق نہیں ہے،

اسی طرح تعلیم کے شعبے میں missing facilities کے حوالے سے 3558 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت 20 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ڈاکٹر صاحب! اب آپ wind up کر لیں۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ missing facilities کی مد میں کل رقم 3558 ملین روپے رکھی گئی ہے اور اس میں سے ہمیں 1500 ملین روپے مل رہے ہیں۔اسی طرح کالجوں کی جو upgradation ہوئی ہے اور ان کے لئے اے ڈی پی میں جو پیسے رکھے گئے ہیں وہ بھی بڑے مضحکہ خیز ہیں۔اس مد میں کل 833 ملین روپے رکھے گئے ہیں جبکہ south کے لئے صرف 120 ملین روپے مختص کئے ہیں۔ہمارے علاقے کے لوگوں کو پیچھے رکھنے کی یہ جان بوجھ کر ایک سازش کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح Accelerated Programme for Health Care کے figures بھی بڑے مضحکہ خیز ہیں اس کے لئے total 7502 million روپے مختص کئے گئے ہیں اور اس میں سے South کے لئے صرف 2944 ملین روپے رکھے گئے ہیں اور اس میں ongoing schemes بھی شامل ہیں جو کہ پچھلے تین سالوں سے ان علاقوں میں چل رہی ہیں۔

جناب سپیکر! Tertiary Care کی خاطر انہوں نے لاہور اور راولپنڈی کے ہسپتالوں کے لئے 29446 ملین روپے رکھے ہیں جبکہ South کے ہسپتالوں کے لئے اس مد میں 10555 ملین روپے ہیں۔یہ بہت بڑا فرق ہے، اگر پانچ دس کا فرق ہوتا تو پھر بھی affordable تھا، یہ ہم سے ہضم نہیں ہو رہا، ہم نے اپنے لوگوں کو جا کر جواب دینا ہے۔وہ ہم سے پوچھتے ہیں کہ آپ ہمارے لئے کیا لے کر آئے ہیں؟ یہ سراسر زیادتی ہے اور ہم اس پر احتجاج کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر بڑا شور مچایا جا رہا ہے کہ میڈیکل کالج بنائے جا رہے ہیں۔اس بجٹ میں میڈیکل کالجوں کے لئے ٹوٹل 18294 ملین روپے رکھے گئے جن میں سے South کو 5440 ملین روپے دیئے گئے ہیں۔یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہی حالت ہمارے علاقے کی واٹر سپلائی سکیموں اور سڑکوں کی ہے۔واٹر سپلائی سکیموں کے لئے 12001 ملین روپے رکھے گئے ہیں اور ان میں سے صرف 1263 ملین روپے South کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔یہاں اپر پنجاب میں تو کھارے پانی کے علاقے نہیں ہیں۔ہمارے علاقے South Punjab میں راجن پور تک ایسے ہیں کہ جہاں کا پانی انسان

توانسان جانور بھی نہیں پی سکتے۔ان لوگوں کے لئے اس بجٹ میں صرف 1263 ملین روپے مختص کئے جارہے ہیں جبکہ اپر پنجاب کے لئے 12001 ملین روپے دیئے جارہے ہیں۔

جناب سپیکر! آپ بار بار میری طرف دیکھ رہے ہیں اس لئے میں wind up کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ Rural Water Supply Schemes کے لئے بھی same figures ہیں۔ ہمارے ان 17 اضلاع کو آپ کے total ADP سے دسواں حصہ ملتا ہے۔ میں آخر میں صرف یہی کہوں گا کہ ہمیں اپنا حق چاہئے، ہم اپر پنجاب کے لوگوں کا حق نہیں مانگتے بلکہ ہم تو اپنا حق مانگتے ہیں۔ ہمارا جو حق ہے وہ ہم لے کر رہیں گے اگر نہیں دیں گے تو ہم انشاء اللہ چھین کرلے لیں گے۔ ہم اپنی عوام کو یہ بتائیں گے کہ آپ نے جس اعتماد کا اظہار کیا ہے اس پر ہم پورا اُتریں گے۔ ہمارا حق چاہے jobs کے حوالے سے ہو، چاہے وہ ترقیاتی کاموں کے حوالے سے ہو اور چاہے وہ پانی کی تقسیم کے حوالے سے ہو ہم اپنا حق لے کر رہیں گے۔ پانی کی تقسیم پر بھی ہمارے علاقے کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے۔ ہم چاہیں گے کہ اس پر سیمینار ہوں، discussion ہو اور ہمارے علاقے کے لوگوں کا حق ان کو دیا جائے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے علاقے کے لوگوں کا حق لے کر جائیں گے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں محمد معین وٹو صاحب!

میاں محمد معین وٹو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بجٹ کسی بھی صوبے یا ملک کا ایسا تخمینہ اور میزانیہ ہوتا ہے کہ جس میں وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے مسائل کے حل کے لئے مالی اخراجات کی تقسیم کی جاتی ہے مگر جہاں مسائل بے شمار ہوں اور وسائل محدود ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ حکومت وقت کے لئے ان حالات میں بجٹ پیش کرنا نہ صرف ایک challenge ہوتا ہے بلکہ ایک بہت بڑے امتحان سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ پھر جب ملکی حالات ایسے ہوں کہ پورے کا پورا ملک دہشت گردی کی لپیٹ میں ہو، پورے ملک میں energy کا بحران ہو، پورے ملک میں بجلی کی کمی ہو، پورے ملک میں گیس کا بحران ہو اور تیل کی قیمتیں ناقابل برداشت ہوں تو ان حالات میں معیشت کا پہیہ نہ صرف سست ہو جاتا ہے بلکہ جام ہونے کے مترادف ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب نے یہ بجٹ جس موثر انداز میں پیش کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمارے صوبے کے وزیر اعلیٰ اور خادم اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب کی اس انقلابی اور مثبت سوچ کا نتیجہ ہے۔ یہ بجٹ اس بات کی عکاسی کرتا ہے جو میاں محمد شہباز شریف صاحب کے دل میں اس صوبے کے غریبوں کے لئے، اس صوبے کے عوام کے لئے ہر وقت موجود رہتا ہے اور جس کے لئے وہ دن رات محنت کرتے ہیں کہ کسی طریقے

سے ہمارا صوبہ مشکلات سے نکل آئے۔اُن کے اندر ایک جذبہ موجود رہتا ہے اور وہ اس کے لئے دن رات محنت کرتے ہیں کہ کسی طریقے سے ہمارا صوبہ مشکلات سے نکل آئے، ہمارے صوبہ کی عوام کا معیار زندگی بلند ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں جو موجودہ بجٹ پیش کیا گیا ہے وہ وسائل اور مسائل کے حل کا حسین امتزاج ہے کہ جہاں پر عام طور پر بجٹ میں ٹیکسوں میں اضافہ کیا جاتا ہے، یہ واحد بجٹ ہے کہ ان معروضی حالات میں بھی ٹیکسوں میں اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ ٹیکسوں کا دائرہ وسیع کیا گیا ہے تاکہ غریب آدمی پر کسی طرح بھی ٹیکس کا بوجھ نہ پڑے۔ ہمارے قائد وزیراعلیٰ پنجاب نے اس بجٹ میں جو انقلابی اقدامات کئے ہیں اُس میں سب سے بڑا کام خود انحصاری کا اعلان ہے، بھیک مانگنا ختم کرنے اور کشکول توڑنے کا فیصلہ ہے۔ یہ آسان بات نہیں ہے کہ جس قوم کو بھیک مانگنے کی عادت پڑ گئی ہو اور جس قوم کو کشکول آگے پھیلانے کی عادت پڑ گئی ہو، میں سمجھتا ہوں کہ وہاں ان حالات میں بھی اتنا بڑا تاریخی فیصلہ کرنا میاں محمد شہباز شریف اور میاں محمد نواز شریف کی قیادت ہی یہ تاریخی فیصلہ کر سکتی ہے۔ میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کی قیادت نے پاکستان کی عوام کے لئے ہمیشہ انقلابی فیصلے کئے ہیں، وہ بے شک پاکستان میں ایٹم بم کا دھماکا کرنے کا فیصلہ ہو، وہ بے شک پاکستان میں موٹروے کی تعمیر ہو، وہ بے شک پاکستان میں عدلیہ کی بحالی کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اُس جلوس کی قیادت کا فیصلہ ہو لیکن جہاں پاکستان کی عوام کا مفاد ہو، جہاں پاکستان کی تقدیر بدلنے کا سوال ہو وہاں ہمارے قائدین نے اسی طرح کے انقلابی فیصلے کئے ہیں جس طرح کا فیصلہ اس دفعہ بجٹ سے پہلے کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بھی عرض کروں کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ اتنے بڑے صوبہ کا بجٹ ہماری اقلیت کے نمائندے جناب کامران مائیکل کو پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے اور یہ ہمارے قائد کی ایک سوچ ہے کہ انہوں نے اقلیتوں کو احساس برابری دلانے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وزارت خزانہ کا قلمدان جناب کامران مائیکل کے سپرد کیا اور میں جناب کامران مائیکل کے لئے بھی شاباش کہوں گا کہ انہوں نے بھی اپنے اس منصب کا حق ادا کر دیا اور انہوں نے جس خوبصورت انداز میں بجٹ پیش کیا میں اس بات پر اُن کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! موجودہ بجٹ میں جس طرح غریبوں کی فلاح و بہبود کو اہمیت دی گئی ہے اور غریب کے بچے کو تعلیم دلانے اور خاص طور پر دانش سکولوں کی صورت میں غریب کے بچے کو اعلیٰ تعلیم دلانے کا جو انتظام کیا گیا ہے یہ اقدام غریبوں کے بچوں میں احساس محرومی ختم کرنے کے لئے کیا گیا ہے جو کسی بھی غریب کے بچے میں یہ احساس ہوتا ہے کہ کاش! میرے والدین بھی اتنے امیر ہوتے کہ

میں بھی کسی اچھے ادارے میں تعلیم حاصل کر سکتا تو آج اس خواب کی تعبیر قائد محترم میاں محمد شہباز شریف نے کر دی ہے کہ دانش سکولوں کے اجراء سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ پاکستان میں بھی غریب سے غریب کا بچہ بھی بہترین سے بہترین ادارے میں تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر! غریبوں میں خوشحالی پیدا کرنے کے لئے صرف تعلیمی میدان میں نہیں بلکہ غریبوں کو سر چھپانے کے لئے اُن کو گھر میسر کرنے کے لئے قائد محترم نے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم شروع کی اور وہ ایسی سکیم ہے کہ جس میں پوری غیر جانبداری ہے، پورا انصاف ہے، پورا میرٹ ہے اور ان گھروں کو قرعہ اندازی کے ذریعے غریب لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ آج تک پنجاب حکومت کے جتنے بھی سبسڈی کے پروگرام ہیں، غریبوں کی فلاح و بہبود کے جتنے بھی کام ہیں، آج تک جتنے بھی روزگار میسر کئے گئے ہیں وہ میرٹ پر دیئے گئے ہیں تاکہ کسی غریب کے بچے کو یہ احساس نہ ہو کہ اس کے ووٹ کم ہیں اس لئے اسے ملازمت سے محروم کیا گیا ہے، کسی غریب کو یہ احساس نہ ہو کہ اس کا سیاسی اثر و رسوخ نہیں تھا اس لئے اس کو قرعہ اندازی کے بغیر کسی سفارش میں شامل نہیں کیا گیا حالانکہ کسی بھی سیاسی جماعت کے لئے یہ بڑا مشکل کام ہے کہ وہ تمام معاملات میرٹ پر چلائیں۔ ہزاروں لوگوں کی میرٹ پر بھرتیاں ہوئی ہیں، 35 ہزار کے قریب سکول ٹیچرز کی بھرتی کی گئی ہے، میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ پورے پنجاب میں درجہ چہارم سے اوپر آج تک جتنی بھی بھرتیاں ہوئی ہیں وہ ساری کی ساری میرٹ پر ہوئی ہیں، غیر جانبداری سے ہوئی ہیں اگر اُس کو سیاسی مفادات کے لئے استعمال کرتے ہوئے پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کے allies MPAs کو اگر وہ سیٹیں دی جاتیں تو میں کہتا ہوں کہ سیاسی طور پر ہمارے حلقے بہت مضبوط ہو سکتے تھے اور ہمیں سیاسی مفاد مل سکتا تھا۔

جناب سپیکر! ہمارے محترم قائد نے کسانوں کے لئے ٹریکٹرز کی جو سکیم دی ہے جس میں فی ٹریکٹر دو لاکھ روپے کی سبسڈی موجود ہے اس سکیم کے تحت قرعہ اندازی کے ذریعے ٹریکٹروں کی ترسیل کی جا رہی ہے حالانکہ میں آج یہاں اس forum پر کہتا ہوں کہ وفاقی حکومت کی طرف سے کسانوں کو جو ٹریکٹر دیئے گئے تھے اُن میں پرچیاں چلی تھیں، پاسکو نے گندم کی جو خریداری کی تھی اُس میں سرکاری نمائندوں اور ایم این ایز کی پرچیاں چلی تھیں مگر محکمہ فوڈ میں گندم کی جتنی بھی خریداری کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے غیر جانبداری اور برابری کے سلوک پر کی گئی ہے کسی کو بھی سیاسی مفاد نہیں دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج پنجاب کے ہر شعبہ میں کرپشن ختم ہو گئی ہے اور میں پورے اعتماد سے ایک بات کہتا ہوں کہ ہمارے قائد کی یہ خواہش تھی کہ ہمارے عوامی نمائندوں، ہماری جماعت اور ہمارے

قائدین پر کسی طرح کی کرپشن کے حوالے سے کوئی آدمی اُنگلی نہ اٹھا سکے۔ آج پاکستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کسی ایم پی اے پر کرپشن کا کوئی الزام نہیں ہے اور یہ اعزاز پہلی دفعہ پنجاب کی حکومت کو حاصل ہوا ہے۔

جناب سپیکر! اگر میں یہ عرض کروں کہ جہاں تعلیم کے شعبے میں ترجیحات مقرر کی گئی ہیں اسی طرح صحت کے شعبے میں نہ صرف ہسپتالوں کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے بھاری رقوم مختص کی گئی ہیں بلکہ آنے والے دور میں صحت کے میدان میں ڈاکٹروں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نئے میڈیکل کالجوں کا اجراء کیا گیا ہے۔ اسی طرح زراعت کے شعبہ کو ترقی دینے کے لئے جس طرح incentives دیئے جا رہے ہیں، جس طرح کاشتکاروں کو قرضہ کی سہولت میسر کی جا رہی ہے، کاشتکاروں کو ٹریکٹر سکیم کے تحت سبسڈی دی جا رہی ہے، یہ زراعت کے شعبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے کیا جا رہا ہے۔ پنجاب حکومت نے پہلے بھی کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی کے لئے اپنے اوپر بہت سارا مالی دباؤ برداشت کیا لیکن پنجاب کے کاشتکار کی گندم ضرور خریدی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب حکومت نے کاشتکار کی بہتری کے لئے جو incentives دیئے انہی کے نتیجہ میں پنجاب کے کاشتکار نے پاکستان کو گندم میں خود کفیل کر دیا ہے بہت سارے دوستوں نے زراعت کے بارے میں یہ کہا کہ زراعت کے شعبہ پر ٹیکس لگایا جائے تو اس سلسلہ میں، میں یہ عرض کرتا ہوں کہ بہت سارے صاحبان شاید اس بات سے آگاہ نہیں ہیں کہ کاشتکار پہلے بھی ٹیکس ادا کر رہے ہیں مگر آج ان مشکلات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے جو کاشتکار کو درپیش ہیں۔ ان مشکلات میں پانی کی کمی، ڈیزل کی قیمت میں اضافہ اور inputs کے اخراجات میں اضافہ ہیں جو کاشتکار کے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ زراعت کا ہی ایک شعبہ ہے جو ابھی تک پاکستان میں زندہ ہے اور جس نے پاکستان کی معیشت کو زندہ رکھا ہوا ہے اس لئے اس شعبہ کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے اور اس شعبہ کی حوصلہ شکنی نہیں ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! پنجاب حکومت نے roads کے infrastructure اور rehabilitation کے لئے خاصی بھاری رقوم مختص کی ہیں۔ اسی طرح عوامی نمائندوں کے مختلف حلقہ جات میں جو ترقیاتی کام ہیں ان کے لئے بھی رقوم مختص کی گئی ہیں لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے ایسے شعبہ جات ہیں جن میں ابھی تک بہتری کی گنجائش ہے۔ میں آپ کے توسط سے خاص طور پر وزیر خزانہ اور وزیر قانون کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ یہ درست ہے کہ غریب اور درمیانے طبقے کے پڑھے لکھے طلباء اور نوجوانوں کے لئے روزگار مہیا کرنے کے مواقع پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود ایک

ایسا غریب ترین طبقہ جو پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں اور بے روزگار ہیں ان کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنے پر غور کیا جانا بہت ضروری ہے اس کے لئے میری یہ تجویز اور گزارش ہے کہ ہاؤس میں جو بات کی جاتی ہے اس کو note بھی کیا کریں اور اس پر ضرور عمل کرنے کی کوشش کیا کریں۔ میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ غریب ترین طبقے کے لئے روزگار اس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے کہ نہروں کے کناروں کے پشتے درست کرنے، ان کی حفاظت اور نہروں کے کناروں پر درخت لگانے کے لئے اگر آپ بیلدار بھرتی کریں۔ اس کے بعد سڑکوں کی حفاظت کے لئے سڑکوں کے کناروں پر درخت لگانے کے لئے بیلدار کثیر تعداد میں بھرتی کریں تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ غریب ترین طبقے کو روزگار بھی ملے گا اور ماحولیات میں بھی بہتری آئے گی اس طرح ملک میں جو درختوں کی کمی ہے وہ بھی کسی حد تک پوری ہو گی۔ اگر آج ایک بیلدار درخت لگاتا ہے تو دس سال کے بعد حساب کیا جائے تو اس کی مالیت اتنی زیادہ ہو جائے گی کہ جس درجہ چہارم کے ملازم نے اس درخت کو لگایا ہو گا اور وہ درخت پروان چڑھے گا تو اس کی قیمت کا حساب لگایا جائے تو اس بیلدار کی دس سال کی تنخواہ بھی اس میں پوری ہو سکتی ہے اور سڑکوں کا تحفظ بھی ہو سکتا ہے اور infrastructure بھی محفوظ ہو سکتا ہے اس کے علاوہ repair کے اخراجات میں بھی کمی آ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ نہروں کے کناروں پر جو سالانہ اخراجات ہوتے ہیں ان میں بھی کمی آ سکتی ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ جناب وزیر خزانہ میری اس بات کو ضرور note فرمائیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں ایک اور بات کی طرف جناب وزیر خزانہ کی توجہ دلاؤں گا جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ ہیپاٹائٹس پاکستان میں ایک ایسا موذی مرض ہے جو کینسر سے کم خطرناک نہیں ہے مگر بدقسمتی سے یہ پورے پاکستان میں اس طرح پھیل گیا ہے کہ اس کے تدارک کے لئے پرزور مہم چلائی جانی چاہئے صرف مالی امداد سے کچھ نہیں بنے گا۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش بھی کروں گا کہ میرے حلقہ انتخاب حویلی لکھا شہر میں ہیپاٹائٹس کے موذی مرض کی یہ صورتحال ہے کہ وہاں ایک دفعہ اس کا ٹیسٹ کیا جا رہا تھا، ٹیسٹ کرانے کے لئے لوگ لائنوں میں کھڑے تھے جب پندرہ میں سے گیارہ لوگوں کا ٹیسٹ positive آیا تو باقی چار لوگوں نے ڈر کے مارے ٹیسٹ ہی نہیں کرایا اس لئے کہ ان کو یہ خوف تھا کہ کہیں وہ بھی اس موذی مرض میں مبتلا نہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ alarming صورتحال ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ حویلی لکھا میں ہیپاٹائٹس کے علاج کے لئے خصوصی طور پر سنٹر قائم کیا جائے جہاں ہیپاٹائٹس کا سپیشل ڈاکٹر بھی ہو اور وہاں حکومت کی طرف سے

فنڈز بھی فراہم کئے جائیں تاکہ غریب لوگ جو اتنا قیمتی علاج نہیں کرا سکتے ان کی مالی مدد بھی کی جا سکے اور وہ اپنا علاج بھی کرا سکیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ میں اپوزیشن کے دوستوں نے بھی اپنا جمہوری کردار ادا کیا۔ انہوں نے بجٹ پر تنقید بھی کی لیکن ایک بات میں کہوں گا کہ ہمارے اپوزیشن کے تمام دوستوں کی تقاریر میں کبھی غصہ اور کبھی سوز محسوس ہوتا تھا۔ وہ بے شک بات نہ مانتے ہوں لیکن ان کا دل یہ اقرار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ان حالات میں اس سے بہتر بجٹ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کاش! وہ کچھ تعریفی جملے بھی کہہ دیتے کیونکہ تنقید برائے تنقید جمہوریت کا حُسن نہیں ہے بلکہ تنقید برائے اصلاح ہی جمہوریت کا حُسن ہے۔ ہمارے بھائی ڈاکٹر صاحب نے ابھی ابھی کہا کہ پیلو کیب سکیم جو غریبوں کو روزگار میسر کرنے کے لئے دی جا رہی ہے اس میں بھاری رقوم باہر بھیجی جائیں گی۔ انہوں نے شاید بجٹ پوری طرح نہیں پڑھا کہ اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ پاکستان کے اندر جو گاڑیاں بنیں گی جو کم CC کی ہوں گی وہی گاڑیاں پیلو کیب سکیم کے دائرہ اختیار میں آتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں اور آخر میں ایک دفعہ پھر جناب وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جن کا دل غریبوں کے لئے ہمیشہ دھڑکتا ہے اور جن کا ایک ایک لمحہ اس صوبہ کی خوشحالی کے لئے صرف ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ ہمارے ملک کو ایسی قیادت میسر رہے تاکہ یہ صوبہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ پاکستان اور یہ صوبہ ہمیشہ سلامت تا قیامت رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا سرسبز ہلالی پرچم دنیا کے تمام جھنڈوں میں بلند سے بلند تر رہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ میں نے جس کمیٹی کا پہلے اعلان کیا تھا اس کے Convener رانا محمد افضل صاحب ہوں گے اور Co-convener محمد محسن خان لغاری صاحب ہوں گے۔ رائے محمد شاہجہان خان!

رائے محمد شاہجہان خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ

دیکھ کہ آہن گر کی دکاں میں
تند ہیں شعلے سرخ ہیں آہن
پھیلا ہر اک زنجیر کا دامن
کھلنے لگے قفلوں کے دہانے

بول کہ جو کچھ کہنا ہے کہہ لے
تیرا سُتواں جسم ہے تیرا
بول کہ جاں اب تک تیری ہے
بول کہ تھوڑا وقت بہت ہے
جسم و زباں کی موت سے پہلے
بول کہ جو کچھ کہنا ہے کہہ لے

جناب سپیکر! پنجاب اسمبلی کی تاریخ میں تاریخ ساز blind vision بجٹ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا ہو گا۔ حکومت پنجاب کو یہ احساس ہی نہیں ہے کہ آنے والا وقت کیا ہے؟ صورتحال کتنی تبدیل ہو چکی ہے؟ وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کے پوائنٹ نمبر 17 میں لکھا ہے کہ صوبے کو اٹھارہویں آئینی ترمیم کی صورت میں پیدا ہونے والی صورتحال کا ادراک ہے اور اس سلسلہ میں اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ صوبہ پنجاب کا بجٹ بنانے والوں کو یہ احساس ہی نہیں ہوا میرا خیال ہے کہ صوبہ پنجاب کے بجٹ بنانے والوں کو یہ احساس ہی نہیں ہوا اور وقت ہی نہیں ملا کہ وہ اٹھارہویں آئینی ترمیم کا مطالعہ کر سکیں۔ انہوں نے ایک بیورکریٹک بجٹ بنا کر اسمبلی میں پیش کر دیا اور اُس میں یہ نعرہ بھی درج کر دیا کہ ہم اغیار کی امداد نہیں لیں گے، ہم غیر ملکی امداد پر انحصار نہیں کریں گے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس طرح سے صوبے کو چلائیں گے، اِن کے پاس کون سے وسائل اور آمدنی ہے جس کو base بنا کر انہوں نے یہ نعرہ لگایا ہے کہ ہم اغیار کی امداد کو قبول نہیں کریں گے۔ میں یہاں اٹھارہویں آئینی ترمیم کا ایک پیرا quote کئے دیتا ہوں جو تمام پارٹیوں نے بیٹھ کر متفقہ طور پر بنائی ہے۔

(a) The net proceeds of the Federal Excise Duty on Natural Gas levied at well-head and collected by the Federal Government and the royalty collected by the Federal Government shall not form part of the Federal Consolidated Fund and shall be paid to the Province in which the well-head of Natural Gas is situated.

اسی طرح دوسرا پیرا بھی quote کرتا ہوں:

(b) the net proceeds of the Federal Excise Duty on oil levied at well-head and collected by the Federal Government shall not form part of the Federal Consolidated Fund and shall be paid to the Province in which the well-head of oil is situated.

جناب سپیکر! اٹھارہویں آئینی ترمیم میں ایک economic council بھی بنائی گئی ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ جس صوبے میں آپ نے کوئی ہائیڈرو پراجیکٹ بنانا ہو گا اُس صوبے سے پوچھنا پڑے گا پھر اس میں ایک اور ترمیم بھی ڈالی گئی ہے کہ oil, gas یا power generation کے جو موجودہ پراجیکٹ چل رہے ہیں اُس کو وہ صوبہ اور مرکز آدھا آدھا تقسیم کرے گا۔ NFC ایوارڈ جس کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ ہم نے چھوٹے صوبوں کو اُن کے حقوق دے دیئے ہیں۔ مرکز کا جو consolidated fund ہے اُس کی آمدنی کی سب سے بڑی مد پاکستان کے mineral, oil, gas اور power generation سے آنے والی آمدنی ہے۔ اب حکومت اور ہم پنجاب کے عوام اس سے مستفید نہیں ہو سکیں گے کیونکہ ہم ہمیشہ اپنی آبادی کے حساب سے 52 فیصد لے کر اس صوبے کی ترقی پر خرچ کرتے رہے اور کم آبادی والے صوبوں کو محروم رکھا بلکہ ہم نے اُس آمدنی سے بھی یہ کیا کہ پنجاب کے پانچ بڑے شہروں کے اندر ڈویلپمنٹ کی اور آدھی سے زیادہ سیٹیں چونکہ اِن پانچ شہروں کے اندر ہیں تو پنجاب کے rural areas میں رہنے والے عوام اور نمائندوں کو بھی مجبور ہونا پڑا کہ وہ اس صوبے کی pro establishment جماعت کے ساتھ کھڑے ہوں۔ وہ جو نعرہ لگاتے ہیں کہ میں نظام بدلوں گا تو اب وہ نظام بدل چکا ہے اور تقسیم بدل چکی ہے۔ اب حکومت پنجاب کو اس کا ادراک ہونا چاہئے کہ ہمارے پاس کیا وسائل بچے ہیں جن سے ہم آمدنی حاصل کریں گے؟ صرف دو چیزیں پنجاب کے پاس باقی رہ گئی ہیں ایک agriculture اور agro based industry جو ہمارے لئے ٹیکس پیدا کر سکتی ہے اور ایک پنجاب کا literacy rate ہے یعنی human resource جس کو ہم پالش کر کے export کر کے باہر بھیج سکتے ہیں اور اُس سے اس صوبے کی آمدنی کے لئے خاطر خواہ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بجٹ ایک اندھا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ اس بجٹ کو میں نے اندھا بجٹ اس لئے کہا ہے کہ agriculture کے

لئے کوئی خاطر خواہ رقم مختص کی گئی ہے اور نہ ہی human resource کو پالش کرنے کے لئے کوئی خاطر خواہ رقم رکھی گئی ہے۔ پچھلے سال پانچ میڈیکل کالجوں کا اعلان کیا گیا تھا جو بڑا مستحسن اقدام تھا کیونکہ اس سے صوبے کے مزید بچے ڈاکٹر بنتے جو بیرون ممالک میں جاکر نوکریاں کرتے، foreign exchange کماتے اور آپ کو اتنی heavy remittances بھیجتے کہ جتنا عام worker باہر جاکر آپ کو نہیں بھیج سکتا۔ بجٹ تقریر میں انہوں نے واضح لکھا ہے کہ وہاں پر کلاسوں کا اجراء ہو چکا ہے لیکن ابھی میرے بھائی گورچانی صاحب نے بتایا کہ ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے میڈیکل کالجوں میں ایک اینٹ بھی نہیں لگی۔ ہم نے اپنے talent کا مدفن بنا دیا ہے۔ ہمارے بچے انجینئرنگ اور میڈیکل کالجوں کے داخلے میں ایک ایک نمبر سے slip ہوتے جارہے ہیں۔ ہم نے اپنی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ گنوادیا ہے جبکہ ہم نعرے لگارہے ہیں کہ ہم اغیار کی امداد قبول نہیں کریں گے اور ہم صوبے کو ایسے ہی چلائیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نظام کیسے چلائیں گے؟

جناب سپیکر! دوسرا اہم point زراعت ہے اُس کے لئے آپ نے کیا مخصوص کیا ہے اور لائیو سٹاک کو اٹھانے کے لئے کتنے فنڈز مختص کئے ہیں؟ آپ نے زراعت کو دفنا دیا ہے اور لکھ دیا ہے کہ 4۔ارب روپے کی پیلی ٹیکسی چلے گی لیکن یہ کیوں نہیں لکھا کہ 4۔ارب روپے کے ٹریکٹر چلیں گے، 4۔ارب روپے کے لیزر لیولر چلیں گے اور 4۔ارب روپے سے مصنوعی نسل کشی کے لئے genetic control جو ہمارے لائیو سٹاک کے اندر دودھ اور گوشت کی پیداوار کے لئے ضروری ہے اس شعبے کو taxable بنانے کے لئے آپ نے کیا investment کی ہے؟ یہ ایک بیوروکریٹک بجٹ ہے اور ان محکموں کو جو بجٹ دیا گیا ہے وہ صرف buildings بنانے کے لئے، vehicles خریدنے کے لئے اور بیوروکریسی کو کھلانے کے لئے ہے جو non developmental budget ہے۔ ان دو نکات سے پتا چلتا ہے کہ یہ بجٹ جھوٹ کا پلندہ ہے کیونکہ ہم اس صوبے کی آمدنی کو raise نہیں کرسکتے اور اس صوبے کو اغیار کی مدد کے بغیر نہیں چلا سکتے۔ یہاں پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ Divisible Pool سے ہمیں 500۔ارب روپے آئے ہیں کیا اُس میں اغیار کی امداد شامل نہیں ہے؟ اگر ہمت ہے، اپنی بات کو پورا کرسکتے ہیں اور اپنے قول پر کھڑا رہ سکتے ہیں تو یہ بھی refuse کریں کہ ہم اُس Divisible Pool میں شامل ہونے والی غیر ملکی امداد کا حصہ بھی surrender کرتے ہیں۔ میں دیکھوں گا کہ آپ پنجاب کو ایک دن کے لئے کیسے چلائیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ذرا wind up کریں۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! اس صوبے کے بڑے ہونہار بیوروکریٹ ہیں جنہوں نے بجٹ بنایا ہے۔ 12 فیصد غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافہ، 14 فیصد ترقیاتی اخراجات میں اضافہ اور اوپر سے hostility کے نعرے لگاتے ہیں۔ ہاں، حکومت پنجاب نے بالکل ترقیاتی کاموں کا بجٹ کاٹ کر hostility دکھائی ہے۔ یہ ایک non visionary بجٹ ہے لہذا ہمیں آنے والے وقتوں کے لئے حکومت پنجاب کے style کو change کرنا ہوگا۔ اگر آپ نے survive کرنا ہے تو آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ پاکستان کا معاشی نظام تبدیل ہو چکا ہے۔ پاکستان سے جو آپ کو آمدنی ملتی تھی جس سے آپ پانچ شہروں کو خوبصورت بنا کر پنجاب پر قبضہ کرتے تھے اور پھر مرکز پر قبضہ کرتے تھے اب وہ گدھا مر چکا ہے جس پر بیٹھ کر آسانی سے pro establishment جماعتیں اسلام آباد پہنچ جاتی تھیں۔ یہ ہے نظام کا بدلاؤ اور طریقہ جو بلوچستان، سندھ اور NWFP کی عوام کو دیا گیا ہے وہاں پر ایک تبدیلی آئے گی اور اب وہاں ایک نیا سورج اُبھر رہا ہے۔ میں ایک شعر آصف علی زرداری کے wisdom پر کہوں گا جنہوں نے دو بار Prime Minister کے سودے میں اپنے مجبور اور مکھور سندھی، بلوچی، پٹھانوں اور تمام عوام کے لئے اپنی financial autonomy حاصل کی:

کھول آنکھ زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوہ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایامِ جدائی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ

جناب سپیکر! آنے والا scenario بہت خطرناک ہے۔ اب پنجاب کو اپنے بیوروکریٹک نظام سے نکلنا ہوگا، پنجاب کو اپنے عوامی نمائندوں کی بات سننی ہوگی اور پنجاب کے عوام کو اقتدارِ اعلیٰ میں سے حصہ دینا ہوگا۔ کتنی بڑی discrimination ہے کہ 4-ارب روپے پیلی ٹیکسی میں ضائع کر رہے ہیں جبکہ چولستان کے لئے صرف 36 کروڑ روپے رکھ دیئے گئے ہیں۔ چولستان کے عوام کو آپ 36 کروڑ روپوں میں کیا دیں گے کیونکہ آپ کے سیکرٹریٹ کا بجٹ چولستان کے عوام سے زیادہ ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ہم صوبے کی division کو روکیں گے۔ مجھے بتائیں کہ اربن ڈویلپمنٹ کے لئے کتنے کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں؟ اربن ڈویلپمنٹ کے لئے پنجاب کے اندر جو رقم مخصوص کی گئی ہے وہ 8-ارب روپے ہے لیکن 36 کروڑ روپے چولستان کی عوام کے لئے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! سڑکیں 36۔ارب 35 کروڑ کی، ضلعی پیکیج 5۔ارب 5 کروڑ روپے کا اور آج کے سب سے زیادہ بڑے پیداواری سیکٹر زراعت کے لئے 2۔ارب روپے کے شمسی توانائی کے ٹیوب ویل، ارے! اتنا بڑا جھوٹ، اتنا بڑا فراڈ پاکستان کی تاریخ اور پنجاب کی تاریخ میں پنجاب کے عوام کے ساتھ کسی وزیر اعلیٰ نے نہیں کیا ہوگا۔ 2۔ارب روپے ہمارے لئے رکھے یعنی فارم ٹو مارکیٹ کی سڑکوں کے لئے۔ ارے! اگر پنجاب کو چلانا ہے تو اس 60۔ارب روپے کو کاٹو۔ اس کو invest کریں لائیو سٹاک کے اندر، اسے invest کریں زراعت کے اندر۔ پنجاب بنک جس کے قرضوں کا رونا رویا جاتا ہے تو اس سال کے بجٹ میں پنجاب بنک کے لئے کتنا پیسا رکھا گیا ہے کہ یہ کسانوں کو lower interest rate پر قرضہ دے گا؟ کہاں سے آپ اپنی زراعت کو اٹھائیں گے؟ کہاں سے آپ اپنے لائیو سٹاک کو اٹھائیں گے اور کہاں سے آپ اس پر اپنی agro based economy کو؟ پنجاب کے پاس صرف Federal Divisible Pool میں سے غیر ملکی امداد کے ساتھ ساتھ جو جی ایس ٹی آپ جمع کراتے ہیں اس کا 52 فیصد آپ کو ملے گا اور مزید نہیں ملے گا۔ آپ نے تو اپنی ٹیکسیشن کا ادارہ بھی اس بجٹ میں نہیں رکھا اور اس کے لئے بھی خاطر خواہ اقدامات نہیں اٹھائے تو اس صوبے کو کیسے چلائیں گے؟

جناب سپیکر! موجودہ حکومت کو پتا ہے کہ یہ tenure اس سال ختم ہو جائے گا اور سال جوں کا توں گزر جائے گا۔ میں سلام کرتا ہوں bureaucratic خادم اعلیٰ، وزیر اعلیٰ پنجاب کو کہ انہوں نے پنجاب کی بیوروکریسی کے ساتھ مل کر اس صوبے کے بجٹ کی جو "مت ماری" ہے۔ ویسے بھی قائداعظم نے کہا تھا کہ اس صوبے کے بیوروکریٹ اس صوبے کے عوام کے خادم ہیں اور جو سب سے بڑا خادم ہے اس کا نام چیف سیکرٹری پنجاب ہے۔ چیف سیکرٹری پنجاب کے نام کا اردو میں مطلب خادم اعلیٰ نکلتا ہے اور وہ خطاب آپ نے لے لیا اور سچ مچ کے آپ ان بیوروکریٹوں کے سربراہ بن بیٹھے اور اپنی کابینہ کو اپنے آپ سے نکال دیا۔ ارے! جس گھر کے نوکروں کے اوپر اس کا سربراہ نہیں ہوتا وہ گھر کبھی نہیں چلتا۔ اس کے جانوروں اور بھینسوں کو بھی کوئی چارہ نہیں ڈالتا۔ آپ نے پنجاب کی بیوروکریسی کو شتر بے مہار چھوڑ دیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ نے ہمیں ان خونخوار درندوں کے آگے چھوڑ دیا ہے جو آگے سے مذاق کرتے ہیں۔ میں نے کل اپنی تحریک استحقاق واپس لے لی تو رانا ثناء اللہ صاحب نے کہا کہ بڑی مضحکہ خیز تحریک استحقاق ہے۔ جو تحریک استحقاق عادل نذیر اتراء نے دی وہ کتنی مضحکہ خیز تھی؟ استحقاق کمیٹی کیا ہوتی ہے ہمیں آج تک اس کا پتا نہیں چل سکا۔ کیا ہوتی ہیں پارلیمانی کمیٹیاں؟ آج تک پنجاب اسمبلی کی

ان کمیٹیوں کا بجٹ surrender ہوتا رہا ہے جو کہ کتنا شرمناک پہلو ہے کہ آپ پاکستان کی عوام کو حصہ ہی نہیں دینا چاہتے۔ جس طرح سے ایک امیر آدمی کوئی خوبصورت چیز دکھاتا ہے، اپنی لینڈکروزر میں بیٹھ کر آتا ہے، اچھا سوٹ پہن کر آتا ہے اور وہ کسی کو دیتا لیتا کچھ نہیں ہے اسی طرح آپ نے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم بنادی کہ یہ لوجی دو گھر ہیں انہیں دیکھو اور خوش ہوتے جاؤ۔اسی طرح آپ نے ہمیں کہہ دیا کہ یہ لو2۔ارب روپے کے شمسی توانائی کے ٹیوب ویل ہیں۔ نہیں لیکن دیکھو اور خوش ہو تو یہ تماشا اور یہ ظلم بند ہونا چاہئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ کو اپنی حکومت کا style بدلنا چاہئے اور توانائی کے متعلق آپ نے بڑا نعرہ لگایا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رائے صاحب! جلدی اسے wind up کریں۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! میں wind up کروں گا لیکن میرے ساتھ ظلم نہ کریں۔ابھی آپ نے energy crises کا نعرہ لگایا۔ اگر آپ کہیں تو اٹھارہویں ترمیم بھی پڑھ دیتا ہوں جس میں لکھ دیا گیا ہے کہ ہر صوبہ اپنی بجلی پیدا کر سکتا ہے اور اس کی پیداوار کو بڑھا سکتا ہے۔120 میگاواٹ کا ایک ہائیڈل پراجیکٹ تونسہ کے مقام پر اور 500 میگاواٹ نجی شعبہ سے، نجی شعبہ کیا ہے؟ میں اس بارے میں بتاتا ہوں کہ نجی شعبہ پنجاب کی شوگر ملیں ہیں جن پر ایک ہی خاندان کی monopoly ہے۔ جس کے پاس جو کاروبار ہوگا وہ اسے مہنگے داموں فروخت کرے گا۔آپ کے لئے پنجاب کی شوگر ملوں کی بجلی fuel والی بجلی کے rate پر حاضر ہے، فرنس والی بجلی کے rate پر حاضر ہے، ڈیزل والی بجلی کے rate پر حاضر ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! کیونکر لگائے جائیں گے نہروں کے اوپر چھوٹے ڈیم اور نہروں کی جھالوں پر چھوٹے چھوٹے پراجیکٹ کیونکر لگائے جائیں گے؟ نہیں لگائے جائیں گے کیونکہ اگر متبادل موجود ہوں گے تو اپنی مرضی کا rate نہیں ملے گا۔ یہی bargaining مرکز کے ساتھ 3600 میگاواٹ کے لئے شوگر ملوں کی چل رہی ہے کہ ہم آئی پی پیز والا rate لیں گے، ہم سستی بجلی مہیا نہیں کریں گے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ساتھ مل کر بڑی بڑی سکیمیں بنانے اور اپنی جیبیں بھرنے سے عوام کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو چند تجاویز صوبے کے بجٹ کے لئے دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ آپ لکھ کر دے دیں۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! صرف تین تجاویز ہیں جو کہ اتنی لمبی نہیں ہیں اور وہ اتنی خطرناک بھی نہیں ہیں۔ کورم بھی نہیں ہے کہ زیادہ لوگ سنیں گے اور صحافی بھی زیادہ تعداد میں نہیں بیٹھے ہوئے اسی لئے بہتر ہے کہ انہی لمحات میں سن لیں ورنہ پھر ہمیں گزارشات کرنی پڑیں گی۔

جناب سپیکر! جب ہم ضلع کے بجٹ کی کمیٹی میں بیٹھے، جب ہم T.M.A کی بجٹ کی کمیٹی میں بیٹھے تو ہمیں پتا چلا کہ ہر بجٹ کا 80 فیصد حصہ fix liability میں جاتا ہے جو کہ ملازمین کی تنخواہیں، ان کی پنشنز اور ان کی گریجویٹی ہیں، 5 فیصد contingency کے لئے رکھا جاتا ہے اور 15 فیصد so called حصہ development کے لئے دیا جاتا ہے جس کے لئے ایم پی ایز پر میڈیا الزامات عائد کرتا ہے، جس کے لئے ہمیں بے ایمان ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس 80 فیصد حصے والے سے تو پوچھیں۔ آپ کو اس style اور patron کو بدلنا ہوگا اور یہ کیونکر بدلا جا سکتا ہے؟ یہ صوبے کی بیوروکریسی سمجھتی ہے لیکن وہ کبھی نہیں بدلے گی، کبھی نہیں کہے گی کہ وزیر اعلیٰ صاحب اس nondevelopmental بجٹ کو کم کر کے 50,50 ہی کر دیا جائے تاکہ اس صوبے کے اندر سڑکوں کا جال بچھ سکے، تاکہ اس صوبے کے بچوں کو تعلیم مل سکے۔ یہ ہمارے 80 فیصد وسائل کھا رہے ہیں۔ 6۔ارب روپے آپ نے پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے لئے رکھے ہیں۔ اس share کو بڑھایا جائے، پرائیویٹ سیکٹر کے اندر اس کی investment کی جائے اور یہ سکول اور فاؤنڈیشن کا پیسا ان لوگوں کو مت دیا جائے جو آپ کے پیارے ہوں۔ ان سکولوں کے پروگرام کو جو monopolize کریں۔ جتنے پڑھے لکھے گریجویٹ ایجوکیشن سے باہر آتے ہیں، انہیں ملا کر ایک گروپ قائم کیا جائے اور انہیں ایک ایک سکول دیا جائے تاکہ آپ اس پنشن اور گریجویٹی کے نظام سے باہر آ سکیں۔ اس permanent liability کے نظام سے باہر آ سکیں۔ ایسے ہی آپ ڈاکٹروں کو ملا کر نئے سرکاری ہسپتال قائم کرنے کی بجائے پنجاب بنک کو investment consortium بنائیں کیونکہ آپ کے پاس خوش قسمتی سے بنک ہے جسے صحت کا بجٹ shift کریں تاکہ وہ اپنے ہسپتال اور سکول بنائے۔ آپ اس مستقل بوجھ سے نکل کر ڈویلپمنٹ کا بجٹ بڑھا سکیں اور عوام الناس کو خوش کر سکیں۔

جناب سپیکر! کہنے کو تو بہت کچھ ہے لیکن آخر میں مجھے رات کو حبیب جالب صاحب خواب میں ملے تھے جنہوں نے مجھے کہا کہ جالب بنام وزیر اعلیٰ ایک شعر ضرور لوٹا دینا:۔

وہ جو چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلے
دیپ جس کا محلات ہی میں جلے

وہ جو ہر مصلحت کے سائے تلے پلے
ایسے دستور کو صبح بے نور کو
میں نہیں مانتا، میں نہیں جانتا
(نعرہ ہائے تحسین)

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب جناب اعجاز احمد خان مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودات قانون (ترمیم) مختارنامہ مصدرہ 2011، (ترمیم) ایڈمنسٹریٹر جنرل پنجاب مصدرہ 2011 (ترمیم)، دادرسی مختص مصدرہ 2011، (ترمیم) متولیان سرکار مصدرہ 2011 اور (ترمیم) ہتک عزت مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹوں ایوان میں پیش کیا جانا

جناب اعجاز احمد خان: شکریہ۔جناب سپیکر!

The Powers of Attorney (Amendment) Bill 2011(Bill No. 14 of 2011), the Punjab Administrator Generals (Amendment) Bill 2011 (Bill No.15 of 2011), The Specific Relief (Amendment) Bill 2011 (Bill No. 16 of 2011), The Official Trustees (Amendment) Bill 2011 (Bill No. 17 of 2011), The Defamation (Amendment) Bill 2011 (Bill No. 18 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب محترمہ شگفتہ شیخ مجلس قائمہ برائے سماجی بہبود، ترقی خواتین و بیت المال کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتی ہیں تو میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودات قانون (ترمیم)(روزگار و بحالی) معذور افراد مصدرہ 2011 اور (ترمیم)(رجسٹریشن و کنٹرول) سماجی بہبود کی رضاکار تنظیمیں مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سماجی بہبود، ترقی خواتین و بیت المال کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

محترمہ شگفتہ شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں

The Disabled Persons (Employment and Rehabilitation) (Amendment) Bill 2011 (Bill No. 26 of 2011) and the Voluntary Social Welfare Agencies (Registration and Control) (Amendment) Bill 2011 (Bill No.27 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سماجی بہبود، ترقی خواتین و بیت المال کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتی ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: بدھ کو بھی سالانہ بجٹ پر عام بحث جاری رہے گی۔ اب اجلاس بروز بدھ مورخہ 15۔جون 2011 صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

213

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،15۔جون2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ بابت سال2012-2011پر عام بحث

215

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

بدھ، 15- جون 2011

(یوم الاربعاء، 12- رجب المرجب 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 50 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ
لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ
قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾
رَبَّنَآ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ
مِنْ أَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ
أَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ
عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾

سُوۡرَةُ آل عِمرَان آیات 190 تا 193

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں (190) جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے) ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا تو پاک ہے۔ تُو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو (191) اے پروردگار جس کو تُو نے دوزخ میں ڈالا اُسے رُسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (192) اے پروردگار ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سُنا کہ ایمان کے لئے

پکار رہا تھا (یعنی) اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے اے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما۔ اور ہماری بُرائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھا (193)

وما علینا الا البلاغ o

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

جا زندگی مدینے سے جھونکے ہوا کے لا
شاید حضور ﷺ ہم سے خفا ہیں منا کے لا
کچھ ہم بھی اپنا چہرہ باطن سنوار لیں
ابوبکر سے کچھ آئینے عشق و وفا کے لا
دُنیا بہت ہی تنگ مسلماں پہ ہو گئی
فاروق کے زمانے کے نقشے اُٹھا کے لا
محروم کر دیا ہمیں جس سے نگاہ نے
عثمان سے وہ زاویے شرم و حیا کے لا
مغرب میں مارا مارا نہ پھر اے گدائے گل
ارے دروازہء علی سے یہ خیرات جا کے لا
باطل سے دب رہی ہے پھر اُمت رسول ﷺ کی
منظر ذرا حسین سے پھر کربلا کے لا

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

پوائنٹ آف آرڈر

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون رانا ثناء اللہ خان کی جانب سے وفاقی وزیر قانون بابر اعوان کو واجب القتل قرار دینے پر حزب اختلاف کا احتجاج

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! کل لاء منسٹر صاحب نے سابق وفاقی لاء منسٹر کو واجب القتل قرار دیا ہے تو ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور ان کا جو شیطانی ذہن ہے اس پر ہم احتجاج کرتے ہیں۔ ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔ یہ ہمیں قتل کی دھمکیاں نہ دیں۔ یہاں پر کل چیف جسٹس صاحب نے کہا ہے کہ پنجاب خروٹ آباد بن گیا ہے۔ یہ پنجاب کو خروٹ آباد بنانا چاہتے ہیں، اپنے مخالفین پر قاتلانہ حملے کرا رہے ہیں اور مروا رہے ہیں۔ اب انھوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما بابر اعوان کے خلاف زبان استعمال کی ہے۔ ہم ان کو بتانا چاہتے ہیں کہ اگر بابر اعوان کو کچھ ہوا تو اس کا پرچہ ہم رانا ثناء اللہ اور میاں محمد شہباز شریف کے خلاف درج کرائیں گے۔ ان کے شیطانی ذہن کی عکاسی اس طرح بھی ہوتی ہے کہ جب یہ پیپلز پارٹی میں تھے اور اس کے بعد یہ لوٹا ہوئے۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ ذرا الفاظ اچھے استعمال کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! جب یہ لوٹا ہوئے تو اس سے پہلے جو کچھ شریف فیملی کے بارے میں کہتے تھے مجھے اس وقت وہ الفاظ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اگر آپ وہ پڑھیں تو آپ کا سر بھی شرم سے جھک جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ شیطانی ذہن کو بند کریں، ہم صوبے میں مفاہمت کی سیاست چاہتے ہیں۔ ہم کسی جگہ جھگڑا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم یہاں کسی قسم کا انتشار پھیلانا نہیں چاہتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ امن سے یہ اسمبلی چلے، ہم نے بائیکاٹ نہیں کیا اور بجٹ اجلاس میں بھی خاموشی اختیار کی تھی لیکن بار بار ان کی طرف سے صوبے میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے ہم یہ ہرگز برداشت نہیں کریں گے ہم اتنے کمزور نہیں ہیں کہ ان کی اس طرح کی زبان سنیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ "بونگیاں مار رہا ہے" کیا یہ خود بونگیاں نہیں مارتے؟ ان کو کسی کے بارے میں کچھ کہنے سے

پہلے جو کچھ یہ شریف فیملی کے متعلق کہتے رہے ہیں وہ اگر یہاں پر پڑھا جائے تو ان کو سمجھ آ جائے۔ انھوں نے جو کچھ ان کے بارے میں کہا ہے اگر ان کو ذرا سا بھی خیال ہو تو یہ اس اسمبلی سے استعفیٰ دیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ مسلم کمرشل بنک کی خریداری میں 86 کروڑ روپے کا کمیشن میاں محمد نواز شریف نے کھایا ہے۔ یہ ان کے الفاظ ہیں۔ اس پر ان کے خلاف ایف آئی آر درج ہے۔ انھوں نے جو شریف فیملی کے بارے میں کہا ہے اگر اس کو پڑھا جائے تو سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ میں ان کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کی قتل کی دھمکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ آپ پولیس مقابلہ کرائیں، آپ مجھے قتل کرائیں یا آپ بابر اعوان کو قتل کرائیں۔ ہم تو ضیاء الحق سے ڈرے ہیں، مشرف سے ڈرے ہیں اور نہ ہی آپ کی ان قتل کی دھمکیوں سے ڈریں گے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بسراء صاحب!

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں بڑے ادب کے ساتھ گزارش کروں گا کہ پاکستان کے اندر جمہوریت بڑی قربانیوں کے بعد آئی ہے اور اس جمہوریت کے لئے شہید بی بی محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے اپنی جان کی قربانی دی، بہت سارے کارکنان نے اس کے لئے جان کی قربانی دی۔ وزیر قانون نے جس طرح کی زبان استعمال کی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا ایک مخصوص ایجنڈا ہے اور یہ جمہوریت کے خلاف سازش کر رہے ہیں تو یہ اس کا شاخسانہ ہے۔ آج سے تین دن پہلے میں نے ایک پریس کانفرنس کی تھی۔ میں نے اس میں یہ عرض کیا تھا کہ انھوں نے خواجہ حارث سکینڈل میں پنجاب بنک میں ان لوگوں سے بیانات دلوائے تھے۔ ان لوگوں کو gun point پر، میں یہ پوری تحقیق اور گارنٹی کے ساتھ بات کرتا ہوں، I would prove you the record کہ اسی لاء منسٹر نے جو کہ دہشت گرد تنظیموں کا سرغنہ ہے انھوں نے اس کو kidnap کرایا اور ڈاکٹر بابر اعوان کے متعلق بیان دلوایا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے آج سے تین دن پہلے پریس کلب میں پریس کانفرنس کی اور انھوں نے کہا کہ یہ سارا کچھ میرے سے لاء منسٹر اور ان کی پنجاب کی ٹیم نے کرایا ہے۔

جناب سپیکر: دہشت گردی کے الفاظ ٹھیک نہیں ہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! مجھے بات کر لینے دیں۔ جب ان کو کوئی آئینہ دکھاتا ہے تو یہ بُرا مان جاتے ہیں۔ جب سلمان تاثیر صاحب ان کے کالے کرتوت گنواتے تھے تو بھی یہ ان

کے خلاف یہی زبان استعمال کرتے تھے۔ڈاکٹر بابر اعوان تین دن پہلے یہاں تشریف لائے تو انھوں نے کہا کہ مسلم لیگ(ن) قرض اتارو ملک سنوارو، مسلم لیگ(ن) bank reserves اور foreign reserves میں، بہرام ٹیکس سکینڈل میں، اب سستی روٹی میں 40۔ارب روپے کا مال ہڑپ کر گئی ہے اور سیلاب زدگان کا مال رائیونڈ میں palace بنانے پر لگا دیا۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔آپ تشریف رکھیں۔مہربانی۔آپ تشریف رکھیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر میں بات کریں۔یہ بات پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں ہو سکتی۔آپ کے لیڈر آف اپوزیشن نے باتیں کر لی ہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!آپ کو یاد ہے کہ چھ مہینے قبل پنجاب کی تمام مذہبی جماعتوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ پنجاب کے دہشت گرد وزیر قانون سے استعفیٰ لیا جائے۔میں اس forum پر کھڑا ہو کر کہتا ہوں کہ ان جیسے نورتن جن میں نثار علی خان اور رانا ثناء اللہ جو کہ قبضہ مافیا گروہ کا پنجاب کے اندر سربراہ ہے، میں ریکارڈ کے ساتھ کہتا ہوں کہ جو پولیس والوں سے monthly لیتا ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔آپ تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر!بغیر ثبوت کے الزام لگانا غلط ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!رانا ثناء اللہ نے جو الفاظ کہے ہیں، بابر اعوان صاحب اس ہاؤس سے سینیٹر منتخب ہوئے ہیں ان کے متعلق جو کچھ رانا ثناء اللہ نے کہا ہے اس پر آپ کمیٹی تشکیل دیں یا انھیں کہیں کہ وہ معافی مانگیں۔اس کے علاوہ ہم ہاؤس نہیں چلنے دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، یہ آپ کا استحقاق ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!یہ document میرے ہاتھ میں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر!انہوں نے محترم ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی پر مٹھائی تقسیم کی تھی اب یہ کیسے کہتے ہیں کہ جمہوریت کے قاتل ہیں۔بابر اعوان وہ شخص ہے جو عدالتوں کے نام پر پیسے کھاتا ہے۔جس دن محترمہ بے نظیر بھٹو پر حملہ ہوا تھا بابر اعوان گاڑی لے کر بھاگ گیا تھا اس لئے بابر اعوان محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل میں ملوث ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ کس کی بات کرتے ہیں جو عدالتوں کے نام پر پیسے کھاتا ہے اور آج یہ کہتے ہیں کہ ہم ہاؤس نہیں چلنے دیں گے۔ یہ بیشک کوشش کر لیں انشاء اللہ یہ ہاؤس چلے گا۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے جس طرح کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: بسراء صاحب! دیکھیں، پلیز میری بات سنیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ مجھے بات کر لینے دیں۔

جناب سپیکر: بسراء صاحب! آپ میری بات سنیں۔ آپ اپنی باری پر بات کریں گے ورنہ میں ٹائم نہیں دوں گا۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں بالکل تقریر کروں گا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اِس کو بولنے کی تمیز ہی نہیں ہے کہ ہاؤس میں گفتگو کیسے کی جاتی ہے؟

جناب سپیکر: بسراء صاحب! جب آپ کی تقریر کی باری آئے گی اُس وقت بے شک آپ بات کر لیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں تو پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، اس پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ کوئی سیاسی جلسہ گاہ نہیں ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری چھوٹی سی بات سُن لیں۔ یہ document جو میرے پاس ہے اس کا میں ریکارڈ پیش کرنا چاہتا ہوں اُس کے بعد میں بیٹھ جاؤں گا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): یہ ایک جعلی بھٹو اور جعلی لیڈر بننے کی کوشش کر رہا ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! کیا اِن جیسے لوگوں کی وجہ سے مسلم لیگ (ن) الیکشن لڑے گی؟

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اِس کو لیڈر بننے کا پتا ہی نہیں ہے۔ اس کو یہ نہیں پتا کہ بابر اعوان کون ہے؟ یہ بابر اعوان کے ساتھی ہیں جو بے نظیر بھٹو کے قتل میں شامل ہیں۔ یہ اسمبلی کا floor ہے، بہاولنگر کا کوئی سیاسی اکھاڑا نہیں ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرے پاس جو ریکارڈ ہے اسے مجھے یہاں پڑھنے اور پیش کرنے دیں۔

جناب سپیکر: منڈا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ بسراء صاحب! آپ کس point پر اور کس طرح پڑھ سکتے ہیں؟ آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر ختم کریں۔ میں بالکل آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں یہ ایف آئی آر پڑھنا چاہتا ہوں کیونکہ ہمارے لیڈر کے متعلق غلط زبان استعمال کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، میں آپ کی ایسی بات نہیں سنوں گا۔ جب آپ کی تقریر کی باری آئے گی اُس میں جو مرضی کہہ لیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اقلیتی امور و انسانی حقوق (جناب خلیل طاہر سندھو): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اُسی رحمان ملک اور بابر اعوان کی وجہ سے جناب شہباز بھٹی کو دن دہاڑے اسلام آباد میں قتل کر دیا گیا۔

جناب سپیکر: نہیں، پلیز تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اقلیتی امور و انسانی حقوق (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! اُسی شہباز بھٹی صاحب نے رحمان ملک اور بابر اعوان کو چار خط لکھے کہ مجھے بلٹ پروف گاڑی دی جائے کیونکہ میری جان کو خطرہ ہے۔ یہ شہباز بھٹی کو بلٹ پروف گاڑی نہیں دے سکے، اُس کو منسٹر بلاک میں گھر نہیں دے سکے اس لئے یہ قاتل ہیں۔ انہوں نے قاتلوں سے ہاتھ ملایا ہے۔ انہی کے دَور حکومت میں گورنر کو قتل کیا گیا۔ اِن کی وجہ سے ہی شہباز بھٹی اور گورنر گیا کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے شہباز بھٹی کو بلٹ پروف گاڑی اور منسٹر بلاک میں گھر نہیں دیا۔ آخر کار اُس نے اپنی جان دے دی۔ شہباز بھٹی کے وہ خطوط میں راجہ ریاض صاحب کو دکھانے کے لئے تیار ہوں جو شہباز بھٹی صاحب نے رحمان ملک صاحب کو لکھے تھے کہ مجھے بلٹ پروف گاڑی دی جائے لیکن گاڑی اور گھر نہ دیا گیا کیونکہ وہاں پر بابر اعوان صاحب کے پاس دو گھر ہیں اس لئے شہباز بھٹی صاحب کو کہا گیا کہ ہم آپ کو گھر نہیں دے سکتے۔

آخر کار اُس بے چارے کو اپنی جان دینی پڑی۔ یہ آج کس منہ سے بات کرتے ہیں کیونکہ اِن کے ہاتھ شہباز بھٹی کے خون اور محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں، تیرے قاتل زندہ ہیں" کی نعرہ بازی)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں یہ کالے کرتوت جو میاں صاحبان کے متعلق ہیں وہ بتانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تمام ممبران تشریف رکھیں۔ دیکھیں، اگر آپ اس طرح کا کام کرتے ہیں تو میں اِس کو برداشت نہیں کروں گا۔ I tell you پلیز اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف لے جائیں۔ خبردار! اِدھر سے آگے cross نہیں کرنا۔ اس طرح آپ زیادتی کر رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں، تیرے قاتل زندہ ہیں" کی نعرہ بازی)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں تو اِن کی زبان سنانا چاہتا ہوں اسے سُن لیں۔ یہ کہتا ہے کہ وزیراعظم تو اس لائق ہی نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "No, No" کی آوازیں)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ ہمیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیتے ہیں اور یہاں آپ ہمیں سنتے ہی نہیں ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ جو میاں محمد نواز شریف کے بارے میں کہتا ہے وہ سُن لیں۔ اس ایف آئی آر کا نمبر بھی سن لیں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں اور ایسی بات مت کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ نے میاں محمد نواز شریف کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے ہوئے ہیں وہ سُن لیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے
"نعرہ بھٹو، جئے بھٹو اور بی بی تیرے خون سے انقلاب آئے گا" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: معزز ممبران! پلیز اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں اور ہاؤس کو چلنے دیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں، ضیاء کے بچے زندہ ہیں" کی نعرہ بازی)
(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں، تیرے قاتل زندہ ہیں" کی نعرہ بازی)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ایف آئی آر کا نمبر سُن لیں۔ ایف آئی آر کا نمبر 396 ہے جس میں یہ کہتے ہیں کہ میاں محمد نواز شریف۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "میاں محمد نواز شریف، زندہ باد" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ معزز ممبران اسمبلی اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے
"اج تے ہو گئی بھٹو بھٹو، نعرہ بھٹو۔ جئے بھٹو" کی نعرہ بازی)
(شور وغل)
(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "بی بی ہم شرمندہ ہیں۔
تیرے قاتل زندہ ہیں، بی بی ہم شرمندہ ہیں۔ رحمن ملک زندہ ہیں، بی بی ہم شرمندہ ہیں۔
بابر اعوان زندہ ہیں، سالا مارا، بیوی ماری۔ ہائے زرداری ہائے زرداری اور حاجی چور" کی نعرہ بازی)
(شور وغل)

جناب سپیکر: میری معزز ممبران سے گزارش ہے کہ وہ اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں اور بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ آرڈر پلیز۔ مجھے اجلاس کی کارروائی چلانے دیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں۔ ضیاء کے بچے زندہ ہیں اور جئے بھٹو" کی نعرہ بازی)
(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"سالا مارا، بیوی ماری۔ اب ہے راجہ کی باری" کی نعرہ بازی)
(شور وغل)

جناب سپیکر: اجلاس ایک گھنٹہ کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر ایوان کی کارروائی ایک گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر ایک گھنٹہ کی کارروائی ملتوی کرنے کے وقفہ کے بعد
جناب سپیکر 12 بج کر 57 منٹ پر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: راجہ ریاض صاحب آ رہے ہیں، کہیں زیادہ دُور تو نہیں ہیں؟

سردار اطہر حسن خان گورچانی: جناب سپیکر! وہ ابھی آ رہے ہیں۔ مہربانی کریں اُن کا انتظار کر لیں۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: ہم اتنی دیر میں تحاریک استحقاق take up کر لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 14 چودھری محمد ارشد صاحب کی ہے۔ موجود نہیں ہیں تو پھر اسے dispose of کر دیا جائے؟

معزز ممبران: pending کر دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! یہ تحریک استحقاق move ہو چکی ہے لیکن چودھری ارشد صاحب موجود نہیں ہیں۔ اسے پھر pending کر دیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! معزز ممبر بھی موجود نہیں ہیں اور اس تحریک استحقاق کا جواب بھی مجھے موصول نہیں ہوا لہذا آپ اسے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق pending کی جاتی ہے۔ تحاریک استحقاق اب ختم ہو چکی ہیں۔ سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر بحث کا آغاز مورخہ 13۔ جون 2011 کو ہوا تھا جس پر آج بھی بحث جاری رہے گی۔ جو ممبران اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اپنے نام نہیں بھجوا سکے وہ اپنے نام سیکرٹری کو بھجوا دیں۔ اب میجر (ر) ذوالفقار گوندل صاحب تقریر کا آغاز کریں گے۔

میجر (ر) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ابھی آپ کے چیمبر میں کچھ باتیں طے پائی تھیں اور قائد حزب اختلاف بھی تشریف لے آئے ہیں تو پہلے وہ مسائل حل ہو جائیں اور ایوان کا ٹمپریچر بھی کچھ ٹھیک ہو جائے تو اس کے بعد میں تقریر شروع کروں گا۔

جناب سپیکر: اللہ خیر کرے گا۔ رانا صاحب! اصل میں بات یہ ہے کہ ہمارا اجلاس اس وقت ملتوی کیا گیا تھا اور میرے چیمبر میں بیٹھ کر آپس میں جو معاملات طے ہوئے ہیں تو کچھ دوستوں کی دل آزاری ہوئی ہے تو میں آپ سے یہی کہوں گا کہ ان کی دل آزاری کو ختم کیا جائے۔

پوائنٹ آف آرڈر

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون رانا ثناء اللہ خان کی جانب سے وفاقی وزیر قانون بابر اعوان کو واجب القتل قرار دینے پر حزب اختلاف کا احتجاج

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آپ کے چیمبر میں قائد حزب اختلاف اور اپوزیشن کے دوسرے ممبران تشریف فرما تھے جن سے آپ کی موجودگی میں بات ہوئی ہے۔ قائد حزب اختلاف کا یہ خدشہ کہ میری طرف سے کسی بھی فرد کو، کیونکہ یہ بات ایوان کے اندر نہیں ہوئی اس لئے میں کسی کا نام mention نہیں کر رہا تو کسی بھی شخص کو قتل کی دھمکی دی گئی ہے۔ میں نے آپ کی موجودگی میں بھی اس بات کو clear کیا ہے کہ میں نے ایک typical مخصوص کریکٹر کو جو وکلاء برادری میں ہے اور وکلاء برادری کی جو رائے ہے اس رائے کو refer کیا تھا اور باقی یہ بات کہ کسی بھی سیاسی مخالف سے متعلق میرا، میری جماعت یا میری جماعت کے کسی بھی ممبر کا اس قسم کا ارادہ ہو کہ اسے جانی یا مالی نقصان پہنچایا جائے میں سمجھتا ہوں کہ یہ قطعی طور پر غلط ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اگر کسی دوست کی اس impression کی وجہ سے دل آزاری ہوئی ہے تو میں اس بات کو clear کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے چیمبر میں بھی قائد حزب اختلاف سے on record بات کی کہ اس سے پہلے جو ایک واقعہ یہاں پر ہوا۔ یہ معزز ایوان on record ہے کہ ہم نے گورنر سلمان تاثیر (مرحوم) کے قتل کی مذمت on the floor of the House کی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہ بات on record کہتا ہوں کہ یہ ہمت اور یہ توفیق صرف اور صرف اس معزز ایوان کو نصیب ہوئی کہ انہوں نے اس قتل کی واضح الفاظ میں مذمت کی۔ باقی میرے بھائی قائد حزب اختلاف اس بات کے گواہ ہیں کہ اس ملک میں باقی بھی معزز ایوان ہیں اور سارے ہی معزز ایوان ہیں کوئی بھی کم نہیں ہے لیکن کسی جگہ پر بھی اس قسم کی قرارداد پاس نہیں ہوئی۔ ہم جمہوری لوگ ہیں،

ٹھیک ہے اگر کوئی اینٹ مارے تو اس کا جواب پتھر سے ضرور دیتے ہیں لیکن ہم اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے کہ اپنے کسی سیاسی مخالف کو کسی قسم کا نقصان پہنچائیں۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: راجہ ریاض صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! جس طرح لاء منسٹر نے کہا ہے اور ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں جمہوریت چلنی چاہئے، یہ ادارے بھی چلنے چاہئیں اور ہم نے ہمیشہ تعاون کیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بجٹ تقریر کے دوران بھی ہم نے مکمل خاموشی اختیار رکھی اور ہمارا اس چیز پر یقین ہے کہ اگر یہ ادارے چلیں گے تو ملک مضبوط ہوگا اور عوام کے مسائل حل ہوں گے اس لئے ہم نے پہلے بھی تعاون کیا ہے اور اب بھی ہم اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔ لاء منسٹر صاحب نے اپنی طرف سے جو وضاحت کی ہے تو اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے پر مزید بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شاباش۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): اس کے بعد وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی ابھی میری ملاقات ہوئی تھی تو انہوں نے بھی یقین دلایا ہے کہ اس قسم کی دوبارہ بات ہماری طرف سے نہیں ہوگی اور آپ کو شکایت نہیں آئے گی۔ اس چیز پر ہماری سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کی موجودگی میں بھی وزیر اعلیٰ صاحب سے بات ہوئی کہ ایک دوسرے کی قیادت کا احترام کریں گے۔ پہلے بھی ہم کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے لیکن ایک چیز کی میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ سمجھے کہ اپوزیشن کمزور ہے یا کوئی یہ سمجھے کہ ہم ان کی پگڑی اچھالیں گے تو پھر وہ بچ جائیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، ہم عزت ضرور کریں گے لیکن اس کی جو ہماری عزت کرے گا۔ جو ہماری عزت نہیں کرے گا تو پھر آج جو اسے جواب ملا ہے، اس کی وہ توقع رکھے۔ ہماری طرف سے بھرپور تعاون ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اب میں دونوں sides کو ہی شاباش دیتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سینئر مشیر برائے وزیراعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت چاہوں گا جو ایک مسئلہ ایوان میں اٹھا اور اس پر خاصا ہنگامہ ہوا جو کہ ہم سب کے لئے باعث شرمندگی ہے۔ چاہے وہ حکومتی یا اپوزیشن بنچوں سے ہوں کیونکہ ہم اس معزز ایوان کے ایک جیسے ممبر ہیں اور ہم نے کچھ ایسی روایات پیدا کر دی ہیں جو ماضی میں کم از کم میرے دیکھنے میں نہیں آئیں۔ مجھے بھی بعض بیانات پر غصہ آتا ہے جب میری قیادت کے بارے میں کچھ ایسے الفاظ کہے جاتے ہیں لیکن میں آپ کے سامنے ہوں کہ میں کبھی نہیں بولا اور اپنے جذبات پر قابو رکھا۔ یہ اللہ کا شکر ہے کہ آج تک پرنٹ یا الیکٹرانک میڈیا نے میرے بارے میں کبھی ایسے بیانات نہیں شائع کئے کہ میں نے ان کی قیادت پر کوئی ذاتی attack کیا ہو۔ یہاں ایوان میں بھی ایک دوسرے پر attack کئے جاتے ہیں اور غلط زبان بھی استعمال کی جاتی ہے جو کہ اس ایوان کی روایت نہیں تھی۔ مجھے بہت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایک دن میں اسمبلی میں یہاں بیٹھا ہوا تھا اور سگریٹ پینے کے لئے اس طرف نکلا کیونکہ میں اس زمانے میں سگریٹ پیتا تھا اور تین، چار، پانچ مجھ سے سینئر، میں اس وقت بہت جونیئر ہوتا تھا اور وہ دیہات کے ماحول کے تھے جنہوں نے بڑے بڑے پگڑ باندھے ہوئے تھے اور شلوار کی بجائے چادر باندھی ہوئی تھی اور سگریٹ بھی ایسے پی رہے تھے جیسے حقے کا سُوٹہ لگاتے ہیں اس اسمبلی کے بارے میں وہ کہہ رہے تھے کہ "اے وی کوئی اسمبلی اے۔ اسیں فلانی اسمبلی ویکھی، اسیں فلانی اسمبلی ویکھی اے" میں حیران تھا کہ جس اسمبلی کو وہ criticize کر رہے تھے اس میں کوئی ایسا ماحول نہیں ہوتا تھا جو میں آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ہمیں اس ہاؤس کا تو احترام کرنا چاہئے، ہمیں ایک دوسرے کا بھی احترام کرنا چاہئے اور ہمیں ایسے الفاظ نہیں استعمال کرنے چاہئیں جن سے کسی کی دل آزاری ہو۔ میں اپیل کرتا ہوں اور ذمہ داری کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ حکومتی بنچوں کی طرف سے ان کی قیادت کے بارے میں اور نہ ہاؤس کے کسی ممبران کے بارے میں کوئی غلط الفاظ استعمال کئے جائیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں یہی درخواست آپ کی وساطت سے لیڈر آف دی اپوزیشن کو کروں گا جو ہمارے ساتھی ہیں اور ہم ایک کیبنٹ میں رہے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ سیاسی فیصلے ہوتے رہتے ہیں اور آج وہ لیڈر آف دی اپوزیشن ہیں۔ وہ بھی اپنے اپوزیشن بنچوں کی طرف سے یہی فیصلہ کروائیں کہ کسی کے بارے میں، قیادت تو چھوڑیئے وہ اس ہاؤس میں ہے ہی نہیں لیکن آپس میں بھی کسی پر attack نہ کیا جائے۔ ہاں، ہماری

پالیسی پر آپ دس دفعہ attack کریں، ہمارے فیصلوں پر دس دفعہ attack کریں۔اس کا جواب دینا ہمارا حق ہوگا لیکن ذاتیات پر نہیں آنا چاہئے۔خدارا ہم قوم کو کیا پیغام دے رہے ہیں؟ چار سال ہونے کو ہیں اور آج تک ہم اس ہاؤس کو صلح اور محبت کے ماحول میں چلا نہیں سکے۔ہم یہی پیغام دے رہے ہیں، کیا اسی لئے ہمیں لوگ اس ہاؤس میں elect کرکے بھیجتے ہیں؟ ہم بہت بُرا پیغام دے رہے ہیں ان لوگوں کو جنہوں نے ہمیں یہاں elect کرکے بھیجا اور ہمارے میڈیا کے جو ساتھی بیٹھے ہیں ہم ان کے لئے ایسا مواد پیدا کر رہے ہیں جو پہلے کبھی نظر نہیں آتا تھا۔آپ خود اور آپ سے پہلے آپ کے والد مرحوم و مغفور اس ہاؤس کے میرے خیال میں آٹھ نو دفعہ ممبر رہے ہیں لیکن ایسا ماحول کبھی بھی نہیں دیکھا۔میں آپ کی وساطت سے سارے ہاؤس سے اپیل کرتا ہوں کہ براہِ مہربانی اس ہاؤس کا احترام کریں۔اگر میرا احترام نہ کریں تو وہ اور بات ہے، میرے ساتھ باہر ٹکر لیں لیکن اس ہاؤس میں تو ہم ایک دوسرے کا احترام کریں۔ بہت شکریہ۔(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری ظہیر الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! یہ ایک نہایت ہی خوش آئند بات ہے کہ ایک مسئلے پر اختلاف ہوا، آپ کی قیادت و صدارت میں اکٹھے ہونے کے بعد یہ مسئلہ احسن طریقے سے ختم ہوا اور سارا ہاؤس یہاں پر بیٹھا ہے۔ابھی ہمارے سینئر ممبر سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے جو باتیں کی ہیں ہم ان سے بالکل متفق ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ یہ ایوان وہ بلڈنگ ہے جو سنجیدہ عمل کے لئے بنا ہوا ہے۔یہاں آکر ہر بات کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہئے۔ایک دوسرے کی طرف اشارے کرنا وہ بھی یہاں کا رواج نہیں رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سردار صاحب کے بیان میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ ہمیں اپنی قیادت کا نام لے کر بات نہیں کرنی چاہئے۔ بابر اعوان صاحب اُن کی قیادت میں شامل ہیں جس کی وجہ سے ان کی دل آزاری ہوئی تھی۔یہ مسئلہ اب solve ہوگیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کی جو spirit ہے اگر یہ prevail کرتی رہے تو وہ پیغام جو اس ہاؤس کے بارے میں گیا ہوا ہے کہ ہم جو لوگ یہاں پر منتخب ہو کر آئے ہیں یہ سنجیدہ نہیں ہیں تو آئندہ آنے والا جو سوا سال رہ گیا ہے اس عرصہ میں اگر اچھے طریقے سے چلا جائے کہ ہم نے یہاں سے اپنی عزت بحال کرکے جانا ہے۔ ہمارے ذمہ جو کام لگے ہیں ہم نے وہ کام کرنے ہیں اور جو ہمارے ذمہ کام نہیں لگے وہ ہم نے نہیں کرنے ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: انہوں نے تو assurance اس بات کی کروا دی ہے اب لیڈر آف دی اپوزیشن بھی کروا دیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہم نے پہلے بھی کہا ہے، یہاں پر فیصلہ ہوا ہے اور ہم پہلے بھی اس فیصلہ پر عمل کرتے ہیں کہ کسی کی قیادت پر اور کسی کی ذات پر attack نہیں کرنا۔ جس طرح سے سردار صاحب نے کہا ہے میں بھی اپوزیشن کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم تمام ممبران کا احترام کریں گے اور قیادت کا بھی احترام کریں گے کیونکہ ان اداروں کے لئے سب سے بڑی قربانی محترمہ بے نظیر بھٹو شہید نے دی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

انہوں نے ان اداروں کو چلانے کے لئے اپنے خون کی قربانی دی ہوئی ہے اس لئے ہم تو اپنا فرض سمجھتے ہیں، کسی اور پر یہ ذمہ داری ہو یا نہ ہو ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ان اداروں کو چلائیں اور انشاء اللہ اپوزیشن کی طرف سے ممبران اور قیادت کے احترام میں آپ کسی جگہ کمی نہیں دیکھیں گے۔

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: دونوں اطراف کا بہت شکریہ، بڑی مہربانی۔ اللہ کرے کہ ہمارا مستقبل روشن ہو اور آپ آپس میں ایک دوسرے کی عزت اسی طرح کرتے رہیں جس طرح آپ نے فرمایا ہے۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار گوندل صاحب اپنی تقریر شروع کریں۔ میں دونوں اطراف کو ایک بات کہتا ہوں وہ آپ سن لیں کہ جب کوئی صاحب تقریر فرما رہے ہوں تو تقریر کے درمیان interruption اِدھر سے ہونی چاہئے اور نہ اُدھر سے ہونی چاہئے۔ جی، گوندل صاحب!

(اذان ظہر)

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جئے بھٹو، جئے بے نظیر، جئے عوام۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ کے good office کے استعمال سے، آپ کی محنت سے اور آپ کی کاوش سے آج کے ماحول کو آپ نے دوبارہ اس قابل کیا ہے کہ اپوزیشن اور ہم مل کر اس

صوبے کی عوام کی بہتری کے لئے جو ہمارے اوپر ذمہ داریاں ہیں اس کو احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔اس موقع پر میں سب سے پہلے تو کامران مائیکل کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ شاید وہ پنجاب اسمبلی میں اقلیت کے پہلے ممبر ہیں جنہوں نے یہ بجٹ پڑھا۔ان کی کارکردگی اس لئے بھی قابل تحسین ہے کہ انہیں یہ بجٹ میرٹ پر پڑھنے کا موقع ملا کیونکہ انہوں نے ایک تقریری مقابلہ 90 شاہراہ قائداعظم پر جیتا۔جیسے میں کہتا ہوں کہ اس ملک میں ایک struggle جاری ہے،ایک جدوجہد جاری ہے جو اشرافیہ کے اندر ہے اور اس کا مقابلہ have notes کے ساتھ ہے، جو working class ہے ان کے ساتھ برسرپیکار ہے۔یہ اشرافیہ برداشت نہیں کرتی کہ minority کا کوئی ممبر ،مڈل کلاس یا low middle کلاس کا کوئی ممبر صرف بجٹ پڑھنے کی ہی جسارت کر سکے۔ اگلے دن ہی پوسٹ بجٹ پریس کانفرنس میں ان سے یہ اعزاز چھیننے کی کوشش کی گئی جس کی ہم بہر حال مذمت کرتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کامران مائیکل competent ہیں، ان کو permanent فنانس منسٹر بنانا چاہئے اور ان سے ہم اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ ایک one man budget ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت 1985 کے ضیاء مارشل لاء کا تسلسل ہے گو کہ جنرل ضیاء الحق اپنا جبڑا اسلام آباد میں چھوڑ کر دارِ فانی کو جا چکے ہیں لیکن ان دوستوں کی صورت میں اس کی گورنمنٹ کا تسلسل،اس کی سوچ کا تسلسل،طالبان سے تعلقات کا تسلسل ابھی تک جاری ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت جو ضیاء مارشل لاء کی چھتری تلے شروع ہوئی تھی اس نے ابھی تک اپنا وتیرہ نہیں بدلا گو کہ وردی بدل گئی ،سول کپڑوں میں آ گئے،بوسکی کے سوٹ اور ٹائی میں آ گئے لیکن اپنا روّیہ نہیں بدلا اور یہی وجہ ہے کہ اس معزز ہاؤس کے ممبران کو بجٹ کی تیاری میں بالکل اندھیرے میں رکھا گیا۔ میں اکثر یہ دیکھتا ہوں کہ یہاں پر جو زبان استعمال کی جا رہی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ فنانس سیکرٹری کا بنایا ہوا بجٹ ہے، یہ P&D کے چیئرمین کا بنایا ہوا بجٹ ہے، میں ان کو کوئی دوش نہیں دیتا، میں ان سے اظہار ہمدردی کرتا ہوں کہ ان کو یہ بتا دیا تھا کہ آپ کو کسی احتساب کا ڈر نہیں ہے۔آپ نے running schemes یا جو غیر ترقیاتی اخراجات ہیں جن کے بغیر گزارہ نہیں ہے آپ نے صرف وہ workout کرنے ہیں باقی کے لئے کسی کی مجال نہیں ہے کہ آپ کسی کے لئے کوئی فنڈز allocate کریں یا کوئی میڈیکل کالج کے لئے فنڈز allocate کریں اور کسی کالج یا کسی سکول کے لئے فنڈز allocate کریں۔اسی صورت میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمام تر بجٹ blocked allocation میں رکھ دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں، میں یہ کہتا چلوں کہ یہ وہی سوچ ہے جو

ضیاء کے مارشل لاء سے شروع ہوئی تھی اور وہ کسی احتساب کو نہیں جانتی۔ یہ وہ سوچ ہے جو کسی accountability کو نہیں مانتی لیکن یہ سمجھیں یا نہ سمجھیں ہم نے ان کو بتانا ہے کہ احتساب نام کی کوئی چیز ہے اور عدم احتساب کی موجودگی میں انہوں نے تمام ممبران کے حقوق چھینے ہیں، ان کو اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بہر حال ہم یہ کوشش کریں گے کہ آپ دوستوں کو روشنی کے اندر لایا جائے، آپ لوگوں کو اپنے حکمرانوں کی نیتوں سے آگاہ کیا جائے جو آپ کو وہ subordinate بنا کر رکھنا چاہتے ہیں، آپ کو وہ غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ آپ سیون کلب اور 90 شاہراہ، ان کے کیمپ آفس کے دورے کرتے رہیں تاکہ آپ ان کی منتیں کرتے رہیں اور آپ کو under thumps رکھا جائے کہ آپ کسی وقت اور خاص طور پر یونیفکیشن بلاک والے اگر واپس جانے کا سوچیں تو ہم ان کے فنڈز بند کریں۔

جناب سپیکر! میں یہ ایک عرض کرتا چلوں کہ گورنر رُول کے بعد آپ دوبارہ آئے اور ہم نے پھر آپ سے دست تعاون بڑھایا لیکن جب پیپلز پارٹی کو coalition government سے فارغ کیا گیا تو اس کے بعد آپ نے اس گورنمنٹ کی moral authority کھو دی۔ آپ کی executive authority تو برقرار رہی لیکن اخلاقی طور پر کمزور ہوئے ہیں۔ آپ کو یہ چاہئے تھا کہ آپ اس اسمبلی سے fresh vote of confidence حاصل کرتے تاکہ آپ کی moral authority دوبارہ قائم ہوتی لیکن آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ایک دفعہ بجٹ کے بارے میں مشتاق یوسفی صاحب نے کہا تھا کہ جھوٹ کی تین قسمیں ہوتی ہیں جھوٹ، سفید جھوٹ اور سرکاری اعداد و شمار۔ سرکاری اعداد و شمار پر بعد میں بات کریں گے لیکن اس گورنمنٹ کی moral authority arouse ہوئی ہے اس پر میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں پر ایک دفعہ (ن) لیگ یا یونیفکیشن بلاک کے لوگوں نے پی ایم ایل (ق) کے لوگوں کو یہ طعنہ دیا کہ آپ ایک زنانہ پارٹی کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں لیکن میں پی ایم ایل (ق) کی معزز خواتین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ یہ مردانہ وار اپنی جگہ پر ڈٹی رہیں اور مرد زنانہ وار گورنمنٹ میں شامل ہوئے۔ (قطع کلامیاں)

MR.SPEAKER: Please No Cross Talk. No interruption.

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! انہیں بول لینے دیں، I would welcome any interruption. اور ہمیں اس کا جواب دینا بھی آتا ہے۔

جناب سپیکر! ان مرد حضرات نے مردانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوٹا سازی کی فیکٹری میں اپنے آپ کو ڈالا اور ان کے بارے میں قصور کے ایک پنجابی شاعر نے کہا ہے اور معذرت کے ساتھ ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس شاعر نے تو کہا تھا کہ:

"اک ویلے دی بُھک دے بھا وِک گئے"

ان کی اجازت سے تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ شاید وہ اس دنیا میں ہیں بھی یا نہیں ہیں؟

"اِک وزارت دی بُھک دے بھا وِک گئے"

وہ بھی ان بے چاروں کو ملی نہیں ہے۔

اِک وزارت دی بُھک دے بھا وِک گئے
تیرے سُفنے تے میرے چا وِک گئے
وِکدا میں وی جے کر مردا ناں
جُدوں میرے سامنے میرے بھرا وِک گئے
کیاں سمے دے سورج دی دُھپ جالی
کئی مخملاں ہیٹھ وچھا وِک گئے
لوگ وِکے نئیں نیزے دی نُوک اُتے
ایتھے زمانے دے وڈے خُدا وِک گئے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پاکستان مسلم لیگ (ن) ایک ایسے طبقے کی نمائندگی کرتی ہے جس کو سرمایہ دار بھی کہا جا سکتا ہے، جس میں جرائم پیشہ لوگ بھی شامل ہیں، جس میں قبضہ مافیا بھی شامل ہیں اور یہ اس کلاس کو represent کرتی ہے جس میں بڑے بڑے سرمایہ دار شامل ہیں، ان کا مقابلہ ہمیشہ working class کے ساتھ رہا ہے کیونکہ یہ سرمایہ داروں کی نمائندہ جماعت ہے تو ان سے یہ توقع رکھنا کہ سرمایہ داروں پر ٹیکس لگائیں گے، فیکٹری والوں پر ٹیکس لگائیں گے یا direct taxes جمع کریں گے تو ان سے اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ یہ ان لوگوں پر depend کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں جن کو یہ مسلم کمرشل بنک بیچتے ہیں، جن کو یہ بڑی بڑی فیکٹریاں اونے پونے ریٹ پر بیچتے ہیں۔ یہ غریب پر تو ٹیکس لگانے کے لئے تیار پھرتے ہیں، indirect taxes کی بات کرتے ہیں لیکن شراب بنانے والی فیکٹریوں پر ٹیکس نظر نہیں آتا کیونکہ پنجاب میں تمام تر فیکٹریاں ان ruling

elite کی ملکیت ہیں، وہ اربوں روپے کھاتے ہیں اور اربوں روپے کماتے ہیں۔ اس کے بعد بھی وہ shelter less ہیں۔ وہ بھوکے، ننگے اور غریب ہیں میری ان سے یہ درخواست ہے کہ یہ ان بھوکے ننگے شراب فیکٹریوں کے مالکان کو پانچ مرلہ سکیم میں پانچ مرلہ کے پلاٹ الاٹ کئے جائیں۔

جناب سپیکر! اس اسمبلی کا tenure پانچ سال کے لئے رکھا گیا ہے اور پانچ سال اس لئے رکھا جاتا ہے کہ یہ گورنمنٹ یا کوئی بھی گورنمنٹ جو اس وقت حکومت میں ہو اپنی پالیسیوں کو تسلسل کے ساتھ چلا سکے۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی خوش قسمتی ہے کہ ان کا یہ مسلسل تو نہیں لیکن وقفہ وقفہ سے سولہواں بجٹ ہے۔ انہوں نے 1985 سے لے کر 1990 تک بجٹ پیش کئے پھر 1991 سے لے کر 1993 تک بجٹ پیش کئے، پھر 1997 سے لے کر 1999 تک بجٹ پیش کئے۔۔۔ (شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ جی، گوندل صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! یہ پی ایم ایل (ن) کا ایک شکل میں یا دوسری شکل میں سولہواں بجٹ ہے تو اس سولہویں بجٹ میں اگر آپ دیکھیں تو وہی حرکتیں جو انہوں نے 1985 میں کی تھیں اور پھر اگلے سال کہا تھا کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ 1985 میں جب محترم میاں محمد نواز شریف اس صوبے کے سربراہ تھے تو انہوں نے Basic Health Units بنائے وہاں پر روپیہ پانی کی طرح بہایا لیکن ان کا حشر کیا ہوا؟ اگلے پانچ سال بعد جب وہ دوبارہ وزیر اعلیٰ بنے تو اسی کو انہوں نے abandon کر دیا اور اب Basic Health Units کا concept متروک ہو چکا ہے۔ اس گورنمنٹ نے جب میاں صاحب وزیر اعظم تھے تو پیلو کیب سکیم پر اربوں روپیہ ڈبویا تھا اور بنکوں کو survive کروانے کے لئے گورنمنٹ کو اپنے پاس سے پیسے دینے پڑے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ وہی تجربہ دوبارہ اس ملک پر کیوں دہرانے جا رہے ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ ہم گریجویٹس کو پیلی ٹیکسی دیں گے۔ پہلے اس اسمبلی میں تو دیکھیں کہ گریجویٹس ہی نہیں ملتے۔ یہاں جعلی ڈگریوں والے یونیفکیشن بلاک میں بیٹھے ہوئے ہیں تو اب آپ ٹیکسی ڈرائیوروں کے لئے مزید جعلی ڈگریاں بنوانا چاہتے ہیں کہ وہ جعلی ڈگریاں بنا کر آپ سے چار چار، پانچ پانچ لاکھ کی ٹیکسیاں لیں، اس فراڈ قسم کی سکیم کو ختم ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! آج جس طرح مسئلہ بنایا گیا بعد میں اگر خدانخواستہ اور بھی مسائل آئے اور یہی تسلسل رہے تو اس اسمبلی کا tenure پورا ہو یا نہ ہو تو premature Assemblies توڑ دی جاتی ہیں اور اگر اسمبلیاں توڑ دی جائیں یا بوٹوں والے آئیں تو اس صورت میں جدہ بھی جانا پڑتا ہے۔ جدہ جانے کا ذکر ہوا تو مجھے یاد آیا، ارشاد احمد حقانی صاحب جو ہمارے کالم نگار ہیں انہوں نے ایک دفعہ

"جنگ"اخبار میں اپنے ایک کالم میں لکھا تھا کہ یہاں پر دو schools of thought پائے جاتے ہیں۔ایک school of thought وہ ہے جو سقراط کو represent کرتا ہے، جو منشور کو represent کرتا ہے، جس کو حضرت امام حسین represent کرتے ہیں، جس کو ذوالفقار علی بھٹو represent کرتے ہیں، جن کو محترمہ بے نظیر بھٹو شہید represent کرتی ہیں، وہ مسئلہ کیا ہے، وہ فلاسفی کیا ہے ؟ وہ یہ ہے کہ طاقت کے سامنے جھکا نہیں جا سکتا۔ ہم نے سر میں گولیاں کھا کر، پھانسی پر چڑھ کر، ساڑھے آٹھ سال قید میں رہ کر یہ ثابت کیا ہے کہ ہم اس فلسفے کے پیروکار ہیں، ہم طاقت کے سامنے نہیں جھکتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

سیاسیات کی دوسری فلاسفی جو ارشاد حقانی صاحب نے اپنے کالم میں لکھی تھی میں اُس کو quote کر رہا ہوں وہ یہ تھی کہ طاقت کے سامنے ٹھہرا نہیں جا سکتا۔طاقت کے سامنے نہ ٹھہرنے والوں میں ابن زیاد بھی آتا ہے،اس کے سامنے دکن اور بنگال سے بھی لوگوں کے نام آتے ہیں اور اگر میں پاکستان سے کسی کا نام لوں گا تو آپ بُرا مان جائیں گے، آپ خود ہی سمجھ جائیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

لوگ پریشان ہیں کہ وہ جماعت جس نے establishment کی انگلی پکڑ کر سیاست سیکھی، حمید گل کی گود میں بیٹھ کر آئی ایس آئی بنائی، وہ بھی فوج کے خلاف باتیں کر رہے ہیں، وہ بھی آئی ایس آئی کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔اس کی سمجھ کچھ لوگوں کو آتی ہے اور کچھ کو نہیں آتی۔قومی سلامتی کے وہ ادارے جو جنرل ضیاء الحق نے اپنے دور میں تباہ کئے تھے، سول ادارے تو انہوں نے بالکل ملیا میٹ کر دیئے تھے اور دہشت گردی کا ایک بیج بویا تھا۔دہشت گردی کا بیج جو ابھی پل کر جوان ہوا ہے اور اس کے کانٹے اب موجودہ قوم ہماری نئی نسل کاٹ رہی ہے لیکن ان کا کیا کریں ؟

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ہاؤس in order نہیں ہے۔

MR SPEAKER: Order please.

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ان کا کیا کریں جو اس دور میں سپیکر بنے، جو اُس کے دور میں مجلس شوریٰ کے ممبر بنے ان کا بھی ایک نمائندہ خواجہ معافی تلافی ہے اس کا سیالکوٹ سے تعلق ہے۔ہم کسی کا نام نہیں لیتے پھر کہیں گے ہمارے لیڈران کی توہین ہوئی ہے اور اس کا ایک نمائندہ وِگ پہنے ہوئے اسلام آباد میں پھرتا ہے جس کو ابھی جب موقع ملا ہے تو چکری کے انٹرچینج پر۔۔۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: مہربانی کرکے آپ relevant ہو جائیں۔ آپ کی یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے وہ بات کر رہے ہیں۔ مجھے سُن لینے دیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: چلیں جی، ٹھیک ہے ہم احتیاط کر لیتے ہیں۔ ندیم کامران تو ہمارے بڑے اچھے اور کامیاب وزیر ہیں مگر مجھے افسوس ہے کہ ان کے پاس صرف ایک منسٹری ہے، تین چار منسٹریاں تو ہونی چاہیئں تھیں یہ competent آدمی ہیں۔ میں اس لئے بات کر رہا ہوں کہ کچھ ایسے بھی ہیں جن کے پاس کئی منسٹریاں ہیں لیکن وہ ایک بھی نہیں چلا سکتے۔

جناب سپیکر: جی، آپ اپنی بات کریں، relevant رہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جی، جناب سپیکر! یہ جو اداروں کی تباہی کا عمل تھا یہ جنرل مشرف نے پورا کیا اور یہ دونوں ڈکٹیٹر، ایک اسلام کے ساتھ منافق تھا اور ایک modern enlightenment کے ساتھ منافق تھا لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ڈکٹیٹر اگر ضیاء الحق کی شکل میں ہو تو ہمیں مارتا ہے، ہمیں پھانسی دیتا ہے، ہمیں کوڑے مارتا ہے، ہمیں شاہی قلعہ میں رکھتا ہے، ڈکٹیٹر اگر مشرف کی شکل میں ہو تو بھی سر میں گولیاں ہماری قسمت میں ہوتی ہیں، ان کو تو صرف پیسا ہی دیا جاتا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ جو مشرف کا انتقام ہے وہ موجودہ آرمی سے نہ لیا جائے۔ موجودہ آرمی اگر اپنا role play نہ کرتی تو الیکشن فیل نہیں ہو سکتے تھے۔ جنرل کیانی نے بڑی سختی سے آئی۔ایس آئی کو کہا تھا کہ اس کا political wing الیکشن میں مداخلت نہیں کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پی ایم ایل (ق) الیکشن ہاری اور اس وقت پنجاب میں پی ایم ایل (ن) کی حکومت ہے اور ابھی ہمیں تو سمجھ نہیں آتی، ہمارے بہت سے دوست confuse ہیں کہ وہ لوگ جو establishment کے بغیر چل نہیں سکتے وہ فوج پر کیوں انگلی اٹھا رہے ہیں، وہ اداروں کو کیوں run down کر رہے ہیں تو پھر ہمیں کسی سیانے نے بتایا ہے کہ یہ چھوٹے گھر کو چھوڑ کر international level پر بڑے گھر کی نوکری کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے سی آئی اے کو اپنی درخواست دی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب دانش سکول کا افتتاح ہوتا ہے تو American Consulate General کو لاہور میں بلایا جاتا ہے اور تو اور قول و فعل میں تضاد

دیکھئے کہ امریکہ کی خوشنودی کے لئے چیف جسٹس آف پاکستان کی بحالی کے موقع پر Bryan Hunt سے ملاقات ہوتی ہے تو اس کو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والا declare کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اس کو بحال کرانے میں دلچسپی نہیں رکھتے لیکن باہر آکر جلوس نکالے جاتے ہیں۔آپ کی وساطت سے میری ان سے یہ عرض ہے کہ براہ مہربانی امریکہ کی نوکری اختیار نہ کریں، اس عوام کی نوکری کریں جس عوام نے آپ کو وزیر اعلیٰ بنایا ہے، اس عوام نے آپ کو پنجاب میں گورنمنٹ دی ہے۔امریکہ جو ہے وہ ذلالت کے سوا کچھ نہیں دے گا۔ میرا ان کو مشورہ ہے کہ بچ جائیں۔

چودھری اصغر علی منڈا(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ بجٹ پر بحث کر رہے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: منڈا صاحب! آپ کے لیڈران نے غیر ملکی کشکول توڑنے کی اجازت دی۔۔۔

جناب سپیکر: منڈا صاحب کو address کیوں کرتے ہیں؟ آپ مجھ سے بات کریں۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں معذرت چاہتا ہوں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس کے ردعمل میں US Ambassador Cameron Munter کا بیان آیا ہے کہ یہ جو امریکی امداد نہ لینے کی باتیں کرتے ہیں یہ صرف public assumption کے لئے ہیں، جب یہ ہم سے privately ملتے ہیں تو ہمارے ساتھ بہت مؤدب ہو کر بیٹھتے ہیں ۔ یہ ہمیں وائسرائے کی طرح treat کرتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ Bryan Hunt کے سامنے جاکر جو اپنا چہرہ دکھاتے ہو، Cameron Munter کے سامنے جاکر جو اپنا چہرہ دکھاتے ہو وہی اپنے اصل روپ میں رہو اور اس پاکستان کے اداروں کو run down نہ کرو، یہ بہت قیمتی ہیں اور اس وقت وہ اس ملک کے centre of gravity ہیں، آرمی اس وقت ملک کا unified factor ہے، مہربانی فرما کر اسے چھیڑنے کی کوشش نہ کریں۔(نعرہ ہائے تحسین)

پارلیمانی سیکرٹری برائے مذہبی امور و اوقاف(جناب افتخار احمد خان): جناب والا! یہ بجٹ پر بات کر رہے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بات کہیں اور نکل گئی تھی، بجٹ کی طرف واپس آتا ہوں۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: ان کو بجٹ کی طرف واپس آنے دیں، آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ آپ خاموشی اختیار کریں۔
میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب والا! ان کا اپنا کام ہے، انہیں کرنے دیں۔ ان کو اسی بات کے ہی پیسے ملتے ہیں۔
جناب سپیکر: نہیں۔ آپ relevant بات کریں۔
میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بہر حال consistency کا ذکر ہو رہا تھا لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ان ساڑھے تین سالوں میں پہلے فوڈ سٹیمپ پروگرام شروع کیا گیا تاکہ بے نظیر بھٹو انکم سپورٹ کا مقابلہ کیا جائے اور یہ personal will پر کیا گیا لیکن چونکہ پیپلز پارٹی کے MPAs جن کو cabinet میں لیا گیا تھا ان کو بھی sideline پر رکھنا تھا اس لئے 72 رکنی ٹاسک فورس بنا دی گئی۔ یہ ایک mismanagement تھی، corruption تھی یا good governance تھی ہمیں معلوم نہیں لیکن کسی ایک وجہ کی بناء پر فوڈ سٹیمپ پروگرام کو بند کر دیا۔ اگلے سال وزیراعلیٰ ایران تشریف لے جاتے ہیں وہاں پر روٹی پلانٹ کو دیکھتے ہیں تو ان کے اندر ایک نیا شوق جنم لیتا ہے، اس شوق کی صورت میں personal will پر جب decision کیا جاتا ہے تو اس کو بنیاد بنا کر اربوں روپے تنور میں جھونک دیئے جاتے ہیں اور اس کا کوئی ثبوت بھی نہیں چھوڑا جاتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)
سستی روٹی کو کامیاب بنانے کے لئے DCOs, DDRs, TMOs اور کمشنر آفس تک کی جو meetings ہوئی ہیں انہوں نے گاڑیوں میں fuel جلایا ہے، گاڑیوں کی جو wear and tear ہوئی ہے اگر ان سب کو بھی شامل کیا جائے تو وہ روٹی جو -/2 روپے میں کہیں کسی کو ملی تو نہیں، شاید ریسٹورنٹ والے ہی خرید کر لے گئے۔ حکومت کو اس طرح سے -/40، -/50 روپے فی روٹی پڑی اور بڑی بے دردی سے اس سکیم پر پیسا ضائع کیا گیا۔ علاوہ ازیں سستی روٹی پر legislation بھی کی گئی، اگر سستی روٹی سکیم بہت اچھی تھی اور میرے بھائی اس پر بڑے قصیدے پڑھا کرتے تھے تو ان کو اس وقت وہ روٹی بہت tasty لگا کرتی تھی، مجھے سمجھ نہیں آتا کہ پھر اس کو discontinue کیوں کر دیا گیا ہے؟ ایک اور لطیفہ اس میں یہ ہوا good governance کی بھی انتہا ہے کہ سستی روٹی سکیم ختم کر دی گئی ہے لیکن سستی روٹی اتھارٹی پر ایک کروڑ روپیہ پھر بھی رکھا گیا ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ کچھ چہیتوں کی تنخواہوں کے لئے perks and privileges کے لئے سستی روٹی اتھارٹی کا قائم رہنا بہت ضروری ہے۔ اگر مکینیکل پلانٹ کا کوئی مسئلہ ہے تو میری یہ تجویز ہے کہ اس کو داتا دربار کے سپرد کر دیا جائے۔ وہاں سے لوگوں کو انشاء اللہ مفت روٹی ملے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پہلے سال گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم کسانوں کے بڑے ہمدرد ہیں اس لئے اس مد میں 4-ارب روپے رکھا جاتا ہے۔ چیف سیکرٹری صاحب بھی اس سکیم سے دو ٹریکٹر وصول کرتے ہیں جو ان کو بعد میں ہماری وجہ سے واپس کرنے پڑتے ہیں۔ اب کسان دوستی میں اس سکیم کو بھی wind up کر دیا گیا ہے اور اس دفعہ اس میں صرف 97لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ فوڈ سٹیمپ پروگرام بھی دیہات میں جا رہا ہے۔ وہاں سے ممبران کی اکثریت مسلم لیگ (ق) اور پیپلز پارٹی سے ہے، دیہاتی تو ہمارے ووٹر ہی نہیں ہیں urban rural division کو بھی سامنے لایا جاتا ہے اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے مقابلے میں شروع کئے جانے والے پروگرام کو بھی wind up کیا جاتا ہے، ٹریکٹر سکیم کو بھی wind up کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ پیلی ٹیکسی پروگرام کو پھر سے revive کیا جا رہا ہے۔ مہربانی کریں اور اس کو revive نہ کریں۔

جناب سپیکر! روزگار سکیم 20ہزار روپے سے شروع کی گئی ہے، وزیر خزانہ کے پاس اگر کوئی ایسا کمپیوٹر ہو جس میں 20ہزار روپے میں جگہ سمیت کیونکہ پھٹا رکھنے کے لئے بھی پگڑی دینی پڑتی ہے، 20ہزار روپے میں اگر پکوڑوں کی دکان سجائی جا سکتی ہے تو ان کو میں پکوڑا ایوارڈ عطا کروں گا۔ اس بجٹ سے ایک اور مسئلہ جو پیش آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ urban اور rural کی division بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ پچھلے تین سال سے ہمارے ضلع کے لئے 20کروڑ روپے کا special package announce ہوتا رہا ہے اور پچھلے تین سالوں سے ہی وہ واپس surrender کیا جاتا رہا ہے، اس کو واپس لیا جاتا رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ ہم rural areas سے تعلق رکھتے ہیں، ہم نے ان کو ووٹ نہیں دیئے، وہاں ان کو سیٹیں نہیں ملیں، ووٹ تو ملے ہیں سیٹیں نہیں ملیں۔ اس کی سزا دیہاتی علاقوں کو دی جا رہی ہے۔ ہمیں لاہور سے کوئی problem نہیں ہے، ہمیں تخت لاہور سے بھی کوئی problem نہیں ہے۔ یہاں بھی بہت سارے لوگ مصری شاہ میں رہتے ہیں، کوٹ خواجہ سعید میں رہتے ہیں، تاج پورہ میں رہتے ہیں، گڑھی شاہو میں رہتے ہیں۔ ایک لاہور ان کا ہے جو غرباء کا لاہور ہے جو "have not" کا لاہور ہے جو working class کا لاہور ہے اس لاہور کو بھی اشرافیہ کے لاہور کی وجہ سے گالی پڑ رہی ہے، اس کو تنقید سننا پڑ رہی ہے۔ میں ان کو تاریخ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمیں تاریخ سے سبق سیکھنا چاہئے اور یہ کوئی پچھلی لمبی تاریخ نہیں ہے بلکہ ہمارے پاکستان کی تاریخ ہے۔ ایوب خان کے بعد جب 1970 میں الیکشن ہوئے تو شیخ مجیب الرحمٰن اسلام آباد آئے تھے۔ اسلام آباد میں

انہوں نے کہا تھا، کہتے ہیں وہ جان بوجھ کر سڑک پر جھکے اور کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے اسلام آباد سے بنگلہ دیش کی پٹ سن کی بو آ رہی ہے۔ ہم جو عوام کے نمائندے ہیں، جو باقی عوام ہیں جب لاہور آتے ہیں۔ میں wind up کرنے والا ہوں۔ جب وہ لاہور آتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ٹھوکر نیاز بیگ سے لے کر ڈی ایچ اے تک اور اس اشرافیہ کے لاہور سے رائے ونڈ تک، جاتی عمرہ تک، واپڈا ٹاؤن تک اس کی سڑکوں سے ہمیں اپنے گنے، اپنے چاول، اپنی گندم اور اپنی کپاس کی بو آتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)
اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے ان کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور میں ایک تجویز دینا چاہتا ہوں کہ نیشنل فنانس کمیشن کی رو سے اس کے طرز پر یہ Provincial Finance Commission قائم کریں، اس میں ہر ڈویژن کا بجٹ دیا جائے اور اس میں کسی قسم کی ہیرا پھیری نہ کی جائے، اس میں cuts نہ لگائے جائیں۔

جناب سپیکر: بہت بہت شکریہ

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میرے پاس آخری دو صفحے رہ گئے ہیں اور میں دو منٹ لوں گا، زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔۔۔

جناب سپیکر: تین منٹ اوپر ہو گئے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب والا! میں تھوڑی سی گزارش کروں گا۔ ابھی آپ نے اتنی generosity دکھائی ہے، تھوڑی سی اور دکھا دیں۔ این ایف سی ایوارڈ جو دیا گیا ہے اس کے جو factors ہیں اس کے تحت دیہاتی علاقوں کو ان کا حصہ دیا جائے اور اس کی legislation کی جائے تاکہ بعد میں کوئی چیف منسٹر یا کوئی بیوروکریٹ funds کو divert نہ کر سکے۔ اس وقت اٹھارہویں ترمیم کے تحت اور آرٹیکل 60 کے تحت صوبوں کی ذمہ داریاں زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ میں اپنے دوستوں کو پڑھ کر بتانا چاہتا ہوں کہ:

> The net proceeds of the Federal Duty of Excise on natural Gas levied at well-head and collected by the Federal Government and the royalty collected by the Federal Government shall not form part of the Federal Consolidated Fund and shall be paid to the Province in which the well-head of natural gas is situated.

جناب سپیکر! اسی طرح جو سمندر سے بھی آئل نکلے گا وہ جس کے adjacent ہو گا اس میں اس کی levies اسے ملیں گی۔ اس صورت میں صوبوں پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے ٹیکس بہتر طریقے سے collect کریں اور ذمہ داری کا ثبوت دیں۔ پہلے class struggle کی بات ہوئی تھی، میں بتاتا چلوں کہ دانش سکول قائم کر کے ایک گھر کے اندر class struggle شروع کی گئی، طبقاتی نظام شروع کیا گیا۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں تھوڑا سا ٹائم مزید لوں گا، میں نے کافی محنت سے data collect کیا تھا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں سردار صاحب نے جان کر کہیں چھپا لیا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں blocked allocation کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ سکول ایجوکیشن میں new schemes کے ٹوٹل فنڈز 5988 ملین روپے ہیں اور یہ سارے کے سارے فنڈز blocked allocation میں رکھ دیئے ہیں اور صرف running finances کو رکھا گیا ہے، infectious Hepatitis کے لئے کوئی فنڈ نہیں رکھا گیا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب کافی بات ہو گئی ہے۔ آپ کی مہربانی، بہت شکریہ

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں آخری بات کرنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نہیں، میں رانا صاحب کو floor دے رہا ہوں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! میں ایک سیکنڈ میں اپنی بات کر لوں گا۔

جناب سپیکر: ذرا ایک منٹ۔ میں رانا صاحب کو floor دے رہا ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ایک قطعہ پڑھنا ہے اس کے بعد اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر: نہیں، جی، گوندل صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ایک شعر ہے وہ پڑھنے دیں۔

جناب سپیکر: آپ کیا کرتے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! بہت اچھا شعر ہے۔ مجھے سنانے دیں۔

جناب سپیکر: میں ایک شعر سن لیتا ہوں۔اس کے بعد بند۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! یہ ایک قطعہ ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آپ باذوق آدمی ہیں، انہیں شعر پڑھنے دیں۔

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی -میں ایسا باذوق نہیں ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! فیض احمد فیض کی نظم ہے۔

مرے ہمدم مرے دوست

گر مجھے اس کا یقیں ہو مرے ہمدم مرے دوست
گر مرا حرف تسلی وہ دوا ہو جس سے
جی اٹھے پھر ترا اجڑا ہوا بے نور دماغ
تیری پیشانی سے دھل جائیں یہ تذلیل کے داغ
تیری بیمار جوانی کو شفا ہو جائے
گر مجھے اس کا یقیں ہو مرے ہمدم مرے دوست

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ بڑی مہربانی۔چوہان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! مجھے مکمل کرنے دیں۔

جناب سپیکر: .No ٹائم دیکھیں۔ پانچ منٹ اوپر ہو گئے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں دعا پڑھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: بعد میں دعا پڑھ دینا۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:

یونہی گاتا رہوں، گاتا رہوں تیری خاطر
گیت بنتا رہوں، بیٹھا رہوں تیری خاطر
یہ مرے گیت ترے دکھ کا مداوا ہی نہیں
نغمہ جراح نہیں، مونس و غم خوار سہی
گیت نشتر تو نہیں، مرہم آزار سہی
تیرے آزار کا چارہ نہیں، نشتر کے سوا
اور یہ سفاک مسیحا مرے قبضے میں نہیں

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: آخری شعر ہے۔

جناب سپیکر: پلیز آپ تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی۔ دیکھ لیں، آپ اچھا نہیں کر رہے۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔

جناب سپیکر: چوہان صاحب! ذرا ایک منٹ۔ میں یہ بتا دوں کہ اگر حذف کرنا پڑا تو کر دوں گا۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:

اس جہاں کے کسی ذی روح کے قبضے میں نہیں
ہاں مگر تیرے سوا، تیرے سوا تیرے سوا

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، چوہان صاحب!

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! میں اس ایوان میں، اس ٹھنڈے ہال میں اپنے حلقے کا بہت اہم مسئلہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تقریر میں، ابھی آپ کی باری نہیں ہے؟

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! یہ علیحدہ بات ہے اور بہت ضروری ہے کہ گوجرانوالہ شہر میں بائی پاس روڈ پر وفاقی حکومت کے منصوبے کے تحت ایک bridge بنایا جا رہا ہے اور اسے تین سال ہو چکے

ہیں لیکن اس پر تین دفعہ کام رُکا ہے اور اب بھی وہ کام رُکے ہوئے چوتھا مہینہ جا رہا ہے۔اس سے پورے علاقے کے لوگوں کو مسائل ہیں اور اس گرمی کے موسم میں 200 کے قریب دکانداروں کا کاروبار رُکا ہوا ہے۔ لاہور سے راولپنڈی جتنے لوگ سفر کرتے ہیں سب کو پتا ہے کہ راستے میں جو obstruction ہے اس وجہ سے وہاں ہر ایک کو ایک ایک گھنٹہ رُکنا پڑتا ہے۔یہ NHA کا منصوبہ ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ ایوان وفاقی حکومت کو کس طرح request کر سکتا ہے؟

جناب سپیکر: کسی سے سمجھ کر پھر مجھے بتادیں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: چیئرمین P&D بیٹھے ہوئے ہیں اگر کسی طریقے سے اس ایوان کی آواز کسی جگہ جا رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آواز پہنچ جائے گی۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: یہ جو عذاب بنا ہوا ہے اس طرف توجہ دی جائے کیونکہ یہ میرا فرض ہے کہ میں ان کا مسئلہ یہاں پیش کروں۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، رانا محمد افضل صاحب!

رانا محمد افضل خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں کامران مائیکل صاحب، حکومت پنجاب، فنانس ڈیپارٹمنٹ اور بجٹ سے منسلک تمام ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔اس حکومت کا یہ چوتھا بجٹ تین سال کے تجربات کی عکاسی کرتا ہے اور بجٹ جسے budget estimates کہا جاتا ہے، حکومت کی آمدن جو اس حکومت کو پیسے ملنے ہیں اور اس حکومت نے جو پیسے خرچ کرنے ہیں وہ estimates اس House کے سامنے رکھ دیئے گئے ہیں اور ہم ان estimates پر اپنے خیالات، اس کی درستی اور اس کے بہتر استعمال کے لئے یہاں بحث کر رہے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے نہایت ہی ذمہ دار اور بہت اچھے ممبر میجر (ر) ذوالفقار گوندل صاحب ابھی بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ میں کوئی پنجابی کا لفظ تو استعمال نہیں کروں گا لیکن یہ total irrelevant speech تھی اور انہوں نے بجٹ کی کسی ایک مد پر بھی اس House کو مشورہ نہیں دیا کہ آپ یہاں پر یہ فنڈز زیادہ استعمال کر رہے ہیں یا غلط استعمال کر رہے ہیں یا ان فنڈز کو یہاں سے اٹھا کر وہاں رکھ دیں۔ آپ نے اس House میں speeches کے اندر دیکھا کہ بجٹ پر بات کم اور میری جماعت کے لئے ان کے دل کے اندر جو بغض ہے اس پر زیادہ بحث کی گئی۔ فیصل آباد سے پیپلز پارٹی کے بڑے اہم ممبر معظم صاحب نے کل کہا کہ حکومت پنجاب تو ڈاکخانہ ہے اور

80 فیصد بجٹ مرکزی حکومت سے آتا ہے اور آپ لوگ اس 80 فیصد بجٹ کے مرہون منت ہیں۔ میں آپ کے توسط سے ان تک یہ بات پہنچانا چاہوں گا کہ در حقیقت ڈاکخانہ مرکزی حکومت ہے۔ تمام ٹیکس صوبوں سے generate ہوتے ہیں، صوبوں کے عوام ٹیکس دیتے ہیں اور یہ اس ملک کا قانون ہے کہ صوبوں کے ٹیکس مرکزی حکومت اکٹھا کرتی ہے اور وہ منصفانہ طریقے سے ان ٹیکسوں کو صوبوں میں تقسیم کرتی ہے۔ یہاں الزام لگایا گیا کہ میرے قائد نے کہا کہ یہ N.F.C ایوارڈ ہیرا پھیری ہے، یہ حقیقت ہے کہ جب N.F.C ایوارڈ کے اندر صوبوں کے حقوق نہیں دیئے جاتے تو پھر وہاں پر صوبائیت کی بات ہوتی ہے اور یہ باتیں ہوتی ہیں کہ صوبوں کو حقوق دیئے جائیں، صوبوں کو طاقتور کیا جائے اور اس طرح ملک کے اندر ایک انتشار پیدا ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جہاں میں خوشی سے یہ بات کرتا ہوں کہ یہ پنجاب کی تاریخ کا سب سے بڑا بجٹ ہے میں وہاں اس دکھ سے یہ بات بھی کرتا ہوں کہ یہ صرف 655۔ ارب روپے کا بجٹ ہے۔ اگر ہم اپنے حالات کو درست کر دیں تو یہ بجٹ ایک ہزار ارب کا کیوں نہیں بنتا، یہ بجٹ دو ہزار ارب کا کیوں نہیں بنتا، یہ بن سکتا ہے۔ کیوں نہیں بنتا میں اس پر روشنی ڈالتا ہوں کہ یہ اس لئے نہیں بنتا کہ آپ کے ایف بی آر والے 500۔ ارب روپے سے ایک ہزار ارب روپے کی کرپشن کو accept کرتے ہیں کہ فیڈرل بورڈ آف ریونیو کے اندر کرپشن ہے۔ روزانہ کراچی پورٹ پر کئی ارب روپے کا ڈاکا پڑتا ہے اور کسٹم کے اندر ہیرا پھیری ہوتی ہے۔ آپ کا انکم ٹیکس ڈیپارٹمنٹ جب ٹیکسوں کا فیصلہ کرتا ہے تو 10 لاکھ روپے کا ٹیکس 50 ہزار روپے کی رشوت میں ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کی سٹیل مل سالانہ 400۔ ارب روپے کا نقصان پہنچاتی ہے۔ ایسے اداروں کو privatize کرنا چاہئے اگر یہ پیسا صوبوں کو ملتا تو پھر آج ہمارا بجٹ ایک ہزار ارب روپے کا ہوتا۔ ہم اس حکومت کو چلانے کے لئے 455۔ ارب روپے خرچ کر رہے ہیں اور صرف 220۔ ارب روپے development کے لئے آج موجود ہیں۔ اگر یہ بجٹ ایک ہزار ارب روپے کا ہوتا تو آج 545۔ ارب روپے development کے لئے موجود ہوتے اور 455۔ ارب روپے ہمارے اخراجات پر خرچ ہوتے جس سے ہمارے ملک کی قسمت بدل جاتی۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کی تقدیر پر کون ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں، اس ملک کی تقدیر پر کون سانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں اور ملکی سرمائے کو ضائع کیا جا رہا ہے؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اس وقت ہاؤس میں وزیر خزانہ موجود نہیں ہیں اور ان کی موجودگی کے بغیر ہی یہ تقریریں ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ Charter of Democracy کے تحت آج Public Accounts Committees کی سربراہی اپوزیشن کے پاس ہے۔ پنجاب کی ایک Public Accounts Committee کے چیئرمین چودھری ظہیرالدین خان اور دوسری کے چیئرمین وزیراعظم کے صاحبزادے ہیں۔ وہ ایک پرنس ہیں۔ وہ اس ہاؤس میں بھی نظر نہیں آتے ہیں، بیسیوں مرتبہ Public Accounts Committee کی میٹنگ ان کے نہ آنے کی وجہ سے cancel کرنی پڑی ہے اور بالآخر ہم نے میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل صاحب کی منت کرتے ہوئے کہا کہ وزیراعظم کے صاحبزادے تو نہیں آسکتے خدارا آپ میں سے پیپلز پارٹی کا کوئی آدمی اس کمیٹی کی صدارت کرے۔ انہوں نے ہمارا احتساب کرنا ہے۔ ہم اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہمارا احتساب کریں۔ میں قومی اسمبلی کی Public Accounts Committee کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے احتساب کر کے دکھایا ہے اور وہ across the board احتساب ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں اس طرح کسی نے Public Accounts Committee نہیں چلائی کہ جس طرح چودھری نثار علی خان صاحب چلا رہے ہیں۔ وہ عوام کے مسائل کو سامنے لا رہے ہیں۔ این آئی سی ایل اور حج سکینڈل سامنے لائے گئے۔ کاش! اس وقت راجہ ریاض صاحب ہاؤس میں موجود ہوتے وہ میرے ہمسائے ہیں۔ میرے حلقے کے اندر ایک پاسپورٹ آفس ہے۔ اس پاسپورٹ آفس میں غریب لوگوں کے ساتھ ظلم کیا جاتا ہے۔ دھوپ میں 9 بجے لائن لگا دیتے ہیں جبکہ پاسپورٹ آفیسر گیارہ بجے تشریف لاتا ہے۔ دو گھنٹے دھوپ میں کھڑے ہوئے خوار ہونے والے لوگوں کو ایجنٹ آ کر کہتے ہیں کہ پاسپورٹ بنانا ہے تو ہمیں ایک ہزار روپے دو کبھی دوبارہ نہیں آنا پڑے گا۔ وہاں پر روزانہ چار سو پاسپورٹ بنتے تھے۔ میں نے اس حوالے سے ڈی سی او، کمشنر فیصل آباد اور چیف سیکرٹری پنجاب سے بات کی اور ہم نے پاسپورٹ بنانے والے لوگوں کا گھیراؤ کیا اور الحمد للہ ہم نے وہاں پر سسٹم کو درست کرایا ہے۔ اگر آپ نے عوام کی خدمت کرنی ہے تو پھر اپنے محکموں پر oversight exercise کریں۔ آپ کو کس نے روکا ہے کہ آپ کرپشن کو point out نہ کریں؟ آج آپ کے پاس موقع تھا بلکہ موقع ہے کیونکہ ابھی بجٹ پر بحث کے لئے چار دن باقی ہیں۔ آپ بجٹ کے اہداف کے اوپر بات کریں۔ آپ تو بجٹ کو چھوڑ کر جاتی عمرہ کی بات کرتے ہیں۔ آپ تو تخت لاہور یا کسی سڑک کی بات کرتے ہیں۔ تخت لاہور ہونا چاہئے، لندن تخت برطانیہ ہے، پیرس تخت فرانس

ہے، ریاض تخت سعودی عریبیہ ہے۔آج تک لندن جیسا شہر 200 سال کی تاریخ میں برطانیہ والے نہیں بنا سکے۔پیرس duplicate نہیں ہو سکتا اسی طرح لاہور، لاہور ہے لیکن جس تخت کی بات آپ کرتے ہیں وہ جی او آر ہے۔جب آپ نے اس حکومت پر شب خون مارا تو روزانہ نئی ٹائیاں باندھ کر سُرخیاں پاؤڈر لگا کر آپ اس تخت لاہور 8۔کلب کے اوپر اپنے دفتر کھول کر رنگ رلیاں مناتے تھے اور وہاں پر پارٹیاں ہوتی تھیں۔ہاں وہ تخت لاہور ہے۔میری بہن عظمیٰ صاحبہ نے پوچھا ہے کہ وہ آئی ٹی یونیورسٹی کہاں ہے جس کا اعلان کیا گیا تھا؟میں کہتا ہوں کہ وہ آئی ٹی یونیورسٹی نہیں بن سکی۔ہم نے جب اس 8۔کلب کو پہلی دفعہ دیکھا تو ہمارا سر ندامت سے جُھک گیا کہ وہاں پر پودوں کے لئے بھی ایئر کنڈیشنرز لگے ہوئے ہیں۔وہاں پر چیف منسٹر صاحب کی کھڑکی کے سامنے دو کنال کا ایک باغیچہ ہے اس کے پودوں کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے اے۔سی پلانٹ لگے ہوئے ہیں۔میرے قائد نے جب اس 8۔کلب کو پہلی مرتبہ دیکھا تو اس کا دل بھی اسی طرح سے کھول گیا کہ کیوں نہ میں اس جگہ کو کسی اور مصرف میں لے آؤں لیکن اس حوالے سے کچھ حقائق ایسے تھے کہ اس عمارت کو آئی۔ٹی یونیورسٹی بنانے کے لئے توڑنا پڑتا تھا۔اس عمارت کو توڑ کر طالب علموں کے لئے بڑے بڑے ہال بنانے پڑتے تھے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: تو پھر اس کو آپ تالے لگا دیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ کیا کر رہی ہیں؟ Please no cross talk.

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! وہ میرا نام لے کر بات کر رہے ہیں اس لئے مجھے جواب تو دینا ہے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔آپ تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ہم نے میڈیا کی بات مان لی کہ اس تخت لاہور کو نمونہ کے طور پر رکھ چھوڑتے ہیں اور اس کو بچا لیتے ہیں۔اس تخت لاہور پر غریب لوگوں کے خون پسینے کی کمائی سے اربوں روپے لگائے گئے۔آج آپ تخت لاہور کے طعنے دیتے ہیں۔لاہور پنجاب کا دارالخلافہ تھا، اب بھی ہے اور تاحیات رہے گا۔ہم اس لاہور پر فخر کرتے رہیں گے۔لاہور شہر کا ایک بجٹ ہے۔اس کے اندر ایل ڈی اے ہے، اس کے اندر ٹاؤنز ہیں اور ان کو monitor کرنے والا چیف منسٹر بیٹھا ہوا ہے۔اسی طرح سے آپ کے دوسرے شہروں کے اندر ایف ڈی اے، ایم ڈی اے اور جی ڈی اے ہے۔آپ ان

اداروں کو درست کریں۔ آپ taxes وصول کریں تو پھر ان سے آپ جتنے مرضی پُل بنائیں، جتنی مرضی سڑکیں بنائیں جن کا پنجاب کے بجٹ میں ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میری بہن نے کل اپنی تقریر میں کہا کہ آشیانہ سکیم کے لئے بجٹ کی کتاب میں کوئی پیسے ہی نہیں رکھے گئے تو پھر یہ آشیانہ کہاں سے بن رہا ہے؟ ایک طرف تو آپ کو شک ہے کہ بجٹ کے پیسے خُورد بُرد ہو جائیں گے اور دوسری طرف آپ اس چیز کی تعریف بھی نہیں کرتے جو کہ حکومت کے پیسوں کے بغیر بن رہی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: آشیانہ سکیم تو ہائیکورٹ میں challenge ہو گئی ہے۔

رانا محمد افضل خان: انشاء اللہ اس کو challenge کرنے والے ہار جائیں گے کیونکہ یہ غریبوں کے لئے سکیم ہے۔ اس پروگرام کے لئے 500 ملین روپے کا seed money دیا گیا۔ ہم نے فیصل آباد سٹی ایف ڈی اے کے اندر بغیر پیسوں کے بنایا ہے۔ یہاں پر کہا گیا کہ Eden Villas کے اندر اس سے سستے مکان ملتے ہیں تو کس نے روکا ہے کہ آپ Eden Villas کے مکان نہ لیں؟ لوگ آشیانہ سکیم کے لئے اتنی کثیر تعداد میں کیوں درخواستیں دے رہے ہیں اور 25 فیصد ایڈوانس بھی جمع کرا رہے ہیں؟ اس پراجیکٹ کی بولتی ہوئی کامیابی آپ کو آنے والے وقت میں اس فیصلے کا result دے دے گی۔

جناب سپیکر! یہاں پر تقریر کرتے ہوئے میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار گوندل صاحب نے ذکر کیا کہ آئی ایس آئی اور جنرل حمید گل کی گود میں بیٹھ کر فیصلے ہوتے رہے۔ میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہوں گا کہ آئی ایس آئی کا political role کس لیڈر نے دیا تھا اس کا نام لیں؟ پاکستان کا وہ وزیر اعظم کون تھا جس نے آئی ایس آئی کو political role دیا، اس کا نام کیوں نہیں لیتے، وہ وزیر اعظم کون تھا جو سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا؟ اس دن سے آئی ایس آئی کے ذریعے جمہوریت کو پٹڑی سے اُتارا جاتا رہا ہے۔ ہم آج تک ترس رہے ہیں کہ آئی ایس آئی کے political role کو ختم کر دیں۔ آپ تعریفوں کے پُل باندھ دیتے ہیں کہ ہم نے جیلوں میں بیٹھ کر خدمت کی ہے۔ امریکہ کا طعنہ دیا گیا میں پوچھتا ہوں کہ امریکہ کون بھاگ گیا تھا؟ جب جیل سے آٹھ سال کے بعد ضمانت ہوئی تو لاہور کے ماڈل ٹاؤن میں دو کوٹھیاں کرایہ پر لی گئیں اور ان کی درمیان سے دیوار گرا دی گئی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ سیدھی سیدھی بجٹ کے حوالے سے بات کریں تو بہتر ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ہمارے اوپر یہ الزام لگاتے ہیں کہ جدہ بھاگ گئے۔ ہمارا لیڈر تو جدہ سے بار بار واپس آتا تھا اور ان کو واپس بھجوا دیا جاتا تھا۔ میں عرض کر رہا تھا کہ لاہور کے ماڈل ٹاؤن میں کوٹھیاں کرایہ پر لی گئیں اور ان کے درمیان کی دیوار گرا دی گئی اور اس کا نام بلاول ہاؤس رکھا گیا۔ اس بلاول ہاؤس کے مکین نے اعلان کیا کہ میں آئندہ کی سیاست لاہور سے کروں گا۔ جب وہ دبئی اپنی بیگم صاحبہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو امریکہ روانہ کر دیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ تمھارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں اور پھر وہ امریکہ سے کیسے واپس آئے اور کون جدہ گیا؟ ہم نے Charter of Democracy sign کیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ ان کو لینے کے لئے جدہ کون گیا؟ پرویز مشرف گیا۔ میں آج یہ پوچھوں گا کہ پرویز مشرف کے ساتھ دوسرا جنرل کون تھا جو تین دفعہ گیا؟ آج ہم اگر فوج کو اپنے دائرہ کار میں رہنے کی تلقین کرتے ہیں تو ہم پر anti-establishment ہونے کا الزام لگا دیا جاتا ہے حالانکہ یہ بات anti-establishment نہیں ہے بلکہ یہ جمہوریت کے حق میں نہایت ذمہ داری کی بات ہے۔ ہر ادارہ اپنے محور میں رہ کر اس ملک کی خدمت کرے تو ہم ان کو سلام پیش کرتے ہیں لیکن اگر آئی ایس آئی کا political wing اور اس کا political role ختم نہیں ہو گا تو ہم یہ بات کرتے رہیں گے۔ آپ ہمیں آئی ایس آئی کی گود میں بیٹھنے کا طعنہ دیتے ہیں۔ اس کو بنانے والے آپ اور بیٹھنے والے ہم، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جناب سپیکر! تعلیم کے بجٹ پر بات کرتے ہوئے یہاں پر کہا گیا کہ تعلیم کے بجٹ میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ پچھلے سال 23-ارب روپے کا بجٹ تھا جس میں سے 14-ارب روپے کے قریب خرچ ہو سکے۔ اس سال پھر سے 24-ارب روپے کا بجٹ رکھ دیا گیا ہے جس میں دانش سکولوں کے لئے 3-ارب روپے، پنجاب ایجوکیشن انڈوومنٹ فنڈ کے لئے 2-ارب روپے، پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے لئے 6-ارب روپے اور ٹیوٹا کے لئے 2-ارب روپے کو اگر آپ ملا دیں تو یہ کوئی 37-ارب روپے ایجوکیشن بجٹ میں رکھے گئے ہیں۔ ایک ہزار سکولوں کو ماڈل سکولز بنانے کا پروگرام ہے تو اس ایوان کے اندر یہاں بیٹھے ہوئے ہر معزز ممبر کے حلقہ میں انشاء اللہ تین سکول ماڈل سکول بنیں گے۔ یہاں پر ٹاسک فورسز کی بات کی گئی تو ان ٹاسک فورسز کی رائے اور محنت کے ساتھ ہم نے جو فیصلے کئے وہ فیصلے آج تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے میں کار آمد ہیں۔ میں ان میں سے ایک فیصلے پر پنجاب حکومت کو خاص طور پر خراج تحسین پیش کروں گا کہ پرائمری سکول کے اندر ایک چھوٹی سی تبدیلی کی گئی کہ وہاں پر ہیڈ ماسٹر کی سنیارٹی سروس کی بنیاد پر تھی اُسے تبدیل کر کے ہیڈ ماسٹر کی سنیارٹی کو qualification based کر دیا

گیا ہے تو آج young & dynamic ایم اے پاس ٹیچر پرائمری سکولوں کے ہیڈ ماسٹرز ہیں اور تعلیمی امتحانات کے ذریعے جو نتائج سامنے آ رہے ہیں اُن میں ایک واضح تبدیلی نظر آ رہی ہے۔ میں یہاں پر حکومت سے درخواست کروں گا کہ ہمیں capacity build کرنے کی ضرورت ہے اُس کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں تاکہ ہم ٹیچرز کو ہیڈ ماسٹرز بننے کی تربیت دے سکیں، اُن کو manage کرنے کی تربیت دے سکیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا افضل صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میں حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے 40 ہزار ٹیچرز کو ایک شفاف اور merit based recruitment کے ذریعے بھرتی کیا اور اس پر آج تک کوئی اپوزیشن ممبر بھی اُنگلی نہیں اُٹھا سکا۔ یہاں کہا گیا کہ 50 ہزار اسامیاں خالی ہیں، میری اطلاع کے مطابق صرف 12 ہزار اسامیاں ہیں جو تقریباً ہر سال خالی ہوتی ہیں اُن کے لئے recruitment process شروع ہے اور وہ خالی اسامیاں بہت جلد پُر کر دی جائیں گی۔

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے دانش سکولوں کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے بچوں کو دو قسم کے بچوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ دو قسم کے بچے کیسے ہو گئے؟ ہم نے جنوبی پنجاب میں جا کر چھ دانش سکول بنائے اور وہاں کے ریگستانوں میں اُن کے لائق فائق بچوں کو تلاش کر کے دانش سکولوں میں میرٹ پر داخلہ دیا اور ہم نے ان غریب لوگوں کے بچوں کے potential سے اس ملک کو فائدہ پہنچانے کے لئے وہاں سے اُٹھا کر ان دانش سکولوں میں داخلہ دیا ہے۔ وہاں پر میرٹ کے طریق کار سے داخلے ہو رہے ہیں، یہ بندر بانٹ نہیں ہو رہی کہ آپ جس کو مرضی اُٹھا لیں۔ اس میں ایک میرٹ اور ایک پیمانہ ہے جو بچہ اپنی صلاحیت کے مطابق اُس پیمانہ پر پورا اُترتا ہے اُس پر 16 ہزار روپیہ مہینہ نہیں بلکہ ایک لاکھ 60 ہزار روپیہ مہینہ خرچ کیا جائے تو وہ بھی کم ہے۔ میں یہاں پر حکومت کو مشورہ دوں گا کہ ہمیں دانش سکولوں کے منصوبے کو حکومت کے بجٹ سے باہر رکھ کر مخیر حضرات سے فنڈز لے کر اُن سکولوں کو چلانا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دانش سکول آئندہ کے لئے ہونہار اور آئندہ کے لیڈر لے کر آئیں گے۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبہ میں موبائل ہسپتالوں پر بڑی تنقید کی گئی۔ آپ جانتے ہیں کہ میں Commonwealth Conference میں کولمبو گیا تو وہاں پر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا

Rural Health Programme کیسا چل رہا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم مرد ڈاکٹر اور خاتون ڈاکٹر کو rural areas کے اندر پہنچانے میں نہ صرف پنجاب بلکہ پورے پاکستان میں ناکام ہو گئے ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ہمارے ساتھی نہایت ہی اہم suggestions دے رہے ہیں لیکن اس معزز ایوان میں جناب کامران مائیکل notes لینے کے لئے موجود نہیں ہیں تو تھوڑا سا clarify کر دیا جائے کہ کیا وزیر خزانہ daily change ہوتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: کامران مائیکل ابھی request کر کے گئے ہیں، وہ دو منٹ میں آ جائیں گے اور اتنی دیر تک ملک ندیم کامران صاحب notes لے رہے ہیں۔ بہت شکریہ

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم 62 سال میں بھی Rural Health Programme میں ڈاکٹروں کو مریضوں کی دہلیز تک نہیں پہنچا سکے اور ہمیں اس حقیقت کو admit کرتے ہوئے شرمندہ نہیں ہونا چاہئے۔ اب ہم نے پچھلے مالی سال میں پانچ موبائل ہسپتال پانچ پانچ کروڑ روپے کی لاگت سے بنائے ہر ہسپتال ہر روز تین سو سے چار سو مریضوں کو دیکھتا ہے اور وہ موبائل ہسپتال اُن غریبوں کی دہلیز تک پہنچتا ہے اور اگلے دن وہ کسی اور علاقے میں جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس طرح سے عوام کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہاں بڑے ذمہ دار لوگوں نے کہا کہ ہسپتال پنکچر ہو جائے گا تو ذہن پنکچر نہ ہوں، ہسپتال پنکچر نہیں ہوا کرتے کیونکہ اُن میں spare wheel ہوتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں پنجاب حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آج پنجاب کے بڑے ہسپتالوں میں ائر کنڈیشنر چل رہے ہیں، آج پنجاب کے بڑے ہسپتالوں میں ایمر جنسی کی مفت ادویات مل رہی ہیں۔ میں اس پر چیلنج کرتا ہوں کہ فیصل آباد میں کڈنی کے دو سو مریضوں کے روزانہ مفت Dialyses ہو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایف آئی سی جیسے Cardiac ادارے سینکڑوں لوگوں کی روزانہ خدمت کر رہے ہیں۔ صحت پر جس check & balance اور محنت کے ساتھ کام کیا جا رہا ہے میں اس پر بھی حکومت پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ پچھلے سال صحت کے شعبہ کے لئے 22۔ارب روپے رکھا گیا اور تمام شعبوں میں کٹوتی کے باوجود صحت کے شعبہ پر پورے کا پورا بجٹ خرچ

کیا گیا۔ اس سال 20۔ارب روپیہ کے ترقیاتی پروگرام ہیں اور 25۔ارب روپیہ ان ہسپتالوں کو چلانے کے لئے رکھا گیا ہے تو میں اس احسن اقدام پر بھی حکومت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میری بہن محترمہ ثمینہ خاور حیات آج موجود نہیں ہیں انہوں نے کل اپنی تقریر میں کہا کہ رمضان پیکج ایک بھونڈا مذاق ہے، کیا ہم لوگوں کی لائنیں لگا کر اُن کی تذلیل کریں گے ؟ میں آپ کے توسط سے اُن کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے تو پیکج دے دیا، آپ مشورہ دیں کہ اُن کے گھر تک یہ پیکج کیسے پہنچائیں، آپ کوئی بہتر طریقہ بتادیں۔ غریبوں کے لئے آٹا یا دوسری چیزوں کا جو پیکج دیا جاتا ہے ہمیں اس کی تقسیم کا کوئی بہتر طریقہ بتادیں، ہم شناختی کارڈ بھی چیک کرتے ہیں، ہم اُن کے اندر لائنیں بھی لگواتے ہیں، ہم کوشش کرتے ہیں کہ دو دو مرتبہ کوئی نہ لے۔ آپ اس ایوان کے اندر جرأت کر کے کہیں کہ ان کا رمضان پیکج بند کر دیں۔ سستی روٹی پروگرام خلوص نیت کے ساتھ شروع کیا گیا، میں مانتا ہوں کہ اُس پروگرام کے اندر کچھ problems تھے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "واہ، واہ" کے نعرے)

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز

رانا محمد افضل خان: میں آپ کی تنقید کو سلام پیش کرتا ہوں، میڈیا کی تنقید کو سلام پیش کرتا ہوں کیونکہ تنقید کو قبول کرنا چاہئے۔ خلوص نیت سے شروع کئے گئے اس پروگرام پر اتنی تنقید کی گئی لیکن میں یہ بتانا چاہوں گا کہ ہم اس طرف بیٹھنے والے روٹی دینے والوں میں تھے اور آپ سستی روٹی بند کرنے والوں میں سے ہیں۔

جناب سپیکر! آج ان کو اعتراض ہے کہ ہم ان لوگوں کو micro finance کے طور پر 20 ہزار روپیہ کیوں دے رہے ہیں کہ اس سے اُن کی فلاں چیز نہیں آئے گی، اس سے وہ کمپیوٹر نہیں خرید سکیں گے، میں آپ کو بتانا چاہوں گا کہ بنگلہ دیش میں گرامین بنک نے کروڑوں لوگوں کی معیشت کو بحال کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا اور اُن کا average قرضہ 15 ہزار روپے ہے۔ اگر آج وہ شخص 5 ہزار روپے کی سبزی یا فروٹ ٹھیلے پر لگا کر بیچتا ہے تو شام کو وہ پانچ چھ سو روپیہ کما لیتا ہے۔ آپ اس پروگرام میں کوئی بہتر مشورہ دیں اور میں بھی یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اس کو 20 ہزار روپیہ سے 25 ہزار روپیہ کر دیں تاکہ غریب آدمی کوئی بہتر چیز لے سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ سستا طریقہ job creation کا نہیں ہے۔ پیلو کیب پر تنقید ہوئی تو میں سمجھتا ہوں کہ ٹریکٹروں پر جو تنقید ہوئی تو اس پر میں میجر (ر) گوندل صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں وہ چاہتے تھے کہ اس سال بھی ہم دس ہزار

ٹریکٹر دیتے کیونکہ وہ بہت کامیاب سکیم تھی،اس سکیم کو بند کرنے پر انھوں نے اعتراض کیا ہے۔ میں بھی حکومت سے درخواست کروں گا کہ جہاں آپ بیس ہزار ٹیکسیاں اقساط پر دے رہے ہیں وہاں آپ دس ہزار ٹریکٹر بھی اس میں شامل کریں تاکہ دیہاتوں کے اندر غریب لوگ بغیر سود کے ٹریکٹر اقساط پر حاصل کر سکیں اور اپنا روزگار پیدا کر سکیں۔

جناب سپیکر! حکومت کا کام infrastructure development ہے، حکومت کا کام energy فراہم کرنا ہے اور حکومت کا کام بنکوں کا منصفانہ نظام ہے۔ صوبہ پنجاب 4۔ارب روپے سے infrastructure development، اڑھائی ارب روپے سے انڈسٹریل اسٹیٹس اور نہایت مجبور ہو کر وہ initiative جو مرکزی حکومت کو power sector میں لینا چاہئے تھا ہمیں اپنے ذرائع سے بجلی گھر لگانے پڑ رہے ہیں۔ میرا قائد جب یہ کہتا ہے کہ N.F.C Award میں ہمارے ساتھ نہیں ہو رہا تو یہی وجہ ہے کہ پچھلے تین چار سال کے اندر بجلی کی demand اور supply کے اندر جو gap ہے وہ بڑھتا جارہا ہے۔ آج گھروں کے اندر لوگ تڑپ رہے ہیں ہمیں بتایا جائے کہ اس ملک کے ساتھ کیا کیا جارہا ہے؟ ہم امریکہ کے آگے لیٹے ہوئے ہیں اور اس کی ہر بات مانتے ہیں لیکن جب ہم انھیں کہتے ہیں کہ ہم نے ایٹمی پاور پلانٹ لگانا ہے تو امریکہ کہتا ہے کہ نہیں ان کو اسی طرح تڑپ تڑپ کر مرنے دو۔

جناب سپیکر! آج پاکستان کے اندر دہشت گردی ہو رہی ہے۔ میری یہ اپنی سوچ ہے میں ایسی بات کرنے کی جرأت کر رہا ہوں جو شاید مجھے نہیں کرنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی دہشت گردی ہے کہ ہم کالا باغ ڈیم بننے نہیں دے رہے، ہم لوگوں کو تڑپا تڑپا کر مار رہے ہیں اور جو لوگ کالا باغ ڈیم نہیں بننے دے رہے وہ پنجاب کے ساتھ، سندھ کے ساتھ بلکہ پاکستان کے ساتھ ظلم کر رہے ہیں۔ اگر دہشت گرد ظلم کرتا ہے اور ایک بم کے ساتھ تیس چالیس لوگوں کو مار دیتا ہے ہم تو پوری قوم کو بجلی کے بغیر مار رہے ہیں۔ کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اگر ایک فٹ پانی اونچا ہو گا تو نوشہرہ ڈوب جائے گا، کیا پچھلے سیلاب میں نوشہرہ نہیں ڈوبا، آپ کیا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ آپ کو بچانے والا تو اللہ ہے۔ اس طرح ہم پاکستان کے عوام کو مفلوج کر رہے ہیں، پاکسان کی معیشت کو مفلوج کر رہے ہیں اس لئے ذمہ داری کا ثبوت دیں اور کالا باغ ڈیم اور دوسرے ڈیم بنائیں۔ یہ ہمیں کہتے ہیں کہ دو سو ڈیم نہیں بنے تو میری بہنوں اور بھائیو وہ پیسے کہاں ہیں جس سے ہم دو سو ڈیم بناتے، ہم نے وہ پیسے کہاں کھا لئے ہیں؟ آپ کے پاس پبلک اکاؤنٹس کمیٹی ہے، آپ بتائیں کہ ہم وہ پیسے دو سو ڈیم بنانے کے لئے کہاں

سے لاتے؟ ہماری خواہش تو یہ ہے کہ ہم دو سو نہیں بلکہ چھ سو ڈیم بنائیں لیکن جنھوں نے بنانے ہیں وہ ڈیم بنا نہیں رہے اور الزام ہمارے اوپر لگایا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب حکومت اور یقیناً پاکستان کی حکومت کو بہت سے challenges کا سامنا ہے۔ ہمیں ان کو ناکامیاں نہیں کہنا چاہئے بلکہ challenges کہنا چاہئے اور ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہمیں دیانتداری سے محنت کرنا ہو گی۔ میرے حلقہ میں اٹھائیس سکول ہیں میں آج آپ کے سامنے سچ بول رہا ہوں کہ میں نے صرف اکیس سکولوں کا visit کیا ہے۔ میں تین سال کی اپنی political life میں سات سکولوں کا visit نہیں کر سکا یہی وجہ ہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہمارے اوپر جو oversight کی ذمہ داری ہے۔ آج آئی جی پنجاب آپ کے نیچے ہے۔ آج آپ یہاں بات کرتے ہیں کہ ڈی ایس پی ہماری بات نہیں مان رہا۔ آپ بات کرتے ہیں کہ ایس ایچ او ہماری بات نہیں مان رہا تو ہم اپنا وزن تو بڑھائیں۔ مجھے وہ بات یاد آ گئی کہ میں نے 1971 میں انجینئرنگ پاس کی تھی۔ میں انٹر کلاس میں بیٹھ کر کراچی سے فیصل آباد آ رہا تھا تو ایک مولوی صاحب ٹرین میں سوار ہو گئے۔ ہم اس زمانے میں ایوب خان کی کرپشن کی باتیں کرتے رہے تو اس زمانے میں اس نے کہا کہ میری بات بھی سن لیں۔ میں بھیرہ کا رہنے والا بڑا غریب آدمی ہوں اور میرے ماں باپ پتا نہیں کس طرح مجھے کراچی یونیورسٹی میں پڑھا رہے ہیں۔ آج ہم موٹروے کی وجہ سے بھیرہ کا نام جانتے ہیں اس زمانے میں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ بھیرہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ ہم اتنے غریب ہیں کہ ہمارے گھر میں سالن نہیں پکتا، ہماری والدہ روٹی میں نمک کی چٹکی ڈالتی ہے تو کبھی ہم اچار اور کبھی گڑ کے ساتھ وہ روٹی کھاتے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ کرپشن کی بات کر رہے ہیں تو جس دن ماں سے غلطی سے نمک کی چھوٹی سی چٹکی زیادہ پڑ جاتی ہے تو ہر بچہ پوچھتا ہے کہ "لون کنے پایا اے" اگر آپ نے کرپشن ختم کرنی ہے تو تھوڑا سا نمک بڑھا دیں۔ یہ قاتل اور ڈاکو یہیں رہیں گے ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اپنے اندر وہ نمک بڑھالیں اور اپنے اندر اس نمک کو پیدا کریں جس سے آپ ان کو چیک کریں اور ان ڈاکوؤں کو ننگا کریں جس طرح سے میر اقائد اور پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا چیئرمین اسلام آباد میں بیٹھ کر جنگ لڑ رہا ہے۔ آپ کا بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ چودھری عامر سلطان چیمہ!

چودھری عامر سلطان چیمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بات کرنے کے لئے موقع دیا ہے۔ ہم پچھلے کچھ دنوں سے بجٹ پر بحث کر رہے ہیں۔ حکومت نے بجٹ پیش کیا اور اپوزیشن نے بجٹ پر بحث کا آغاز کیا دونوں اطراف سے مثبت تقاریر ہوئیں۔ یہاں کچھ تنقید

ہوئی اور کچھ حکومت نے اپنی ترجیحات بیان کیں۔ بجٹ یقیناً حکومت کی ترجیحات کا تعین کرتا ہے۔ ہمارے آئین میں ہے کہ مالی سال شروع ہونے سے پہلے حکومت اپنے مالی سال کا بجٹ پیش کرے گی۔ یہاں پنجاب کا بجٹ بھی پیش کیا گیا، اس سے پہلے تین بجٹ موجودہ حکومت نے پیش کئے اور یہ چوتھا بجٹ تھا۔ میں اس پر اپوزیشن کا ممبر ہونے کے ناتے تنقید یا تعریف نہیں کروں گا بلکہ میں اپنی بجٹ تقریر کو صرف ان چند تجاویز پر رکھوں گا جن پر ہم آگے چل کر اس صوبے کی ترقی کے لئے حکومت اور اپوزیشن کا کردار نبھا سکیں۔ پنجاب کا بجٹ نعروں سے بھرپور شاہکار ہے کیونکہ اس کو ٹیکس فری بجٹ کا نام دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ یہ ایک مثالی بجٹ ہے جس میں ہم اغیار کی امداد نہیں لیں گے۔ اس میں بہت ساری تعریفیں کی گئی ہیں۔ یہاں کامران مائیکل صاحب نے بھرپور انداز سے تقریر کی یقیناً اچھی تقریر تھی جسے عوام، میڈیا اور ہم نے سنا۔ وہ تقریر الفاظ کا خوبصورت گورکھ دھندا تھا۔ اگر ان کے اعداد و شمار پر چلے جائیں اور ان سارے سلسلوں کو دیکھیں تو اس ٹیکس فری بجٹ میں نعروں کا تضاد پایا جاتا ہے۔ اس سے مجھے تکلیف اور دکھ ہوا کہ بجٹ میں جو الفاظ کہے گئے ہیں کاش ان پر عمل بھی ہو سکے۔

جناب والا! اس سے پہلے 09-2008، 10-2009 اور 12-2011 میں اسی طرح خوبصورت تقاریر کی گئیں جن میں بہت سارے دعوے کئے گئے لیکن عملی طور پر ان سالوں میں حکومت پنجاب نے اپنی ان ترجیحات میں جن کو اول ترجیح دی تھی، جن پر یہاں شاباش لینے کی کوشش کی تھی ان پر حکومت عمل پیرا نہیں ہوئی۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ جب leadership کے قول و فعل میں تضاد ہو تو پھر وہ deliverance نہیں دے سکتی۔ یہاں good governance کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ آج میں یہ نہیں کہوں گا کہ ہم مکمل ہیں کیونکہ ہم میں بھی غلطیاں ہیں۔ یہ ترجیحات ہیں اور ایک کتاب ہے جس میں غلطیاں ہو سکتی ہیں لیکن اِن غلطیوں کو سمجھنا چاہئے۔ اگر اپوزیشن نے اُن غلطیوں کی نشاندہی کی ہے تو میرے حساب سے اپوزیشن کی نشاندہیوں پر غلطیوں کو درست کرنا حکومت کا فرض ہے لیکن یہاں پر دوسرے الفاظ میں لے لیا جاتا ہے۔ یہاں پر حکومتی ارکان تنقید سمجھ کر تکلیف کے زمرے میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپوزیشن نے ان چیزوں کی نشاندہی کیوں کی ہے؟ یہاں پر حکومتی اخراجات میں 25 فیصد کمی کا اعلان کیا گیا لیکن عملی طور پر ایسا نہ ہوا۔ میں اِس کی یہی مثال دوں گا کہ حکومت اپنا vision clear کرتی ہے اور جو بجٹ میں اُس کا vision ہوتا ہے وہی آگے چل کر اُس کی جماعت کی پالیسیوں کی بھی بنیاد رکھتا ہے۔ اس سے پہلے تین سالوں میں کچھ ایسی سکیمیں اپنائیں گئیں جن پر بڑا دعویٰ کیا گیا کہ ہم غریبوں کے لئے یہ مثالی سکیمیں لا رہے ہیں جن میں

فوڈ سپورٹ پروگرام، تنور پروگرام، ٹریکٹر سکیم اور بہت ساری ایسی سکیمیں شامل تھیں لیکن وہ آگے چل کر بند کیوں کی گئیں کیونکہ حکومت کا اپنا vision ہی clear نہیں تھا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چودھری پرویز الٰہی صاحب کے دَور میں وہ سکیمیں جن میں 1122، ہسپتالوں کی ایمرجنسی میں ادویات کا مفت ملنا، تعلیم کے شعبے میں کتابوں کا مفت اور میٹرک تک تعلیم کا مفت ہونا، پانچ مرلہ کے گھروں پر ٹیکس مفت ہونا اور 25 ایکڑ تک کسانوں کے لئے ٹیکس مفت ہونا ایسی ترجیحات تھیں جو آج بھی چل رہی ہیں۔اس سے نظر آتا ہے کہ اُن حکومتوں نے اپنا vision اور اپنی ترجیحات کو clear کیا کہ آئندہ آنے والی حکومتوں کو مجبوراً اُن سکیموں کو جاری کرنا پڑا۔یہاں پر یہ ہو رہا ہے کہ موجودہ حکومت جس نے اپنی ترجیحات خود ہی تعین کیں، خود ہی بند کر دیا اور خود ہی اُس کتاب کو بند کر کے آگے کچھ نئے سہانے خواب دکھانے شروع کر دیئے جن میں اب ییلو کیب سکیم، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم اور اس طرح کی اور بھی سکیمیں ہیں۔اللہ کرے کہ جس طرح انہوں نے خوبصورت بجٹ پیش کیا ہے، یہ پچھلے تین چار سالوں کی طرح اسے ادھورا نہ چھوڑ دیں۔اگر اِس بجٹ کو عملی جامہ پہنائیں گے تو میں بھی مسلم لیگی ہونے کے ناتے یہ کہوں گا کہ واقعی خوبصورت بجٹ تھا کیونکہ تکلیف ہوتی ہے کہ ایک مسلم لیگی حکومت کے قول و فعل میں ہی تضاد ہے۔ مسلم لیگی نے تو پاکستان کی بنیاد رکھی ہے اور یہ پاکستان کی خیر خواہی والی جماعت تھی لیکن پتا نہیں کہ اس مسلم لیگ کو کیا کر دیا گیا؟ مسلم لیگی ہونے کے ناتے مجھے تکلیف ہے اور میرے آنسو بہتے ہیں کہ یہاں پر کیا کچھ ہو رہا ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ بجٹ میں محض پیچ ورک کیا گیا ہے، اس سے معاشی بحران بڑھے گا کیونکہ اس بجٹ میں کوئی معاشی پالیسیاں واضح ہی نہیں کی گئیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بجائے اس کے کہ ہم وفاقی حکومت سے جیسے میرے بھائی ابھی بات کر رہے تھے کہ این ایف سی سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوا لیکن موجودہ این ایف سی ایوارڈ سے حکومت پنجاب کو پچھلے سالوں کی نسبت 100۔ارب روپے زیادہ ملیں گے۔ باقی ترجیحات یہاں پر حکومتوں نے خود ہی بنانا ہوتی ہیں۔اِن کے پاس sources ہیں جیسے معدنیات، پراپرٹی ٹیکس اور اٹھارہویں ترمیم کے بعد اِن کے پاس ٹیکس کے اخراجات بڑھانے کے بہت سارے وسائل ہیں لیکن اُن پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ انہوں نے اپنے Divisible Pool کو مدنظر ہی نہیں رکھا کہ ہم کس طرح taxation کر کے اِن معاملات کو بڑھا سکتے ہیں۔ کاش کہ بہتر taxation کی جاتی اور ایسے نئے ٹیکس لگائے جاتے جیسے ہمارے دَور میں فاضل بجٹ پیش ہوتا تھا اور بہتر taxation کی جاتی تھی۔ چونکہ ہمارا فاضل بجٹ تھا جس

کو خسارے کے بجٹ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اُس خسارے کو پورا کرنے کے لئے ایسی معاشی پالیسیوں کو اپنایا جاتا تو یقیناً یہ ایک بہترین اور بے مثال بجٹ ہوتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر کہا گیا کہ ہم نے غیر ملکی امداد کو خیر باد کہہ دیا ہے جبکہ بجٹ کے documents واضح کرتے ہیں کہ اس میں 48 بلین روپے کے غیر ملکی قرضہ جات جن میں 19۔ ارب روپے کے projects loans بھی شامل ہیں، ہمیشہ receipts and expenditures کا ملاپ دیکھا جاتا ہے۔ اس سال بھی 654۔ ارب 67 کروڑ روپے کا بجٹ اعداد و شمار میں تو کافی بہتر نظر آتا ہے اور اُس کے expenditures کو بھی اسی طرح ہی دکھایا جاتا ہے لیکن اگر پچھلے سال 11-2010 پر جائیں تو receipts اور expenditures میں کافی فرق آ رہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے صوبہ کی financial management ناکارہ ہو چکی ہے جس میں خامیاں ہیں اور اُن خامیوں کو دُور کرنے کے لئے ہمارے پاس شاید proper vision اور proper team نہیں ہے جو اُن خامیوں کو دُور اور بہتر کر سکے تاکہ ہمارے receipts and expenditures میں فرق واضح نہ ہو اور اُس کو بہتر سے بہتر کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! یہاں پر سب سے پہلے بنیادی بات جو دکھائی گئی وہ تعلیم کے حوالے سے ہے کیونکہ تعلیم ہی ایسا بنیادی ہتھیار ہے جو حاصل ہو تو یقیناً صوبہ میں ترقی بھی ہو سکتی ہے اور اُس سے بھی ہماری بہتر taxation ہو سکتی ہے۔ بجٹ میں تعلیم کے بجٹ کو دیکھا جائے تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ دانش سکول بنائے جا رہے ہیں جو اچھی بات ہے، ضرور بنائیں لیکن لگتا ایسے ہے کہ دانش سکول دراصل ٹھیکیداروں کے لئے منافع کمانے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اگر غریب اور ذہین طلباء کو انہی سرکاری اخراجات پر کسی اچھے اداروں میں داخلہ دلوا دیا جاتا تو میرے حساب سے یہ زیادہ بہتر ہوتا، وہ اُن proper سکولوں کالجوں میں پڑھ کر ایک اچھا اور ہونہار طالب علم بن کر اُبھرتے اور اپنا غریب اور ایلیٹ کلاس کا فرق محسوس نہ کرتے لیکن یہاں پر دانش سکول پر ایک label لگا دیا گیا ہے کہ یہ غریب کا سکول ہے اور غریب کو پھر یہی بتایا جا رہا ہے کہ تم غریب ہو اور غریب ہی رہو گے۔ مجھے تکلیف اس بات کی ہے کہ اس میں غریب کا label نہیں لگنا چاہئے تھا بلکہ اِن سکولوں پر یہ label لگنا چاہئے تھا کہ یہ ایلیٹ کلاس کے سکول ہیں۔ غریب کی psyche کے ساتھ کھیلا گیا ہے اور اُس کو وہی psyche دکھائی گئی ہے کہ تم نفسیاتی طور پر غریب کے غریب ہی ہو۔ کاش کہ اُس کو broad up کیا جاتا، کاش کہ اُس کو یہ بتایا جاتا کہ تم محنت کرو گے اور تعلیم حاصل کرو گے تو ایک اچھے انسان بنو گے کیونکہ تعلیم ایک ایسا زیور ہے جو چوری ہو سکتا ہے

نہ اس پر ڈاکا ڈالا جا سکتا ہے بلکہ تم اس زیور کو حاصل کر کے اُس ایلیٹ کلاس میں بیٹھ سکتے ہو جس میں یہ امراء بیٹھے ہوئے ہیں جہاں پر یہ ایلیٹ کلاس والے بیٹھ کر وسائل کو لوٹ رہے ہیں۔ تم وہاں بیٹھ کر لوٹ نہیں سکتے بلکہ وہاں بیٹھ کر تم اُن لوگوں کو یہ سبق دے سکتے ہو کہ غریب کا بچہ آج اس بڑے مقام پر آ گیا ہے، غریب کا بچہ آج ایوان وزیر اعلیٰ میں بیٹھ کر وزیر اعلیٰ بنا بیٹھا ہے اور غریب کا بچہ آج ایوان وزیر اعظم میں وزیر اعظم بنا بیٹھا ہے۔ ہمیں اُس کے ذہن میں یہ چیزیں بٹھانی تھیں جبکہ دانش سکولوں سے ہم نے غریب کی نفسیات سے کھیلتے ہوئے ایک label لگا دیا ہے کہ یہ ایک غریب کے لئے ہے اور غریب ہی اس میں پڑھیں گے۔ ہم نے غریب کی نفسیات سے جو گھناؤنا کھیل کھیلا ہے مجھے اس پر بھی بہت دکھ ہوا ہے۔

جناب سپیکر! پبلک سیکٹر میں پرائمری ایجوکیشن سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے لیکن اُس پر توجہ یہ ہے کہ missing facilities کے نام پر برائے نام پیسے رکھے گئے ہیں۔ ہمارا میڈیا ماشاء اللہ اتنا تیز ہے کہ اکثر و بیشتر پرائمری سکولوں کی حالت کو دکھایا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں مبشر لقمان نے پرائمری سکولوں کی حالت دکھائی کہ وہاں پر جانور بندھے ہوئے ہیں۔ سکولوں میں اساتذہ ملتے نہیں ہیں۔ کاش کہ ہم اساتذہ کی ٹریننگ پر توجہ دیتے، کاش کہ ہم ان پرائمری سکولوں کی buildings کو بہتر کرتے، ان میں فرنیچر اور دوسری سہولتیں دیتے تاکہ بچوں کو اچھی سے اچھی تعلیم دی جا سکتی۔ یہاں پر لیپ ٹاپ کے نام پر اربوں روپے رکھا گیا کہ لیپ ٹاپ بانٹے جائیں گے لیکن اس کا کوئی تعین نہیں کیا گیا کہ وہ کس طرح دیئے جائیں گے؟ اگر ہمارے پاس بنیادی سہولتوں کے لئے اور پرائمری سکولوں کے بنیادی انفراسٹرکچر کے لئے فنڈز نہیں ہیں لیکن لیپ ٹاپ بانٹنے کے لئے فنڈز ہیں تو میرے حساب سے لیپ ٹاپ بانٹنے کا naturally یہ ایسا سلسلہ ہو گا کہ انہیں بڑے اور بااثر لوگ اپنے گھروں میں لے جائیں گے پھر وہ اپنے بچوں کو دیں گے جو ان پر گیمز کھیلیں گے اس لئے تعلیم حاصل کرنے والوں تک یہ چیز نہیں پہنچ سکے گی۔

جناب سپیکر! اسی طرح سکولوں کی اپ گریڈیشن کا بڑا ذکر اور چرچا کیا جاتا ہے۔ سکول اپ گریڈ کر دیا جاتا ہے، میرے اپنے ضلع سرگودھا کی میری constituency میں موجودہ حکومت نے پچھلے تین سالوں میں بائیس سکولوں کو اپ گریڈ کیا ہے لیکن افسوس کہ بلڈنگ بن گئی ہے، اگر مڈل سکول بنایا تو 38 لاکھ روپے لگا ہو گا جبکہ ہائی سکول کا 48 یا 50 لاکھ روپے لگا ہو گا مگر بلڈنگ بن گئی ہے لیکن سٹاف مہیا نہیں کیا جا رہا۔ ایسی بلڈنگ کو کیا کرنا ہے جہاں سٹاف ہی مہیا نہ کیا جائے۔ میں نے اس کے لئے اسمبلی کے

فورم کو استعمال کیا، questions کئے، تحریک التوائے کار لایا لیکن جواب ایک ہی ملتا تھا کہ ضلعی حکومت کے پاس فنڈز کی کمی ہے لہذا سٹاف مہیا نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ بجٹ بناتے وقت سکولوں کی اپ گریڈیشن کے لئے سٹاف مہیا کرنے کے اسباب نہیں بنا سکتے تھے؟ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ ضلعی حکومت میں جہاں پر فنڈز نہیں ہیں وہاں پر ایسا فنڈ allocate کر دیا جاتا جس سے ان سکولوں کو سٹاف مہیا ہو جاتا اور وہ سکول operational ہو جاتے لیکن ایسا کہیں بھی کسی بھی page پر کوئی منصوبہ مجھے نظر نہیں آیا جس میں اپ گریڈ ہونے والے سکولوں میں سٹاف مہیا کرنے کی بات ہو۔ بلڈنگ تو بن گئی ہے اور وہاں پر لوگوں نے اپنے جانور ہی باندھنے ہیں۔ اس بلڈنگ کا غلط طریقے سے استعمال ہونا ہے جس سے اس کے دروازے اور فرش خراب ہونے ہیں۔ میں تو کہوں گا کہ نشئی اور منشیات فروش اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کے دروازے اور کھڑکیاں فروخت کریں گے۔ وہاں پر سٹاف ہے نہ چوکیدار اور اس کی دیکھ بھال بھی نہیں ہوگی تو naturally ان پر لگی ہوئی رقم میرے حساب سے ضائع ہو رہی ہے۔ یہی بات مجھے تکلیف دیتی ہے،۔ بجٹ تقریر تو بہت اچھی ہے لیکن مجھے یہی بات تکلیف دیتی ہے جو میں آج آپ کے سامنے بار بار بیان کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! اسی طرح دیکھا جائے تو 38.9 بلین روپے اس سال تعلیم کے لئے دیا گیا ہے اور اس پر 6 فیصد اضافہ پچھلے سال کی نسبت دکھایا گیا ہے لیکن پھر وہی قول و فعل میں تضاد کہ پچھلے سال بھی 34.8 بلین روپے رکھا گیا تھا جسے revise کر کے 23.328 بلین روپے کر دیا گیا مگر پھر بھی وہ خرچ نہ کیا جا سکا اور 9.472 بلین روپے بچ گیا۔ کیا ہم اس انفراسٹرکچر کو، کیونکہ books میں تو بہت کچھ ہے اور اس دفعہ بھی ہم نے 220 بلین روپے کا ADP دے دیا ہے لیکن پچھلے سال کی طرح اور اس سے پچھلے سال کی طرح اس کا بھی وہی حشر ہونا ہے کہ پہلے cut لگانا ہے، اس کا سائز کم کرنا ہے اور وہ سائز جو کم کرنا ہے پھر اس سائز کو بھی پورا نہیں کرنا اور اس سائز پر بھی پوری طرح عملدرآمد نہیں ہونا اور کہنا کہ ہم نے 80 سے 90 فیصد utilize کر لیا جبکہ دیکھا جائے تو جتنی allocation ہوئی ہے تو پچھلے تین چار سالوں سے 45 فیصد سے زائد utilization of funds ہو ہی نہیں سکا۔ وجہ کیا ہے کہ ہمارے ہاں وہ انفراسٹرکچر نہیں ہے، ہمارے ہاں وہ ٹیم نہیں ہے اور وہ spirit نہیں ہے جو کہ ان منصوبوں کو پورا کر سکے؟ ایم پی ایز کو جو 80 لاکھ روپے کے فنڈز سالانہ دیئے جاتے ہیں، اس سال بھی ان کی سکیمیں پچھلے سال جولائی اگست میں لے لی گئیں لیکن فنڈز اس سال فروری میں دیئے گئے جن کی approval ہوتے ہوتے مارچ اپریل آ گیا اور آج وہ سکیمیں چل رہی ہیں تو کیا 30۔ جون تک وہ سکیمیں مکمل ہو جائیں گی؟ کیا ان

سکیموں کا معیار وہ ہو سکے گا جو ان books میں تعین کیا جاتا ہے کہ یہ معیار ہونا چاہئے؟ naturally، 30۔ جون تک کنٹریکٹرز انہیں جلد بازی میں بنائیں گے اور پھر وہی حشر ہو گا کہ پیسے کا ضیاع اور وہی سب کچھ کہ کنٹریکٹرز اپنے پیسے پورے کریں گے اور naturally یہ رشوت کچھ کنٹریکٹرز اور افسران کی جیبوں میں جائے گی۔ ہم ایسا ماحول اور ایسی چیز خود ہی مہیا کر دیتے ہیں کہ ان آفیسرز اور ان ٹیکنو کریٹس کو خود ہی موقع مل جاتا ہے کہ انہوں نے کس طرح سے اپنی جیبیں بھرنی ہیں۔

جناب سپیکر! میں چند محکموں کی بات کروں گا کیونکہ حکومت کی ترجیحات ہوتی ہیں اور حکومت کے initiate کے بنیادی departments ہیں۔ اگر صحت کے حوالے سے دیکھا جائے تو صحت کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی گھناؤنا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ ادویات کی مفت فراہمی کا اعلان کیا گیا تھا اور یہ وہی سلسلہ جو چودھری پرویز الٰہی صاحب نے اپنے دور میں ایمرجنسی میں شروع کیا جسے انہوں نے اپنے 2008-09 کے پہلے بجٹ میں جذبات میں آ کر اعلان کر دیا کہ مفت ادویات کی فراہمی ایمرجنسی ہی میں نہیں بلکہ ٹیچنگ ہسپتالوں کی ایمرجنسی کے علاوہ غریب غرباء کو بھی مفت فراہم ہوں گی لیکن یہ ایمرجنسی میں ہی پوری نہ کر سکے اور باقی کہاں پوری کرنی تھیں۔ وہاں پر بھی ان کے vision میں تضاد نظر آیا۔

جناب سپیکر! ڈسٹرکٹ اور تحصیل ٹیچنگ ہسپتالوں میں ادویات کی عدم دستیابی، ڈاکٹروں کی کمی اور اگر دیکھا جائے تو تین چار ایسی مہلک بیماریاں جن میں ہیپاٹائٹس اور ٹی بی جیسی بیماریوں پر عدم توجہی یعنی یہ ایسی مہلک بیماریاں ہیں جن پر ہمیں مہم چلانی چاہئے تھی اور معزز ممبران کو اس مہم میں شامل کرنا چاہئے تھا کیونکہ یہ اپنے اپنے حلقوں کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن ان سے کسی نے تجویز نہیں لی۔ ان سے تو کوئی نہیں پوچھتا کہ ایک غریب آدمی جو ہیپاٹائٹس یا ٹی بی جیسے مہلک مرض میں تڑپ رہا ہے اور اسے دوائی مل جائے۔ دوائی نہیں ملتی بلکہ وہ دوائی بااثر لوگ ہی لے جاتے ہیں۔ ایسے ہی ٹیچنگ ہسپتالوں میں پروفیسرز صاحبان کی غیر حاضری، نجی ہسپتالوں میں ان کا وقت دینا یہ وہ سارے معاملات ہیں جو کہ حکومت کی command کو چیلنج کرتے ہیں اور حکومت کے vision کو چیلنج کرتے ہیں۔ حکومت کو prove کرنا چاہئے تھا کہ ہماری گرفت معاملات پر مضبوط ہے اور ہم ان لوگوں کو اصل مقام پر لائیں گے لیکن ان معاملات پر توجہ ہی نہیں دی جاتی۔ پھر بہانہ وہی کہ ہمیں حالات نے آڑے ہاتھوں لیا، سیلاب آ گیا اور ہمیں موقع نہیں مل سکا۔ یہ بہانے تو رہتے ہیں اور بہانے مل جاتے ہیں لیکن اگر ترجیحات

ہوں تو وہ معاملات بھی ہم درست کر سکتے ہیں جو قدرتی آفات کی صورت میں پیش آتے ہیں اور ان معاملات کو بھی ہم بہتر طور پر درست کر سکتے ہیں جو کہ ہماری سالانہ ترجیحات میں شامل ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! منصوبوں کو ادھورا چھوڑ دینا اور پھر خاص طور پر لاہور شہر کی اگر مثال لی جائے تو لاہور کے ہسپتالوں جہاں پر شاید پنجاب بھر کے مریضوں نے آنا ہوتا ہے۔ میو ہسپتال میں سرجیکل ٹاور کے قیام کا اعلان کیا گیا، اس منصوبے کو دیکھ لیں کہ وہ ادھورا پڑا ہوا ہے۔ سروسز ہسپتال میں نئے آؤٹ ڈور بلاک کا منصوبہ اسی طرح ادھورا پڑا ہوا ہے۔ ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کی اپ گریڈیشن کی حالت دیکھ لیں، سرگنگا رام ہسپتال کی تزئین و آرائش اور جنرل ہسپتال کے ماسٹر پلان کا منصوبہ بھی پچھلے چار سالوں سے ادھورا ہی نظر آ رہا ہے اور یونہی نظر آ رہا ہے کہ اس پر صرف اور صرف ٹھیکیداروں اور کنٹریکٹروں کو ہی فائدہ دیا جاتا ہے جبکہ عام اور غریب آدمی تک اس کے ثمرات نہیں پہنچ پا رہے، دکھ ہوتا ہے کہ یہ معاملات ایسے ہی چل رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح اگر زراعت اور آب پاشی کو دیکھیں تو اس پر بھی کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ زراعت naturally ہماری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور زراعت سے ہی ہم اپنے معاشی حالات کو بہتر کر سکتے ہیں۔ زراعت، لائیو سٹاک، فاریسٹری اور آب پاشی جیسے اہم محکمے ہیں جن سے صوبہ بہت سارے وسائل generate کر سکتا ہے، جن سے صوبہ کو ترقی دی جا سکتی ہے لیکن اس پر کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ آبپاشی کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو وہ منصوبہ جات جو چودھری پرویز الہیٰ صاحب کے دور میں شروع ہوئے تھے ان کو بھی ادھورا چھوڑ دیا گیا اور ان منصوبہ جات کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا گیا۔ اگر وہ منصوبہ جات پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے تو آج بہت بہتری ہوتی۔ تونسہ بیراج پر 10۔ارب روپے سے جو اس کی rehabilitation ہوئی ہے اس کے ثمرات آج بھی آ رہے ہیں۔ ہمارے دور میں خانکی بیراج فائنل ہو گیا تھا اور اس کے فنڈز تعین کر دیئے گئے تھے لیکن انہوں نے پچھلے چار سال میں اس منصوبے کو ادھورا چھوڑا، اسے ADP میں show کیا کہ ہم اس منصوبے کو بنائیں گے لیکن اس حوالے سے کوئی خاص ترجیح نہیں ہے۔ پاور سیکٹر کی انرجی ڈیپارٹمنٹ الگ بنا دیا گیا اور کہا گیا کہ ہم بجلی پیدا کریں گے جبکہ 09-2008 کے بجٹ میں بھی یہی بات کی گئی تھی لیکن پچھلے چار سال میں اس پر implement نہ ہو سکا۔ یہی وہ قول و فعل میں تضاد ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کہ ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ کاش کہ ہم نے ماضی سے سبق سیکھا ہوتا، کاش کہ ہم ان حکمرانوں سے سبق سیکھتے جنہوں نے عوام کے لئے بہت سارے نعرے لگائے لیکن عوام کے لئے کوئی عملی کام نہ کیا اور ان کا حشر

کیا ہوا؟ ہم یہ باتیں پھر کر کے، ماضی کی غلطیوں کو دہرا کر کیا ہم پھر سے ایک مسلم لیگی حکومت کو ان اندھیروں میں پھینکنا چاہتے ہیں جن اندھیروں میں یہ پہلے چلے گئے تھے؟ وہاں سے بڑی مشکل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو معافی دی اور اقتدار دیا تو کیا یہ پھر انہی معاملات کو انجام تک پہنچانا چاہتے ہیں؟ یہاں ADP میں انہوں نے اس دفعہ ایک عجیب سلسلہ بنایا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ 220۔ارب روپے کا پراجیکٹ تو رکھا لیکن اس کی utilization اگر پچھلے تین چار سالوں میں دیکھی جائے تو وہ پوری نہ تھی۔اس دفعہ انہوں نے اس پر ایسا کام کیا کہ جو unfunded سکیم چلی آ رہی تھی انہیں ان سکیموں کو مکمل کرنا چاہئے تھا لیکن ان کو complete کرنے کے بہانے، پچھلے سالوں میں blocked allocation رکھی جاتی تھی اس دفعہ ایسا کیا ہے کہ blocked allocation رکھی ہے تاکہ ہم اپنے چاہنے والے لوگوں کو accommodate کر سکیں۔اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بے نام سکیموں کے لئے 30۔ارب روپیہ بھی رکھ دیا ہے اور blocked allocation کو fast moving and unfunded new schemes کا نام دے دیا ہے۔ایک blocked allocation الگ رکھی گئی ہے، ایک fast moving unfunded schemes کے لئے الگ سے پیسا رکھ دیا گیا ہے۔یہ وہ پیسا ہے جس کا کوئی پتا نہیں ہے کہ اس پر کیا priorities ہوتی ہیں؟ وہ صرف اور صرف naturally ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کی صوابدید پر ہوگا۔وہ جس کو چاہیں گے اس کو بانٹیں گے، جس سکیم کو چاہیں گے اس کو چلائیں گے۔ حالانکہ انہیں وہاں سے شروع کرنا چاہئے تھا کہ جو ہماری بہت ساری unfunded سکیمیں ہیں جن پر 80 فیصد کام ہو چکے ہیں۔ایسی سکیمیں بہت سارے ہسپتالوں میں، بہت سارے سکولوں میں اور بہت ساری سڑکوں پر ہیں۔اگر ہم ان معاملات کو مکمل کر لیتے، ان سڑکوں کو مکمل کر لیتے، ان کی اس بجٹ میں ترجیحات بنالی جاتیں، تحریری طور پر ان سکیموں کو show کر دیتے اور وہ سکیمیں reflect ہونی چاہئیں تھیں، اگر ایسا کر دیا جاتا تو واضح پتا چل جاتا کہ کون کون سی سکیموں کو لیا جارہا ہے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ یہ سکیمیں 80 فیصد مکمل ہو جاتی ہیں اور 20 فیصد کے لئے فنڈز رہ جاتے ہیں۔اس طرح سے اس سکیم کو unfunded کر دیا جاتا ہے، اس کے لئے کوئی فنڈ نہیں رکھے جاتے اور وہ کروڑوں اربوں روپیہ ضائع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ ٹھیکیداروں کو نوازنے کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ایسا لگ رہا ہے کہ یہ حکومت بھی ٹھیکیداروں کے حوالے کر دی گئی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! حکومت کا عوام کے لئے اس سے پہلے روٹی کا نعرہ تھا جو ادھورے کا ادھورا رہ گیا۔ ہمیں قیمتوں میں کمی کے لئے بھی کوئی معاملات تعین کرنے چاہئیں تھے۔اس ہاؤس نے پچھلا ضلعی

حکومتی نظام تبدیل کر کے نیا کمشنری نظام بحال کیا ہے۔اس میں ہمیں مجسٹریٹ کو پاور دے کر قیمتوں میں کمی کے لئے کوئی، سلسلہ کوئی ایسا mechanism بنانا چاہئے تھا جس سے قیمتیں کم ہو سکیں۔یہاں پر ہم صرف issues کی سیاست کر رہے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں۔ ہم فیڈرل گورنمنٹ پر تو تنقید کرتے ہیں لیکن اپنے گریبانوں میں نہیں جھانکتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟اگر فیڈرل گورنمنٹ غلطیوں پر ہے تو ہم اس سے بھی بدتر اور بر تر غلطیاں کرتے جا رہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

کاش کہ اس کا کوئی mechanism بنا لیا جاتا اور قیمتوں کو کم سے کم کیا جاتا۔آج ہم کہتے ہیں کہ پٹرول کی قیمت بڑھ گئی ہے، بجلی نہیں مل رہی ہے۔ صوبائی حکومت کا بھی تو کچھ فرض ہے، کیا ہم اپنے اس فرض سے چھٹکارا حاصل کر چکے ہیں؟ لگ تو ایسا ہی رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بات کی کہ پچھلے سال flood آیا تو اس کے لئے ہمیں ہر چیز پر cut لگانے پڑے۔ ہمیں اپنے ADP کو short کرنا پڑا لیکن اس دفعہ ہم نے فلڈ ریلیف کے لئے کوئی فنڈز نہیں رکھے، صرف تھوڑے سے فنڈز رکھے ہیں۔اگر اس سال پھر خدانخواستہ جو Meteorological Department بتا رہا ہے کہ موسم کے حالات ایسے ہوں گے کہ بارشیں ہوں گی۔ پھر ہماری ایسی کیوں ترجیحات ہیں؟ پھر ہم کیا دوبارہ انہی سکیموں کو cut لگائیں گے اور کہیں گے کہ 220 بلین روپے کا بجٹ ہے ہمیں آفت نے آن گھیر لیا اور ہم نے اس کو 100 بلین روپے پر کر دیا؟اس پر ہم بڑا افسوس کرتے ہیں اور اگلی دفعہ پھر یہی پڑھ دیا جائے گا۔

جناب والا!جنوبی پنجاب کا بڑا نعرہ لگایا گیا کہ جنوبی پنجاب کو ہم نے 70۔ارب روپے دے دیا۔ بڑی اچھی بات ہے اور میں اس میں اپوزیشن اور خاص طور پر پاکستان پیپلز پارٹی کو کریڈٹ دوں گا کہ ان لوگوں نے یہ movement اٹھائی کہ جنوبی پنجاب کا صوبہ الگ بننا چاہئے۔ پھر اس سے ان کو کچھ شرم آئی کہ ہمیں جنوبی پنجاب کو کچھ نہ کچھ دینا چاہئے۔ پچھلے سال بھی جنوبی پنجاب کے نام پر ایک گھناؤنی سازش کی گئی تھی۔ پچھلے سال بھی کہا گیا تھا کہ ہم نے جنوبی پنجاب کو فنڈز مہیا کر دیئے ہیں لیکن وہاں پر کوئی کام نہ ہو سکا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے پیارے بھائی سردار دوست محمد خان کھوسہ جب وزیر اعلیٰ بنے تو انہوں نے سب سے پہلے ڈی جی خان میں جاکر میڈیکل کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔آج چوتھا بجٹ ہے وہ میڈیکل کالج ابھی بھی unproved سکیم میں آ رہا ہے۔اس سال کہا گیا کہ ہم چار میڈیکل کالج بنائیں گے۔ سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور اس میں ڈیرہ غازی خان کا نام پھر آ رہا ہے۔جب اس کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا تھا اب تو میڈیکل کالج کی عمارت بن جانی چاہئے تھی لیکن میرا خیال ہے کہ الفاظ کا گورکھ دھندا ہی چلے گا۔یہاں کچھ نہیں ہوگا، یہاں بس خوبصورت تقریریں ہی ہوں گی، خوبصورت اعداد و شمار بتائے

جائیں گے اور بابو ہمارا ہم پر راج کرے گا۔ بابو سے تو ہم خود راج کروا رہے ہیں اپنی نالائقیوں اور کوتاہیوں سے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اب میں لاء اینڈ آرڈر کا ذکر کروں گا۔ اگر اس کو دیکھا جائے تو انصاف تک رسائی پروگرام کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی جبکہ پچھلے سال اس میں مقدمات کو جلد از جلد نمٹانے اور انصاف ممکن بنانے کے لئے 11-2010 میں 5 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جبکہ اس پر 47 کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ wind up کریں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میری تھوڑی سی تقریر رہتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آدھا گھنٹہ تھا اس سے بھی پانچ منٹ اوپر ہو گئے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: اس میں اگر دیکھا جائے تو دہشت گردی اور جعلی پولیس مقابلوں پر توجہ دی گئی۔ پولیس کے انفراسٹرکچر پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے جبکہ اس پر خاص طور سے توجہ دینی چاہئے تھی۔ آج بھی اگر دیکھا جائے تو انسداد دہشت گردی لاہور کی عدالت میں جج موجود نہیں ہے تو ہم نے کیا مقدمات نمٹانے ہیں، پراسیکیوٹر جنرل کی سیٹ خالی پڑی ہے تو ہم نے اس پر کیا ترجیحات دینی ہیں؟ اگر دیکھا جائے تو آج بھی آئی ایس آئی بلڈنگ اور جیو ٹی وی بلڈنگ پر جو دہشت گردی ہوئی تھی ان کے مقدمات صرف ہماری اپنی نالائقیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے pending پڑے ہوئے ہیں۔ کیا دہشت گردی ہماری اوّلین ترجیح نہیں ہے؟ اگر ترجیح ہے تو اس کے لئے فنڈز رکھے جاتے۔ حکمرانوں نے بجٹ میں ذاتی تشہیر کے لئے اخبارات میں اشتہار تو دے دیئے ہیں لیکن عملی کام نہیں کیا گیا۔ اس بجٹ سے مہنگائی، بے روزگاری اور عوامی مشکلات میں اضافہ ہو گا اس میں کوئی بہتری نہیں لائی جا سکے گی۔ میں کہوں گا کہ خدارا ہم اپنے آپ کو کچھ بہتر کریں۔ میں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم سرگودھا کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، آج میں نے اس کا اشتہار دیکھا ہے۔ جو جگہ وہاں تعین کی گئی ہے وہ سیم زدہ جگہ ہے وہاں پر کیا مکان بنا سکیں گے؟ ہمارے معزز ممبر جو اس کے چیئرمین ہیں شیخ علاؤالدین نے مجھے خود بتایا ہے کہ وہ جگہ اس قابل نہیں ہے کیونکہ وہاں میٹھا پانی دستیاب نہیں ہے بلکہ وہ سیم کا علاقہ ہے۔ آج سے دس سال پہلے ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ نے تین مرلہ سکیم بنائی تھی وہاں پر ایک بھی عمارت نہیں بن سکی اور انہوں نے اسی جگہ کو آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے نام پر مخصوص کر دیا ہے۔ انہوں نے جو تین مرلہ کے گھر 11 لاکھ 90 ہزار روپے میں تیار کر کے دینے ہیں یعنی تقریباً 4 لاکھ روپے فی مرلہ میں گھر بنائے جائیں گے جبکہ لاہور

میں ایک پرائیویٹ ہاؤسنگ سیکٹر نے ساڑھے تین مرلہ کے 3 لاکھ 85 ہزار روپے کے پلاٹ دینے کا اشتہار آج اخبار میں دیا ہوا ہے۔ اگر اس پر پانچ لاکھ گھر تعمیر کرنے پر لگا دیا تو 8 لاکھ 85 ہزار روپے میں گھر مکمل ہو گا۔ یعنی انہوں نے 12 لاکھ روپے میں بنانا ہے اور وہ 8 لاکھ 85 ہزار روپے میں بنے گا۔ انہوں نے 3 لاکھ روپے کا profit رکھا ہے۔ یہ غریبوں کے نام پر بزنس ہو رہا ہے اور غریبوں کے لئے کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میری یہی گزارشات تھیں کہ کاش ہم ماضی سے سبق سیکھتے لیکن ہمارے موجودہ حکمرانوں نے ماضی سے کچھ سبق حاصل نہیں کیا۔ ان کا بھی پروگرام یہی ہے کہ اب جب الیکشن آئیں گے تو ان کے ساتھ وہی حشر ہو گا جو ماضی کے حکمرانوں کا ہوتا آیا ہے۔ اب جدہ نہیں شاید انہیں کہیں اور جانا پڑے گا۔ بہتر یہی ہے کہ یہ اپنے معاملات کو درست کریں، جو کرپشن سے پاک ادارے ہیں ان کو مضبوط کرنا چاہئے۔ انٹی کرپشن کے اداروں کو مضبوط کرنا چاہئے تاکہ ہم معاشرے کو کرپشن سے پاک کر سکیں۔ پھر یہ الزام لگانا کہ نیب نے ہم سے زیادتی کی اور آئندہ میں یہ کہوں گا کہ اگر یہی حالات رہے اور صوبہ پنجاب میں یہی کرپشن رہی تو پھر آئندہ آنے والی نیب ہو گی جب ان حکمرانوں کو دبوچے گی تو پھر یہی کہیں گے کہ ہمارے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے۔ ہمیں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو وہ سیاسی انتقام کا نشانہ نہیں ہو گا بلکہ وہ یہی ان کے کرتوت ہوں گے، یہی قول و فعل کا تضاد ہو گا اور ان کو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور سزا ملے گی۔ یہ میری بھی دعا ہے، میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے اور میں بار بار اپنی یہی بات کر رہا ہوں کہ یقیناً میری بھی آہ ان حکمرانوں کو لگے گی جو اس صوبے کے وسائل کو اپنے ذاتی وسائل سمجھ کر خرچ کر رہے ہیں۔ میں آخر میں یہی کہوں گا کہ جنوبی پنجاب کو صوبہ بنائیں بیشک اس کا وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف خود یا رشتہ دار کو بنا دیں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ جنوبی پنجاب کو صوبہ بنائیں گے، صوبہ بنائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، جناب ثناء اللہ خان مستی خیل صاحب! ہاؤس کا وقت ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے پنجاب کے مالی سال بجٹ 12-2011 پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا ہے۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پنجاب اسمبلی کے باہر ایک جلوس آیا ہوا ہے۔ وہ کسی آدمی کو اسمبلی میں داخل ہونے دے رہے ہیں اور نہ ہی اسمبلی سے نکلنے دے رہے ہیں۔ ایک کیمیکل فیکٹری میں کوئی حادثہ ہوا ہے، اس سلسلہ میں وہ تمام لوگ باہر ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ ان کی بات سننے کے لئے کسی بااختیار وزیر کو جو ڈیلی ویجز پر نہ ہوں، باہر بھیجیں اور وہ ان کے مسائل سن کر حل کروائیں تاکہ لوگ اسمبلی میں آ جا سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! میرا خیال ہے کہ ندیم کامران صاحب کو بھیج دیتے ہیں کہ وہ وہاں جا کر ان کے ساتھ مذاکرات کریں اور حسن مرتضیٰ صاحب بھی ان کے ساتھ چلے جائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ایک عورت بھی بھیج دیں کیونکہ ان کے ساتھ عورتیں بھی کافی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مستی خیل صاحب!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میری درخواست ہے کہ وزیر خزانہ کو اس میں نہ بھیجا جائے۔ ان کے پاس ان لوگوں کو بھیجا جائے جو اس معاملے کو regularly اور seriously لیں اور اس کا حل نکالیں۔ وزیر خزانہ تو یہاں پر تقریر سننے بھی نہیں بیٹھے ہوتے تو باقی کیا کریں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب، ندیم کامران صاحب، ڈاکٹر آمنہ بٹر صاحبہ، راحیلہ خادم حسین صاحبہ چلی جائیں اور جا کر ان سے بات کریں اور پھر ہاؤس کو بتائیں۔

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے پنجاب کے مالی سال بجٹ 12-2011 پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا ہے۔ پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار پاکستان مسلم لیگ (ن) کو یہ اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ ان کے اقلیتی ممبر اور میرے فاضل دوست جناب کامران مائیکل کو صوبائی بجٹ پیش کرنے کا موقع عنایت فرمایا گیا۔ بلاشبہ یہ اقدام اس امر کی عکاسی کرتا ہے کہ ہماری قیادت نے حضرت قائداعظم محمد علی جناح کے قول پر عمل کرتے ہوئے اقلیتوں کو قومی دھارے میں برابر کا حصہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پر میں اپنے Visionary Chief Minister کو اور اپنی قیادت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! صوبائی بجٹ کا ایک ایک پہلو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ماضی میں جتنے بھی بجٹ پیش کئے گئے ان سے یہ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ۔۔۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

MR. DEPUTY SPEAKER: No point of order.

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! اقلیتوں کے بارے میں بار بار ایک لفظ دہرایا جا رہا ہے یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ ان کا ذاتی خیال ہے۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! ٹھیک ہے ان کا ذاتی خیال ہے لیکن بار بار ہمیں کیوں pinch کیا جا رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ یہ ہر ممبر کا اپنا ذاتی خیال ہے اور جب آپ کی طرف سے کوئی دوست بات کرے تو وہ اس میں یہ بات کر دیں اور جو بھی بات کر رہے ہیں اس کو سننے کا حوصلہ رکھیں۔

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! یہ بجٹ ماضی کے بجٹوں سے اس لحاظ سے ممتاز اور منفرد ہے کہ اس میں given resource کے اندر جو کہ میں یہ بات دیانتداری کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اس سے بہتر اور viable and sustainable budget نہیں بن سکتا۔ اس میں تمام مکاتب فکر کے محکموں اور پنجاب کے ہر segment of life کو شامل کیا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح سے حکومت پنجاب صوبہ کی عوام کی بہتری اور پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے انقلابی اقدام کر رہی ہے اس کا اعتراف نہ صرف پورا پاکستان بلکہ International Donors and International Transparency بھی کر رہی ہے کہ دیانتداری، مینجمنٹ اور good governance کے نام پر باقی صوبوں سے پنجاب کی حکومت بہتر perform کر رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک visionary اور دیانتدار اور committed قیادت کا پنجاب کی عوام سے وعدہ تھا کہ جو ہم نے اس بجٹ کے اندر عوام کے سامنے پیش کیا ہے، جو لوگ اس بجٹ کو اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ کہتے ہیں میں ان بھائیوں سے مخاطب ہوں کہ غریبوں کے لئے آشیانہ سکیم شروع کرنا، مزدوروں اور کسانوں کے لئے، مفلوک الحال طبقہ کے بچوں کو برابری کی بنیاد پر elite class کے بچوں کے برابر لانے کے لئے دانش پبلک سکول کا قیام کرنا اور بے روزگاری کے خاتمہ کے لئے جو پنجاب روزگار فنڈز قائم کیا گیا ہے، موبائل ہیلتھ یونٹ قائم کی گئی ہیں اور ان بچوں کو جو دانش سکول، ایچیسن سکول میں پڑھتے تھے، جو گھوڑا گلی میں پڑھتے تھے

اور جو صادق پبلک سکول میں پڑھتے تھے اور ان کی جو ایک مخصوص سوچ تھی، اس مخصوص سوچ کو للکارنے کے لئے، اس مخصوص سوچ کا مقابلہ کرنے کے لئے انقلابی وزیراعلیٰ نے دانش پبلک سکول کا یہ concept دیا ہے۔ آج میرے بھائی اس سکول پر اعتراض کر رہے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک مزدور، کسان اور ریڑھی والے کے بچوں کو elite class کے برابر لانے کے لئے چیف منسٹر نے 2۔ارب روپے کے فنڈز لگا دیئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اگر وہ 200۔ارب روپے بھی لگا دیتے تو میں سمجھتا ہوں کہ کم ہیں اس لئے زرعی گریجویٹ کو زمینیں دی گئی ہیں، جیسا کہ بے روزگاری کے خاتمے کی میں نے بات کی تو اگر ایسے انقلابی اقدامات کو میرے بھائی گورکھ دھندا کہتے ہیں تو مجھے ان کی عقل پر ہنسی آتی ہے اور جو میرے بھائی اپوزیشن والوں نے بجٹ پیش کیا تو مجھے ٹیکنیکل لوگ بتا رہے تھے کہ انہوں نے ایک صفحہ کا بجٹ پیش کیا ہے۔ مجھے یہ بات بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہی ہے کہ تنویر اشرف صاحب اور سابقہ پارلیمانی سیکرٹری اختر ملک صاحب میرے بڑے بھائی ہیں اور میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں میں پوچھتا ہوں کہ کبھی ایک صفحہ پر بھی بجٹ بنتا ہے؟ خدارا آپ عوام کو بے وقوف تو نہ بنائیں۔ آپ تین سال تک ہمارے وزیر خزانہ رہے، ہم نے خزانہ کی چابیاں آپ کے حوالے کیں اور کہا کہ آؤ میرے بھائیو! ہم مل کر اس پنجاب کی تعمیر و ترقی کے لئے کام کریں لیکن جب آپ نے ہم سے علیحدگی اختیار کی یا ہم نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ کی پالیسیوں کی وجہ سے پنجاب ترقی نہیں کر رہا تو آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے وہ عوام دوست بھی ہے، کسان دوست بھی ہے اور ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ میرے بھائی کہتے ہیں کہ یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں ہم نے تحریری طور پر بھی تجاویز دی تھیں اور پچھلے بجٹ میں جو سکیمیں دی گئی تھیں ان پر عمل درآمد نہیں ہوا تو میرا اُن دوستوں کے لئے یہ جواب عرض ہے کہ جس ناگہانی صورتحال کا پاکستان کو بالعموم اور پنجاب کو بالخصوص سامنا کرنا پڑا، جنوبی پنجاب میں جو کربناک سیلاب آیا اور وہاں گھر کے گھر اُجڑ گئے۔ محترم وزیراعلیٰ پنجاب نے ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں کئی کئی دفعہ جا کر ان لوگوں کی ڈھارس بندھائی اور اس موقع پر وزیراعلیٰ پنجاب گھر، گھر پہنچے اور یہ ثابت کر کے دکھایا کہ عوام کی خدمت کیسے کرتے ہیں اور غریب عوام کی آواز خادم اعلیٰ تک پہنچی۔ مجھے سرائیکی بیلٹ کے ایک شاعر نے ایک خط بھیجا ہے اور مجھ سے تقاضا کیا ہے کہ میں یہ اشعار عوام کے سامنے پیش کروں۔ میں یہ چند اشعار عرض کرنا چاہتا ہوں:

او ڈیکھو شہباز اے آیا
گھر گھر آ کر درد ونڈایا

ہر وکھے کوں ہاں نال لایا
کپڑا راشن آپ پہنچایا
اکوں نہ ہئی ہوش اصل وِچ
ایویں ہی عید منائی چھل وِچ
خضر دی عمر شہباز کوں لاویں
ساڈے سر دا سائیں راہوے
او دیکھو شہباز اے آیا

اس صورتحال میں جب ہم نے بجٹ پیش کیا تو اس میں 292۔ارب روپے کی خطیر رقم سیلاب میں خرچ ہوئی۔اس میں پنجاب کے 62لاکھ افراد متاثر ہوئے اور ان کو shelter دینے کے لئے 292۔ارب روپے کے اخراجات کئے گئے۔یہ لوگ جو وطن کارڈ کی بات کرتے ہیں اس کا آدھا حصہ بھی حکومت پنجاب نے دیا۔وزیراعلیٰ پنجاب ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ ،میانوالی جو میرا neighbouring district ہے، میں میانوالی گیا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ میاں صاحب کئی دفعہ تشریف لائے ہیں۔میں نے کہا کہ ہم جو مقامی عوامی نمائندے تھے بارہ،بارہ دفعہ نہیں گئے آپ میانوالی بارہ دفعہ آرہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک visionary اور دردِ دل رکھنے والے وزیراعلیٰ کا یہ فرض تھا جو انہوں نے پورا کیا۔ ہمارے وزیراعلیٰ نے کہا کہ ہم اغیار کی امداد کو پاؤں کی ٹھوکر پر لیتے ہیں جس سے خون کی بو آتی ہو۔ میرے بھائیو!اس وقت کو یاد کرو جب کلنٹن نے میاں محمد نواز شریف کو کہا کہ ہم آپ کو بہت بڑا پیکج دیتے ہیں آپ یہ فیصلہ نہ کریں۔ہماری لیڈر شپ tested ہے اس نے اس وقت بھی وہ فیصلہ کیا جو پاکستان کی national security, integrity اور پاکستان کے وقار کے حق میں تھا اور آج پھر ہم نے وہی فیصلہ کیا ہے کہ امریکی آئیں اور ہمارے پاکستانیوں کو گولی ماردیں،غیرت منداور باشعور پاکستانی یہ تو قبول کر سکتا ہے۔ہم نے کشکول پھینکنے کا وعدہ پورا کیا ہے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے۔میں اس پر اپنے قائد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

غیر ملکی امداد کو ٹھوکر مارنے کی جو بات کی گئی ہے اس پر مجھے "نوائے وقت" جو ایک نظریاتی اخبار ہے اس کے سرِورق پر لکھی ایک بات یاد آ رہی ہے:

روکھی سوکھی کھا تے ٹھنڈا پانی پی
غیرت مند قوم کا فرد بن کر جی

جناب والا! پاکستان کے معرض وجود میں آنے کا کیا مقصد تھا؟ ہم ہندوستان کے ساتھ بھی رہ رہے تھے لیکن اس لئے بھی وجود میں آیا کہ ہمارے بزرگوں نے خواب دیکھا تھا کہ ہمارے بچے، ہماری اولاد غیرت کے ساتھ زندگی بسر کریں گے، سر اٹھا کر بات کریں گے اور اغیار کا مقابلہ کریں گے۔ اس بنیاد پر وزیر اعلیٰ پنجاب اور موجودہ حکومت نے جو بجٹ دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل اور given resources میں ایک بہترین بجٹ ہے۔ میرے بھائی عامر چیمہ صاحب نے بات کی کہ ایجوکیشن میں جو existing schools ہیں ان کے لئے کچھ نہیں کیا اور دانش پبلک سکول بنا دیئے گئے ہیں۔ میرا ان نقادوں کو یہ جواب ہے کہ یہ جو پراپیگنڈا کرتے ہیں جن کے پاس facts نہیں ہیں تو میں ان کو عرض کئے دیتا ہوں کہ چار سالوں میں 5648 سکولوں کی missing facilities کو پورا کیا گیا ہے اور میں یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ ایجوکیشن والے ایک لفظ whole sum استعمال کرتے ہیں۔While some facilities وہ ہوتی ہیں جن میں boundary wall، بجلی، پانی، لیٹرین، اضافی کمرہ، فرنیچر وغیرہ شامل ہیں تو ہم نے چار سالوں میں 5648 سکولوں کو یہ facilities مہیا کیں اور پچھلی حکومت جو جاتے ہوئے این ایل سی کو فنڈ دے گئی تھی وہ فنڈز کمرشل اکاؤنٹ میں کئی سال تک پڑے رہے اور این ایل سی اس کو utilize نہ کر سکی۔ موجودہ چیف منسٹر نے ان 7۔ارب روپے سے زائد کی رقم کو استعمال میں لا کر چار ہزار سکولوں کی بلڈنگز کو مکمل کرایا تو گویا ان چار سالوں میں دس ہزار بلڈنگز کو مکمل کیا گیا ہے۔ میرے بھائی عامر چیمہ صاحب کہہ رہے تھے کہ پڑھانے کے لئے بلڈنگز کھڑی ہیں مگر اُستاد نہیں ہیں۔ اس بجٹ میں پنجاب کی تاریخ میں سب سے بڑی SNE ہوئی ہے اور 1817 posts منظور کی گئی ہیں جس کی اس سے پہلے مثال نہیں ملتی۔ اس میں گریڈ 2 سے 19 تک 8500 posts قائم کی گئی ہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ غلط کہہ رہے ہیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میرے بھائی مجھے چیلنج کر رہے ہیں، اگر یہ غلط ہوں تو میں اسمبلی سے resign کر دوں گا۔ جو figures میں دے رہا ہوں اگر ان میں سے کوئی غلط نکل آئے تو مجھے اسمبلی میں بیٹھنے کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہے اور اگر ان کی باتیں غلط نکلیں تو پھر میں ان پر چھوڑتا ہوں کہ وہ کیا فیصلہ کریں گے۔ اس کے علاوہ تین سالوں کے اندر 3067 سکول اپ گریڈ کئے گئے ہیں۔ میرے بھائی کہتے ہیں کہ existing schools کا بیڑا غرق کر دیا گیا ہے، S.N.E نہیں ہوئی سکولوں میں missing facilities نہیں ہیں تو میرا ان کو یہ جواب ہے کہ 09-2008 میں 1410 سکول اپ گریڈ کئے گئے ہیں جس میں 4317 ملین روپے خرچ کئے گئے۔ 10-2009 میں 3153 ملین روپے خرچ کئے گئے اور 807 سکول اپ گریڈ کئے گئے اور اس بجٹ میں 4385 ملین روپے رکھے گئے ہیں جس میں 800 سکول اپ گریڈ ہوں گے تو گویا یہ حکومت بیک وقت existing system کو بھی بہتر بنا رہی ہے اور Excellence Centres بھی قائم کر رہی ہے، غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کے بچوں کے لئے دانش پبلک سکول قائم کر رہی ہے۔ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ بڑی بڑی بلڈنگ بنانے والے مزدور کا بیٹا، وہ مزدور جس نے بڑی بڑی بلڈنگ جیسے ایچی سن کالج کی بلڈنگ، صادق پبلک سکول کی بلڈنگ، لاہور گرائمر سکول کی بلڈنگ کو اپنا خونِ جگر دے کر اور اپنے ہاتھوں سے دِن رات محنت کر کے بنایا لیکن اس کا بیٹا اس کا گیٹ بھی cross نہیں کر سکتا۔ آج اس نظریاتی حکومت نے Grass root level پر غریبوں کو یہ موقع عطا کیا ہے کہ وہاں پر غریبوں کے بچے بھی پڑھیں گے اور یہ جو وڈیرانہ سوچ ہے، جو mercantile culture کی سوچ ہے ان کا مقابلہ کریں گے اور ان کے مقابلہ میں اسمبلیوں میں آ کر بیٹھیں گے۔ دراصل وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس سوچ کو للکارا ہے جو سوچ یہ نہیں چاہتی کہ غریب کا بچہ سینہ اٹھا کر، سر اٹھا کر چل سکے اور ان کے مقابلے میں آ کر بیٹھ سکے۔ سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ اگر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا دماغ برابر ہوتا ہے۔ Facilities ہوتی ہیں، مواقع ہوتے ہیں جن سے اس کی activities کو polish کیا جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ "اگر گدھے کے سر پر "کتابوں کا بستہ رکھ دیں "تو وہ دانشور نہیں بن سکتا۔[****] اس سوچ کے خاتمے کے لئے ہم نے دانش پبلک سکول کا قیام کیا ہے۔

اس کے علاوہ ہیلتھ کے میدان میں ہماری حکومت نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں ابھی ہمارے بھائی چیمہ صاحب کہہ رہے تھے، چیمہ صاحب! آئیں ہمارے ساتھ راجن پور جائیں،

بھکر جائیں وہاں کے ہسپتالوں میں جائیں، DHQ میں جائیں، RHC میں جائیں اگر غریبوں کو

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

مفت ادویات نہ مل رہی ہوں تو میں resign کر دوں گا۔ میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں کو یہ چیلنج کرتا ہوں کہ وہ میڈیا کے ساتھ جائیں اور وہاں جا کر دیکھیں کہ غریب لوگوں کو ادویات مل رہی ہیں یا نہیں مل رہیں؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب والا! آٹھ مہینے سے ادویات نہیں مل رہیں۔ میں ان کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بجٹ میں صحت کے لئے ہم نے ایک نیا انقلابی vision دیا ہے اس لئے تو میں کہتا ہوں کہ ہماری حکومت ایک visionary حکومت ہے۔ چیمہ صاحب نے بات درست کی ہے کہ ہم بڑی بڑی بلڈنگیں تو بناتے ہیں، ائر کنڈیشنز بھی لگاتے ہیں لیکن پڑھانے والا کوئی نہیں ہوتا لیکن ہم نے اس سوچ کا خاتمہ کیا ہے۔ ہم نے جو موبائل ہیلتھ یونٹ دیئے ہیں یہ اس لحاظ سے ممتاز ہیں کہ اس میں دو ڈاکٹر ہوں گے ایک وومن میڈیکل آفیسر ہو گی دوسرا میڈیکل آفیسر ہو گا اور اس میں تمام قسم کی facilities ہوں گی، اسی میں E.C.G ہو گی، جدید ترین لیبارٹری ہو گی جس میں تمام قسم کے ٹیسٹ بھی ہوں گے اور جھونپڑی والے لوگوں کے گھر کے سامنے علاج کرے گی۔ مزدوروں کے گھر کے سامنے علاج کرے گی، مزدوروں، ریڑھی والے غریبوں کو وہاں چل کر نہیں جانا پڑے گا۔ یہ vision ہوتا ہے۔ میں ایک ذاتی مثال بھی quote کروں گا میں نے جب اپنے گاؤں میں بوائز ڈگری کالج بنایا تو اس وقت وڈیروں نے اس کی مخالفت کی کہ یہاں پر کالج نہ بنایا جائے۔ مجھے پچھلے دنوں سرگودھا یونیورسٹی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مجھے وہاں پر دو بچے ملے ایک نے اپنا تعارف سرائیکی میں کروایا کہ "خان صاحب! میں او شیر وا جیہڑا کھڑ کا ریڑھی چلیندا اے، اوندا میں پتر ہاں تے ایم اے انگلش کریندا پیاں" کہ وہ شیر محمد جو گدھا ریڑھی چلاتا ہے میں اس کا بیٹا ہوں اور میں یہاں سرگودھا یونیورسٹی میں ایم اے انگلش کر رہا ہوں۔ ایک دوسرا بچہ مجھے ملا اس نے کہا کہ میں فلاں سید کا بیٹا ہوں میرا والد صبح سر پر ٹوکری رکھ کر سبزی بیچنے کے لئے جاتا ہے۔ آج ماشاء اللہ میں ایم اے پولیٹیکل سائنس کی ڈگری حاصل کر رہا ہوں۔ یہ visionary leadership ہوتی ہے جو مواقع provide کرتی ہے، جو doorstep پر لوگوں کو اپنے برابر لاتی ہے اور اس بنیاد پر ترقی کرتی ہے۔ میں اپنے بھائی سردار محسن خان لغاری کو مبارکباد دینا چاہتا

ہوں کہ ڈیرہ غازی خان کے لئے بھی ہم نے میڈیکل کالج کے لئے فنڈ رکھ دیئے ہیں۔ وہاں پر غازی یونیورسٹی بنا رہے ہیں وہ بھی سنگ میل ثابت ہوگی اور وڈیروں کے خلاف مقابلہ کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔ اب جو مقابلہ ہوگا وہ facilities کا ہوگا، یہ نہیں ہوگا کہ "پدرم سلطان بود" اور وہ آکر چھائے رہیں گے۔ اب غریبوں کے بچے بھی ایم پی اے، ایم این اے بنیں گے اور منسٹر بھی بنیں گے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ بہاولپور میں 410 بستروں پر مشتمل سول ہسپتال قائم کیا جا رہا ہے۔ ڈیرہ غازی خان، ساہیوال، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے چار میڈیکل کالجوں کے لئے 1900 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ میں دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا کہ:

بادل سے کھیلتی رہیں اونچی عمارتیں
بجلی گری تو شہر کے کچے مکان پر

یہ جو وڈیرے، جاگیردار اور mercantile culture کے حامل لوگ ہیں یہ غریبوں کے ساتھ، مزدوروں کے ساتھ، کسانوں کے ساتھ ان policies پر مذاق کرتے ہیں، دراصل اگلے الیکشن میں ان پر بجلی گرنے والی ہے۔ ہم نے جو پنجاب روزگار سکیم شروع کی ہے میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کو کہ انہوں نے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام شروع کیا، میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ transitional phase ہے Permanent basis پر نہیں ہے، لوگ اس پر بھی باتیں کرتے ہیں کہ یہ قوم کو بھکاری بنا رہے ہیں۔ ہم نے بھی فوڈ سٹیمپ پروگرام شروع کیا تھا لیکن ہمارے think tank نے جب اس پر غور کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ اکیسویں صدی ہے ہم بات کرتے ہیں، غیرت کی ہم بات کرتے ہیں sovereignty کی، integrity کی لیکن ان کو پیسے دیں ہزار ہزار روپے اور قوم کو بھکاری بنائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے وہ سکیم بند کر دی ہے۔ ہم نے اس کے مقابلے میں اب جو نئی سکیم دی ہے وہ ییلو کیب سکیم ہے۔ راجہ ریاض صاحب نے کہا کہ پنجاب حکومت گریجویٹ کو ڈرائیور بنانا چاہتی ہے۔ بھائی جان ان کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ خود گاڑی چلائیں گے، ہم تو ان Graduates کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بیشک Driver engage کر لیں۔ جب اس کے گھر میں 800 سی سی گاڑی آئے گی اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اس کے علاوہ ہم کمپیوٹر بھی دے رہے ہیں، لیپ ٹاپ دے رہے ہیں اس سے بڑھ کر غریبوں کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے؟ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کی جو incapability ہے، میں سٹینڈنگ کمیٹی واٹر اینڈ پاور کا پانچ سال فیڈرل گورنمنٹ میں ممبر رہا ہوں۔ ابھی ان کے چیئرمین پیپکو نے پریس کانفرنس کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ

ہمارے پاس انرجی کا کوئی crisis نہیں ہے، حکومت ہمیں پیسا نہیں دے رہی۔ یہ چیف ایگزیکٹو پیپکو کی بات میں quote کر رہا ہوں جو کہ پورے میڈیا نے بھی سنی ہے۔ یہ نااہلی نہیں ہے تو اور کیا ہے ان کو تو management ہی نہیں آتی۔ اس کے مقابلے میں ہم نے یہ کیا ہے کہ پنجاب میں پہلی دفعہ اٹھارہویں ترمیم کے تحت resources پنجاب کو دیئے جا رہے ہیں، صوبائی خود مختاری دی جا رہی ہے۔ پچھلی میٹنگ میں یہ decide کیا گیا کہ صوبے اپنی بجلی پیدا کر سکتے ہیں اس لئے ہم نے انرجی سیکٹر میں ایک نئی creation کی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ 500 میگاواٹ بجلی ہم خود پیدا کریں گے اور ایک پاور پلانٹ سردار محسن خان لغاری کی constituency میں بھی ہو گا۔ اس کے علاوہ ان کی غلط management کی وجہ سے پاکستان میں جو بجلی نہیں آ رہی جس کی وجہ سے مزدور بے روزگار ہو رہے ہیں، لوگوں کے چولہے ٹھنڈے ہو رہے ہیں ان چولہوں کو ٹھنڈا ہونے سے بچانے کے لئے اور اپنی انڈسٹری کو boost اور boom دینے کے لئے مقامی طور پر تیار ہونے والی بولان اور مہران 800 سی سی گاڑیاں گریجویٹ بے روزگار نوجوانوں میں تقسیم کی جائیں گی۔ اس کے علاوہ زرعی گریجویٹ اور وٹرنری گریجویٹ کو 25 ایکڑ زرعی اراضی 15 سال کی lease پر دے رہے ہیں۔ ملائشیا اور چین نے ترقی کیسے کی؟ چائنا کے اندر بھی لوگوں نے یہ پالیسی اپنائی اور میرے چیف منسٹر جب وہاں گئے تو ان کی پالیسیوں کو دیکھ کر یہ policy introduce کروائی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تین ہزار زرعی گریجویٹ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور جو ہزاروں ایکڑ زمین قبضہ گروپ کے قبضے میں ہے ان سے واگزار کروا کر ان زرعی گریجویٹس کو دی جائے گی۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ بجٹ تقریر دوبارہ پڑھ رہے ہیں۔ ایک تو پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ فنانس منسٹر پہلے ہی یہ پڑھ چکے ہیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: سردار صاحب! میں hints لے رہا ہوں۔ میں صرف پانچ منٹ لوں گا، میرے وہ چھوٹے کاشتکار بھائی جن کے پاس وسائل نہیں ہیں اور وہ بے زمین ہیں ان کے لئے کاشتکاری سکیم کو دوبارہ جاری کیا گیا ہے۔ غریب لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے pro poor initiatives شروع کئے گئے ہیں، سستے ماڈل بازار شروع کئے گئے ہیں۔ چونکہ میرا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے تو میں وزیراعلیٰ کا مشکور ہوں کہ پچھلے بجٹ میں ہمارے چار اضلاع بھکر، میانوالی، خوشاب اور جھنگ کو 2۔ ارب روپے دیئے گئے، اس دفعہ بھی ایک ارب روپیہ رکھا ہے اور جنوبی پنجاب کے لئے 70۔ ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ہمارے بھائی کہتے ہیں اور مجھے میرے سرائیکی

بیلٹ کے عوامی نمائندے بھی ملے ہیں کہ سائیں صرف ملتان ترقی تھیندی پئی اے، بھئی کتھئیں کئی شے کوئی نہیں "میں ملتان کے ایم پی اے کا نام disclose نہیں کرنا چاہتا وہ مجھے ملے اور کہا کہ "خان صاحب! اوہکو حلقے وچ سارا کام تھیند اپیااے۔" اگر سرائیکی بیلٹ کی عوام یہ مطالبہ کرے گی کہ جنوبی پنجاب صوبہ بننا چاہئے تو میں اس کے حق میں ہوں۔ میرے قائد میاں نواز شریف صاحب نے یہ کہا ہے کہ اگر جنوبی پنجاب کی عوام یہ مطالبہ کرے گی تو میں سمجھتا ہوں کہ ڈویژن کی تقسیم میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہم بھی اسے support کریں گے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے وزیر اعلیٰ مستی خیل
وزیر اعلیٰ مستی خیل کی نعرہ بازی کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مستی صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: میرے وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب ہیں میں تو اگلے جنم میں بھی اس بارے میں یہ نہیں سوچ رہا۔

معزز ممبران: سائیں جنوبی پنجاب کے وزیر اعلیٰ۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بجٹ بہتر بنانے کے لئے میری تجاویز بھی ہیں کہ جب تک ہم check and balance system improve نہیں کریں گے، ہم reforms نہیں لائیں گے چاہے وہ reforms بیوروکریسی کے اندر ہوں جو بیوروکریسی سول سرونٹ کہلاتی تھی، چاہے وہ reforms تمام مکاتب فکر کے بارے میں ہوں، وہ ایلیٹ کلاس، وہ اشرافیہ جو کروڑوں اربوں روپیہ کما رہی ہے اگر وہ ٹیکس نہیں دے گی تو یہ پاکستان prosperous نہیں ہو سکتا، یہ صوبہ prosperous نہیں ہو سکتا اس لئے اس میں ٹیکس اور مزدوروں، کسانوں کی minimum wage بڑھائی گئی ہے اور مزید بھی بڑھائی جائے گی۔ میری یہ تجویز بھی ہو گی کہ 70 فیصد لوگ دیہات میں رہتے ہیں اور ان کا ذریعہ معاش کاشتکاری ہے۔ آپ کے GST میں سب سے بڑا کردار زراعت ادا کر رہی ہے۔ اگر ہم کاٹن لگانا چھوڑ دیں تو کاٹن انڈسٹری کیسے چلے گی، اگر ہم شوگر کین اگانا چھوڑ دیں تو یہاں کی انڈسٹری کیسے چلے گی؟ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ کاشتکاروں کو مزید benefit دینے کے لئے سستے قرضے دیئے جائیں۔ بہت مہربانی، بہت شکریہ

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ ۔چودھری غلام نبی صاحب مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودات قانون (تنسیخ) آرڈیننس لاہور، ٹریفک کنٹرول وبس سٹینڈز مغربی پاکستان 1963مصدرہ 2011اور (تنسیخ) آرڈیننس گوجرانوالہ ٹریفک کنٹرول وبس سٹینڈ مغربی پاکستان 1963مصدرہ 2011کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری غلام نبی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔میں

(1) The West Pakistan Bus Stand and Traffic Control Lahore Ordinance 1963 (Repeal) Bill 2011 (Bill No 34 of 2011)

(2) The West Pakistan Bus Stand and Traffic Control Gujranwala Ordinance 1963 (Repeal) Bill 2011(Bill No 35 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ملک فیاض احمد مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودات قانون (ترمیم) فیکٹریاں مصدرہ 2011، (ترمیم) کم از کم اجرت مصدرہ 2011اور (ترمیم) کارکنان روڈ ٹرانسپورٹ مصدرہ 2011کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک فیاض احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! میں

(1) The Factories (Amendment) Bill 2011

(Bill No 30 of 2011)

(2) The Minimum Wages (Amendment) Bill 2011 (Bill No 31 of 2011)

(3) The Road Transport Workers (Amendment) Bill 2011 (Bill No 32 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت و انسانی وسائل کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ڈاکٹر اسد اشرف مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودات قانون (ترمیم) (طبی امداد) زخمی اشخاص مصدرہ 2011، (ترمیم) وبائی امراض، پنجاب مصدرہ 2011 اور (ترمیم) بچوں کو ماں کے دودھ اور غذائیت کا تحفظ، پنجاب مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک فیاض احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں

(1) The Injured Person Medical Aid (Amendment) Bill 2011 (Bill No 12 of 2011)

(2) The Punjab Epidemic Diseases (Amendment) Bill 2011 (Bill No 13 of 2011)

(3) The Punjab Protection of Breast Feeding and Child Nutrition (Amendment) Bill 2011 (Bill No 33 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ملک محمد وارث کلو تحاریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

تحاریک استحقاق نمبرز 60تا64 بابت سال 2009، 11,24,30,36,37 بابت سال 2010 اور 3,10 بابت سال 2011 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک محمد وارث کلو: شکریہ۔جناب سپیکر! میں

تحاریک استحقاق نمبر 60,62,63,64 بابت سال 2009، تحاریک استحقاق نمبر 11,24,30,36,37 بابت سال 2010 تحاریک استحقاق نمبر 3,10، بابت سال 2011 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب رانا محمد ارشد صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! مستی خیل صاحب نے اپنی تقریر میں [*****] کہا ہے انہیں ممبران کے بارے میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے لہذا آپ سے استدعا ہے کہ وہ الفاظ کارروائی سے حذف کروادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر کوئی ایسی بات ہے تو میں check کر لیتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: اس اسمبلی میں سوائے ایک ممبر کے سب گریجویٹ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھئے گا۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! شاید میرے بھائی رات کو سوئے نہیں ہیں اس لئے alert نہیں بیٹھے ہوئے تھے میں نے یہ کہا ہے کہ جو پرائمری وڈیروں والی سوچ مسلط ہے میں نے اس سوچ کے خلاف کہا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بات نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،آپ تشریف رکھیں۔جو بات ہے ہم اسے دیکھ لیں گے۔ جی، رانا صاحب!

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

بحث

سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): علامہ اقبال زندہ باد، قائد اعظم زندہ باد، میاں محمد نواز شریف زندہ باد۔جناب سپیکر! آج معزز ممبران نے آپ کی وساطت سے چوتھے بجٹ کی بحث میں حصہ لیا اور آپ نے مجھ جیسے ممبر کو بھی موقع دیا۔پوری دنیا دیکھ رہی ہے اور میڈیا کی آنکھ سے کوئی چیز نہ چھپی ہے، نہ چھپ سکتی ہے۔یہ چوتھا بجٹ خادم اعلیٰ پنجاب نے میاں محمد نواز شریف کے vision پر پیش کیا اور اس چیز کا credit بھی مسلم لیگ (ن) کی قیادت اور حکومت پنجاب کو جاتا ہے کہ ہم نے اپنے بھائی کامران مائیکل جن کا تعلق اقلیتوں سے ہے ان کو یہ حق دیا اور یہ ثابت کیا کہ اس پارٹی میں ممبر کی عزت ہوتی ہے، جو محنت کرتا ہے، جو دن رات لگن کے ساتھ ملک و قوم کے لئے کام کرتا ہے اسے credit جاتا ہے۔ان حالات میں 655۔ارب روپے کا بجٹ پیش کیا ہے جس میں ممبران اسمبلی، کیبنٹ، سول سوسائٹیز کے لوگ، کالم نگار اور فہم و فراست سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے تقریباً چھ ماہ مسلسل مشاورت کرنے کے بعد یہ بجٹ بنایا گیا جو کہ غریب پرور بجٹ ہے۔یہ بجٹ مزدور اور زمیندار دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ جس طرح پورے پاکستان میں سیلاب آیا، پنجاب کے گیارہ اضلاع میں تقریباً 62لاکھ افراد بُری طرح متاثر ہوئے اور ان کے گھر بار بہہ گئے۔ان کے پاس کھانے کے لئے روٹی تک نہیں تھی اور وہ اپنے بچوں اور خاندان کے دوسرے افراد کو لے کر باہر سڑکوں پر بیٹھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ میاں محمد شہباز شریف نے ان کی بحالی کے لئے جو کوششیں کیں ان کے بارے میں ساری دنیا کو علم ہے اور وہ قابل ستائش ہیں۔ ساڑھے تین چار مہینوں میں میاں محمد شہباز شریف صاحب نے 45 سے زیادہ دورے کئے اور دن رات ان بے گھر لوگوں کے ساتھ رہ کر یہ ثابت کیا کہ ان کے دکھ

درد میں مسلم لیگ (ن) کی پوری قیادت شریک ہے۔ ہم نے اپنے ان بے گھر بھائیوں کی مدد کے لئے تقریباً18۔ارب روپے خرچ کئے ہیں۔

جناب سپیکر! اپوزیشن کے ساتھی سستی روٹی سکیم پر تنقید کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ روٹی کھانے سے غریب کے منہ سے دعا نکلتی ہے اور اس کو احساس ہوتا ہے کہ یہ علامہ اقبال اور قائداعظم کا پاکستان ہے۔یہاں پر روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والوں نے اس قوم کو کیا دیا ہے؟ انہوں نے اس قوم کو بجلی اور سوئی گیس کی بندش کا تحفہ دیا ہے۔آج پورے پنجاب کے اندر تقریباً68ہزار انڈسٹریز کے یونٹس بجلی اور گیس کی بندش کی وجہ سے بُری طرح متاثر ہو چکے ہیں۔ پہلے انڈسٹری میں مزدور تین تین شفٹوں میں کام کرتے تھے جب سے18/18 گھنٹے بجلی کی لوڈشیڈنگ شروع ہوئی ہے تو فیکٹریوں میں کام نہیں ہو رہا اور مل مالکان مزدور کو پوری تنخواہ نہیں دیتے۔ جب دس ہزار تنخواہ لینے والے کو پانچ ہزار روپے ملیں گے تو اس کے بچے لامحالہ روئیں گے۔ میں آپ کی وساطت سے آصف علی زرداری اور یوسف رضا گیلانی کو کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی عوام کو اس بجلی اور گیس کی بندش سے نجات دلائیں۔ جس طرح پاکستان کی عوام نے آپ کو18۔فروری2008 کو mandate دیا اس کا خیال کریں اور لوگوں کو ان مشکلات سے نجات دلائیں۔

جناب سپیکر! پچھلے نو سالہ آمریت کے ذمہ دار ملک چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ پاکستان کی عوام کا کیا قصور ہے کہ اس پر چار مختلف جرنیلوں نے بندوق کی نوک پر حکمرانی کی اور پاکستانی عوام کی آزادی کے 34 سال بندوق کی نوک پر سلب کئے؟ مجھے یہ کہنا ہے کہ پاکستان کا پہلا ڈکٹیٹر ایوب خان تھا اور کس کو نہیں پتا کہ اس کی گود میں بیٹھنے والا وزیر داخلہ اور وزیر خارجہ کون تھا؟ آمریت نے پاکستان اور جمہوریت پر مختلف ادوار میں وار کئے ہیں۔ قائداعظم کی بہن محترمہ فاطمہ جناح جس نے دن رات تحریک پاکستان میں کام کیا اس کو ایلکشن میں ہرا کر ایوب خان نے کون سا کارنامہ سرانجام دیا تھا؟

جناب سپیکر! مجھے آج آپ کی وساطت سے یہ کہنا ہے کہ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے جو وعدہ کیا تھا اس پر سو فیصد عمل کیا ہے۔ ہم 20ہزار نوجوانوں کو ییلو کیب سکیم کے تحت گاڑیاں دیں گے تاکہ وہ محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کو رزق حلال کی روٹی کھلا سکیں۔ ہم نے پورے پنجاب کے ایک لاکھ topper students کو لیپ ٹاپ دیئے ہیں تاکہ غریب اور محنت کرنے والے لوگوں کے بچوں کا خواب بھی پورا ہو سکے۔ جب یہ محنت کرنے والا ذہن ترقی کرے گا تو پاکستان خوشحال ہو گا اور بے روزگاری کا خاتمہ ہو گا۔ ہم نے مکینیکل تنور لگائے ہیں تاکہ غریب کے بچے کو-/2روپے کی روٹی

ملے۔پورے پنجاب کے اندر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت 6۔ارب روپے سے غریبوں کے بچوں کی فیسیں دی گئیں اور تقریباً11لاکھ طلباء مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔انڈوومنٹ فنڈ پہلے 6۔ارب روپے تھا جبکہ اب اس کو بڑھا کر 8۔ارب روپے کر دیا گیا ہے۔اس سے تقریباً16ہزار طلباء مستفید ہوئے ہیں اور اب آئندہ سال انشاءاللہ میاں محمد شہباز شریف کے vision پر تقریباً25ہزار طلباء مستفید ہوں گے۔وہ LUMS اور غیر ملکی یونیورسٹیوں میں پڑھیں گے۔ایچی سن کالج میں پڑھنے کا حق پہلے صرف وڈیروں کے بچوں کو تھا اب میاں محمد شہباز شریف نے غریب لوگوں کے بچوں کو ایچی سن level کی تعلیم دلانے کی خاطر دانش سکول بنائے ہیں۔دانش سکول میں ایم پی اے یا ایم این اے کے بچوں نے نہیں پڑھنا بلکہ وہاں پر ان غریبوں کے بچوں نے تعلیم حاصل کرنی ہے کہ جن کا خواب پاکستان تھا اور جن کے آباؤاجداد نے قربانیاں دے کر یہ پاکستان بنایا تھا۔

جناب سپیکر!آج پنجاب کے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک کیوں روا رکھا جا رہا ہے؟18گھنٹے بجلی کی لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے۔جب دو دو دن سوئی گیس نہیں ملے گی،سی۔این۔جی سٹیشن بند ہوں گے تو پھر غریب کیا کریں گے،آج امریکہ کی پاکستان کے اندر بڑھتی ہوئی مداخلت کے ذمہ دار کون ہیں؟ڈرون حملوں پر دستخط کرنے والا پرویز مشرف بھاگ گیا ہے۔آج بھی یہ حملے جاری ہیں اور موجودہ حکمران اس کے ذمہ دار ہیں۔پاکستان کی 18کروڑ عوام ان سے خون کا حساب مانگتی ہے۔35ہزار سے زیادہ پاکستانی شہید ہو چکے ہیں،پاکستان کی افواج کے پانچ ہزار سے زیادہ جوان شہید ہو چکے ہیں تو ان 40 ہزار شہداء کا خون کس کے سر پر ہے؟اس کے ذمہ دار ایوان اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر!ہم نے 4۔ارب روپے کی کثیر رقم سے سڑکیں بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ان میں سے 2۔ارب روپے کی سڑکیں کھیتوں سے منڈیوں تک رسائی کے لئے بنائی جائیں گی۔جن کو مفت ادویات ہضم نہیں ہو رہی ان کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے لیکن ہم نے ببانگ دہل کہا ہے کہ ہم نے میاں نواز شریف کی قیادت میں پاکستان کو مضبوط بنانا ہے۔یہ کیسی جمہوریت ہے کہ یہاں پر حاجیوں کی جیبوں کو بھی خالی کیا جاتا ہے؟یہاں پر رینٹل پاور پراجیکٹ کے نام پر غریبوں کے ٹیکسوں سے اکٹھی ہونی والی رقوم کو کھایا جاتا ہے۔یہ کیسا پاکستان ہے کہ جس کا وزیر خارجہ نہیں ہے؟ہیلری کلنٹن جس کی وزیر خارجہ آ کر بنتی ہے۔مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ آج پاکستان کا وزیر دفاع اپنے گھر کیوں بیٹھا ہوا ہے،آج پاکستان کے حالات کیوں خراب ہیں اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟پاکستان کی 18کروڑ عوام یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہمیں آئی ایم ایف کے قرضے نہیں چاہئیں بلکہ ہمیں اپنے ملک کی خود مختاری

چاہئے۔ ہمیں آئی ایم ایف کی وہ امداد نہیں چاہئے کہ جس کے بدلے میں پاکستانیوں کی جانیں قربان ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم کتنے شہداء کے بدلے میں ڈالر لو گے اور پاکستان کے نوجوانوں کو شہید کراؤ گے ؟ ڈاکٹر عافیہ کو امریکہ کے حوالے کرنے والو! اگر اب تم اپنا احتساب نہیں کرو گے تو پاکستان کی 18 کروڑ عوام تمہارا احتساب کرے گی۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں بجٹ کی بات کرنے سے پہلے آپ کی وساطت سے ہاؤس کے ممبران سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ جس دن سے یہ بجٹ اجلاس شروع ہوا ہے میں روزانہ صبح جب فیصل آباد سے لاہور آتا ہوں تو ایک منظر دیکھتا ہوں۔ وہ منظر پٹرول پمپ کے اوپر رَش کا ہے۔ لائنیں لگی ہوئیں اور لوگوں کی گاڑیاں سڑکوں پر رُکی ہوئیں ہیں۔ بچے، عورتیں اور مرد دھوپ میں جل رہے ہیں۔ دھکا لگا کر پٹرول پمپ تک آ رہے ہیں۔ جس پٹرول پمپ پر گیا وہاں پر -/120 روپے سے لے کر -/150 روپے تک فی لٹر پٹرول فروخت ہو رہا ہے اور اوپر سے سی این جی کے ناغے ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک اور صوبے کے یہ حالات ہیں۔ شاید بھول گئے ہیں کہ ہم کس مقصد کے لئے لوگوں سے ووٹ لے کر یہاں پر آئے، میں سوچنے کی دعوت دیتا ہوں، آیئے سوچیں کہ پچھلے تین سالوں کے اندر ہم نے عوام کے لئے کیا کیا ہے ؟ پٹرول غائب، گیس غائب، بجلی غائب اور بے روزگاری حاضر۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مت خوشیاں منایئے، مت thumping کیجئے کیونکہ یہ خوش ہونے کی بات نہیں ہے، یہ ہمارے لئے سوچنے کا لمحہ ہے، میں یہ بات پارٹی affiliation سے بالاتر ہو کر کر رہا ہوں اور ہم سب اس کے اندر برابر کے ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم یہاں پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے میں پھنسے ہوئے ہیں، ہم ایک دوسرے کے اوپر فقرے کسنے میں پھنسے ہوئے ہیں، ہم یہاں پر اس اسمبلی کو تھیٹر بنانے کے شوق میں موجود ہیں۔ خدارا! سوچئے، یہ وقت ہے کہ ہم آج سے تین سال پہلے جن لوگوں سے کچھ وعدے کر کے آئے تھے، کچھ دینے کا کہہ کر آئے تھے اور ہم نے کچھ دیر کے بعد پھر جانا بھی ہے۔ اگر ہم اسی روش پر لگے رہے تو یقین کیجئے کہ مجھے اُس دیوار کے اوپر لکھا ہوا نظر آ رہا ہے کہ عوام کے ہاتھ ہوں گے اور ہماری گردنیں ہوں گی اور ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، عبدالرحمٰن رانا صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: آج ہمارے ایک سینئر سیاستدان سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ نے کچھ باتیں کہیں، میں اُن کی بھرپور طریقے سے تائید کرتا ہوں اور یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قابل بنائے کہ وزیر قانون صاحب اور ہماری پیپلز پارٹی کے لیڈران اُن باتوں پر قائم رہیں کیونکہ یہ باتیں بہت دفعہ ہوئیں لیکن ہر دفعہ "وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا" والی بات ہو گئی۔

جناب سپیکر! اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ اس بجٹ پر مجھے تنقید کا حوصلہ ہے، نہ مجھے تعریف کا حوصلہ ہے کیونکہ یہاں پر تنقید برائے تنقید اور تعریف برائے تعریف کا رواج ہے اور اس میں پھر ہم ساری کی ساری حدیں پھلانگ جاتے ہیں۔ مجھے آج یہ بجٹ ہندسوں کا مجموعہ اور الفاظ کا گورکھ دھندہ لگ رہا ہے تو میں اس پر کیا بات کروں کیونکہ ٹھیک ایک سال بعد اسی بجٹ پر ایک ضمنی بجٹ آئے گا اور ہمیں کہا جائے گا کہ اس کو پاس کر دیں اور ہم اس ضمنی بجٹ کو پاس بھی کر دیں گے کیونکہ صدیوں سے یہ رواج چلا آ رہا ہے۔ میری دانست کے اندر ضمنی بجٹ ایک غلط روایت ہے اور یہ سب سے زیادہ loose financial management کا نتیجہ ہے۔ اُن planners نے اس کی اختراع پیدا کی جو ٹھیک طور پر planning نہیں کر سکتے اور وہ اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لئے ضمنی بجٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ اصل میں ضمنی بجٹ اسمبلی کے استحقاق کے خلاف ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ اسمبلی ایک محکمہ کے لئے ایک سو ارب روپیہ منظور کرتی ہے کہ وہ محکمہ اتنا روپیہ خرچ کر سکتا ہے اور وہ محکمہ 120- ارب روپیہ خرچ کر کے آ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو خرچ کر آیا ہوں اس کو منظور کریں۔ آج تک کبھی یہ ہوا کہ اُس محکمہ نے 20- ارب روپیہ جو اضافی خرچ کیا آپ نے نامنظور کیا ہو تو اس اسمبلی کا یہ کیسا استحقاق ہے، ہم کس چیز کا بجٹ پاس کر رہے ہیں اور ہم کس چیز کی اجازت دے رہے ہیں کہ جس پر عمل ہی نہیں ہونا۔ میری تجویز ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کو اس کے اندر involve کریں، کیا یہ بجٹ سٹینڈنگ کمیٹی برائے فنانس کے ذریعے آیا، جو محکمہ جات زیادہ خرچ کرتے ہیں یا جو محکمہ جات پورا بجٹ خرچ نہیں کر سکتے کیا وہ محکمہ جات اپنی اپنی سٹینڈنگ کمیٹیوں کو جوابدہ ہیں؟ اگر آپ اس میں سٹینڈنگ کمیٹی برائے فنانس کو involve کریں اور وہ بجٹ کو quarterly monitor کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ ضمنی بجٹ آنے کا جواز پیدا ہو۔ اسی طرح اگر کسی محکمہ کو فالتو رقم چاہئے یا کوئی محکمہ اپنے بجٹ کو surrender کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی سٹینڈنگ کمیٹی کے ذریعے سٹینڈنگ کمیٹی برائے فنانس کے پاس جائے کیونکہ سٹینڈنگ کمیٹیاں بھی اسمبلی کا ایک organ ہیں اور ہم سمجھیں گے کہ اس معاملے میں اسمبلی involved ہے اور جب یہ

ضمنی بجٹ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ذریعے آئے گا پھر آپ یہ دعویٰ کیجئے کہ جناب! یہ عوامی بجٹ ہے۔ باؤ لوگوں کے بنے ہوئے بجٹ کو ہم عوامی بجٹ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایک سیکشن افسر نے آپ کو یہ بجٹ دے دیا وہ ایک ڈپٹی سیکرٹری، ایک ایڈیشنل سیکرٹری اور سیکرٹری سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچ گیا ہے اور پھر اسی لئے ضمنی بجٹ آنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! میں ابھی اس بجٹ کی حالت آپ کو بتانا چاہوں گا۔ اگر ہم بجٹ کے White Paper کے صفحہ نمبر 51 پر آ جائیں تو Education Sector میں original allocation 68,253 ملین روپے تھی جبکہ 46,735 ملین روپے خرچ ہوا، Infrastructure Development کے اندر 59,260 ملین روپے allocation تھی اور 47,911 ملین روپے خرچ ہوا۔ اسی طرح چلتے جائیں تو کوئی ایک محکمہ بھی ایسا نہیں، کوئی ایک سیکٹر بھی ایسا نہیں جس نے اپنا پورا پیسا خرچ کیا ہو۔ جہاں پر فضول خرچی اور رقم سے زائد خرچ کرنا جرم ہے وہاں پر خرچ نہ کرنا بھی جرم ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس White Paper کے اندر جو figures دی گئی ہیں اس حساب کتاب کے مطابق ہمارے بابو حضرات ہماری قوم کو ایک سال پیچھے لے گئے ہیں۔ اگر یہ رقم پچھلے سال خرچ ہو جاتی تو میرا خیال ہے کہ صوبہ پنجاب کافی آگے جا چکا ہوتا۔ اس سے تین چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ نمبر 1، پچھلے سال ہماری planning غلط تھی تو کیا کسی نے اُن سیکرٹریوں کو پکڑا، کیا اُن سے جواب طلبی ہوئی؟ نمبر 2، اگر planning غلط نہیں ہوئی تو اُن محکمہ جات کی اس رقم کو خرچ کرنے کی capacity نہیں تھی، کیا کسی نے اُس capacity building کے لئے اس بجٹ میں پیسا رکھا؟ نمبر 3، اگر planning بھی ٹھیک تھی اور capacity بھی تھی تو پھر یہ inefficiency ہے، میرا خیال ہے کہ ان تینوں صورتوں میں کسی نہ کسی کو ضرور ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہئے تھا جو کہ ذمہ دار نہیں ٹھہرایا گیا۔ اسی طرح nonproductive departments کا خرچہ کم کرنا چاہئے، نہ کہ ہم ہر سال اس کو بڑھاتے جاتے ہیں۔ میں آپ کو اس کی تین مثالیں دوں گا، محکمہ پولیس، محکمہ جیل اور عدالتیں۔ ان تینوں محکمہ جات کا خرچہ 50 فیصد سے بھی زیادہ reduce کیا جا سکتا ہے، وہ اس طرح کہ بجائے اس کے کہ ہم پولیس فورس بڑھاتے رہیں، بجائے اس کے کہ ہم عدالتیں بڑھاتے رہیں، بجائے اس کے کہ ہم جیلیں بناتے رہیں، ہم کوئی ایسی سکیم تیار کریں، کوئی ایسا منصوبہ بنائیں کہ جس سے لوگ عدالتوں میں کم جائیں، جس سے لوگ پولیس کے پاس کم جائیں، جس سے لوگ جیلوں میں کم جائیں اور اس کا طریقہ ہمارے پڑوسی ملک میں پنچایت کا ہے یا ہمارے ہاں بھی یہ طریقہ کسی وقت خدمت کمیٹیوں کی شکل میں رائج ہوا تھا، وہ کامیاب تجربہ تھا مجھے نہیں

سمجھ آتی کہ وہ اسی مسلم لیگ (ن) کا ہی ایک منصوبہ تھا جو بہت کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ ماضی میں آپ کے جو منصوبے کامیاب ہوئے اُن کو دوبارہ کیوں نہیں دہرایا جاتا اور جو منصوبے فیل ہوئے اُن منصوبوں کو دہرایا جا رہا ہے۔ اگر آپ پنچایت سسٹم یا خدمت کمیٹیوں کی طرح کا کوئی سسٹم لے آئیں جس میں چھوٹے چھوٹے مسائل، چھوٹے چھوٹے مقدمے اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے گلی محلوں کے اندر حل ہو جائیں تو پولیس پر بھی بوجھ کم ہو گا، جیل پر بھی بوجھ کم ہو گا اور اسی طرح سے عدالتوں پر بھی بوجھ کم ہو گا۔۔۔

جناب سپیکر! آپ مجھے وقت کی تقسیم کا کوئی فارمولا بتا دیجئے کہ یہ پانچ منٹ کہاں سے آ گئے؟ لوگوں نے بجٹ پر آدھا آدھا گھنٹہ تقریر کی ہے۔

جناب سپیکر: آپ اپنی پارٹی کے لیڈر سے پوچھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! مجھے کسی نے نہیں بتایا کہ پانچ منٹ بات کر سکتا ہوں۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں بیٹھ جاتا ہوں لیکن مجھے بتایا جائے کہ ایسا کیوں ہے اگر یہاں پر میرٹ نہیں ہو گا اور اصولوں پر بات نہیں ہو گی تو پھر کہاں پر ہو گی؟ میرا خیال ہے کہ اسمبلی کے اندر تمام ممبران برابر ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ کوئی منسٹر ہے یا کوئی چہیتا اور چاہنے والا ہے تو میرا خیال ہے کہ میں بطور احتجاج تقریر نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! I am sorry کہ انھوں نے آپ کو نہیں بتایا، یہ ان کا قصور ہے میرا نہیں ہے جنھوں نے Business Advisory Committee میں بیٹھ کر فیصلہ کیا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ کیسی Business Advisory Committee ہے، جس میں بغیر اصولوں کے فیصلے ہوتے ہیں، یہ کیسے لیڈر ہیں؟ مجھے سمجھ نہیں آتی۔

جناب سپیکر: آپ Business Advisory Committee کو کچھ نہ کہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ زیادتی ہے۔ مجھے بتائیے کیا میرٹ اور کیا criteria ہے کہ اُس کو آدھ گھنٹہ دینا ہے اور اس کو پانچ منٹ دیتے ہیں؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! میں آپ کو پانچ منٹ اور دے دیتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہاؤس کا وقت آدھ گھنٹہ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔ جی، رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! White Paper کے صفحہ نمبر 35 میں عدالتوں کے اوپر جہاں پچھلے سال 6507 ملین روپے خرچ ہوئے اس دفعہ 8253 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح پولیس کے اوپر پچھلی دفعہ 51 ہزار ملین روپے اور اس دفعہ 52 ہزار ملین روپے رکھا گیا۔ اس پیسے کی بچت کی جا سکتی ہے اور یہی پیسا ترقیاتی کاموں پر خرچ کیا جا سکتا ہے اگر ہم اپنے سسٹم کے اندر تبدیلی لے آئیں۔ اس کے علاوہ دوسری چیز میں یہاں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اسمبلی supreme ہے، قانون سازی کا اختیار رکھتی ہے اور بجٹ پاس کرنے کا اختیار رکھتی ہے تو پھر ہر ادارے کو اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہونا چاہئے۔ عدالتیں پیسا تو اس اسمبلی سے لیتی ہیں لیکن جب جوابدہی کا وقت آتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ ہم نے اس اسمبلی کی پی اے سی کے سامنے پیش نہیں ہونا تو یہ کہاں کی روایت ہے؟ یہ صرف اس صوبے کے اندر ہو رہا ہے جبکہ باقی صوبوں میں ہائیکورٹ کے افسران باقاعدہ پی اے سی کے سامنے جوابدہ ہیں کیونکہ وہ پیسا اسمبلی کے ذریعے لیتے ہیں۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ جو بھی محکمہ یا شعبہ ہو جب وہ پیسا اسمبلی سے منظور کراتے ہیں تو اس کے خرچ کی جوابدہی بھی اس اسمبلی یا اس اسمبلی کے organs کو ہونی چاہئے۔ یہ بہت serious handicap ہے جس کو وزیر خزانہ ضرور دیکھیں گے۔

جناب سپیکر! ہمارے ملک میں لاکھوں کی تعداد میں drug addicts ہیں اور آج تک ان کے متعلق کوئی بھی جامع سکیم تیار نہیں کی گئی۔ اس کے ساتھ ہم ہیپاٹائٹس بی یا سی کے مریضوں کو ملا دیں تو کروڑوں کی تعداد میں یہ لوگ ہیں جن کے متعلق کوئی جامع سکیم تیار نہیں کی گئی۔ یہ کروڑوں لوگ معاشرے پر بوجھ ہیں، اپنے اپنے خاندان پر بوجھ ہیں اور معاشرے اور خاندان کو خط غربت سے نیچے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ میں بڑے دکھ سے بتاتا ہوں کہ میں نے اپنے حلقہ میں ایک مہم چلائی تو ایک گاؤں کے اندر چھ ہزار لوگوں میں سے دس سے بیس سال کی عمر کے تین سو سے زائد بچوں میں ہیپاٹائٹس کے مریض ہیں، بیس سے چالیس سال کی عمر کے چھ سو نوجوان اس مرض میں مبتلا ہیں۔ یہ ہماری work force ہے اور یہ کام کرنے والے لوگ ہیں انھوں نے اپنے خاندانوں کے لئے کمانا تھا، انھوں نے پنجاب کی معیشت کے اندر اپنا حصہ ڈالنا تھا لیکن اب وہ چارپائی پر پڑے گھر اور معاشرے پر بوجھ ہیں۔ اس بجٹ کے اندر ان کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ پچھلی حکومتوں نے اور نہ موجودہ حکومت نے ان کے متعلق سوچا ہے اس لئے میری گزارش ہے کہ drug addicts اور ہیپاٹائٹس کے مریضوں کو ضرور look after کریں اور ان کو معاشرے کے دھارے میں لائیے۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبہ میں ٹھیک ہے کہ رقم بڑھائی گئی ہے لیکن tertiary cut کے اندر بڑھائی گئی ہے اور پرائمری اور سکینڈری کو ignore کیا گیا ہے جبکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پرائمری اور سکینڈری ہیلتھ کو اہمیت دی جائے تاکہ tertiary health پر بوجھ کم ہو، مجھے میرے تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال اور RHC میں وہ علاج ملے جو میں tertiary hospitals میں لیتا ہوں تو مجھے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن وہاں پر علاج کی سہولتیں موجود نہیں ہیں۔ ہم tertiary cure کو strengthen کر رہے ہیں اور ان پر بوجھ بڑھا رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی بھی tertiary hospital میں چلے جائیں تو وہ ہسپتال کم اور پاگل خانہ زیادہ لگتا ہے کیونکہ ڈاکٹر بھی وہاں پر بھاگے دوڑے پھر رہے ہیں، مریض بھی پریشان پھر رہے ہیں اور پیرا میڈیکل سٹاف بھی پھر رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر آدمی اسی طرف بھاگتا ہے کہ وہاں سہولتیں موجود ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے بجٹ میں دیکھا ہے کہ بہت اچھی چیز ہے جس پر میں بجٹ بنانے کی ٹیم کو مبارکباد دوں گا کہ انھوں نے کچھ محکموں کے outcome table بنا دیئے ہیں کہ اگر پیسا دیا گیا ہے تو وہ محکمہ اس سے کیا کرنا چاہتا ہے اور ان کے target بھی fix کر دیئے گئے ہیں لیکن یہ چیز تمام محکموں کے لئے ہونی چاہئے۔ اس کے بعد اس محکمے کے افسران کی کارکردگی ان targets کی achievement پر ہونی چاہئے کہ انھوں نے اس رقم کے against کیا achieve targets کئے ہیں۔ اگر ایسا تمام محکموں کے لئے ہو جائے تو میرے خیال میں بہت اچھے نتائج مل سکتے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ ان outcome کے اندر اس محکمے کی سٹینڈنگ کمیٹی کو involve کرنا چاہئے کہ وہ quarterly اس کو monitor اور evaluate کرے تاکہ اگر محکمہ اپنے targets سے پیچھے رہ رہا ہے تو ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی رفتار کو تیز کرے اور اگر وہ فالتو خرچ کر رہا ہے تو پھر بھی ان کی involvement ہونی چاہئے۔ محکمے اسمبلی کو صرف ایک rubber stamp نہ بنائیں جس طرح ضمنی بجٹ کی صورت میں بنایا جاتا ہے کہ اب تو ہم نے خرچ کر لیا ہے، اب تو آپ اس پر انگوٹھا ضرور لگائیں گے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے منظوری دے دیں۔ اگر سٹینڈنگ کمیٹیاں اس میں involve ہوں گی تو پھر یہ چیز نہیں ہوگی اور اسمبلی جس کی آج کوئی وقعت نہیں ہے، جس کی آج کوئی اتھارٹی نہیں ہے اس کی اتھارٹی اور وقعت کو establish کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! ہمارا المیہ یہ ہے کہ جو ادارے ہمیں پیسے دیتے ہیں ہم ان کو نظرانداز کرتے ہیں اور جو ادارے زیادہ خرچ کرتے ہیں، جہاں پیسا ضائع ہوتا ہے ہم انھیں اہمیت دیتے ہیں۔ میں سیاحت

ڈیپارٹمنٹ اورHuman Resource Development کی بات کرتا ہوں۔یہ دو ادارے ہیں جنھوں نے مستقبل کے اندر ہماری معیشت کو سنبھالنا ہے کیونکہ چند دہائیوں کے بعد ایک وقت آئے گا کہ ہمارے پاس برآمد کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہو گی، ٹیکسٹائل تقریباً ختم ہوتی جارہی ہے جس پر ہمارا انحصار تھا۔ہماری اپنی پالیسیوں کی وجہ سے زراعت تقریباً ختم ہوتی جارہی ہے۔اب یہ دو ادارے سیاحت ڈیپارٹمنٹ اورHuman Resource Development ہیں جو ہماری معیشت کو سنبھالیں گے۔ ہمارے پاس خصوصی طور پرreligious tourism میں بہت اچھا موقع ہے۔آپ دیکھیں کہ سعودی عرب میں حج کا فریضہ ایک دن کا ہے لیکن انھوں نے سال کے 365 دن ایسےrotate کر کے ایسی سکیمیں تیار کی ہیں کہ ان کا پورے کا پورا بجٹ حج اور عمرہ کرنے والوں سے نکلتا ہے۔ہمارے ہاں بھی سکھ مذہب، ہندو مذہب اور بدھ مت مذہب کے ایسے ایسے مراکز ہیں کہ جہاں پر اگر ہم سہولیات مہیا کریں تو ہمارا بجٹ بھی انہی جگہوں سے نکل سکتا ہے۔اس کے لئے ہمیں اپنےreligious tourism کو enhance کرنے اور ترقی دینے کی ضرورت ہے بلکہwar footing پر ضرورت ہے۔میاں محمد شہباز شریف صاحب کا ایک بہت ہی اچھاvision تھا کہ انھوں نےreligious tourism پر ایک کمیٹی بنائی تھی، اس کمیٹی نے پوری رپورٹ دی تھی لیکن میرے خیال میں وہ رپورٹ غالباً دفتروں کی دھول میں چھپ گئی ہے اور اُس رپورٹ سے اربوں روپے کی آمدن ہو سکتی ہے۔وہ رپورٹ پتا نہیں کہاں گئی مگر شاید ہمارے بابو حضرات نہیں چاہتے تھے کہ ہمیں کام کرنا پڑے اس لئے کام نہ کرنے کی وجہ سے وہ میزوں اور الماریوں میں چھپ گئی۔

جناب سپیکر: میجر صاحب!پلیزwind up کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر!میرا ابھی آدھا گھنٹہ نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: نہیں، آدھے گھنٹے سے بھی اوپر ہو گیا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر!میرا آدھا گھنٹہ ہے۔آپ مجھے ثابت کر کے دیں کہ کیا criteria ہے، میں اُسcriteria پر اور امتحان میں پورا کیوں نہیں اترتا جو آدھا گھنٹہ لیتے ہیں؟

جناب سپیکر: یہ بات آپ اپنی پارٹی سے پوچھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں سیاسی تقریر نہیں کر رہا۔اگر میں to the point نہیں ہوں تو مجھے بتا دیں میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ میں ہاؤس کو تجاویز دے رہا ہوں لیکن سیاسی تقریریں کرنے والے تو آدھا آدھا گھنٹہ لے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! میری ایک بات سُن لیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! سب کے لئے ایک اصول بنائیے کیونکہ ایڈوائزری کمیٹی کے آپ Head ہیں۔

جناب سپیکر: اصول کو اپنا رہے ہیں۔ ہم کوئی بے اصولے نہیں چل رہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں یہ نہیں کہہ رہا اور میرے منہ میں خاک کہ میں آپ کو کہوں کہ آپ بے اصولے چل رہے ہیں لیکن آپ ایڈوائزری کمیٹی کے Head ہیں، وہاں پر آپ غلط فیصلے کیوں ہونے دیتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی نہیں۔ وہاں consensus سے فیصلے ہوئے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: وہاں consensus سے فیصلے نہیں ہوئے۔

جناب سپیکر: نہیں، اگر آپ نہیں مانتے تو پھر میں ہاؤس adjourn کر دیتا ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! معاشرہ کہتا ہے کہ میں نے خودکشی کرنی ہے، consensus ہو گیا تو آپ مجھے اجازت دے دیں گے؟

جناب سپیکر: میجر ذوالفقار صاحب! آپ کیوں نہیں کہتے کہ آپ ایڈوائزری کمیٹی میں موجود تھے؟ آپ میجر صاحب کو بتائیں۔ یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اگر چند لوگ اکٹھے ہو کر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خودکشی کرنی ہے تو ہم اُس خودکشی کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات نہ کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ ایسا کریں کہ میرے 35 منٹ میں سے اِن کو 10 منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کے 35 منٹ نہیں ہیں۔ایسے ہی وقت ضائع مت کریں۔ میجر ذوالفقار صاحب! آپ انہیں بتائیں کہ کیا decide ہوا تھا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اگر یہ کوئی بے اصولی بات کریں گے تو میں اُس سے بھی بغاوت کروں گا۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! ایسے نہ کریں اور مہربانی کر کے اس کو wind up کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! چلیں، صرف پانچ منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر: بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کسی کمیٹی کو بھی نہیں مانتے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! آپ حکم کریں میں مانتا ہوں لیکن مجھے سمجھا تو دیں۔ میں محکمہ صحت اور محکمہ تعلیم کی بات کر رہا تھا کہ اِن کا volume اتنا زیادہ بڑھ گیا ہے کہ اِن کے اندر decentralization ضروری ہے کیونکہ ان دونوں محکموں کے اندر کنٹرول mismanagement کی طرف جا رہا ہے اور ultimately ایک confusion پیدا ہو رہا ہے۔۔۔ معزز ممبر مجھے disturb کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! معزز ممبر ہیں اُن سے آرام سے بات کریں اور اِدھر آ کر بیٹھ جائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کیا میں معزز ممبر نہیں ہوں؟

جناب سپیکر: جی، میجر صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں نے تو صرف یہی کہا تھا کہ یہ مجھے disturb کر رہے ہیں بہر حال اِن کی بہت مہربانی کہ وہ یہاں سے اُٹھ کر چلے گئے ہیں اور منسٹر کی سیٹ پر بیٹھ گئے ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے White Paper کے اندر بجٹ تقریر میں 20 ہزار روپے بلاسود قرضوں کا ذکر کیا جو غریبوں کے لئے اچھی سکیم ہے لیکن مجھے کوئی estimate بنا دیں کہ وہ اِن 20 ہزار روپوں سے کیا کر سکتے ہیں؟ میری یہ تجویز ہے کہ اِس رقم کو بڑھایا جائے تاکہ کم از کم ایک غریب آدمی ریڑھی لگا سکے بلکہ میں آپ کو ریڑھی کا estimate بتاؤں تو ریڑھی بھی 15 سے 20 ہزار کی cost میں پڑتی ہے اور اُس پر اگر پھل وغیرہ لگانا ہو تو کم از کم 10 ہزار روپے چاہئیں اس لئے 20 کی بجائے کم از کم 50 ہزار روپے کیا جائے۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ لاہور کے اندر کئی ایسی عمارات ہیں جو باہر شفٹ ہو جائیں تو میرا نہیں خیال کہ کوئی نقصان ہو گا۔ میں چند ایک عمارات کے نام جیسے گورنر ہاؤس، سٹیٹ گیسٹ ہاؤس، سی ایس ایس کی اکیڈمی اور نیپا کے نام لیتا ہوں۔ بتائیں کہ ان جگہوں پر کون سے لوگ پیدل یا بسوں پر آتے ہیں؟ اگر یہ شہر سے 10 میل دُور بھی چلی جائیں تو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ان جگہوں پر آپ وہ دفاتر بنائیں جو پورے لاہور میں کرائے کی کوٹھیوں پر پھیلے ہوئے ہیں اوران کوٹھیوں کا اربوں روپے کرایہ جا رہا ہے۔اگر وہ دفاتر مال روڈ پر point out کی گئی جگہوں پر آ جائیں تو اربوں روپے کی بچت ہوتی ہے اور اُس پیسے سے ترقیاتی کام ہو سکتے ہیں۔اس کے علاوہ GOR State کے اندر کوٹھیوں کے سائز کو کم کیا جائے۔اگر افسروں کو accommodation چاہئے تو انہی کوٹھیوں کے اندر مزید accommodation بنائیں کیونکہ وہاں پر اتنی بڑی کوٹھیاں ہیں کہ آپ کو مزید گھر بنانے کے لئے کسی اور جگہ کی ضرورت نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: میجر صاحب!آپ اچھے اچھے راستے دکھا رہے ہیں۔دیکھ لیں،آپ کی مرضی ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! مجھے پتا ہے کہ مجھے GOR State میں گھر نہیں ملنا اس لئے میں نے آپ کو تجویز دے دی ہے۔ بات یہ ہے کہ آج ہمیں پیسے کی ضرورت ہے اور آج ہم نے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا ہے لیکن صرف پاؤں پر کھڑے ہونے کا نعرہ لگا کر نہیں بلکہ آپ کو وہ مواقع پیدا کرنے پڑیں گے جن سے آپ کے پاس پیسا آئے۔ میں اب اپنے حلقے کی طرف آتا ہوں۔ میری حکومت سے گزارش ہے کہ جڑانوالا میں تحصیل ہیڈ کوارٹر کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بنانے کے لئے تین directives جاری ہوئے تھے لیکن ہماری بیوروکریسی نے تینوں directives ہوا میں اُڑا دیئے ہیں اور اُن پر آج تک عمل نہیں ہوا۔اگر عمل نہیں ہونا تو پھر میری request ہے کہ directives جاری نہ کئے جائیں کیونکہ اگر directives جاری ہوتے ہیں تو اُن پر عمل بھی ہونا چاہئے۔ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اور ٹراما سنٹر کے تین دفعہ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے directives جاری ہوئے لیکن تینوں دفعہ عملدرآمد نہیں ہوا۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ فیصل آباد میں رنگ روڈ، سید والا پُل اور اوکاڑہ فیصل آباد روڈ بہت دیر سے pending چلے آ رہے ہیں۔ میری آخری گزارش یہ ہے کہ ڈویلپمنٹ کے بجٹ میں discrimination نہیں ہونی چاہئے۔آپ مجھے بجٹ نہ دیں، میں کسی سے نہیں مانگوں گا لیکن میرے حلقے کے اندر (ن) لیگ کے ووٹر، سپورٹر اور خیر خواہ ہیں جو انہیں چاہتے ہیں آپ کم از کم اُن کو تو

ڈویلپمنٹ بجٹ سے محروم نہ کیجئے۔ یہ ڈویلپمنٹ بجٹ میری جیب سے نہیں جارہا بلکہ یہ عوام کے ٹیکسوں سے آرہا ہے اور وہ لوگ جن کو آپ ڈویلپمنٹ بجٹ سے محروم کرتے ہیں وہ لوگ بھی اُس ٹیکس کے حصہ دار ہیں۔ آج اگر اُن میں سے ایک آدمی بھی کورٹ میں چلا جائے کہ فلاں جیتے ایم پی اے کے حلقے میں اربوں روپے لگ گئے ہیں لیکن میرے حلقے میں کیوں نہیں لگے تو میرے خیال میں حکومت کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا اس لئے میں حکومت کو شرمندگی سے بچانے کے لئے suggestion دے رہا ہوں کہ اس discrimination کو ختم کریں۔

جناب سپیکر: جی، یہ آپ کی اچھی suggestion ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ تجویز ہر ایک کے لئے ہے۔ یہ صرف (ن) لیگ کے لئے نہیں بلکہ تمام پارٹیوں کے لئے ہے۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! آپ کا بہت شکریہ۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ایک چھوٹی سی request کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! request یہ ہے کہ ابھی ہم ایک ٹائم رکھ لیتے ہیں کیونکہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ٹائم کا پتا نہیں چلتا۔ ابھی حکومتی بنچوں سے تین سپیکر آئے ہیں جنہوں نے بڑی لمبی لمبی تقریریں کی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ٹائم خود دیکھ لیں کہ 15 منٹ میں یہ ختم ہو جائے گا؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میری request یہ ہے کہ دو تین گھنٹے ٹائم بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ابھی دو ممبر بول سکیں گے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: ہم سب دوستوں کا ایک ٹائم رکھیں گے۔

جناب سپیکر: کل کے لئے بڑھا دیں گے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! آج دو گھنٹے کے لئے ٹائم بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر: نہیں، آج نہیں بڑھے گا۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! یہ لوگ ناراض ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: ناراض نہیں ہوں گے۔ جی، آصف منظور موہل صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر آ گئے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میری ابھی بات ختم نہیں ہوئی۔ میری آخری بات کے بعد یہ پوائنٹ آف آرڈر کر لیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان کی فوج نہیں ختم ہونی اور ہمیں موقع نہیں ملنا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ لوں گا۔ میں نے یہاں پر دیکھا ہے کہ سکیموں کے اندر بلاجواز تنقید یا تعریف ہوتی ہے۔ باقی سکیموں کا چونکہ ہمیں detail کا پتا نہیں ہوتا لیکن میں دانش سکول کے متعلق ضرور بات کرنا چاہوں گا کہ یہ ایک اچھی سکیم ہے۔ اگر conceptually اُس کو دیکھا جائے تو اس سے بہتر سکیم کوئی نہیں آ سکتی کیونکہ اس کے far reaching effects ہیں۔ آج کے terrorist کے زمانے میں اس کی بہت زیادہ ضرورت تھی اور ہونی چاہئے لیکن میرا اس پر صرف ایک اعتراض ہے کہ یہ دانش سکول 17 اضلاع میں نہیں بلکہ 36 اضلاع میں آنا چاہئے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس پر خرچ بہت زیادہ ہے میں انہیں بتاتا ہوں کہ کیڈٹ سکول اور ڈی پی ایس پر اس سے زیادہ خرچ آتا ہے۔ یہ اخراجات کی بات نہیں ہے اس سے مت گھبرائیے۔ یہ سکیم visionary ہے اور conceptually بہت اچھی ہے لہذا یہ سکیم میرے ضلع سمیت 36 اضلاع میں آنی چاہئے۔ بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ آصف منظور موہل صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! مجھے کچھ بات کرنے دیں اور آگے بڑھنے دیں کیونکہ ٹائم بہت کم ہے۔ بہرحال فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! باہر ایک جلوس آیا تھا اور لوگ احتجاج کر رہے تھے۔

MR. SPEAKER: Order please, Order please.

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ملک ندیم کامران صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی باہر گئی تھی، میں بھی تھا، راحیلہ خادم حسین صاحبہ اور آمنہ بُٹر صاحبہ بھی تھیں۔ تھانہ فیروز والا ضلع شیخوپورہ میں ایک گنجان آباد علاقے میں ایک کیمیکل فیکٹری میں کام ہو رہا تھا جس میں حادثہ پیش آیا۔ اُس کے پڑوس میں رہنے والے یہاں Speaker Box میں موجود ہیں۔ اس بچے کی والدہ کی death ہوئی جن کا گھر اُس کیمیکل فیکٹری کے بالکل ساتھ تھا۔ ایک اور آدمی بھی موجود ہے جس کے دو بچے بیٹا اور بیٹی اُس واقعہ میں ہلاک ہو گئے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ حادثہ پیش آیا لیکن پولیس نے کارروائی یہ کی ہے کہ انہوں نے پرچہ زیر دفعہ 322 درج کیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایک گنجان آباد علاقے کے اندر انہیں کس آدمی نے این او سی جاری کیا کیونکہ اگر کوئی بھی کیمیکل یا بارود فیکٹری لگتی ہے تو وہ آبادی میں نہیں لگ سکتی۔ اس فیکٹری کو کس نے این او سی جاری کیا اگر ان کے پاس این او سی نہیں تھا تو پولیس نے 322 میں پرچہ درج کیوں کیا؟ اگر پولیس والے کو کوئی تھپڑ مار دے تو ATA-7 دہشت گردی کا پرچہ درج ہوتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ اسے ایک طریق کار کے مطابق لائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ ساری بات ہو چکی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ جب ہم انہیں باہر سے لے کر آئے تو لاء منسٹر صاحب نے ڈی پی او شیخوپورہ سے بات کی جو کل ان کے پاس جائیں گے۔ میری اس ایوان میں یہ گزارش ہے کہ ہماری Law Enforcement Agencies عوامی نمائندوں اور اسمبلیوں کی مداخلت پر ہی کیوں کارروائی کرتی ہیں؟ اگر انہوں نے یہ کارروائی صحیح نہیں کی تو اس پر انہیں سزا ہونی چاہئے۔ صرف یہ نہیں ہے کہ وہ اس کی دفعات کو درست کر کے اس کا چالان submit کر دیں، انہوں نے فیکٹری مالک کو پکڑا، اس سے کوئی تفتیش نہیں کی بلکہ اسے آناً فاناً جوڈیشل ریمانڈ پر جیل بھجوا دیا۔ ان کی compensation کے لئے آج تک کوئی case move نہیں ہوا۔ جب ہم باہر گئے تھے تو یہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ہمیں لپٹ لپٹ کر رو کر پوچھ رہے تھے کہ میری ماں کہاں ہے، میری ماں کہاں ہے؟

جناب سپیکر! جب ہم انہیں لینے جا رہے تھے تو ایک اور جلوس بھی وہاں آ رہا تھا تو ایسی کیا آفت آ گئی ہے کہ ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہئے، کون سی کوتاہیاں ہم میں موجود ہیں جن کی

وجہ سے اسمبلیوں کے باہر لوگ احتجاج کر رہے ہیں اور کیوں ہر کام میں وزیر قانون یا وزیر اعلیٰ کو مداخلت کرنی پڑتی ہے ؟آج بھی رانا ثناء اللہ صاحب نے بڑی مہربانی کر کے فوراًaction لیتے ہوئے کارروائی کے احکامات جاری کئے ہیں لیکن میرا مطالبہ ہے کہ جن پولیس اہلکاروں نے صحیح پرچہ درج نہیں کیاان کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!میں انہیں نہیں بلکہ آپ کو سنارہا ہوں۔آپ اس پرruling دیتے تو اس معصوم بچے کے آنسو پونچھے جاسکتے تھے۔

جناب سپیکر: اس طرح سے تو کارروائی نہیں ہوسکتی کیونکہ جب تک محکمہ کی طرف سے جواب نہیں آجاتا۔

سید حسن مرتضیٰ: کارروائی ہوسکتی ہے۔

جناب سپیکر:Cannot be condemned unheard کسی کوunheard آپcondemn نہیں کرسکتے اور لاء منسٹر صاحب بیٹھے ہیں وہ اس پر اپنا مؤقف دیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!ان کا مؤقف آگیا ہے کیونکہ ان کا مؤقف تو میں نے ہی دے دیا،انہوں نے کیا دینا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!ملک ندیم کامران صاحب، سید حسن مرتضیٰ صاحب اور باقی معزز ممبران جن کی آپ نے ذمہ داری لگائی تھی باہر گئے اور متاثرہ خاندان کے افراد کو لے کر اسمبلی چیمبر میں آئے۔ان کی ایف آئی آر میں نے دیکھی ہے اور ان کی بات بھی سنی ہے۔ میں نے ڈی پی او شیخوپورہ سے کہا ہے کہ کل شام چار بجےsite visit کریں اور ایف آئی آر میں لگائی گئی دفعات سے متعلق ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر سےopinion لیں کہ کیا یہ دفعات درست ہیں کیونکہ prima-facie میں نے جو دیکھا ہے تو اس کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ وہ دفعات درست طور پر نہیں لگائی گئیں۔بہرحال اس کا ایک طریق کار ہے جس کے مطابق ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر سےopinion لے کر اس میں دفعات میں تبدیلی اور کچھ دفعات کا اضافہ ہوجائے گا۔اس کے علاوہ فیکٹری کے مالک کی گرفتاری نہیں ہوسکی باقی کچھ ملزم گرفتار ہیں تو ڈی پی او سے کہا گیا ہے کہ مرکزی ملزم کو بھی فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔دوسرا یہ کہ ساتھ ہی انکوائری کی جائے کہ یہ فیکٹری بغیر لائسنس اور بغیر اجازت نامے

کے رہائشی علاقے میں کیونکر چل رہی تھی اور اس میں کون کون سے محکموں اور لوگوں کا قصور ہے کہ انہوں نے اس چیز کو چیک نہیں کیا؟ یہ ساری بات ہو گئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ دو دن تک اس بارے میں رپورٹ آ جائے گی جسے معزز ایوان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ، جی۔آصف منظور موہل صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور وزیر خزانہ پنجاب جناب کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کا شکر گزار بھی ہوں کہ انہوں نے پنجاب کا جو بجٹ پیش کیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو پتا ہے کہ آپ کے پاس سات منٹ ہیں اور اس سے زیادہ وقت نہیں ملے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): جناب سپیکر! میں کوشش کروں گا کہ اتنے وقت میں مکمل کر لوں۔

جناب سپیکر: جی، کوشش نہیں کریں گے کیونکہ میں وقت نہیں بڑھاؤں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): جناب سپیکر! اگر آپ کوشش کر کے 15 منٹ بڑھا دیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ میں 15 منٹ نہیں بڑھاؤں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): جناب سپیکر! میں انہیں ایک balanced بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ چونکہ وقت بہت مختصر آ گیا تو میں صرف چند ایک points پر بات کروں گا کہ جنوبی پنجاب کو focus کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کی تصحیح بھی کروں گا۔ جنوبی پنجاب کو یہاں پر focus اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس پر ایک صوبہ الگ بنا دیا جائے۔ وہاں اس خطے کو ایک ایسا کھنڈر نما بنا کر پیش کیا جاتا ہے جس کا یہاں کوئی positive role نظر نہ آئے لیکن اگر آپ اس بجٹ کو دیکھیں، پچھلے سال کے بجٹ کو دیکھیں اور ہماری حکومت کے تین سالہ tenure کو دیکھیں تو اس میں مختصراً اگر تجزیہ کریں تو 06-2005 میں 11.79 بلین روپے تھا، 07-2006 میں 17.76 بلین روپے تھا جو صرف اور صرف جنوبی پنجاب کے لئے رکھا گیا تھا جبکہ ہمارے اس tenure کے

اندر 09-2008 میں 25.70 بلین روپے تھا، 10-2009 میں 41.88 بلین روپے، اس کے بعد 11-2010 میں 52.82 بلین روپے جبکہ 12-2011 کے لئے 70 بلین روپے رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کی حق تلفی کہاں کی گئی؟ اگر آپ جنوبی پنجاب کی بات کریں تو صحت اور تعلیم چونکہ انسان کا بنیادی حق ہے اور صحت کے حوالے سے میں یہاں تھوڑی سی گزارش کروں گا کہ بہاولپور میں 400 بستروں کا ہسپتال بنایا گیا تو کیا بہاولپور جنوبی پنجاب کا حصہ نہیں ہے، اسی طرح رحیم یار خان کے شیخ زید میڈیکل کالج کی بلڈنگ کی توسیع کی گئی تو کیا رحیم یار خان جنوبی پنجاب کا حصہ نہیں ہے؟ ملتان اور بہاولپور میں کڈنی سنٹرز کا قیام ہوا، برن سنٹرز کا قیام ہوا اور اس کے علاوہ اگر آپ دیکھیں تو اس وقت ڈی جی خان میں بھی میڈیکل کالج کی منظوری دی گئی تھی جہاں پر بلڈنگ کا ایک حصہ بالکل تیار ہو چکا ہے اور اس ایوان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہاں پر کلاسز کا بھی اجراء ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: ایوان کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): مہربانی۔ جناب سپیکر! ملتان کے اندر بھی ایک برن یونٹ قائم کیا گیا اور اس کے علاوہ ٹراما سنٹر بھی قائم کیا گیا۔ یہ ملتان، ڈی جی خان، رحیم یار خان اور بہاولپور کہاں کے خطے ہیں؟ یہ جنوبی پنجاب کا حصہ ہیں اور اس سے بڑھ کر میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کا پورے جنوبی پنجاب کے غریب لوگوں کی طرف سے اس بات پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس وقت آج جب میں یہاں پر تقریر کر رہا ہوں تو چھ موبائل یونٹس جنوبی پنجاب کے غریب عوام کے علاج معالجے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ جس پر تین سو سے چار سو مریض روزانہ دیکھے جاتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی طرف وزیر اعلیٰ پنجاب کی توجہ ہے یا نہیں، یہ بالکل آپ کے سامنے واضح ہے۔

جناب والا! اگر ہم تعلیم کے میدان میں دیکھیں تو پنجاب انڈوومنٹ فنڈ کے ذریعے وہ بچہ جس کا تعلق جنوبی پنجاب سے تھا وہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایچی سن کالج یا صادق پبلک سکول میں جا سکوں گا۔ میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات ایوان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت انڈوومنٹ فنڈ کے ذریعے جو ہمارا حصہ ہے اس کا تقریباً 15 سے 20 فیصد جنوبی پنجاب کے غریب بچے جو afford نہیں کر سکتے وہ ایچی سن کالج اور صادق پبلک سکول میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ ایک vision ہے اور تعلیم کا ایک میدان ہے۔ اس سے ہٹ کر آپ دیکھیں کہ اپر پنجاب اور سنٹرل پنجاب کے بچوں کو اہمیت دی جاتی تھی، ان کے آپس میں competition کروائے جاتے تھے اور ان کے تقاریری مقابلے

کروائے جاتے تھے مگر جنوبی پنجاب کو ignore کیا جاتا تھا۔ اس حکومت نے یہاں پر کروڑوں روپیہ صرف ان بچوں کو انعام کے طور پر دیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی جن کا تعلق صرف اور صرف جنوبی پنجاب سے تھا۔ میں بڑے فخر سے بات کرنا چاہوں گا اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف کے اس انعام اور تحفے کی جو انہوں نے جنوبی پنجاب کے بچوں کو دانش سکول کی شکل میں دیا۔ یہاں پر بہت واویلا کیا گیا، یہاں بہت سارے قصے کہانیاں سنائی گئیں کہ دانش سکول پر غلط پیسا استعمال کیا گیا ہے اور وہاں پر بچوں کا معیار نہیں ہے۔ اگر وہاں پر یتیم بچے کو اچھا ماحول دیا جا رہا ہے، ایک غریب کو اچھی تعلیم دی جا رہی ہے تو اس کی یتیمی اور اس کی غربت کا مذاق یہاں پر کون اڑا رہا ہے؟ میں بڑے افسوس سے کہوں گا کہ یہاں پر اپوزیشن کے ممبران نے بڑے جوش دار طریقوں سے دانش سکول کو interrupt کیا ہے۔ میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ اپوزیشن کے چند دوست میرے حلقے میں بنے ہوئے چشتیاں سکول کو جا کر دیکھیں، آپ یقین کریں کہ آپ کو جا کر اس بات کا احساس ہو گا کہ ایک بچے نے تعلیم کے میدان میں ایک عام سکول سے اٹھ کر جب دانش سکول میں داخلہ لیا اور وہ ایک یتیم بچہ تھا۔ اس کی اگر کہانی سنیں تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں گے۔ آج اس بچے کی آپ mental approach دیکھیں اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس بچے کی mental approach ہم لوگوں سے بھی زیادہ ہے۔ یہ کہاں سے ہے؟ یہ دانش سکول کی وجہ سے ہے۔ دانش سکول آج اس چیز کی عکاسی کر رہا ہے جو ہمارے معاشرے میں، جس کو آج ہم تمام یک لخت جان ہو کر سوچ رہے ہیں یعنی کہ دہشت گردی، یہ کہاں سے ہمارے اندر داخل ہوئی ہے؟ یہ اس دہشت گردی کا توڑ ہے۔ جس طرح ابھی میجر صاحب نے کہا کہ اس کو 17 نہیں بلکہ 36 اضلاع میں ہونا چاہئے تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میاں محمد شہباز شریف کی یہ سکیم پنجاب سے باہر نکل کر باقی صوبوں میں بھی جانی چاہئے، باقیوں کو بھی اس سے سبق سیکھنا چاہئے اور وہاں پر دانش سکول بنانے چاہئیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چونکہ وقت کی بہت کمی آڑے آ رہی ہے میں تھوڑا سا زراعت کے حوالے سے بھی بتا دوں۔ یہاں پر یہ رونا رویا جا رہا ہے کہ زراعت پر کچھ نہیں ہوا۔ اس بجٹ میں 19۔ ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔ اس 19۔ ارب روپے سے land levelling جسے ہم laser levelling کہتے ہیں، اس کا کام کیا جائے گا، اس رقم سے drip irrigation کا کام لیا جائے گا اور اس کے علاوہ پنجاب میں پختہ کھالے بنائے جائیں گے۔ اس کے علاوہ اگر ریسرچ کی طرف آئیں تو اس طرف بھی وزیراعلیٰ صاحب کی ٹھیک ٹھاک توجہ ہے۔ انہوں نے اس پر مہربانی فرماتے ہوئے ہمیں فنڈز عطاء کئے ہیں۔ اس کے علاوہ

زراعت کے حجم کو دیکھا جائے تو وہ بہت بڑا ہے۔ پورے پاکستان کا دار و مدار زراعت پر ہے۔ میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کو اس بات کی بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے پچھلے سال کسانوں کو ایک ٹارگٹ دیا تھا۔ انہوں نے گندم پر بھی انعامات رکھے تھے اور سبسڈی پر implements دیئے تھے۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جن سے زراعت کی ترقی کی ایک روایت قائم ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں سمجھتا ہوں کہ اس سال بھی جنوبی پنجاب کے کسان کو اس کے حصے کے مطابق بلکہ اس سے بھی زیادہ دیا جائے گا۔

جناب والا! میں آخر میں اس کو بہت ہی مختصر کرتے ہوئے میاں محمد شہباز شریف صاحب کا جنوبی پنجاب کے لوگوں کے ساتھ پیار محبت دیکھتے ہوئے اس بات کے ثبوت کے ساتھ کہ آج تک کوئی بھی حکمران وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم یا صدر جنوبی پنجاب میں اتنے دورے نہیں کر سکا جتنے میرے قائد نے کئے۔ سیلاب کے دن ہوں، رمضان بازار ہو یا زراعت کا event ہو وہ وہاں پر پہنچے ہیں۔ میں اپنے ضلع کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ بہاولنگر پسماندہ ترین ضلع ہے اور وہاں پر بھی وزیر اعلیٰ صاحب چھ دفعہ گئے ہیں۔ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 16۔ جون 2011 صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ جو حضرات بجٹ بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام لکھوا دیں۔

302

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

جمعرات،16۔جون2011

(یوم الخمیس،13۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10بج کر53منٹ پر زیر صدارت
جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا
لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ وَلَوۡ أَنَّهُمۡ إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ جَآءُوكَ
فَٱسۡتَغۡفَرُواْ ٱللَّهَ وَٱسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُواْ ٱللَّهَ
تَوَّابٗا رَّحِيمٗا ﴿٦٤﴾

سورۃ النّسَاء آیت 64

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اے محبوب ﷺ تو آپ کے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں(64)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

ہمیشہ ہے پیشِ نظر سبز گنبد
ہے گویا میرا ہم سفر سبز گنبد
طلب کس ضیاء کی ہے اہلِ جہاں کو
جہاں میں ہے جب جلوہ گر سبز گنبد
تبسم کی خیرات دیتا رہے گا
زمانے کو شام و سحر سبز گنبد
ضیاء مرے قلب و نظر کی ہے تائب
وہ پُر نُور جالی وہ سر سبز گنبد

پوائنٹ آف آرڈر

ڈاکٹر محمد اختر ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پریس کلب ملتان کے سامنے طلباء کے احتجاج میں ایسوسی ایٹ پریس (جہانگیر نون) کی ہلاکت

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! ملتان میں کل ایک بڑا افسوسناک واقعہ ہوا ہے۔ کل پریس کلب ملتان کے سامنے کچھ طلباء احتجاج کر رہے تھے تو اُس دوران وہاں سے ایمبولنیس پر ایک مریض Cardiology Hospital لے جایا جا رہا تھا تو پریس کے دوستوں نے کہا کہ اس ایمبولنیس کو گزرنے دیں اس پر احتجاج کرنے والے annoyed ہوئے، انہوں نے ایمبولنیس پر اور اس کے ساتھ ساتھ پریس والوں پر حملہ کیا اور پریس کلب کو بھی تہس نہس کر دیا۔ وہاں پر جہانگیر نون جو کہ ایسوسی ایٹ پریس ہیں اُن کو اینٹ لگی اور وہ موقع پر جاں بحق ہو گئے۔ یہ انتہائی افسوسناک واقعہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ پریس کی آزادی پر حملہ کے مترادف ہے۔ میں آپ کی وساطت سے اس واقعہ کی شدید مذمت کرتا ہوں اور میری یہ درخواست ہو گی کہ ہم پریس کے دوستوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کریں اور جن لوگوں نے وہاں پر یہ وقوعہ کیا ہے انہیں فوری گرفتار کیا جائے اور اس معزز ایوان کو اُس کی رپورٹ سے مطلع کیا جائے۔

چودھری ظہیر الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

پنجاب کے دریاؤں میں پچھلے سال سے بھی زیادہ طوفانی تباہی کا خدشہ

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں آج کے اخباروں کی ایک خبر کے حوالے سے گزارش کرنا چاہتا ہوں اور چونکہ چیف منسٹر صاحب بھی یہاں پر روزانہ تشریف لاتے ہیں اور لاء منسٹر صاحب بھی اس وقت ہاؤس میں موجود ہیں تو آج National Disaster Management نے خبر دی ہے کہ اس دفعہ بھی پنجاب کے اندر سے گزرنے والے دریاؤں میں طوفانی تباہی پچھلے سال سے زیادہ کیوسک کی آ سکتی ہے۔ میں پہلے بھی یہاں پر عرض کر چکا ہوں کہ پچھلے سال کے سیلاب پر بنائی جانے والی کمیٹی کی رپورٹ ابھی تک submit نہیں ہوئی، میری گزارش یہ ہے کہ low laying areas کے لئے جو

managementکرنی ہے۔یہاں پر ہماری کابینہ کے ذمہ دار ممبران تشریف فرما ہیں اور ہم اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ National Disaster Managementنے warnکیا ہے کہ اس دفعہ پھر پچھلے سال سے زیادہ سیلاب کی توقع ہے تو میں اس وجہ سے یہ چیز جناب کی وساطت سے چیف منسٹر صاحب، کابینہ اور انتظامیہ کے علم میں لانا چاہتا تھا۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ڈاکٹر محمد اختر ملک صاحب نے ملتان کے جس واقعہ سے متعلق یہاں پر بات کی ہے وہ واقعہ انتہائی افسوسناک ہے اس لئے میں بھی اُس واقعہ کی پُرزور مذمت کرتا ہوں، اس معزز ایوان اور پریس گیلری میں بیٹھے ہوئے اپنے صحافی بھائیوں کو بھی یہ یقین دلاتا ہوں کہ اس واقعہ کے ذمہ داران کو قرار واقعی سزا دی جائے گی اور اس سے متعلق preliminary and after investigation reportکو بھی اس معزز ایوان میں پیش کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! چودھری ظہیر الدین خان نے جو بات کی ہے، یہ درست ہے کہ یہ خطرہ موجود ہے کہ اس مرتبہ بھی سیلاب شاید پنجاب کے ان علاقوں کو متاثر کرے جن میں پچھلے سال بہت زیادہ تباہی مچی تھی بہرحال اس سلسلے میں آج سے دو دن قبل وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے خود میٹنگ لی اور detailsمیں جا کر ان چیزوں کو دیکھا، ان پر فیصلے کئے اور سیکرٹری آبپاشی کو باقاعدہ یہ کہہ دیا گیا ہے کہ وہ اگلے دو ہفتے اُسی areaمیں stayکر کے تمام بند اور ان کے متعلقہ ہونے والے کام کو اپنی نگرانی میں completeکروائیں لہذا میں معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں پنجاب حکومت اور وزیراعلیٰ پنجاب کا بھرپور focusہے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب سے میری گزارش ہے کہ پچھلے سال کے سیلاب کے بارے میں جسٹس منصور علی شاہ کی رپورٹ کو بھی منظر عام پر لایا جائے اُس کو اس ہاؤس میں پیش کیا جائے اور اُس رپورٹ کو پریس کو releaseکیا جائے تاکہ ہمیں پتا تو لگے کہ جوڈیشل انکوائری نے کس کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور پچھلے سال کس وجہ سے اتنی تباہی ہوئی ہے۔اُس کو ایک secret documentکی طرح کیوں چھپا لیا گیا ہے، اُس کو منظر عام پر آنا چاہئے۔لاء منسٹر صاحب بتادیں کہ اس رپورٹ کو کب پیش کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اُس رپورٹ میں as such ذمہ داری کا تعین کیا گیا تھا اور نہ ہی کسی کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا البتہ محکمہ کے بعض افسران کے بارے میں یہ ضرور کہا گیا کہ انہوں نے اپنے کام کو پوری efficiency سے سرانجام نہیں دیا اور اُن کے متعلق بھی اُن کے remarks میں کہا گیا کہ کچھ کے خلاف disciplinary کارروائی کی جائے اور کچھ افسران کو ٹرانسفر کرنے سے متعلق کہا گیا۔ اُس کے متعلق ایک کیبنٹ سب کمیٹی بنی تھی اُس نے اُن سفارشات کا جائزہ لینے کے بعد اُن پر عملدرآمد کر دیا ہے اور وہ رپورٹ پریس کو تو پہلے ہی جاری ہو چکی ہے اور اسی اجلاس میں وہ رپورٹ اس معزز ایوان میں بھی رکھ دی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ

تعزیت

پریس کلب ملتان کے واقعہ میں جاں بحق ہونے والے ایسوسی ایٹ پریس جہانگیر نون کے لئے دعائے مغفرت

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! پریس کلب ملتان کے واقعہ میں جاں بحق ہونے والے جہانگیر نون کے لئے اس ایوان میں فاتحہ خوانی کی جائے، اس طرح سے اُن کے ساتھ اظہار یکجہتی بھی ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، فاتحہ خوانی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر جہانگیر نون ایسوسی ایٹ پریس کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں نے آج سے دس دن پہلے پریس کانفرنس کی تھی اور میں نے میڈیا کو یہ رپورٹ دی تھی۔ یہ رپورٹ جنوری میں final ہوئی تھی لیکن پنجاب حکومت نے اس کو پیش نہیں کیا۔ اس رپورٹ میں سیکرٹری پر مکمل طور پر ذمہ داری ڈال دی گئی تھی۔ انھوں نے اس سیکرٹری کو Irrigation سے بدل کر Power میں لگا دیا۔ میری اس میں گزارش ہے کہ رپورٹ

میں اور بھی بہت سے لوگوں کے بارے میں واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ ان کے خلاف action ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس رپورٹ کے اوپر جو کابینہ کی کمیٹی بنی تھی میں اس کا ممبر تھا۔ میں پورے وثوق سے محترم قائد حزب اختلاف سے یہ عرض کروں گا کہ سیکرٹری کے متعلق یہی کہا گیا تھا کہ ان کو اگلے season سے پہلے ہٹا دیا جائے اور کچھ لوگ جو on-site ہوتے ہیں ان کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ ان لوگوں نے پشتوں کی مرمت، صفائی اور مضبوط کرانے کی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اس لئے ان کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جائے تو وہ کارروائی جاری ہے۔ اگر اس میں سیکرٹری کا بھی کردار سامنے آیا تو بالکل ان کے خلاف بھی کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: جب یہ رپورٹ ہاؤس میں آئے گی تو اس کے بعد ہم اس کا فیصلہ کریں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہماری پاک افواج کی پاکستان کے لئے بے شمار خدمات ہیں۔ اب بھی پاک فوج کے جوان دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں اور اپنی جانوں کی بے شمار قربانیاں دے رہے ہیں۔ میں اپنی پاک فوج کو سلام اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ پاک فوج کے جوان جو محاذوں پر کھڑے ہو کر پاکستان کا دفاع کر رہے ہیں اس پر میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے پاک فوج کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ ہم آئی ایس آئی کو بھی خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اس مشکل وقت میں جب پورے ملک اور قوم کو پاک افواج کے ساتھ کھڑا ہونا چاہئے کچھ لوگ ان کو تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے دفاع کے لئے یہ بہتر نہ ہوگا اس لئے ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ پاک افواج کو تنقید کا نشانہ نہ بنایا جائے بلکہ ان کے ساتھ کھڑا ہو کر اس ملک کے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے جو بات کی ہے میں ان کی بات کو on behalf of the Government fully endorse کرتا ہوں۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) پاکستان کی مسلح افواج کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے، ان کو سلام پیش کرتی ہے اور انھوں نے اس ملک کے دفاع کے لئے جو کام کئے ہیں ان کو appreciate کرتی ہے بلکہ ان شہداء کو

جنھوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے ان کو بھی ہم سلام پیش کرتے ہیں اور آئی ایس آئی کا جو کردار anti terrorism کے حوالے سے ہے ہم اس کو بھی سلام کرتے ہیں لیکن ان عناصر کو جو ملک میں مارشل لاء لگاتے ہیں اور ملک میں اغواء اور torture کا باعث بنتے ہیں ان کی ہم مذمت کرتے ہیں، کرتے تھے اور کرتے رہیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بسراء صاحب!

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اسمبلی کے باہر مال روڈ پر L.H.Vs کافی تعداد میں آئی ہوئی ہیں۔ آج ویسے تو ہر طبقہ فکر سڑکوں پر ہے چاہے وہ طالبعلم، کسان یا مزدور ہوں۔ وہ بھی ہماری معزز بہنیں ہیں جو سڑک پر بیٹھی ہیں جس کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا ہے۔ آپ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنا دیں جو ان سے ان کے مطالبات کے بارے میں بات چیت کرلے اور بعد میں ان کے معاملات کو حل کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹھیک ہے کیونکہ یہ جمہوری دور ہے، ہر کسی کو اپنا حق مانگنے اور احتجاج کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر کچھ لوگ اس معزز ایوان کے سامنے دادرسی کے لئے آئے ہیں تو یہ پہلے بھی روایت ہے اور کل بھی اسی طرح سے آپ نے کچھ لوگوں کو بلایا تھا۔ آج بھی آپ بسراء صاحب اور ہماری طرف سے احسان الدین قریشی صاحب کو بھیج دیں یہ ان کو اندر لے آئیں۔ اس کے بعد بیٹھ کر ان کی بات سن لی جائے اور پھر اس کا ازالہ کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! نوجوان ڈاکٹروں سے متعلق ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ اگر یہ معاملہ اس کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: نہیں۔ یہاں وہ سارے ممبران نظر نہیں آ رہے۔ حاجی احسان الدین قریشی، چودھری شوکت محمود بسراء، ڈاکٹر محمد اختر ملک، جناب اللہ رکھا اور ڈاکٹر سامیہ امجد ان سے مذاکرات کے لئے باہر جائیں گے۔

مہر ارشاد احمد خان سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، مہر صاحب!

مہر ارشاد احمد خان سیال: جناب سپیکر! میں سیلاب سے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: سیلاب سے متعلق تو بات ہو چکی ہے۔

مہر ارشاد احمد خان سیال: جناب سپیکر! میرے حلقہ میں 80 کلو میٹر کا علاقہ دریائے چناب کے کنارے پر واقع ہے جو flood area میں ہے۔ پچھلے سال جو شگاف ہوئے تھے وہ ابھی تک fill نہیں ہو سکے۔ اب N.D.M.A نے warning دے دی ہے کہ اس سال بھی سیلاب متوقع ہے۔ میرا تعلق مظفر گڑھ سے ہے اور مظفر گڑھ ملتان کے مغرب میں ہے، ملتان مشرق میں ہے، ملتان ایک بڑا شہر ہے اور وہاں سارے spur بن چکے ہیں، اب دریا کا جھکاؤ مغرب کی طرف ہو گیا ہے، وہاں spur نہیں ہے۔ اس کی model study ہوئی تھی، اس وقت کے سیکرٹری آبپاشی بابر بھروانہ صاحب وہاں تشریف لے گئے تھے، اس model study پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے تھے اور 24 کروڑ روپے کا تخمینہ لگایا گیا کہ رنگ پور سے خان گڑھ تک جو اسی نوے کلو میٹر کا علاقہ بنتا ہے جہاں spur بنائے جائیں تو یہ علاقہ محفوظ ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ آپ اپنی باقی بات اپنی بجٹ تقریر میں کر لیجئے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ کو سینئر اور جونیئر کا خیال رکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر: تمام ممبران برابر کے حقوق رکھتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ آئے دن مال روڈ پر لوگ دھرنے دے رہے ہیں اور جلوس لے کر آ رہے ہیں۔ میرے ضلع اور حلقے میں بھی ایسی زیادتیاں ہو رہی ہیں تو میں بھی آپ کو قبل از وقت آگاہ کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: کیا وہاں پر تیل نہیں مل رہا کیا مسئلہ ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرے حلقہ میں بلکہ پورے پنجاب میں محکمہ تعلیم میں بھرتیاں ہو رہی ہیں اور درجہ چہارم کی سیٹیں ایم پی ایز کو کوٹا میں دی گئی ہیں۔

(معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے جھوٹ جھوٹ کی آوازیں)

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ ان کی بات سنیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ہاؤس میں کل سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے بہت اچھی باتیں کی تھیں ان کے برعکس یہ لوگ وہ ہیں جو اس ہاؤس کا تقدس پامال کرتے ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں یا تقریر کر رہے ہیں؟
جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔
سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جب دو بڑے آدمی بات کر رہے ہوں تو انھیں مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔ آپ اور میں گفتگو کر رہے ہیں۔
جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تو یقیناً بڑے آدمی ہیں۔ میں اپنے آپ کو بڑا آدمی نہیں کہتا۔ جی، شاہ صاحب!
سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میرے حلقے کے ساتھ والے ایم پی ایز نے بندے دیئے اور بھرتی کروالئے۔ کیا میرے حلقے میں غربت ختم ہو گئی تھی، کیا میرے حلقے میں کوئی غریب نہیں تھا؟
جناب سپیکر: جہاں ماشاء اللہ آپ ہوں وہاں غربت کیسے آ سکتی ہے؟
سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اگر کوئی گستاخی ہے تو وہ میری ہے لیکن اُن غریبوں کو سزا دی جا رہی ہے۔
جناب سپیکر: ایسے نہیں ہو گی۔
سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! واقعی ہوئی ہے، شاید آپ کے کہنے پر نہ ہو۔ گزارش یہ ہے کہ دو آدمی غلطی سے بھرتی ہو گئے جن کا تعلق میرے حلقے سے تھا لیکن اب اُن کو دو مہینے سے تنخواہیں بھی نہیں مل رہیں، انہیں زبردستی کہا جا رہا ہے کہ تم لوگ resign کرو اور جس کالج کے پرنسپل نے انہیں بھرتی کیا ہے اُس کو ٹرانسفر کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں جو کہ انتہائی زیادتی ہے۔ خادم اعلیٰ خود نہایت ہی اچھے آدمی ہیں وہ جب بھی چنیوٹ جاتے ہیں تو مجھے بھی ساتھ رکھتے ہیں۔
جناب سپیکر: جی، آپ کا بہت شکریہ۔ شاہ صاحب! ہم اس کا notice لیتے ہیں۔
سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے notice لئے بغیر بیٹھنا ہی نہیں ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ قوتیں جو اُن کو بھی خراب کرنے کی کوشش کر رہی ہیں وہ کون ہیں؟ انہیں بے نقاب کیا جائے۔ حکومت کی کوئی writ نہیں ہے، یہاں پر جس افسر کا جو دل چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور وہ بندوق کسی کے کندھے پر رکھ کر چلا رہا ہوتا ہے۔ میں نے یہاں پر on the floor of the House پہلے بھی نشاندہی کی تھی جس پر انکوائری لگی۔ اُس انکوائری میں یہ ثابت ہوا کہ واقعی اُن کی غلطی تھی اور انہیں نوکریوں سے بھی نکالا

گیا۔ آج پھر میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ میرے حلقے میں یہ زیادتی ہو رہی ہے جس کے لئے میں سراپا احتجاج ہوں، واک آؤٹ بھی کرتا ہوں اور اگر اِس کا ازالہ نہ ہوا تو میں نے باہر دھرنا بھی دینا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! نہیں، ایسا نہیں ہو گا۔ آپ لکھ کر دیں اُس پر کارروائی ہو گی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے لکھ کر نہیں دینا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ مجھے لکھ کر بھجوا دیں اور اب مجھے کارروائی پر چلنے دیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کون سی کارروائی؟ میرے لوگوں کے منہ سے روٹی چھینی جا رہی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ کارروائی چلنے دوں۔

جناب سپیکر: اتنے بڑے آدمی ہو کر آپ چھوٹی سی بات کرتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں کہہ رہا ہوں کہ آپ مجھے لکھ کر تو دیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں کس کو لکھ کر دوں، کیا آپ کو میری زبان پر اعتبار نہیں ہے؟

جناب سپیکر: اب مجھے کیا پتا کہ اُن کا نام کیا ہے؟ لکھ کر دیں گے تو پتا چلے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے آپ کو ساری بات بتا دی ہے۔

جناب سپیکر: آپ جو دو آدمیوں کے بارے میں کہہ رہے ہیں میں اُن کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ اس پر کوئی انکوائری کمیٹی بنائیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کچھ لکھ کر یا اُن کے نام دیں گے تو کام چلے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں آپ کو ابھی لکھ کر دے دیتا ہوں لیکن آج آپ نے اس معاملے پر کمیٹی بنانی ہے۔

میاں نصیر احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پلیز، اب مجھے اس کے مطابق چلنے دیں۔ میں پھر اِس کو close کر دوں گا۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جناب سپیکر! جس طرح شاہ صاحب کہہ رہے ہیں بالکل اسی طرح ہی سچ ہے۔ یہ تو دوسرے حلقے کی بات کرتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ دوسری تحصیل اور دوسرے ضلع سے

بھرتیاں کی گئی ہیں۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ میاں چنوں اور ساہیوال سے بھرتیاں کی گئی ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ وہاں نوکریاں بیچی گئی ہیں۔یہاں پر وزیراعلیٰ صاحب good governance کی بات کرتے ہیں جو اچھی بات ہے لیکن 60 سے 80ہزار روپے لے کر درجہ چہارم کی نوکریاں بیچی گئی ہیں۔ میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو مقامی لوگوں کی انکوائری کرے اور جو نوکریاں بیچی گئی ہیں اُن کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر: یہاں پر محکمہ بھی موجود ہے اور منسٹر بھی موجود ہیں۔پلیز تشریف رکھیں۔

میاں نصیر احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میں آپ کو بھی ٹائم دیتا ہوں، فکر نہ کریں۔ جی، میاں نصیر صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس ایوان کے اندر متواتر کئی دنوں سے ہر چیز پر بحث ہوئی ہے۔ نوکریوں کی بھرتی سے لے کر دانش سکول تک ہر قسم کی بحث اس معزز ایوان کے ممبر نے کی ہے لیکن پچھلے تین ہفتوں سے اس پنجاب کے کروڑوں عوام کی زندگی شدید متاثر ہو رہی ہے۔ پنجاب میں پچھلے تین ہفتوں سے انڈسٹری، گھروں اور پبلک ٹرانسپورٹ کو کہیں سے تیل نہیں مل رہا، پٹرول پمپوں پر ہے اور نہ کہیں اور موجود ہے۔ آج پنجاب کی 9کروڑ عوام کی زندگی بُری طرح متاثر ہے۔ ہم نے اس ایوان کے اندر دو دو آدمیوں کی بھرتی پر بھی بحث کی، واک آؤٹ کئے اور کسی نے اپنے ذاتی مسائل اور حلقے کی بات بھی کر دی لیکن آج بھی اگر آپ باہر جا کر دیکھیں تو جو احتجاج ہو رہا ہے اُس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ پنجاب کی تمام انڈسٹری پچھلے تین ہفتوں سے پٹرول نہ ملنے کی وجہ سے قلت کا شکار ہے اور یہ قلت صرف پنجاب کے اندر ہے۔ آج ہمیں بجٹ بنانے کا طعنہ دینے والوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ جس صوبہ کے اندر تین ہفتوں سے پٹرول پمپ بند کر دیئے گئے ہوں تو پھر وہ حکومت کیا منصوبہ بندی کرے گی؟

جناب سپیکر: جب آپ کی تقریر کی باری آئے گی تب بات کر لیجئے گا۔ جی، میاں رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: شکریہ

پیر ولایت شاہ کھگہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! جانے دیں اور خدا کا خوف کھائیں۔ مجھے بھی ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔ ٹائم ختم ہو جائے گا اور دوسروں کو ٹائم نہیں ملے گا۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں ایک نہایت ہی اہم National Disaster Management کی اس warning پر جو آج ایک معزز ممبر نے دی ہے اُس پر تھوڑی سی روشنی بطور Researcher ڈالنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی تقریر کرنے کی باری آ جائے گی۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ نہایت اہم اور تقریر سے الگ بات ہے۔ اگر آپ سنیں گے تو سمجھیں گے کہ میں نے درست بات کی ہے۔ بات یہ ہے کہ گزشتہ سال جو سیلاب کی تباہی تھی وہ دریاؤں کی نہیں تھی کیونکہ دریائے سندھ کا پانی کبھی نوشہرہ پر نہیں چڑھا، نوشہرہ سے چارسدہ نہیں چڑھا اور چارسدہ سے سوات کالام نہیں چڑھا لہذا میں دعوے کے ساتھ یہ بات کرتا ہوں کہ گلیشیئر کو پگھلایا گیا یا گلیشیئر خود پگھلا کیونکہ یہ گلیشیئر کا پانی تھا کالام سے روندتا ہوا سوات اور نوشہرہ سے دریائے سندھ میں آیا اور اُس پانی نے سیلاب کی شکل اختیار کرتے ہوئے تباہی مچائی ہے۔ ہمیں اس پر بھی توجہ دینی چاہئے کیونکہ گلیشیئر کو پگھلانے کی جو سازش تھی وہ اب بھی ہو رہی ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، اس کا ماہرین پتا کرتے ہیں۔

پیر ولایت شاہ کھگہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: مجھے کارروائی کے مطابق چلنے دیں۔

پیر ولایت شاہ کھگہ: جناب سپیکر! میرا بڑا اہم point ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، بات کر لیں لیکن ان کے بعد کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔

پیر ولایت شاہ کھگہ: جناب سپیکر! یہاں پر ملک اقبال صاحب نے issue raise کیا ہے کہ ساہیوال میں 60 سے 80 ہزار روپے کے عوض نوکریاں بیچی گئی ہیں۔ ہم بھی ساہیوال کے نمائندے ہیں لہذا یہ ہمیں وضاحت کریں کہ کن بندوں نے وہاں پر نوکریاں بیچی ہیں؟

جناب سپیکر: یہ بعد میں پوچھیں گے۔ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پیر ولایت شاہ کھگہ: جناب سپیکر! اس کا مطلب ہے کہ ہم سب لوگ وہاں پر غلط کام کر رہے ہیں۔ اقبال صاحب وضاحت کریں کہ وہ کون سا بندہ یا کون سا آفیسر ہے جس نے یہ غلط appointments کی ہیں؟

جناب سپیکر: ہو سکتا ہے کہ کوئی سرکاری بندہ ہو۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جناب سپیکر! میں اس کو ثابت کروں گا۔ آپ اس حوالے سے کمیٹی بنا دیں۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: جی، پورا محکمہ موجود ہے اس پر کمیٹی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب میں کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں لینا چاہتا۔ جی، رانا صاحب! تحریک استحقاق نمبر 14 چودھری محمد ارشد صاحب کی ہے جو پڑھی جا چکی ہے اور میرے خیال میں وہ آج بھی موجود نہیں ہیں تو کیا اسے pending کر دیا جائے؟

سیکرٹری آبپاشی کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ نامناسب روّیہ

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس حوالے سے معزز ممبر کی شکایت پر XEN ڈویژن LPDC ساہیوال کو تبدیل کر دیا گیا ہے لہذا اسے dispose of فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 32 محترمہ دیبا مرزا صاحبہ کی طرف سے ہے---وہ موجود نہیں ہیں. Then it is gone with the wings.

معزز ممبران: اسے pending کر دیں۔

سرکاری کارروائی

بجٹ

سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: نہیں، یہ pending نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ پڑھی ہی نہیں گئی۔ اب ہم سالانہ بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں۔ بجٹ بابت سال 12-2011 پر بحث کا آغاز مورخہ 13- جون 2011 کو ہوا تھا۔ آج بھی بحث جاری رہے گی۔ بحث میں حصہ لینے کے لئے میرے پاس آج تک 83 مقررین کی فہرست موجود ہے۔ پہلے دن صرف 7 مقررین کی تقریر ہوئی، دوسرے دن 12 مقررین اور تیسرے دن 7 مقررین کو موقع مل سکا لہذا میں معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ وہ 7 منٹ میں اپنی تقریر مکمل کر لیں۔ معزز ممبران سے استدعا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ممبران کو تقریر کا موقع فراہم کرنے کی غرض سے

پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے سے گریز کریں۔ اب پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ جی، محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ جو بات کرتے ہیں مجھے اُس کی سمجھ ہے کیونکہ آپ نے کہنا ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر کیوں نہیں ہو سکتا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ کو سمجھ نہیں ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ نے جو 7 منٹ کی قدغن لگائی ہے یا تو یہ قدغن آپ پہلے دن سے ہی لگاتے کیونکہ پہلے تین دن اُن کو 15,15 اور 20,20 منٹ کا ٹائم دیا ہے۔ اگر آپ 7 منٹ دیں گے تو As a protest I will not make a speech.

جناب سپیکر: آپ اپنی ایڈوائزری کمیٹی کے وہاں موجود معزز ممبران سے مشورہ کر کے اس کے بعد مجھ سے بات کریں۔ وہاں تمام پارٹیوں کی موجودگی میں جو طے ہوا تھا کہ دو، دو openers دونوں sides سے آئیں گے جنہیں آدھا، آدھا گھنٹہ وقت دیا جائے گا۔ پہلے چار openers کو موقع دیا ہے باقی صاحبان کے لئے 5 سے 7 منٹ رکھے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف اور قائد ایوان کا یہ prerogative ہے کہ ان کے لئے وقت کی پابندی نہیں مگر کل بھی جنہوں نے تقاریر کی ہیں ان پر 7 منٹ کی پابندی نہیں تھی۔

جناب سپیکر: every day opener کی بات کی ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! کل بھی میں اس ایوان میں موجود تھا اور جب آپ ایوان سے اٹھ کر چلے گئے تو کسی ممبر کے لئے 7 منٹ کی پابندی نہیں ہوئی اس لئے یہ اگر 7 منٹ کی پابندی ہمارے لئے ہے تو میں پہلے دن سے ہی بارہا کہہ چکا ہوں کہ جب یہ ایوان 80 ممبران کا تھا تو اس وقت بھی چار دن speeches کے لئے ہوتے تھے اور آج 371 کا ایوان ہے تو کم از کم اس کے لئے پندرہ بیس دن ہونے چاہئیں تاکہ ہر ممبر بات کر سکے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ decided ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ نے کبھی اس طرف توجہ دی اور نہ ہی بجٹ تقاریر کا کوئی فائدہ ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک debating club ہے جہاں پر اپنی تسلی کے لئے ہم تقریر کرتے ہیں ورنہ اگر کوئی اچھی بات بھی ہو تو یہ precedent حالانکہ ہوتی تھی کہ اگر اچھی بات ہوتی تھی تو اس میں

ہو جاتی تھی اور بجٹ تبدیل ہو جاتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہے اور یہ بالکل اشک شوئی اور amendment eye wash ہے۔ میری گزارش ہے کہ یا تو یہ پابندی پہلے دن سے لگاتے یا پھر اب نہیں لگانی چاہئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ فیصلہ سب پارٹیوں کے ممبران کی موجودگی میں ہوا تھا، میں نے اکیلے نہیں کیا بلکہ متفقہ طور پر ہوا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ Custodian of the House ہیں اور ہمیں آپ سے انصاف کی توقع ہے۔ جس ممبر کو کوئی تکلیف ہوتی ہے اس نے آپ سے بیان کرنی ہوتی ہے اور ہم آپ سے انصاف کی توقع رکھتے ہیں۔ اگر آپ کا انصاف یہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے متفقہ ہونے والے فیصلہ کے مطابق اپنی کوشش کی ہے کہ اس پر عملدرآمد کراؤں۔

سید ناظم حسین شاہ: تو پھر ٹھیک ہے میں احتجاجاً تقریر نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: میں آپ کو احتجاج نہیں کرنے دوں گا۔ آپ احتجاج نہیں کریں گے کیونکہ آپ میرے بزرگوں میں شامل ہیں اس لئے آپ کیسے احتجاج کر سکتے ہیں؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! دو دن سے میں اپنی تحریک استحقاق کی بات کر رہا ہوں لیکن بات ہی نہیں سنی جا رہی۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! اس معاملے کو دیکھیں اور اتنی دیر میں ہم بجٹ پر بحث شروع کراتے ہیں۔ محترمہ سیمل کامران صاحبہ بحث کا آغاز کریں گی۔

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج میں روایت کے طور پر جس طرح سے وزیر خزانہ کو سب مبارکباد پیش کرتے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ مبارکباد کے اصل مستحق میرے بھائی تنویر اشرف کائرہ صاحب ہیں جنہیں ایک ناکردہ گناہ سے نجات مل گئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے آپ کو بہت آزاد محسوس کر رہے ہوں گے کہ وہ اس مسلسل جبر کا حصہ نہیں رہے تو ان کی آزادی اور رہائی پر میں سب سے پہلے انہیں مبارکباد پیش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر! میں آج اپنی بجٹ تقریر کا آغاز کرنے سے پہلے آپ سے صرف ایک humble سی submission کرنا چاہوں گی کہ میں نے یہ روایت اس معزز ایوان میں پہلے نہیں دیکھی کہ معزز ممبران جو تجاویز دیتے ہیں یا وہ اپنے گلے شکوے بیان کرتے ہیں، ان کا جواب وزیر اعلیٰ صاحب یا وزیر خزانہ سے expect کرتے ہیں لیکن یہاں گزشتہ تین چار دن سے جو سلسلہ چلا آرہا ہے کہ ایک معزز ممبر اگر تقریر کرتا ہے تو حکومتی بنچز سے اس کا نام لے لے کر اس کا جواب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ میں جو باتیں کروں گی مجھے ان کا جواب وزیر اعلیٰ پنجاب دیں اور اگر وہ نہیں دے سکتے تو وزیر خزانہ جواب دیں، مجھے کسی اور معزز ممبر کی طرف سے جواب نہیں چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آج اپنی تقریر کا آغاز پنجاب حکومت کی پہلی بجٹ تقریر میں درج فرمودات سے کرنا چاہوں گی کہ:

ظلم کی بات ہی کیا، ظلم کی اوقات ہی کیا
ظلم بس ظلم ہے آغاز سے انجام تک

جناب سپیکر! یقیناً اس چوتھے بجٹ کے بعد عوام کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ظلم ظلم ہی ہوتا ہے آغاز سے لے کر انجام تک، سوائے ظلم کے کچھ بھی نہیں ہے اور یہ ظلم اتنا بڑھ چکا ہے کہ جب بڑھ جاتا ہے تو مٹنے کی باری آجاتی ہے اور انشاء اللہ عنقریب اس صوبے کے عوام کو نجات ملنے والی ہے۔ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی سیاست کی student ہونے کی وجہ سے جانتی ہوں اور سنتی آئی ہوں کہ بجٹ تقریر ایک financial document ہوتا ہے جس میں حکمران جماعت اگر اس کا کوئی vision اور پالیسیاں ہوں تو اس کے مطابق expenditures اور receipts کو design کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ بجٹ تقریر ملاحظہ فرما کر مجھے یہ لگا کہ یہ بجٹ تقریر نہیں ہے بلکہ کسی سیمینار میں پڑھی جانے والی تشہیری تقریر ضرور ہے جسے میرے بھائی کامران مائیکل نے بہت خوب صورت طریقے سے پڑھ ڈالا۔ بجٹ تقریر میں مجھے کہیں financial vision نظر نہیں آیا۔ آپ بھی، میں بھی، اس معزز ایوان اور اس صوبہ کے عوام بھی اپنے وزیر اعلیٰ صاحب کا نام بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں مگر تیس صفحات کی تقریر میں بتیس دفعہ میاں محمد شہباز شریف کا اسم گرامی آیا ہے جبکہ میاں محمد نواز شریف صاحب کا نام اس کے علاوہ ہے۔ آپ پچھلی حکومتوں کے بارے میں کہتے رہے اور الزامات لگاتے رہے کہ انہوں نے اپنی تشہیر پر اتنا پیسا خرچ کیا تو آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ کو اگر اتنا شوق ہے تو میری تجویز ہے کہ پنجاب کا نام تبدیل کر دیں اور تھوڑے دن ہی رہ گئے ہیں تو پنجاب کا نام شریفستان

رکھ دیں اور باقی اس کے اضلاع کے نام بھی شریف فیملی کے بچوں کے نام پر رکھ دیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا لیکن میں انہیں یہ تسلی دلانا چاہتی ہوں کہ انہوں نے صوبہ پنجاب کے عوام کے ساتھ جو کیا ہے اس پر لوگ ان کا نام مرتے دم تک نہیں بھولیں گے۔

جناب سپیکر! اسی حکومت نے 09-2008 کے بجٹ میں جس کی کاپی میرے ہاتھ میں ہے جس کے صفحہ نمبر18 اور پیرا نمبر 40 میں فرمایا تھا کہ ہم مرکزی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ خدمات یعنی سروسز پر سیلز ٹیکس صوبے کو منتقل کر دیں۔ آج کی بجٹ تقریر میں انہوں نے یہ own کر لیا ہے کہ یہ ہو گیا ہے۔ آپ تین سال پہلے مطالبہ کرتے تھے اور آج جب یہ ہو گیا ہے تو آپ اس سے معذوری کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہم اس قابل نہیں ہیں کہ اس کی collection کر سکیں جو کہ نااہلی کا کھلم کھلا اعتراف ہے۔ اسی طرح ان کے 10-2009 کے بجٹ کے پیرا نمبر41 اور صفحہ نمبر16 کو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گی کہ انہوں نے بڑی خوشی کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ حکومت پنجاب عالمی شہرت کی حامل نو بڑی کمپنیوں کے ساتھ ایک ہزار نئی بسیں چلانے کے معاہدے پر دستخط کر چکی ہے۔ چین کی ایک کمپنی نے دو سال کے عرصے میں 200 سی این جی بسیں چلانے میں اظہار دلچسپی ظاہر کی تھی۔ یا تو میری آنکھیں خراب ہیں کیونکہ مجھے تو کسی سڑک پر نہ تو کوئی عالمی شہرت یافتہ بس نظر آئی ہے اور نہ مجھے کوئی چین کی کمپنی کی 200 بسیں نظر آئیں۔ مجھے بتائیں کہ یہ ہوا میں معلق ہیں یا کہاں گئیں؟ یہاں پر ٹرانسپورٹ کے مسائل سنگین نوعیت اختیار کرتے جا رہے ہیں، خدارا ہوش کے ناخن لیں۔ جو ترجیحات آپ تین سال سے بیان کرتے آ رہے ہیں وہ اس بجٹ میں آپ بالکل گول کر گئے ہیں۔ ان کا کہیں ذکر اور فکر ہی نہیں ہے کہ ہم نے جو بڑھکیں ماری تھیں وہ کہاں گئیں، کسی کو نہیں پتا؟

جناب سپیکر! گزشتہ بجٹ میں بھی اور اس سے پہلے بھی ہم چیخ چیخ کر یہ دہائیاں دیتے رہے ہیں کہ خدا کے واسطے یہ روٹیاں لگانی اور یہ تنور لگانے کا سلسلہ بند کر دو، یہ فوڈ سٹیمپ سکیم جیسی غلط سیاستیں مت کریں لیکن خادم اعلیٰ نے ڈائس پر ہاتھ مار کر فرمایا تھا کہ میرے ہوتے ہوئے یہ سکیمیں کوئی بند نہیں کر سکتا۔ پھر انہوں نے یہ فرمایا کہ میری حکومت کے یہ flagship پروگرام ہیں لیکن آج نہ flag رہا اور نہ ship رہی تو کیا اسے good governance کہیں گے؟ میں ایک دفعہ پھر آپ کے توسط سے تخت لاہور والوں کو یہ warn کرنا چاہتی ہوں کہ آشیانہ پراجیکٹ اور yellow cab سکیم کا بھی عنقریب یہی حشر ہونے والا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ خادم اعلیٰ نے اپنے بھائی کے تجربات سے کوئی استفادہ نہیں کیا۔ اچھی قومیں اور اچھے لوگ بزرگوں کے تجربات سے سبق سیکھتے ہیں لیکن ہم کس طرح کے اچھے لوگ ہیں کہ

ماضی کی غلطیاں دہرائے جاتے ہیں۔اسی yellow cab سکیم نے پنجاب بلکہ پاکستان کے بنکوں کو جس طرح پیلیا کی بیماری میں مبتلا کیا وہ ساری قوم کے سامنے ہے۔ اسحاق خان صاحب نے جب میاں نواز شریف صاحب کے خلاف۔۔۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب سپیکر! یہ ذاتیات پر بات کر رہی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! آپ تشریف رکھیں، آپ کو اجازت نہیں ہے۔آپ کی بڑی مہربانی، ان کو بات کرنے دیں۔جب آپ کا وقت آئے گا تو آپ ضرور بات کریں۔جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اپنی بہن کو یہ یاد کرانا چاہتی ہوں، میں یہ نہیں کہنا چاہتی تھی لیکن اب میں کہوں گی کہ اسحاق خان صاحب نے جب میاں نواز شریف کے خلاف چارج شیٹ بنائی تھی تو اس میں یہ categorically لکھا تھا کہ یہ پیلی ٹیکسی سکیم نے ملک کے بنکوں کو پیلیا کی بیماری میں مبتلا کر دیا ہے۔یہ میں نے نہیں کہا یہ اسحاق خان نے کہا ہے، جاؤ جا کر اس کو پکڑو۔اس طرح کی سکیم جو پہلے ہی آپ کے ملک کو کھوکھلا کر چکی ہو آپ اس سے دوبارہ خیر کی توقع نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو آشیانہ سکیم کا حال سنانا چاہتی ہوں۔یہ بہت اچھا کام ہے، آپ بہت اچھا کر رہے ہیں لیکن صوبہ پنجاب کی عوام بھیڑ بکریاں نہیں ہیں کہ آپ ان کو شہری حدود سے باہر نکال دیں۔یہ وہی لوگ ہیں جن کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آج آپ تخت لاہور کے وارثان بنے ہوئے ہیں۔ آپ ان لوگوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ لاہور کا آشیانہ بنایا گیا اور میں نے یہ اخبار کا اشتہار دیکھا جو آدھے صفحے کا ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ "آشیانہ اب سرگودھا میں بھی" میں اس کو چیلنج کرتی ہوں کیونکہ یہ سکیم لاہور میں بیٹھ کر بنی ہے۔جنہوں نے یہ سکیمیں بنائی ہیں انہیں تو سرگودھا کی سڑکوں کے ناموں کا ہی نہیں پتا تو ان کو کیا پتا ہو گا کہ وہاں پر زمین کس حال میں ہے؟ یہ زمین سیم زدہ ہے اور یہ رہائش کے قابل نہیں ہے جہاں پر آشیانے بن رہے ہیں۔آپ (ن) لیگ کے کسی ایم این اے، کسی ایم پی اے کو وہاں پر چار کنال کا مفت پلاٹ دے دیں میں چیلنج کرتی ہوں کہ یہ وہاں پر رہنا پسند نہیں کریں گے۔انہوں نے صوبہ پنجاب کی عوام کو کیا سمجھا ہے؟ زمینی حقائق کے مطابق پراجیکٹ لائے جاتے ہیں۔میں پورے وثوق سے بات کر رہی ہوں کہ وہاں پر زمین کی قیمت 15 سے 20 ہزار روپے فی مرلہ ہے جس کے لئے 11 لاکھ 90 ہزار روپے مانگے جا رہے ہیں۔اسی آشیانہ سکیم جس کی غلط سڑکیں اخباروں میں دی گئی ہیں، جس کے غلط نقشے اخباروں میں دیئے گئے ہیں اور جن کو سڑکوں کے ناموں کا نہیں پتا ان کو سکیموں کے بارے میں کیا پتا ہو گا؟ یہاں پر چار پانچ لاکھ روپے میں جو اس کے قریب علاقے ہیں وہاں پر لوگ اپنا گھر بنا لیتے ہیں۔

یہ لوگوں سے کس capacity میں بارہ بارہ لاکھ روپے مانگ رہے ہیں؟ پھر اس پر سیاست علیحدہ سے چمکائی جا رہی ہے۔ جب چار پانچ لاکھ روپے میں کسی غریب کا گھر بن جاتا ہے تو وہ کون سا ذی شعور انسان ہے، وہ کیسے حکمران ہیں جو اپنی عوام، اپنے ووٹروں اور اپنے سپورٹروں کو ان سیم نالوں میں پھینکنے کی جسارت کریں؟ پھر بھی کہتے ہیں کہ صوبے میں good governance ہے۔ میں جو بات بھی کر رہی ہوں بڑے وثوق سے کر رہی ہوں اور یہ میرا چیلنج ہے کہ کوئی بھی جا کر اس کو investigate کر سکتا ہے۔ اسی سرگودھا میں، میرے سرگودھا ڈویژن کے بھائی یا سرگودھا سے تعلق رکھنے والے ایم پی ایز اس بات کو مانیں گے کہ ماڈل ٹاؤن ہاؤسنگ سکیم آج سے پچیس سال پہلے شروع کی گئی تھی جس کی ڈویلپمنٹ روک دی گئی۔ وہاں پر آج بھی پلاٹ کھیتوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ سرگودھا کی بات چھوڑیں، میں لاہور کی بات کرتی ہوں، میں جاتی عمرہ کی بات کرتی ہوں، میں رائیونڈ کی بات کرتی ہوں اور میں ایل ڈی اے ایونیو۔I کی بات کرتی ہوں۔ دس سال سے سرکاری ملازمین در بدر ہو رہے ہیں، اس حکومت نے آ کر good governance میں فنڈز بند کر دیئے ہیں۔ بہت سے ملازمین اپنے گھر کی حسرت لئے اس جہان فانی سے کُوچ کر چکے ہیں اور جو باقی بچے ہیں وہ اس انتظار میں ہیں کہ کبھی نہ کبھی تو اپنا گھر ملے گا۔ یہ illogical schemes یہ کرپشن کے گڑھ کو بند کر کے دس سے پچیس سال پرانی سکیموں کو مکمل کر کے خدا کے واسطے ان لوگوں پر رحم کریں۔ یہ لوگوں کی جمع پونجی ہے اور اُن کی ساری عمر کی کمائی ہے اس کو اس طرح سے لوٹ کھسوٹ کر اپنے پیٹوں میں نہ بھریں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر ایک بات واضح کرنا چاہتی ہوں کہ وہی منصوبہ کامیاب ہوتا ہے جس کو عوام own کریں اور وہی sustainable projects ہوتے ہیں جن کو عوام کی پذیرائی ملے۔ ان کے پیٹ میں پھر درد ہو گا لیکن میں یہاں کہنا چاہتی ہوں اور بڑے فخر کے ساتھ کہنا چاہتی ہوں کہ پچھلا دور جس کی یہ برائیاں کرتے ہوئے نہیں تھکتے اس میں جو projects دیئے گئے تھے لوگ آج بھی ان کو یاد کرتے ہیں۔ یہ 1122 کا کوئی ثانی لے کر آئیں، چائلڈ پروٹیکشن بیورو کا کوئی alternate لے کر آئیں، ہائی وے پٹرولنگ کا کوئی alternate لے کر آئیں، پبلک پراسیکیوشن کا کوئی alternate لے کر آئیں۔ یہ کچھ نہیں ہیں، یہ خالی ہاتھ ہیں۔

جناب سپیکر! دوسری سکیم انہوں نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ہنر مند بنانے کی دی ہے۔ اس میں 20 ہزار روپے دینے ہیں۔ آپ اس کو اگر ڈالروں میں convert کریں تو یہ 230 ڈالر بنتے ہیں۔ مجھے بتا دیں، آپ چھوڑیں مجھے وزیر اعلیٰ پنجاب جو ماشاء اللہ اتنے بڑے کاروباری ہیں وہ بتا دیں۔ میرے

خیال میں تو 20ہزار روپے میں کسی بے چارے لولے لنگڑے معذور انسان کی بیساکھیاں نہیں آتیں تو یہ ہنر مند تعلیم یافتہ کس طرح سے برسرِ روزگار ہوں گے، یہ کس طرح سے منافع بخش کاروبار کریں گے ؟

(اس مرحلہ پر قائد ایوان میاں محمد شہباز شریف ایوان میں تشریف لائے)

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ میں سب سے پہلے تو ان کو welcome کرتی ہوں اور ان سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ آپ ہی مجھے بتادیں، آپ ہی ان نوجوانوں کو بتادیں کہ 20ہزار روپے میں یا 230ڈالر میں کون سا تعلیم یافتہ انسان کوئی منافع بخش کاروبار کر سکتا ہے ؟ براہِ مہربانی یہ کاروبار بھی تجویز کردیں۔ میں یہ کہوں گی کہ :

"اے شاہ وقت میری غربت کا مذاق یوں نہ اڑا"

جناب سپیکر! ہمارے صوبہ کی یہ بد قسمتی رہی ہے کہ ہمارے حکمران فرطِ جذبات میں آکر بڑی بڑی بڑھکیں مارتے رہے ہیں۔ انہوں نے جو کاشتکاروں اور کسانوں کا حال کیا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں رہا۔ میں چونکہ خود اسی کیمونٹی سے belong کرتی ہوں، میں تمام کاشتکاروں کی طرف سے، تمام کسان برادری کی طرف سے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں ایک شعر پیش کرنا چاہتی ہوں کہ :

بے قدراں دی یاری توں فیض کسے نہ پایا
ککر تے انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا

آپ کو یاد ہوگا کہ فرطِ جذبات میں آکر یہ کہا گیا تھا کہ ہم 65لاکھ ٹن گندم۔۔۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! انہیں 7منٹ کا کہا گیا تھا اب 10منٹ ہو گئے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لے آئے ہیں ان سے کہیں کہ زیادہ خوشامد میں نہ جائیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں، This is not good۔ آپ کو پتا ہی نہیں ہے۔ میں بیٹھا ہوں مجھے ٹائم کا پتا ہے، آپ کو نہیں پتا کہ ان کا کتنا ٹائم ہے ؟ آپ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! کسی حکومت نے 65لاکھ ٹن گندم خریدنے کی بڑھک ماری تھی۔ اگرچہ وہ گندم ہماری اپنی ضرورت سے بہت زیادہ تھی لیکن کیا وہ گندم خریدی گئی ؟ آج بھی وہ گندم کھلے آسمان تلے بے یارومددگار پڑی ہے۔ غلط فیصلوں کے نتیجوں میں موجودہ کسان کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے۔ اعلان کے مطابق گندم نہیں خریدی گئی ہے اس کا ذمہ دار کون ہے ؟ بڑھکیں مارنا بہت آسان

ہے لیکن اس کو practically کر کے دکھانا بہت مشکل ہے۔ اگر میرے وزیراعلیٰ پرویزالہیٰ نے اُس وقت یہ نعرہ لگایا تھا کہ ہم گندم کا دانہ دانہ خریدیں گے تو انہوں نے دانہ دانہ خریدا تھا انہوں نے محض بڑھکیں نہیں لگائی تھیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم سستے بازار کھولیں گے۔ جو آپ کے موجودہ اتوار بازار ہیں، آپ کے رمضان بازار تھے، آپ کے بدھ بازار ہیں اور آپ کے منگل بازار ہیں۔ ذرا براہِ کرم جا کر ان کا حال تو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کے اس معزز ایوان میں ہم روز چیختے ہیں کہ خدا کے واسطے اس صوبہ کو کوآرڈینیٹر سے نجات دلاؤ، خدا کے واسطے اپنے کوآرڈینیٹر اپنے لئے رکھو اور یہ آپ کے ووٹر سپورٹر ہیں جو صوبہ کے عوام کا خون چوس رہے ہیں۔ اتوار بازاروں کو یہ کھا گئے ہیں اور رمضان بازاروں کو یہ کھا گئے ہیں۔ اس صوبہ کے عوام نے یہ قصور کیا کہ آپ کو منتخب کیا، آپ کو وزیراعلیٰ پنجاب بنایا، خدا کے واسطے ان کے حال پر رحم کریں۔ میں چیلنج کر سکتی ہوں کہ آپ کسی اتوار بازار میں چلے جائیں، کسی رمضان بازار میں چلے جائیں اس صوبہ کے غریب لوگوں کو تو انہوں نے جانوروں سے بدتر سمجھ لیا ہے۔ وہاں پر low quality سبزیاں ملتی ہیں، اوپر سے کوآرڈینیٹر کی غنڈہ گردی اس کے علاوہ ہے۔۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! آدھا گھنٹہ ہو گیا، ہم تین دن سے انتظار کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ مجھے پتا ہے جب آدھا گھنٹہ ہو گا، میں سمجھ جاؤں گا۔ آپ تشریف رکھیں، آپ interruption نہ کریں اور ہاؤس کی کارروائی کو چلنے دیں۔ جی، محترمہ صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری humble submission ہے کہ جو میرا ٹائم ضائع ہو رہا ہے مہربانی مجھے وہ ٹائم دیا جائے۔ میں سستے بازاروں کا ذکر کر رہی تھی۔ ان کے بارے میں کہا گیا کہ کسان ان بازاروں میں خود جا کر اپنی products کو بیچ سکے گا۔ کسان کھیتی باڑی کرے گا یا دکانداری کرے گا؟ وہاں جا کر کسان کیا کرے گا، کیا ریڑھی لگائے گا یا وہاں جا کر دکان لگائے گا؟ ہر بندے میں وزیراعلیٰ پنجاب کی طرح کی abilities نہیں ہیں۔ مانا کہ یہ ہر فن مولا ہیں لیکن کسان دکانداری نہیں کر سکتا اور اسی طرح دکاندار کھیتی باڑی نہیں کر سکتا۔ illogical منصوبے اس بات کا ثبوت ہیں، یہ اس بات کے شاہد ہیں کہ اس حکومت کے پاس کوئی vision ہے اور نہ کوئی مشن ہے۔ میں اس ایوان میں بیٹھے ہوئے اپنے معزز زمیندار بھائیوں کو یہ request کرنا چاہتی ہوں کہ خدارا ہوش کے ناخن لیں، اپنے دل پر ہاتھ رکھیں اور اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ بتائیں کہ کیا آج بھی کسان کا استحصال نہیں ہو رہا ہے، کیا موجودہ فصل کے کاشتکار کے ساتھ انصاف ہوا ہے، کیا آج بھی ہمارا کسان اپنی گندم بیچنے کے لئے مارا مارا نہیں پھر رہا ہے؟

جناب والا!اس پر میں پھر یہی کہوں گی کہ:

یادِ ماضی عذاب ہے یارب چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

جناب سپیکر! پھر مجھے بار بار پچھلا دور یاد آتا ہے۔ موجودہ حکمرانوں کی کس بات پر اعتبار کیا جائے، کوئی بات ایسی جو مجھے نظر آئے، اگر مجھے موقع ملا تو میں اپنے بھائی کامران مائیکل کو بتاؤں گی کہ وہ صرف تقریر پڑھنے پر خوش نہ ہوں کیونکہ انہوں نے اس تقریر کے علاوہ اس document کو پڑھنے کی زحمت نہیں کی اور minorities کے ساتھ جو ظلم کیا گیا ہے اس کا میں آگے جاکر ذکر بھی کروں گی انہیں زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف یہاں پر تشریف فرما ہیں، وہ اس بات کے گواہ ہیں اور وزیراعلیٰ صاحب بھی یہ بات جانتے ہیں۔ قائد حزب اختلاف چونکہ اس وقت آبپاشی کے منسٹر تھے اور یہ کہا گیا تھا کہ پنجاب حکومت اپنی بجلی خود پیدا کرے گی، ایسے منصوبے لگائے گی جن سے بجلی کی پیداوار میں اضافہ ہوگا تو میں پوچھتی ہوں کہ بجلی کے بل ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں اور ہمارا صوبہ defaulter ہو رہا ہے تو بجلی کہاں سے پیدا کریں گے؟ انہوں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ زمینی حقائق کے مطابق یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ وزیراعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں اور یہ مجھے اس بات کا جواب دے دیں۔ (قطع کلامیاں)

معزز ممبران حزب اقتدار: جناب سپیکر! ان کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ چمچہ گیری بند کروائیں۔

جناب سپیکر: میں نے ان کو بتانا ہے کہ آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے، آپ مہربانی کرکے interruption نہ کریں، آپ لوگوں کی مہربانی ہوگی۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس طرح کی حرکات کرکے آپ اپنے لیڈر کا قد اونچا نہیں کرتے ہیں، Your leader is sitting in front of you. جب آپ اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں تو لیڈر کو پتا ہوتا ہے کہ کیا خوشامد ہے اور میری غیر موجودگی میں کیا ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: آپ اپنی بات کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! خادم اعلیٰ یہاں پر موجود ہیں اور قائد حزب اختلاف بھی بیٹھے ہیں۔ یہ دونوں مجھے بتادیں کہ کیا اس پنجاب میں پاور جنریشن کا ایک بھی منصوبہ چلایا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، آپ کو وہ سب کچھ بتائیں گے آپ اپنی بات مکمل کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اگر نہیں تو عوام کو چکمہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ جھوٹے نعرے، جھوٹی بڑھکیں لگانے کی کیا ضرورت ہے جو کام آپ نہیں کر سکتے ہیں۔ Privatization Board کے نام سے جو اس صوبہ میں لوٹ کھسوٹ مچائی گئی ہے وہ بھی کمال ہے۔ Privatization Board کی transparency پر بڑا سوالیہ نشان ہے۔ personal liking and disliking پر اس صوبہ کے قیمتی اثاثوں کو اونے پونے ریٹ پر بیچا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اخبار "The News" میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی اور اس میں یہ کہا گیا تھا کہ اس بورڈ نے آٹھ ہزار ایکڑز مین auction کی جس میں چھ ہزار ایکڑز مین پر stay order ہے۔ یہ کسی اپوزیشن کا الزام نہیں ہے، بلکہ سنگین بے ضابطگیوں کے نتیجہ میں عدلیہ نے یہ stay order جاری کئے ہیں جس پر مجھے بہت اعتماد ہے جو deterrence ہے وہ یہ ہے کہ گوجرانوالہ میں اوقاف کی زمین کو دوبارہ سے auction کرنے کی کوشش کی گئی تو اس پر بھی stay order آ گیا۔

جناب سپیکر! اچھی حکومتیں وسائل میں اضافہ کرتی ہیں نہ کہ مسائل میں اضافہ کرتی ہیں۔ آپ کتنے عرصے تک اثاثے بیچ بیچ کر پیٹ بھریں گے؟ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور آج بھی یہ کہتی ہوں کہ visionless and directionless بجٹ ہوں گے تو یہی کچھ ہو گا۔ جب ہم کشکول توڑنے کی بات کرتے ہیں، پچھلے بجٹ میں جو international donations یعنی امداد تھی اس میں 58۔ارب روپے کے ongoing projects تھے اور ساڑھے بارہ ارب روپے کے نئے پراجیکٹ شروع ہونے تھے۔ یعنی جب ہم نے کہا کہ ہم کشکول توڑدیں گے اور بیرونی امداد نہیں لیں گے تو پنجاب کے عوام کو 70۔ارب روپے کا ٹیکہ لگنا تھا اور صوبہ کے وسائل آپ کے سامنے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ wind up کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس صورت میں 70۔ارب روپے کا جھٹکا بہت بڑا جھٹکا ہوتا ہے۔ اس قسم کا جھٹکا وزیر اعلیٰ صاحب کو لگا ہے کیونکہ انہوں نے فوراً U-turn لیا اور اپنی statement کو disown کرنا شروع کر دیا، اس سے انہوں نے دائیں بائیں ہونا شروع کر دیا اور اس پر conditions

applyکر دیں کہ میں نے ان کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ ان کے لئے کہا تھا۔ میں اس ایوان کو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ کشکول توڑنے کی باتیں صرف ایک pay saving تھیں اس وقت کوئی international donorsآپ کو donationsدینے کو تیار نہیں ہیں کیونکہ آپ کی international credibility ٹھیک نہیں ہے۔ اگر خادم اعلیٰ بیرونی امداد سے اتنے allergicتھے تو اہلیان لاہور کو mass transit trainکا چکمہ دینے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ جو mass transit trainپراجیکٹ کا انحصار ہی Asian Development Bank and foreign investmentپر تھا تو لاہوریوں کو کیوں چکمہ دیا؟

جناب سپیکر! ٹاسک فورس کے نام پر بھی بہت بدنامی ہوئی اور ہم نے بھی یہاں پر کھڑے ہو کر بہت چیخ و پکار کی کہ خدا کے واسطے پنجاب میں یہ تباہی بند کرو تو پھر ایک دن اخباری اعلان آیا کہ ٹاسک فورس ختم ہو گئیں۔ آپ پچھلا بجٹ بھی دیکھ لیجئے اور اس دفعہ بھی دیکھ لیں کہ کوئی ٹاسک فورس ختم نہیں ہوئی صرف اس کا نام بدلا گیا ہے اور اب نیا نام Monitoring Forceہے۔ پچھلے سال میں اس Monitoring Forceکے پیٹ میں 18 کروڑ روپے ڈالے گئے تھے، اس دفعہ پھر 32 کروڑ روپے اس کے لئے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جب محکمے موجود ہیں، منسٹر موجود ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری موجود ہیں تو کیا ان میں abilityنہیں ہے اور یہ لوگ اس کے اہل نہیں ہیں کہ یہ لوگ بغیر پیسے لئے Monitoring Forceکے فرائض انجام دے سکیں؟ شاید وزیر اعلیٰ صاحب یہ نہیں جانتے اور سمجھتے لیکن اس sideپر بیٹھا ہوا کوئی ایک معزز ممبر ایسا نہیں ہے جس کو اس بارے میں کوئی بھی شکوک و شبہات ہوں۔ Treasury benchesمیں اب بھی ایسے ہونہار، دیانتدار، ایماندار اور قابل ممبران بیٹھے ہوئے ہیں جو مراعات لئے بغیر monitoringکے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ خدارا ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور اس صوبہ پر کروڑوں روپے کا یہ بوجھ نہ ڈالیں۔

جناب سپیکر! خواتین کو ہمیشہ سے ignoreکیا گیا۔ میری جتنی بھی بہنیں اس ایوان میں بیٹھی ہیں میں ان سے گزارش کروں گی کہ ہمارا ان اسمبلیوں میں آنے کا مطلب گلیاں، نالیاں، نالے اور کھالے بنانا نہیں تھا۔ ہم جس کلاس کی نمائندگی کرتی ہیں آج تک ہم ان کے لئے کیا کر پائی ہیں؟ یہاں پر اتنے پیسے جو پارلیمانی امور وغیرہ کے لئے رکھے جاتے ہیں، کیا کمال legislationاس اسمبلی میں ہو گی؟ یہاں پر فنانس ڈیپارٹمنٹ والے بیٹھے ہوئے ہیں وہ تو پرائیویٹ ممبرز بل پر تیر اور چھریاں چلانے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک بل اس ہاؤس میں بڑی محنت اور مشکل کے بعد آیا تو اس کو بھی

سرد خانے کی نذر کر دیا گیا۔ ہم خواتین کا یہ احترام کرتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے لئے یہ بات لمحہ فکریہ ہے کہ ہم جن خواتین کے نام پر اسمبلیوں کا حصہ بنی ہیں ہم ان کے لئے کچھ نہیں کر سکیں۔

جناب سپیکر! میرے قائد چودھری پرویزالٰہی کے دور میں خواتین کے لئے ایک وزارت قائم کی گئی تھی۔

(معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "شیم شیم" کے نعرے)

ایک خاتون وزیر بھی تھی۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے نہ صرف وہ وزارت ختم کی بلکہ انہوں نے خاتون منسٹر کو بھی ہمنوا بنا لیا۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ مناسب بات نہیں ہے، آپ مہربانی کریں اور اس طرح نہ کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ کمال ہے، میں سلام پیش کرتی ہوں اور میں categorically پوچھنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے women development کے لئے جو فنڈز رکھے ہیں اس کی utilization کہاں ہو گی؟ مجھے categorically اس بات کا جواب چاہئے۔ ہر بجٹ میں targets کے بارے میں بتایا جاتا ہے اور اس دفعہ بھی میں ان کے ٹارگٹ دیکھ کر حیران رہ گئی ہوں کہ یہ اپنے Revenue and Receipts کے ٹارگٹ achieve نہیں کر سکے۔ Utilization صرف 43 فیصد ہے میں نے بڑے بڑے Talk Show اور میڈیا کے ذریعے سنا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سیلاب آ گیا تھا۔ جب سیلاب آیا تو 29 فیصد cut آپ پہلے لگا چکے ہیں تو پھر 43 فیصد اس کا مطلب ہے کہ .you are not capable and you are incompetent یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ اس کے بعد پھر کہتے ہیں کہ صوبہ میں good governance ہے۔ میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ کیا یہ good governance یا bad governance ہے؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ P&W کا منسٹر نہیں ہے، C&W کا منسٹر نہیں ہے، P&D کا منسٹر نہیں ہے، فنانس کا منسٹر نہیں ہے، ہیلتھ کا منسٹر نہیں ہے، ایجوکیشن کا منسٹر نہیں ہے اور یہ ایک لمبی لسٹ ہے جس کو میں پڑھنے لگی تو تھک جاؤں گی۔ یہ وہ ڈیپارٹمنٹ ہیں جہاں سے پراجیکٹ آتے ہیں اور allocations ہوتی ہیں۔ پھر میں وہی بات کروں گی تو پھر ان کے پیٹ میں درد ہو گا۔ اگر پچھلے دور میں utilization of funds 93 percent ہو سکتی تھی تو اب good governance ہے تو یہ 100 فیصد ہونی چاہئے۔ انہوں نے بھی ریکارڈ قائم کئے ہیں، .no doubt about it اور میں اس بات کو own کرتی ہوں جو ریکارڈ bad governance کے ہیں۔ آپ بجٹ دیکھ لیں اور اس کو پڑھ لیں، یہ بجٹ blocked allocation

سے بھرا پڑا ہے۔blocked allocation کیا ہوتی ہے ؟صوبہ کے پیسے کو پار لگانے اور شاہانہ احکامات کو obey کرنے کا ایک سستا اور آسان طریقہ ہے۔ جب پراجیکٹ دیئے جاتے ہیں، فنڈز allocate کئے جاتے ہیں، own funds کو کہیں پرائیویٹ نہیں کیا جاتا یہ نام blocked allocation کا ہے جیسا کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ میرے پاس اتنے پیسے ہیں اور آپ فرمائیں کہ اچھا رکھ لو پھر دیکھا جائے گا تو یہ وہ پیسا ہے جس کو ادھر اُدھر کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر!اس وقت جو ہمارا موجودہ سسٹم ہے اس میں کیا میں تعلیم کی بات کروں اور کیا میں ہیلتھ کی بات کروں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کے پاس صرف آدھا منٹ ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!آپ مجھے صرف پانچ منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: نہیں، پانچ منٹ نہیں ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!میں نے minority سے اظہار یکجہتی کے لئے اپنی ساری speech چھوڑ دی ہے اور میں صرف ایک بات point out کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: آدھا منٹ ہے، جو مرضی بات کر لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!صوبہ میں اتنے کمال دکھائے گئے ہیں، Law & Parliamentary Affairs کے حوالے سے میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس پنجاب اسمبلی میں کیا کمال legislation ہوئی، کون سے Bills آئے ہیں کیونکہ Private Members Bill کو ویسے کچرے میں پھینک دیتے ہیں۔ جتنی interruption میری speech میں ہوئی ہے kindly آپ مجھے اُتنا ٹائم دیں۔

جناب سپیکر: کیا میں دوسروں کو ٹائم نہ دوں؟ بس آپ کی بات ختم ہو گئی ہے۔ آپ کی مہربانی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!میری ایک گزارش سُن لیں۔

جناب سپیکر: جی، ایک بات کر لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!آپ مجھ سے میرا یہ right نہ لیں۔ میری speech میں جتنی interruption ہوئی ہے۔ kindly مجھے اتنا ٹائم دیں۔

جناب سپیکر: جی نہیں، میں نے کوئی interruption نہیں ہونے دی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! General Administration Charges، "بچت اپناؤ سادگی کرو۔" یہ سب کس کے نام پر؟

جناب سپیکر: ان کا mike بند کردیں۔ جی، علی حیدر نور خان نیازی صاحب!

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی۔

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔ قائد حزب اختلاف تشریف رکھتے ہیں وہ میرے لئے انتہائی قابلِ احترام ہیں۔ میں آپ کی اجازت سے اس ایوان کے benefit کے لئے چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر میں جس کو میں نے بہت غور سے سُنا، He is very honourable وہ میرے colleague بھی رہے ہیں اور آج بھی میں ان کا دِل سے احترام کرتا ہوں، اپنی تقریر میں راجہ ریاض احمد نے دانش سکولوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا اور یہ فرمایا کہ شہباز شریف غریبوں کے درمیان تفریق پیدا کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو تنقید کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ آپ کے توسط سے میں اس ایوان کی خدمت اور راجہ صاحب کی خدمت میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! دانش سکول سے پہلے اس ملک اور اس صوبہ کے اندر اگر کوئی تعلیمی نظام تھا جہاں پر اعلیٰ تعلیم، بہترین اُستاد، بہترین کھیل کود کے میدان، بہترین عمارات، جہاں پر باہر سے بھی لوگ آکر پڑھائیں، جہاں پر کمپیوٹرز ہوں وہ صرف اور صرف ایک طبقے کے لئے تھا جس کو اشرافیہ کہتے ہیں۔ اس میں نمبر ون ایچی سن کالج ہے جہاں پر افسروں کے بیٹے، ججوں کے بیٹے، امراء کے بیٹے، صنعت کاروں کے بیٹے، بڑے بڑے زمینداروں کے بیٹے پڑھتے ہیں مگر غریب یا یتیم بچے کے لئے ان سکولوں کے اُونچے اُونچے لوہے کے gates سے گزرنا بھی ممکن نہیں ہے تو وہ وہاں پر کیا تعلیم حاصل کر سکیں گے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

63 سال یہ اس ملک کا وتیرہ رہا ہے، 63 سال اس نظام کا حصہ رہا ہے۔ آج پہلی مرتبہ پاکستان کی تاریخ میں اقبال کے افکار کو اور قائداعظم کے خواب میں رنگ بھرنے کے لئے اس ملک کے عام شہری کے لئے، ایک ایسے بچے اور بچی کے لئے، زین العابدین کے لئے جس کا والد اس دُنیا سے جا چکا ہو جس کی والدہ بھی

اس دُنیا سے جا چکی ہو، جس کے سر پر کوئی دستِ شفقت رکھنے والا نہ ہو اس کو ایک وقت کی روٹی نصیب نہ ہو اور وہ انتہائی ذہین اور فطین ہو، ایچی سن کالج کا دروازہ بند ہو، بیکن ہاؤس کا دروازہ بند ہو، NUST کا دروازہ بند ہو، گرائمر سکول کا دروازہ بند ہو اور آپ کے کینٹ کے آدھے سکولوں کے دروازے بند ہوں، فیصل آباد کے سکولوں کے دروازے بند ہوں، پنڈی کے سکولوں کے دروازے بند ہوں اگر ریگستانوں اور چٹیل میدانوں میں دانش سکول بنا دیئے جائیں، ان کے بچوں کے لئے جنہوں نے پاکستان کی مٹی میں اُتنا ہی خون دیا جتنا کہ دوسرے لوگوں نے دیا تو کیا یہ ظلم ہے؟ میں راجہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا، راجہ صاحب نے فرمایا کہ چیف منسٹر صاحب کو پتا ہونا چاہئے کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے اپنی فیس خود ادا کرتے ہیں۔ پرائیویٹ میڈیکل کالجوں میں جو فیس ہے وہ 20 لاکھ روپے ہے۔ مجھے بتائیں کہ یہ 20 لاکھ روپے فیس اس ملک کے 18 کروڑ عوام میں سے کتنے ماں باپ کو یہ توفیق حاصل ہے، کتنے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت دی ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے 20 لاکھ روپے فیس ادا کر سکیں؟ مٹھی بھر لوگ ہوں گے۔ اس طرح ایچی سن کالج میں اور پاکستان کے اندر باقی جو پرائیویٹ سکول ہیں چاہے وہ کراچی میں ہوں، لاہور میں ہوں، کوئٹہ میں ہوں یا پشاور میں ہوں، کتنے ماں باپ اپنے بچوں کو ان اعلیٰ درس گاہوں میں تعلیم دلا سکتے ہیں جس پر ہر پاکستانی کا حق ہے، ایک یتیم کا بھی حق ہے، ایک بیوہ کا بھی حق ہے، ایک ہاری کا بھی حق ہے، ایک تانگے بان کا بھی حق ہے، ایک مزدور کا بھی حق ہے اور ایک بڑے زمیندار کا بھی حق ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں راجہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ ٹھیک ہے کہنے کو تو یہ بات بہت بھلی لگتی ہے کہ ان کے ماں باپ خود فیس ادا کرتے ہیں لہذا وہ جو چاہیں کریں میں اس بحث میں اس وقت نہیں جا رہا کہ وہ فیس کہاں سے آتی ہے، حلال ذرائع سے آتی ہے یا حرام ذرائع سے آتی ہے، لوٹ مار سے آتی ہے، قبضہ گروپ سے آتی ہے یا محنت کر کے آتی ہے، وہاں پر محنت کرنے والوں کے بچے بھی شامل ہیں کوئی شک نہیں جو رزقِ حلال کماتے ہیں چاہے وہ تاجر ہو، زمیندار ہو، ڈاکٹر ہو، انجینئر ہو، جج ہو، پولیس مین ہو، کوئی فوجی افسر ہو یا کوئی دکاندار ہو لیکن اس ملک کے اندر قبضہ گروپوں کی آج بھر مار ہے، اس ملک کے اندر صرف پنجاب بنک میں 75۔ ارب روپے کا ڈاکا پڑا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزبِ اقتدار کی طرف سے "شیم، شیم" کی آوازیں)

میں آپ کو کیا بتاؤں کہ اس ملک کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ ویسے تو ماضی میں بھی یہ خرابی کا سلسلہ چلتا آ رہا تھا لیکن مشرف دور میں خاص طور پر یہ رواج پڑ گیا تھا کہ یہ جو قبضہ گروپ ہے وہ اپنی چھاتی پر کرپشن کا تمغہ

سجائے، جو لوٹ مار کرتا ہے، جو اس ملک کے اندر کرپشن کرتا ہے اشرافیہ کہلاتا ہے۔ میں راجہ صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے یہ عرض کروں گا اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڑے سکولوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ بننے کے لئے لوٹ مار کا پیسا ہو یا کوئی اور پیسا ہو وہ ان کا حق ہے اور اس ملک کے اندر 95 فیصد غریب عام پاکستانی جو محنت کرتا ہے اس کا حق نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وہ کہاں جائے، وہ کس کے گھر جا کر ڈاکا مارے، وہ کس کے گھر جا کر ہاتھ پھیلائے، وہ کس کے آگے جا کر سجدہ ریز ہو، کیا اس کا بچہ پاکستانی نہیں ہے، کیا اس کی بیٹی پاکستانی نہیں ہے، کیا اس کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بھی اس ملک کے اندر اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ان ایوانوں میں آئے، دفاتر میں جائے، انجینئر بنے، سیاست دان بنے، ڈاکٹر بنے، اس کی بھی خواہش ہے، اس کی بھی حسرت ہے، آج ہم ان کی حسرتوں کو کچل دیں، پھولوں کی طرح مسل دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قائد اور اقبال کے افکار کے خلاف بات ہے۔ میں راجہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج اگر ان دانش سکولوں میں ان بچوں کو جن کے ماں باپ کی تنخواہ صرف چھ ہزار روپے ہے یا اس سے کم ہے ان کو داخلہ ملتا ہے یا ان بچوں کو جو یتیم خانوں میں بیٹھے ہیں ان کے ماں باپ اس دنیا سے چلے گئے اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، ان کے سروں پر دستِ شفقت رکھنے والا نہیں ہے۔ دنیا کے اندھے تھپیڑے ہر جگہ ان کا استقبال کرتے ہیں، ایک وقت کی روٹی نہیں ہے، کپڑے میلے ہیں، نہانے کی کوئی جگہ نہیں اور اللہ کے آسرے پر ہیں۔ آج اگر دانش سکول ان بچوں کو اپنی آغوش میں لے لے، اس کا والد بن جائے، اس کی ماں بن جائے تو اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

وہ بچے اگلی مرتبہ جب لاہور آئیں گے میں راجہ صاحب کو specially دعوت دوں گا اور اپنے ساتھی معزز ممبران کو بھی یہ دعوت دوں گا کہ وہ آئیں اور دیکھیں کہ صرف چھ مہینوں میں ان دانش سکولوں نے ان کی کایا پلٹ دی ہے۔ جن کو امراء کے سامنے، بڑے لوگوں کے سامنے، افسروں کے سامنے، تاجروں کے سامنے بات کرتے ہوئے پسینے آتے تھے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آج وہ فر فر اُردو، انگریزی میں باتیں کرتے ہیں اور بہترین تقریریں کرتے ہیں۔

جناب والا! میری گزارش یہ ہے، اتنی بات آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں اور قائد حزب اختلاف کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ خدارا یہ پاکستان سب کا ہے۔ یہ مسلمان کا ہے، یہ عیسائی کا ہے، یہ ہندو کا ہے، یہ یتیم کا ہے، یہ بیوہ کا ہے، یہ تانگہ بان کا ہے، یہ صنعتکار کا ہے، یہ تاجر کا ہے،

یہ ڈاکٹر کا ہے، انجینئر کا ہے یہ پاکستان سب کا ہے۔ میرا بس چلے تو میں ایک دانش سکول نہیں ہزاروں دانش سکول پاکستان میں بناؤں اور تمام وسائل اس پر لگا دوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس ایوان میں غریب کی بات کی گئی، عام آدمی کے لئے بات کی گئی، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے بارے میں بات کی گئی، میں اپنی خود نمائی میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا اس ایوان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی پالیسی جو حکومت پنجاب نے پچھلے تین سالوں میں بنائی، چاہے وہ ٹریکٹر پالیسی تھی یا کوئی اور پالیسی تھی۔۔۔

محترمہ خدیجہ عمر: سستی روٹی کی بات کریں۔

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف): جی، آپ نے بالکل ٹھیک کہا، میں سستی روٹی پر بھی اپنی گزارش کرتا ہوں۔ چاہے ٹریکٹر پالیسی ہو، انسانی حد تک غلطی ہو سکتی ہے لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ گرین ٹریکٹر سکیم پر پچھلے دو سال میں 2۔ارب روپے کی جو subsidy دی گئی، اگر اس computerized balloting جس سے کاشتکاروں کو، 12½ ایکڑ زمین کے مالک کو سستا ٹریکٹر ملا، subsidized ٹریکٹر ملا چاہے اس کا تعلق پیپلز پارٹی سے تھا، چاہے اس کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا، چاہے مسلم لیگ (ن) سے تھا یا مسلم لیگ (ق) سے تھا، اگر اس balloting میں دانستہ کوئی خیانت ہوئی ہو تو میں اسی وقت اس ایوان سے مستعفی ہو کر گھر چلا جاؤں گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر بات ہوتی ہے کرپشن کی، یہاں پر بات ہوتی ہے غریب آدمی کی، ہم کس کو بے وقوف بنا رہے ہیں؟ میں یہاں پر کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا جس سے میرے یہاں پر بیٹھے ہوئے معزز ممبران جن کا تعلق پچھلی حکومت سے تھا وہ ناراض ہو جائیں اور غصے میں آ جائیں اس لئے میں ایسی بات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن حقائق سے کوئی منہ نہیں موڑ سکتا۔ میں آپ کو ایک مثال بتاتا ہوں۔

جناب سپیکر! آپ ضلع قصور کے رہنے والے ہیں، میں نے کہیں غلط تو نہیں کہا؟

جناب سپیکر: نہیں۔

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف): آپ حالیہ دنوں میں لاہور سے قصور تشریف لے گئے ہوں گے، میں راجہ صاحب کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں اور میں اپنے معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کر رہا ہوں جہاں پر میری اپنی پارٹی کے معزز ممبران بیٹھے ہیں اور انتہائی قابل احترام اپوزیشن کے ممبران بیٹھے ہیں، یہ منصوبہ 2006 میں معرض وجود میں آیا اس وقت اس کی لاگت کا تخمینہ 5۔ارب

روپے تھا اور یہ میں نہیں کہہ رہا، اس ایوان کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں، آپ پوچھ سکتے ہیں۔ جب میں ستمبر 2008 کو وہاں پر پہنچا تو خدا گواہ ہے کہ وہ کھنڈرات تھے، کرپشن کا ایک قبرستان تھا جس کو آج تین سالوں میں ہم نے عوامی خدمت کا مینار بنا دیا ہے۔ ٹھیکیدار پیسے لے کر بھاگ گیا تھا۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! یہ غلط بات ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ interruption مت کریں۔ آپ کی مہربانی۔ چودھری صاحب! آپ ان کی بات کا نوٹس لیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! یہ غلط بات ہو رہی ہے۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب والا! اگر قائد ایوان کی تقریر میں interruption کی گئی تو پھر اُدھر سے بھی کوئی نہیں بول سکے گا۔

جناب سپیکر: کوئی نہیں کرے گا، آپ فکر نہ کریں۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! غلط بات کی گئی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! یہ غلط بات ہے۔

جناب سپیکر: آپ یہ بات بعد میں کر لینا۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! اگر یہ House چاہے تو جو حقائق میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں قائد حزب اختلاف راجہ ریاض صاحب، مسلم لیگ (ق) کے چودھری ظہیر الدین صاحب، سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب، ایک اور وزیر بھی ہم دے دیں گے جو اس منصوبہ کی تحقیقات کر کے رپورٹ آپ کے سامنے پیش کر دیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آپ اس کی اجازت فرما دیں اور یہ کمیٹی constitute فرما دیں کیونکہ یہاں پر دشنام طرازی ہوتی ہے جو کہ بڑی غلط بات ہے، یہاں پر الزام تراشی ہوتی ہے جو کہ بڑی غلط بات ہے لیکن اس House کا یہ استحقاق ہے، اس House کا prerogative ہے، اس House کا right ہے، حقائق جاننا اس کا حق ہے۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ اس منصوبہ کے لئے ایک کمیٹی تجویز فرما دیں آپ کسی اور معزز ممبر کو بھی اس کمیٹی میں ڈالنا چاہیں تو مجھے منظور ہے لیکن حقائق جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں وہ آپ کمیٹی کے سامنے رکھیں۔ کمیٹی رپورٹ آپ کو پیش کرے آپ اسے House میں پیش کر دیں۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جو کمیٹی انہوں نے تجویز کی ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ اگر آپ اس میں کوئی اور منسٹر add کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی کر دیں۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): بڑی مہربانی۔ میں اس منصوبہ کے بارے میں دو تین اور چیزیں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ اس منصوبے کو جب میں نے جولائی 2008 میں دیکھا تو یہ تباہی کا مقام تھا، عبرت کا نشان بن چکا تھا اور ٹھیکیدار پیسے لے کر دبئی بھاگ گئے تھے۔ ان کا وہاں پر بھی بیڑہ غرق ہو گیا کیونکہ وہ اس ملک کی حلال اور پسینے کی کمائی کو وہاں پر لے گئے جس سے ان کا وہاں پر بیڑہ غرق ہو گیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! right of way clear نہیں تھا، right of way آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں میں گستاخی کر رہا ہوں یہ بات اپنے سمجھانے کے لئے ہے، right of way وہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی منصوبہ سڑک کے لئے بن رہا ہے اس میں درخت ہیں، ٹیلی فون لائنیں ہیں، poles ہیں یا کوئی اور رکاوٹ ہے تو اس کو دور کئے بغیر وہ منصوبہ award نہیں ہو سکتا۔ right of way clear کئے بغیر وہ contract award کیا گیا اور تین contractors کو award کیا گیا۔ وہ down payment لے کر رفوچکر ہو گئے اور مشرف اپنی میٹھی نیند سو رہا تھا اور یہاں پر پنجاب حکومت نیرو کی طرح بانسری بجا رہی تھی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس منصوبہ پر میں خود چار پانچ مرتبہ گیا یعنی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چیف انجینئر سے لے کر S.E اور XEN کو suspend کیا، کچھ لوگوں کو گرفتار کیا اور ٹھیکیدار ایسے تھے کہ میں آپ کو کیا بتاؤں وہ اس طرح تھے کہ جیسے پاکستان کے مالک وہ ہیں۔ وہ کسی سے ڈرتے نہیں تھے، ان کو لگام دینے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ بالآخر یہ ایک لمبی کہانی ہے رات گزر جائے گی مگر یہ کرپشن کی کہانی ختم نہیں ہو گی، اس ملک کے اندر چیرہ دستیوں اور زیادتیوں کی کہانی ختم نہیں ہو گی۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی کو اختیار دیجئے گا کہ وہ دو ہفتوں میں یا ایک مہینہ میں آپ کو رپورٹ پیش کرے اور میں نے یہاں جو باتیں کی ہیں اگر اس میں ذرہ برابر بھی فرق آیا تو میں پوری ذمہ داری قبول کروں گا۔

جناب سپیکر! میں اسی طرح آشیانہ سکیم کی بات کرنا چاہتا ہوں، آشیانہ وہ سکیم ہے جس کے لئے میں نے اس ایوان میں محترم ممبران کی غریبوں کی ہمدردی کے لئے باتیں سنیں، یہ ان کا حق ہے اور ان کو کرنی بھی چاہیئں اور انہوں نے صدق دل سے کی ہوں گی میں بالکل ان سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دس سالوں میں غریبوں کے لئے عملی طور پر کیا گیا، عملی طور پر عام

آدمی کے لئے اس ملک میں کیا گیا؟ یہ ایک ایسی دردناک کہانی ہے کہ اگر اس کو اس ایوان کے سامنے لایا جائے تو یہ سارا ایوان اشک بار ہو گا، یہ سارا ایوان ماتم کرے گا کہ اس ملک کے ساتھ کتنی زیادتی ہوئی ہے۔ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب بنک میں 75۔ارب روپے کا ڈاکا پڑا اور یہ 75۔ارب روپے کی figures میری نہیں، یہ figures اس معزز ایوان کے ممبران کی نہیں، یہ آپ کی نہیں، یہ راجہ ریاض صاحب کی نہیں بلکہ یہ اس کمیٹی کی figures ہیں جسے سپریم کورٹ نے appoint کیا تھا جس نے پوری تحقیق کر کے سپریم کورٹ کو رپورٹ دی ہے کہ پنجاب بنک میں 40۔ارب روپے نہیں بلکہ 75۔ارب روپے کی embezzlement ہوئی ہے۔ میں 40۔ارب روپے اس لئے کہتے ڈرتا تھا کہ کہیں بنک نہ بیٹھ جائے جب اس کمیٹی نے جسے سپریم کورٹ نے appoint کیا یہ کہہ دیا کہ 75 بلین روپے کی خُورد بُرد ہوئی ہے اور وہاں پر بدترین بد دیانتی ہوئی ہے، وہاں پر اس غریب قوم کے جو کھاتہ دار تھے کسی یتیم کا، کسی ہاری کا، کسی تانگہ بان کا وہاں جو پیسا deposit ہوا تھا وہ لوٹا گیا ہے اس ملک میں اس سے بڑی کوئی سفاکانہ حرکت اور ہو سکتی ہے؟ پھر کرپشن کے تمغے سجا کر آگے بڑھنا اور اشرافیہ کہلانا اس قوم کے ساتھ اس سے بدترین کوئی اور مذاق ہو نہیں سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں نے اس House کی بڑی سمع خراشی کی ہے میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں اور میں آخری بات کر کے اپنی بات ختم کروں گا کہ آشیانہ وہ منصوبہ ہے جس کے لئے پہلے ہم قصور کے پاس سوئے آصل گئے۔ میں بالکل یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اخباروں میں باقاعدہ سوئے آصل کے اشتہارات آئے، اس کی adds آئیں، پبلسٹی ہوئی اور میں نے وہاں پر سنگ بنیاد بھی رکھا یہ بالکل درست بات ہے حتیٰ کہ approach road کے لئے بھی آرڈر دے دیا گیا لیکن شومئی قسمت اس کے بعد یہ پتا چلا کہ وہاں صرف ڈیڑھ فٹ پر پانی ہے اس لئے وہاں پر یہ منصوبہ بنانا اس صوبہ کی عوام کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ ہم نے فی الفور اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور اس کے بعد ہم نے نئی جگہ تلاش کی۔ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ ہمیں لاہور کے قریب ایک اور سرکاری قطعہ اراضی مل گیا ماضی کے حکمرانوں نے وہ زمین پچاس سالوں کے لئے لیز پر دے رکھی تھی اور وہاں پر اس قوم کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ایک دھیلے کا کام بھی نہیں ہو رہا تھا۔ میں بڑی معافی چاہتا ہوں ممکن ہے شاید اس وقت کا انتظار ہو کہ جب نظریں غافل ہو جائیں تو پھر اسے اپنی ملکیت کا حصہ بنا لیا جائے لیکن ہم نے اسے خالی کرایا اور میں اپنے بعض سینئر ممبران کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری مدد کی اور آج میں آپ کو اس ایوان میں بڑے فخر کے ساتھ لیکن انتہائی عاجزی کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور راجہ صاحب

کی خدمت میں خاص طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی 63 سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ عام آدمی کے لئے، بیوہ اور یتیم کے لئے، ایک استاد کے لئے، ایک برتن مانجھنے والی کے لئے، ایک ایسے آدمی کے لئے جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے جن کو آج تک ایک چھت نصیب نہیں ہوئی۔خدا کا آسمان ان کے لئے چھت کا کام دیتا ہے اور اللہ کی زمین فرش کا کام دیتی ہے یہ آشیانہ ان کے لئے ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بھی بڑی عاجزی سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے پاکستان بھر میں امراء کے لئے بڑی بڑی شاندار کالونیوں کے نام سنے، کراچی میں DHA، لاہور میں دو دو، چار چار کنال کے گھر ہیں وہاں پر سوئمنگ پول، ریسٹ ہاؤسز، exercise کے لئے luxury arrangements اور تمام چیزیں ہیں لیکن میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! مہربانی کریں۔جی، وزیراعلیٰ صاحب!

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! میں اس ایوان کو گواہ بنا کر آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی دی، آپ کو بھی زندگی دی اور اس حوالہ سے موقع دیا تو میں آپ سے اور اس ایوان کے سامنے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ بنیادی سہولتوں کے حوالہ سے اگر آشیانہ پاکستان کی امیر ترین آبادیوں سے کم تر ہو تو میرا نام بدل دینا۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! انہوں نے ایک لوٹے کو اس کا انچارج بنایا ہے وہ کل کو چھوڑ کر چلا جائے گا اس لئے اس میں اپوزیشن کو شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کی مہربانی۔No crass talk. راجہ صاحب! آپ خود اس کا notice لے لیں۔جی، وزیراعلیٰ صاحب!

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! یہ نہیں کیا کہ پنجاب بنک سے اربوں روپے کا loan تو ٹیکسٹائل کے لئے لیا لیکن وہ چلا کسی اور طرف گیا۔(شیم، شیم)

یہ نہیں کہ جعلی signatures کر کے 13۔ارب روپیہ حارث سٹیل کے حوالے کر دیا گیا، یہ نہیں کہ لاہور قصور روڈ اور چنیوٹ میں 5۔ارب کا منصوبہ ٹھیکے داروں کو دے کر ان کو بھگوا کر آپ خواب خرگوش ہیں۔میں راجہ صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس آشیانہ سکیم کی سو فیصد

beltingلائیو ٹیلی ویژن چینلز نے کی اور اس کے بعد جو پیمانہ بنایا گیا تھا کہ اس خاندان کی انکم بیس ہزار روپے ہو گی ، اس کا کوئی گھر نہیں ہو گا ، کوئی پلاٹ نہیں ہو گا اور بے شمار شرائط ہیں۔ بیس ہزار applicants کی belting کی گئی اور اس کے مقابلے میں تین ہزار گھر بننے ہیں وہاں ایک چھوٹا شہر بن رہا ہے۔ کمپیو ٹرائزڈ قرعہ اندازی میں بیس ہزار applicants کو ڈالا گیا اور اس میں سے تین ہزار نام نکلے، اس کے بعد اس کی 100 فیصد checking جاری ہے کہ آیا یہ حقدار ہے کہ نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے جا کر منافع کمانا ہے اور جا کر بازار میں بیچ دینا ہے، واقعی وہ یتیم ہے، واقعی وہ استاد ہے، واقعی اس کے پاس کوئی گھر نہیں ہے۔ جب انشاء اللہ اگلے ماہ کے آخر میں پہلے پانچ سو گھروں کا افتتاح ہو گا اور ان کو چابیاں دی جائیں گی تو میں اس ایوان کو، آپ کو دعوت دوں گا اور راجہ ریاض صاحب کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر لے جاؤں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ کس طریقے سے اس ملک کے اندر عام آدمی کی شنوائی کی جاتی ہے، کس طریقے سے غریب کے اوپر دست شفقت رکھا جاتا ہے۔ اگر بڑے آدمی کو اپنے رزق حلال میں محل بنانے کا حق ہے یا ایک لٹیرے کو قانون اپنے شکنجے میں نہ لے تو ہمارا اتنا فرض تو ہے کہ ایک بیوہ، یتیم، استاد کے سر پر دست شفقت رکھیں جس کا دنیا میں کوئی نہیں، اس کی کوئی چھت نہیں، اس کی کوئی زمین نہیں، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور زندگی کے اندھے تھپیڑے اس کو اس طرف لے جاتے ہیں جہاں جہنم کی آگ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! غیر ملکی امداد کے بارے میں بات کی جاتی ہے میں اس پر تفصیلی بات تو کسی اور وقت کروں گا، ابھی صرف یہ کہوں گا کہ:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار نے
"قدم بڑھاؤ شہباز شریف ہم تمھارے ساتھ ہیں" کے نعرے لگائے)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! قائد حزب اختلاف بھی کھڑے ہیں میرا خیال ہے کہ پہلے ان کو بات کر لینے دیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! انہوں نے مجھے اجازت دے دی ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ فرمائیں!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ہمیں اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب آج ہاؤس میں تشریف لائے اور انہوں نے اپنے ارشادات کا اظہار فرمایا۔ میں نہایت عزت اور ادب سے عرض کروں گا، یہی ایوان ہے جس میں ہم اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور ہم اپنی تصحیح بھی کر سکتے ہیں۔ ہم اپنی معروضات پیش کر سکتے ہیں اور اگر ان میں کوئی سچائی ہو تو وزیر اعلیٰ بھی اس کے اُوپر کھلے دل کے ساتھ سوچ سکتے ہیں۔ مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ آج وزیر اعلیٰ صاحب نے چند ایک چیزوں کو unveil کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ چند projects ایسے ہیں کہ جن پر ایک سوالیہ نشان ہر طرف سے ہے۔ ان projects کے بارے میں میڈیا کی طرف سے سوالیہ نشان اور ہمارے ذہنوں میں بھی ابہام پایا جاتا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس ملک کے چیف ایگزیکٹو، وزیر اعلیٰ اور خادم اعلیٰ کو ایک pleasant صورتحال میں یہاں پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں ناراض صورتحال میں نہیں دیکھنا چاہتے۔ آج وہ ہمیں تقریباً pleasant موڈ میں نظر آئے ہیں کیونکہ انہوں نے آج ارشاد فرمایا، کچھ باتیں کیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ آج خندہ پیشانی اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہماری باتیں بھی سنیں گے۔ قصور روڈ کے لئے انہوں نے جو کمیٹی بنائی ہے میں اس کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تجویز انہوں نے دی اور کمیٹی میں نے بنائی ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ نے بجا فرمایا اور ہمیں پتا ہے کہ آپ یہاں ہاؤس میں well prepared ہو کر تشریف لاتے ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کا اس صوبہ کے انتظام کو takeover کرنے اور آنے والی حکومت کے درمیان پندرہ ماہ کا عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ اب جبکہ اس حکومت کا بقیہ عرصہ صرف پندرہ ماہ رہ گیا ہے تو وزیر اعلیٰ صاحب نے ہاؤس کی ایک کمیٹی بنانے کی تجویز دی ہے۔ یہ ہر حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ جب وہ charge لے تو جہاں کہیں بھی اس کو کرپشن نظر آئے اسے فوری طور پر ختم کرنے کے لئے اقدامات اٹھائے جائیں اور اس کے لئے کسی وقت کا تعین نہ کیا جائے۔ ایسا نہ کیا جائے کہ پہلے دو، تین یا چار سال تک اسے دیکھا جائے اور پھر اس بارے میں کوئی action لیا جائے۔ اگر کوئی ٹھیکیدار بھاگ گیا تھا تو اس project پر کام کروانے والے انجینئرز تو موجود تھے۔ ان معاملات کو وزیر اعلیٰ سے زیادہ بہتر کون جانتا ہے کیونکہ ان کے قائد محترم اور بڑے

بھائی دو دفعہ چیف ایگزیکٹو رہ چکے ہیں اور میاں شہباز شریف صاحب خود بھی دوسری مرتبہ چیف ایگزیکٹو بنے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ disbursement authority of money منسٹر اور نہ ہی چیف منسٹر ہوتا ہے بلکہ انجینئر یا ٹھیکیدار ہوتے ہیں۔ان کی گردن کے اوپر چیف ایگزیکٹو سے زیادہ مضبوط ہاتھ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ پچھلے تین سال تک، اس کمیٹی کے بننے تک کیوں بچے رہے؟ آج بننے والی کمیٹی یہ بھی sort out کرے کہ وہ تین سال تک کیسے بچے رہے؟

جناب سپیکر! وزیراعلیٰ صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب انہوں نے charge لیا تو کچھ منصوبے کھنڈرات کا نمونہ پیش کر رہے تھے۔ انہی کے دور میں آج سے تین سال پہلے ملتان روڈ شروع ہوئی تھی لیکن ابھی تک وہ مکمل نہیں ہو سکی۔ کل بھی اس کے حوالے سے ٹی وی پر ایک رپورٹ چل رہی تھی۔ یہ 5۔ارب روپے کا منصوبہ ہے۔ آپ آج جا کر دیکھ لیں یہ اب بھی کھنڈرات کا منظر پیش کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! یہ سڑک این ایچ اے والے بنا رہے ہیں اور اس کا حکومت پنجاب سے تعلق نہیں ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! وہ پنجاب کے اندر بن رہی ہے، لاہور میں ہی بن رہی ہے اور حکومت پنجاب نے ہی این ایچ اے والوں کو یہ منصوبہ دیا ہوا ہے۔ بہرحال آپ جو حکم صادر فرمائیں گے اسی پر عمل ہو گا۔ آپ جہاں کہیں گے ہم وہیں پر رُک جائیں گے۔ میری وزیراعلیٰ صاحب سے گزارش ہے کہ تھوڑا سا ہمارا اگلہ بھی سُن لیں۔

جناب سپیکر! جب ہم آشیانہ سکیم کی بات کرتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ اسے نہ بنایا جائے بلکہ ہماری یہ گزارش ہے کہ گھر بنا کر دینے والا کام کچھ پرائیویٹ ہاؤس بلڈنگ کمپنیاں بھی کر رہی ہیں جن میں ایک کمپنی Eden Builders کی ہے۔ آشیانہ سکیم سرگودھا کا کل تمام قومی اخبارات میں آدھے صفحے کا اشتہار آیا ہے جس میں تین مرلے کا گھر 12 لاکھ روپے میں دینے کا کہا گیا ہے۔ یہ ہماری طرف سے ایک تجویز ہے، اس میں اگر ہماری سچائی نکل آئے تو اس سے منصوبے میں بہتری لائی جا سکے گی اور حکومت کی زیادہ بلے بلے ہو جائے گی، اگر ہماری بات صحیح نہیں ہو گی تو ہم sorry کر لیں گے۔ لاہور کے اندر Eden والے ساڑھے تین مرلے کا پلاٹ تین لاکھ بچاسی ہزار روپے میں دے رہے ہیں۔ اس پر low construction کی لاگت تقریباً چار لاکھ روپے آتی ہے اس طرح Eden والے تقریباً آٹھ لاکھ روپے میں ایک گھر مکمل کر رہے ہیں۔ وہ کاروباری لوگ ہیں اور وہ اس میں سے پیسے بھی کماتے

ہیں۔ہماری عرض ہے، نہایت humble گزارش ہے کہ حکومت پنجاب یا ان کا ٹھیکیدار اس آشیانہ سکیم سے منافع نہ کمائے۔ جس قیمت پر Eden والے گھر دے رہے ہیں اسی قیمت پر حکومت پنجاب آشیانہ سکیم میں لوگوں کو مکان دے۔وزیراعلیٰ صاحب اتنی قابلیت رکھتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ ان کی اس سکیم کے finances پر بھی نظر ہے۔بس ہماری آشیانہ سکیم کے بارے میں یہی گزارش ہے کہ اس کی قیمت کو کم کیا جائے۔اسی طرح Eden والے چار ہزار روپے ماہانہ قسط پر گھر دے رہے ہیں۔وہ ایک کمرشل organization ہے اور وہ اس میں سے منافع بھی کمائیں گے لہذا حکومت پنجاب اور وزیراعلیٰ پنجاب کو بھی اس بارے میں سوچ بچار کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! اگر کوئی کام اچھی نیت سے شروع کیا جائے تو اس بارے میں اچھی نیت سے ہی بات کی جانی چاہئے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے دور میں جو بھی وزیراعلیٰ پنجاب ہوتا ہے وہ انتظامی امور چلانے کے ساتھ ساتھ تمام یتیموں اور غریبوں کے لئے ایک باپ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔یہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ صرف چند یتیموں اور چند غریبوں کے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہو۔صوبہ پنجاب کے 65ہزار سکولوں کے اندر جو missing facilities ہیں ان کی جانب بھی دھیان دیں۔سکول میں پانی میسر نہ ہونے کی وجہ سے بچے پیاس سے بلکتے ہوئے واپس آتے ہیں۔بہت سے سکولوں میں چھت بھی میسر نہیں ہے تو ہماری یہ عرض ہے کہ ان سکولوں کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ہماری یہی گزارش ہے کہ آپ کی طائرانہ نظر ان سکولوں پر بھی پڑ جانی چاہئے۔آپ کی آشیانہ جیسی شفقت دوسروں کو بھی حاصل ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں پنجاب بنک کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس وقت پنجاب بنک کے مدارُالمہام ہیں۔سب کچھ آپ کے پاس ہے اس لئے کوئی corrupt آدمی نہیں بچنا چاہئے۔ہم کہتے ہیں کہ آپ اقتدار میں ہیں اس لئے corrupt لوگوں کے خلاف آپ مقدمات قائم کریں، پرچے درج کروائیں لیکن ناجائز نہیں ہونے چاہئیں۔اسی طرح میں یہ کہوں گا کہ سستی روٹی سکیم کے حوالے سے بھی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ایک کمیٹی گرین ٹریکٹر سکیم اور فوڈ سپورٹ پروگرام پر بھی بنائی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جناب وزیراعلیٰ! ہمیں آپ کی نیت پر شک نہیں ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ بہت overwork ہیں۔آپ کو جو چیز پیش کی جاتی ہے وہ properly sort out and manage نہیں ہوتی۔آپ کی ٹیم کے لوگ اتنے اہل نہیں ہیں کہ آپ کے vision کو پہنچ سکیں۔اگر comparison کیا جائے تو آپ کی ٹیم کے لوگ آپ کے vision

کو پہنچنے سے پہلے ہی نااہل اور نالائق کہلوائیں گے کیونکہ آپ کا vision بہت بڑا ہے۔ میری گزارش ہے کہ آپ کو مشورہ دینے کے حوالے سے ان کی capacity build in کی جائے۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں چودھری صاحب کے ان الفاظ پر شدید protest کرتا ہوں۔ ہم لوگ وزیر اعلیٰ کی ٹیم ہیں اور ہم نالائق نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: جی، انہوں نے کسی کا نام نہیں لیا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں اپنے الفاظ دہراتا ہوں۔ میں نے یہ گزارش کی ہے کہ وزیر اعلیٰ کی ٹیم کے لوگ اہل ہیں لیکن وزیر اعلیٰ کی اہلیت اور vision کے مقابلے میں وہ بہت کم اہلیت کے لوگ ہیں۔ اگر اس بات پر آپ بُرا مناتے ہیں تو بے شک منائیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اپوزیشن والے ایک روایت ڈال رہے ہیں کہ تحمل سے سُنا جائے اور ہم نے اپنے ہر معزز ممبر کو منع کیا ہے اگر آپ ان کو حکم صادر فرمادیں کہ چیف ایگزیکٹو تشریف فرما ہیں تو اُن کا ہی ذرا خیال کر لیں۔ وزیر اعلیٰ نے عرصہ دراز کے بعد نہایت ہی اہم موضوعات پر لب کشائی کی ہے۔ آج اپنے اس تمام بیان کے اندر اگر جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا بھی ذکر کر دیتے تو ہمیں بڑی خوشی ہوتی اور مجھے لگ رہا ہے کہ میرے حکومتی دوست مجھے سُننے جانے کے لئے بہتر محسوس نہیں کر رہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کی طرح ہی elect ہو کر آئے ہوئے اس ایوان کا حصہ ہیں اور میں یہ بات آپ کی خدمت میں حلفاً عرض کر رہا ہوں کہ باتوں میں کوئی ایک لفظ آگے پیچھے ہو سکتا ہے لیکن ہم حقیقتاً اس سارے ہاؤس کی elevation چاہتے ہیں، ہم اس ہاؤس کو 9 کروڑ عوام کی نظروں میں ایک مقتدر ہاؤس کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں اور اگر حکومت اچھا کام کر رہی ہو گی، elevate ہو رہی ہو گی تو اپوزیشن بھی elevate ہو گی اور اپوزیشن کا کوئی شخص ایسا کام نہیں کرے گا کہ آپ صوبہ کے عوام کی بھلائی کر رہے ہوں اور ہم اُس کے آڑے آئیں، ہم بالکل آڑے نہیں آئیں گے۔ میں اب اپنی ایک آخری بات کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ ہم آپ کی بنائی ہوئی ہر کمیٹی کے ساتھ چلتے ہیں لیکن کسی گروپ کو معاف کر دیجئے گا، آپ ہر گروپ کے اوپر cases کیجئے گا، وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے کہ یہ وقت کم ہے آپ اس کم وقت میں تیزی سے کام کیجئے گا لیکن انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے گا۔

آیئے ہاتھ اُٹھائیں ہم بھی
ہم جنہیں رسم دعا یاد نہیں

وہ کہ جن کا دین کذب و ریا ہو ان کو
ہمتِ کُفر ملے جراتِ تحقیق ملے
جن کے سر منتظرِ تیغِ جفا ہیں اُن کو
دستِ قاتل کو جھٹک دینے کی توفیق ملے

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محترم قائد ایوان!

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! شکریہ۔ میرے انتہائی قابل احترام بھائی چودھری ظہیر الدین خان نے جو تقریر فرمائی ہے میں اُس کو بالکل قبول کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ پنجاب بنک میں جو ڈاکا پڑا ہے کسی کو معاف نہ کیا جائے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس معزز ایوان کے چار یا پانچ معزز ممبران کی کمیٹی تشکیل کرنے کا حکم دیں اور ایک مہینے میں پنجاب بنک کی رپورٹ پیش کی جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں آپ کو پوری طرح باور کراتا ہوں کہ پنجاب بنک اس 75۔ارب روپے کے ڈاکا کے حوالے سے تمام facts اُس کمیٹی کے حوالے کرے گا اور وہ کمیٹی اپنی رپورٹ اس معزز ایوان میں پیش کرے اور میں سمجھتا ہوں کہ پھر اس ایوان کو فیصلہ کرنا چاہئے جس طرح کہ چودھری صاحب نے فرمایا کہ جو اس ڈاکازنی میں شریک ہیں اور مجرم ہیں اُن کو قرار واقعی سزا ملنی چاہئے۔

جناب سپیکر! میرے معزز ممبر نے Eden Houses کی مثال دی، اس طرح کی اور بھی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے Eden Houses کے گھر کی لاگت کے بارے میں بتایا میں آپ کی وساطت سے چودھری ظہیر الدین خان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب آشیانہ ہاؤسنگ سوسائٹی کے اندر وہ سہولتیں دے رہی ہے جن کے بارے میں Eden یا کوئی بھی پرائیویٹ ہاؤسنگ سوسائٹی ایسی سہولیات دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ مثال کے طور پر یہ انتہائی غریب اور انتہائی پسے ہوئے لوگ ہیں ان کو صرف 8 فیصدی شرح سود پر 10 لاکھ کا loan مل رہا ہے تو وہ 20 فیصدی پر بھی loan نہیں دے سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آشیانہ ہاؤسنگ سوسائٹی میں بیوگان اور شہداء کے لئے down payment حکومتِ پنجاب اپنی جیب سے ادا کر رہی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے کہ یہ پرائیویٹ ہاؤسنگ سوسائٹیاں ملکیت کا title transfer نہیں کرتیں۔ آشیانہ سوسائٹی title اُس یتیم، اُس دکاندار، اُس تانگہ بان اور اُس ہاری کے حوالے کرے گی کہ آپ ہمیشہ کے لئے مالک ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! باقی رہی بات ساٹھ ہزار سکولوں میں missing facilities کی تو آپ نے اس حوالے سے بالکل ٹھیک فرمایا کاش! یہ 75۔ارب روپے کا ڈاکا نہ پڑا ہوتا تو آج ان ساٹھ ہزار سکولوں میں missing facilities نہ ہوتیں۔ شکریہ

(اس مرحلہ پر قائد ایوان (میاں محمد شہباز شریف) ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ڈاکٹر اسد اشرف کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب چیئرمین! میری آپ سے یہ گزارش ہو گی کہ قائد ایوان نے بھی بات کی اور چودھری ظہیر الدین خان نے بھی بات کی، اگر آپ مناسب سمجھیں اور قائد ایوان دوبارہ ہاؤس میں تشریف لے آئیں تو میں بھی بات کر لوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: تمام معزز ممبران اپنی اپنی جگہ پر بیٹھیں۔ قائد حزب اختلاف بات کرنا چاہ رہے ہیں، آپ ذرا غور سے اُن کی بات سُنیں۔ جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ ہاؤس میں دوبارہ تشریف لے آئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا حق بھی ہے۔ اگر قائد ایوان نے بات کی ہے تو اس کے بعد قائد حزب اختلاف کی بات سننا بھی ان کا فرض ہے۔ آپ مہربانی کریں اور ان سے پوچھ لیں کہ اگر وہ آنا مناسب سمجھیں تو آ جائیں۔ میں جو باتیں کروں گا اس میں زیادہ وزن ہو گا اور جس سے نتائج بھی زیادہ بہتر آئیں گے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن چودھری ظہیر الدین صاحب تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے تو سپیکر صاحب نے ان کو کہا تھا کہ وہ آپ کو بات کرنے کا موقع دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب چیئرمین! میں محترم قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اگر قائد ایوان بات کرے تو جواب الجواب کی کوئی روایت نہیں ہے۔ حزب اختلاف کی جانب سے کوئی بھی ممبر اپنی تقریر میں respond کر سکتا ہے لیکن قائد حزب اختلاف

اگر کوئی comment کرنا چاہے تو یقیناً اسے یہ حق ہوتا ہے۔ چودھری ظہیر الدین صاحب جب بات کرنے لگے تھے تو سپیکر صاحب نے باقاعدہ انھیں روکا تھا کہ قائد حزب اختلاف کو بات کرنے دیں تو انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ قائد حزب اختلاف نے مجھے اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ میں بات کروں۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں لاء منسٹر جس طرح کہہ رہے ہیں یہی بات میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ چودھری ظہیر الدین خان صاحب نے یہی کہا تھا کہ قائد حزب اختلاف نے مجھے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ میرے خیال میں آپ کی request وہاں تک پہنچ گئی ہے اور انھوں نے سن لی ہے۔ وہ بار بار ادھر آئیں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آج وزیر اعلیٰ صاحب کے چیمبر میں، میں نے اور میرے ساتھیوں نے ان سے ملاقات کی تھی۔ آصف علی زرداری صدر پاکستان اور سید یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم پاکستان نے ہمیں جو ہدایت کی ہے وہ میں اس ہاؤس کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ میں نے وزیر اعلیٰ صاحب کو لکھ کر دے دیا ہے اس میں ہم نے کہا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی پنجاب کے ممبران صوبائی اسمبلی جمہوریت کو مضبوط کرنے کے لئے اور جمہوری اداروں کے استحکام کے لئے بجٹ پاس کرانے میں اپنے ووٹ استعمال کریں گے اس کے لئے ہماری کوئی شرط نہیں ہے۔ ہم غیر مشروط طور پر جمہوریت، جمہوری اداروں کے استحکام کے لئے اور محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) جنھوں نے خون کی قربانی دے کر جمہوریت بحال کرائی ان کے vision کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ووٹ کا استعمال بجٹ کے حق میں کریں گے۔

جناب چیئرمین! ہم نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ صوبائی وزیر قانون کو ان کے عہدہ سے فوری طور پر ہٹایا جائے کیونکہ ان کو اپنی زبان پر گرفت نہ ہے اس لئے بہت سے معاملات ان کی وجہ سے خراب اور انتشار کا شکار ہوتے ہیں۔ اب دانش سکول کی بات آئی تو قائد ایوان نے کہا۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: شوکت بسراء صاحب! پلیز! بیٹھیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ جب قائد حزب اختلاف کھڑے ہیں تو آپ بیٹھ جائیں۔ رانا صاحب! آپ بھی بیٹھ جائیں۔ میرے خیال میں سپیکر صاحب کے چیمبر میں کل ہم سب موجود تھے تو کوئی ایسا مطالبہ نہیں تھا وہاں بڑے اچھے ماحول میں آپ ایک دوسرے سے گلے ملے تھے اور جو misunderstanding ہوئی تھی اس کی ایوان میں وضاحت بھی کی گئی تھی۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب چیئر مین! وزیر اعلیٰ صاحب نے مجھے دعوت دی ہے کہ دانش سکول کے بچے آئیں گے تو وہ انھیں مجھ سے ملائیں گے۔ میں بھی وزیر اعلیٰ صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ ابھی گاڑی نکالیں اوکاڑہ اور ساہیوال میرے ساتھ وہاں کے سکولوں میں جائیں بلکہ میں لاہور کے اندر بھی سکول دکھاتا ہوں کہ جہاں پر چھت ہے، پانی ہے، نہ لیٹرین ہے اور بچے درختوں کے نیچے بیٹھے ہیں۔ چودھری ظہیر الدین خان صاحب نے جس طرح کہا ہے کہ وہ باپ ہیں تو ان کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے کہ ایک بھکاری کو تو اٹھا کر دانش سکول میں لے جائیں اور جو زینب ساہیوال میں ہے، جو زینب قصور میں ہے، جو چکوال میں ہے، جو راولپنڈی میں ہے اور جو میانوالی میں ہے ان کا کیا قصور ہے اور کیا یہ ان کے وزیر اعلیٰ نہیں ہیں؟ یہ پورے صوبہ کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب ضرور ایک لاکھ دانش سکول بنائیں لیکن غریب میں تفریق کرنے کا حق وزیر اعلیٰ کے پاس نہیں، اگر صوبہ میں 16 لاکھ بچے ہیں تو ان 16 لاکھ بچوں کو ایک جیسی تعلیم دینا وزیر اعلیٰ کا فرض ہے، یہ ہمارا اعتراض ہے۔ انھوں نے مجھے دو تین مہینوں کے بعد ان بچوں سے ملانا ہے، اگر وہ چیمبر میں سن رہے ہیں تو گاڑی نکالیں آج ہی ان کی اچھی خاصی ٹھیک ٹھاک تسلی ہو جائے گی کہ پنجاب کے سکولوں کی حالت کیا ہے؟

جناب چیئر مین! کچھ مطالبات پر تو وہ کمیٹی کا کہہ گئے ہیں۔ آپ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے سستی روٹی پر بھی کمیٹی بنائیں، آپ روزگار سکیم پر بھی کمیٹی بنائیں اور آپ فوڈ سپورٹ پروگرام پر بھی کمیٹی بنائیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کو جو پسند تھا اس کے متعلق وہ بات کر کے چلے گئے اور جو چیز ان کے خلاف جاتی ہے اس کے لئے کمیٹی تشکیل دینا آپ کا فرض ہے۔ میری آپ سے گزارش ہو گی کہ اربوں روپے کی جو کرپشن T.M.As اور ضلع کونسلوں میں ہوئی ہے اس پر کیوں کمیٹی نہیں بن رہی؟ اس پر بھی کمیٹی بنائیں۔ اس کے علاوہ لوکل گورنمنٹ اور C&W میں سیلاب کے دوران جو کرپشن ہوئی اس پر بھی کمیٹی بنائیں۔ یہاں آ کر ایک دو چیزوں کے بارے میں کہنا کہ پنجاب بنک پر کمیٹی بنائیں، قصور روڈ پر کمیٹی بنائیں اور جو لاکھوں کروڑوں اربوں کی کرپشن ہو رہی ہے اس پر کمیٹی کون بنائے گا؟

جناب چیئر مین! یہاں پر آشیانہ سکیم کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے تو یہ بھی چند مخصوص لوگوں کو ملنی ہے۔ افتخار احمد نامی ایک شخص نے ہائی کورٹ میں رٹ کر دی ہے کہ میرا نمبر نکلا تھا لیکن مجھے گھر نہیں دیا جا رہا، میرے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ یہ آشیانہ کا میرٹ ہے کہ جن لوگوں کے نمبر نکلے

ہیں وہ پیچھے جا رہے ہیں اور جو (ن) لیگ کے کا ممبر ہیں، (ن) لیگ سے تعلق رکھتے ہیں یا احسان الدین قریشی کے ووٹر ہیں ان کو اس سکیم میں سے حصہ دیا جا رہا ہے۔

جناب چیئر مین! اگر میرٹ اور انصاف کی بات کرنی ہے تو پھر وہ سب کے لئے ایک جیسا ہونا چاہئے۔ تعلیم کی بات کرنی ہے تو تعلیم سب کے لئے ایک جیسی ہونی چاہئے۔ صوبہ کے وزیر اعلیٰ کو کوئی اختیار نہیں کہ 50 لاکھ بچوں میں سے ایک ہزار بچوں پر VIP خرچ ہو لیکن باقی بچوں کا کیا قصور ہے، مجھے صرف اتنی بات کا جواب دے دیں؟ میں وزیر اعلیٰ صاحب کے پیغام کا انتظار کروں گا کہ پنجاب میں جہاں پر چھت نہیں ہے، جہاں بچے درختوں کے نیچے پڑھ رہے ہیں، سستی روٹی سکیم اور فوڈ سٹیمپ پروگرام پر آپ کمیٹی بنا دیں یا وزیر اعلیٰ صاحب خود بنا دیں انشاء اللہ تعالیٰ جو بھی کمیٹیاں بنیں گی ہم اُن میں پورا تعاون کریں گے لیکن میری صرف ایک گزارش ہے کہ انہوں نے کشکول توڑنے والی بات کی ہے، اِن سے کشکول تو نہیں ٹوٹا مگر لوٹے ہی توڑ دیں تو مہربانی ہوگی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئر مین! میں مشکور ہوں کہ قائد حزب اختلاف نے قائد ایوان کی تقریر پر اپنا ردِ عمل ظاہر کیا۔ وہ اپنے چیمبر میں موجود ہیں، انہوں نے سُن لیا ہوگا۔ اگر کوئی بات miss ہوئی ہے تو قائد حزب اختلاف کا پیغام اُن تک پہنچا دیا جائے گا۔ میں یہاں پر صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا۔۔۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئر مین! ایک ایسا لاء منسٹر جو دہشت گردوں کا سرغنہ ہے ہم نے اُس سے جواب نہیں لینا۔۔۔ (قطع کلامیاں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب چیئر مین! میرے متعلق بات ہوئی ہے تو بات سنیں اور سننے کا حوصلہ پیدا کریں۔

جناب چیئر مین: بسراء صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئر مین! ایک ایسا لاء منسٹر جو کرپشن میں ملوث ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب چیئر مین! اِن کی اب حالت یہ ہے یعنی اِن کو میرے جواب کا اتنا خوف ہے کہ میری بات سننا ہی نہیں چاہتے۔ انہوں نے میرے متعلق بات کی ہے

اور میری ہی بات کو سننا نہیں چاہتے یعنی یہ اتنے خوف زدہ ہیں کہ میری بات کو سننے کا حوصلہ ہی نہیں رکھتے۔(قطع کلامیاں)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! جو لاء منسٹر خود کرپشن میں ملوث ہو ہم اُس کرپٹ آدمی سے جواب کیوں لیں؟

جناب چیئرمین: بسراء صاحب! پلیز تشریف رکھیں اور ایسی بات مت کریں۔ جب کوئی سپیکر بول رہے ہوں تو درمیان میں interrupt نہیں کرتے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب چیئرمین! آپ دیکھیں کہ ان کے اپوزیشن لیڈر بھی اس احتجاج پر کھڑے ہیں کہ میں بات نہ کروں یعنی یہ میری بات سے اتنے خوف زدہ ہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! مجھے بات کرنے کا موقع دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب چیئرمین! جب سپیکر چیمبر میں ایک معاملہ طے ہو گیا اور اُس کے بعد ایوان میں آکر اپوزیشن کے مطالبے اور satisfaction کے مطابق میں نے وضاحت بھی کر دی تو پھر ان کا یہ مطالبہ کیا معنی رکھتا ہے؟ دوسرے نمبر پر یہ مولا جٹ کی جو بڑھکیں لگاتے ہیں اور جس قسم کی پریس کانفرنسیں کرتے ہیں اگر بعد میں انہوں نے اسی طرح سے رونا ہے تو یہ کام نہ کیا کریں۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "پاگل پاگل" کی نعرہ بازی)

جناب چیئرمین: پلیز! تمام ممبران اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب چیئرمین! آج اپوزیشن لیڈر نے تحریری طور پر وزیر اعلیٰ کو یہ بات لکھ کر دے دی ہے کہ ہم بجٹ کو support کریں گے اور ووٹ دیں گے لہٰذا اب اِس وقت اپوزیشن کا بجٹ پر تنقید کرنے کا حق ختم ہو گیا ہے۔ اپوزیشن لیڈر نے یہ تحریری بیان دے کر تاریخی بونگی ماری ہے اور اپوزیشن کا بجٹ پر تنقید کرنے کا حق ختم کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین: اب ہم کارروائی کی طرف چلتے ہیں۔ چودھری عبدالوحید صاحب! آپ اپنی تقریر شروع کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئر مین! اگر اللہ نے آپ کو اس سیٹ پر بیٹھنے کا موقع دیا ہے تو انصاف کریں۔

جناب چیئر مین: بسراء صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

وزیر اوقاف و مذہبی امور (حاجی احسان الدین قریشی): جناب چیئر مین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، کیا آپ نے رپورٹ پیش کرنی ہے؟

وزیر اوقاف و مذہبی امور (حاجی احسان الدین قریشی): جناب چیئر مین! آپ نے مجھے، ڈاکٹر اختر ملک صاحب اور سامیہ امجد صاحبہ کو باہر LHVs کے پاس بھجوایا تھا جو احتجاجی مظاہرہ کر رہی تھیں۔ اُن کا مطالبہ یہ ہے کہ اُن کا کوئی سروس سٹرکچر نہیں ہے اور وہ 1982 سے 9ویں سکیل میں کام کر رہی ہیں بلکہ اِس کے مقابلے میں ان کی ہی qualification کے مطابق نرسوں کا سروس سٹرکچر اس طرح ہے کہ وہ آج 16ویں سکیل میں کام کر رہی ہیں۔ اُن کی چار نمائندگان کمیٹی روم میں موجود ہیں لہذا کوئی کمیٹی بنائیں جو اُن سے بات کرے تاکہ اُن کا معاملہ حل ہو سکے۔ میں نے رپورٹ پیش کر دی ہے اس کے مطابق آپ اپنا حکم فرما دیں۔

جناب چیئر مین: جی، ڈاکٹر اختر ملک صاحب!

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب چیئر مین! حاجی احسان الدین قریشی صاحب کی سر براہی میں ہم نے اُن سے جا کر بات کی ہے جن کے چار نمائندگان یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اُن کے جائز مطالبات ہیں لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس کی کمیٹی بنا دی جائے جو اُن سے بات کر لے۔ اگر مطالبات سن کر ہم اُن کی حق رسی کر سکیں تو میرے خیال میں بہتری ہو گی۔

جناب چیئر مین: ڈاکٹر صاحب! آپ نے پہلے بھی ایک issue اٹھایا تھا اور اُس پر سپیکر صاحب نے ایک خصوصی کمیٹی بنائی تھی جو already exist کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جس طرح کمیٹی میں پیرا میڈکس، حکیم اور ہومیو پیتھک کو شامل کیا ہوا ہے اِن LHVs کے نمائندگان کو بھی include کر لیتے ہیں تاکہ سب کے مسائل کو وہی کمیٹی دیکھے جو already in place ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئر مین! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب چیئر مین: بسراء صاحب! آپ اپنی تقریر پر بات کر لیجئے گا۔ ابھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ملے گا۔ جی، چودھری عبدالوحید صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب ذرا سینئر ہیں اُن کو بات کر لینے دیں۔ میری معزز ممبران سے درخواست ہے کہ جب کوئی سپیکر بول رہا ہو تو kindly اُس کے سامنے سے نہ گزرا کریں کیونکہ یہ بہت بُرا لگتا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ آج قائد ایوان آئے اور تمام ممبران کی خواہش تھی کہ اُن کے سامنے بات کی جائے۔ جب وہ بات کر رہے تھے تو پورے ہاؤس نے انتہائی سنجیدگی اور خاموشی سے اُن کی بات سنی لیکن جب وہ تشریف لے گئے تو اُن کے بعد اس ہاؤس میں ایک مچھلی منڈی کا منظر پیش ہو رہا تھا جو انتہائی قابلِ افسوس بات ہے۔ ہماری یہ خواہش تھی کہ وہ یہاں پر تشریف رکھتے اور ہماری گزارشات بھی سنتے مگر وہ چلے گئے۔ اپوزیشن لیڈر یہاں پر کھڑے ہوئے، انہیں کسی نے بات نہیں کرنے دی جو انتہائی زیادتی ہے۔ میری آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ جب وہ خود ہی ایک چیز پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شور شرابا شروع کرا دیتے ہیں تو یہ بھی اُن کی انتہائی زیادتی ہے۔

جناب چیئرمین: جی، چودھری وحید صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع عنایت فرمایا ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: بسراء صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر منع کیا ہوا ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب چیئرمین! میں تقریباً پندرہ منٹ سے کھڑا ہوں لیکن ان کے پوائنٹ آف آرڈر ختم نہیں ہو رہے۔

جناب چیئرمین: بسراء صاحب! آپ حوصلہ رکھیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس معزز سیٹ پر بیٹھنے کا موقع دیا ہے۔ میں ایک شعر عرض کرتا ہوں۔۔۔

جناب چیئرمین: دیکھیں، پوائنٹ آف آرڈر پر شعر و شاعری نہیں ہو گی۔ آپ وکیل ہیں اس لئے آپ کو procedure کا پتا ہونا چاہئے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! صرف ایک منٹ لوں گا۔ شعر عرض ہے کہ:

مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کرو گے
منصف خود حشر برپا کیوں نہیں کرتے

جناب چیئرمین: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): میں صرف ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! جو لاء منسٹر ہوتا ہے ہاؤس کو چلانے کی ذمہ داری اُس کے کندھوں پر ہوتی ہے مگر سب سے غیر ذمہ دار آدمی اگر اس ہاؤس کے اندر موجود ہے تو وہ پنجاب کا لاء منسٹر ہے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: بسراء صاحب! کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے آپ کے ساتھی کی دلآزاری ہوتی ہو۔ آپ اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں صرف یہ گزارش کرنے لگا ہوں کہ ہم بھی لاء منسٹر کی طرح ایک ادنیٰ سے ممبر ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات مجھے سمجھ آگئی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ عبدالوحید چودھری صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال النبی ﷺ کلکم راع وکلکم مسئول عن الراعیتہ۔ صدق اللہ العظیم۔

خوشبوؤں کا ایک نگر آباد ہونا چاہئے
اب اس نظام زر کو برباد ہونا چاہئے
اندھیروں میں بھی منزل تک پہنچ سکتے ہیں ہم
جگنوؤں کو راستہ تو یاد ہونا چاہئے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! آج میں انتہائی مسرت اور خوشی کے ساتھ یہ بات کرنا اپنے لئے قابل فخر سمجھتا ہوں کہ اِن مشکل ترین گھڑی، اس مشکل ترین حالات اور مشکل ترین اوقات میں پنجاب حکومت

نے جو بجٹ پیش کیا ہے کہ جب پورے پنجاب کے عوام ،تمام جنوبی پنجاب اور باقی صوبہ کے عوام درد، کسمپرسی کی حالت اور مشکل گھڑی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی سیاسی بصیرت اور ان کی ٹیم کی ہمت اور کوشش کو سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے شب وروز محنت اور کوشش کے ساتھ ایک عوام دوست اور خوشحالی کا ضامن بجٹ پیش کر کے مشکل میں گھرے ہوئے اور پریشان حال عوام کے لئے امیدوں کا چراغ روشن کیا۔

جناب چیئرمین! ہماری حکومت کی پچھلی تین سالہ کارکردگی ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ وفاقی بجٹ اور تینوں صوبوں کے بجٹ نے عوام کو مایوس کیا لیکن الحمد للہ ہمارے اس بجٹ نے عوام کی امیدوں کی روشنیوں کو منور کیا اور ان کی ڈھارس بندھی کیونکہ بجٹ میں پسے ہوئے محروم، مجبور اور بے روزگار طبقے کے لئے بہت کچھ رکھا گیا ہے۔ پچھلے سال جب پنجاب کے عوام پر مصیبت نازل ہوئی اور اس وقت سوئی ہوئی قوم پر سیلاب کی شکل میں عذاب نازل ہوا تو یہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے خادم اعلیٰ ہونے کی واضح دلیل ہے کہ وہ شب وروز محنت، کوشش اور جدوجہد کر کے ان علاقوں تک پہنچے جہاں تک پہنچنا ناممکن تھا اور وزیر اعلیٰ نے خادم اعلیٰ ہونے کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ تمام ایم پی ایز نے بھی خادم عوام ہونے کا ثبوت دیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب کی تاریخ اور پارلیمنٹ کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے۔

(اذان عصر)

جناب چیئرمین: جی، چودھری صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: جناب چیئرمین! اس مصیبت کی گھڑی، مشکل حالات اور تکلیف دہ مراحل میں پاکستان مسلم لیگ(ن) کے قائدین، ان کی ٹیم اور مسلم لیگ(ن) کے ایم پی ایز ہمت، جرأت اور استقامت سے کام لیتے ہوئے پنجاب کی پریشان حال عوام کے لئے مسیحا ثابت ہوئے۔ دوسرے صوبوں میں بھی سیلاب آئے تھے لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ، راولپنڈی کے ایم پی ایز، لاہور اور راجن پور کے ایم پی ایز خان پور اور دور دراز علاقوں میں سیلاب میں پھنسی ہوئی عوام کی خدمت کر رہے تھے جبکہ وفاقی حکومت کے وزراء اپنی عیاشیوں اور اللوں تللوں میں مصروف عمل تھے۔ سندھ کے وزراء عوام کی بجائے اپنی جاگیروں اور زمینوں کو بچانے کے لئے غریبوں کی طرف بند توڑ رہے تھے جس کا سپریم کورٹ نے بھی نوٹس لیا۔ اگر حقیقی معنوں میں عوام کا کوئی غم خوار، خادم اعلیٰ اور عوام کا نمائندہ ہے تو وہ صرف اور صرف میاں محمد شہباز شریف ہے۔ پنجاب نے دوسرے صوبوں کے لئے بھی 94 کروڑ روپے

امداد دی، سندھ کی بھی ہم نے امداد کی، بلوچستان اور خیبر پختون خواہ کی بھی امداد کی۔ میں سلام پیش کرتا ہوں وزیر اعلیٰ کی اس ٹیم کو، باہمت ایم پی ایز کو جو جرأت و استقامت سے پریشان قوم کے لئے، جنوبی پنجاب کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائے اور ہمہ وقت جنوبی پنجاب کے عوام کے مسائل حل کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب اپنی ٹیم کے ساتھ کبھی راجن پور، کبھی کوٹ مٹھن، کبھی ڈیرہ غازی خان اور کبھی تونسہ الغرضیکہ ہر جگہ پہنچے جہاں کوئی اور نہ پہنچ سکا۔ میں اپنے وزیر اعلیٰ کی سادگی اور اپنائی گئی سادہ پالیسی کی بھی داد دیتا ہوں۔ مرکزی حکومت نے اپنے بجٹ میں 25 فیصد اضافہ کیا تو کیا اس غریب قوم کے معصوم اور مسکین وزیر اعظم کے اخراجات میں 25 فیصد اضافہ کیا گیا جبکہ صدر پاکستان کے اخراجات میں 3 کروڑ روپے کا اضافہ کیا گیا اور اس کے برعکس پنجاب کی اس حکومت نے 22 فیصد اپنے اخراجات کو کم کیا۔ میں ان کی ہمت، ان کی کوشش کو داد پیش کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ:

ہمت ہے تو پیدا کر فردوس بریں اپنا
مانگی ہوئی جنت سے دوزخ کا عذاب اچھا

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! آج ہم نے لوگوں سے پیسے مانگ کر اپنی غیرت، اپنی حمیت، اپنی آزادی اور اپنی ہر قسم کی قربانیوں کو ضائع کر دیا ہے۔ وزیر اعلیٰ کا کشکول توڑنے کا جرأت مندانہ فیصلہ ہے۔ باوقار قومیں، زندہ قومیں عزت اور غیرت کی زندگی چاہتی ہیں اور بے غیرتی کی زندگی سے ان کے لئے موت اچھی ہے۔ وفاقی گورنمنٹ کو میں کیا کہوں، آج جو کچھ پنجاب نے کیا ہے اس کا اگر ایک عُشرِ عشیر بھی عوام کے لئے کر لیتے تو آج ملک کے یہ حالات نہ ہوتے۔ پنجاب نے تعلیم کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں، تعلیم کے لئے فنڈ رکھا ہے اور غریب بچوں کے لئے فنڈ رکھا ہے۔ دانش سکول کے حوالے سے میں کہوں گا، مجھے سمجھ نہیں آتی میں ڈیرہ غازی خان میں اس الیکشن میں پندرہ دن رہا، محسن لغاری صاحب شاید یہاں نہیں بیٹھے، ڈیرہ غازی خان کا وہ حلقہ جو صدر فاروق لغاری کا حلقہ تھا، جو جعفر لغاری کا حلقہ ہے، جو محسن لغاری کا حلقہ ہے اور جو یہاں بڑی باتیں کرتا ہے۔ میں نے اس حلقے میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہاں جانور اور انسان اکٹھے پانی پیتے ہیں۔ اس حلقے کی 65 فیصد عوام غربت کی لکیر سے نیچے رہتی ہے۔ یہ کیوں دانش سکول کی مخالفت کرتے ہیں؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ کا یہ مشن ہے کہ غریب بچوں کا اب مقدر بدلنا ہے۔ ان کی ذمہ داری کیا امیر اور جاگیرداروں

کے گھروں کی صفائیاں، ان کی خدمت اور ان کے بوٹ پالش کرنے کے لئے ہی ہے، کیا غریبوں کی بچیوں کا یہی مقدر ہے کہ وہ امیروں اور جاگیرداروں کے بچوں کو ساری عمر کھلاتی رہیں اور کیا ان کا یہی مقدر ہے کہ وہ ان جاگیرداروں اور وڈیروں کی ساری عمر خدمت کرتی رہیں؟ نہیں۔ آج وزیراعلیٰ نے غریب کو بھی شعور دیا ہے اور مزدور کے بچے کو بھی شعور دیا ہے۔ آئندہ دس سال میں انہی مزدور اور غریب کے بچے کا اس ملک کی ترقی میں بہت بڑا حصہ ہوگا۔ وہ بھی آج انجینئر اور ڈاکٹر بننے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ جنوبی پنجاب کے بڑے ہمدرد بننے والے، بڑے ٹھیکیدار، بڑے نام نہاد لیڈر جو آٹھ سال گورنمنٹ میں رہے ان کو جنوبی پنجاب کا کوئی خیال نہیں آیا، ان غریبوں کی طرف نہیں دیکھا جن کی ٹوٹی ہوئی جوتیاں ہیں۔ آٹھ سال اس دور حکومت میں غریب بچوں کو جو تپتی ہوئی دھوپ میں ننگے جسموں کے ساتھ ان امیروں اور جاگیرداروں کے جوتے پالش کرتے تھے ان کا ذرا احساس و خیال نہیں آیا۔ آج میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی جرأت اور ہمت کو سلام پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ جنوبی پنجاب کے لئے 70۔ارب روپے کا بجٹ رکھا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں محسن لغاری صاحب اور (ق) لیگ والوں سے آپ کے توسط سے عرض کروں گا کہ یہ ہے ان کی حکومت کا ریکارڈ کہ اب ان کی سیاست ختم ہونے کو ہے تو اب ان کے خواب میں جنوبی پنجاب کا درد جاگا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بہروپیے ٹوپی ڈرامہ کر رہے ہیں۔ ان کو جنوبی پنجاب کے لوگوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ 2005 میں (ق) لیگ کی حکومت نے 18 فیصد بجٹ جنوبی پنجاب کے لئے رکھا اور آج وہ مگرمچھ کے آنسو رو رہے ہیں۔ 2006 میں اس (ق) لیگ نے، جنوبی پنجاب کا اپنے آپ کو ماما سمجھنے والوں نے بجٹ میں صرف 17 فیصد رکھا۔ چہ جائیکہ جنوبی پنجاب کی آبادی 32 فیصد ہے اور جنوبی پنجاب کا رقبہ ایک لاکھ کلومیٹر جو 48.6 فیصد ہے اُس وقت ان لوگوں کو جنوبی پنجاب سے ہمدردیاں ختم ہو گئی تھیں، اُس وقت ان کو رابرٹ فارم یاد آیا تھا، اُس وقت ان کو لوگوں کی زمینیں لوٹنی یاد آئیں تھیں۔ اِن کو جنوبی پنجاب کی تپتی ہوئی ریت، سسکتی ہوئی عوام اور روتی ہوئی ماں کی ممتا یاد نہیں آئی تھیں۔ 2007 میں شرمناک حالت تھی۔ اُس وقت اس (ق) لیگ کے نام نہاد لیڈروں نے جنوبی پنجاب کے لئے صرف 14 فیصد بجٹ رکھا تھا۔ آج ان کو شرم آنی چاہئے کہ انہوں نے جو 14 فیصد بجٹ جنوبی پنجاب کے لئے رکھا تھا یہ آج اس کے کیسے وارث بنتے ہیں، آج ان کے پیٹوں میں کیوں تکلیف اٹھی ہے؟ جب وزیراعلیٰ شہباز شریف نے اپنے تمام فنڈز کا رخ جنوبی پنجاب کی طرف موڑ

دیا ہے، جب وزیر اعلیٰ جنوبی پنجاب کی محرومیوں کو ختم کرنے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لا رہے ہیں تو آج ان کو جنوبی پنجاب یاد آ گیا ہے۔ جب ہماری حکومت بنی تو وزیر اعلیٰ پنجاب نے 2009 میں 24 فیصد بجٹ رکھا، 2010 میں 29 فیصد بجٹ رکھا اور آج جنوبی پنجاب کے لئے یہ خوش قسمت بجٹ ہے۔ یہ ترقی کا آغاز ہے، یہ محرومیوں کو ختم کرنے کا آغاز ہے اور ان کے لئے دکھ درد کے فاصلوں کو ختم کرنے کا آغاز ہے۔ 32 فیصد یہ بجٹ رکھا گیا، اس وقت محسن لغاری صاحب تشریف لے آئے ہیں میں ان اعداد کو پھر دہراتا ہوں کہ جنوبی پنجاب کے لئے 2005 کے بجٹ میں 18 فیصد رکھا گیا تھا، 2006 میں 17 فیصد رکھا گیا تھا، 2007 میں 14 فیصد رکھا گیا تھا۔ یہ تھی تمہاری جنوبی پنجاب کے ساتھ محبت، یہ تھی تمہاری غریبوں، بے کسوں اور مجبور لوگوں کے ساتھ محبت اور یہ تھی تمہاری اپنے حلقے کے ساتھ محبت؟ میں نے الیکشن میں دیکھا ہے کہ ان کی ذاتی یونین کونسل خاص جمال لغاری میں جہاں ان کی زمینیں تھیں وہاں بند بندھے ہوئے تھے اور جہاں غریبوں کی زمینیں تھیں وہ ساری ڈوب چکی تھیں۔ کیا یہ کچھ جنوبی پنجاب کے لوگ مانگتے ہیں؟ ہم بالکل اپنا حق مانگتے ہیں لیکن ہم ان جاگیرداروں اور وڈیروں کا تسلط نہیں چاہتے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں حق دیا جائے، ہمیں حق ملے لیکن ان جاگیرداروں اور وڈیروں نے جب سے پاکستان بنا ہے یہ اقتدار میں رہے ہیں، یہ حکومت میں رہے ہیں، انہوں نے تمام کی غلامیاں کی ہیں لیکن عوام کی حالت کیوں نہیں بدلی؟ جب ان کی سیاست ختم ہونے لگی ہے، جب ان کی سیاست ڈوبنے لگی ہے تو آج ان کو غریبوں کی ہمدردیاں یاد آ گئی ہیں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ فاروق لغاری (مرحوم) کے حلقے میں آج کیوں جانور اور انسان اکٹھے پانی پیتے ہیں؟ 65 سالہ اقتدار میں ان لوگوں نے سوائے غریبوں کو محکوم اور غلام بنانے کے اور کچھ نہیں کیا۔ میں یہی کہوں گا کہ میرے قائد کے vision کے مطابق ہم نے اس ملک کو ترقی کی طرف لے جانا ہے۔ میرے قائد کا یہ vision ہے اور میں یہ کہوں گا کہ:

اساں شوق دے پنجرے بھن چھوڑے
ہن فصلی بٹیرے نئیں رکھنے
جتھاں کل گستاخ پیار دے ریہون
اوتھے پیار دے ایرے نئیں رکھنے
زمین بھاویں شاکر سنج رکھ سوں
پر بے ایمان مزارعے نئیں رکھنے

آج ہم اس ملک کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کے لئے ہماری گورنمنٹ نے رخ موڑ دیا ہے۔ پنجاب کا 70۔ ارب روپے کا بجٹ جو آبادی کے 32 فیصد حساب سے ہے ہمیں بالکل پورا حق ملا ہے۔ جنوبی پنجاب کی طرف جو ڈیرہ غازی خان ہے۔ جنوبی پنجاب کے شہر ڈیرہ غازیخان میں ایک طرف لغاریوں کے حلقے اور ایک طرف سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کا حلقہ جہاں پر دنیا کی تمام بنیادی سہولتیں میسر ہیں۔ ڈیرہ غازیخان وہ علاقہ ہے جہاں پر 50.58 فیصد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے رہتے ہیں اور فاروق لغاری کا حلقہ میں 65 فیصد لوگ غربت کی لکیر کے نیچے رہتے ہیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب محمد شہباز شریف نے میڈیکل کالج ڈیرہ غازیخان کو دیا ہے، یونیورسٹی دی ہے تاکہ وہ لوگ جو اچھی تعلیم سے محروم تھے تعلیم حاصل کر سکیں کیونکہ امیرزادے تو ایچیسن میں پڑھتے تھے۔ آپ کی گورنمنٹ نے، میاں محمد شہباز شریف اور سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے چوٹی زریں میں پہلا ہائی سکول بنایا اور یہ تو 63 سالہ زندگی میں وہاں پر ایک ہائی سکول بھی نہیں بنا سکے۔ آج پھر ہماری گورنمنٹ نے ڈیرہ غازیخان میں اربوں روپے کے ترقیاتی فنڈز دیئے ہیں اور Tribal areas کے لئے 3۔ ارب 38 کروڑ روپے دیئے گئے ہیں۔ میں وزیراعظم کا بھی مشکور ہوں کہ ملتان میں انہوں نے بھی ترقیاتی کام کے لئے بہت فنڈز دیئے ہیں اور انہوں نے جنوبی پنجاب کی طرف ترقی کا رخ موڑا ہے۔ وزیراعلیٰ صاحب نے بھی ملتان کو کڈنی ہسپتال دیا، کارڈیالوجی ایمرجنسی وارڈ کو توسیع دی، 100 بستروں پر مشتمل جدید ہسپتال دیا اور خواتین یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے اس کے باوجود بھکر، میانوالی اور جھنگ کے لئے ہمارے محسن جنوبی پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے 2۔ ارب روپے کا پیکج دیا ہے۔ رحیم یار خان میڈیکل کالج کی بلڈنگ اور توسیع ہسپتال کے لئے 32 کروڑ روپے عنایت فرمائے ہیں۔ ہماری حکومت نے بہاولپور میں لائیوسٹاک یونیورسٹی اور میڈیکل کالج اعلان کیا ہے۔ آج میں وفاقی حکومت کے حوالے سے کچھ معلومات share کرنا چاہوں گا کہ پنجاب حکومت نے تو اپنے اخراجات کم کئے ہیں کیونکہ ہماری گورنمنٹ اس بات کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ غریبوں کا ملک ہے، بے بس اور بے سہارا لوگوں کو دو وقت کی روٹی ملنا مشکل ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر! ایوان صدر کے اخراجات کے لئے 48 کروڑ 23 لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے جو پچھلے بجٹ سے 5 کروڑ 53 لاکھ روپیہ زیادہ ہے اور یہ غریب پاکستان کا ایوان صدر ہے، غیر ملکی دوروں کے لئے 34 کروڑوں روپے رکھے گئے ہیں جو پچھلے بجٹ سے 3 کروڑ روپے زیادہ ہیں۔ یہ غریب پاکستان کے ایوان صدر اور صدر کے اخراجات ہیں۔

جناب سپیکر! وزیراعظم ہاؤس کے بجٹ میں 6کروڑ 18لاکھ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے، کیا بات ہے یہ محروم اور یتیم بچوں کے ملک کا وزیراعظم ہاؤس ہے جس ملک کے بچوں کو روٹی روزی کے لالے پڑے ہوئے ہیں، جن کے پاس روٹی صبح کی ہوتی ہے شام کی نہیں ہوتی اور جن کے پاس تعلیم اور علاج کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ اس ملک کے وزیراعظم ہاؤس میں 6کروڑ 18لاکھ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس غریب ملک کے وزیراعظم کے غیر ملکی دوروں کے لئے 11-ارب 60کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے، کیا اللہ کی شان ہے، ایمان سے جب غریب سنے گا تو وہ اپنی موت آپ مر جائے گا کہ کیا اس غریب ملک کے وزیراعظم کے اخراجات ہیں۔ میں یہی کہوں گا کہ جناب سید بادشاہ کہ:

پھرتے ہیں میر خار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات کی گئی

جناب سپیکر! آج کل ہمارے ملک میں کرپشن عروج پر ہے لیکن ہماری پنجاب گورنمنٹ پر کرپشن کا کوئی الزام نہیں لگا سکا۔ آج پوری دنیا، پورا میڈیا اور transparency international کے تمام ادارے پنجاب حکومت کی کارکردگی کو سراہا رہے ہیں۔ آج وفاقی حکومت اور اس کے اداروں کا کوئی ایسا وزیر باقی نہیں بچا جس کے ماتھے پر بدعنوانی کا جھومر نہ ہو، جس کے سر پر بے ایمانی اور کرپشن کا تاج نہ ہو اور جس کے گلے میں کرپشن اور لوٹ مار کا ہار نہ ہو۔ آج اس ملک کے غریب عوام کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ مذاق سے کم نہیں ہے۔ ہم گزارش کرتے ہیں کہ ہم بے کس اور بے مراد لوگ اپنے وزیراعظم اور صدر پاکستان سے ہاتھ باندھ کر اس ملک کے عوام کی زندگی کی بھیک مانگتے ہیں کہ جس عوام نے آپ کو اس منصب اعلیٰ پر پہنچایا خدا کے لئے ان پر ڈرون حملوں کو بند کرو۔ اس معصوم اور بے بس عوام کو مارنے کا جو منصوبہ بنایا گیا ہے یہ بند کیا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کو ڈالر بہت پسند ہیں، یہ حقیقت ہے کہ پاکستانی لاشوں کو ڈالروں میں تول کر آپ نے اپنی جیبیں بھری ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں 63 بلین ڈالر امریکہ نے دیئے ہیں جس کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے، یہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں ہر بے کس اور مجبور آدمی یہی کوشش کر رہا ہے کہ کہیں اس کو عزت کی روٹی مل جائے اور کہیں عزت کے دو نوالے مل جائیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ کافی دیر سے تقریر کر رہے ہیں کیا ان اس کا ٹائم ختم نہیں ہوا؟

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! لغاری صاحب کو کہیں کہ ذرا ہم غریبوں کی بات بھی سنیں۔ ان جاگیرداروں کو عوام کے ساتھ یہی مسئلہ ہے کہ جب بھی کوئی غریب بولتا ہے تو جاگیردار ان کی بات نہیں سنتے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! آپ مہربانی کرکے اُنہیں بٹھادیں، وہ تھک چکے ہیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں راجہ ریاض نہیں ہوں کہ تھک جاؤں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی کرکے کسی کا نام نہ لیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: No point of order. رانا صاحب! مہربانی کرکے تشریف رکھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں صرف ایک بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ اور جو کچھ بھی کہیں گے ہم سنیں گے لیکن جو انہوں نے سندھ کے وزیروں کے بارے میں کہا ہے ان کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں ہے اور ان پر انہوں نے الزام لگایا ہے تو میرا خیال ہے کہ آپ اس کو اپنے ریکارڈ سے حذف کروادیں کیونکہ یہ اچھی مثال نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ یہاں اس پر قدغن نہیں لگا سکتے، مطلب یہ کہ یہ ان کا اپنا point of view ہے اور جو بجٹ کی تقریر ہوتی ہے اس میں ہر کوئی اپنا point of view دیتا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: جناب سپیکر! لیکن ایسا بھی نہیں ہوتا کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: let the Chair decide. آپ تشریف رکھیں۔ جی، چودھری صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں نے جو سندھ کے بارے میں کہا ہے تو اس سلسلے میں سپریم کورٹ میں بھی ایک انکوائری چل رہی ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ میں نے ہاتھ باندھ کر پیپلز پارٹی والے بھائیوں سے گزارش کی کہ خدا کے لئے عوام نے آپ کو ووٹ دیئے ہیں آپ عوام کے جان ومال کے تحفظ کا خیال کریں۔ فاٹا والوں نے آپ کو ووٹ اس لئے دیئے کہ ووٹ کے بدلے میں آپ ان کو لاشیں دیں گے، کیا اس لئے آپ کو ووٹ دیئے کہ ووٹوں کے بدلے میں آپ امریکہ سے دوستی کرکے عوام دشمنی کا ثبوت دیں گے؟

جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ یہ غیروں کی جنگ ہے "پرائی جنج احمق نچن" میں نے آپ سے پہلے بھی on the floor of the House کہا تھا اور آج بھی یہ کہتا ہوں کہ یہ پاکستان کی سلامتی کی لڑائی نہیں ہے اور میں ان سے یہی کہوں گا کہ کیوں نہ ایسی خارجہ پالیسی بنائی جائے جس سے تمام لوگوں کی عزت وآبرو اور جان ومال کا تحفظ ہماری حکومت کی ذمہ داری ہو۔ میں ان سے یہی عرض کروں گا کہ اگر یہ کہیں کہ یہ امریکہ کا کام ہے۔ نہیں، ہمارے ہاتھ بھی خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ میں ان سے یہی کہوں گا کہ:

ڈیواں عزر کیہاں میں غیراں تے
میکوں مارن والے اپنے ہن
ہاکوٹ نوشاہن غیراں دے
باقی اندر وچالے اپنے ہن
جنہاں کجے منہ ہن قاتلاں دے
او کپڑے کالے اپنے ہن
جیہڑے ہاں وِچ خنجر شاکر لگے
گڈ غیر دے پھالے اپنے ہن

جناب سپیکر! ڈرون حملوں کے لئے اپنی ہی زمین استعمال ہوئی ہے، اپنے ہی علاقے استعمال ہوئے ہیں۔ اب میں بجٹ کے حوالے سے یہ عرض کروں گا کہ "پنجاب روزگار سکیم" میں جنوبی پنجاب کے لئے 37 فیصد کوٹا مختص کرکے وزیر اعلیٰ صاحب نے عوام دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ جنوبی پنجاب کے لئے ییلو کیب سکیم میں 40 فیصد کوٹا مختص کیا گیا ہے اس پر میں وزیر اعلیٰ کا جنوبی پنجاب کی عوام کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنوبی پنجاب آبادی کا 32 فیصد ہے لیکن انہوں نے 40 فیصد کوٹا دیا ہے۔ ایک لاکھ ہنر مند افراد جو تھوڑا بہت ہنر رکھتے ہیں ان کی بحالی کے لئے، ان کے روزگار کے لئے، ان کی تنگ دستی دور کرنے کے لئے، ان کا چولہا جلانے کے لئے، ان کے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے 20 ہزار روپے تک بلا سود قرضے دیئے جا رہے ہیں میں اس بات پر بھی وزیر اعلیٰ اور اس کی فنانس ٹیم کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترم وزیر اعلیٰ پنجاب جنہوں نے بے گھر افراد جن کے پاس اس آسمان کے علاوہ اور کوئی چھت نہیں ہے ایسے بے گھر اور بے زمین افراد کو پانچ مرلہ کے مفت پلاٹ دیئے ہیں۔ جن کے پاس سر چھپانے کے

لئے چھت نہیں تھی ان لوگوں کو 50 ہزار پلاٹ الاٹ کئے گئے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ اس سکیم کو شہروں کی حد تک بھی بڑھایا جائے، شہروں میں بھی غریب لوگ بستے ہیں تاکہ 50 ہزار کی بجائے ایک لاکھ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔ ہماری گورنمنٹ نے غریبوں اور متوسط طبقے کی امداد کے لئے 21- ارب روپے کی خطیر رقم رکھی ہے۔ انشاء اللہ اس سے ملک میں بے روزگاری ختم ہو گی اور پنجاب روزگار سکیم کے تحت جو نوجوان بے راہ روی کا شکار ہیں، غلط راستوں کی طرف چل نکلے ہیں انشاء اللہ اس سے ان پر مثبت اثر ہو گا اور وہ اس سوسائٹی میں اپنا مثبت کردار ادا کریں گے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کا مشکور ہوں جنہوں نے چولستان کی development کے لئے 38 کروڑ اور لائیو سٹاک کی development کے لئے 40 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی جو چھوٹی چھوٹی محرومیاں تھیں اب ان کے ختم ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں مختصراً یہ عرض کروں گا کہ یہ جو بجٹ پیش ہوا ہے اس سے بہتر، اس سے غریب دوست، بے روزگار دوست بجٹ پہلے نہیں پیش کیا گیا۔ اس سے بے روزگاری ختم ہو گی، غریبوں کے درد کے فاصلوں میں کمی ہو گی۔ اس کے لئے میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم کا جنوبی پنجاب کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور مشکور و ممنون بھی ہوں کہ پنجاب کی تاریخ میں آج تک جنوبی پنجاب کے لئے 70- ارب روپیہ نہیں رکھا گیا۔ 32 فیصد جو ہمارا حق بنتا تھا آج تک کسی نے نہیں دیا۔ آپ نے جنوبی پنجاب کو اس کا حق دیا ہے، جنوبی پنجاب کے بے سروسامان، بے دست و پا، غریب اور بغیر چھت والے لوگوں کے سروں پر ہاتھ رکھا ہے اس کے لئے ہم آپ کے مشکور ہیں اور آپ کی اس جدوجہد کو سلام پیش کرتے ہیں۔ آخر میں وزیر اعلیٰ صاحب کے لئے میری یہ دعا ہے کہ:

تُو محنت کر تے محنت دا صلہ جانے خدا جانے
تُو ڈیوا بال کے رکھ چا ہوا جانے خدا جانے
ایہہ پوری تھیوے نہ تھیوے مگر بے کار نیئں ویندی
دعا شاکرؔ تُو منگی رکھ دعا جانے خدا جانے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، احمد حسین ڈیہر صاحب!

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے ٹائم دیا، میرے بھائی نے ابھی بہت ہی جذباتی اور خوبصورت تقریر کی ہے، sorry بجٹ پیش کیا ہے۔ مجھے تو ایسے لگ رہا تھا کہ شاید یہ الیکشن کے

جلسے سے خطاب کر رہے ہیں اور ابھی ہم سے ووٹ مانگیں گے کہ ہمیں ووٹ دیں۔ ابھی الیکشن کو تو بہت دیر ہے اور اس کی تیاری بھی بعد میں ہونی ہے۔ ہم جو جنوبی پنجاب کے لوگ ہوتے ہیں کافی بھولے واقع ہوئے ہیں اور میرے بھائی بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ بجٹ کی کتاب میں جو کچھ لکھا ہوا ہے 70-ارب روپے اور یہ سب کچھ اس سے ہماری قسمت بدل جائے گی، آپ دیکھئے گا کہ ہماری قسمت پر کیسے ڈاکا پڑتا ہے اور اگلے بجٹ میں دیکھئے گا کہ 70-ارب روپے میں سے خرچ کتنے ہوئے اور باقی کتنے بچے۔ اپنے بھائی کی تقریر سُننے کے بعد دِل تو چاہ رہا ہے کہ میں وفاق اور صوبے کے اوپر بات کروں کہ صوبے نے کیا کیا اور وفاق نے کیا کیا ہے؟ وفاق نے کیا اچھے کام کئے ہیں اور صوبے نے کیا اچھے کام نہیں کئے۔ ہم جب یہاں آتے ہیں تو ہمارا کیا مقصد ہوتا ہے، کیا ہمارا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو پڑ جائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑائیاں کریں یا غریب لوگ جو ہمیں منتخب کرکے بھیجتے ہیں ان کے مسائل پر بھی کوئی بات کی جائے؟ آج میں جو بجٹ تقریر کر رہا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے اس کو نئے انداز میں پیش کروں اور اس میں یہ نہ کہوں کہ پنجاب حکومت نے یہ غلط کام کیا ہے، یہ پنجاب حکومت کی خامی ہے، پنجاب حکومت اس کی موردِالزام ہے۔ ہمیں چاہئے کہ مخالفت برائے مخالفت کرنے کی بجائے اسی بات کو مثبت طریقے سے پیش کرکے ایک دوسرے کی اصلاح کریں، میں اس طرح کی تقریر کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس دور سے پہلے جب جمہوریت کا آغاز ہوا تھا تو شاید اس وقت ڈنڈے کھانے اور قربانیاں دینے والے ہم اکٹھے تھے اور آج شاید وقت نے ہمیں علیحدہ کر دیا ہے۔ (شور و غل)

Sir! I want order in the House.

MR DEPUTY SPEAKER: Order in the House.

جناب احمد حسین ڈیہڑ: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سب لوگ بیٹھ کر یہ سوچیں کہ کیا ہم یہاں اقتدار کی رسہ کشی کے لئے آئے تھے یا عوام کی بھلائی کے لئے آئے تھے؟ اگر ہم اقتدار کی رسہ کشی کے لئے آئے ہیں تو میرے بھائی نے جو تقریر کی ہے بہت خوبصورت تقریر تھی۔ ہم ایک دوسرے کے اوپر کیچڑ اُچھال کر واپس جا سکتے ہیں۔ ہمارے لیڈر بھی ہمیں شاباش دیں گے کہ بڑی اچھی تقریر کی ہے لیکن میرے خیال میں ہم اپنی عوام کے ساتھ بددیانتی کریں گے۔ آج میں وہ بات کرنا چاہتا ہوں جس میں صرف اور صرف عوام کا ذکر ہو۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اصل میں سازش کون کر رہا ہے، اصل میں وہ

کون ہے جس نے غریب کو اس دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے کہ اب اس غریب کا جینا دو بھر ہو گیا ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ اور پنجاب گورنمنٹ کے مقابلے سے ہٹ کر سب سے پہلے میں یہ مطالبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک پولیٹیکل لیڈر ہونے کی حیثیت سے یہاں پر جو احکامات صادر کئے اور اسمبلی میں ہم نے عوام کے مفاد کے لئے جو بھی کام کئے ہیں اس پر کس حد تک implementation ہوئی ہے، عوام کو وہ مفادات کس حد تک پہنچے ہیں؟ میں on the floor of the House یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی سیاسی قوتوں کو ناکام کر رہا ہے تو وہ بیوروکریسی ہے اس لئے کہ ہمارے جو مسائل ہیں اور ہمارے وزیر اعلیٰ کے جو اقدامات ہیں یا جو اسمبلی کے orders ہیں ان کی implementation نہ کر کے ہمیں فیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سازش کے متعلق میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ:

Let us focus on the failure of implementing agencies.

جو agencies implementation کرنے میں ناکام ہو جاتی ہیں آج ہم اس پر بات کرتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے یہاں بہت خوبصورت باتیں کی ہیں، میں دعا تو کر رہا تھا کہ ان کے سامنے ہی میری تقریر کی باری آ جائے شومئی قسمت ایسا نہ ہو سکا۔ میں ایک بات ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ کچھ ایسی سکیمیں ہیں جو عوام کے مفاد میں تھیں، ہمارے ہاں سستی روٹی پر بڑی تنقید ہوتی ہے، فوڈ سپورٹ پروگرام پر بھی بے حد تنقید ہوتی ہے میری اس میں رائے تھوڑی سی مختلف ہے کہ اگر کسی غریب کو جیسے ایک غریب آدمی بھٹے پر کام کر رہا ہے اس کو اگر وہاں سے کھانے کے لئے -/2 روپے کی روٹی مل جائے تو میرے خیال میں ہم میں سے ہر کوئی خوش ہو گا۔ اسی طرح اگر فوڈ سپورٹ پروگرام شروع کیا گیا اور آج بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کامیابی سے چل رہا ہے تو ہمیں اس پر بھی خوش ہونا چاہئے اس لئے کہ وہ غریب کے فائدے کے لئے ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ دیکھنا کیا چاہئے؟ دیکھنا یہ چاہئے کہ سستی روٹی پروگرام ناکام کیوں ہوا، اگر ہم یہاں بحث کریں تو بجائے اس کے کہ ہم کہیں کہ مسلم لیگ (ن) فیل ہو گئی، ہم یہ کہیں کہ سیاست دان جو اس جدوجہد کے لئے آئے تھے کہ غریبوں کو ان کا حق دیں گے ہم فیل ہو گئے ہیں۔ ہمیں فیل کرنے والا کون ہے؟ ہمیں فیل کرنے والی یہ بیوروکریسی ہے جس نے اس سستی روٹی کے پیسے کو اپنی اقرباء پروری پر خرچ کیا اور اپنے دوستوں کو نوازنے پر لگا دیا جس کی وجہ سے یہ سکیم ناکام ہو گئی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آج میں اسی بات کو آگے بڑھاتا ہوں آپ ییلو کیب سکیم لا رہے ہیں، ییلو کیب اچھی سکیم ہے، ییلو کیب جب کل کو چلے گی اس پر آپ کا نام لکھا ہو گا، آپ کا رنگ بنا ہو گا پتا چلے گا کہ آپ کی یہ گاڑی

جا رہی ہے لیکن میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ییلو کیب پہلے کیوں ناکام ہوئی ؟جب سستی روٹی کو ہم کامیاب نہیں کر سکے تو یہی انتظامیہ ییلو کیب کو کیسے کامیاب کرے گی ؟ ہم نے خود دیکھا کہ جن کی چار چار گاڑیاں ہوتی تھیں بچوں کو سکول لانے لے جانے کے لئے وہ یہی گاڑیاں لیتے تھے۔ وہی خامیاں اگر ہم دوبارہ لے کر آتے ہیں، میں یہ بات اس لئے نہیں کہہ رہا کہ میں پنجاب حکومت کی مخالفت کر رہا ہوں میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ انتظامیہ ،یہ بیوروکریسی اس پر عملدرآمد نہیں کرا سکتی۔اس سے بہت بڑا گھاٹا ہو گا۔

اس کے بعد میں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کی طرف آتا ہوں۔ بہت اچھی سکیم ہے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے 5مرلہ سکیم شروع کی آج اس کی تقلید میں یہ سکیم دی جا رہی ہے لیکن کل ہمارے ایک ایم پی اے بھائی احسان الحق نولاٹیا صاحب نے request کی تھی کہ اس پر ایک کمیٹی بنا دی جائے، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی کرپشن ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ بہت اچھی سکیم ہے، یہ سکیم ہونی چاہئے لیکن شرط یہ ہے کہ اگر آپ کا کوئی فاضل ممبر اس میں کرپشن کی نشاندہی کر رہا ہے اور وہ کل سے آپ کو کہہ رہا ہے کہ اس پر ایک کمیٹی بنا دیں اگر آپ کرپشن نہیں چاہتے تو پھر اس پر کمیٹی کیوں نہیں بن رہی؟ کمیٹی بنائیں اور سیاسی مخالفت کی بجائے صرف غریب کے فائدے کے لئے اس کا کوئی حل نکالیں۔ ہر چیز کا حل موجود ہے۔

اس کے بعد دانش سکول کی طرف آ جائیں۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے بہت خوب صورت بات کی میں متفق ہوں، ہر کسی کی اپنی رائے ہے میں اپنی رائے دے سکتا ہوں اگر امیر کا بچہ ایچی سن میں جا سکتا ہے تو غریب کا بچہ دانش سکول میں کیوں نہیں جا سکتا؟ بالکل جانا چاہئے۔اس کا بھی دانش سکول میں جانے کا حق ہے لیکن وسائل کیا ہیں ؟ان کا بھی کوئی حل سوچیں۔آیئے ہم مل بیٹھ کر ان کے بارے میں سوچتے ہیں میرا سوال یہ ہے کہ اگر دانش سکول بنایا گیا ہے غریب کا بچہ اگر اس میں چلا جائے گا، مجھے یہ بھی بتائیں جب غریب آدمی نے وہاں پر جانا ہے وہ تو بسوں میں جائیں گے سائیکل پر جائیں گے تو وہاں پر ایک ہزار گاڑیوں کی پامبرگ کی کیا ضرورت تھی؟ DCO کے فنڈ میں ایک ہزار گاڑیوں کی پامبرگ کے پیسے کیوں بھیجے گئے؟ میرا سوال یہ ہے کہ ایک ہزار گاڑیوں کی پامبرگ کے لئے بیوروکریسی کو یہ سب کچھ کیوں کھلایا گیا اور ان کے سسٹم کو pre audit کیوں نہیں رکھا گیا، وہ پیسے ان کے اکاؤنٹ میں کیوں بھیج دیئے گئے،اس کرپشن کا کون جواب دے گا؟ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس دانش سکول کے نقشے جو بار بار بنائے گئے وہ پرائیویٹ طور پر بار بار پیسے دے کر کیوں بنوائے گئے؟ پنجاب

حکومت کے Architecture Department پر اعتماد کیوں نہیں کیا گیا اور آپ نے وہاں پر جو افسران رکھے ہیں وہ سارے کے سارے ریٹائرڈ ملازمین ہیں جبکہ سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ ریٹائرڈ ملازمین کو رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ موبائل ہیلتھ کیئر کا منصوبہ لایا جا رہا ہے۔ یہ بھی اچھا منصوبہ ہے ہونا چاہئے، میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ اگر ایک غریب آدمی کے پاس جہاں سکولوں اور ہسپتالوں کی کمی ہے وہاں پر ہسپتال نہیں بنے ہوئے اور میں یہ بھی آپ کو بتا دوں کہ جو ہسپتال یا BHUs بنے تھے وہ ایسے علاقوں میں بنے تھے جن علاقوں میں لوگ زمین نہیں دیتے تھے لہذا وہ BHUs آبادیوں سے دور بنے ہوئے ہیں۔ فنی نقطہ نظر سے وہ صحیح نہیں ہیں اگر موبائل ہیلتھ کیئر غریبوں کی بستیوں میں پہنچ جاتی ہے تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس موبائل ہیلتھ کیئر کا کیا بنے گا وہ تو کہتے ہیں کہ اس کے ایک کلومیٹر سفر پر اتنا خرچ آ جاتا ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اور اس کے بعد جن آدمیوں نے اسے look after کرنا ہے وہ اس میں سے Ultrasound کی مشینیں تو اٹھا کر نہیں لے جائیں گے؟ ہم نے کہا کہ tertiary hospital میں دوائیاں مل رہی ہیں، BHUs میں دوائیاں مل رہی ہیں چھ مہینے ملتی رہیں مگر آج پھر نہیں مل رہیں کیا اس میں سے بھی تو دوائیاں نہیں اٹھالی جائیں گی؟ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ کام اچھے ہیں، ہونے چاہئیں اور میں اس لئے بھی تنقید نہیں کر رہا کہ پنجاب حکومت غلط کر رہی ہے، ٹھیک کر رہی ہے لیکن اس ٹیم کے لئے کچھ کیا جائے، اس بیوروکریسی کے لئے کچھ کیا جائے جو ہمارے سیاست دانوں کی تمام positive schemes کو اپنی کرپشن سے ناکام بنا دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں ایک اہم ترین issue کی طرف آنا چاہتا ہوں کہ ہمارا جو یہ House august ہے یہ ایک بہت ہی متبرک اور august House ہے اور 371 ممبران یہاں بیٹھتے ہیں۔ ہم عوام کے نمائندے ہیں ہماری ایک authority ہے اس اسمبلی کا ایک وقار ہے۔ یہاں پر جب بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو ہر سال اس بجٹ کو ہم سے approve کرایا جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم سے جو بجٹ approve کرایا جاتا ہے اس کی اتنی اہمیت ہوتی ہے کہ شاید جب وہ approve ہو جائے اس کے بعد وزیر اعلیٰ صاحب بھی اس approval کو reject نہیں کر سکتے۔ اس کی اتنی اہمیت ہوتی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ جب ترقیاتی بجٹ منظور ہو جاتا ہے تو اس منظور شدہ ترقیاتی بجٹ کو پھر تبدیل کیوں کر دیا جاتا ہے؟ یہ میرا ایک بہت بڑا اور اہم سوال ہے جس کے لئے میں نے اس دن بھی آپ سے

ruling مانگی تھی آج پھر میں آپ کو یاد دلاؤں گا اور آپ نے مجھ سے وعدہ بھی کیا تھا کہ اس اجلاس میں آپ ruling دیں گے۔ آج میں اس کو elaborate کرنا چاہتا ہوں۔ میری گزارش یہ ہے کہ House سے جب وہ schemes approve ہو جاتی ہیں تو approval کے بعد سب سے پہلے اس میں کیا خوبصورتی کی جاتی ہے کہ اس پر cut لگا دیئے جاتے ہیں۔ میں اس کی مثال آپ کو اس طرح سے دینا چاہوں گا کہ ہیلتھ کے لئے پچھلے سال 14۔ارب روپے رکھے گئے پھر cut لگا کر 8۔ارب روپے کر دیئے گئے۔اس دفعہ پھر 14۔ارب روپے کر دیئے گئے۔ اب اس دفعہ انہوں نے عوام کو اضافہ کیا دکھایا ہے کہ اس میں 80 فیصد اضافہ کر دیا گیا ہے۔ پچھلے بجٹ میں 14۔ارب روپے اس بجٹ میں بھی 14۔ارب روپے بعد میں cut لگا کر کم کر دیا اب اسی کو 80 فیصد کا اضافہ دکھا دیا گیا ہے۔اس کی سمجھ نہیں آ رہی، دماغ سے بات سمجھ نہیں آ رہی۔ عوام نے جب اخبار پڑھا اس نے کہا کہ پنجاب حکومت نے کمال کر دیا 80 فیصد ہیلتھ کے اخراجات بڑھا دیئے لیکن اصل میں تو پچھلے بجٹ میں بھی 14۔ارب روپے ہے اور اس دفعہ بھی 14۔ارب روپے ہے۔ کہاں سے بڑھے ؟

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ غلط کہہ رہے ہیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب والا! یہ سننے کا حوصلہ رکھیں۔ میں آپ پر تنقید نہیں کر رہا، میں بیوروکریسی کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ مہربانی فرما کر Chair کو address کریں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میں بیوروکریسی کی بات کر رہا ہوں جس کے ہاتھوں میں ہم سیاست دان کھیل رہے ہیں۔ اسی طرح تعلیم میں اضافہ 72 فیصد، سوشل ایجوکیشن میں 59 فیصد، ہائر ایجوکیشن میں 60 فیصد، سپیشل ایجوکیشن میں ایک ہزار فیصد اس میں پہلے 5 کروڑ روپے مختص کئے گئے پھر اس کو 4 کروڑ روپے کیا اور پھر اس کے بعد اس کو 5 کروڑ روپے کر دیا گیا۔ اب اسی طرح شرح خواندگی میں 131 فیصد اضافہ دکھایا گیا ہے، محکمہ آبپاشی میں 45 فیصد اضافہ دکھایا گیا ہے، زراعت میں 123 فیصد فاریسٹ وائلڈ لائف فشریز میں 46 فیصد اور فوڈ میں 24 سو فیصد اضافہ دکھایا گیا ہے۔ کس طرح؟ پچھلے سال پہلے 20 کروڑ روپے رکھا گیا ہے اس پر 9 کروڑ روپے cut لگ گیا اب 23 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اس میں انہوں نے 24 سو فیصد اضافہ دکھا دیا ہے۔ انوائرنمنٹ پر 153 فیصد، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ تو بادشاہ محکمہ ہے۔ میں پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کی کیا بات کروں، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ زندہ باد، میں کہتا ہوں کہ یہ ہمارے ڈویلپمنٹ پروگراموں کا قبرستان ہے۔ ان کی قابلیت یہ ہے کہ جہاں

اس وقت ان کا اپنا دفتر بنا ہوا ہے وہ اتنا پرانا نہیں بلکہ آج سے پانچ دس سال پہلے کا بنا ہوا ہے انہوں نے اپنی بلڈنگ کی پا ممبرگ نہیں رکھی، جس نے پورے صوبہ پنجاب کی پلاننگ کرنی ہے اس کی اپنی بلڈنگ کی پا ممبرگ نہیں ہے۔اس نے ہماری کیا پلاننگ کرنی ہے؟ صرف یہی نہیں میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کا کام کیا ہے؟ ان کا کام یہ ہے کہ انہوں نے پلاننگ کرنی ہے 09-2008 کے بجٹ میں فیصل آباد، گوجرانوالہ اور اس طرح کے سات بڑے بڑے شہروں کے ماسٹر پلان ADP میں منظور کر کے اس کا پی سی۔1 جمع کروا دیا گیا وہ منظور ہو گیا اور اس کے لئے فنڈز جاری ہو گئے اور ملتان میں اس پر کام بھی شروع کر دیا گیا۔چھ سات بڑے شہروں کے ماسٹر پلان پر کام شروع کر دیا گیا اور ان پر ایک سال کام ہوا لیکن دوسرے سال چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور انہوں نے اس پلان کو پچھلے سال اور اس سال کے ADP سے بھی نکال دیا۔جن کی ذمہ داری پلاننگ کرنا ہے انہوں نے سات بڑے شہروں کا منظور شدہ ماسٹر پلان ہی ADP سے نکال دیا، یہ ہماری ADP ہے۔ اس کے بعد آپ دیکھیں کہ پچھلے سال Access of Justice کے لئے پانچ کروڑ روپیہ دیا گیا پھر اسے بڑھا کر 47 کروڑ کر دیا گیا لیکن اس سال اس کے لئے ایک پیسا بھی نہیں رکھا گیا۔یہ کیسی پلاننگ ہے کہ پہلے پانچ کروڑ دیتے ہیں پھر 47 کروڑ کر دیتے ہیں پھر اس سال اس کے لئے ایک پیسا بھی نہیں رکھا گیا۔

جناب سپیکر! میں جناب سے استدعا کر رہا تھا کہ ہماری مرضی سے ساری سکیمیں منظور ہوتی ہیں اور ان سکیموں کی منظوری کے بعد جب ان پر cut لگ جاتے ہیں یا انہیں take up نہیں کیا جاتا مجھے اس پر آپ کی رولنگ چاہئے کہ کیا یہ criminal negligence نہیں ہے؟ جب یہ اپنے غیر ترقیاتی اخراجات منظور کرواتے ہیں تو وہ ہم سے ضمنی بجٹ میں منظور کروا لیتے ہیں اور جب یہ ترقیاتی اخراجات پر cut لگاتے ہیں تو انہیں یہ اسمبلی میں کیوں نہیں لے آتے، یہاں پر انہیں discuss کر کے اسے کیوں نہیں پاس کیا جاتا؟ Non Development Funds کے سلسلے میں اس دفعہ تزئین و آرائش پر پابندی لگا دی گئی ہے میرا سوال یہ ہے کہ اگر تزئین و آرائش پر کوئی کمرہ بنانا ہے، کوئی جگہ گر گئی ہے اسے بنانا ہے تو اس پر پابندی کا کوئی جواز نہیں بنتا۔اگر آپ نے پابندی لگانی ہے تو میں بتاتا ہوں کہ سب سے زیادہ پیسا ان افسر شاہی کے پٹرول پر خرچ ہوتا ہے یہ پٹرول پر اربوں روپیہ لگاتے ہیں اسی طرح یہ جو گاڑیاں استعمال کرتے ہیں ان کی maintenance پر پیسے لگاتے ہیں پھر یہ آفیسر سٹیشنری پر پیسا لگاتے ہیں۔میں آپ کو صرف مسائل نہیں بتا رہا بلکہ آج ان کا حل بھی بتاؤں گا کہ اگر آپ پٹرول کا مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں تو ہر آفیسر کو گریڈ یا اس کے استعمال کے مطابق اس کی تنخواہ میں ہر مہینے پٹرول الاؤنس شامل کر

دیا جائے اس کے بعد جو گاڑیوں کی maintenance ہے جب ایک آفیسر آتا ہے تو دس سال کے لئے اسے ایک گاڑی دے دی جائے پھر وہ اسے جیسے مرضی استعمال کرے آپ اسے دس سال کے بعد اس کی maintenance کے لئے اسے سالانہ دس یا پندرہ ہزار روپے دے دیں۔آپ کا جو اربوں روپیہ پٹرول اور maintenance میں جاتا ہے وہ بچ جائے گا، آفس سٹیشنری کے لئے ٹینڈر سسٹم کیا جائے کیونکہ یہ 50/-روپے کا رجسٹر 200/-روپے میں لیتے ہیں۔اس کے بعد ان کے یوٹیلٹی بل ہمیشہ hidden ہوتے ہیں، اگر آپ ان کے یوٹیلٹی بل لے لیں تو وہ اتنے زیادہ ہیں کہ اگر آپ انہیں بجٹ میں لے آئیں تو آپ کا سارا بجٹ ان کے یوٹیلٹی بلز میں چلا جائے گا لہذا ان کے یوٹیلٹی بلز میں بھی کوئی check ہونا چاہئے ہمیشہ pre budget session ہوا کرتا ہے اور مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں نے ہی جون 2008 میں یہ تجویز دی تھی کہ pre budget session ہونا چاہئے اور پھر 2009 سے pre budget session ہو رہا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ pre budget session میں ہماری کوئی ایک تجویز بھی اس قابل نہیں سمجھی جاتی کہ اس پر عمل کیا جائے یا اسے بجٹ میں شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر! ابھی میرے ایک بھائی نے بہت شور مچایا اور بہت باتیں کیں کہ جنوبی پنجاب پر تو آپ کو اتنا کچھ مل گیا ہے کہ آپ کی زندگی بدل جائے گی، آپ کی محرومیاں دور ہو جائیں گی، انہوں نے بہت خوبصورت تقریر کی اس کے ساتھ بڑا جذبہ آیا لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اس دفعہ جو 70 بلین روپے کا اعلان کیا گیا ہے اللہ کرے جنوبی پنجاب کو یہ 70 بلین روپے ملیں مگر سوال یہ ہے کہ last year چھ بلین روپے کا اعلان کیا گیا تھا بعد میں پتا چلا کہ ہمیں اس 6 بلین روپے میں سے 2 بلین روپے ملے گا لیکن آج تک اس سے بھی ایک روپیہ نہیں ملا۔ ہمارے جنوبی پنجاب کی میٹنگ ہوئی تو اس میں وزیر اعلیٰ صاحب ملتان تشریف لائے تو انہوں نے جنوبی پنجاب کے تمام ایم پی ایز کو اکٹھا کر کے کہا کہ آپ سکیمیں دیں تو ہر ایم پی اے نے کہا کہ ہم سکیمیں دینے کے لئے تیار ہیں لیکن 6۔ارب روپے میں سے ہمارے حلقے میں اتنے اتنے پیسے دے دیں۔وزیر اعلیٰ صاحب نے بڑا mind کیا اور انہوں نے کہا کہ آپ لوگ collective بات کریں میں نے کہا کہ بہت اچھی بات ہے ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب جو کہہ رہے ہیں I agree with him میں تجویز دیتا ہوں آپ اس تجویز کو Ok کر دیں تو ہمارا بڑا فائدہ ہو گا۔میں نے وہاں تجویز دی کہ Cornea Transplant Centre اور ساتھ disable کا Rehabilitation Centre بنائیں اور میں نے offer کی کہ اس کے لئے زمین بھی میں دوں گا۔میری زندگی کا یہ مشن ہے کہ میں Cornea اور disables پر کام کروں، زمین دینے پر مجھے بڑا appreciate کیا گیا، جن لوگوں

نے مجھے appreciate کیا ان کی مہربانی ہے۔اس کے لئے فنڈز مختص ہو گئے اور اس کا پی سی۔1 بھی شروع ہو گیا لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ (ن) لیگ کے ایک سینئر لیڈر نے مجھے کہا کہ ہم یہ نہیں بنا سکتے، میں نے کہا کہ کیوں نہیں بنا سکتے؟ میں تو اس میں صرف اپنے ایک مشن کے تحت کام کر رہا ہوں اس کے علاوہ تو کچھ نہیں۔انہوں نے کہا کہ تم اس سے سیاسی فائدہ اٹھاؤ گے اس لئے ہم نہیں بناتے، مجھے بڑا دکھ ہوا۔میں وزیراعظم صاحب کے پاس گیا اور انہیں request کی اور اب ہم وزیراعظم سے help لے کر QUICKA کے ذریعے funding کروا کر وہی کام کروا رہے ہیں لیکن پنجاب میں جو فنڈ منظور ہوا تھا وہ آج بھی ویسے ہی پڑا ہے۔پھر اس کے بعد مجھے یہ کہا گیا کہ ٹھیک ہے ہم یہ نہیں بناتے لیکن وہاں پر آج سے پانچ سال پہلے سے گھوارا کی نئی بلڈنگ بنی ہوئی ہے اور وہ خالی پڑی ہے فیصلہ یہ ہوا کہ Cornea Transplant کو ادھر shift کر دیا جائے گا۔اب تو ہم ویسے ہی وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ نہیں جا سکتے کہ ہم اپوزیشن میں آ گئے ہیں لیکن جب ہم اکٹھے ہوتے تھے تو میں بھاگ بھاگ کر تھک گیا اور میں ہر وقت وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ میں منت کر رہا ہوتا تھا کہ خدا کے لئے آپ اور کچھ نہ کریں آپ اسے ادھر ہی shift کر دیں اور وہ بلڈنگ آج بھی خالی پڑی ہے لیکن ابھی تک وہ ہسپتال وہاں shift نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کی محرومی یہیں ختم نہیں ہو جاتی میں آج یہاں آپ کو ایک بہت دکھ بھری بات بتانا چاہتا ہوں کہ جب آپ یہ feel کریں کہ یہ میرے مسائل ہیں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی۔وہاں ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی ہے اس وقت وہاں دس ہزار دل کے مریضوں کی pending list ہے اور وہ انتظار میں بیٹھے ہیں کہ ہماری باری آئے۔ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں بلوچستان کے علاقے سے لوگ آتے ہیں، سندھ سے لوگ آتے ہیں، سرحد سے بھی کچھ لوگ آتے ہیں اور جنوبی پنجاب کے لوگ بھی آتے ہیں۔اب بیسویں صدی ہے لیکن جنوبی پنجاب کی بدقسمتی دیکھیں اور یہ کہتے ہیں کہ صوبہ بھی نہ مانگیں۔وہاں جب مریض آتے ہیں تو ڈاکٹر اسے دیکھتے ہیں اگر مریض بچنے والا نہیں ہے تو اسے کہتے ہیں کہ لے جاؤ اور جس کے بچنے کی امید ہو اسے ہسپتال میں رکھتے ہیں۔اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہے، ہم کس بات پر فخر کر رہے ہیں کہ ہم نے کیا کر لیا ہے؟ میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ جب ایک مریض وہاں آتا ہے اور ڈاکٹر اسے کہتے ہیں کہ یہ نہیں بچ سکتا تو اس کے گھر والے اسے گھر لے جاتے ہیں اور اس کی موت کا انتظار کرتے ہیں۔میں پوچھتا ہوں کہ کہاں گئیں یہ حکومتیں، ہم نے عوام کو کیا دیا ہے؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ پنجاب نے بلکہ میں کہہ رہا ہوں کہ ہم نے مل کر دینا تھا لیکن آج ہم مل کر کیوں نہیں چل رہے، آج ہمیں کیوں علیحدہ کر دیا گیا ہے، جب اس اقتدار سے پہلے اکٹھے تھے

اور جب ڈنڈے اکٹھے کھاتے تھے تو آج ہم نے مل کر عوام کو deliver کیوں نہیں کیا؟ ہم جواب دینے والے ہیں، ہمیں عوام اور خدا کو بھی جواب دینا ہے۔ آج جو باتیں کر رہا ہوں میں نے ان کے بارے میں پہلے کہا ہے کہ میں کسی پر hit نہیں کر رہا۔ ہم نے لوگوں کو deliver کرنا تھا اور اس بیوروکریسی کی وجہ سے ہم deliver نہیں کر سکے۔ یہ صرف اپنی افسر شاہی کے لئے غیر ترقیاتی بجٹ منظور کراتے ہیں اور ہمیں لوگوں کے کام نہیں کرنے دیتے۔

جناب سپیکر! بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ ہمارے علاقے میں ایم۔ڈی۔اے کے لئے فنڈز دیئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ملتان میں ایم ڈی اے کو 10 کروڑ روپے دیتے ہیں لیکن مشروط دیں گے۔ فیصل آباد کو 10 کروڑ روپے as a grant دیئے گئے جب ملتان کی باری آئی تو کہا گیا کہ ہم آپ سے 14 فیصد loan لیں گے۔ اس طرح ایم ڈی اے کے 70 کروڑ روپے یہاں منگوا لئے گئے اور آج تک واپس نہیں کئے گئے۔ اسی کے interest سے وہاں پر تنخواہیں دی جا رہی تھیں۔

جناب سپیکر! میں اچھی باتیں بھی ضرور کروں گا اور میں بالکل بے ایمانی نہیں کروں گا۔ میں نے بجٹ کی کتاب سے پڑھا ہے کہ ملتان، بہاولپور، فیصل آباد، ڈی۔جی خان اور سیالکوٹ میں خواتین کی یونیورسٹیاں قائم کرنے کے لئے 1500 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ میں اس پر حکومت پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس 1500 ملین روپے کو 150 ملین نہ کر دیجئے گا۔ یہ بیوروکریسی 150 ملین روپے سے بھی کم کر کے اسے 1.50 ملین روپے کر دے گی۔ لہذا مہربانی کر کے 1500 ملین روپے ہی رہنے دیجئے گا اور ان پیسوں کو تمام یونیورسٹیوں میں برابر خرچ کیا جائے۔ اگلے بجٹ میں پھر اس پر بات ہو گی کہ آیا ایسا ہوا یا نہیں اور میرے بھولے بھائی عبدالوحید چودھری صاحب کو پھر پتا چلے گا کہ ہمیں کچھ ملتا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر! میرے بھائی صاحب نے وزیراعظم پیکج کا حوالہ دیتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے اور انہوں نے بعد میں جو کچھ کہا میں اس کا ذکر نہیں کرتا کیونکہ اس طرح بات پھر مخالفت میں چلی جائے گی۔ میرے بھائی! آپ کا شکریہ کہ آپ نے وزیراعظم کو خراج تحسین پیش کیا ہے ہمیں آپ سے اتنی بھی امید نہیں تھی۔ وزیراعظم صاحب نے جنوبی پنجاب کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ یہاں کہا جاتا ہے کہ پنجاب اس کے ساتھ share کر رہا ہے۔ وزیراعظم نے 34 بلین روپے ایک پیکج کے تحت دیئے ہیں جس میں سے پنجاب کا share صرف ڈیڑھ بلین روپے ہے یعنی 34 بلین میں سے پنجاب کا share صرف ڈیڑھ بلین روپے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈیہر صاحب! اب wind up کر لیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: آپ کمال کرتے ہیں۔ میرے ابھی 30 منٹ پورے نہیں ہوئے۔ جب مسلم لیگ (ن) کا کوئی آدمی بات کرتا ہے تو ان کا time ختم ہی نہیں ہوتا۔ ان کو رعایت دے دی جاتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ آپ دو منٹ میں wind up کر لیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میں پنجاب کے share کے حوالے سے عرض کر رہا تھا کہ ہیڈ محمد والا میں پنجاب کا کوئی share نہیں ہے۔ موسیٰ پاک پُل میں پنجاب کا کوئی share نہیں اور اس کی وجہ سے لاہور سے کراچی اور میانوالی کی طرف سے ایک سو کلو میٹر کا سفر کم ہوا ہے۔ اس کے علاوہ sweet water میں پنجاب کا کوئی share نہیں ہے۔ بوسن روڈ سکیم federalize کر دی گئی جو کہ ایک main scheme تھی۔ میں افسوس کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ جناح چوک سے ملتان پبلک سکول تک ایک سکیم پچھلے دو سال سے A.D.P میں شامل تھی جبکہ اس سال اس سکیم کو A.D.P سے نکال دیا گیا ہے۔ اس سکیم کے حوالے سے ظلم یہ ہوا ہے کہ فیڈرل کا share بھی پنجاب وصول کر چکا ہے۔ پچھلی دفعہ 700 ملین روپے اس کی allocation تھی، رقم بھی allocate کر دی گئی لیکن اس سال P&D نے اس کو A.D.P سے نکال دیا ہے۔ آپ ہمارے جنوبی پنجاب کے ساتھ اس سے زیادہ اور کیا ظلم کریں گے؟ وہاں سیوریج مکمل ہو چکا ہے اور 2.5۔ارب روپے کی لاگت سے سوئی گیس لگ چکی ہے۔ پنجاب حکومت نے اس کے لئے صرف 300 ملین روپے جاری کرنے تھے لیکن اس رقم کو جاری کرنے کی بجائے انہوں نے اس سکیم کو A.D.P سے ہی نکال دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں blocked allocation کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ یہ blocked allocation کی کیوں روایت پڑ گئی ہے؟ اگر محکمہ P&D سکیمیں بنا کر نہیں دے سکتا تو پھر اس کو فارغ کر دیں۔ آپ کے ہر محکمے میں blocked allocation آئی پڑی ہے اور blocked allocation کی سٹوری کیا ہوتی ہے؟ میں اپنے بھولے بھائی صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ 70۔ارب روپے جنوبی پنجاب کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اب blocked allocation کی وجہ سے ایسا ہو گا ہے کہ زیادہ سے زیادہ 2 یا 3۔ارب روپے لگا کر باقی سارے پیسے blocked allocation کے ذریعے واپس آ کر لاہور کی سڑکوں پر خرچ ہو جائیں گے۔ اگلی دفعہ انشاء اللہ میں اس کے حقائق آپ کو بتا دوں گا۔

جناب سپیکر! سیلاب کی وجہ سے جو سکول تباہ یا ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے تھے ان کے لئے وزیر اعلیٰ صاحب نے 3۔ارب روپے دیئے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتا دیں کہ اس 3۔ارب روپے کی رقم میں

سے ہماری قابل P&D نے کتنے پیسے لگائے ہوں گے؟۔۔۔جناب! ایک روپیہ بھی نہیں لگایا گیا۔ پچھلی دفعہ ایک ارب روپے سائنس لیبارٹریوں کے لئے رکھے گئے تھے اس میں سے بھی ایک روپیہ خرچ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں آپ کا اشارہ دیکھ رہا ہوں اس لئے میں اپنی بات کو sum up کرتا ہوں۔ اب میں ایک positive بات کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی میرے بھائی نے بات کی ہے کہ بے روزگار گریجویٹ کو 20 ہزار روپے دیئے جا رہے ہیں۔ بہت اچھی بات ہے، یہ پیسے ضرور دینے چاہئیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ درخواست بھی کروں گا کہ یہ 20 ہزار روپے کی رقم بہت کم ہے۔ آج کے دور میں 20 ہزار روپے کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں آپ کو ایک تجویز دیتا ہوں کہ جس سے آپ کو یہ 20 ہزار روپے بھی زیادہ لگنے لگیں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ یہی پیسے بے روزگار گریجویٹ نوجوانوں کو دے دیں اور انہیں کہیں کہ اس رقم سے وہ شجرکاری کریں۔ نہروں اور سڑکوں کے ساتھ رقبے خالی پڑے ہیں۔ پنجاب کے بے شمار سرکاری رقبے خالی پڑے ہیں، ریلوے کی زمین بھی خالی پڑی ہے اس کے لئے وفاقی حکومت سے بات کی جا سکتی ہے۔ ان نوجوانوں کو 20 ہزار روپے دے دیں اور انہیں کہیں کہ آپ درخت لگائیں۔ پانچ سات سال بعد جب یہ درخت کاٹیں گے تو ان سے 20 ہزار روپے واپس لے لئے جائیں اور باقی پیسے وہ خود اپنے مصرف میں لے آئیں۔ اس طرح ملک سے لکڑی کی قلت ختم ہو سکے گی، ان لوگوں کو ایک اچھا روزگار میسر آ جائے گا اور آپ کا بے روزگار نوجوان بھی establish ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! زرعی رقبے کے لئے پانی کی کمی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہمارے پاس زرعی رقبے تو موجود ہیں لیکن ان کو irrigate کرنے کے لئے پانی میسر نہیں ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں زیرِ زمین پانی کی سطح بہت نیچے چلی گئی ہے۔ لاہور میں بھی زیرِ زمین پانی کی سطح 500 فٹ نیچے چلی گئی ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ بڑے بڑے شہروں کے ارد گرد water reservoirs بنائے جائیں۔ ان water reservoirs سے زیرِ زمین پانی کی سطح بلند ہو جائے گی، جنگلی، آبی حیات کو فائدہ ہو گا، مشکل وقت میں آپ اس پانی کو نہروں کے ذریعے استعمال بھی کر سکتے ہیں اور اس طرح پانی ضائع بھی نہیں ہو گا۔ Waste Management کے لئے 350 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جو کہ بہت کم ہے۔ اس رقم کو بڑھایا جائے۔

جناب سپیکر! ٹرانسپورٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ لاہور میں پانچ سے دس روپے تک کرایہ بڑھا دیا گیا ہے۔ میں درخواست کروں گا کہ کرایہ نامہ آویزاں کرایا جائے اور اسی کے

مطابق کرایہ کی وصولی ensure کی جائے۔ ٹرانسپورٹ کے مالکان اپنی مرضی کے مطابق حکومت کی منظوری کے بغیر ہی کرایہ بڑھا دیتے ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ ایک toll free line ہونی چاہئے جس پر مسافر کرایہ زیادہ وصول کرنے کی صورت میں فوری طور پر شکایت درج کروا سکیں۔ بسوں اور ویگنوں میں کرایہ نامہ آویزاں کیا جانا چاہئے اگر آپ کرایہ پر کنٹرول کر لیتے ہیں تو مہنگائی میں خاطر خواہ کمی لائی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر! اب میں محکمہ پولیس کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ محکمہ پولیس کو 50۔ارب 30 کروڑ روپے کے فنڈز دیئے گئے ہیں۔ پولیس کی پہلے ہی تنخواہیں double کر دی گئی ہیں لیکن وہ غریبوں سے ویسے ہی رشوت لے رہے ہیں۔ میں آج اس ہاؤس میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایک مرتبہ وزیر اعلیٰ صاحب سے ملا اور کہا کہ اپنی اور میری آخرت کے لئے ایک کام کریں۔ وہ بڑے خوش ہوئے کیونکہ positive کاموں پر وہ ہمیشہ بڑے خوش ہوتے ہیں اور ان کا vision بھی بہت اچھا ہے اگر یہ بیوروکریسی ان کو خراب نہ کرے تو وہ بہت اچھے کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنی اور میری آخرت کے لئے ایک کام کریں۔ انہوں نے پوچھا کیا؟ میں نے کہا کہ ہمارے remote areas میں جھوٹے پرچوں کی سیاست ہوتی ہے، جب کسی غریب پر جھوٹا پرچہ درج ہوتا ہے تو اس کے گھر میں موت ہو جاتی ہے۔ آپ اس حوالے سے ایک amendment لائیں، اسے یہاں سے recommend کر کے وفاق میں بھجوائیں اور وہاں سے یہ amendment منظور کرائی جائے۔ وہ یہ ہو کہ جو کسی آدمی کے اوپر جھوٹا پرچہ درج کراتا ہے، in due course جب عدالت میں وہ کیس چلتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ پرچہ جھوٹا تھا تو اس کیس کے مدعی پر وہی دفعہ لگائی جائے۔ جب جھوٹا ثابت ہونے پر مدعی پر وہی دفعہ لگے گی تو پھر آئندہ سے جھوٹے پرچے درج کرانے والے ڈر جائیں گے۔ اس کے ساتھ میں نے یہ بھی کہا کہ جب کوئی پرچہ جھوٹا ثابت ہو جائے تو اس جھوٹے پرچے کو درج کرنے والے پولیس افسر یا ملازمین کو بھی ایک لاکھ روپے جرمانہ کیا جائے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے کہا کہ میں تو چاہتا ہوں کہ جھوٹا پرچہ درج کرنے والے پولیس والے کو 10 لاکھ روپے جرمانہ ہونا چاہئے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے جذبے کو سلام کرتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے بڑی مہربانی کے ساتھ آئی۔جی، چیف سیکرٹری، سیکرٹری قانون اور ایک دو دوسرے سیکرٹری صاحبان پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جس میں مجھے بھی ممبر رکھا گیا۔ ہم نے تین چار meetings کیں اس کے بعد کوئی پتا نہیں کہ وہ کمیٹی کہاں گئی اور اس کام کا کیا بنا؟ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر پولیس کے لئے کچھ کرنا

چاہتے ہیں تو آپ جھوٹے پرچوں کو ختم کر دیں تو خدا کی قسم غریب اتنی دعائیں دے گا کیونکہ وہ چھت کے بغیر گزارہ کر سکتے ہیں لیکن جھوٹے پرچے برداشت نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! میں آخری بات اوقاف کے بارے میں کرتا ہوں کہ اس محکمہ کے لئے کافی پیسا رکھا گیا ہے۔ یہ ایسا محکمہ ہے جو آپ کو خود کما کر دے گا، اس کی زمینیں دو تین سو روپے فی ایکڑ مستاجری پر دی ہوئی ہیں جبکہ آج کل بیس تیس ہزار روپے فی ایکڑ مستاجری چل رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں conclude کرتے ہوئے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وفاقی حکومت اپنی جگہ پر کام کر رہی ہے اور پنجاب حکومت اپنی جگہ پر کام کر رہی ہے۔ اس دفعہ وفاقی حکومت نے جو 70 فیصد حصہ صوبوں کو دیا ہے یہ پاکستان کی تاریخ میں ایک انوکھی بات ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سیاسی مخالفتیں اپنی جگہ پر ہیں آج یہ بات بھی لکھ لیں کہ اگر صحیح جمہوری قوتیں مل کر چلیں گی تو اس ملک کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ہمیں بیوروکریسی لڑا کر اور کچھ لوگ سازشوں کے ذریعے اس ملک کے عوام کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ میں آخر میں پاک فوج کو سلام پیش کرتا ہوں جس کے جوان ہمارے لئے شہید ہو رہے ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ خدا کے لئے ایسی سیاست نہ کی جائے کہ ہم اپنی فوج کو دیوار سے لگا دیں، یہ نہ ہو کہ کل کو یہ ایٹم بم جس کی وجہ سے ہم جی رہے ہیں ہمارے ہاتھ سے نکل جائے پھر نیپال سے بھی ہمیں دھمکیاں مل رہی ہوں اور ہم کسی کام کے نہ رہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم سنبھل جائیں اور آپس کی مخالفتوں کو چھوڑ کر اتفاق کے ساتھ اس ملک کی حالت بدلیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب اعجاز احمد خان!

جناب اعجاز احمد خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پہ ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

جناب سپیکر! میں آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے ایک انتہائی سنجیدہ بجٹ بحث میں اظہار خیال کا موقع دیا۔

جناب سپیکر! یہاں پر انتہائی visionary budget present کرنے پر وزیر اعلیٰ پنجاب انتہائی مبارکباد کے مستحق ہیں اور debate present کرنے پر وزیر خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس بجٹ کے اندر عوام کے اجتماعی مفادات کو مرکز نگاہ رکھا گیا ہے اور دستیاب وسائل کا بہترین استعمال کیا

گیا ہے جس کے نتیجے میں معاشرے کا شاید کوئی ایک طبقہ بھی نہ ہو جو اس بجٹ سے مستفید نہیں ہوا۔ ہم نے جب وزیر اعلیٰ صاحب کے اس عزم کو بجٹ میں دیکھا کہ انھوں نے 5۔ارب روپے غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی کی ہے تو یہ سچ بات ہے کہ انھوں نے قربانی کا یہ جذبہ اپنے گھر سے شروع کیا اور انتظامی مشینری کو اس کے لئے مجبور کیا کہ وہ سب سے پہلے اپنے اخراجات میں کمی کرے کیونکہ ملک کو آج بہت سے challenges درپیش ہیں، ملک کے اندر war on terrorism کے نتیجہ میں ہماری معیشت بری طرح متاثر ہوئی ہے، external investment ختم ہو چکی ہے، energy crisis کی وجہ سے یہاں پر کوئی نئی انڈسٹری نہیں لگ رہی بلکہ پہلی انڈسٹری بھی productive نہیں رہی۔ ایسے حالات میں ایک balanced budget پیش کرنا بلاشبہ ایک مشکل ترین کام تھا۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر آپ کی توجہ چاہوں گا کہ پنجاب میں بجٹ صرف اور صرف اگلے مالی سال کے لئے پیش نہیں ہوا، بجٹ وفاقی حکومت نے بھی پیش کیا ہے اور اس بجٹ کے اندر ایوان صدر اور ایوان وزیر اعظم کے جو اخراجات ہیں ان میں خاطر خواہ اضافہ ہوا جو کروڑوں روپے میں ہے۔ ان کے بیرونی دوروں پر اٹھنے والے اخراجات بھی بڑھا دیئے گئے ہیں۔ پنجاب کی خوش بختی یہ ہے کہ یہاں سرپلس بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ یہ خسارے کا بجٹ نہیں ہے لیکن وفاقی حکومت 2504۔ارب روپے کے حجم کا جو بجٹ پیش کرتی ہے اس میں 925۔ارب روپے کا خسارہ ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ وفاقی بجٹ جس میں 925۔ارب روپے کا خسارہ ہے، جس میں 790۔ارب روپے بیرونی قرضوں کی واپسی ہو وہاں پر اس ملک کا صدر اور عزت مآب وزیر اعظم اپنے اخراجات کو بڑھانا کیسے afford کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر! یہاں زیب داستان کے لئے گفتگو کرنے کا حق ہر شخص کو ہے لیکن حقائق کی روشنی میں بات کرنے میں جو عزت اور توقیر ہے اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ میں نے آغاز میں عرض کیا تھا کہ معاشرے کا کوئی طبقہ نہیں ہے جو پنجاب کے بجٹ سے مستفید نہ ہوا ہو۔ اگر صرف اور صرف تعلیم کی بات کی جائے تو اس میں لیڈر شپ کی سوچ سامنے آتی ہے۔ میں آپ کے علم میں یہ بات لاؤں گا کہ اقوام عالم کے اندر جتنی بھی ریاستیں collapse ہوئی ہیں ان میں سے کوئی ایک ریاست بھی وسائل کی کمی کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ لیڈر شپ کی کمی کی وجہ سے collapse ہوئی ہیں۔ یہ لیڈر شپ ہی ہوتی ہے جو مشکل ترین حالات میں پوری قوم کو ایک ایجنڈے پر مجتمع کرتی ہے اور پھر ایمانداری کے ساتھ ان کو lead کرتے ہوئے مشکلات سے باہر نکالتی ہے۔ وزیر اعلیٰ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جب سے پنجاب حکومت کی باگ ڈور مسلم لیگ (ن) کو ملی ہے تو تعلیم اور صحت کے محکموں میں ایک انقلاب برپا

ہوا ہے۔ اب اس ملک کے critic اور inflation بھی اس بات سے admire ہیں کہ میاں صاحب نے اس منزل کو محسوس کر لیا ہے کہ پاکستان کی تقدیر اگر بنے گی تو سو فیصد پڑھے لکھے پاکستانیوں کے ذریعے سے بنے گی۔

جناب سپیکر! Punjab Education Endowment Fund کی utility اور productivity کے بارے میں اس غریب رکشا کے مالک سے پوچھئے جس کے وسائل محدود ہیں، بیٹا بہت shining ہے اور بہت اچھے نمبروں کے باوجود وہ اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا تو حکومت کا فرض ہے کہ حکومت ماں کا کردار ادا کرے۔ اس پالیسی کے تحت ماں کا کردار ادا ہو رہا ہے اور ایک ارب روپے سے انتہائی پسماندہ 25 ہزار طالبعلم اپنی تعلیم کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں دانش سکول پر بات نہیں کروں گا کیونکہ قائد ایوان نے اس کے مندرجات، خدوخال اور تفصیلات پر بہت تفصیل سے بات کی ہے۔ حکومت کی enrollment پر جو determination ہے کہ آئندہ مالی سال میں سو فیصد بچے enroll کئے جائیں گے۔ آپ غور کیجئے کہ اب کوئی گاؤں اور علاقہ پنجاب کا ایسا نہیں ہے جس کے اندر یا قریب سکول موجود نہ ہو۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کو motivate کر کے ان اداروں تک پہنچایا جائے اور motivation level کو بڑھایا جائے۔

جناب سپیکر! میں نے 2008 میں منتخب ہونے کے بعد اپنے حلقے کے سکولوں میں missing facilities کو دیکھنے کے لئے visit کیا تو مجھے بہت سے سکولوں کے اندر ناجائز قبضے نظر آئے، وہاں ہال موجود تھے تو ان کی چھت کی حالت خراب تھی اور کہیں تعلیمی ماحول کا فقدان نظر آیا۔ اس کے علاوہ غیر نصابی سرگرمیوں کا concept ہی نہیں تھا کیونکہ دہشت گردی کی لعنت کے factor نے ہمارے اداروں کی output کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ ہم adhocism کی طرف بڑھے ہیں۔ ہم نے long term اور medium term پالیسیوں کو چھوڑ کر day to day affairs کی طرف توجہ کرنی شروع کر دی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ credit جاتا ہے کہ انھوں نے position holders کو appreciate کیا، ان کو بھاری انعامات دیئے اور باہر کی یونیورسٹیوں میں بھیجا تاکہ لوگوں کے اندر تعلیم میں دلچسپی پیدا ہو اس ملک میں مضمون نویسی اور تقاریر کے مقابلے ایک خواب تھا ہماری قیادت قوم کے بچوں کو اس طرف لائی تاکہ بچوں کی motivation اس طرف بڑھے۔

جناب سپیکر! آج پرائیویٹ اداروں کے حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی بات کی ہے۔ میں تعلیمی کونسل کے آغاز کو بہت سراہتا ہوں، یہ تعلیمی کونسل جس میں دانشور، صحافی اور سول

سوسائٹی کے لوگ ہوں گے۔اس ملک میں قوم کو تعلیم دینے میں بلاشبہ پرائیویٹ اداروں کا بڑا کردار ہے لیکن ان کی exploitation سے بچانا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔اگر کوئی فرد کسی بھی ادارے سے exploit ہوتا ہے تو یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کو ختم کرے اس لئے تعلیمی کونسل کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔

جناب سپیکر! women empowerment کی جتنی ہمارے ملک میں ضرورت ہے میں یقین سے کہتا ہوں کہ پوری دنیا کے اندر اتنی ضرورت کہیں نہیں ہے۔ہماری خواتین کو قومی ترقی کے دھارے میں شامل کرنے کے لئے ان کے والدین، حکومت اور ہر ذمہ دار شخص کو ان کے حوصلے بڑھانے چاہیئں۔میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ صوبہ پنجاب میں ایک سال کے اندر خواتین کی چار یونیورسٹیوں کا قیام اتنا بڑا انقلابی پروگرام ہے جس کے لئے یہ حکومت مبارکباد کی مستحق ہے۔

جناب سپیکر! صحت کی بات کی جائے تو آپ غور کریں کہ ہمارے معاشرے کے اندر اگر کسی غریب کے گھر میں بیماری آ جائے تو وقت سے پہلے ان کی موت ہو جاتی ہے کیونکہ ادویات مہنگی ہیں، علاج مہنگا ہے اور عمومی طور پر لوگوں کی مالی استطاعت اتنی نہیں ہوتی کہ اس علاج کو afford کر سکیں۔ہماری حکومت نے اس مد میں 16۔ارب 30 کروڑ روپے خرچ کرنے کا اعادہ کیا ہے جس میں مفت ادویات کے لئے 5۔ارب 50 کروڑ روپے مستحق لوگوں کے لئے رکھے گئے ہیں، مفت ڈائیلسز بھی مسلم لیگ (ن) کی پچھلی حکومت کا credit ہے۔یہ سکیم suspend ہوئی تھی، اب الحمدللہ یہ سکیم دوبارہ بحال کی گئی ہے اور لوگوں کو دوبارہ زندہ رہنے کی امنگ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کے دوردراز علاقے جہاں ڈاکٹر ٹکتے نہیں کیونکہ وہاں دوردراز علاقہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہیں کے بڑے شہروں جیسے ملتان یا رحیم یار خان میں واپس آئیں۔اس طرح inoperative B.H.Us ہو گئے۔اس طرح مختلف ادوار میں حکومت کی ساری investment ضائع ہوتی رہی ہے۔موجودہ مالی سال کے اندر چھ موبائل ہسپتالوں کا وہاں پر قیام اہم قدم ہے، ایک موبائل ہسپتال چار سے پانچ سو مریضوں کو دیکھتا ہے، وہ ایک آبادی میں جاتا ہے وہاں پر تمام مریضوں کو دیکھتا ہے۔اس کے بعد آگے چلا جاتا ہے تو اس طرح وہاں کے لوگوں کو خاطر خواہ ریلیف ملا ہے۔آئندہ مالی سال میں ایسے پچاس موبائل ہسپتال ہوں گے جن کے اندر عملہ مکمل طور پر مشینری سے لیس ہو گا۔یہ ایک انقلابی قدم ہے۔

جناب سپیکر! میں دعویٰ سے بات کرتا ہوں اور میڈیا بھی یہ سن رہا ہے کہ کسی ایک سال میں چار میڈیکل کالج بنانا، شروع کرنا بہت بڑا انقلابی قدم ہے اور ہم اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔یہاں پر جب وزیراعلیٰ پنجاب بات کر رہے تھے تو دو تین کمیٹیاں بھی بن گئیں۔یہاں کچھ لوگوں نے سستی روٹی کی بات بھی کی اور ڈیہر صاحب نے بھی فرمایا کہ سستی روٹی ناکام سکیم ہے۔ میں ان کی بڑے ادب کے ساتھ درستی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سستی روٹی سکیم کے ذریعے سے ہم نے عوام کو سستی روٹی کھانے کی سہولت پہنچائی۔وفاقی حکومت نے international funds کے ذریعے سے فوڈ سپورٹ سکیم شروع کی ہوئی ہے ہم نے اسے بھی شروع کیا تھا۔ہم نے switch over کیا ہے اور لوگوں کو ریلیف دیا، جب اس پر catharses اور غور و خوض کیا کہ ہم نے وہ switch over کدھر کیا ہے تو وہ ییلو کیب سکیم کی طرف کیا ہے۔

جناب سپیکر! حکومت صوبے کے ویٹرنری پوسٹ گریجویٹس اور زرعی پوسٹ گریجویٹس کو لیز پر زمینیں دے کر نو لاکھ روپیہ انفرادی طور پر قرض دے رہی ہے تاکہ جدید تقاضوں کے مطابق یہاں پر کاشت شروع ہو۔ ہم نے بالکل switch over کیا اور اس بات پر ہم پوری قوم کے سامنے یہ بات پورے وزن کے ساتھ کرتے ہیں کہ ہم نے اس ملک میں ایک لاکھ نوجوانوں کو بیس ہزار روپیہ فی کس قرض دینے کا عزم کیا ہے۔ ہم نے ان وسائل کو بہتر انداز میں استعمال کرنے کے لئے اور عوامی خدمت کے لئے متبادل سکیم دی ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہاں پر اگر کسی شخص کے پاس دس لاکھ روپے گاڑی خریدنے کے لئے نہیں ہیں، ٹیکسی جو باعزت سواری ہے تو اس شخص کا یہ حق ضرور ہے کہ وہ کرایہ دے کر اپنی منزل تک پہنچ سکے۔ وہ احباب جو ییلو کیب سکیم پر تنقید کرتے ہیں وہ سن لیں کہ پچھلے بارہ سالوں کے دوران شاید کسی نے پرائیویٹ سیکٹر میں ٹیکسی بنائی ہو لیکن پبلک سیکٹر میں کسی باعزت ٹرانسپورٹ کا اضافہ نہیں کیا گیا نتیجتاً آج لوگ چنگ چی کے اوپر لٹکنے پر مجبور ہیں۔ میں وزیراعلیٰ کے vision کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جہاں پر پڑھے لکھے نوجوانوں کو روزگار ملا ہے وہاں پر white-collar لوگوں کو ایک سہولت بھی ملی ہے۔اس سہولت کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔

جناب سپیکر! ملک کو بہت گھمبیر challenges کا سامنا ہے لیکن بدقسمتی سے اس ملک کی وفاقی حکومت کی باگ ڈور جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے انھوں نے اپنی ذمہ داری کو اس انداز میں نہیں نبھایا جس کی قوم کو توقع تھی۔ عوام نے 18۔فروری 2008 کے انتخابات میں جہاں آمرانہ طرز حکومت کی نمائندگی کرنے والوں کو مسترد کیا وہاں جمہوری قوتوں کو واضح اکثریت کے ساتھ کامیابی دی۔ یہ

کامیابی اس امید پر دی کہ اس ملک کے مفاد کے منافی war on terrorism کی پالیسی جو آمر کی پالیسی تھی اس کو تبدیل کیا جائے گا لیکن امریکی امداد کے حصول، اس کا دست شفقت اپنے سر پر قائم دائم رکھنے اور اپنے اقتدار کو طوالت دینے کے لئے اس پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ پارلیمنٹ یہ کہتی ہے کہ ڈرون حملوں کو بند کیا جانا چاہئے تو پارلیمنٹ کو supreme ادارہ کہنے والے لوگ خود ہی اس کی قرارداد کی اس طرح تذلیل کریں کہ 2007 تک ایک سال میں کبھی چار ڈرون حملے ہوتے تھے کسی سال میں چھ ڈرون حملے ہوتے تھے لیکن پچھلے سال 365 دنوں میں چار سو تک ڈرون حملے ہوئے ہیں اور اس طرح امریکیوں کے حوصلے بلند ہو گئے، جب اس کی تفصیلات میں جائیں کہ کتنے لوگ دہشت گردی میں ملوث تھے تو ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، غیر ملکی کتنے تھے آپ کے 35 ہزار لوگ شہید ہو گئے Law Enforcing Agencies کے سات ہزار لوگ آپ کی غلط پالیسی کی وجہ سے قبرستانوں میں چلے گئے۔ یہاں پر عوامی مفادات کی لائن کو tow کرنے کی بجائے امریکی لائن کو tow کیا جاتا رہا۔ جب عوام میں اس کے اوپر تنقید ہونے لگی تو پھر یہاں پر کچھ ممبران اپنے آپ کو بچانے اور مستقبل میں عوام کو ایک نیا چکمہ دینے کے لئے جنوبی پنجاب کا نعرہ لگا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا۔ یہاں پر اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ جمہوری حکومتوں کو ہاتھ سے ہاتھ ملا کر آگے بڑھنا چاہئے۔ ڈیہر صاحب کو ہم welcome کرتے ہیں لیکن آپ نے جس طرح چارٹر آف ڈیموکریسی کا حلیہ بگاڑا ہے اور جس طرح قومی ایجنڈے سے روگردانی کی ہے اس طرح کیا آپ نے ہمارے لئے کوئی space چھوڑی ہے کہ ہم آپ کے ساتھ چل سکیں؟ ہم تو ڈیموکریٹک سسٹم کو اس ملک کے لئے نجات کا سسٹم سمجھتے ہیں، ہم جمہوری لوگ پاکستان کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں، ہم اس ملک کو خود مختار ریاست دیکھنا چاہتے ہیں اور ہم اس ملک کے اندر جس طرح غیر ملکی ایجنسیوں کا تسلط بڑھنے لگا ہے اس کے خلاف حکومت کو جھنجھوڑتے رہتے ہیں۔ میاں محمد نواز شریف صاحب نے ان کو کہا تھا کہ جوڈیشل کمیشن بنائیں مگر ہمارے ملک کے حکمران سوتے رہے، Law Enforcing Agencies کے نمائندے سوتے رہے اور ہماری خود مختاری کا مذاق اڑا۔ پارلیمانی کمیشن پر agree کیا لیکن اُس پر بھی ہمیں اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ ملک کو ان مسائل سے نکالنے کے فیصلوں پر غیر سنجیدہ رہ کر ہم ملک کی خدمت کیسے کر سکتے ہیں؟ میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ یہاں پر جنوبی پنجاب کی بڑی بحث ہوتی ہے جو میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ صرف اور صرف اشرافیہ کی بحث ہے۔ مجھے وہ وقت یاد ہے جب یہاں پر پچھلے سال جولائی اگست میں سیلاب آیا تھا۔ وہ سیلاب جب پنجاب میں داخل

ہوا تو میانوالی سے شروع ہوا تھا اور جنوبی پنجاب کے آخری ضلع تک گیا۔یہاں پر میرے ایک دوست نے کہا کہ اگر وہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب کی مشینری یعنی کمشنر اور ڈی سی او صاحبان موجود تھے تو وزیر اعلیٰ صاحب کو وہاں پر دورے نہیں کرنے چاہیئں تھے مگر وفاقی حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ مشینری موجود ہوتی ہے تو حکمران اپنی ایک commitment show کرتے ہیں۔ مشینری کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر مسئلے کے حل کے لئے وہ مشینری کام کرے گی۔اگر عوام مشکل میں ہو اور لیڈر externalدوروں پر ہو تو اِس سے commitmentکا پتا چلتا ہے۔ملک کے اندر لاکھوں لوگ بے گھر ہو جائیں اور ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن جائیں لیکن ہمارے حکمران اگر ملک سے باہر ہوں تو اس سے اُن کی commitmentاور ترجیحات کا پتا چلتا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ پنجاب کے بجٹ پر بات کریں نہ کہ کوئی اور بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اُن کا حق ہے جو مرضی بات کریں اور آپ بھی اپنی باری پر جو مرضی بات کریں۔ جی، اعجاز خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! مجھے عیدالفطر کا موقع یاد ہے اور میں مسلم لیگ (ن) کے تمام ممبران کو مبارکباد ضرور دینا چاہوں گا کہ انہوں نے اپنے بچوں کے ساتھ عید نہیں کی بلکہ میاں محمد نواز شریف صاحب اور میاں محمد شہباز شریف صاحب کی خواہش پر متاثرین سیلاب کے ساتھ عید کی۔ میری اپنی ڈیوٹی خان گڑھ میں تھی۔ خدا جانتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں نے وہاں کے sittingایم پی اے جس کا حزب اختلاف کے ساتھ تعلق ہے اور sittingایم این اے جس کا وفاق میں حزب اقتدار سے تعلق ہے، انہیں ہم نے کہیں بھی نہیں دیکھا۔ ہم اُن خیموں میں متاثرین کے ساتھ سارا دن رہے اور پورے دورانیے کے اندر میاں محمد نواز شریف صاحب اور میاں محمد شہباز شریف صاحب نے اپنی پوری ٹیم کے ساتھ خدمت کی جس کا آج یہ تسلسل ہے کہ میڈیکل کالج اور یونیورسٹیاں بنائیں اس کے علاوہ 70۔ارب روپے کا جو ترقیاتی بجٹ کے اندر equitable right ہے اُس سے بھی زیادہ ان کی یہ commitment ہے لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ کیسے double standards ہیں کہ ماضی میں اسی جنوبی پنجاب کے بہت سارے لوگ وزرائے اعلیٰ بھی رہے اور گورنر بھی رہے لیکن کسی نے یہ غور نہیں کیا کہ وہ بھی انسان ہیں۔ وہاں سے ووٹ لینے کے بعد یہاں لاہور میں اپنے عالی شان محلات بنا کر ایک پُرآسائش زندگی گزارنے اور صرف اور صرف territorial

hegemonyقائم کرنے کے لئے صوبوں میں اضافے کا ایک خواب دیکھتے ہیں۔ اگر صوبوں میں اضافہ مضبوط بنیادوں پر ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا لیکن ملکی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج جو لوگ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں وہ کوئی قومی خدمت نہیں کر رہے۔ جب وہاں پر 70۔ارب روپے کے ذریعے سے انقلاب آئے گا تو اِن سب کی خواہشات انشاء اللہ تعالیٰ دھری کی دھری رہ جائیں گی اور وہاں پر ممبران اور اشرافیہ کو عوام کی کوئی support حاصل نہیں ہو گی جو یہ خواب دیکھ رہے ہیں کہ ہم ملک کے مرکزی معاملات کو چھوڑ کر مزید صوبوں کی تقسیم کی طرف بڑھیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر اُس زرعی زمین کی پٹہ داری کی بات ضرور کروں گا جس سے صرف اور صرف غریب مستفید ہوئے تھے۔ یہ 2003 کی بات ہے جب پٹہ داروں کی مزید extension روک لی گئی تھی۔ اس حکومت نے دوبارہ سے اُن غریبوں کے سروں پر ہاتھ رکھا اور اُن کی پٹہ داری کی extension کو روکنے کے بعد جن کو زمینوں سے بے دخل کیا جا رہا تھا لیکن ہماری حکومت نے اُن کے سروں پر ہاتھ رکھ کر دوبارہ سے extension دینے کا عزم کیا ہے جس سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ مستفید ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اُن دیہی علاقوں میں رہنے والے غریبوں کے ساتھ بہت بڑی support ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی یہ کہا تھا کہ اگر آج اس ملک کی ترقی کو کسی چیز نے بڑا مضبوطی سے روکا ہوا ہے تو پہلی چیز war on terrorism کے نتیجے میں دہشت گردی ہے اور دوسری energy crisis ہے۔ ہمیں یہ امید تھی کہ کوئی بھی آمر جو ہمیشہ سے یہ عزم کر کے قوم کے سامنے ایک تصویر پیش کر کے آتا ہے کہ جمہوری حکومت ناکام ہو گئی تھی، اُس آمر کو کوئی اچھا کام کرنے کی توفیق ملے لیکن یہاں آمروں نے ہمیشہ نفرت کے بیج بوئے ہیں، صوبائیت کو ہوا دی ہے، قومی لیڈروں کو قتل کیا ہے، جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے اندر دین اسلام کی بات کرنے والے لوگوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں لیکن اس ملک کے اندر ایک میگاواٹ بجلی بھی پیدا نہیں کی۔ جمہوری حکومت کا claim کرنے والے لوگ بھی تو کچھ valuable add نہیں کر سکے۔ آپ کا اربوں روپے کا وفاقی بجٹ جو energy crisis کو ختم کرنے کے لئے ہے وہ صرف اور صرف rental power generation پر focused ہے لیکن کسی حکمران کی یہ خواہش نہیں کہ اس کے اندر hydal capacity موجود ہے لہذا اسے utilize کرتے ہوئے یہاں پر ڈیم بنائے جائیں۔ آپ دیکھیں کہ کالاباغ ڈیم بنانے کے حوالے سے ایک قدرتی جگہ ہے لیکن وفاقی حکومت کی ابھی بھی کوئی determination نہیں ہے بلکہ ہم نے یہاں پر

صوبہ پنجاب میں اس مقدس ایوان کے اندر بحث کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اس کے اوپر سنجیدگی سے national consensus پیدا کیا جائے مگر اُس پر بھی کوئی کام نہیں ہوا۔ ANP کے لیڈر صرف اور صرف صوبہ خیبر پختو نخواہ میں اپنی سیاست کو چمکانے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ کالا باغ ڈیم بنا تو یہ نوشہرہ ڈوب جائے گا۔ میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ دنیا میں اس سطح کے کتنے ڈیم ہیں جو ٹوٹ گئے ہیں جس کے نتیجے میں انسانی آبادی متاثر ہوئی ہے لیکن میرے خیال میں پوری دنیا کے اندر ایک بھی مثال نہیں ہے، اللہ رب العزت نے اُن کو یہ ضرور دکھا دیا کہ اگر اس انتہائی قیمتی پانی کو استعمال نہ کیا گیا تو نہ صرف یہ پانی لوگوں کی جان و مال کو نقصان پہنچاتے ہوئے بحیرہ عرب میں گیا بلکہ اس سے ہمارے trillions of rupees بھی ضائع ہوئے ہیں۔ اگر آپ اس پانی کی حفاظت نہیں کریں گے اور اسے استعمال نہیں کریں گے تو نوشہرہ پھر بھی نہیں بچے گا۔ ہم نے اس پانی کے organized انداز میں Reservoirs نہیں بنائے اور نوشہرہ نہیں بچا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے ہوئے وسائل سے استفادہ نہ کرکے ہم قومی سطح پر روگردانی کر رہے ہیں جس پر عوام کبھی معاف نہیں کرے گی۔

جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم کے بعد جب یہ فیصلہ ہوا کہ صوبائی حکومتیں بجلی پیدا کرنے کے منصوبے شروع کر سکتی ہیں تو وزیر اعلیٰ پنجاب نے فوری طور پر چین کے ساتھ 120 میگا واٹ کا تونسہ بیراج کے مقام پر معاہدہ کیا جسے پوری قوم ایک امید کی کرن کے طور پر لے رہی ہے۔ 500 میگا واٹ پرائیویٹ سیکٹر کے تعاون کے ساتھ بجلی پیدا کرنے کا عزم ہے اور ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ اگر 500 میگاواٹ بجلی پنجاب کی دستیاب بجلی میں شامل ہو گئی تو ہمارے کافی حد تک مسائل حل ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! performance audit میں ایک دفعہ کوئی سرکاری ملازم induct ہو جائے تو پھر اس کی کارکردگی چیک کرنے کا کوئی مروجہ طریقہ نہیں تھا اور ACR's اس ملک کے اندر صرف ایک گھسی پٹی exercise بن کر رہ گئی تھیں۔ افسر تعلقات کی بنیاد پر ACR's لکھوا کر اپنی ترقی اور مدارج طے کرتے جا رہے تھے۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ performance audit کے نظام کو نافذ کرکے انتہائی creative کام کیا گیا ہے اور اگر یہ مکمل طور پر نافذ ہو جائے تو ریاستی مشینری کے احتساب کا بھی ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا جس سے ان کی کارکردگی بہتر ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! یہاں پر یہ بات کی گئی کہ development funds کے consumption میں انجینئرز کی سطح پر ہونے والی کرپشن کا اگر وزیر اعلیٰ صاحب کو پتا ہے تو اس کے لئے کیا اقدامات کئے گئے تو یہ وزیر اعلیٰ پنجاب ہی ہیں جنہوں نے پہلی دفعہ third party validation کے ذریعے audit

کا یہ سلسلہ شروع کیا۔ آج کسی بھی تعمیراتی منصوبے کی چیکنگ کے لئے صرف صوبہ پنجاب میں اعلیٰ اداروں کے ساتھ پرائیویٹ ادارے جیسے نیسپاک وغیرہ سے third party validation کرائی جاتی ہے جو کہ کرپشن کے خاتمہ کے لئے وزیر اعلیٰ کا عزم ہے۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے خدوخال کے حوالے سے بھی بڑی تفصیلی بات ہو چکی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اعجاز صاحب! آپ wind up کریں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میں آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ برابری کی سطح پر مجھے اپوزیشن لیڈر جتنا وقت دیں گے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قائد حزب اختلاف کا وقت fix نہیں ہوتا۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میں اپوزیشن کے ممبر کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! I am thankful میں یہاں پر دیہی علاقوں کے ان غریبوں جن کے پاس زمین نہ زر، ان کو پنجاب حکومت نے پانچ مرلہ کے پلاٹس دیئے ہیں اس طرح سے غریب لوگوں کو چھت مہیا کی ہے جس پر میں حکومت کو مبارکباد دیتا ہوں۔ میرے پاس چند تجاویز ہیں جنہیں میں مختصراً آپ کے سامنے رکھ کر اجازت چاہوں گا۔ اس بجٹ کے اندر میرے نزدیک بہتری اور improvement ہو سکتی ہے اس حوالے سے دس تجاویز ہیں جنہیں دو منٹ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر! ٹیکس نیٹ میں اضافے کے لئے ایف بی آر کہتی ہے کہ لاکھوں ڈالر ضائع ہو گئے کیونکہ ہم proper collection نہیں کر پاتے۔ میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اس ٹیکس نیٹ کو expand کرنے کے لئے یوٹیلٹی بلوں کی بنیاد پر اگر کسی بھی شخص کی آمدن کی assessment کریں تو آپ بہتر انداز میں ٹیکس recovery کر سکتے ہیں اور پوری دنیا کے اندر یہ طریق کار رائج ہے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں ایک لاکھ پڑھے لکھے بے روزگار لوگوں کے لئے 20 ہزار روپے فی کس کے حساب سے حکومت نے loan رکھا ہے۔ اس بات پر میرا ذاتی یقین ہے کہ آج گرانی کے دور میں اتنی رقم سے کوئی کاروبار شروع نہیں ہو سکتا اس لئے اگر 20 ہزار افراد کو ایک لاکھ روپے فی کس

کے حساب سے کاٹیج انڈسٹری کی طرف لے جایا جائے تو یہاں پر employers کے ساتھ ساتھ employment بھی پیدا ہو گی جس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

جناب سپیکر! پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اندر انوسٹی گیشن آفیسرز کی تعداد کی کمی ہے اور ہزاروں مقدمات کی تفتیش نہ ہونے کی وجہ سے چودہ دن کے اندر ان کا چالان عدالتوں میں نہیں جا رہا تو میری تجویز یہ ہے کہ کانسٹیبلان کی بھرتی کم کر کے انوسٹی گیشن آفیسرز کی بھرتی کے لئے ترجیح رکھی جائے تاکہ کم از کم اس مسئلے پر قابو پایا جا سکے۔

جناب سپیکر! سرکاری افسروں کے پاس ایک سے زائد گاڑیاں رکھنے کی مکمل طور پر ممانعت ہونی چاہئے اور پورے پاکستان میں جہاں ان کی posting ہو صرف ایک گھر الاٹ ہونا چاہئے۔ سرکاری اراضی کسی بھی سیاستدان، فوجی یا سرکاری افسر کو کسی بھی صورت میں نہیں ملنی چاہئے اور فوجی جو اپنے تمغہ شجاعت سجائے ہوئے کہتے ہیں کہ انہیں دو دو مربع زمین الاٹ کر دی جائے اور ججوں و صحافیوں کو پلاٹس دیئے جائیں تو وفاق کے اندر اس قسم کے سیاسی ڈرامے کو مکمل طور پر ہر سطح پر بند ہونا چاہئے۔ صحافیوں کا بلاشبہ قوم کو guidance دینے اور رہنمائی کا ایک عظیم پیشہ ہے لیکن کسی بھی ایسے پیشے سے منسلک فرد کو جس کا otherwise کوئی بھی right نہیں ہے، میں نہیں سمجھتا کہ وہ کوئی بھی ہو جس میں سیاستدان بھی شامل ہیں۔

جناب سپیکر! مختلف محکموں کے لئے بجٹ میں دی جانے والی رقم کی مانیٹرنگ کے لئے سٹینڈنگ کمیٹیوں کو اختیار دیا جانا چاہئے کہ بجٹ کی consumption متعلقہ محکموں کی سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ذریعے ہو۔ 12 ایکڑ سے زائد رقبہ پر زرعی ٹیکس عائد کیا جانا چاہئے اس کے بغیر ہم اپنے چیلنجز کا سامنا نہیں کر سکتے۔ محکمہ جنگلات کے پاس شجر کاری کے لئے مختص ہزاروں ایکڑ اراضی بالکل خالی پڑی ہے جو مقامی مستحق لوگوں کو دی جانی چاہئے تاکہ وہاں پر شجر کاری اور کاشت کاری ہو سکے۔ شکریہ

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کا وقت دو گھنٹے بڑھایا جاتا ہے۔ جن key notes speakers کے لئے آدھا آدھا گھنٹہ رکھا گیا تھا وہ ختم ہو گئے ہیں۔ باقی دوستوں کے لئے پانچ پانچ منٹ مقرر ہیں اور شروع

کرنے سے پہلے چودھری ندیم عباس ربیرا صاحب مجلس قائمہ برائے مواصلات و تعمیرات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودہ قانون لاہور رنگ روڈ اتھارٹی مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مواصلات و تعمیرات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری ندیم عباس ربیرا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں

The Lahore Ring Road Authority Bill 2011 (Bill No.28 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مواصلات و تعمیرات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹ پیش ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹ پیش کر دی گئی۔اب جناب ارشاد احمد خان مجلس قائمہ برائے کلچر اینڈ یوتھ افیئرز کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) آثار قدیمہ مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے کلچر اینڈ یوتھ افیئرز کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

جناب ارشاد احمد خان: جناب سپیکر! میں

The Antiquities (Amendment) Bill 2011 (Bill No.25 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے کلچر اینڈ یوتھ افیئرز کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹ پیش ہوئی)

سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب بجٹ کی طرف آتے ہیں۔ جی، جناب شیر علی خان!

جناب شیر علی خان: شکریہ۔ سب سے پہلے Chair کی طرف سے اور بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی طرف سے یہ جو فیصلہ کیا گیا ہے کہ چند ممبران کو آدھا گھنٹہ اور باقی ممبران کو پانچ منٹ دیئے جائیں گے میرے نزدیک یہ بہت بڑی ناانصافی ہے۔ دوسری زیادتی یہ کی گئی ہے کہ شمالی اور وسطی پنجاب کے تمام سپیکروں کو ٹائم دیا گیا اور north والوں کا کوئی سپیکر ابھی تک نہیں بولا۔ میرا خیال ہے کہ بات کرنے والا میں پہلا سپیکر ہوں گا۔ میں بجٹ پر بات کرنے سے پہلے ملک کے جو حالات ہیں اس پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب ہوائی قزاق ہماری ملکی فضائی سرحدوں پر ڈاکا ڈالیں، بحری قزاق بحری اڈے پر ڈاکا ڈالیں اور بری قزاق گھنٹوں کارروائی کر کے چلے جائیں۔ کوئی ارباب اختیار ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہ ہوں، ملک کا وزیراعظم کشمیر کی پُر فضا وادی میں ایک سیاسی جلسے سے خطاب کر رہا ہو، جب تیرہ گھنٹے تک بحری اڈے کے محاصرے کو ہماری تمام قوم اپنے ٹی وی سکرین پر براہ راست دیکھ رہی ہو ایسے حالات میں شہر کا صرف اکیلا قاضی انصاف دینے کی کوشش تو کرتا ہے لیکن اس کی بات بھی سنی ان سنی کر دی جاتی ہے۔ ان نامساعد حالات میں، میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا اغیار کی امداد نہ لینے کے فیصلے کو پوری قوم کی آواز سمجھتا ہوں اور اس پر ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

انہوں نے جو شعر یہاں پڑھا وہ بالکل برحق ہے کہ:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

میں کامران مائیکل صاحب کو بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا حکومت سے علیحدگی کے بعد یہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کا پہلا بجٹ ہے جو میاں محمد شہباز شریف اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کی vision کی عکاسی کرتا ہے۔ یہاں کہا گیا کہ ممبران کی تجاویز کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ممبران کی تجاویز کو اس میں بالکل شامل کیا گیا ہے۔ زراعت پر بات کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ یہاں پر ممبران نے جو تجاویز دیں ان کو پورا کیا گیا۔ سولر ٹیوب ویلوں پر سبسڈی اور سولر پمپ لفٹ اریگیشن کے لئے جو بارانی علاقے میں دیئے جانے ہیں۔ دو سو mini ڈیموں

کی تجویز دی گئی اس کے لئے 16کروڑ روپے بھی رکھے گئے ہیں۔یہاں پر تعلیم اور صحت پر بہت بات ہوئی ہے لیکن میں اپنے آپ کو زراعت پر ہی محدود کروں گا۔یہاں پر کمانڈ ایریا ڈویلپمنٹ کے لئے ایک خطیر رقم مختص کی گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو وسائل دستیاب ہوں گے اس سے پانی کا بہتر استعمال اور ذخیرہ کرنے کے لئے ہمیں زیادہ گنجائش میسر ہو گی۔ ایک لاکھ ایکڑ پر دو ہزار laser levellers اور drip irrigation دینے کی تجویز ہے، یہ بھی بہت احسن اقدام ہے اور اس سے بھی پانی کا ضیاع ختم ہو گا۔ کہا جاتا ہے کہ ہم 2020 میں water scared countries میں شامل ہو جائیں گے۔ میں یہاں ہر دفعہ کی طرح یہ ضرور کہوں گا کہ ہم جتنے بھی ڈیم بنالیں یہ کالا باغ ڈیم کا نعم البدل نہیں ہو سکتے۔ ہمیں کالا باغ ڈیم بنانا ہو گا اور اس کے لئے ہمیں باقی تمام صوبوں سے بات کرنی چاہئے۔ کالا باغ ڈیم ایک نیشنل پراجیکٹ ہے جو سارے ملک کا پراجیکٹ ہے، صرف پنجاب کا پراجیکٹ نہیں ہے۔

جناب والا! بجٹ میں لائیو سٹاک کے لئے 2۔ارب 50 کروڑ روپے اور farm to market roads کے لئے 2۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ ان اقدامات سے بھی زراعت میں خاطر خواہ بہتری آنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ پھلوں کی supply chain کو بہتر بنانے کے لئے 2۔ارب روپے کا رکھنا زراعت کے اس شعبے کی ترقی میں اہم کردار ثابت ہو گا۔یہاں پر زرعی گریجوایٹس کو زمین لیز پر دینے کے لئے اور ان کو فارم بنانے کے لئے قرضہ مہیا کرنے کی بات کی گئی ہے، یہ بھی بہت احسن اقدام ہے اس سے بے روزگاری میں انشاء اللہ ضرور کمی آئے گی۔

جناب والا! یہاں پر ییلو کیب سکیم کو بہت criticize کیا گیا ہے۔ یہ سکیم کل بھی اچھی تھی اور آج بھی بہت اچھی ہے۔ میں میاں محمد شہباز شریف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ سکیم دوبارہ شروع کی۔یہاں پر اگر criticize کرنا ہے تو اُن لوگوں کو کرنا چاہئے جنہوں نے اس سکیم کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور اس کو غلط استعمال کیا۔ یہ سکیم اچھی ہے اور اس دفعہ چونکہ چھوٹی گاڑیاں ہی دی جائیں گی تو انشاء اللہ اس کا غلط استعمال ہونے سے بھی روکا جائے گا۔

جناب والا! بجٹ میں ریسکیو 1122 کو تحصیل ہیڈ کوارٹروں میں introduce کرنے کا کہا گیا ہے، یہ بھی بہت احسن اقدام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اچھا ہو گا کہ اگر پسماندہ تحصیلوں کو پہلے ترجیح دی جائے اور تحصیلوں میں ریسکیو 1122 پہلے مہیا کی جائے۔ جنوبی پنجاب کے لئے 70۔ارب روپے کا بجٹ رکھا گیا۔ جھنگ، خوشاب، میانوالی اور بھکر کے لئے خصوصی ترقیاتی پروگرام دیئے گئے ہیں۔ بجٹ میں ان کا تو ذکر ہے لیکن وہاں کے شمالی پنجاب کے پسماندہ ضلعوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اٹک،

چکوال اور جہلم بھی ان اضلاع کی طرح پسماندہ ہیں۔ میں درخواست کروں گا کہ جو سپیشل پیکج دیئے جا رہے ہیں ان میں ہمارے پسماندہ اضلاع کو بھی رکھا جائے۔ جنوبی پنجاب والے، یہاں پر ایک فاضل ممبر نے شیخ مجیب الرحمٰن کی اس مشہور بات کا ذکر کیا کہ جب اس نے کہا تھا کہ مجھے اسلام آباد کی سڑکوں سے مشرقی پاکستان کی پٹ سن کی بُو آتی ہے۔ کہیں جنوبی پنجاب والے یہ نہ کہیں کہ ہمیں لاہور کی سڑکوں سے ان کے کاٹن کی بُو آتی ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ 70۔ ارب روپے میں سے غازی بروتھا کا جو ہائیڈل پرافٹ ملتا ہے ہمیں کہیں اس کی بُو نہ آنے لگ جائے۔ جنوبی پنجاب کی پسماندگی اپنی جگہ مگر پنجاب کے جتنے بھی پسماندہ اضلاع ہیں ان میں بلا تفریق بہتر پیکج دینے کی ضرورت ہے۔ جنوبی پنجاب والے ہر دفعہ اپنا رونا ضرور روئیں اور ہر علاقے کو حق ہے کہ وہ اپنے علاقے کا رونا روئیں لیکن اس ملک پر حکمرانی بھی ان 63 سالوں میں سب سے زیادہ جنوبی پنجاب والوں نے کی ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ پوری لسٹ جس کو آج میں دوبارہ دہرانا نہیں چاہتا کہ ان کے کتنے حکمران رہے ہیں اور آج بھی وزیراعظم پاکستان اسی خطے سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا میری استدعا ہوگی کہ ہم نار تھ میں رہنے والوں اور جو KPK یعنی سابقا صوبہ سرحد کے بارڈر پر بسنے والے اضلاع کے لوگ ہیں ان کے لئے خصوصی اقدامات کئے جائیں، بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ حمیرا اویس شاہد صاحبہ!

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں سب سے پہلے تو یہ سمجھنا چاہتی ہوں کہ ہر سال ایک بجٹ پیش کر رہے ہیں، یہ میں پچھلے آٹھ، دس سال سے تو میں بھی دیکھ رہی ہوں اور ہر دفعہ بجٹ apparently بہت اچھا نظر آتا ہے اس کے develop estimates ہوتے ہیں اور پھر اس کے بعد اس کے consumptions کیا ہیں یا اس کا failure کہاں ہوتا ہے؟ مجھے سمجھ نہیں آئی اور مجھے سمجھ نہیں آئی کہ ہم کس قسم کے ایک economic trap میں پھنسے ہوئے ہیں تو

> I would like to start my speech by going back to the address of Quid-e-Azam Mohammed Ali Jinnah.

یہ یکم جولائی 1948 کو انھوں نے سٹیٹ بنک کی opening ceremony میں بات کی تھی، انھوں نے کہا تھا کہ:

> I shall watch with keenness, the work of your research organization, involving banking practices compatible with Islamic ideals of social and economic life. The

> economic system of the West has created almost insoluble problems for humanity and to so many of us it appears that only a miracle can save it from a disaster that is now facing the world. It has failed to do justice between man and man and to eradicate friction from the international field. On the contrary, it was responsible for the two world wars in the last century. The Western World despite of its advantage of mechanization and industrial efficiency is today in a worst mess than ever before in history. .

میں یہ اس لئے repeat کر رہی ہوں کیونکہ یہ لائنیں بہت اہم ہیں، یہ وہ economic vision تھی جو ہمارے قائد نے ہمیں دیا اور ہم نے وہ تمام کام کئے جو اس vision کے opposite تھے، ہم نے ایسی economy create کی جس کے اندر ہم آج چاہے کچھ بھی کر لیں جس طرح کا بھی بجٹ لے آئیں وہ deliver کر ہی نہیں سکتا اس کی reason یہ ہے کہ جب آپ کا economic system سودی نظام پر ہو، جہاں پر کرنسی، کریڈٹ کارڈ، plastic money بہت بڑے instruments بن جائیں theft wealth کے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ اس بجٹ کو جتنا مرضی develop کر لیں، ہیلتھ اور ایجوکیشن کو اوپر لے جائیں جب تک inflation کو کنٹرول نہیں کریں گے تو آپ کی بات پھر وہی پہنچ جائے گی، جب تک آپ electricity provide نہیں کر سکتے، energy provide نہیں کر سکتے، پٹرول کی قیمت کنٹرول نہیں کر سکتے تو آپ کی development بھی پر نہیں جائے گی، Foreign debt پر جو interest ہے اس بارے میں آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس پر کتنا interest ہو گا، ہمارا internal debt یا domestic debt sixteen billion rupees ہے یہ وہ تمام چیزیں ہیں اور یہ وہ سزائیں قائداعظم کی economic vision follow نہ کرنے کی وجہ سے ہمارے اوپر مسلط ہوئی ہیں۔ ہمارا domestic debt کا 4.1 billion interest سے 4.5 billion پر جا رہا ہے اور ہر سال ہم اس میں چار سے پانچ بلین add کرتے جا رہے ہیں، اس کے علاوہ ہماری inflation 14.5 فیصد پر چلی گئی ہے اور ہماری purchasing power نیچے جا رہی ہے۔ آپ چاہے جتنا مرضی salaries میں اضافہ کریں لوگوں نے غریب ہونا ہی ہے کیونکہ جس نظام کے اندر آپ کا بجٹ ہے وہ

نظام آپ کو کچھ deliver نہیں کرنے دے گا۔اگر میں آپ کو سٹیٹ بنک کی reports کی طرف لے کر جاؤں تو by the end of March, Rs.11.2 trillion ہمارا debt کی مد میں جاتا ہے،اگر میں اس کو further آگے لے کر جاؤں تو ہمارا جو G.D.P growth rate ہے وہ 4 فیصد ہے اور اگر ہم یہ sustain بھی کر لیں تو بڑی بات ہو گی لیکن یہ بہت مشکل ہو گا۔اب اصل چیز بجٹ کے لئے یا بجٹ کو running کرنے کے لئے یا آپ کی economy کو revitalize کرنے کے لئے How do you generate revenue, اور آپ نے پیسے کہاں سے لانے ہیں؟ ہم سب کو پتا ہے کہ ایجوکیشن میں کم پیسا ہے، ہم سب کو پتا ہے کہ ہیلتھ کے لئے مزید پیسا چاہئے، ہمیں یہ بھی پتا ہے کہ ہمارے زرعی نظام کو مزید پیسے کی ضرورت ہے اور کو جو expenditures کریں گے اس کے لئے آپ پیسہ کہاں سے لائے گے؟ ابھی تو یہ estimates ہیں اور ہر دفعہ آپ کے estimates جو بجٹ میں allocate ہوئے ہوتے ہیں وہ اس سے کم ہوتے ہیں کیونکہ آپ کے targets meet نہیں ہو پاتے۔آپ کے ٹیکس سسٹم کے اندر جو leakages ہیں،آپ کی بہت حد تک جو انکم ہے وہ tax net کے اندر نہیں آتی،آپ صرف 30 percent of national پر ٹیکس ادا کر رہے ہیں اور اس میں جو urban incomes میں 50 فیصد لوگ ہیں وہ ٹیکس دیتے ہیں تو جب تک آپ ٹیکس نیٹ ورک میں grow نہیں کریں گے آپ deliver نہیں کر پائیں گے۔

جناب والا!اس کے علاوہ آپ کا سب سے بڑا مسئلہ black economy ہے،آپ کی white economy صرف 30 فیصد ہے اور 70 فیصد black economy ہے،جب یہ وہ تمام purchase, sales اور transactions گورنمنٹ کے ریکارڈ پر نہیں ہے تو آپ ٹیکس وصول کیسے کر سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ آپ black economy کے اندر اتنے بڑے leakages ہیں کہ اس کو on record نہیں لایا جا سکتا کیونکہ آپ کا drugs،آپ کا money lending business، آپ کا weapons کا سارا مافیا ہیں وہ ایک ہی مافیا آپ کی black economy کے اندر ہے اور یہ parallel economy کی جو growth ہے وہ آپ کی official economy سے تین گنا زیادہ ہے۔ آپ جتنا مرضی sustain کرنے کی کوشش کریں اور سبسڈی دینے کی کوشش کریں، subsidies ایک حد سے آگے نہیں جا سکتیں اور اس کا یہ حل نہیں ہے اس کے لئے میں نے ایک نظام "بیع سلم" کی تجویز دی تھی جو کہ ابھی بھی ایک کمیٹی میں ہے جب تک آپ اپنے کسان کو آڑھتی سے نہیں بچائیں گے،جب تک آپ اس کو کھڑا نہیں کریں گے،آپ اس کو جتنی مرضی سبسڈی دے دیں وہ

dependableرہے گا، جب آپ اس سے سبسڈیز withdraw کریں گے تو وہ دوبارہ weak ہو جائے گااور وہ دوبارہ گر جاتا ہے۔ "بیع سلم" نظام کا مطلب ہے کہ آپ بنکوں کو as a financer لے کر آئیں اور وہ کسانوں سے ایڈوانس میں crops purchase کریں۔ اس سے آپ آڑھتی کو نہ صرف ہٹاتے ہیں بلکہ آپ بنکوں کو لا رہے ہیں جو ایڈوانس میں پرچیز کرے گا اور وہ بنک ان crops کی commodities کی trading کرے گا۔ یہ نہ صرف ایک زاویے سے بلکہ دو تین زاویوں سے آپ کے کسان کو protection ملے گی، اس کو جب اکٹھے پیسے ملیں گے تو اس کی cultivation cost پچاس فیصد سے نیچے جائے گی کیونکہ ایک تو سود اس میں سے ہٹ جائے گا، دوسرا بروقت ادا کرنے سے اس کو اچھی قیمت پر agriculture products of supplies ملیں گی۔ اس نظام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ آپ کے لئے revenue generate کرے گا نہ صرف عُشر کے ذریعے بلکہ آپ کے banks کو expansion ملے گی، آپ کے کسان کو ایک financer ملے گا اور آپ کا آڑھتی جس نے کسان کی زندگی کو ایک عذاب بنایا ہوا ہے آپ اس کو اس کے چنگل سے چھڑا سکیں گے۔ Recently ایک بڑی اچھی development ہوئی ہے، امریکہ کی ایک سٹیٹ Utah نے legislation pass کی ہے، انھوں نے کہا ہے کہ Utah کا تمام کاروبار سلور اور گولڈ coins میں ہوگا۔ میں یہ اس لئے یہاں پر لے کر آئی ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ جس چیز کی intrinsic value نہیں ہے وہ کرنسی کے طور پر استعمال نہیں ہو سکتی اسی لئے آج paper money نے ہمیں ذلیل و خوار اور رسوا کر دیا ہے۔ یہ inflation آپ کے اور ہمارے کنٹرول سے باہر ہے کیونکہ یہ ایسے کرنسی کے نظام پر چلتی ہے جس کی intrinsic value نہیں ہے۔ اس کو sound money کہتے ہیں جب آپ گولڈ اور سلور coins کے اوپر کاروبار کرتے ہیں، اس سٹیٹ کے گورنر نے کہا ہے کہ ہم inflation کنٹرول نہیں کر سکتے اس لئے We are coming back to the original system یہ legislation آٹھ سٹیٹس میں repeat ہونے والی ہے جو کہ ورجینیا، جارجیا، اوہائیو، مزوری، کلوراڈو، انڈیانا، مونٹینا، یہ میں اس لئے quote کر رہی ہوں کہ یہ بہت بڑا step ہے۔ آپ اس نظام کو reject کر رہے ہیں کہ جس نظام نے آپ کو ایک vicious trap of debt اور usury میں پھنسایا ہوا ہے، اگر آج امریکہ اس نظام کو adopt کر سکتا ہے تو آج ہم بھی اس کو adopt کر سکتے ہیں۔ جب ہمیں پتا ہے کہ inflation کی وجہ کیا ہے، جب ہمیں پتا ہے کہ ہمیں کون سا نظام غریب سے غریب تر کر رہا ہے تو کیا ہم

بھی گولڈ اور سلور coins کے اوپر کامرس ٹریڈنگ نہیں کر سکتے ہیں؟ یہ بھی ایک تجویز ہے، اس کو اپنانے کے لئے بڑا دل گردہ چاہئے اگر کوئی کرنے والا ہو، لیکن میری طرف سے یہ ایک تجویز ہے۔

اس کے علاوہ سب سے زیادہ کرپشن اور leakages گورنمنٹ کے ایڈمنسٹریٹو ڈیپارٹمنٹ ریونیو، پولیس، ایکسائز، پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے ہوتی ہیں اور ان کی اپنی studies جو انٹی کرپشن establishment کی ہے۔ وہ خود یہ کہتی ہے کہ سول سروس نے بھی politicize کیا ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے میں یہ بات کہوں گی کہ آپ کے administrative departments کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتے جب تک ان میں سے political interference ختم نہیں ہو گی، جب تک آپ ان ڈیپارٹمنٹس کے structure میں interference بند نہیں کریں گے، آپ کو انہی ڈیپارٹمنٹس کے اندر accountability structures create کرنے پڑیں گے اور اس کے لئے ہم سیاستدانوں کو بھی اپنی power withdraw کرنی پڑے گی۔ ہمیں بھرتیاں کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں پوسٹنگ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہمیں ٹرانسفر کرنے کی ضرورت ہے جو پولیٹیکل ہوں، اس کے بعد ہمیں حق ہو گا کہ ہم سول سرونٹس کا احتساب کر سکیں۔ اس سے پہلے ہم نہیں کر پائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ جلدی wind up کریں۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: میرے پاس اور بھی بہت سی تجاویز تھیں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے میں اپنی تقریر یہیں ختم کرتی ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل کو مبارکباد پیش کروں گی کہ ان کا انداز بیاں اور الفاظ پر گرفت جو تھی وہ یقیناً بے مثالی تھی۔ میں اپنی بات یہاں سے شروع کروں گی کہ پاکستان کی تاریخ میں بے شمار بجٹ پیش ہوئے۔ ہر سال بجٹ پیش ہوتا ہے اور فنڈز announce کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر ہم زیادہ دور نہ جائیں اور گزشتہ چند دہائیوں کو ہی دیکھ لیں کہ آنے والے بجٹ، پیش کردہ بجٹ اور گزشتہ بجٹ میں فرق کیا ہے، حالات کیا ہیں تو آج ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ حالات پہلے کی نسبت خراب ہو رہے ہیں۔ حالات کیوں خراب ہو رہے ہیں شاید ہم اس بیماری تک نہیں پہنچ رہے جو حالات کا بگاڑ پیدا کر رہے ہیں۔ جب بجٹ announce ہو جاتا ہے، فنڈز ملنے شروع ہو جاتے ہیں، فنڈز announce ہونے سے فنڈز کا استعمال ہونے تک اور جن کاموں کے لئے وہ مختص کئے جاتے ہیں ان کے استعمال تک اور وہ کام شروع ہونے تک جو procedure ہے خرابی

اس میں ہے۔ ہمیں بیماری کوئی اور ہے اور ہم علاج کچھ اور کر رہے ہیں۔ ہمیں اس procedure کو ٹھیک کرنا چاہئے اور اس procedure سے متعلق جو لوگ ہیں ان کی نیت ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ فنڈز announce ہو جاتے ہیں مگر ترقیاتی کام دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ کبھی سیکرٹری صاحب نہیں مل رہے، کبھی ڈی سی او صاحب نہیں مل رہے، میٹنگز نہیں ہو رہیں، نیا سال آجاتا ہے اور اگلا بجٹ آنے میں ایک مہینہ رہ جاتا ہے تو کام شروع کر دیئے جاتے ہیں مگر وہ بھی نامکمل چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور funds lapse ہو جاتے ہیں۔ میں تو اپنے تین سالوں میں یہی دیکھتی آرہی ہوں کہ یہ اس سارے procedure میں funds lapse ہو جاتے ہیں اور جو کام شروع ہوتے ہیں وہ نامکمل رہ جاتے ہیں۔ اب اگر ان بیوروکریٹس اور اس سسٹم سے متعلق لوگوں کی بات کریں تو آپ ان کے اپنے روّیے اور کام دیکھیں، اس کی ایک مثال میں یہ دوں گی کہ GOR-I میں، میں اپنے بچپن سے وہاں ایک نرسری دیکھ رہی تھی، کافی بڑے area پر وہ نرسری تھی، اب ان بیوروکریٹس نے یہ announce کیا کہ وہ ناجائز قابضین ہیں اور وہ جگہ خالی کرا کر بیچی جائے گی اور جو رقم ہے وہ حکومت کے خزانہ میں جمع کرائی جائے گی۔ وہ جگہ خالی کرالی گئی اور وہاں پر سرکاری گھر تعمیر کرنے شروع کر دیئے گئے۔ آپ یقین کریں کہ ایک دو مہینے کے اندر وہاں پر بہترین کوٹھیاں تعمیر کر دی گئیں۔ اس سے ملحقہ سڑک جو شارع عام ہے وہ ایک عرصہ دراز سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی لیکن چونکہ وہ سڑک ان کے گھروں کی کالونی کو لگ رہی تھی لہذا صرف دو دِن میں وہاں پر carpeted roads تیار کر دی گئیں۔ جب ان کے اپنے کام اتنی تیزی سے ہو سکتے ہیں، جب ان کے اپنے کام اتنی جلدی ہو سکتے ہیں اُن گھروں کے جن میں انہوں نے رہائش اختیار کرنی ہے تو عوام کے منصوبے کس وجہ سے delay ہو جاتے ہیں، کیا وہ صرف اس وجہ سے late کر دیئے جاتے ہیں کہ ان پر ان کا اپنا کمیشن ہوتا ہے؟ ہم نے اس بیوروکریسی کو مقدس گائے بنا کر رکھا ہوا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم اس مقدس گائے کا احتساب کریں اور ہمیں چاہئے کہ ہم اس میں political لوگوں کو شامل کریں۔

جناب سپیکر! ایک اور ستم ظریفی دیکھیں کہ ان لوگوں کی جو ACR بنتی ہے وہ سینئر افسر کی رپورٹ پر بنتی ہے۔ آپ ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں کہ جتنا کرپٹ افسر ہو گا اس کی ACR اتنی ہی بہترین ہو گی، اتنی ہی اچھی ہو گی کیونکہ جو جتنا کھاتا ہے وہ اتنا کھلاتا بھی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کی ACR ان کی کارکردگی پر بنی چاہئے، دورانِ ملازمت ان کی جو performance ہے اس کی base پر ان کی ACR بننی چاہئے۔ اس میں میری تجویز یہ ہے کہ اس سارے سسٹم کو بہتر کرنے کے لئے stakeholders کو

شامل کیا جانا چاہئے اور جو عوام کے منتخب نمائندے ہیں، جن تک عوام کی رسائی ہے ان کو شامل کیا جائے۔ کسی افسر، کسی سیکرٹری تک منتخب نمائندوں کی رسائی نہیں ہے تو عام عوام ان کو کہاں ڈھونڈتے پھریں گے ؟اس سسٹم میں منتخب نمائندوں کو شامل کیا جانا چاہئے ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جن میں stakeholders ہوں، منتخب نمائندے ہوں اور وہ ان بیوروکریٹس سے کام لیں۔یہ جو اپنی ملازمتوں، اپنے منصب کو تخ بستہ کمروں اور گاڑیوں میں بیٹھ کر enjoy کر رہے ہیں، جو عوام کے لئے کام نہیں کر سکتے ہیں ان سے کام لینے کا وقت ہے۔

بجٹ میں، میں سب سے پہلے تعلیم پر بات کروں گی اور منسٹر صاحب سے کہوں گی کہ وہ اس بات پر توجہ دیں جو اس وقت بہت اہم مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ پرائیویٹ سکول اور پرائیویٹ کالجز کی بڑھتی ہوئی فیسوں نے والدین کو پریشان کر کے رکھ دیا ہے اس سے پہلے کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں اس مسئلہ کا کچھ حل نکال لینا چاہئے۔ میری حکومت سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ کو سنجیدگی سے لے کر اس مسئلہ کا حل نکالیں اور پرائیویٹ سکول اور کالجز نے جو لوٹ مار مچائی ہوئی ہے اس کو ختم کریں۔ اب گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہوئی ہیں تو والدین سے demand کر دی گئی ہے کہ تین ماہ کی فیس advance جمع کرا دی جائے۔آپ مجھے بتائیں کہ جس شخص کا گھر ماہانہ تنخواہ پر چلتا ہے وہ اپنے بجٹ کو خراب کر کے تین ماہ کی فیس کیسے advance دے سکتا ہے، وہ کہاں سے دے گا؟اس پر دھمکی یہ دی گئی ہے کہ اگر فیس نہ جمع کرائی گئی تو آپ کے بچے کو سکول سے نکال دیا جائے گا اور اگر آپ چھٹیوں کے بعد بچے کو سکول بھیجیں گے تو اس کی Admission Fees دوبارہ دینی پڑے گی اس لئے میں چاہتی ہوں کہ حکومت اس پر خصوصی توجہ دے اور اس مسئلہ کا حل نکالے۔ پرائیویٹ سیکٹر میں جو چند بڑے سکول ہیں ان میں صرف لاہور کے سکولوں کی آمدن 4۔ارب روپے ہے تو ان کا کچھ کر لینا چاہئے کہ ان پر بھی ٹیکس لگے اور یہ جو آئے دِن فیسیں بڑھا دیتے ہیں اس کا بھی کچھ ہو۔اس کے علاوہ پرائیویٹ سیکٹر جو اس قوم کے بچوں کا سب سے بڑا نقصان کر رہا ہے وہ ان کی اپنی Academies ہیں۔ صبح کے وقت یہ سکول ہوتے ہیں، شام کے وقت اسی سکول کو انہوں نے اکیڈمی کا نام دیا ہوا ہے۔ جو بچہ صحیح بھی پڑھ رہا ہو اس کو بھی یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کی گھر میں پڑھائی ٹھیک نہیں ہے آپ اسے یہی اکیڈمی join کرا دیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے سکول میں ہی یونیفارم اور بک شاپس بنائی ہوئی ہے۔اگر ایک پنسل بازار میں -/5 روپے کی ہے تو ان کی اُس سٹیشنری شاپ پر یہ -/15 روپے سے کم کی نہیں ہے۔ان کے یونیفارم کی شرٹ اگر بازار میں -/100 روپے کی ہے تو اس پر سکول کا ایک چھوٹا سا اسٹکر لگ جاتا ہے اس کے بعد

وہ -/500 روپے سے کم کی نہیں دیتے ہیں۔ اس طرح سے یہ لوٹ مار کر رہے ہیں۔ والدین پریشان ہیں، اس مسئلہ کا کوئی حل ضرور نکالنا چاہئے۔ پرائیویٹ سیکٹر کے ساتھ ساتھ میں سرکاری سکولوں کی حالت پر بھی مختصر سی بات کرنا چاہوں گی۔ سکول کی maintenance اور نئے سکول و کالج بنانے کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ نئے سکول اور کالج ضرور بننے چاہیئں مگر ان علاقوں میں جہاں پر ان کی ضرورت ہے محض اپنے نام کی تختی لگوانے کے لئے نہیں کہ ہم نے یہ سکول یا کالج بنایا ہے۔ یہ کام کرنا چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ ایسے سکول بھی ہیں جہاں پر استاد تو سولہ ہیں لیکن شاگرد بارہ ہیں۔ سکولوں پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں وہاں پر ٹرانسپورٹ ہے، ہر چیز ہے لیکن رزلٹ کیا آرہا ہے میٹرک، ایف اے، بی اے، سب میں صفر اور یہ ایک سال، دو سال کی بات نہیں ہے، ہر سال تقریباً صفر فیصد رزلٹ ہے۔ اس کے ساتھ میں "Dawn" اخبار کی ایک خبر کا حوالہ دیتی چلوں کہ اس میں ایک بڑی تصویر کے ساتھ پچھلے دِنوں ایک خبر چھپی جس میں دکھایا گیا کہ سکول کے بچے یونیفارم میں ایک زمیندار کے کھیت میں گندم کی کٹائی کے موقع پر کام کر رہے ہیں اور مزدوری کر رہے ہیں، نیچے تفصیل میں بتایا گیا تھا کہ چونکہ سکول کا ہیڈ ماسٹر زمیندار کا رشتہ دار تھا اور وہ بچوں سے مزدوری کرانے کے لئے بچوں کو یہاں پر لے آیا۔ سرکاری سکولوں کی حالت کو بہتر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ وہاں پر خصوصی توجہ دی جانی چاہئے اور ان کی missing facilities کو پورا کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں ایک اور اہم بات کرنا چاہوں گی جو کہ میرا خیال ہے کہ اس بجٹ میں سب سے زیادہ زیر بحث رہی وہ "آشیانہ"۔ "روٹی کپڑا اور مکان" کا نعرہ لگانے والے عوام کو خواب دکھانے والے، جن لوگوں نے عوام کو یہ خواب دکھایا آج وہ اس پر سب سے زیادہ تنقید اس لئے کر رہے ہیں کہ چالیس سال سے عوام کو اپنے گھر کا خواب تو وہ دکھا رہے ہیں لیکن اس کو پورا کوئی اور کر رہا ہے۔ یہ خواب تھا کسی اور کا اور پورا کر رہا ہے کوئی اور یہ وزیر اعلیٰ پر تنقید کرتے ہیں اور یہاں ایک بات کی گئی کہ چار پانچ لاکھ روپے میں گھر مل رہا ہے۔ میں آپ کے توسط سے گزارش کروں گی کہ میں 10 لاکھ روپے دینے کے لئے تیار ہوں مجھے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم سے کم سہولیات والا، آدھی سہولیات والا گھر دے دیں۔ یہاں پر میں ایک quote figure کرنا چاہوں گی کہ وفاقی حکومت کی اس سلسلے میں PHA پاکستان ہاؤسنگ اتھارٹی کے نام سے ایک سکیم announce کی گئی ہے جو کہ وفاقی کالونی لاہور میں اور اسلام آباد میں introduce کی گئی ہے۔ اب آپ اس کی قیمتیں سن لیجئے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ عام عوام کے لئے یہ کالونی نہیں ہے صرف سرکاری ملازمین کے لئے ہے اور کن سرکاری ملازمین کو نوازا گیا

ہے اس کا اندازہ آپ ان کی قیمتوں سے کر لیں گے کہ اس کالونی میں ایک فلیٹ، گھر نہیں ایک فلیٹ کی قیمت 65لاکھ روپے سے 75لاکھ روپے تک ہے۔ آپ خود اندازہ کر لیجئے کہ یہ گھر کن لوگوں کے لئے ہیں اور آشیانہ کے اوپر تنقید کرنے والوں کو یہ نہیں معلوم کہ آشیانہ میں تین مرلے کا ڈبل سٹوری گھر 11لاکھ 90ہزار میں دیا جا رہا ہے۔ وفاقی حکومت کی جو سکیم ہے اس کی فیس 10ہزار روپے ہے جبکہ آشیانہ کی فیس -/900روپے ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور مختصراً بات کروں گی کہ posh areas میں جتنے بیوٹی پارلر، بیوٹی سیلون ہیں میں وزیر خزانہ سے کہوں گی کہ وہ میری اس تجویز کو دیکھیں اور غور کریں کیونکہ اس میں یقیناً حکومت کو فائدہ ہوگا۔ جتنے posh areas ہیں ان میں across the board sitting hours turn کی بنیاد پر ٹیکس لگنا چاہئے لیکن یہ ٹیکس low income areas پر نہیں لگنا چاہئے کیونکہ ان areas میں بہت سی ایسی خواتین اور لوگ ہیں جن کا روزگار چھوٹے چھوٹے بیوٹی پارلر سے چل رہا ہے۔ یہ ٹیکس صرف ان بیوٹی پارلر اور بیوٹی سیلون پر ہونا چاہئے جہاں پر ایک دن دلہن تیار ہونے جاتی ہے اور 60سے 70ہزار روپے دے کر آتی ہے۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں سی این جی سلنڈر پر بات کروں گی۔ اس کے پھٹنے سے جو ہلاکتیں ہو رہی ہیں اور خصوصاً کمرشل گاڑیوں میں ہو رہی ہیں۔ Motor Vehicle Examiner Department جو ہے آپ یقین کریں، آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ یہ محکمہ وہ محکمہ ہے جو بغیر تصدیق کے چند ہزار روپے کے عوض Fitness Certificate جاری کر دیتا ہے اور اس گاڑی کو بھی جاری کر دیتا ہے جس کے سپیئر پارٹس شاید کسی ورکشاپ میں پڑے ہوں۔ آئے دن حادثات ہو رہے ہیں ابھی 12۔فروری کو راولپنڈی میں اور 2۔مارچ کو گوجرانوالہ میں ہلاکتیں ہوئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! بہت شکریہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! میں اپنی بات ختم کر رہی ہوں۔ سی این جی سے جو حادثات ہو رہے ہیں حکومت کو اس پر ضروری اقدامات کرنے چاہئیں۔ میں ایک منٹ میں اپنی بات کو ختم کروں گی، اگر میں خواتین کے حوالہ سے بات نہ کروں تو زیادتی ہوگی۔ خواتین کے لئے جو 13۔ارب روپے رکھے گئے ہیں، عموماً خواتین کے لئے جو پروگرام شروع کئے جاتے ہیں ان میں صحت، ہیلتھ یونٹ، جیسے پروگرام شروع کر دیئے جاتے تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر ہم نے پاکستان کو ترقی دینی ہے، خواتین کو ترقی کے دھارے میں لانا ہے تو ان کو برسر روزگار بنایا جائے، ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جائے جو 13۔ارب

روپے مختص کئے گئے ہیں اس میں ایسے پروگرام شروع کئے جانے چاہئیں جن میں handicrafts اور hand made چیزیں شامل ہوں۔ خواتین کو ہنر گھر بنا کر دیئے جائیں اور ایسی products ان سے لی جائیں اور ان کو اس قابل کیا جائے کہ ان products کو بین الاقوامی سطح پر فروخت کیا جاسکے اور زر مبادلہ بھی کمایا جاسکے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب طارق امین ہوتیانہ!

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ ہمارا House اس ملک کی ٹوٹل آبادی کا 56 فیصد ہے اور اس کی یہ نمائندگی کرتا ہے۔ ملک کی more than fifty percent آبادی کے ہم نمائندے ہیں اور یہ House اس کا نمائندہ House ہے۔ آپ کی وساطت سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر ممبران جس انداز سے اپنے علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں یا جو language یہاں پر استعمال کرتے ہیں میری تمام ممبران سے دست بستہ درخواست ہے کہ اگر اپنی عزت ہم خود نہیں کریں گے تو قوم سے ہم کیا expect کریں گے، لوگ ہماری عزت پھر کس طرح کریں گے؟ اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔

جناب سپیکر! Good governance کا مقصد یہ ہے کہ ہم جو بجٹ پیش کر رہے ہیں اس کو مشاورت سے پاس کیا جائے کیونکہ ہمارے ملکی حالات ایسے ہیں کہ وسائل کم اور مسائل زیادہ ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لئے ہم جو بھی بجٹ بنائیں اسے باہمی مشاورت سے بنائیں۔ اس میں سابقہ کوتاہیاں مدنظر رکھیں اور ہمارے بجٹ کے جو سابقہ اہداف تھے ان کو چیک کیا جائے کہ وہ کون سے اہداف تھے جو ہم achieve نہیں کر سکے یا ان کے کیا اسباب تھے؟ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم اپنے آئندہ اہداف مقرر کریں گے تو انہیں achieve کرنا میرے خیال میں بہتر ہوگا۔ اب اگر ہم سابقہ بجٹ میں دیکھیں کہ ہمارے ملک میں law and order کی صورتحال کیا ہے، ہمارے ملک میں کرپشن کی صورتحال کیا ہے، ہمارے ملک میں تعلیم کی صورتحال کیا ہے، صحت کی صورتحال کیا ہے اور ہسپتالوں کے حالات کیا ہیں؟ واٹر سپلائی کے متعلق عرض کروں گا کہ آج کل زیادہ تر جو بیماریاں ہیں ان میں Hepatitis سرفہرست ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر لوگوں کے لئے پینے کا صاف پانی میسر نہ ہے۔ اس میں ہمیں اپنی صورتحال کو دیکھنا چاہئے۔ اسی طرح farm to market roads کی جو ہمارے دیہی علاقوں میں صورتحال ہے اس کی کیا صورت ہے؟ پھر جو پچھلے سال کے بجٹ کے اہداف تھے، ہماری جو allocation funds تھی اس میں سے کتنا fund utilize ہوا؟ اس کے علاوہ پچھلے Budgets میں

جو مختلف سکیمیں تھیں جس طرح سستی روٹی ہو گئی، فوڈ سپورٹ پروگرام ہو گیا وہ کیوں بند ہوا، اس کی ناکامی کے کیا اسباب تھے؟ اسی طرح NFC Award جس میں مرکز سے صوبے اپنی آبادی کے لحاظ سے اور اپنی پسماندگی کے لحاظ سے جو فنڈ صوبوں کو تفویض ہوتے ہیں اسی طرح ہم نے صوبائی فنانس کمیشن کیوں نہیں بنایا اور کیوں نہیں اپنایا، اسی طرح NFC ایوارڈ کی بنیاد پر PFC بن جاتا تو ہمارے مختلف اضلاع میں، ہمارے مختلف علاقوں میں بھی فنڈ اسی بنیاد پر تقسیم کئے جاتے جس بنیاد پر NFC کے فنڈز تقسیم ہوئے ہیں۔ اس سے بھی لوگوں کے مسائل حل ہو سکتے تھے۔ جس طرح ہمارے وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا بلکہ بجٹ پڑھا، انہوں نے تو لکھی ہوئی تقریر ہی پڑھی ہو گی۔ پنجاب جس کو food basket کہا گیا ہے کیا ہم نے اپنے کسانوں سے گندم سرکاری طے شدہ نرخوں پر خریدی، 9 لاکھ ٹن گندم جس کا ذکر وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر میں بھی کیا گیا ہے اس کو بروقت export کیوں نہیں کیا گیا؟

جناب سپیکر! پچھلے سال ہم نے پولیس کے لئے 49-ارب 20 کروڑ روپے کا فنڈ مختص کیا تھا اس سال اس کو بڑھا کر 52-ارب روپے کر دیا گیا ہے۔ کیا ہم نے پولیس والوں سے کبھی پوچھا ہے، کبھی حساب لیا ہے کہ پچھلے سال جو ہم نے ان کے فنڈ میں اضافہ کیا تھا اس کی output کیا ہے، کیا Law and Order کی صورتحال بہتر ہوئی، کیا ملک میں ڈاکے بند ہوئے، کیا پولیس والوں نے رشوت کھانی کم کی؟ یہ صورتحال میرے خیال میں انتہائی منفی ہے اور انتہائی frustration کی صورتحال ہے۔ اب کرپشن کی طرف آ جاتے ہیں، آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے پچھلے دو سالوں میں ہمارے صوبے میں جو مالی کرپشن ہوئی ہے اس کی جو رپورٹ دی ہے وہ 70-ارب روپے ہے یعنی جنوبی پنجاب کو جتنا فنڈ دیا گیا ہے اس کے برابر ہمارے مختلف محکموں کے ملازمین اور افسران نے کرپشن کی ہے۔ آئندہ جو ہمارا بجٹ ہے اس میں ہم نے اس کو ختم کرنے کے لئے کیا لائحہ عمل طے کیا ہے، اس کرپشن کو بند کرنے کا ہم نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ مجھے تو اس بجٹ میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی۔ اس میں آپ یہ دیکھیں کہ اس 70-ارب روپے میں پولیس کی کرپشن شامل نہیں ہے، Revenue Department کی کرپشن شامل نہیں ہے، یہ صرف ہمارے مالیاتی اداروں میں جو کرپشن ہوئی ہے اس کی رپورٹ ہے۔ اسی طرح جو funds utilization کی بات ہے، پچھلے بجٹ میں ہمارے جنوبی پنجاب کے لئے 50-ارب روپے رکھے گئے تھے جو خرچ ہوئے وہ 10-ارب روپے ہیں۔ اس دفعہ ہمیں کیا یقین ہے کہ جو 73-ارب روپے کی ہمیں خوشخبری سنائی گئی ہے کیا واقعی یہ 73-ارب روپیہ ہمارے جنوبی پنجاب پر خرچ ہو گا؟

جناب سپیکر! ہیلتھ کے لئے انہوں نے پچاس موبائل یونٹس کا اعلان کیا ہے ان کی جگہ جو موجودہ BHUs اور RHCs ہیں ان پر یہ رقم خرچ کر دی جاتی تو کتنا ہی بہتر ہوتا۔ کچھ عرصہ بعد ہمارے ان موبائل یونٹس کی حالت بھی ایسی ہی ہو گی جیسی عام گاڑیوں کی ہے۔ یہ چلنے کے قابل نہیں ہوں گے، ان کے پٹرول کے پیسے بھی کرپشن کی نذر ہو جائیں گے۔ میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ اس کو reconsider کیا جائے اور یہ جو پچاس موبائل یونٹوں کا idea دیا ہے اس کی جگہ جو موجودہ infrastructure ہے ہمارے ہسپتال ہیں، ہماری ڈسپنسریاں ہیں ان پر رقم خرچ کر دی جائے۔

جناب سپیکر! پیلو کیب سکیم کا بھی دوبارہ اجراء کیا گیا ہے، پچھلی دفعہ پیلو کیب سکیم کی وجہ سے ہمارے دو بنک دیوالیہ ہو گئے تھے، ان میں ایک حبیب بنک تھا اور ایک یونائیٹڈ بنک تھا۔ اس دفعہ دوبارہ اس سکیم کا اجراء کیا گیا ہے تو پچھلی کوتاہیوں کو ضرور مدنظر رکھا جائے۔ پچھلی دفعہ یہ تھا کہ یہاں کی پیلو کیب افغانستان تک سمگل ہو کر استعمال ہوتی رہی ہے۔ اگر ہم نے اپنی youth کو financial independence دینی ہے تو اس کی کوئی اور سکیم بنالی جائے یا لوگوں کو پبلک ٹرانسپورٹ، جیسے ویگن ہے وہ supply کی جائیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ 40 فیصد پیلو کیب جنوبی پنجاب میں جائیں گی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جنوبی پنجاب میں ان کی افادیت نہیں ہے، یہ پیلو کیب ultimately لاہور اور بڑے شہروں میں آ جائیں گی جہاں پر ہم پہلے ہی overhead and underpasses بنا رہے ہیں اس سے ٹریفک میں مزید اضافہ ہو جائے گا لہذا میری گزارش ہے کہ اس کو بھی reconsider کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اس میں یہ نہیں لکھا گیا کہ پچھلے سال جو چھ دانش سکول بنے ہیں ان پر کل کتنا پیسا خرچ ہوا اور جو آئندہ سال آٹھ سکول بننے ہیں ان پر کتنا پیسا خرچ ہونا ہے۔ یہ ہماری بھی خواہش ہے کہ اس ملک کا ہر بچہ اچھے اداروں میں پڑھے لیکن اچھے اداروں سے مراد یہ ہے کہ ہم ان بچوں کو اچھی تعلیم مہیا کریں لیکن یہاں پر یہ صورتحال ہے کہ دس دس مربعوں کی چار دیواری بنائی گئی ہے وہاں پر کارپٹڈ روڈ بنائے گئے ہیں، وہاں کار پارکنگ بنائی گئی ہے۔ میرے ضلع بہاولنگر کے دانش سکول میں ڈیڑھ کروڑ کے پودے لگائے گئے ہیں۔ یہ فنڈز کا ضیاع ہے اسے روکا جائے۔ ہم ان فنڈز کے امین ہیں، ہم ان کی بہتر utilization کریں، ہم انہی پیسوں سے گورنمنٹ کے موجودہ سکولوں کی پوزیشن بہتر کر سکتے ہیں اور ان میں جو سہولتوں کا فقدان ہے انہیں improve کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! اب جو فارم ہاؤسز پر ٹیکس لگانے کی بات کی گئی ہے اس میں انہوں نے یہ زیادتی کی ہے کہ ٹیکس کو covered area پر رکھا ہے۔ امراء لوگ ایکڑوں میں اپنے فارم ہاؤسز بناتے ہیں لہذا اگر covered area کی بجائے total area کو بنیاد بنا کر ٹیکس لگایا جائے گا تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

جناب سپیکر! ہمارا جو ضمنی بجٹ آتا ہے اس کی کچھ سمجھ نہیں آتی چونکہ ہمیں بجٹ میں تو کچھ اور اعداد و شمار بتائے جاتے ہیں اور actually funds کچھ اور utilize ہوتے ہیں۔ اگر ہم ضمنی بجٹ کی لعنت ختم کر دیں اور جتنی بھی رقوم خرچ ہوں وہ اس House کو اعتماد میں لے کر اس کی منشاء سے خرچ کی جائیں تو یہ ایک احسن اقدام ہو گا۔ پھر ہمارے فنڈز lapse ہو جاتے ہیں چونکہ سارا سال ٹھیکیدار کام نہیں کرتے، جون میں پیسے آتے ہیں تو اس سے ٹھیکیداروں اور افسران کی چاندی ہو جاتی ہے۔ کام substandard ہوتا ہے اور ہم اسے check بھی نہیں کر سکتے لہذا میری استدعا ہے کہ جون میں جو فنڈز lapse ہوتے ہیں انہیں change کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہوتیانہ صاحب! اب آپ wind up کر دیں۔

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: جناب سپیکر! ہمیں financial management کو improve کرنا چاہئے چونکہ پنجاب میں اکثر یہ تاثر ہوتا ہے کہ ہمارے پاس تنخواہیں دینے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ ہماری حکومت سٹیٹ بنک سے زیادہ rate of interest پر loan لیتی ہے، اگر ہم اپنی عادتیں ٹھیک کر لیں، اپنے اطوار ٹھیک کر لیں تو شاید ہمیں یہ loan لینے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ میری دعا ہے کہ میرا صوبہ، میرا ملک ہمیشہ خوش و خرم رہے، آباد رہے اور اس کے باسی خوش و خرم رہیں۔ بڑی مہربانی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: ہوتیانہ صاحب! بہت شکریہ۔ شگفتہ شیخ صاحبہ!

محترمہ شگفتہ شیخ: جناب سپیکر! میں آپ کا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے مالی سال 12-2011 کے بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے بابائے قوم بانی پاکستان حضرت قائداعظمؒ کے اس فرمان کو حقیقی معنوں میں ثابت کر دیا کہ اقلیتوں کو بھی مساوی حقوق حاصل ہیں۔ اس کی زندہ مثال صوبہ کی اہم وزارت خزانہ کا قلمدان اقلیتی ممبر جناب کامران مائیکل کو سونپا جنہوں نے چوتھے مالی سال کا بجٹ بڑی دانشمندی اور فہم و فراست سے پیش کیا جس پر میں پورے ایوان کی طرف سے وزیر اعلیٰ کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی غریب دوست حکومت نے حقیقی معنوں میں عوامی

فلاحی اور ترقیاتی بجٹ پیش کیا ہے، کوئی ٹیکس لگائے بغیر ٹیکس فری بجٹ پیش کر کے حقیقی معنوں میں غریب دوست حکومت ہونے کا ثبوت دیا ہے ۔

جناب سپیکر! اغیار کی امداد پر چلنے والی حکومتیں کبھی ترقی نہیں کر سکتیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے پہلی بار بڑی جرأت اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہو کر غیر ملکی امداد نہ لینے کا فیصلہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ قومیں خود مختاری، استحکام اور ترقی کے لئے دوسروں پر بھروسہ کرنے کی بجائے بڑے بڑے فیصلے بھی کر سکتی ہیں۔ میاں محمد شہباز شریف کا امداد نہ لینے کا فیصلہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ تنقید کرنا بڑا آسان ہوتا ہے اگر تنقید برائے اصلاح کی جائے تو حکومت خوش دلی سے اس پر عمل کرتی ہے اور اگر تنقید صرف اخباری بیانات چھپوانے کے لئے کی جائے تو یہ کوئی قوم کی خدمت نہیں ہے۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم اور دانش سکول پر تنقید کرنے والے غریب عوام کے دشمن ہیں۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے ہمیشہ اپنے صوبے کی عوام کا تحفظ کیا ہے، صوبے میں بسنے والے کروڑوں عوام کے حالات زندگی کو بہتر بنانے کے لئے تنقید کی پروا کئے بغیر مسلم لیگ (ن) اپنا مشن جاری رکھے گی۔

جناب سپیکر! پنجاب کی عوام کے لئے مختلف اشیائے خورد و نوش پر 17۔ارب روپے کی سبسڈی ایک احسن قدم ہے اس سے کروڑوں غریبوں اور مستحق افراد کو فائدہ پہنچے گا۔ پنجاب حکومت نے نوجوانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور ان کے حالات زندگی کو بہتر بنانے کے لئے جو مختلف پروگرام شروع کرنے کا اعلان کیا ان میں ییلو کیب، زرعی گریجویٹس کے لئے ساڑھے بارہ سے پچیس ایکڑ زمین پندرہ سالوں کے لئے lease پر دینا اور ایک لاکھ تعلیم یافتہ اور ہنر مند نوجوانوں کو بیس ہزار روپیہ فی کس بلا سود قرضہ فراہم کرنا ایک احسن قدم ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم، صحت، زراعت اور توانائی حکومت کی اوّلین ترجیح ہے اس کے لئے اربوں روپے کے فنڈز مختص کرنا غریب دوست اور کسان دوست حکومت ہی کر سکتی ہے۔ سرکاری ملازمین حکومتی مشینری کا اہم حصہ ہوتے ہیں مہنگائی کی وجہ سے جہاں دوسروں پر اثر پڑتا ہے وہاں یہ لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں۔ بجٹ میں ان کی تنخواہوں اور پنشن میں اضافہ کر کے ایک مثبت قدم اٹھایا ہے اس سے لاکھوں ملازمین کو معاشی فائدہ ہو گا۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے خواتین کے حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے 13۔ارب روپے کی کثیر رقم مختص کر کے انقلابی قدم اٹھایا ہے۔ اگر گزشتہ سال سیلاب نہ آتا

تو ہمارے صوبے کا ہر شہر مثالی اور ماڈل ہوتا، سیلاب ایک قدرتی آفت تھی اور یہ انسانی بس کی بات نہ تھی اس کے باوجود حکومت نے سیلاب زدگان کی بحالی اور ان علاقوں میں دوبارہ زندگی کو معمول پر لانے کے لئے تمام وسائل استعمال کئے اور وزیراعلیٰ پنجاب بذات خود اور ہر ممبر اسمبلی نے مصیبت زدہ بھائیوں کے ساتھ مصیبت کی گھڑی میں ساتھ دیا۔ میں خود وزیراعلیٰ کی ہدایت پر ڈیرہ غازی خان کے سیلاب زدہ علاقوں میں امدادی سامان لے کر گئی تھی۔ حکومت نے نامساعد معاشی حالات کے باوجود پنجاب میں تعمیر و ترقی کا عمل جاری رکھا اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔

جناب سپیکر! میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ ان کی ذاتی دلچسپی سے قصور کے عوام کی 63 سالہ محرومیوں کا ازالہ ہوا اور آج قصور ایک ماڈل شہر بن گیا ہے۔ میں ان سے اپیل کرتی ہوں کہ مزید تھوڑی سی توجہ دے دیں تو یہ مثالی شہر بن جائے گا۔ تیس لاکھ کی آبادی کے اس تاریخی شہر کے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال کو upgrade کر کے اسے big city کا درجہ دے دیا جائے تاکہ جو ڈاکٹر تنخواہوں کی کمی کی وجہ سے قصور نہیں جاتے ان کی کمی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ ترقیاتی فنڈز میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کیا جائے چونکہ خواتین ممبران اسمبلی بھی دیگر ممبران اسمبلی کی طرح حکومت کا حصہ ہیں اور مسلم لیگ (ن) کے لئے اپنا اپنا کردار ادا کر رہی ہیں اس لئے استدعا ہے کہ ان کے ترقیاتی فنڈز میں اضافہ کیا جائے تاکہ یہ اپنے اپنے حلقوں میں کام کروا کر مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچا سکیں۔ خواتین کو دیئے گئے فنڈز میں حائل دشواریاں دور کرنے کے لئے احکامات جاری کئے جائیں تاکہ خواتین دفتری چکروں سے بچ سکیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں وزیراعلیٰ پنجاب، ان کی حکومت اور خاص طور پر وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ جنہوں نے بڑی خندہ پیشانی، دانشمندی اور باوقار انداز میں یہ بجٹ پیش کیا جس کی گزشتہ تین سالوں میں مثال نہیں ملتی۔ آپ کا بھی بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے چند الفاظ کہنے کا موقع عنایت فرمایا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مہربانی۔ اب جناب شاہجہان احمد بھٹی!

جناب شاہجہان احمد بھٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس وقت میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ جب یہ موجودہ اسمبلی constitute ہوئی تھی تو اس وقت ہمیں اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے یہ مہیا کی گئی تھی۔ اس کا title "Hand Book for Members" ہے اور اس کے صفحہ نمبر 42 پر Functions of the Assembly میں جو کچھ لکھا ہوا ہے میں اس کو quote کرنا چاہوں گا:

The Assembly performs the following functions-

a) Overseeing the Government;

b) Legislation; and

c) Financial Accountability.

آگے صفحہ نمبر49 پرFinancial Accountabilityکے بارے میں درج ہے:۔

The Assembly exercises its control over the financial affairs of the Government in two ways; viz, consideration as well as approval of the budget and consideration of the Reports of the Auditor General of Pakistan.

جناب سپیکر!اسی کتاب کےprefaceمیں موجودہ سیکرٹری اسمبلی نے لکھاہے کہ:

In a democratic setup, Legislature is one of the three pillars of State along with the executive and the judiciary. Legislatures derive their strength from the efficient performance of the legislators. It is, therefore, essential that they are fully acquainted with the functioning of the House of which they are the component.

جناب سپیکر!بجٹ2011-12 میں اگرآپ Annual Budget Statement کے صفحہ نمبر28 پر دیکھیں تو اس اسمبلی کے لئے جو بجٹ مختص کیا گیا ہے voted and charged expenditures combined وہ تقریباً853ملین روپے بنتے ہیں اگرآپ اس کا موازنہ پنجاب کے Forest Department کے ایک شعبہ Regional and Field Establishment کے ساتھ کریں تو معلوم ہو گا کہ اس کا بجٹ ایک ارب روپے ہے جو کہ پنجاب اسمبلی کے بجٹ سے زیادہ ہے۔یہ بات میں اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ میڈیا میں یہ عام تاثر پایا جاتا ہے کہ somehow پنجاب اسمبلی پر بہت زیادہ اخراجات ہوتے ہیں۔میں آپ کے سامنے ایک اور figure پیش کرتا ہوں کہ General Public Services کے لئے جو expenditure پیش کیا گیا ہے وہ245 بلین روپے کا ہے جبکہ پنجاب اسمبلی جس کا مقصد government کو oversight کرنا ہے اور یہ حکومت کا ستون

ہے اس کا بجٹ اس کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔ پچھلی حکومت نے اس اسمبلی کی نئی عمارت کے لئے 35کروڑ روپے مختص کئے تھے۔ موجودہ حکومت نے پچھلے بجٹ میں 65کروڑ روپے دیئے اور اس سال کے بجٹ میں اس نئی تعمیر ہونے والی عمارت کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی حالانکہ اس کی نئی عمارت ابھی مکمل نہیں ہو سکی۔ ہاں، البتہ یہ سنا ہے کہ اس میں فرنیچر مہیا کرنے کی خاطر پیسے دے دیئے گئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس اسمبلی اور legislators کی capacity کو بڑھایا جائے تاکہ یہ اپنے functions بخوبی سرانجام دے سکیں اگر آپ اس اسمبلی کو strengthen کریں گے تو پھر حکومت خود بخود درست ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! اسمبلی کی مختلف کمیٹیاں ہیں لیکن ان میں سے بہت کم functional ہیں۔ اس کمیٹی سسٹم کو strengthen کیا جائے۔ اخراجات کا جائزہ اور موازنہ میں نے اس لئے پیش کیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسمبلی پر زیادہ اخراجات نہیں ہوتے۔ یہاں اخباروں میں آتا ہے کہ اسمبلی ممبران اور اجلاس پر اتنے اخراجات آ گئے ہیں۔ میں نے آپ کو 853ملین روپے کی جو رقم بتائی ہے اس میں office of the Mr Speaker سے لے کر باقی تمام اخراجات شامل ہیں۔ بجلی کے بل اور دوسرے تمام اخراجات جو کہ اسمبلی سیکرٹریٹ پر اٹھتے ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں۔ یہ ہماری government expending کا ایک چھوٹا سا fraction ہے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ترجیحات اس لحاظ سے درست نہیں ہیں۔ ممبران کی ٹریننگ اور اس اسمبلی کو strengthen کرنے کے لئے دوسرے بہت سے اقدامات ہم کر سکتے ہیں۔ میری حکومت سے درخواست ہے کہ اس معاملے کو consider کریں اور آئندہ سال اس اسمبلی کی capacity کو بڑھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم مختص کی جائے۔

جناب سپیکر! میں اس بارے میں optimistic ہوں کہ یہ موجودہ اسمبلی انشاء اللہ تعالیٰ اپنا پانچواں بجٹ بھی پیش کرے گی۔ اب میں چند خیالات اس بجٹ کی composition پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ وائٹ پیپر دیکھیں تو اس کے صفحہ نمبر 29 پر Current and Development Expenditure کا ایک گراف دیا گیا ہے اور جو medium term budgetary framework ہے اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ current and development expenditure کو برابر لائیں یا development expenditure پر زیادہ سے زیادہ اخراجات کریں۔ وائٹ پیپر پر جو گراف دیا گیا ہے وہ actually misleading ہے کیونکہ اگر آپ actual figures دیکھیں تو معلوم ہو گا

کہ موجودہ صورتحال میں ہماراcurrent expenditure, development expenditureکو out-passکر رہا ہے اور یہ دوبارہ 2005-06کے levelپر پہنچ چکا ہے لہذا حکومت کو اس بارے میں سوچنا چاہئے۔ یہ گراف واپس پرانی سطح پر اس لئے جارہا ہے کہ جو Annual Development Plan presentکیا جاتا ہے اس کی صحیح utilizationنہیں ہو رہی۔ وہ utilizationاس لئے صحیح نہیں ہوتی کیونکہ حکومتی functionsمیں inefficiency and corruptionنظر آتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے مختلف محکموں کی capacityکو بڑھنا از حد ضروری ہے تاکہ یہ اپنے functionsکو بہتر طریقے سے performکر سکیں۔ حکومتی functionsکو بہتر کرنا کوئی جادو نہیں ہے۔ ہمیں اس میں innovationلانی پڑے گی۔ ہمیں حکومتی functionsمیں out of the box thinkingلانی پڑے گی۔ میں آپ کو field level officersکی تین مثالیں دیتا ہوں جو کہ innovators measuresکے ساتھ اپنے محکموں میں بہتری لائے ہیں۔ سب سے پہلے میں جھنگ ماڈل کا ذکر کروں گا۔ جھنگ کے ایک ڈی سی او مسٹر زبیر بھٹی تھے انہوں نے اپنے ضلع میں ریونیو ڈیپارٹمنٹ کے اندر کرپشن ختم کرنے کا ایک انوکھا انداز اپنایا۔ انہوں نے زمین کی جتنی بھی transactionsہوتی تھیں ان سے relatedلوگوں کے ٹیلیفون نمبر مانگنے شروع کر دیئے۔ وہ شہریوں کو خود کال کر کے معلوم کرتے تھے کہ آیا ان سے کسی اہلکار یا آفیسر نے کسی transactionپر کوئی پیسے تو ڈیمانڈ نہیں کئے؟ اس عمل سے اتنی بہتری آئی کہ اب یہی جھنگ ماڈل دوسرے تمام اضلاع میں اپنایا جارہا ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی innovationتھی کہ جس سے اتنی بڑی تبدیلی آگئی۔ دوسرے نمبر پر ایک ڈی سی او خانیوال راشد محمود صاحب ہیں۔ انہوں نے اپنے پورے ضلع میں energy conservationکے لئے ایک مہم شروع کی ہوئی ہے۔ صوبہ پنجاب کے چھتیس اضلاع ہیں اگر تمام ڈی سی او صاحبان energy conservationکے حوالے سے اسی طرح کی مہم شروع کر دیں تو ہم اس energy crisisکو اگر ختم نہیں تو کم از کم curtailضرور کر سکتے ہیں۔ Thirdly۔ میرے اپنے ضلع ننکانہ صاحب میں ایک ڈی سی او آئے۔ اس حکومت کی formationکے بعد انہوں نے ایک ماڈل اپنایا جسے business community or retail storesمیں shopper modelکہتے ہیں۔ وہ بھیس بدل کر، passengerکا بھیس بدل کر بسوں میں سوار ہونا شروع ہو گئے۔ اُن سے جب کرایہ یہ مانگا جاتا تھا، ظاہری بات ہے کہ بسوں والے overchargingکر رہے تھے تو وہ انہیں کرایہ دے دیتے تھے اور اگلے سٹاپ پر اُن کا سٹاف کھڑا ہوتا تھا تو اُس بس والے کو پھر جرمانہ ہوتا تھا تو اس سے

اُن کو اتنی تلقین ہوئی کہ اس ضلع میں overcharging پر کنٹرول ہو گیا۔ میں نے آپ کو یہ تین مختلف مثالیں اس لئے دیں کہ اس سے کرپشن ختم ہوتی ہے اور ہمارے revenues میں enhancement ہو سکتی ہے۔

جناب والا! میں اس بجٹ کی دو چیزیں appreciate کرنا چاہتا ہوں۔ ایک چیز یہ ہے کہ پنجاب ایجوکیشن انڈوومنٹ فنڈ کی continuity ہے اس مرتبہ پھر وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں 6۔ارب روپیہ لکھا ہے لیکن actually اس سال 2۔ارب روپیہ دیا جا رہا ہے، 6۔ارب روپیہ پہلے پہنچ چکا ہے اور اب وہ ٹوٹل 8۔ارب روپیہ تک پہنچ جائے گا۔ یہ ایک بہت اچھا پروگرام ہے جس کو continue کیا جا رہا ہے۔ دوسری چیز Terrorism Department کا قیام ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھا اقدام ہے کیونکہ آج کے حالات میں ہمیں terrorism کو fight کرنے کے لئے ایک effort concerted چاہئے۔ hopefully اس effort سے بہتری آئے گی اور ہم اپنی Law Enforcement Agencies کو جہاں تک support کر سکتے ہیں وہ ہمیں کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں تشویشناک بات یہ سامنے آئی ہے کہ ماحولیات پر صرف 35 کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔ ایک study کے مطابق لاہور ایشیا کا most polluted city بنتا جا رہا ہے۔ آپ ماحولیات کے لئے 35 کروڑ روپیہ مختص کریں تو ہمیں یہی لگتا ہے کہ environment ہماری priority نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کے حالات میں Environment should be one of the top most priorities. اس کا impact آپ کے health budget پر ہوتا ہے، اس کا impact آپ کی labor productivity پر ہوتا ہے اور اس کا impact آپ کو ہر جگہ نظر آتا ہے تو اس کے لئے ہمیں اپنی سوچ بدلنی ہے کہ environment پر ہم زیادہ سے زیادہ ترجیحات لائیں۔ اب ایک study یہ بھی آ رہی ہے کہ pollution نہ صرف انسانوں کے لئے خراب ہے بلکہ agriculture productivity کو بھی hurt کر رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت کے ساتھ آخر میں دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں پر Agriculture کی بات ہوتی ہے تو ہم سب نے ایک fable سُنی تھی کہ:

"A man who killed the goose that laid golden eggs."

جناب سپیکر! زراعت وہ goose ہے جو نہ صرف اس صوبہ کے لئے بلکہ اس ملک کے لئے ہمیشہ golden eggs lay کرتی ہے۔ میں اس زراعت کی بہتری کے لئے جو باتیں سنتا ہوں تو اس

سال صرف 3.4۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے اور مجھے لگتا ہے کہ اس پر بھی ماضی کی طرح cut لگ جائے گا، پچھلے سال بھی 3.2۔ارب روپیہ رکھا گیا اور اُس میں سے 50 فیصد کاٹ لیا گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں زراعت کے حوالے سے بھی اپنی ترجیح درست کرنی چاہئے اور ہمیں زراعت کو سب سے پہلی ترجیح کے طور پر رکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! آپ نے اس بجٹ اجلاس پر بحث کے لئے rules establish کئے ہیں کہ Adjournment Motions ہو سکتی ہیں اور نہ پوائنٹ آف آرڈرز آ سکتے ہیں اور میں کوشش کرتا ہوں کہ رولز کے مطابق چلوں۔ میرے شہر ننکانہ صاحب کا ایک انتہائی اہم اور immediate مسئلہ ہے جو میں آپ کے توسط سے حکومت پنجاب تک پہنچانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ وہاں ریلوے روڈ واقع ہے جس کے ارد گرد ہزاروں دکانیں اور مکان ہیں۔ چار پانچ سال قبل اُس روڈ کو کشادہ کرنے کا ایک منصوبہ بنایا گیا، اُس وقت ایک آمرانہ حکومت تھی لیکن جب عوام نے اپنے خدشات کا اظہار کیا اور ہم وہاں پر اپوزیشن میں تھے تو میں نے کہا کہ ان لوگوں میں سے کئی لوگوں کے مکان اور دکانیں partition سے بھی پہلے کے بنے ہوئے ہیں۔ میری پیدائش بھی اُسی شہر کی ہے میں نے وہ مکان بنے ہوئے دیکھے ہیں۔ اُن مکانوں کے سامنے ایک ڈرین ہے، ڈرین کے بعد electricity poles ہیں، پھر جا کر ایک سڑک آتی ہے۔ اب حال ہی میں موجودہ ڈی سی او نے اس سڑک کو کشادہ کرنے کے لئے دوبارہ منصوبہ بنایا اور چیف منسٹر پنجاب نے اُس منصوبہ کے لئے بڑے graciously پیسہ دیا۔ انہوں نے وہاں پر اعلان کیا ہے کہ ہم نے ان مکانوں اور دکانوں کو demolish کرنا ہے، کہیں پر 6 انچ کا نشان لگا ہوا ہے، کہیں پر ایک فٹ کا نشان ہے اور وہاں اوپر تک لوگوں کی buildings بنی ہوئی ہیں۔ میں نے اُن سے درخواست کی اور میرے ہمراہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے ٹکٹ ہولڈر قومی اسمبلی رائے منصب علی خان جو کہ ایک سینئر پارلیمنٹیرین تھے، ہم نے request کی کہ ایک فٹ یا آدھے فٹ سے سڑک میں کچھ زیادہ فرق نہیں پڑے گا تو ان لوگوں کا کیا قصور ہے؟ آج میں آشیانہ سکیم کی باتیں سُنوں، جو آشیانہ بناتے ہیں وہ آشیانہ گراتے نہیں، میں نے اُن کو یہ request کی کہ آپ اس کو reconsider کریں اور اس طرح تو شاید فلسطینی علاقوں میں اسرائیلی فورسز بھی نہیں کرتیں۔ انہوں نے Saturday کی deadline دی ہے کہ لوگ خود بخود اپنی عمارتیں گرا دیں یا ہم آ کر گرائیں گے۔ میں آپ کو اس Floor پر کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں کہ اگر وہ ان لوگوں کے گھر گرانے کے لئے بلڈوزر لائے تو میں سب سے پہلے اُس بلڈوزر کے سامنے کھڑا ہوں گا۔ ہم نے قطعاً یہ نہیں ہونے دینا، میں آپ کے توسط سے حکومت پنجاب کو کہتا

ہوں کہ اس معاملے پر اُن کو سمجھائیں کہ ہمیں اس طرح کی چیز نہیں چاہئے۔اس سے پہلے انہوں نے بابا نولکھ ہزاری کے شہر شاہ کوٹ کا جو حال کیا ہے وہاں انہوں نے اتنے زیادہ گھر demolish کئے اور اب وہاں پر پھر دوبارہ ایسا کرنا شروع کر دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں کہ آج 16۔جون ہے اور میں اس حوالے سے history correct کرنا چاہتا ہوں کہ کل میرے ایک دوست نے پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی شہید ذوالفقار علی بھٹو کے ایوب خان کا Foreign Minister ہونے کا حوالہ دیا تو میں بتاتا ہوں کہ exactly 45 years ago ذوالفقار علی بھٹو Foreign Minister تھے انہوں نے ایوب خان کی کیبنٹ سے استعفیٰ دیا اور انہوں نے اپنی ایک جماعت form کی، انہوں نے قید کاٹی، اُن پر قاتلانہ حملے ہوئے اور اُن کی ایوب خان کے خلاف struggle کے نتیجہ میں تین سال سے کم عرصہ میں ایوب خان کو حکومت سے علیحدہ ہونا پڑا تو Zulfiqar Ali Bhutto was a class in his own. پاکستان زندہ باد۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میاں نصیر احمد صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں اس بجٹ کے حوالے سے سب سے پہلے تو جناب کامران مائیکل کو وزیر خزانہ بننے اور اس اسمبلی کے اندر بجٹ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس بجٹ کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس بجٹ کے اندر دو مقاصد بڑے واضح ہیں جو اس پورے بجٹ کے مقصد، اس کی حمیت اور اس کو پیش کرنے کی سوچ اور فکر کو اجاگر کرتے ہیں۔ اُس میں سب سے پہلا مقصد جس پر اسمبلی میں پہلے بھی بہت بات ہوئی، اغیار کی امداد نہ لینے کا عزم ہے۔ وہ امداد جسے صرف پنجاب کے عوام نہیں بلکہ آج پورے پاکستان کی قوم یہ سمجھتی ہے کہ اغیار کی یہ مشروط امداد جو ہماری قوم کی عزت اور حمیت کے بدلے لی جاتی ہے، جو ہمیں اغیار کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتی ہے اور وہ امداد جس کے بارے میں عوام یہ سمجھتی ہے کہ شاید یہ ایوان اقتدار سے نیچے نہیں آتی، اُمراء اور بڑے بڑے ناموں سے نیچے یہ امداد عوام تک نہیں پہنچتی تو عوام یہ سوچتی ہے کہ ہمیں یہ امداد نہیں لینی چاہئے۔ عوام اس بات پر بھی یقین رکھتی ہے کہ یہ کیسی امداد ہے، یہ کیسے قرضے ہیں جو ہمیں اتنا حقیر بناتے ہیں کہ پاکستان کی سرحدوں کے اندر دو گھنٹے تک بیرونی طاقتیں آپریشن کرتی ہیں اور یہ اغیار کی امداد ہمیں اتنا بے بس بناتی ہے کہ ہمارے ریڈار بند رہتے ہیں اور ہمیں پتا بھی نہیں چلتا۔ یہ اغیار کی کیسی امداد ہے کہ پانچ سالوں میں پوری دُنیا میں اڑھائی سو ڈرون حملے پاکستان پر ہوتے ہیں، ہماری املاک

تباہ ہوتی ہیں، ہمارے لوگ شہید ہوتے ہیں۔ یہ کیسی امداد ہے جس نے ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے، یہ کیسی امداد ہے جو ہمارے حکمرانوں کو، وہ کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں، اُن کو اُن کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتی ہے ؟ امریکہ میں بیٹھے ہوئے لوگ کہتے ہیں کہ یہ چند ڈالروں کے عوض اپنی عزتوں کا بھی خیال نہیں کرتے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کے حوالے سے اغیار کی مشروط امداد نہ لینے کا جو فیصلہ کیا گیا ہے یہ ایک بہترین فیصلہ ہے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں دوسری اہم بات بڑے گھروں پر ٹیکس لگانے کی ہے۔ Swimming Pools, Community Clubs, Farm Houses پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں پر بہت سے دوستوں نے پہلے بھی بات کی کہ آپ بڑی گاڑیوں پر ٹیکس لگائیں گے تو یہ گاڑیاں اسلام آباد، کراچی اور کوئٹہ سے رجسٹرڈ ہوں گی تو لاہور سے یہ گاڑیاں رجسٹرڈ نہیں ہوں گی تو پنجاب حکومت کا revenue کم ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات انہیں بڑی اچھی طرح معلوم ہے کہ شاید یہ revenue بھی کم ہو، شاید اتنے پیسے اکٹھے نہ ہو سکیں لیکن یہ معاملہ revenue اکٹھا کرنے کا نہیں ہے، یہ معاملہ آج پنجاب کے لوگوں میں پیدا ہونے والا وہ احساس محرومی ہے جو پنجاب کے 90 فیصد لوگوں کے اندر ہے، یہ معاملہ اُس احساس محرومی کو ختم کرنے کا ہے۔ یہ پُر آسائش زندگی جو پنجاب کے عام لوگوں کے اندر احساس محرومی پیدا کرے ہمیں وہ بڑے بڑے فارم ہاؤسز نہیں چاہئیں۔ اسی صوبہ کے اندر ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں لوگ ایسے بھی ہیں جن کو دو مرلے کی چھت مہیا نہیں ہے اور دوسری طرف چند فیصد ایسے لوگ بھی ہیں جو بڑے بڑے گھروں میں ایکڑوں کے فارم ہاؤسز میں رہتے ہیں۔ ایک طرف تو پبلک ٹرانسپورٹ کے لئے لوگ سارا سارا دن دھکے کھاتے ہیں اور دوسری طرف بڑی بڑی گاڑیاں ان سڑکوں پر پھرتی ہیں جو معاشرے کے اندر احساس محرومی کا باعث بنتی ہیں۔ پاکستان کے اندر ایک پاکستانی یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ یہ پاکستان شاید اُمراء کا پاکستان ہے، یہ پاکستان شاید ان بڑے بڑے محلات اور بڑے بڑے گھر والوں کا پاکستان ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پھر اسی پاکستان میں ایسی پالیسیاں بننی چاہئیں کہ یہ تمام فارم ہاؤسز، یہ تمام بڑی گاڑیاں ان سے ویسے ہی چھین لینی چاہئیں جو پاکستان کے اندر رہنے والے لوگوں میں احساس محرومی پیدا کرتی ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر کالا باغ ڈیم کے حوالے سے بھی بات ہوئی۔ اگر دیکھا جائے تو اٹھارہویں ترمیم کے بعد پاکستان کے تمام صوبوں نے اپنے اپنے resources خود generate کرنے کے لئے پالیسیاں بنائی ہیں جس طرح کہا جاتا ہے کہ سندھ کے اندر تھر کول کے مقام پر دو سو سال کے ذخائر

موجود ہیں اور انہوں نے وزیر اعلیٰ سندھ کو چیئر مین بناتے ہوئے ایک بارہ ممبری کمیٹی بنائی اور یہ فیصلہ کیا کہ وہاں سے جتنے بھی ذخائر نکلیں گے انہیں سندھ کی گورنمنٹ استعمال کرے گی، اسی طرح سرحد کے اندر بھی جتنی بجلی ان کے سسٹم میں add ہوئی ہے اُسے وہاں کے لوکل لوگ استعمال کر رہے ہیں، بلوچستان کے لوگ بھی یقیناً گوادر سے فائدہ حاصل کریں ہمیں اُس سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اسی طرح میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ کالا باغ ڈیم کو بھی پنجاب کا ایک بہت بڑا معاشی resource سمجھتے ہوئے اس کو بنانے کی طرف توجہ دینی چاہئے ورنہ یہ پنجاب جس کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے لیکن مجھے بتائیں کہ اگر تین تین ہفتے اس صوبہ کو پٹرول کی shortage رہے گی، گیس نہ ملنے کی وجہ سے انڈسٹری بند رہے گی، بجلی نہ ملنے کی وجہ سے انڈسٹری بند رہے گی تو مجھے بتائیں کہ یہ صوبہ کیسے ترقی کرے گا اور اس صوبہ کے اندر معاشی حالات کیسے بہتر ہوں گے ؟ سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ پچھلے تین مہینے سے حکومت پنجاب ہر مہینے وفاقی حکومت کو خط لکھ رہی ہے کہ پنجاب کے اندر یوریا کھاد کی shortage ہے لہذا اُس کی درآمد کا فوری بندوبست کیا جائے، تین ماہ میں تین خط لکھے جا چکے ہیں لیکن یوریا کھاد درآمد کرنے کا ابھی تک کوئی منصوبہ نہیں بنایا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب ایک صوبہ سے امتیازی سلوک برتتے ہوئے اُس کی معاشی سرگرمیوں کو دانستہ بند کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اُس کے بعد وہ صوبہ جو پاکستان کی معاشی ترقی کی ریڑھ کی ہڈی ہے ہمیں اس زیادتی کے حوالے سے بھی آواز اٹھانا پڑے گی۔ پنجاب کے اندر گیس نہ ملنے کی وجہ سے شیخوپورہ سے لے کر صادق آباد تک یوریا کھاد بنانے والے تینوں کارخانے بند پڑے ہیں اور سندھ کے اندر سارے کے سارے کارخانے پوری طرح چل رہے ہیں اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر سیاسی دشمنی کا انتقام لینا ہے تو وہ سیاسی جماعتوں سے لیا جائے، سیاسی بات کرنی ہے تو وہ سیاسی جماعتوں سے کی جائے لیکن کاروباری طبقے کو اس طرح ditch نہ کیا جائے اور کاروباری طبقے کو اس طرح پریشان نہ کیا جائے کہ پنجاب کے اندر لاکھوں کروڑوں مزدوروں کی روٹی روزی بند کرنے کی کوشش کی جائے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بارہا دفعہ آشیانہ سکیم کے حوالے سے بات ہوئی۔ پنجاب کے اندر سالانہ ساٹھ ہزار گھروں کی shortage ہے اگر ہم صوبہ پنجاب میں ہر سال ساٹھ ہزار گھر دس سال تک بنائیں تو تب پنجاب کے رہنے والے لوگوں کے گھروں کی یہ shortage پوری ہوتی ہے اور ابھی تو ہم نے آشیانہ کی صورت میں صرف آٹھ سے دس ہزار گھر دینا شروع کئے ہیں اور سالانہ پچاس ہزار گھروں کی آج بھی کمی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کا یہ منصوبہ بنیادی طور پر آج سے کئی سال پہلے شروع ہو جانا

چاہئے تھا جو کہ اب شروع ہوا ہے اور جہاں جہاں پر یہ منصوبہ کامیابی سے چل رہا ہے وہاں پر لوگوں کو اس پر صبر کرنا چاہئے لیکن صبر کیوں نہیں ہوتا اُس کی بڑی مثال میرے حلقہ کے ساتھ جو آشیانہ سکیم بنی ہے، بڑی خوفناک مثال ہے کہ ایک سوایکڑ جگہ پر یہ آشیانہ سکیم بنائی گئی ہے، یہ ایک سوایکڑ جگہ سالانہ ایک لاکھ 75 ہزار روپیہ کے حساب سے لیز پر دی گئی تھی اور وہ بھی پچاس سالہ لیز تھی۔ اصل تکلیف تو یہ ہے کہ سرکار اپنی عوام کی جگہ واپس بھی کرواتی ہے اور اُسی جگہ پر دو اور تین مرلے کے عمدہ گھر بنا کر اگر لوگوں کو دیتی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت خواہ کسی کی بھی ہو یہ اُس کا بنیادی فرض ہے کہ پنجاب کے اندر رہائشی سہولتوں کے فقدان کو پورا کرے۔ جہاں جہاں پر یہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم شروع کی گئی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہاں تین ہزار سے بڑھا کر دس ہزار گھروں کا یونٹ بنانا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے ہیں کہ آج پاکستان کے اندر آگہی کے حوالے سے میڈیا کا بہت بڑا کردار ہے۔ میں اس بجٹ میں جناب کامران مائیکل سے خصوصی طور پر گزارش کروں گا کہ ہمیں پنجاب کے اندر میڈیا کے حوالے سے ایک مخصوص بجٹ رکھنا چاہئے کہ جس سے ہر ضلع میں پریس کلبوں کے لئے پیسے رکھے جائیں، وہاں پر آئی ٹی کی سہولتیں دی جائیں تاکہ جن علاقوں کے لوگ آج کی اکیسویں صدی میں بھی دنیا سے خبردار نہیں ہو سکے ہمارے میڈیا کے بھائی اُن کو آگہی دینے کے لئے ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ آج بھی پنجاب کے بہت سے اضلاع ہیں جہاں پر پریس کلب کی سہولتیں موجود نہیں ہیں۔ وہاں بلڈنگ ہے، آئی ٹی کی سہولت ہے اور نہ وہاں پر information حاصل کرنے اور information کو disperse کرنے کی سہولت ہے۔ میرے خیال میں ایک مخصوص بجٹ بنانا چاہئے اور پریس کلبوں کے ساتھ ٹریننگ سنٹر بھی ہوں جو صحافی بھائیوں کی ٹریننگ بھی کریں اور اُن کا کنٹرول بھی صحافیوں کے پاس ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! پنجاب جس میں بارہا دفعہ دانش سکولوں پر بات کی گئی اور کہا گیا کہ ساٹھ ہزار سکول ایسے ہیں جن میں missing facilities ہیں۔ ایک ایم پی اے کے حلقے میں بیس، پچیس یا پینتیس سے زیادہ سرکاری سکول نہیں ہوتے اس لئے میں یہاں پر چیلنج سے کہتا ہوں کہ اگر ہر ایم پی اے چاہے وہ حکومتی یا اپوزیشن بنچوں سے ہے وہ صرف توجہ کے ساتھ اُن تیس، پینتس سکولوں کا visit ہی کر لے تو وہ وہاں سے missing facilities ختم کر سکتا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک ایم پی اے نے کہا کہ میرے حلقے میں تیس سکول ہیں اور میں تین سالوں میں صرف بیس ہی visit کر سکا ہوں، میرے خیال میں اس سے زیادہ شرم کی بات کوئی نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بطور عوامی نمائندہ

ہمارا پہلا بنیادی فرض ہی یہ بنتا ہے کہ سکولوں اور صحت کے یونٹوں کو visit کرنا ہے۔اس میں وزیر اعلیٰ کے کسی خصوصی فنڈ کی ضرورت نہیں پڑتی یا کسی ADP کی ضرورت نہیں پڑتی۔اگر ہم نیت سے جا کر اُن سکولوں کا visit خود کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ وہاں کی missing facilities نہیں رہیں گی۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ یہاں پر زراعت کے حوالے سے بار ہا دفعہ بات ہوئی۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج اٹھارہویں ترمیم کے بعد پنجاب کی power generation policy کا فوری طور پر سامنے آنا بڑا ضروری ہے اور وہ power generation policy ہر ادارے، محکمے اور محکمہ فنانس سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کے پاس ہونی چاہئے اور ہمارا ہنگامی بنیادوں پر یہی فیصلہ ہونا چاہئے کہ ہم نے پنجاب کے اندر power shortage کو کیسے پورا کرنا ہے؟ ہمیں چاہے Solar Energy, Hydal Power یا wind پر جانا پڑے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہنگامی بنیادوں پر پنجاب میں اس پر بھی کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ یہاں پر بار ہا دفعہ الزام لگا کہ ہمارا بجٹ چند ایک سرکاری افسر بناتے ہیں۔مان لیا کہ سیکرٹری بھی بیٹھتے ہیں، مان لیا کہ تین چار افراد بیٹھتے ہوں گے لیکن میں یہ آپ کو گارنٹی سے کہتا ہوں کہ اللہ کے فضل وکرم سے پنجاب میں کرپشن کا الزام کسی پر نہیں لگے گا یا کرپشن کے سات سات کیس سپریم کورٹ کے پاس نہیں جائیں گے چاہے وہ کرپشن حج کی ہو، سٹیل مل کی ہو، پی آئی اے کی ہو یا واپڈا کی ہو ہم انشاء اللہ پنجاب کے اندر کرپشن نہیں کرنے دیں گے۔جس طرح پوری دنیا حتیٰ کہ یورپین پارلیمنٹ کے اندر بھی حکومت پنجاب کی good governance کو سراہا گیا تھا۔ایک چیز ضرور جس پر ہم سب اعتماد کر سکتے ہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے پنجاب کے اندر کرپشن کے ریکارڈ نہیں توڑے جائیں گے، پنجاب میں پنجاب کی عوام کے پیسے کو بطور امانت استعمال کیا جائے گا اور جس حد تک ہو گا یہ امانت پنجاب کے 9 کروڑ لوگوں کے گھروں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جناب طاہر نوید چودھری!

جناب طاہر نوید چودھری: خدا باپ، خدا بیٹے اور خدا الروح القدس کے نام میں آمین۔جناب سپیکر!آپ کا شکریہ

معتبر کس کی گواہی ہے میں کس کو مانوں
حاکم شہر کا بیاں ظالم سے ملتا ہے

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے کامران مائیکل صاحب کو بجٹ پیش کرنے پر مبارک پیش کرتا ہوں اور یہاں پر یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بہت سے معزز ممبران اسمبلی نے یہاں پر قائداعظم کے vision کی بات کی کہ ایک اقلیتی ممبر کامران مائیکل سے یہ بجٹ پیش کروایا گیا ہے لیکن یہ سارا credit کسی قیادت کو نہیں بلکہ میڈیا کو جاتا ہے کہ جب اندر کی خبر باہر نکلی کہ اگر ایک اقلیتی وزیر بجٹ پڑھے گا تو پتا نہیں کون سی قیامت آ جائے گی۔ میں پوری قوم کی طرف سے اور تمام اقلیتوں کی طرف سے مبشر لقمان، نجم سیٹھی اور عبدالمنان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو یہ اندر کی بات باہر لے کر آئے تو اُس جگ ہنسائی کے خوف سے یہ بجٹ کامران مائیکل صاحب سے پڑھوایا گیا۔ یہ بھی ہمیں پتا ہے اور ہم اقلیت والے یہ توقعات لگائے بیٹھے ہیں کہ جیسے ہی بجٹ پاس ہو گا تو یہ ایک ایسا دلہا ہے جو بغیر دلہن کے گھر جائے گا کیونکہ یہ وزارت اِن سے واپس لے لی جائے گی۔ میرا اُن دوستوں سے سوال ہے جنہوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ کامران مائیکل کے بجٹ پیش کرنے سے کون سی قیامت آ گئی ہے یا اقلیتی افراد کی صلاحیتوں میں کیا کمی ہے اور کیا وہ اپنے فرائض منصبی پوری ایمانداری اور دیانتداری سے ادا نہیں کرتے جبکہ ہمارے خون کا ایک ہی رنگ ہے اور رہن سہن بھی ایک ہے؟ بجٹ تقریر میں کم از کم دو تین سطروں میں یہ بات تو مانی گئی کہ اقلیتوں کا پاکستان بنانے میں ایک کردار ہے۔ میں آج اس floor پر یہ بھی کہتا ہوں کہ پاکستان بچانے میں بھی سب سے زیادہ کردار اقلیتوں کا ہو گا۔ مجھے بڑا دکھ ہوا کہ میرا اقلیتی وزیر جو بجٹ پیش کر رہا ہے جو شاید اس budget process میں خود تو موجود نہ تھا کہ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے وہ صرف 22 کروڑ روپے ہے۔ پچھلی دفعہ بجٹ اجلاس سے پہلے سیڑھیوں پر کڑی دھوپ میں بیٹھ کر جناب پرویز رفیق، نجمی سلیم اور میں نے جب یہ احتجاج کیا کہ اتنی تھوڑی سی رقم سے اقلیتوں کی فلاح و بہبود کیا ہو سکتی ہے تو خادم اعلیٰ نے مہربانی فرماتے ہوئے بجٹ کو 30 کروڑ کر دیا لیکن اتحادی ہونے کے ناتے میں آج یہ بھی کہوں گا کہ ان تین سالوں میں اُس وقت ہم اتحادی تھے لیکن ہمیں ایک single pen ہی نہیں ملا۔ آج میں یہ دیکھتا ہوں کہ پنجاب میں اقلیتوں کی ایک کروڑ کی آبادی ہے تو ان 22 کروڑ روپوں سے اُن کی کیا ڈویلپمنٹ ہو گی؟ یہاں پر میرے فاضل دوست جو اقلیتی امور کے پارلیمانی سیکرٹری ہیں وہ بڑی اچھی تقریر کر لیتے ہیں انہوں نے پرسوں جب اپنی speech deliver کی تو وہ حکومت پنجاب کے کارنامے گنوا رہے تھے۔ میرا اُن سے بھی یہ سوال ہے کہ آج تک تین سال کے بجٹ پیش ہوئے ہیں اُن میں چاہے جناح آبادی کی سکیم ہو، گرین ٹریکٹر کی سکیم ہو، بے زمین لوگوں میں 12 ایکڑ زمین کی تقسیم ہو لیکن مجھے اقلیتی فرد کا نام تو بتائیں کہ کون سا

آدمی اُن سکیموں سے مستفید ہوا ہے؟ میں آج بھی یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اقلیتی افراد جو زیادہ تر بے گھر ہیں انہیں اگر پلاٹ ملے ہیں تو بھٹو سکیم میں ملے ہیں باقی کسی سکیم میں نہیں ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی فرق وفاقی حکومت اور پنجاب حکومت میں ہے۔یہاں پر میرے دوستوں نے بڑی باتیں کی ہیں لیکن میں چونکہ اقلیتی نمائندہ ہوں اور اقلیتوں کے حوالے سے انہیں جو مسائل پیش ہیں اور موجودہ بجٹ میں اُن کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے اُسی حوالے سے ہی بات کروں گا۔یہاں پر آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کی بات ہوئی تو سب سے پہلے میں یہ بتاؤں گا کہ اٹاری میں میرے مسیحی قبرستان کو مسمار کر کے یہ ہاؤسنگ سکیم بنائی جارہی ہے۔ سرگودھا کے حوالے سے میرے بہت سے ساتھیوں نے بات کی تو وہاں پر بے کار زمین کو آج بھی اگر کوئی دیکھے تو کوئی آدمی وہاں پر مفت گھر بنانے کو تیار نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب کے نزدیک غربت کا یہ معیار ہے کہ شاید کوئی 11 لاکھ 90ہزار روپے کا گھر لے گا۔ یہ تو اسی طرح سے ہے کہ امریکہ میں کسی کو ایک دفعہ بچوں کو ایک مضمون poor man لکھنے کا کہا گیا تو انہوں نے یہ لکھا کہ ایک آدمی بڑا غریب تھا اور اس کا چوکیدار غریب تھا، اس کا مالی غریب تھا، اس کا باورچی غریب تھا اور اس نے اس کے بیس ملازمین کے نام لئے کہ وہ غریب ہیں۔ کیا کوئی غریب 12 لاکھ روپے میں گھر خرید سکتا ہے؟ غریب کو تو ایک وقت کی روٹی نصیب نہیں۔یہاں میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ وہاں پر بیواؤں، یتیموں اور شہداء کے لئے کوٹا ہے تو اقلیتوں کے لئے بھی کوٹا ہونا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! ییلو کیب سکیم اور پنجاب روزگار سکیمیں سب بڑی اچھی باتیں ہیں لیکن میں یہ بات بتاؤں کہ کبھی بھی Christian یا اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ییلو کیب نہیں نکلی اور کبھی کوئی پلاٹ نہیں نکلا۔ میرے بھائی نے یہاں پر بڑی بات کی کہ دانش سکول دیکھیں تو یوحنا آباد جو ایشیاء کی سب سے بڑی اقلیتی آبادی ہے جہاں پر دو لاکھ کے قریب اقلیتوں کے لوگ قیام پذیر ہیں لیکن وہاں پر کوئی سرکاری سکول نہیں ہے۔ میرے بھائی نے یہاں پر ملازمتوں میں 5 فیصد کوٹا کی بات کی تو میں انہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ credit شہید حق شہباز بھٹی اور پاکستان پیپلز پارٹی کی وفاقی حکومت کو جاتا ہے کہ جن کی بدولت یہ ہوا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ قائداعظم کا vision کیا ہے، یہ 5 فیصد کوٹے کا نوٹیفکیشن 26۔ مئی 2009 کو ہوا اور یہ بھی واضح کر دوں کہ پانچ ماہ کے بعد اکتوبر 2009 کو پنجاب حکومت نے جو لولا لنگڑا نوٹیفکیشن جاری کیا اس میں سب سے پہلے پنجاب پبلک سروس کمیشن کے تحت آنے والی پوسٹیں exempt کر دی گئیں مگر پھر ہمارے احتجاج پر شامل کی گئیں۔ وفاقی حکومت کے

نوٹیفکیشن میں واضح لکھا ہے کہ وہ سیٹیں جو fill نہیں ہوں گی جہاں پر qualified یا موزوں امیدوار نہیں آئیں گے تو وہ next recruitment تک خالی رہیں گی لیکن پنجاب میں اپنے لوگوں کو بھرتی کرنے کے لئے یہ نام نہاد لولا لنگڑا نوٹیفکیشن جاری تو کر دیا گیا لیکن اس میں ہوتا یہ ہے کہ اگر موزوں امیدوار نہیں آئیں گے تو وہ سیٹیں open merit کے ذریعے fill ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ ٹیسٹوں اور انٹرویوز میں ہمارے امیدواروں کو فیل کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ سیٹیں اقلیتوں کو نہ مل سکیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر میرے دوست نے گوجرہ کے issue کے متعلق کہا کہ وفاقی حکومت نے سزا نہیں دی۔ پنجاب حکومت نے کیا کیا ہے؟ پنجاب حکومت کی ہمدردی کی بات بھی بتاتا چلوں کہ میرے (ن) لیگ کے وزیر سمیت چار ایم پی ایز نے وہاں پر چوتھے دن پریس کے سامنے آکر یہ احتجاج کیا کہ اگر یہاں پر خادم اعلیٰ نہیں آئے تو ہم استعفے دے دیں گے تب خادم اعلیٰ وہاں گئے اور ڈائس پر ہاتھ مار کر کہا کہ ان مظلوموں کو میں انصاف دلاؤں گا۔ آج یہ انصاف دلایا جا رہا ہے کہ وہی احمد رضا طاہر جو وہاں پر آر پی او تھا، جھنگ میں ٹرین جلتی ہے، کوریاں کا گاؤں جلتا ہے اور نو زندہ مسیحیوں کو گوجرہ میں جلایا جاتا ہے اور جوڈیشل کمیشن کے جسٹس اقبال حمید الرحمٰن کی رپورٹ کے بعد اسی آر پی او کو پہلے سی سی پی او لاہور لگایا گیا تو لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے از خود نوٹس لیا لیکن آج پھر اسے دوبارہ لگا دیا گیا جس نے اپنی پہلی پریس کانفرنس میں کہا کہ ہم گولی کا جواب گولی سے دیں گے اور گیارہ افراد اس کے بعد جعلی پولیس مقابلے میں پار کر دیئے گئے کیا یہ انصاف ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: طاہر صاحب! آپ اپنی تقریر wind up کریں۔

جناب طاہر نوید چودھری: جناب سپیکر! ایک منٹ میں wind up کر رہا ہوں۔ یہ اقلیتوں کے ساتھ ہمدردی ہے کہ آج وہ بندہ نو مسیحیوں کو جلا کر انعام کے طور پر سی سی پی او لاہور بنا بیٹھا ہے۔ میں چیف جسٹس افتخار چودھری سے بھی اپیل کروں گا کہ عتیقہ اوڈھو کا تو از خود نوٹس لیتے ہیں اس کا بھی از خود نوٹس لے لیں۔ میں اپنے دوستوں کو صرف اتنا کہوں گا جو کہ بڑی خوشی سے پھولے ہوئے ہیں کہ:

ان عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ افشاں فاروق!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں، جناب محمد حسین ڈوگر!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، رانا عبدالرؤف صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، جناب افتخار علی کھیتران صاحب!

جناب افتخار علی کھیتران: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! post budget speech پر گفتگو سے پہلے میں خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا پنجاب میں نئے منتخب وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل صاحب کو، اس کے بعد اس سلسلے کو پارلیمانی خوبصورتی کے ساتھ جاری رکھنے کے حوالے سے اپوزیشن کی پارٹیوں جس میں پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ق) کے ممبران کو جنہوں نے پنجاب کے عوام کی بہتری کے لئے اپنی تجاویز دیں اور اس function کو smooth چلنے دیا۔ پنجاب میں حکمران جماعت کی قومی اسمبلی میں نمائندہ اپوزیشن جیسا رد عمل ظاہر نہیں کیا اور یہاں وہ مثال قائم کی جو محترمہ کے vision کے مطابق تھی کہ Democracy is the best revenge (نعرہ ہائے تحسین)

بحیثیت پاکستان پیپلز پارٹی کا ممبر کے اس پارلیمنٹ کے تقدس کا احترام اور اس پارلیمنٹ کے فیصلوں کا احترام محترمہ نے اپنی جان دے کر ہمیں وہ درس دیا جس پر ہم دل کی گہرائیوں سے عمل کر رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایڈوائزری کمیٹی کے فیصلے کو obey کرتے ہوئے میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میرا تعلق جس ضلع سے ہے وہ پنجاب کا پسماندہ ترین ہے جہاں چونکہ بہت کم فنڈز رکھے گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرا input اتنا اہم نہیں ہے اور ان اضلاع کے ممبران کو زیادہ share کرنا چاہئے جہاں فنڈز زیادہ دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم 9 کروڑ آبادی، اس کی انتظامی، اقتصادی اور انسانی ترقی کے لئے جو vision اس بجٹ میں پیش کیا گیا ہے بحیثیت اپوزیشن ممبر میں اس حوالے سے اپنا input بیان کروں تو سب سے پہلے یہاں utilization کا discuss issue ہوا۔ جنوبی پنجاب کے لئے shortfall of میں overall 40 percent shortfall discuss ہوا لیکن جنوبی پنجاب میں utilization 70 percent سے زائد ہے۔ پہلے سال 5۔ارب روپیہ، دوسرے سال 7۔ارب روپیہ اور اس سال تو انتہا کر دی کہ 70۔ارب روپیہ ہو گیا۔ 70 percent shortfall کے حوالے سے اندازہ ہے کہ جنوبی پنجاب کو کتنا حصہ دیا جائے گا اس لئے ہم کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہیں لیکن جب جنوبی پنجاب کی بات کی جاتی ہے تو کسی نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ جنوبی پنجاب کا مسئلہ کیا ہے اور کیا جنوبی پنجاب کے لوگوں نے کوئی overhead یا underhead bridge کی توقع کی ہے؟ کبھی نہیں بلکہ جنوبی پنجاب کے لوگوں کا مسئلہ بے روزگاری اور بھوک ہے۔ اس بجٹ کی statement میں پیرا نمبر 60 میں ایک لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ "صنعتیں خوش حال زندگی کی ضمانت ہیں" اور اس

کے بعد موٹروے کے اوپر 2۔ارب 50 کروڑ روپے کی لاگت سے ایک صنعتی شہر بسانے کا ذکر کیا گیا۔ میں اس ایوان سے اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا جنوبی پنجاب کے لوگ خوشحال زندگی کی ضمانت نہیں چاہتے اور کیا انہیں روزگار نہیں چاہئے؟ جب سیلاب کے دوران انہوں نے وہاں visit کئے تو کیا انہیں بغیر کپڑوں کے ہیلی کاپٹر کے پیچھے بھاگتے ہوئے لوگ نظر نہیں آئے؟ یقیناً اگر انہیں وہاں نظر آئے ہیں اور وہ political mileage لینا چاہتے ہیں تو ہمارے پسماندہ اضلاع کے اندر شہر میں چھوٹی چھوٹی انڈسٹریل بستیاں کیوں نہیں آباد کر دیتے اور economists اس بات کو جانتے ہیں کہ صنعتی پہیے کا economic acceleration concrete mixture machine اور road roller کی investment سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! شاید وہ colonial approach کہ labor کہاں سے آئے گی؟ اگر جنوبی پنجاب کو labor colony declare کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ہمارے مزدور روزی کی تلاش میں چونیاں، رائے ونڈ اور سندر میں آتے ہیں اور یقیناً اپنے بچوں کو چھوڑ کر آتے ہیں۔ سیلاب کے اندر یقیناً جو کام ہونے چاہئیں جن کی بہت سی تفصیلات ہیں لیکن میں زیادہ تفصیلات میں نہیں جاؤں گا مگر وہ بند ابھی تک ٹوٹے ہوئے ہیں جنہوں نے تباہی پھیلائی اور ان پر کوئی کام نہیں ہوا۔ انفراسٹرکچر اسی طرح ٹوٹا ہوا ہے جس طرح سیلاب اپنی تباہی کے بعد چھوڑ کر گیا تھا۔ ground realities اور ان کا paper work جو بیوروکریٹس ان boxes میں بیٹھے ہوئے ہیں اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مالیاتی وسائل کے حوالے سے taxing ہونی چاہئے۔ امیر سے غریب کو وسائل منتقل ہونے چاہئیں اور امیر علاقوں سے غریب علاقوں کو بھی وسائل منتقل ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد میں ان issues پر بات کرنا چاہوں گا جو اس بجٹ سے متصادم ہیں۔ سب سے اہم مسئلہ کرپشن ہے اور اس کو پنجاب کے اندر صرف اکیلا انٹی کرپشن محکمہ ہی deal کرتا ہے جس کی بہت limited capacity ہے۔ فائل دبانے، ٹرانسفر کرنے کے پیسے لینے کے لئے decisions نہیں کئے جاتے۔ کبھی کسی نے اس عورت کا درد محسوس کیا ہے جس کے بھائیوں اور گھر والوں نے اس کی مشترکہ جائیداد پر قبضہ کیا ہوتا ہے اور وہ سالہا سال ریونیو افسران کے پاس اپنی زمین کی تقسیم کے لئے ایڑھیاں رگڑتی ہے؟ اس عورت کی کہیں کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ کیا یہ کرپشن جو delaying performance ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب اس آڈٹ میں commitment کرتے ہیں کہ ڈیپارٹمنٹ کا performance آڈٹ ہوگا۔ Public Service Performance Audit کیوں نہیں کیا جاتا، کیوں نہیں ان لوگوں کو اس دائرے

میں لایا جاتا جو اپنی ڈیوٹی کی ادائیگی کی قیمت وصول کرتے ہیں؟ یہ figure اچھا خاصا ہے اور یہ 654۔ارب 67 کروڑ روپے ہے۔کیا فنانس ڈیپارٹمنٹ والے بتائیں گے کہ releases کس بنیاد پر ہوتی ہیں؟ یہ 0.2 سے 0.5 فیصد کمیشن پر ہوتی ہیں۔پھر یہ سلسلہ اوپر تک چلتا ہے۔یہاں پر کون ساوہ good governance کا معیار ہے جو adopt کیا جا رہا ہے؟

جناب والا! دانش سکول as a single unit اچھا ہے لیکن ہمیں 63 ہزار گورنمنٹ کے سکولوں سے موازنہ کرنا چاہئے۔وزیراعلیٰ صاحب زین العابدین کا نام لے رہے تھے، ہم کہتے ہیں کہ جو لاکھوں زین العابدین ہیں ان کو اچھی تعلیم چاہئے۔چند زین العابدین کو اچھی تعلیم یقیناً ملنی چاہئے لیکن لاکھوں کو نہیں چھوڑا جانا چاہئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

فنی تعلیم کے بارے میں، میں کہوں گا کہ ہماری طاقت work force ہے، ہماری 9 کروڑ آبادی ہے۔ اگر capacity building نہیں کی گئی، 9 کروڑ آبادی کے لئے صرف ایک ہی ٹیکنیکل بورڈ TEVTA ہے۔وہاں پر چودہ سال پرانے کورس پڑھائے جا رہے ہیں جو outdated ہیں۔مجھے بتائیے کہ مارکیٹ میں جو بچہ پڑھ کر جائے گا اس نے انٹرنیشنل مارکیٹ میں کون سا status achieve کرنا ہے؟ چیئرمین TEVTA اور سیکرٹری انڈسٹریز کو اس کے لئے کام کرنا چاہئے۔ Agriculture کے اندر ہمیں چائنا ماڈل کو کاپی کرنا چاہئے۔Computerization of Land ہمارا مسئلہ ہے اس کو جلد سے جلد کرنا چاہئے۔

جناب والا! سب سے آخر میں یہ ہے کہ پارلیمنٹ کا احترام ہونا چاہئے۔یہ debating club نہیں ہے، لوگ اس ایوان سے توقع رکھتے ہیں اور یہاں پر ادا کئے گئے لفظوں کی پاسداری ہونی چاہئے۔ ہمارا پچھلا بجٹ ریکارڈ کوئی اتنا قابل تحسین نہیں ہے۔میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کو کہنا چاہوں گا کہ کم از کم جو الفاظ اس ایوان میں کہے جاتے ہیں، جن کو اجتماعیت کی تائید حاصل ہو جاتی ہے ان کو تسلیم کیا جانا چاہئے ورنہ شاید وقت ہمیں بہت پیچھے لے جائے۔بہت شکریہ۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! میں اپنی بجٹ تقریر شروع کرنے سے پہلے علامہ اقبال کا شعر پڑھنا چاہوں گی۔

جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود

یہ ہے مقصدِ گردش روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

مبارکباد کے مستحق ہیں وزیر خزانہ اور ان کی ٹیم جنہوں نے ایک متوازن، انسان دوست، غریب دوست اور ترقیاتی بجٹ پیش کیا۔ صرف پیش ہی نہیں کیا بلکہ بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ ڈھیروں مبارکباد ہو ہمارے قائد میاں محمد شہباز شریف کو جنہوں نے عوامی امنگوں کی ترجمانی کی۔ وہ تمام طبقہ فکر کو ساتھ لے کر چلے ہیں۔ کامران مائیکل کو فنانس منسٹر بنا کر قائداعظم کے دور کی یاد تازہ کرادی کہ جب اقلیتوں میں سے ڈپٹی سپیکر دیوان بہادر صاحب کو بنایا گیا۔ اس بجٹ میں عوامی مسائل کو ہر طرح سے address کیا گیا ہے۔ وہ چادر سے لے کر چار دیواری تک، صحت سے لے کر تعلیم تک یا اشیائے خورد و نوش سے لے کر تنخواہوں تک کا مسئلہ ہو ہر ایک کو سمجھ کر اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے بہت خوشی ہوتی ہے کہ تمام وسائل کا رخ غریب عوام کی طرف کر دیا گیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ غریب عوام پر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ مجھے فخر ہے اس بات پر کہ آج پنجاب حکومت نے غیر ملکی امداد نہ لے کر وہ کشکول جو ہمیشہ سے ہمارے گلے میں طوق بن کر پڑا تھا آج وہ کشکول ہم نے توڑ دیا ہے۔ ہم نے خون میں ڈوبے ہوئے چند ٹکڑوں کی خیرات کو ٹھکرا دیا ہے اور خود انحصاری کی طرف ہمارا پہلا قدم ہے۔ میرے قائد نے کیا خوب بات کہی کہ "یہ ممکن نہیں کہ ہم اغیار کے ڈالر تو اپنی جیب میں ڈالیں لیکن احکامات کا لفافہ واپس کر دیں"۔ ایک مقروض ملک کا صوبہ ہونے کے ناتے ایک متوازن بجٹ بنانا یقیناً ایک مشکل کام تھا۔ اس کے لئے جو چیز سب سے ضروری تھی وہ اخراجات میں کمی کی تھی۔ ریونیو کا رخ بڑھا کر وسائل کا رخ غریبوں کی طرف کیا جائے۔ جب اخراجات میں کمی کی بات کی گئی تو سب سے پہلے پنجاب حکومت نے اپنے آپ کو ایک مثال بنایا۔ ہمارے وزراء کی تنخواہوں میں 25 فیصد کٹوتی کی گئی۔ وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ کے اخراجات میں 25 فیصد کمی کی گئی اور تمام محکموں میں تنخواہوں کے علاوہ 20 فیصد کمی کی گئی۔ یہ خوبصورت مثال ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ اور Presidency بھی اس کی تقلید کرتے لیکن وہاں تو معاملہ ہی بالکل الٹ ہے۔ Presidency کو دیکھیں تو اس کے اخراجات میں 5½ کروڑ روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اگر پرائم منسٹر ہاؤس کی بات کرتے ہیں تو وہاں تو اس سے بھی زیادہ یعنی ساڑھے چھ کروڑ روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جو figures اب میں دینے لگی ہوں ان پر غور کیجئے گا کہ ایک ارب 60 کروڑ روپے ایک اکیلے وزیراعظم کے غیر ملکی دوروں کے لئے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ صدر صاحب بھی اس سے کوئی پیچھے

نہیں ہیں، ان کے لئے ایک سال میں 48 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ ہمارا ملک جو ہر طرف سے قرضے کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، جس ملک میں وسائل کی بجائے مسائل ہی مسائل ہوں وہاں کے صدر اور وزیراعظم کے یہ حالات ہوں۔ بجٹ تو فیڈرل گورنمنٹ اور باقی صوبوں نے بھی پیش کیا۔ روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والوں نے بھوک، ننگ اور افلاس دیا۔ ہم اس ملک کے باسی ہیں جہاں پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ ہمارے فیڈرل گورنمنٹ بشمول صدر، وزیراعظم اور بعض محکموں کے اداروں کے سربراہان کے پاس بائیس جیٹ طیارے ہیں۔ آج ہمارے وزیر داخلہ جو بھیک مانگنے جاتے ہیں تو وہ بڑی شان سے ایک جیٹ طیارے سے اترتے ہیں۔ یہ جیٹ طیارہ برطانیہ کے وزیراعظم کے پاس بھی نہیں ہے۔ لوگ بھیک مانگنے کے اس نئے طریقے کو دیکھ کر فرار ہو جاتے ہیں۔ ہم باسی ہیں اس ملک کے جہاں لوگوں کی اکثریت کو پینے کے لئے صاف پانی میسر نہیں لیکن وہاں کے صدر اور وزیراعظم کا روز کا خرچہ صرف سیر سپاٹے کے لئے 55,55 لاکھ روپے رکھ دیا گیا ہے۔ ہم اُس ملک کے رہنے والے ہیں جہاں کے لوگوں کے سروں کے اوپر چھت کی بجائے آسمان ہے، جہاں اکثریت کے پاس گھر نہیں ہیں لیکن اس ملک کے حکمران غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنی جغرافیائی سرحدوں کی خلاف ورزی کرواتے ہوئے اپنے ہی لوگوں پر ڈرون حملے کرواتے ہیں۔ کیا یہ بات کسی اچنبے سے کم نہیں کہ پاکستان ایک اٹامک پاور ہے اور اس کے اٹامک پاور ہونے کے باوجود یہاں پر توانائی کا بحران ہے جو دن بدن شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر ایک مثال میں آپ کو دوں کہ KESC کا بحران،

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے بس بس کی آوازیں)

میرے محترم دوست جو مجھے بس بس کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں ان کو بھی بہت اچھی طرح سے اندازہ ہے کہ کراچی میں لوگوں کے کیا حالات ہیں۔ اگر میں ان کو صرف ایک مثال دے دوں تو میرا خیال ہے کہ ان کو میری بات سمجھ آ جائے گی کہ KESC میں صرف لوگوں کو نوازنے کے لئے نوکریاں دی گئی ہیں۔ ایم این اے، ایم پی اے اور وزراء کے بھائی، بھانجوں کو نوکریاں دی گئی ہیں جن کی تنخواہیں پانچ لاکھ سے پچیس لاکھ روپے ماہوار تک ہیں۔ ہمایوں اختر کے بھائی کو پچیس لاکھ روپے کی نوکری صرف نوازنے کے لئے دی گئی ہے، اسی طرح خوش بخت شجاعت کے بیٹے کو پانچ لاکھ روپے کی نوکری دی گئی ہے اگر میں ہر ایک کا نام لوں گی تو یہ ایک لمبی فہرست بن جائے گی۔ اس پر طرہ یہ کہ medical fitness کے criteria کا خیال بھی نہیں رکھا گیا اور یہاں صرف اس لئے time waste کیا جاتا ہے تا کہ ان کو یہ

باتیں نہ سننی پڑیں۔ ہماری حزب اختلاف کو صرف اس بات کا دُکھ ہے کہ آج پنجاب نے توانائی کے بحران پر قابو پانے کے لئے کوشش شروع کر دی ہے۔ وفاقی حکومت کی پالیسیوں نے پنجاب کی صنعتوں کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ آج مجھے اس بات پر فخر ہے کہ پنجاب حکومت نے توانائی کے بحران اور لوڈ شیڈنگ پر قابو پانے کے لئے 9۔ ارب روپے کے منصوبے شروع کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 500 میگاواٹ بجلی اس سال صوبہ پنجاب میں پیدا کی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! خدا کرے کہ ہم جلد اپنے صوبہ میں توانائی کے بحران پر قابو پانے کے بعد باقی صوبوں کی مدد بھی کر سکیں۔ میں یہاں جو تجاویز دینے جا رہی ہوں وہ عوام کے مفاد میں ہیں میرا اس میں کوئی ذاتی benefit نہیں ہے اس لئے مجھے بولنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! اب آپ wind up کر لیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں اپنی باقی تقریر wind up کر لیتی ہوں لیکن میری کچھ تجاویز آپ مہربانی کر کے سُن لیں کیونکہ وہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہیں اور اس میں میرا ذاتی کوئی مفاد نہیں ہے۔ یہاں پر Pro-poor Scheme, Self-employment Scheme, Yellow Cab Scheme اور زرعی گریجویٹ کو فی کس 25 ایکڑ زمین لیز پر دینے کی باتیں کی جاتی ہیں۔ یہ سب وہ تجاویز ہیں جو کہ لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے دی گئی ہیں۔ میری آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست ہے کہ جو بیس ہزار روپے فی کس بلا سود قرض دیا جا رہا ہے وہ اس مہنگائی کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ اگر اس قرض کی رقم بڑھا دی جائے تو پھر کوئی بھی شخص اس مہنگائی کے دور میں اپنے گھر کے لئے روزگار کما سکے گا۔ اس رقم کو بڑھا کر اگر پچاس ہزار روپے کر دیا جائے تو پھر شاید کوئی شخص بہتر روزگار کما سکے گا۔

جناب سپیکر! پنجاب میں صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کوشش کی جا رہی ہے۔ چار نئے میڈیکل کالجز operational ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے گیارہ سو نئے ڈاکٹر بن جائیں گے۔ بہاولپور میں کڈنی سنٹر، فیصل آباد، رحیم یار خان میں برن یونٹ، ملتان میں کارڈیالوجی سنٹر اور راولپنڈی میں یورالوجی سنٹر کا قیام اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ ہمارے صوبہ میں موبائل سروسز یونٹ قائم کئے جا رہے ہیں کیونکہ یہاں پر Maternal Mortality Rate and Infant Mortality Rate بہت زیادہ ہے اور ہماری عورتیں ہسپتالوں میں پہنچنے سے پہلے ہی مر جاتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔اب تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میری تجاویز تو سُن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ وہ لکھ کر دے دیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! صرف ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس، اب آپ wind up کر دیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں موبائل سروسز یونٹس کی بات کر رہی تھی، ان یونٹس کی تعداد چھ سے بڑھا کر پچاس کر دی گئی ہے اور لوگوں کو ان کے گھر کی دہلیز پر صحت کی سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں یقیناً اُس کو بہت appreciate کیا جانا چاہئے لیکن اس کے باوجود میرا یہ خیال ہے کہ اس شعبہ صحت پر maximum توجہ دی جائے اور ان موبائل سروس یونٹس کی تعداد بڑھا کر سو کر دینی چاہئے۔ میں Tertiary Care Centre کی بات کروں گی۔ اس وقت صوبہ پنجاب میں Tertiary Care Centres پر بہت زیادہ رش ہے۔ میو ہسپتال، جنرل ہسپتال یا گنگارام کے Tertiary Care Centres پر لوگوں کا بہت زیادہ رش ہوتا ہے اس لئے ہمیں پرائمری اور سیکنڈری سنٹرز پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میری اس سلسلے میں تجویز ہے کہ ان سارے Tertiary Care Centres کے اطراف میں ایمرجنسی یونٹس قائم کر دیئے جائیں تاکہ مریضوں کی وہیں پر ہی valuation کی جائے اور آگے صرف وہی لوگ جا سکیں کہ جن کو واقعی ہسپتال میں داخلے کی ضرورت ہے۔ اس طرح لوگوں کو صحت کی بہتر سہولتیں مل سکیں گی۔

جناب سپیکر! میں اپنی باقی تقریر چھوڑ دیتی ہوں لیکن مہربانی کر کے میری ایک دو تجاویز سُن لیں۔ ہمارے صوبہ میں پرائیویٹ سکولز کاروبار کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ ان کے آڈٹ کی حقیقتاً ضرورت ہے کیونکہ وہ فیسوں کی مد میں لاکھوں روپے کما رہے ہیں جو کہ پنجاب کے بچوں اور ان کے والدین کے ساتھ زیادتی ہے۔ مہربانی کر کے ایسے سکولوں کا احتساب کیا جائے۔ اسی طرح غیر معیاری اشیاء کی فروخت عام ہے۔ فوڈ انسپکٹروں کو ان کی چیکنگ کرنی چاہئے۔ ہمارے ملک میں جو دُہرا نظام تعلیم رائج ہے وہ مثبت تعلیم کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ پورے ملک میں ایک ہی نظام تعلیم رائج ہونا چاہئے۔ اگر ہم نے اپنی معیشت کو مستحکم کرنا ہے تو پھر definitely ہمیں کالا باغ ڈیم بنانا ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اب آپ بیٹھ جائیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! آپ نے میری پوری تجاویز تو نہیں سنیں لیکن ایک آخری شعر تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شعر سنادیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! یہ شعر میں اپنے قائد کی نذر کرنا چاہ رہی ہوں۔

میرے ساتھی تو میرے سر سے الگ ٹھہرے ہیں
اپنے حق میں کسی دشمن کی گواہی دیکھوں
میرے محسن تیرا معیار نظر کچھ بھی سہی
میں تو انسان کے پیکر میں خُدا ہی دیکھوں

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ کرنل (ر) شجاع خانزادہ!۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں۔ جناب محمد عباس راں!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب جلال الدین ڈھکو!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب اویس اسلم مڈھیانہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ حاجی عمران ظفر صاحب!

حاجی عمران ظفر: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الصّلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاحبیب اللہ۔ یہ سب تمھارا کرم ہے آقاﷺ کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمدﷺ کے صدقے ہمیں پنجاب میں خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کی شکل میں ایک ایسا حکمران دیا ہے کہ جن کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے سال سیلاب کے دنوں میں خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے جس طرح پنجاب کے سیلاب زدہ عوام کی بے لوث خدمت کی ہے اسے آنے والی نسلیں انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ یادرکھیں گی۔ الحمد للہ ہماری حکومت نے سیلاب زدہ علاقوں میں جتنے کام کئے ہیں وہ کسی کو دکھانے کے لئے نہیں بلکہ میرے قائد نے اپنے vision کے تحت کئے ہیں۔ میرے قائد نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو راضی کرنے کے لئے غریب عوام کی خدمت کرنے کا مشن اُٹھایا ہے۔ ہم اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم ان کے اس مشن میں ان کے ساتھ ہیں۔ بجٹ کے حوالے سے میں اپنے بھائی کامران مائیکل کو غریب عوام دوست بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پوری پنجاب حکومت مبارکباد کی مستحق ہے اور جتنے لوگوں نے

اس بجٹ کی تیاری میں حصہ لیا ہے میں ان سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ میں خصوصی طور پر تعلیم، صحت اور بے روزگاری کے حوالے سے بے شمار ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے صحیح معنوں میں پنجاب کی غریب عوام کو فائدہ ہوگا۔

جناب سپیکر! میں تعلیم کے حوالے سے ذکر کروں گا۔ اس بجٹ میں تعلیم کے لئے اربوں روپے کے funds رکھے گئے ہیں۔ یہ میرے قائد میاں محمد شہباز شریف کا تعلیم کے ساتھ دوستی کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید 2 گھنٹے بڑھایا جاتا ہے۔

حاجی عمران ظفر: جناب سپیکر! سائنس لیبارٹریوں کا قیام، سکولوں کی اپ گریڈیشن اور موجودہ سکولوں کی پرانی عمارتوں کے لئے اربوں روپے رکھے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے قائد خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے بہت بڑے کارنامے ہیں۔ انتخابی نتائج میں اچھی کارکردگی دکھانے والے سکول و کالج کے اساتذہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے ہونہار طالب علموں کے لئے ایک لاکھ لیپ ٹاپ دیئے جائیں گے جس کے لئے تقریباً 2۔ ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان طالب علموں کے لئے ایک بہت بڑا انعام ہوگا، جو بچے محنت کریں گے ان کو تحفتاً لیپ ٹاپ دیئے جائیں گے۔ یہاں پر دانش سکول کے حوالے سے بڑی باتیں ہوئیں اور اعتراضات اٹھائے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے قائد خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا وہ قدم ہے جس کو قیامت تک آنے والی نسلیں یاد رکھیں گی۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ پچھلے دنوں جب چشتیاں کے مقام پر دانش سکول کا افتتاح ہوا اور مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہوئی جب میں اپنے قائد خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے ساتھ چشتیاں میں دانش سکول کے افتتاح کے موقع پر گیا تو میں نے وہاں پر وہ یتیم بچے دیکھے جن کا اچھے سکولوں میں داخلہ تو بہت دور کی بات ہے، وہ بڑے سکولوں کے گیٹ کے اندر بھی داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ میں نے وہاں پر ایک ایسا بچہ دیکھا جو دونوں ہاتھوں سے معذور تھا، اس بچے نے اپنے ٹوٹے ہوئے بازوؤں کے ساتھ سٹیج پر آکر بلیک بورڈ کے اوپر یہ الفاظ لکھے "خادم اعلیٰ تیرا شکریہ"۔ خدا کی قسم اپنے قائد کا یہ وژن دیکھ کر ہم میں بھی ہمت پیدا ہوئی۔ دانش سکول کے افتتاح کے موقع پر میرے قائد نے چشتیاں کے مقام پر جو تقریر کی اس میں میرے قائد نے کہا کہ قیامت کے روز اگر اللہ تعالیٰ کی ذات مجھ سے پوچھے گی کہ شہباز شریف تو کیا لے کر آیا ہے تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس دانش سکول سے بڑھ کر اور کوئی چیز

نہیں ہے۔ یہ دُکھی انسانیت کی خدمت ہے اُن بچوں کے لئے جن کے والدین نہیں ہیں، جن کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ یہ ہماری حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور اس کارنامے پر خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ جس طرح اس بجٹ میں آنے والے سال میں آٹھ نئے دانش سکول رکھے گئے ہیں ہمارے ضلع گجرات میں بھی دانش سکول رکھا جائے تاکہ گجرات کی عوام بھی اس سے مستفید ہو سکے۔

جناب سپیکر! صحت کے حوالے سے بھی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، یہ بھی ہماری حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس نے صحت کی طرف بہت زیادہ توجہ دی اور اربوں روپے کے فنڈز صحت کے لئے اور مفت ادویات کے لئے رکھے۔ آج میں اپنے قائد پاکستان میاں محمد نواز شریف کو جتنا خراج تحسین پیش کروں وہ کم ہے جنہوں نے اپنے سابقہ دور حکومت میں فری ڈائیلسز کے لئے اربوں روپے کے فنڈز دیئے اور جب ڈکٹیٹر مشرف نے ہماری حکومت پر شب خون مارا تو اس کے آتے ہی فری ڈائیلسز کی سہولت ختم ہو گئی۔ آج میرے قائد میاں محمد شہباز شریف نے ڈائیلسز کے لئے 30 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ میری اس حوالے سے وزیر خزانہ صاحب کو تجویز ہے کہ اس مد میں مزید پیسے رکھے جائیں۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جس میں مریض کو بار بار ڈائیلسز کرانا پڑتا ہے، کسی کو دِل کا مرض ہو تو وہ ایک دفعہ دل کا آپریشن کرالے تو صحت یاب ہو جاتا ہے لیکن ڈائیلسز ایسی تکلیف ہے کہ جس بندے کے گردے فیل ہو جائیں تو وہ جب تک زندہ رہتا ہے اسے بار بار ڈائیلسز کرانا پڑتا ہے۔ اس کے لئے ہم جتنے زیادہ سے زیادہ فنڈز رکھ سکیں ہمیں رکھنے چاہئیں۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ڈاکٹر اسد اشرف کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

اس کے علاوہ ہیپاٹائٹس کے لئے 20 کروڑ روپے رکھے گئے۔ اس وقت ہمارے ملک میں ہیپاٹائٹس کی وباء پھیلی ہوئی ہے اس کے لئے بھی ہمیں بہت زیادہ پیسے رکھنے چاہئیں۔ میں الحمدللہ اپنے قائد کے وژن کے مطابق آپ کو اس ہاؤس میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ میں ستائیس ہزار طالب علم ہیں اور ستاون سکول ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ چھٹیوں کے بعد میں نے اپنے تمام سکولوں میں ستائیس ہزار بچوں کے لئے free Hepatitis B, C Screening Programme بنایا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس میں ہم گورنمنٹ کا ایک پیسا بھی خرچ نہیں ہونے دیں گے۔ میں اپنے سارے بھائیوں سے

بھی یہی اپیل کروں گا اور وزیر خزانہ صاحب سے بھی یہی درخواست کروں گا کہ سکولوں میں فری ہیپاٹائٹس ٹیسٹ کرائے جائیں۔

جناب چیئرمین! بے روزگاری ختم کرنے کے لئے ہماری حکومت نے یہ جو بیس ہزار ییلو کیب دینے کا پروگرام بنایا ہے اس سے بیس ہزار لوگ نہیں بلکہ چالیس ہزار لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔یہاں پر بات کی جاتی ہے کہ پڑھے لکھے نوجوانوں کو ٹیکسی ڈرائیور بنایا جائے گا، وہی پڑھے لکھے نوجوان ایک ڈرائیور بھی تو رکھ سکتے ہیں جس سے بیس ہزار کی بجائے چالیس ہزار افراد فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔اس کے علاوہ ہمارے ملک میں جو energy crisis ہیں، بجلی اور گیس کی بندش ہے اس کی وجہ سے بھی بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ہمارے قائد خادم اعلیٰ پنجاب نے آنے والے سال میں 120 میگا واٹ اور 500 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کا پروگرام دیا ہے۔میرا تعلق Ceramic Industry سے ہے مرکزی حکومت ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم کر رہی ہے، ہماری انڈسٹری کو گیس نہیں مل رہی، میری گزارش یہ ہے کہ ایک تو جب پنجاب اپنی بجلی پیدا کرنی شروع کرے تو ہماری انڈسٹری کو بھی دے۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! مہربانی کر کے wind up کریں۔

حاجی عمران ظفر: جناب چیئرمین! مجھے صرف ایک منٹ اور دے دیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ Ceramic Industry and Cottage Industry گیس سے چلتی ہے، وہ بجلی پر بھی شفٹ ہو سکتی ہے اگر ہم ان کو سستی بجلی مہیا کر دیں تو یہ بہت بڑا احسان ہو گا لہذا میری وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش ہے کہ اگر پنجاب بجلی پیدا کرے تو جو انڈسٹری گیس پر ہے اس کو بجلی پر شفٹ کر دیا جائے اور اس انڈسٹری کو سستی بجلی مہیا کی جائے۔

جناب چیئرمین: مہربانی کر کے جلدی wind up کریں۔

حاجی عمران ظفر: جناب سپیکر! آخر میں، میں صرف ایک شعر اپنے قائد کی نذر کرنا چاہتا ہوں کہ:

جل رہا ہے محمد ﷺ کی دہلیز پر
دل کو طاقِ حرم کی ضرورت نہیں

میرے آقا کے مجھ پر ہیں اتنے کرم
اب کسی اور کے کرم کی ضرورت نہیں
شکریہ

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جناب اویس اسلم مڈھیانہ صاحب!

چوہدری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اپنے دوست کامران مائیکل صاحب کو جنہوں نے توجہ اور concentration سے بجٹ پڑھا صرف پڑھنے کی حد تک ان کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں۔ یہ جب وزیر نہیں تھے تو تب بھی ہمارے دوست تھے، چار دِن بعد وزیر نہیں ہوں گے تو تب بھی انشاء اللہ تعالیٰ ان سے سلام دعا ہوتی رہے گی۔ جب انہوں نے بجٹ پیش کیا تو میں ان کے پیچھے بیٹھا تھا اور یہ دیکھ رہا تھا کہ عرقِ ندامت کے کچھ قطرے ان کے چہرے سے لباس پر گر رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ یہ اپنے تذبذب کو چھپا نہیں سکے، کافی بارِ گراں تھا اس بجٹ کا جسے پڑھنے کا فریضہ اِن کو سونپا گیا میرے بھائی سادہ لوحی میں اسے ایک honor سمجھ کر کہ تاریخ کا حصہ بنے گا پڑھتے ہی چلے گئے۔ بہر حال موجودہ بجٹ، میں اسے خون آشام بجٹ کہوں گا پیش کیا جا چکا ہے۔ اس بجٹ کے پیش ہونے کے بعد صوبہ پنجاب کے عوام کرب ناک چیخوں اور سسکیوں کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہو چکے ہیں کہ:

اِک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اُڑایا ہے مذاق

جناب سپیکر! مقامِ استعجاب و حیرت ہے کہ جس صوبے کی آدھی سے زیادہ آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے، جہاں پر ہر نئے جنم لینے والے دن میں لوگ فاقہ کشی اور خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں اور اپنے چھوٹے بچے اور بچیوں کو financially support مہیا نہ کرنے کی بناء پر ذبح تک کر ڈالتے ہیں۔ تمام شہروں کے حالات ناگفتہ بہ ہیں تو ایسے میں سفاکیت کی انتہا دیکھئے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب ایک نئے صنعتی شہر کو بسانے کا سوچ رہے ہیں جس کے لئے 2-ارب 50 کروڑ روپے کی رقم مختص کی جا چکی ہے۔ کیا ان حکمرانوں کو روزِ حشر خدا کے سامنے جواب دہ نہیں ہونا؟ کیا انہیں partition کے وقت کے المناک سانحات بھول چکے ہیں کہ جب کئی آنچل پامال ہوئے، جب بے قصور لوگوں کو سڑکوں پر تلواروں اور بھالوں سے روند دیا گیا، اسی لاہور شہر کے واقعات ہیں۔ کیا یہ ان حادثاتِ زمانہ کو بھول گئے کہ جب مسلمانوں سے بھری ہوئی ٹرینوں کی ٹرینیں کاٹ دی جاتی تھیں، جب گھروں کے اندر جا کر باعصمت خواتین کو اٹھا لیا جاتا تھا اور جو راستے میں آتا تھا اسے ذبح کر دیا جاتا تھا۔ یہ خواب خرگوش کے

مزے لوٹ رہے ہیں، خدارا اس رقم کو جو عوام کی امانت ہے، یہ کافی بڑا mandate ہے جو شومئی قسمت پنجاب کی عوام نے elected حکمرانوں کو دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے اس طرح سے پامال کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی
اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

اس صنعتی شہر کی رقم کو اگر کسی اور مصرف میں لایا جاتا، کئی گھرانوں کے چشم و چراغ جو دہشت گردی کی نذر ہو جاتے ہیں ان کے لئے، کوئی فنڈز کوئی ادارہ قائم کیا جاتا، بیواؤں کے لئے کچھ کیا جاتا اور صحیح ہاتھوں سے وہ رقم ان تک پہنچائی جاتی تو میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ سیلاب زدگان کی امداد کے حوالے سے اپنے کارناموں کا ذکر تو کیا گیا لیکن سیلاب کے حوالے سے جو کرپشن ہوئی، جو گھپلے ہوئے کبھی ان کا شائبہ تک پڑنے دیا گیا؟

(اذان عصر)

جناب چیئرمین سپیکر: جی، مڈھیانہ صاحب!

چوہدری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب سپیکر! اور نہ ہی آنے والے سیلاب سے نمٹنے کے لئے کوئی واضح حکمت عملی تیار کی گئی۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب سے on the floor of the House یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ سیلاب زدہ جگہوں پر کبھی سائیکل پر بیٹھ کر جانا، کبھی ریڑھیوں اور تانگوں پر بیٹھ جانے سے اپنی شخصیت کو arise کرنے، ابھارنے اور شخصیت کے اجاگر ہونے کے مواقع تو کافی ملتے ہیں لیکن میرا یہ خیال ہے اور حقیقت پسندانہ خیال ہے کہ اس میں عوام کے دکھوں کا مداوا نہیں ہو سکتا۔ محترم میاں صاحب! اس سے تو بہتر تھا کہ وہ نشیمن بہہ جاتے جن پر آپ اپنی خود نمائی کا سکہ جما کر اور آئندہ الیکشن کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔

لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں
تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں

"روٹی کپڑا اور مکان" کے نعرہ کا بجٹ میں طنزاً ذکر کیا گیا۔ میری اس ضمن میں گزارش یہ ہے کہ ماضی بعید میں جائیں، قائد عوام نے صرف یہ نعرہ نہیں لگایا تھا بلکہ انہوں نے reality کے طور پر اسے implement کر کے بھی دکھایا، اس کی زندہ مثال بھٹو کالونیاں ہیں جن میں بلا تفریق جماعت

لوگوں کو بسایا گیا اور آج بھی جب ہم الیکشن کے دنوں میں رات کے دو بجے بھی وہاں گئے تو کئی آنچل ہمیں دعائیں دیتے دکھائی دیئے، کئی ضعیف عورتوں اور بوڑھے آدمیوں نے ہمارے سر پر دستِ شفقت رکھا اور ہمیں اپنی بھرپور دعاؤں سے نوازا۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے متعلق عرض کروں گا کہ یہ تو ابھی ابتدائی مراحل میں ہے، ابھی تو کافی ٹائم لگے گا اور اگر وہ اس دست برد سے بچ گئی جو ورکروں کی خوشحالی کے لئے ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بہت بڑی achievement ہوگی لیکن مجھے یہ نظر نہیں آرہا، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کا راز وقت فاش کرے گا کہ اس میں کس طرح دوست نوازی اور جماعت نوازی کو ہر چیز پر مقدم رکھا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات ییلو کیب سکیم کی آئی اس مقصد کے لئے 4-ارب 50 کروڑ روپے کا فنڈ بد قسمتی سے مختص کر دیا گیا ہے۔ کیا ماضی کی سکیم کی ناکامی سے کوئی سبق حاصل نہ ہو سکا؟ اب گریجویٹ کی شرط ہے تو میرے خیال میں یہ گریجویٹس بھی کہیں سے منگوا لئے جائیں گے اور پھر اسی الیسے کا مظاہرہ ہوگا اور ایک المناک کھیل کھیلا جائے گا اس میں صرف اپنی پارٹی کو activate کیا جائے گا، اپنے ورکروں کو خوش کیا جائے گا۔ میاں صاحب! خدا را اس صوبہ پر رحم کیجئے۔ یہ اب اپنے ناتواں کندھوں پر اتنی عیاشیوں کا بوجھ اٹھانے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چیف منسٹر سیکرٹریٹ نے تو مغلیہ سلطنت کے عیاش حکمرانوں کو بھی مات دے دی، ان کے تخیل میں بھی نہیں ہوگا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ لوگ ہم سے بھی دو قدم بلکہ کئی قدم آگے بڑھ جائیں گے۔ چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے سیکرٹری صاحبان پورے پنجاب میں اپنی پارٹی کو activate کرنے میں لگے ہوئے ہیں جن کا مطمع نظر صرف یہ ہے اور انہیں یہ اہداف سونپ دیئے گئے ہیں کہ اپنی پارٹی کو build up کیا جائے، تھانے کی سیاست ہو، علاقائی سیاست ہو، ڈویلپمنٹ کی بات ہو یا طبی سہولیات ہوں ہر حوالے میں ہر جگہ پر انہیں یہ indicator دے دیا گیا ہے اور انہیں یہ goal دے دیا گیا ہے کہ یہ achieve کرنا ہے اور اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ شاہانہ طرز رہائش اور لگژری گاڑیاں ان کے پاس ہیں۔ یہ عوام کا پیسا ہے اور ایک دن عوام اس کی پائی پائی کا حساب لیں گے اور یقیناً ایک دن ایسا ہوگا۔

غریب شہر تو فاقوں سے مر گیا امجد
امیر شہر نے ہیرے سے خودکشی کر لی

جناب سپیکر! ہمارے صوبہ میں افسر شاہی کا راج ہے، bureaucratic system کا راج ہے---

جناب چیئرمین: No cross talk please. مڈھیانہ صاحب! ذرا wind up کریں۔ آپ نے شعر تو پہلے سنا دیا اب wind up پر end میں کیا سنائیں گے؟

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ:

نالہ بلبل تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو کہ میری باری ہے

معزز ممبران: صرف شعر و شاعری ہونی چاہئے اور کچھ نہیں۔

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب سپیکر! میں یہ بات مانتا ہوں کہ میری یہ باتیں صد با صحرا ثابت ہوں گی اور ان پر کوئی implementation نہیں ہو گی اور جوں کا توں چلتا رہے گا لیکن میں کیا کروں مجھے راتوں کو وہ کربناک چیخیں نہیں سونے دیتیں کہ جن میں عوام کا لہو چھلکتا ہے۔ میں کیا کروں؟ میں ان معصومیت کے پیکروں سے کس طرح بات کروں کہ جنہوں نے آپ کو اتنا بڑا mandate دے دیا اور اب رو رہے ہیں۔ ہمارے صوبہ میں افسر شاہی کا راج ہے کیا اس بجٹ میں کوئی ایسی تجویز بھی رکھی گئی اور اگر نہیں رکھی گئی تو کیوں نہیں رکھی گئی کہ بڑے سرکاری افسران کی جو ایکڑوں پر پھیلی ہوئی رہائش گاہیں ہیں انہیں مختصر کیا جائے اور باقی ماندہ اراضی کو عوامی فلاح و بہبود کے مصرف میں لایا جائے۔ کیا حکمرانوں کے terms عوامی وابستگی، ملی اور ملکی فلاح سے بڑھ کر ہیں؟

جناب سپیکر! دانش سکول سسٹم متعارف کروایا گیا میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سسٹم غلط ہے۔ اگر یہ سسٹم اس طرح implement ہو جائے جو اس کی اساس ہے تو یہ بہت بڑی achievement ہے لیکن ان سکولوں اور عمارتوں کا کیا قصور ہے، ان حلقوں کا کیا قصور ہے کہ جہاں پر تمام عمارات تکمیل کے مراحل سے گزر چکی ہیں، SNEs بن چکی ہیں لیکن جب محکمہ فنانس والوں کو ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ متعلقہ ضلع میں جائیں، جب ڈی سی او سے ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ فنڈز ادھر سے آنے ہیں اور مسلسل دو سال سے یہ سلسلہ چلتا آ رہا ہے؟ بھرتی کے لئے فنڈز نہیں ہیں اور کروڑوں روپے کی لاگت سے تیار شدہ یہ عمارات جن میں مال مویشی بندھے ہوئے ہیں وہ تباہی کا نمونہ پیش کر رہی ہیں لیکن ان کے لئے کوئی تجویز نہیں رکھی گئی ہے اور انہیں بالکل فراموش کر دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: مڈھیانہ صاحب! پلیز wind up کریں۔

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب سپیکر! صرف چند منٹ اور لوں گا۔ کیا ان کی بھرتی میرٹ پر ہو گی یا پارٹی وابستگی کی بنیاد پر، غریبوں کو حق ملے گا یا ورکروں کو؟ نئے کالجز کے قیام کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپے مختص کئے گئے، گزشتہ دنوں میاں محمد نواز شریف صاحب میرے ضلع سرگودھا میں آئے اور انہوں نے وہاں ایک کالج کا افتتاح کیا اور اسے میاں محمد نواز شریف کالج کے نام سے منسوب کیا گیا۔ مجھے کالج پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میری صرف یہ گزارش ہے کہ اگر انہیں اپنی انا کی تسکین اور اپنی شخصیت کے پرچار کا اتنا ہی خیال ہے تو یہ اپنی پارٹی کے فنڈز سے کالج کھول لیں۔ ادھر لوگوں کا جم غفیر لے جانا اور اس علاقے کو یا اپنے آپ کو ایک پارٹی کے حوالے سے benefit دینا کوئی اچھی علامت یا کوئی اچھا نیک شگون نہیں ہے۔ اس کھوکھلی خود نمائی پر افسوس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے؟ یہ تو وہ ناعاقبت اندیش حکمران ہیں کہ جنہوں نے سستی روٹی سکیم کے تنوروں میں عوام کا مستقبل جلا ڈالا، خس و خاشاک کے تنکوں کی طرح عوام کو اس کرپشن کے سیلاب میں بہا ڈالا۔ اس عوام کو جو چوراہوں، چوکوں اور ہر جگہ پر رات کو دو اڑھائی بجے اپنے گھروں سے نکل کر ان کی آواز پر سینہ تان کر باہر نکلے اور دوپہر کی دھوپ میں پولنگ سٹیشنوں پر کھڑے رہے جب تک کہ ووٹ کاسٹنگ مکمل نہیں ہوئی کہیں پر تو لوگوں نے صرف خلوص اور ہمدردی میں جعلی ووٹ بھی کاسٹ کئے ہوں گے، یہ ان سے کس بات کا بدلہ لیا جا رہا ہے؟ شاید انہوں نے ہماری جماعت کو تو ووٹ ہی نہ دیئے ہوں لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان سے کس بات کا بدلہ لیا جا رہا ہے؟

جناب چیئرمین: مڈھیانہ صاحب! شکریہ

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب چیئرمین! صرف دو منٹ مزید دے دیں۔ فوڈ سٹیمپ سکیم میں پارٹی ورکروں کو نوازا گیا، میرے یہ بھائی خوف خدا کو بھول گئے۔ میری استدعا ہے کہ سستی روٹی پر بھی کمیٹی بنائی جائے، فوڈ سٹیمپ پر بھی کمیٹی بنائی جائے اور check and balance کی فضا قائم کی جائے اور implement کروایا جائے۔

جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس دور کے سلطان سے کوئی بھول ہوئی ہے

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! آپ نے اس وقت ٹائم دیا جس وقت میری ہمت بھی جواب دے چکی ہوئی ہے ویسے میں یہ عرض کروں گی کہ یہاں معزز بھائی تو بیٹھے ہی رہیں تو کوئی بات نہیں لیکن کم از کم معزز خواتین کا تو خیال کر لیا کریں۔

جناب چیئرمین: آپ بات کریں۔ آپ بڑی باہمت ہیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: اس وقت میری ساری ہمت جواب دے گئی ہے۔ وزیر خزانہ کامرن مائیکل صاحب نے جس خود اعتمادی کے ساتھ بجٹ تقریر پڑھی میں ان کو مبارکباد دیتی ہوں۔ انہوں نے بجٹ تقریر لکھی نہیں بلکہ صرف پڑھی ہے۔ میں حیران ہوں کہ عوام کی نمائندگی کے دعویدار معزز ممبران اسمبلی بے جان پتلی تماشے کے کھیل کا حصہ بن کر اعداد و شمار کی بازی گری اور لفظوں کے ہیر پھیر پر کس طرح تالیاں بجا رہے تھے۔ جب اس House میں صوبے کی ترقی اور اس کے حکمرانوں کے نہ نظر آنے والے کارناموں پر داد دی جا رہی تھی اس وقت کس طرح ڈیسک بجائے جا رہے تھے اس لمحے ملک کے سب سے بڑے صوبے میں غربت کی لکیر کے نیچے رہنے والی 64 فیصد آبادی لفظوں کی جادوگری اور کھوکھلے اعداد و شمار سے اپنے معمول کی سسکتی زندگی، غربت اور بے بسی پر کڑھ رہی تھی، اس دن نہ جانے کتنے انسان بھوک کے بے رحم دیوتا کی بھینٹ چڑھ کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

جناب سپیکر! کہتے ہیں کہ ہمیشہ کسی نہ کسی دور میں کوئی نہ کوئی ایسا حکمران گزرتا ہے۔ جسے تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ محمد شاہ تغلق تاریخ کا ناکام بادشاہ تھا اس لئے کہ اس کا کام صرف منصوبے بنانا تھا۔ وہ راتوں رات منصوبے بناتا تھا اور دن کو اس پر عمل کرتا تھا اور اس کے نااہل مشیر اس کے ناکام منصوبوں کے ذمہ دار تھے۔ اسی طرح میں یہ سمجھتی ہوں کہ پنجاب میں تاریخ کا دوسرا محمد شاہ تغلق شہباز شریف ہے۔ اس کے نااہل مشیر راتوں رات اس کو منصوبے بنانے کے مشورے دیتے ہیں اور پھر یہ منصوبے جس بُری طرح ناکام ہوتے ہیں اس پر افسوس کا اظہار ہی کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! فوڈ سٹیمپ پروگرام دراصل شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو انکم سپورٹس پروگرام کی نقل کرتے ہوئے بنایا گیا تھا۔ ہمیں ایک کاغذ دیا اور کہا گیا کہ اس کی فوٹو کاپیاں کرا لیں۔ راتوں رات اس پروگرام کو پھیلایا گیا اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کی گئی لیکن ہوا یہ کہ انہوں نے اپنے ہی لوگوں کو نوازنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے یہ فوڈ سٹیمپ پروگرام بُری طرح ناکام ہو گیا۔ اس پروگرام پر

ایک کثیر رقم لٹائی گئی لیکن غریبوں کو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ غریبوں کی غربت کا مذاق اڑایا گیا۔ان کے اپنے چہیتوں کی وجہ سے یہ فوڈ سٹیمپ پروگرام ختم ہو گیا۔

جناب سپیکر! اسی طرح سستی روٹی سکیم کے تحت کروڑوں اور اربوں روپے تنوروں میں جھونک دیئے گئے یہ بھی حکومت کا ایک ناقص اور ناکام منصوبہ تھا۔اس سے بہتر تھا کہ لوگوں کو سستے داموں گندم فراہم کر دی جاتی۔لوگوں کی تنوروں پر لائنیں لگوا کر تذلیل کی گئی ہے۔اسی طرح حکومت کی طرف سے تیسرا منصوبہ "دستر خوان" بھی ناکام ہوا۔اب انہوں نے پیلو کیب سکیم شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔یہ سکیم دیوانے کا خواب ہے۔آدمی تجربہ ایک ہی بار کرتا ہے اور اس سے سبق سیکھا جاتا ہے لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب اپنے لوگوں اور ورکروں کو نوازنے کے لئے بار بار ایسی سکیمیں بناتے ہیں۔مسلم لیگ (ن) کے پہلے دور حکومت میں پیلو کیب سکیم شروع کی گئی تھی جس کی وجہ سے حکومت کا اربوں روپے کا نقصان ہوا اور کئی عہدیداروں کو اس کی وجہ سے سزائیں بھی ہوئی ہیں۔اس سے سبق سیکھ لینا چاہئے تھا مگر ایسا نہیں ہوا اور اپنے لوگوں کو نوازنے کے لئے اب پھر اس سکیم کو دوبارہ شروع کرنے کا اعلان کیا گیا ہے لیکن اس کا حشر بھی پہلے جیسا ہی ہوگا۔

جناب سپیکر! دانش سکول، دانش مندی کا کھلا مذاق ہے۔دانش سکولوں پر جتنی زیادہ رقم خرچ کی جا رہی ہے اگر اس کو صوبہ بھر کے تمام تعلیمی اداروں میں خرچ کیا جاتا تو اس سے بہتر نتائج حاصل کئے جا سکتے تھے۔میں کہتی ہوں کہ پہلے سے موجود سکولوں کو upgrade کیا جائے اور ان میں missing facilities کو پورا کیا جائے تو اس سے تعلیمی معیار میں دانش سکولوں کی نسبت زیادہ بہتری لائی جا سکتی ہے۔ہمارے صوبے میں 63 ہزار سکول ایسے ہیں کہ جہاں پر ناکافی اور نامکمل سہولتیں ہیں۔ان سکولوں میں چھت، چار دیواری اور ٹائلٹ کی سہولت میسر نہیں۔بہت سے سکولوں میں اساتذہ تعینات نہیں ہیں۔دانش سکول بنانے کی بجائے پہلے ان سکولوں کی حالت کو بہتر کیا جائے، ان کو upgrade کیا جائے، ان میں missing facilities اور اساتذہ کی کمی کو پورا کیا جائے۔ان اقدامات سے ان سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے غریب کے بچوں کو بہتر ماحول اور تعلیم میسر آسکے گی۔یہاں ہمارے ہاں امتحان کا کوئی شفاف اور منظم نظام موجود نہیں ہے کبھی تو رول نمبر slip نہیں ملتی اور کبھی وقت سے پہلے ہی papers out ہو جاتے ہیں۔پانچویں اور آٹھویں جماعت کے papers check ہی نہیں کئے جاتے بلکہ لائق اور نالائق سب طالب علموں کو پاس کر دیا جاتا ہے۔میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گی کہ اساتذہ کی بھرتی purely merit پر کی جائے۔اس وقت اساتذہ کی بھرتی کوٹا سسٹم کے تحت کی جا

رہی ہے۔ میرے اپنے ضلع میں استاد، نائب قاصد اور مالی تک کی بھرتیوں کے لئے ایم پی اے کو کوٹا دیا گیا ہے۔ مجھے اس بات پر انتہائی افسوس ہے کیونکہ جب اساتذہ merit کے بغیر بھرتی ہوں گے تو پھر وہ آگے بچوں کو کیا تعلیم دیں گے؟ بہت سے سکول ایسے ہیں کہ جہاں پر میٹرک پاس اساتذہ بچوں کو تعلیم دے رہے ہیں۔ جن بچوں کو ایسے اساتذہ پڑھائیں گے ان کا معیار تعلیم کیا ہو گا؟ سکولوں کو انگلش میڈیم کر دیا گیا ہے لیکن اساتذہ اردو میڈیم ہیں۔

جناب چیئرمین: محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ! مہربانی کرکے اپنی تقریر کو wind up کر لیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جی، جناب سپیکر! میں wind up کر لیتی ہوں۔ عالمی بنک کی رپورٹ کے مطابق 64 فیصد آبادی غربت زدہ ہے اور 63 فیصد بیماریاں غربت کی وجہ سے ہیں۔ صحت کی حالت زار کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر دوسرا شخص ہیپاٹائٹس جیسی موذی مرض میں مبتلا ہے۔ اس موذی مرض کے علاج کے لئے صرف 20 کروڑ روپے کی قلیل رقم مختص کی گئی ہے جبکہ بڑے بڑے محلوں اور جاتی عمرہ کو جانے والی سڑکوں پر اربوں روپے لگا دیئے جاتے ہیں۔ کلمہ چوک کو بار بار بنایا جاتا ہے۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے دیکھتی آئی ہوں کہ یہ حکومت کلمہ چوک کی خوبصورتی پر بار بار کروڑوں روپے خرچ کر رہی ہے۔ کاش! ایسا ہی ایک کلمہ چوک میرے ضلع میں بھی بن جاتا جہاں پر گھنٹوں ٹریفک جام رہتی ہے۔ میں ہر مرتبہ بجٹ کے موقع پر مطالبہ کرتی ہوں کہ میرے شہر میں بھی ایک انڈر پاس یا اوور ہیڈ برج بنا دیا جائے تاکہ ٹریفک روانی سے چلتی رہے۔ معلوم نہیں کلمہ چوک میں ایسی کون سی بات ہے جو کہ ہمارے ضلع میں نہیں ہے؟

جناب سپیکر! ہسپتالوں میں مریضوں کو اسپرین کے علاوہ کوئی دوائی میسر نہیں ہے۔ سب کے سب ٹیسٹ ہسپتال سے باہر کرانے پڑتے ہیں۔ غریب مریضوں کا کوئی ٹیسٹ ہسپتال کے اندر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی ادویات مہیا کی جاتی ہیں تو وہ بھی expired date کی ہوتی ہیں۔ میں اپنے ضلع شیخوپورہ کے بارے میں عرض کروں گی کہ وہاں پر ہسپتال میں کوئی صفائی کا انتظام ہے اور نہ ہی مریضوں کو ادویات میسر ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان ایم ایس کے کمرے میں گھنٹوں بیٹھ کر صرف اس کی چاپلوسی اور خوشامد کرتے ہیں۔ دو دن پہلے وہاں پر ایک نوجوان بچی کو expired date کا انجکشن لگا کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے جو کہ انتہائی افسوسناک بات ہے۔

جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم سے پہلے زیادہ تر وسائل اور اختیارات وفاق کے پاس تھے۔ اٹھارہویں ترمیم کے تحت تمام وسائل اور اختیارات صوبوں کو منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ ایک 100۔ ارب

روپے کی کثیر رقم صوبوں کو دے دی گئی ہے۔ پنجاب کی صوبائی حکومت صرف وفاقی حکومت پر تنقید کرتی ہے۔یہاں پر بیٹھا ہوا میرا ہر بھائی وفاقی حکومت پر تنقید کرتا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ وہاں پر تو پہلے ہی ایک Mr. Bean بیٹھا ہوا ہے اور تنقید کرنے کے لئے وہی کافی ہے۔

جناب چیئرمین: محترمہ! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے اگر آپ نے wind up کرنے کے لئے کوئی شعر پڑھنا ہے تو پڑھ لیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جی، میں آخری بات عرض کر کے اپنی تقریر ختم کر دیتی ہوں۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس بجٹ میں صوبے کی اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے صرف 20 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ بہت قلیل رقم ہے۔اب جبکہ اقلیتوں کے نمائندہ کامران مائیکل صاحب خود وزیر خزانہ کا قلمدان سنبھالے ہوئے ہیں تو میں ان سے درخواست کروں گی کہ اقلیتوں کے لئے رکھی گئی رقم کو بڑھایا جائے۔ میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے شعر عرض کرتی ہوں کہ:

یہ شاخِ نُور جسے ظُلمتوں نے سینچا ہے
اگر پَھلی تو شراروں کے پُھول لائے گی
نہ پَھل سکی تو نئی فصلِ گُل کے آنے تک
ضمیرِ ارضِ پاک پر زہر چھوڑ جائے گی

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ محترمہ ثمینہ صائمہ کھر صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محمد فیاض صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محمد عامر ڈوگر صاحب!۔۔۔ یہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ محترمہ نسیم ناصر خواجہ صاحبہ!

محترمہ نسیم ناصر خواجہ: نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل اور اُن کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے ان نامساعد حالات میں ایک متوازن بجٹ پیش کیا۔

جناب چیئرمین! میں اپنے قائد محترم میاں محمد نواز شریف صاحب کی نذر آپ کی وساطت سے یہ شعر کرتی ہوں کہ:

تیرے ہاتھ میں قلم ہے تیرے ذہن میں اُجالا
تجھے کیا مٹا سکے گا وہ ظلمتوں کا پالا
تجھے فکر امن و عالم اسے اپنی ذات کا غم
تُو طلوع ہو رہا ہے وہ غروب ہونے والا

جناب چیئرمین! ہماری 63 سالہ تاریخ میں غریبوں کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا گیا لیکن عملاً کچھ نہ کیا گیا اس کام کو پنجاب حکومت نے پورا کیا اور اس کا سہرا وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے سر جاتا ہے۔ پنجاب پر اربوں روپے کے ڈاکے ڈالے گئے لیکن ہماری حکومت نے آشیانہ سکیم بغیر کسی تفریق کے غریبوں میں تقسیم کی اور اُس کا سارا سسٹم کمپیوٹرائزڈ تھا۔ اسی طرح جناح کالونیاں، بے روزگار نوجوانوں کے لئے ییلو کیب اور خود روزگار سکیم کے لئے بیس ہزار روپے کی امداد کا اعلان بھی کیا گیا۔ اسی طرح زرعی گریجویٹس کے لئے 25 ایکڑ زرعی زمین اور ان کے لئے قرضہ کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں مختلف مضامین پڑھائے جاتے ہیں لیکن بدقسمتی سے ہم ان مضامین کی بنیاد اور مقصد نہیں جان پاتے، اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ اس دنیا کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے رکھی اور سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ آج وقت کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے تعلیمی نصاب میں ردوبدل کریں جس میں قرآن پاک کی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے زندگی کی اہمیت اور مقصد کی طرف احساس دلایا جائے۔ اس میں میری گزارش ہے کہ میٹرک تک کے طلباء کے لئے قرآن پاک ترجمہ و تفسیر اور احادیث مبارکہ کو تعلیمی نصاب کا لازمی حصہ قرار دیا جائے تاکہ ہماری نئی نسل قرآن وحدیث سے مکمل استفادہ کرتے ہوئے صحیح معنوں میں اسلامی اصولوں سے روشناس ہو سکے۔ اسلام میں دین و دانش کا منتہائے مقصود صرف ایک ہے کہ اللہ کی رضا کے تحت انسان اور انسانیت دونوں ترقی کریں۔ قرآن حکیم غور و فکر کو انسان کی دنیوی اور اُخروی زندگی کے لئے اہم قرار دیتا ہے اور بار بار کہتا ہے کہ تم سوچو، سمجھو اور غور و فکر کرو۔

جناب چیئرمین! بجٹ میں ایجوکیشن کے حوالے سے یہ کہا گیا کہ سکولوں کو Centres of Excellence بنانے کا ارادہ ہے جو کہ ایک انتہائی نیک جذبہ ہے۔ آج کے دور میں ہمارے ملک کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے ٹرینڈ ٹیچرز کی ضرورت ہے اس کے ساتھ ساتھ اساتذہ کی تنخواہ زیادہ ہونی چاہئے تاکہ وہ اپنے معاشی مسائل سے مبرا ہو کر اپنی قوم کے معماروں کو بہترین تعلیم کے زیور سے آراستہ کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت سے

میری گزارش ہو گی کہ تعلیمی اداروں میں شام کے اوقات ماؤں کو تربیت دینے کے لئے سنٹرز بنائے جائیں، خاص طور پر دیہی علاقوں میں اس کی بہت ضرورت ہے۔ ماؤں کے ٹریننگ سنٹرز میں بچوں کی نفسیات، Basic Medical Care اور Society adjustment کے پروگرام اور بچوں کی نگہداشت کے حوالے سے ٹریننگ دی جائے اور ان سنٹرز کو اگر سکولوں میں نہیں چلایا جا سکتا تو کوئی ایسی قانون سازی کر کے ماؤں کی تربیت کے لئے موبائل ٹریننگ سنٹرز بنائے جائیں جو گلی گلی، محلے محلے، گاؤں گاؤں اور شہر شہر حتیٰ کہ صوبہ پنجاب کے سب علاقوں میں جا کر ہماری آج کی ماں کی تربیت کریں تاکہ وہ اپنے بچوں کی تربیت ٹیکنیکل طریقے سے کرے اور وہ بچے جو ہمارا مستقبل ہیں وہ ایک مضبوط اور طاقتور قوم بن کر پیارے پاکستان کی ترقی کے لئے کام کریں۔

جناب چیئرمین! بجٹ 12-2011 میں بیرونی امداد کو discourage کیا گیا ہے۔ یہ ایک انتہائی زبردست اقدام ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کا آغاز کریں گے۔ بیرونی امداد کو discourage کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے غیروں کی پالیسیوں کو بھی discourage کیا ہے۔ افریقہ کے بہت سے ممالک غریبی کے باوجود بیرونی امداد سے انکار کر دیتے ہیں تاکہ ان کے ملک کی پالیسیوں میں کوئی دوسرا ملک دخل اندازی نہ کر سکے۔

جناب سپیکر! صحت کے حوالے سے میں دو چیزوں کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے بجٹ میں گردوں کی بیماری کے علاج کے حوالے سے خاص طور پر انتظام کیا گیا ہے یہ انتہائی اہم قدم ہے۔

جناب چیئرمین! میں موجودہ بجٹ کے حوالے سے خاص طور پر اپنے ضلع سیالکوٹ کا ذکر کرنا چاہوں گی کہ پنجاب حکومت کا سب سے اہم قدم سیالکوٹ کو وومن یونیورسٹی دی، میڈیکل کالج دیا اور انجینئرنگ یونیورسٹی دی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے سیالکوٹ کے یہ دیرینہ مطالبات شرمندہ تعبیر ہوئے اور جن بچیوں کی تعلیم نامکمل رہتی تھی اب وہ اپنی تعلیم مکمل کر سکیں گی۔ اب میں وقت کی کمی کے پیش نظر اس بجٹ پر اپنی بحث ختم کرتی ہوں۔ بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: بہت مہربانی۔ رانا بابر خان صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ ناظمہ جواد ہاشمی!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ راحت اجمل!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ روبینہ شاہین وٹو!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ شمیلہ اسلم صاحبہ!

محترمہ شمیلہ اسلم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب چیئرمین!شکریہ۔میں سب سے پہلے وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف،وزیر خزانہ پنجاب جناب کامران مائیکل اور اُن کی ٹیم کو tax free، عوام دوست اور متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

جناب چیئرمین!پنجاب کا یہ بجٹ جو 654۔ارب اور 67 کروڑ روپیہ پر محیط ہے اس میں جہاں ایک طرف غریب عوام کو صحت اور تعلیم کی سہولیات دی جارہی ہیں وہاں دوسری طرف ملک سے غربت اور بے روزگاری کے خاتمہ کے لئے بہت سے اقدامات کئے جارہے ہیں۔اس بجٹ میں بہت سی عوام دوست پالیسیاں بنائی گئی ہیں جن میں جناح آبادی سکیم ہے، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم ہے، دانش سکول سسٹم ہے، پانچ اضلاع میں ماڈل بازاروں کا قیام ہے، مسیحی بھائیوں کے لئے کرسمس پیکج ہے، مسلمان بھائیوں کے لئے رمضان پیکج ہے اور پنجاب روزگار سکیم ہے جس کے لئے نوجوانوں کو پیلو کیب ٹیکسیاں فراہم کی جائیں گی جس کے لئے مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔اس کے علاوہ انہیں آسان شرائط پر قرضے دیئے جائیں گے اور زرعی گریجویٹس کو لیز پر پچیس ایکڑ تک زمین دی جائے گی۔میڈیکل کالج، خواتین یونیورسٹیاں اور ہونہار طلباء کے لئے وظائف بھی اس میں شامل ہیں۔اس بجٹ میں جہاں ایوان وزیراعلیٰ کے لئے ایک چوتھائی رقم کم رکھی گئی ہے وہاں میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ جس طرح سرکاری رہائش گاہوں کی آرائش و تزئین پر پابندی عائد کی گئی ہے اسی طرح ہمارے اضلاع میں ڈی پی او، ڈی سی او اور ای ڈی اوز کی بڑی بڑی کوٹھیاں ہیں اُن کے حجم کو کم کر کے وہاں پر فلاحی ادارے قائم کئے جائیں۔

جناب چیئرمین!متاثرین سیلاب کی آبادکاری کے لئے حکومت پنجاب نے جو بھی اقدامات اُٹھائے ہیں وہ قابل ستائش ہیں جو اُن کے مسائل کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔اس کے علاوہ صوبے کے مختلف حصوں میں لگائی گئی چیئر لفٹوں کو تین سال تک کے لئے tax free قرار دیا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت اچھی بات ہے کیونکہ جب ہماری عوام بلا تخصیص اُمراء اور غُرباء سیر کے لئے پہاڑی مقامات پر جاتے ہیں تو اُنہیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس طرح اُنہیں ایک سستی تفریح میسر آئے گی۔

جناب چیئرمین!پنجاب کی معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے۔زراعت کے شعبہ کو ترقی دینے کے لئے تقریباً 3۔ارب اور 40 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے، اس شناخت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس شعبہ کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے۔ضلع وہاڑی کا شمار بھی زرعی علاقہ میں

ہوتا ہے، یہاں پر 1992 سے Regional Agriculture Economic Development Centre قائم ہے جو کہ چھ ایکڑ رقبہ پر محیط ہے، یہاں پر چھوٹے ڈپلومہ کورسز کروائے جاتے ہیں اگر اس کالج کو اپ گریڈ کر کے زرعی کالج کا درجہ دے دیا جائے تو وہاڑی کے ارد گرد کے اضلاع کے بچے لاہور اور فیصل آباد جانے کی بجائے وہاڑی میں ہی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک چیز اور کہوں گی کہ زرعی گریجویٹس کو جو زمینیں لیز پر دی جا رہی ہیں وہ موجودہ حکومت کا بڑا انقلابی قدم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں چیک اینڈ بیلنس کے سسٹم کو بہتر بنایا جائے۔ محکمہ ریونیو کو پابند کیا جائے کہ وہ اس کی رپورٹیں دیں کہ اگر زمینیں دی گئی ہیں تو اس سے نوجوانوں نے کیا فائدہ اٹھایا ہے اور اگر نہیں دی گئیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین! ضلع وہاڑی کی تحصیل وہاڑی میں لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک ایک کالج ہے وہاں بسیں مہیا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ خواتین کی فلاح و بہبود کے حوالے سے کہوں گی کہ 13۔ارب روپے رکھے گئے ہیں اپوزیشن کی طرف سے اعتراض آیا تو ہم نے "پڑھا لکھا" پنجاب کا نعرہ نہیں لگایا۔ ہم نے اپنی خواتین کو تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے چار یونیورسٹیاں بنائی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج کی پڑھی لکھی لڑکیاں جب کل مائیں بنیں گی تو معاشرہ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو گا۔

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کروں گی کہ جس طرح ساہیوال میں Working Women Hostel بنایا جا رہا ہے ضلع وہاڑی میں بھی Working Women Hostel بنایا جائے۔ اٹھارہویں ترمیم کے تحت جو Ministry for women پنجاب میں آئی ہے اس میں کرائسز سنٹرز بھی ہیں جن کا نام بدل کر بے نظیر بھٹو شہید سنٹر زرکھ دیا گیا کیا ہی اچھا ہو کہ اگر ہم اسے own کریں اور اگر ہم کسی وجہ سے اس کو own نہیں کر سکتے تو پھر دارالامان کے ساتھ ان اداروں کو attach کر دیں تو بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔

جناب چیئرمین! وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب پچھلے دنوں وہاڑی تشریف لائے تھے انھوں نے وہاڑی کے ڈی ایچ کیو ہسپتال کو upgrade کرنے کے لئے کہا، انھوں نے وہاں underpass، Women Centre اور Industrial Estate کی منظوری دی۔ اس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم اور صحت ان کی ترجیحات میں شامل ہیں، وہاڑی میں ایک یونین کونسل داد کمیرہ ہے جو تیس دیہاتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں B.H.U ہے اور نہ ہی لڑکیوں کا کوئی

ہائی سکول ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہاں پر B.H.U اور ایک لڑکیوں کا ہائی سکول بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

جناب چیئر مین! میں آخر میں کہوں گی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے بہت اچھی بات کی اور کہا کہ ہمیں خون میں بھیگی غیر ملکی امداد قبول نہیں ہے۔ یہ وہ امداد ہے جو ڈرون حملوں کے نتیجہ میں پاکستان حاصل کرتا ہے۔

جناب چیئر مین: شکریہ

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب چیئر مین! صرف ایک شعر پڑھ لینے دیں۔

جناب چیئر مین: شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بہت تیاری کی ہوئی ہے۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! میں اپنی پاکستانی عوام کے لئے اسی امداد کے حوالے سے کہوں گی کہ "سر اٹھا کر جینا ہے جھکا کر نہیں"۔

سنو اے ساکنان خاک و ہستی ندا آ رہی ہے آسمان سے
آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیات جاوداں سے
بہت شکریہ

جناب چیئر مین: محترمہ نجمی سلیم صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ دیبا مرزا صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ کشور قیوم صاحبہ!

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ کشور قیوم صاحبہ!

محترمہ کشور قیوم: جناب سپیکر! میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے صوبائی بجٹ 12-2011 پر اظہار خیال کا موقع دیا۔

جناب سپیکر! پاکستان اور پنجاب کے عوام ہر لحاظ سے بے حال ہو چکے ہیں۔ سیاست اور بجٹ پر ان کا اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ عوام بجٹ کو لوٹ مار کی دستاویز سمجھتے ہیں۔ کہنے کو تو پنجاب کے حکمران شریف ہیں مگر عملی طور پر پنجاب میں شرافت اور دیانت بالکل ختم ہو چکی ہے اور یہاں امن وامان نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ پنجاب کی عوام کی حالت کچھ اس طرح ہے کہ:

اک عمر اپنی آگ میں جلتے رہے مگر
آواز دے سکے نہ کسی چارہ گر کو ہم
ہر ایک چارہ گر کو چارہ گری سے تھا گریز
وگرنہ ہمیں جو دکھ تھے بہت لادوا نہ تھے

جناب سپیکر! پنجاب کے عوام اپنی جان و مال کا تحفظ مانگتے ہیں مگر پنجاب حکومت گزشتہ تین سالوں کے دوران سکیورٹی کے نام پر اربوں روپے خرچ کرنے کے باوجود عوام کی جان و مال کے تحفظ کو یقینی نہیں بنا سکی۔ جرائم کی شرح میں کمی کی بجائے اضافہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم کے بعد پنجاب کے وسائل اور اختیارات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ تعلیم، صحت اور امن و امان کا قیام صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن صوبائی حکومت اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے بجائے وفاق پر انگلیاں اٹھاتی رہتی ہے اور عوام کو confuse کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اسی طرح مہنگائی کو کنٹرول کرنا بھی صوبائی حکومت کا کام ہے جس میں حکومت بُری طرح ناکام ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب کے وزیر اعلیٰ اپنی تقاریر میں انقلاب کے نعرے لگاتے ہیں مگر ان کو اتنی ہمت نہیں کہ جاگیرداروں کو ٹیکس کے دائرے میں لا سکیں۔ میں مطالبہ کرتی ہوں کہ زراعت سے حاصل کی جانے والی آمدنی پر بھی ٹیکس نافذ کیا جائے اور ہر وہ شخص جو ٹیکس ادا کر سکتا ہے جس کی آمدنی taxable ہے اسے ٹیکس ادا کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! بجٹ میں ییلو کیب سکیم کے لئے جو فنڈز رکھے گئے ہیں ان کا مقصد مسلم لیگ (ن) کے کامبروں کو نوازنا ہے۔ جس طرح پہلے بھی ییلو کیب سکیم میں اربوں روپے ڈوب چکے ہیں اسی طرح موجودہ بجٹ میں رکھے گئے اربوں روپے ڈوب جائیں گے۔ پنجاب میں نوجوانوں کو روزگار دینے کے لئے زراعت پر مبنی چھوٹی صنعتوں پر سرمایہ کاری کی جائے تو بہت سے لوگوں کو روزگار حاصل ہوگا۔

جناب سپیکر! میں دانش سکولوں کے حوالے سے کہوں گی کہ پنجاب میں مسلم لیگ (ن) اپنے ووٹ بنک میں اضافے کی سیاست کر رہی ہے اور اس کے لئے وہ اربوں روپے خرچ کر رہی ہے۔ میں یہ کہتی ہوں کہ دانش سکولوں کے بجائے پہلے سے موجود گورنمنٹ سکولوں کی ناگفتہ بہ حالت کو بہتر کرنے کے لئے پیسا خرچ کرنا چاہئے۔ گورنمنٹ کے سکول ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور بچے زمین پر

بیٹھ کر پڑھنے پر مجبور ہیں۔ وہاں اساتذہ کی تعداد بھی پوری نہیں ہوتی اس لئے گورنمنٹ کے سکولوں کی حالت بہتر بنانی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں مساوی ترقی کے حوالے سے کہوں گی کہ جب بھی مسلم لیگ(ن) کی حکومت اقتدار میں آتی ہے تو وہ پسماندہ اضلاع کی حق تلفی کر کے اربوں روپے تخت لاہور پر خرچ کر دیتی ہے جبکہ پورے پنجاب میں مساوی پیسے خرچ ہونے چاہئیں تاکہ پسماندہ علاقوں کی حالت بھی بہتر ہو۔ امیر اور غریب کے درمیان جو فرق ہے وہ تشویشناک حد تک بڑھتا جا رہا ہے۔ پاکستان کے عوام جب تک انقلاب برپا کر کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی اجارہ داری اور بالا دستی ختم نہیں کرتے ان کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ بھٹو شہید نے کہا تھا کہ:

> Pakistan is a poor country. The rich of Pakistan are among the richest in the world. The poor of Pakistan are among the poorest in the world. This is not Law of God. This is not message of Islam. This is not the ideology of Pakistan.

میں آخر میں حبیب جالب کا ایک شعر پڑھوں گی کہ:

اعلان ہوتا ہے جب بجٹ کا
غریبوں کا ہی ہو جاتا ہے جھٹکا
شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ ندیم کامران صاحب!

MINISTER FOR ZAKAT AND USHR(Malik Nadeem Kamran): Mr. Speaker! On the behalf of Chief Minister Punjab and honourable members of Punjab Assembly I welcome a delegation of Korea who is visiting Pakistan and Punjab. I welcome Mr. Riu, Mr. Chu, Mr. Lee, Mr. Xang, Mr. Han and Mr. Leeban. They are all welcome in this House. Thank you very much.

MR DEPUTY SPEAKER: On the behalf of Provincial Assembly of the Punjab we also welcome you all here in Punjab Assembly. Dr. Amna Buttar.

ڈاکٹر آمنہ بُٹر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ سب سے پہلے میں محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کو خراج عقیدت پیش کرتی ہوں کہ اُن کی دی گئی قربانیوں اور اُن کے دیئے گئے مفاہمت کے منشور کی وجہ سے ہی آج وفاق اور تمام صوبوں میں جمہوری حکومت کا چوتھا بجٹ پیش کیا جا رہا ہے اور discuss کیا جا رہا ہے۔ میں صدرِ پاکستان جناب آصف علی زرداری کی بھی بہت مشکور ہوں اور اُن کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ اُن کی فہم و فراست، سیاسی بصیرت اور اُن کی مفاہمت کی پالیسی کی وجہ سے ہی ہمارے پاکستان اور تمام صوبوں میں چوتھا بجٹ پیش کیا جا رہا ہے۔ دراصل میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ جب میں نے اپنا نام لکھوایا تھا تب آپ کو چاہئے تھا کہ مجھے اُسی وقت ٹائم دے دیتے کیونکہ یہاں پر بیٹھے ہوئے میں اس بجٹ کو پڑھے جا رہی ہوں اور مزید باتوں کا پتا چل رہا ہے۔ اس بجٹ سے مجھے ایک کہانی "Emperor has no clothes" یاد آ گئی ہے جو ہم سب نے بچپن میں پڑھی تھی۔ "ایک شہنشاہ ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ مجھے ایک ایسا لباس بنا کر دو جو پہلے کبھی کسی نے نہ پہنا ہو اور ایک بہترین لباس ہو لیکن وہ درزیوں سے بنتا نہیں ہے اس لئے وہ ایک خیالی لباس بنا دیتے ہیں۔ پھر اُس کے خوشامدی کہتے ہیں کہ شہنشاہ سلامت! کیا بہترین لباس ہے مگر ایک بچہ کہتا ہے کہ شہنشاہ نے تو کوئی کپڑے پہنے ہی نہیں ہوئے"۔ اس بجٹ کے حوالے سے فنانس منسٹر کا تو قصور ہی نہیں ہے کیونکہ اُن کو تو آخری دن بتایا گیا ہے کہ وہ فنانس منسٹر ہیں جنھوں نے بجٹ پڑھ دیا مگر وزیر اعلیٰ کی جس ٹیم نے یہ بجٹ تیار کیا ہے وہ ایک ایسا لباس ہے جسے حکومتی بنچوں پر بیٹھنے والے لوگوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ ہم اپنے پنجاب کے بجٹ کو discuss کر رہے ہیں اس لئے ہمیں سچ بولنا چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ اس بجٹ میں ہمارا صوبہ 1072۔ارب روپے کے overdraft میں کیوں ہے؟ یہ مختلف numbers میں اِن چیزوں کو hide کر دیتے ہیں اس لئے ہم پڑھے لکھے لوگوں کو بیٹھ کر پڑھنا اور دیکھنا چاہئے کہ 2009-10 میں ہمارے بنک بیلنس میں 183۔ارب روپے تھے لیکن اب ہم 1072۔ارب روپے کے deficit میں ہیں۔ ویسے ہم باتیں کرتے ہیں کہ ہم یہ بنا دیں گے وہ بنا دیں لیکن کہاں سے بنائیں گے کیونکہ ہمارے پاس تو پیسے ہی نہیں ہیں؟ میں آپ کو اس لباس کی دھجیاں مزید بتاتی ہوں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اغیار کی امداد اور قرضہ نہیں لیں گے لیکن یہ جو اس بجٹ میں دیا گیا ہے کہ foreign loans میں ہم نے 2010-11 میں 12۔ارب روپے لئے اور 2011-12 میں foreign loans کی مد میں 30۔ارب روپے رکھے ہوئے ہیں، کیا یہ قرضہ نہیں ہے؟ اس کے علاوہ ہم نے foreign assistance projects میں 2010-11 میں 5.4۔ارب روپے لئے اور اسی مد

میں2011-12 میں18.6۔ارب روپے رکھے ہوئے ہیں۔ ہم کیوں کہتے ہیں کہ ہم اغیار سے امداد اور قرضہ نہیں لیں گے ؟اول تو ہمیں یہ کہنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ اگر ہم امداد اور قرضہ نہیں لیں گے تو پھر کہاں سے کھائیں گے اور یہ تمام projects کہاں سے بنیں گے ؟اصل دھوکا یہ ہے کہ ہم غیر ملکی قرضہ لے رہے ہیں اور اگلی مد میں رکھا بھی ہوا ہے پھر بھی ہم ایسے جھوٹے دعوے کرتے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!دوسری بات یہ ہے کہ جب میں یہ پڑھ رہی تھی تو مجھے ایک alarming بات نظر آئی کہ ہمارے trust accounts جن میں Forestry, Police Welfare Fund, Provident Fund, Benevolent Fund, Welfare Fund اور Insurance Fund ہیں یہ وہ پیسے ہیں جو ملازمین اپنی تنخواہ میں سے اپنے بُرے وقت کے لئے کٹواتے ہیں اور آگے جب انہوں نے ریٹائر ہونا ہوتا ہے یا خدانخواستہ جب وہ بیمار ہو جائیں تو اُن کو disability ملے۔ یہ جو 1072۔ارب روپے کا overdraft ہے ہم نے اس پیسے میں سے پیسا کھایا ہے۔2010-11 کے fiscal year کے شروع میں 13۔ارب روپے اس اکاؤنٹ یعنی Provident Fund, Benevolent Fund, Welfare Fund اور Insurance Fund میں موجود تھے لیکن اِس وقت ہمارا 1072۔ارب روپے کا deficit ہے جس کا مطلب ہے کہ ہم نے یہ 13۔ارب روپے بھی اُن کے اکاؤنٹ میں سے لے لئے ہیں یعنی ہم نے مزید 10 بلین روپے overdraft کر لئے اور 23 بلین روپے اپنے low level کے ملازمین کے مستقبل میں سے نکال کر ان جھوٹے وعدوں پر خرچ کر دیئے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ مصیبتیں آئی ہیں جیسے سیلاب کے لئے ہمیں پیسے چاہئیں تھے مگر خدارا 1072۔ارب روپے کا کیسا لباس بنایا ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ!پلیز wind up کیجئے۔

ڈاکٹر آمنہ بُٹر: جناب سپیکر!آپ کو تھوڑا سا ٹائم دینا پڑے گا کیونکہ یہ بہت alarming اور ہم سب کے لئے بہت اہم باتیں ہیں جو ہمیں سننی اور دیکھنی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا زیادہ بولنا باقیوں کے لئے بہت alarming ہے کیونکہ وہ بھی اپنی باری کے انتظار میں ہیں۔

ڈاکٹر آمنہ بُٹر: جناب سپیکر!یہ بہت اہم باتیں ہیں۔ میں نے بہت ساری باتیں لکھی ہوئی تھیں لیکن کوئی بات repeat نہیں کروں گی۔ ہمارے پاس domestic commercial banks کا قرضہ 176۔ارب روپے سے بڑھ کر 235۔ارب روپے پچھلے سال تھا اور اگلے سال 251۔ارب روپے ہو

جائے گا۔ ہم کیوں کہتے ہیں کہ ہم اغیار کی مدد نہیں لیں گے؟ میں آپ کو مثال دیتی ہوں جیسے میں خود ڈاکٹر ہوں اور اس اسمبلی میں بھی ایسے ڈاکٹر ہیں جو امریکہ میں رہے ہیں۔ جو ڈاکٹر امریکہ میں ہیں اُن کی collective income ایک۔ارب ڈالر سالانہ ہے۔اگر وہ محنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں پیسا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ ہمیں اس بات کا بھی حساب دینا ہے کہ ہم جو پیسا ڈویلپمنٹ کے لئے رکھتے ہیں اُسے خرچ کیوں نہیں کرتے؟ ہم نے 196۔ارب روپے رکھا اور کہا کہ 138۔ارب روپے خرچ کئے ہیں۔ جس دن اپوزیشن لیڈر بات کر رہے تھے تو وزیر قانون نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں، ہم نے 138۔ارب روپے خرچ نہیں کئے بلکہ ہم نے تو صرف 50۔ارب روپے خرچ کئے ہیں۔ یہ بات اتنے فخر سے کہنے کی نہیں ہے بلکہ بہت شرم کی بات ہے کہ کم خرچ کئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ سب نے بولنا ہے مگر کچھ ایسی باتیں جو ابھی تک کسی اور نے نہیں کیں خاص طور پر یہ جو numbers والی باتیں ہیں۔ جب میں یہ documents پڑھتی گئی تو مجھے مختلف افسانے ملتے گئے۔ Pro poor institution کے افسانے میں 24۔کروڑ روپے رکھے گئے جو خرچ نہیں کئے گئے۔ اوکاڑہ میں shelter بنانے کے لئے ایک کروڑ روپیہ رکھا گیا مگر خرچ نہیں کیا گیا۔ Low Income Housing کی مد میں شیخوپورہ، لودھراں اور رینالہ خورد میں ہم نے 19۔کروڑ روپے خرچ کرنے تھے مگر نہیں کئے بلکہ ہم نے مختلف شہروں میں دفتروں کو repair کرانے کے لئے 40 لاکھ روپے خرچ کر دیئے۔ سپیشل ایجوکیشن کی buildings کی مد میں ہم نے 30۔کروڑ روپے رکھے تھے مگر زیرو روپے خرچ کئے۔ ایک بہت اچھا ادارہ "قصرِ بہبود" جو میرے گھر کے پاس ہے وہاں سے کافی بچیوں کو فائدہ ہوتا ہے کیونکہ وہاں پر خواتین کے لئے ووکیشنل ٹریننگ کا بھی انتظام ہے جن کی بلڈنگ (K) بلاک میں bomb blast ہونے کی وجہ سے تھوڑی سی damage ہو گئی تھی۔ ہم women empowerment اور غربت کی بات کرتے ہیں لیکن آپ بغور دیکھیں کہ 2.7 کروڑ روپے کی ضرورت تھی لیکن خرچ صرف 30 لاکھ روپے کئے گے اور اِس سال کوئی allocation نہیں کی گئی۔ پھر ہم اس طرح کے خواب دکھاتے ہیں کہ ہم پچاس ووکیشنل ٹریننگ سنٹر اس سال کھولیں گے جس میں صرف 3 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے یعنی پچاس ووکیشنل ٹریننگ سنٹر اُسی خواب میں کھولے جائیں گے جو ہمیں نظر نہیں آئیں گے۔ میں ہاؤسنگ کے سلسلے میں budget document بڑے شوق سے دیکھتی جا رہی تھی کیونکہ میں NA-127 کے علاقے میں رہتی ہوں وہاں کام بھی کرتی ہوں اور اپنے فنڈز بھی خرچ کرتی ہوں اور ویسے بھی گرین ٹاؤن اور ٹاؤن شپ ایک غریب علاقہ ہے۔ تختِ

لاہور کی Myth واقعی Myth ہے۔ کلمہ چوک میں فلائی اوور جس کی ضرورت ہی نہیں تھی اور جس project کا PC-1 بھی نہیں بنا تھا اُس کے لئے پتا نہیں کہاں سے پیسے آئے ہیں؟ کلمہ چوک کے فلائی اوور سے گرین ٹاؤن اور ٹاؤن شپ کا علاقہ تقریباً 10 کلو میٹر بھی دُور نہیں ہے جہاں غربت میں پھنسے ہوئے لوگ ہیں۔ میں یہ ضرور کہوں گی کہ وہاں پر ایک جمنیزیم کے لئے 1.5 کروڑ روپے مختص کئے گئے جو بہت اچھی بات ہے مگر خرچ نہیں ہوئے۔پتا ہے کون سا جمنیزیم بنا؟ سول سیکرٹریٹ کے جمنیزیم پر 18 لاکھ روپے خرچ کر دیئے گئے۔ ہماری اسمبلی کے بہت سارے لوگ وحدت کالونی میں رہتے ہیں جن کی سکیورٹی کے لئے 12 لاکھ روپے مختص کئے گئے تھے جن میں سے صرف 3 لاکھ روپے خرچ کئے گئے کیونکہ ان کی سکیورٹی اتنی اہم نہیں ہے؟ معلوم ہے کہ کن کی سکیورٹی اہم ہے؟ جی او آر کی سکیورٹی wire کے لئے 4 لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ چیف سیکرٹری کا برآمدہ بنانے کے لئے 1.3 کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔ وحدت کالونی والوں کی سکیورٹی اہم نہیں ہے، چیف سیکرٹری کا برآمدہ اہم ہے۔ نشتر کالونی میں جمنیزیم اہم نہیں ہے جبکہ سول سیکرٹریٹ کا جمنیزیم اہم ہے۔ پھر ہم بات کرتے ہیں کہ good governance ہے اور شفافیت ہے۔ گریڈ 18 سے 20 کے آفیسرز کی رہائش کے لئے پچھلے سال جی او آر۔II اور جی او آر۔IV میں 10 کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! wind up کریں۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! wind up کر رہی ہوں۔ میں وہ باتیں کر رہی ہوں جو کسی اور نے نہیں کیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن وقت بھی تو دیکھیں۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! بس دو منٹ مزید دے دیں۔ جی او آر میں سٹریٹ لائٹ اور فٹ پاتھ کی مرمت کے لئے کروڑوں روپے خرچ کئے گئے اور ایک مد جس کی مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی جس کی وضاحت بھی چاہئے کہ جسٹس رمدے صاحب کی Security \ Cap analysis میں 73 لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ان تمام چیزوں پر پیسے خرچ کئے گئے جس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ایسا صوبہ جس کے پاس پیسے نہیں ہیں اور ہم ایک ہزار بلین روپے کے overdraft پر ہیں۔ Yellow Cab Scheme کی بات کرتے ہوئے وزیر خزانہ تقریر میں یہ بھول جاتے ہیں کہ روزگار سکیم میں پڑھے لکھے لوگوں کے لئے جو 20 ہزار روپے کا loan دیا گیا ہے، اگر ہم ایم اے یا ایم بی اے، بی کام پاس لڑکے اور لڑکیوں کو یہ کہہ رہے ہیں کہ تم Yellow Cab چلاؤ اور تم یہ 20 ہزار روپے قرضہ لو جس سے صرف چھابڑی لگ سکتی ہے تو

پھر ہمیں اپنی یونیورسٹیاں بند کر دینی چاہیئں کیونکہ ہم پہلے ہی کہہ رہے ہیں کہ ہماری تعلیم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہم تو انہیں کہہ رہے ہیں کہ "ڈگری سٹ تے چولہے وچ پا، تعلیم دا کہہ کرنا اے چھابڑی لاتے ٹیکسی چلا"۔

جناب سپیکر! چونکہ میں ڈاکٹر ہوں تو صحت کے شعبہ میں صرف ایک بات کرنا چاہتی ہوں کہ میرا پریکٹس کا بیس سالہ تجربہ ہے، موبائل ہیلتھ یونٹ کا منصوبہ پوری دنیا میں disaster management میں استعمال ہوتا ہے، ہمارے پاس ہزاروں کی تعداد میں B.H.Us پڑے ہوئے ہیں کیا اس حکومت کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنے کا یا ناجائز قبضوں کو قانونی قرار دینے کا ایک نیا منصوبہ ہے ؟ ہمیں تو یہ کرنا چاہئے کہ Primary care is the most important one ہمیں تو شہروں میں یونین کونسل کی سطح پر B.H.Us بنانے چاہیئں۔ جب ہم ان پر focus کریں گے تو ہمیں کڈنی ڈائلسز سنٹرز اور ٹرانسپلانٹیشن سنٹر کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم ہیپاٹائٹس پر بہت کم پیسے خرچ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے لوگ اس میں زیادہ مبتلا ہو رہے ہیں جبکہ میں تین سال سے کہہ رہی ہوں کہ This is a preventable disease ہمیں ہیپاٹائٹس (بی) کے لئے ویکسی نیشن پر کام کرنا چاہئے تاکہ لوگوں کو ہیپاٹائٹس نہ ہو۔ ہمیں اس بات پر کام کرنا چاہئے۔

میں عوام کے جذبات کی عکاسی کر رہی ہوں جب میں بجٹ کے بارے میں کہتی ہوں کیونکہ ہم ہر سال یہی بات کرتے ہیں۔ مرزا خالد نے کیا خوب کہا ہے کہ :

تیرے وعدے پر جئے تو یہ جان جھوٹ جانا
خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ انجم صفدر صاحبہ!

محترمہ انجم صفدر: شکریہ۔ جناب سپیکر! پہلے دن نام دیا تھا لیکن لگتا تھا کہ انتظار کرتے کرتے آخری دن باری آئے گی۔ آپ نے آمنہ بٹر صاحبہ کو20 منٹ دیئے ہیں تو کم از کم مجھے15 منٹ تو دیں گے۔ بجٹ کے حوالے سے جتنی باتیں میں نے سنیں تو تھوڑا سا میرا بھی دل یہ کر رہا ہے کہ ان باتوں کا جواب دوں۔ بات کی جا رہی ہے کہ ہم over lapse ہو گئے ہیں۔ میں نے PILDAT کے پروگرام میں بڑی سرخی دیکھی کہ 125۔ارب روپے کا خسارہ وفاق کا ہے جو کہ وفاق صوبوں سے مانگ رہا ہے۔ یہ کیسا بجٹ تھا کہ وفاق صوبوں سے پیسے مانگ رہا ہے کم از کم صوبے اضلاع سے تو نہیں مانگ رہے۔ دوسری بات

محترمہ آمنہ بٹر نے کی کہ یہ کیسا بجٹ بنایا گیا؟ یہ میں فسانہ بول رہی ہوں اور میں افسانے دیکھ رہی تھی لیکن الحمدللہ ان افسانوں میں اڑھائی سال یہ بھی شامل رہے اور انہی کے وزیر جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب تھے لیکن آج یہ بڑی اونچی آواز اور شور کے ساتھ کامران مائیکل صاحب کو باتیں سنا رہے ہیں تو تنویر اشرف کائرہ صاحب کو کیا تھا جو کہ اس وقت وزیر خزانہ تھے۔آج انہیں یہ ساری چیزیں نظر آ رہی ہیں تو یہ اس وقت حکومت میں شامل تھے اور انہیں ابھی الگ ہوئے صرف اڑھائی تین ماہ ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر!انہوں نے سیلاب کی بات کی لیکن الحمدللہ مجھے فخر ہے اپنے وزیراعلیٰ پر، مجھے فخر ہے اپنی پنجاب کی قوم پر اور مجھے فخر ہے اپنی قیادت پر کہ سیلاب کے وقت وفاق سے ایک کوڑی نہیں ملی تھی اور ہم نے خود اپنی مدد کی اور 11 اضلاع کے 63 لاکھ متاثرین کی وزیراعلیٰ صاحب اور پنجاب کے عوام نے مدد کی۔ ہم نے پنجاب کے عوام کی مدد تو کرنی تھی لیکن دوسرے صوبوں میں جا کر بھی متاثرین سیلاب کی مدد کی۔

جناب سپیکر!آج یہ فوڈ سٹیمپ کی بات کر رہے ہیں کہ یہ ہم نے بے نظیر سپورٹ پروگرام کی نقل کی تو مجھے بتائیں کہ ہم نے یہ کیسے نقل کی کیونکہ 1997 میں فوڈ سٹیمپ سکیم اڑھائی سال تک کامیابی سے چلتی رہی۔ میاں محمد نواز شریف حکومت کا یہ کارنامہ تھا جس کی انہوں نے بے نظیر سپورٹ پروگرام کے نام سے نقل کی۔ کیری لوگر بل کی صورت میں ویلفیئر کے کاموں کے لئے ملنے والے پیسے اس سکیم پر خرچ ہوتے ہیں لیکن یہ پیسے لوگوں کو چھ چھ مہینے نہیں دیتے اور چھ ماہ بعد پیسے دیتے ہیں۔ روکا اس لئے جاتا ہے تاکہ لوگوں کو وہ رقم کافی لگے تاکہ یہ کل کو ووٹ حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر!ان کی کرپشن کی کیا بات کی جائے؟ان کے بیرون ممالک جانے والے وفد کے بارے میں اخبارات میں شہ سرخیاں تھیں کہ ان کے صدر اور وزیراعظم کے ایک کمرے کا ایک رات کا کرایہ 60 لاکھ سے 80 لاکھ روپے تک ہے جو کہ بجٹ میں بتایا گیا جبکہ پنجاب حکومت کی طرف سے جب بیرون ممالک ہونہار شاگردوں کو لے جایا جاتا ہے تو ساتھ جانے والے وفد میں ہماری کابینہ اور معزز ممبران اپنی جیب سے خرچ کر کے جاتے ہیں۔ بلاول کے کمرے کا کرایہ 45 لاکھ روپے ہے جو کہ سرکاری خزانے سے جا رہے ہیں۔خسارے کا بجٹ تو یہ دے رہے ہیں ہم سے کیا بات کرتے ہیں؟

جناب سپیکر!یہ روٹی کپڑا اور مکان کی بات کرتے ہیں۔کون سی روٹی؟میں بچپن سے سن رہی ہوں روٹی کپڑا اور مکان لیکن میرے بچے جوان ہو گئے اور بیاہے بھی گئے لیکن آپ نے جس غریب کو روٹی کپڑا اور مکان دینا تھا اسے ہی ختم کر کے رکھ دیا ہے۔آپ نے انہیں اپنی عیاشیوں میں ختم کیا ہے

اور انہی کی عیاشیوں کی وجہ سے ہم لوگ لوٹے گئے ہیں اور آج ہم اس حالت میں پہنچ گئے ہیں کہ ہمیں بجلی مل رہی ہے، نہ گیس مل رہی ہے اور یہ سلوک صرف پنجاب کے ساتھ ہو رہا ہے۔ وہ بھی صرف اس لئے کیا جا رہا ہے کہ یہاں ان کی حکومت نہیں ہے۔ یہ پنجاب کے ساتھ سوتیلے پن کا سلوک کیوں ہو رہا ہے؟ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے ہماری انڈسٹری تباہ ہو گئی ہے، لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں مزدور بے روزگار ہو گئے ہیں اور لوگوں کے گھروں میں روٹی نہیں ہے۔ اگر -/2 روپے کی روٹی میری حکومت نے دینی شروع کی تھی تو انہیں تکلیف ہوئی کہ لائنیں لگی ہوتی ہیں۔ مجھے بتائیں کہاں انہوں نے لائنیں لگی دیکھیں؟ جس کے پیٹ میں بھوک ہو گی وہ لائنوں میں کھڑا ہو گا اور کیوں نہیں کھڑا ہو گا؟ اگر وہ لائنوں میں کھڑے ہو کر -/2 روپے کی روٹی 10 بچوں کے لئے لے جاتا تھا تو انہیں یہ تکلیف ہو رہی تھی، ہماری وہ سکیم چلتی رہتی تھی اگر ہم پر سیلاب کی آفت نہ آتی۔

معزز ممبران حزب اختلاف: کلمہ چوک۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! کلمہ چوک کی بات نہ کریں کیونکہ ہم لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کے ماننے والے ہیں۔ حقائق بڑے تلخ ہوتے ہیں جبکہ بات کرنا اور تنقید کرنا بڑا آسان ہے لیکن تنقید وہ کی جائے جو صحت مندانہ ہو۔ مجھے شرم آ رہی ہے ان کروڑوں روپے کے کھاتوں کو دیکھ کر اگر میں ان کو سنانا شروع کر دوں، جو آمنہ الفت صاحبہ سنا رہی تھی وہ تو لاکھوں میں تھے لیکن یہ کروڑوں کے کھاتے ہیں جو میرے پاس ہیں۔ ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور فنانس منسٹر جناب کامران مائیکل کو مبارکباد بھی پیش کرتی ہوں جنہوں نے اپنی دن رات کی کاوشوں سے ایک عوام دوست اور متوازن بجٹ پیش کیا۔ یہاں پر میں تعلیم کی بات کروں، صحت کی بات کروں، انفراسٹرکچر کی بات کروں، زراعت کے حوالے سے بات کروں، خواتین کے بجٹ کے حوالے سے بات کروں یا کوئی بھی بات کروں، یہاں پر جو بجٹ پیش کیا گیا ہے مجھے اس پر فخر محسوس ہو رہا ہے۔ الحمدللہ آنے والا وقت بتائے گا کہ اس بجٹ میں کیا اچھائیاں تھیں اور یہ لوگ جو اس میں خامیاں ڈھونڈ رہے تھے ان کا نام و نشان بھی نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! میں تعلیم کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی۔ ہمیشہ وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جو پڑھی لکھی ہوتی ہیں۔ تعلیم کے معاملہ پر جس طرح میاں محمد شہباز شریف نے بھرپور کردار ادا کیا ہے میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ دانش سکول کے حوالے سے یہاں پر بہت تنقید کی گئی۔ کاش!

یہاں پر اگر تنقید کرتے تو ان بڑے بڑے سکولوں پر کرتے جو دس دس ہزار روپے فیسیں لیتے ہیں، جو تعلیم کے نام پر مذاق اڑا رہے ہیں، جہاں تربیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور جہاں بچہ اپنے بڑے کو "آپ" کی بجائے "تُو" کر کے بلاتا ہے۔ میرے قائد نے اگر دانش نام کے سکولوں میں غریب کے بچے کو تعلیم دینے کی کوشش کی ہے تو کیا انہوں نے کوئی برائی کی ہے؟ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے ان ہونہار بچوں کی حوصلہ افزائی کی جو میرٹ پر آتے تھے اور ان کو وظائف دیئے۔

جناب سپیکر! جو پیلو کیب اور بیس ہزار روپے کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ میری کامران مائیکل صاحب سے درخواست ہے کہ بیس ہزار روپے کی رقم کو تھوڑا سا بڑھا دیا جائے کیونکہ اس مہنگائی کے دور میں جہاں ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کی انتہائی ضرورت ہے کہ اس رقم میں اضافہ کیا جائے تاکہ باعزت طریقے سے نوجوان روزی کما سکیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ wind up کریں۔

محترمہ انجم صفدر: خواتین کے لئے جو 13۔ارب روپے کا بجٹ رکھا گیا ہے میں اس سلسلہ میں بھی گزارش کرتی ہوں کہ خواتین کے اس بجٹ میں Micro Finance Credit کا پروگرام بنایا جائے تاکہ خواتین گھر میں بیٹھ کر اپنے لئے، اپنے بچوں کے لئے روزی کا انتظام کر سکیں اور اپنے شوہر کا ہاتھ بٹا سکیں۔

جناب سپیکر! میں صحت کے حوالے سے بات کروں گی کہ 1122 کی سروس کو بڑھایا جائے۔ موبائل ہسپتال کی جتنی بھی تعریف کروں وہ کم ہے۔ میں نے بہت سی جگہوں پر دیکھا ہے کہ لوگ اس کی بہت تعریف کر رہے تھے۔ اس سروس کی وجہ سے کئی لوگ مرنے سے بچے ہیں اس لئے جتنا بھی ہو سکے اس سروس کو بڑھایا جائے۔ جہاں تک بیرونی امداد لینے کی بات ہے تو ہم جو بیرونی امداد لے رہے ہیں اور جو کشکول پکڑا ہوا ہے اس کے بدلے میں ہمیں ڈرون حملوں کی شکل میں بے گناہ شہریوں کا خون تحفے میں مل رہا ہے۔ یہ ہمارے لئے قابل مذمت بات ہے اور ہم جتنی بھی اس کی مذمت کریں وہ کم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ سردار محمد ایوب خان گادھی!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ شمسہ گوہر!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، سید حسن مرتضیٰ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ ریحانہ اعجاز!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، ڈاکٹر فائزہ اصغر!

ڈاکٹر فائزہ اصغر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے جو یہ بات کہی ہے کہ ہم آج کے بعد foreign loan نہیں لیں گے، کاش کہ وہ اپنے قول و فعل میں تضاد نہ رکھتے کیونکہ اگلے دن ہی انہوں نے کہا کہ ہم امریکہ سے loan نہیں لیں گے لیکن ورلڈ ایشین بنک سے ضرور لیں گے۔ یہ کیسی بات ہے؟ اسی طرح کا تضاد آپ کے بجٹ میں کئی جگہوں پر ملتا ہے۔ اگر آپ بجٹ میں دیکھیں تو اس سال بھی 10۔ارب روپے غیر ملکی گرانٹ میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ حکومت کی نااہلی اور ان کی financial mismanagement ہے جس کی وجہ سے ہمارے صوبے کے قرضے اور حکومت کے خرچے دونوں بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ گزشتہ حکومت اِس حکومت کے لئے تقریباً 100۔ارب روپے سے بھی زیادہ رقم surplus میں چھوڑ کر گئی تھی اور اس وقت حکومت کا یہ حال ہے کہ وہ 486۔ارب روپے کے قرضے میں دبی ہوئی ہے جس میں سے 391۔ارب روپے بیرونی قرضے اور 95۔ارب روپے اندرونی قرضے ہیں۔ اس سال کے آخر تک 24۔ارب روپے مزید قرضے حکومت پر بڑھ جائیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اتنے زیادہ قرضے ہیں تو ہم نے اتنے سارے پیسے 220۔ارب روپے ڈویلپمنٹ کے لئے مختص کئے ہیں وہ کہاں سے آئیں گے اور کس طریقے سے استعمال کئے جائیں گے؟ اس حکومت کے بجٹ بنانے والے لوگ اگر اتنے دانشور تھے تو کاش وہ اس چیز پر غور کرتے کہ ہمارا ریونیو صرف 88۔ارب روپے ہے اور non taxable revenue صرف 35۔ارب روپے ہے۔ میں وزیر خزانہ کو کہوں گی کہ ان کے لئے یہ بات سننا بہت ضروری ہے کہ اگر ہمارا 35۔ارب روپے non taxable revenue ہے تو جب تک ہم اس کو نہیں بڑھائیں گے ہمارا گزارا کیسے چلے گا؟ ہم نے مانا کہ 80 فیصد بجٹ ہمیں فیڈرل گورنمنٹ سے مل رہا ہے لیکن اگر ہم نے باہر سے loans نہیں لینے تو جب تک ہم اپنے ٹیکس ریونیو کو نہیں بڑھائیں گے تو ہمارا صوبہ چل ہی نہیں سکتا۔ اس حکومت نے ریونیو بڑھانے کی بجائے جس چیز کو بڑھایا ہے وہ ہے لوڈ شیڈنگ اور گیس شیڈنگ۔ اس کی وجہ سے انڈسٹریاں اور بالخصوص چھوٹی انڈسٹریوں میں بجائے یہ کہ ان کی آمدنی میں کوئی اضافہ ہوتا ان کی آمدنی میں بہت زیادہ کمی ہو گئی۔ قیمتوں میں دو سو سے تین سو فیصد اضافہ ہوا ہے اور اس طرح لوگوں کی آمدنی میں کمی ہو گئی ہے۔ وقت بہت کم ہے اس لئے میں ایک دو چیزوں پر بہت localized بات کروں گی۔

جناب سپیکر! جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری 63 فیصد آبادی 25 سال سے کم عمر کے بچوں کی ہے اور 28 فیصد 15 سال سے کم عمر کے بچوں کی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ان کے لئے ہماری سب سے اہم چیز education ہے۔ آپ نے ڈویلپمنٹ بجٹ میں 220۔ارب روپے رکھ لئے لیکن ایجوکیشن کے بجٹ میں پچھلے سال سے ایک ارب روپے کم کر دیا گیا۔ آپ کی 14 فیصد تو official inflation ہے اور اگر non official inflation دیکھیں تو وہ 40 فیصد ہے۔ آپ نے ایجوکیشن کے بجٹ میں ایک ارب روپے کم کیا ہے مجھے اس کی explanation چاہئے کہ یہ کیا سوچ کر کیا گیا؟ ہمارے سپیشل بچوں کے لئے صرف 50 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور پچھلے سال اس کی رقم کو کیوں استعمال نہیں کیا گیا؟ ہمارا ایک social protection area ہے جس میں وہ سب علاقے آتے ہیں جن میں غریبوں کے لئے گھر ہوتے ہیں، جن میں بھکاریوں کی امداد کے لئے چیزیں ہوتی ہیں، جن میں مستحق اور ضعیف لوگوں کے گھروں کی بات ہوتی ہے، جن میں TEVTA Vocational Institutions آتے ہیں، جن میں women empowerment کے کام آتے ہیں اس کے لئے صرف 1.8۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب کے دعوے بہت ہیں کہ میں غربت کو ختم کرنا چاہتا ہوں لیکن غربت ختم کرنے کے لئے سب سے پہلے تو آپ یہ دیکھیں کہ ملازمتوں پر پابندی لگائی گئی ہے اگر ملازمتوں پر پابندی لگی ہوئی ہے تو غربت کہاں سے ختم ہو گی؟ زکوٰۃ میں پچھلے تین سال سے ایک پیسا بھی تقسیم نہیں کیا گیا اگر کچھ تقسیم ہوا ہے تو جو اس ادارے کے ملازمین ہیں ان کی تنخواہوں پر دیا گیا ہے۔ آپ کی حکومت کے پاس اس وقت 3۔ارب چالیس کروڑ روپیہ پڑا ہوا ہے۔ زکوٰۃ کا پیسا کھانا اور اس کو نہ استعمال کرنا آگ کھانے کے برابر ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ یہ پیسا کیوں نہیں استعمال کیا جا رہا، یہ کس مد میں اور کیوں رکھا گیا ہے؟ اس کی پچیس ہزار کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں اور ہم تین سالوں سے سن رہے ہیں کہ کمیٹیوں کی میٹنگ نہیں ہو رہی جس کی وجہ سے یہ پیسا تقسیم نہیں ہو رہا۔ زکوٰۃ کا 3۔ارب چالیس کروڑ روپیہ غریبوں کی امداد کے لئے لگائیں۔

جناب سپیکر! میں پچھلی حکومت کی بہت ہی بہترین کاوش کا ذکر کروں گی جیسے 1122 کا تو سب کو پتا ہے لیکن ایک Child Protection Welfare Bureau بھی establish کیا گیا تھا جو ہمارے اپنے صوبہ کے ہزاروں لاوارث اور مسکین بچوں کے لئے تھا، منشیات اور مافیا میں گھرے ہوئے بچوں کو ریسکیو کرنا اور ان کی rehabilitation کے لئے تھا۔ وزیراعلیٰ پنجاب جب یہاں تشریف لائے تو انہوں نے بتایا کہ ان کا دل غریب اور مسکین کے لئے دھڑکتا ہے اور ان کی خاطر یہ

دانش سکول ایک ایک ارب روپے کا بنانا چاہ رہے ہیں تو مجھے یہ بتائیں کہ یہ Child Protection and Welfare Bureau جو دو سالوں پانچ شہروں تک expand ہو گیا تھا جہاں پر کئی ہزار بچوں کو سڑکوں سے اٹھا کر ان کی مدد کی گئی اور ایسے بچے جو لیبر میں تھے اور جن کے ساتھ جنسی تشدد کیا جاتا تھا ان کو ریسکیو کیا گیا تو کیا ان اداروں کے لئے حکومت کے پاس کوئی وسائل نہیں ہیں، یہ کیا وجہ ہے کہ تین سال سے ان کی جتنی اسامیاں ہیں وہ پچاس فیصد سے زیادہ خالی پڑی ہوئی ہیں، کیا یہاں کے بچے وزیر اعلیٰ پنجاب کے دل کو نہیں ہلاتے یا کوئی خاص بچے ہیں جن پر ان کو رحم آتا ہے اور کیا یہ وجہ ہے کہ یہ ادارے پچھلی حکومت نے شروع کئے تھے اس وجہ سے اب ان بچوں کا تعلق اس حکومت سے نہیں ہے؟ اس حکومت میں اس پروگرام کے اندر آج تک تین سالوں میں ایک بھی بورڈ میٹنگ نہیں ہوئی۔ اس کے Patron چیف منسٹر صاحب خود ہیں جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ میں یتیموں اور مسکینوں کے لئے دل میں بہت درد رکھتا ہوں لیکن پچھلے تین سالوں میں ایک بھی بورڈ میٹنگ نہیں ہوئی کہ کہیں اس ادارے کا کام آگے نہ چل پائے۔ اس ادارے کا ایک فیملی سپورٹ پروگرام تھا جس میں دس ہزار فیملی کے لئے ایک چھوٹا ادارہ rehabilitate کر کے ذریعہ روزگار پیدا کرتا تھا۔ اس بجٹ میں وہ فیملی سپورٹ پروگرام کو ختم کر دیا گیا۔ میں کہتی ہوں کہ جو کام اچھے چل رہے ہیں ان کو آگے expand کرنے کی بجائے وہ کام جو فراڈ پر منحصر ہیں ان کو آگے چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جس میں Yellow Cab Schemes اور دانش سکول پر اربوں روپیہ خرچ کرنے کی بجائے جو 64ہزار سکول جن پر صرف 54کروڑ روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے یہ رقم ان پر خرچ ہونا چاہئے تھی۔ اس وقت جو سستی روٹی سکیم کے تحت 40۔ارب روپیہ ضائع ہوا ہے تو میں آپ کی وساطت سے چیف منسٹر صاحب سے کہوں گی اگر ان کو کمیٹی بنانا پسند ہے تو کمیٹی بنائی جائے جو ہمیں اس کا حساب دے کہ اس کا پیسا کہاں گیا؟ ایک کمیٹی جو پلازوں کے لئے بنی تھی اس کا آج تک وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا اور وہ پلازے اپنی جگہ سے ہل کر کچھ اور ہی ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک چھوٹی سی Bonded labours کی بات بھی کروں گی۔ Bonded labours میں لوگ گھرے ہوئے ہیں۔ اس وقت ایسے لوگ بھی ہیں جن کے والدین سے لے کر ان کے بچے ساری عمر Bonded labours میں پھنسے رہتے ہیں اس پر کل 12 کروڑ کی رقم رکھی گئی ہے جبکہ ذاتی سڑکوں پر اربوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ میری یہ چند تجاویز ہیں اور میں تنقید برائے تنقید نہیں کر رہی ہوں۔ یہ سارے لوگ جن کی میں نے بات کی ہے یہ پنجاب حکومت کی ذمہ داری

ہے اور ضمنی بجٹ میں Bonded labours کے لئے زیادہ رقم کو مختص کیا جائے۔ ایک راشن کارڈ سکیم شروع کی جائے اور راشن کارڈ سکیم کے ذریعے لوگوں کو سستی آٹا، سستی چینی، سستے چاول، سستی دالیں اور سستا گھی مہیا کیا جائے تاکہ وہ کم از کم کھانا تو کھا سکیں۔ صوبہ پنجاب جس کو ہم اپنے ملک کی بریڈ باسکٹ کہتے ہیں یہاں پر غریب لوگ بھوک سے مارے مر نہ جائیں اور خودکشیاں کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! بہت شکریہ۔ محترمہ ثمینہ نوید ایڈووکیٹ صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، چودھری اخلاق احمد!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ رفعت سلطانہ ڈار!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ عارفہ خالد پرویز!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ زوبیہ رباب ملک!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، جناب احمد خان بلوچ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، چودھری ممتاز احمد ججہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، میاں طارق محمود صاحب!

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں حکومت پنجاب، محکمہ فنانس اور اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ سب لوگوں نے اپنی اپنی بات کرنے کے حقدار ہیں، جو کسی کی سوچ میں آتا ہے وہی اپنی بات کرتا ہے یہ بلاشبہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت کی اور اس محنت کے بعد یہ بجٹ پیش کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آپ دیکھیں کہ دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام ہمارے ملک میں موجود ہے اور پوری دنیا میں کہیں بھی ایسا نہری نظام موجود نہیں ہے۔ ہمارے پاس جتنا پانی وافر ہے اور اس پر جتنے ڈیم بن سکتے ہیں، جتنی سستی بجلی پاکستان میں مل سکتی ہے اس کی بھی کوئی تاریخ نہیں لیکن صرف ایک بات ہے کہ آج تک ہم اس ملک میں غریبوں کے ساتھ جھوٹی باتیں کر کے سیاست کرتے رہے ہیں۔ 1988 میں بھی میں ایم پی اے تھا تو میرے علاقے میں اکثر بجلی چلی جاتی تھی۔ میں چیئرمین واپڈا کے دفتر میں گیا اس وقت زاہد علی اکبر چیئرمین واپڈا تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ میرے مسائل ہیں اس نے سارے مسائل حل کرنے کے بعد مجھے کہا کہ میں آج ایک بات آپ کو بتا دوں کہ اگر آپ نے کالا باغ ڈیم نہ بنایا تو آپ کے ملک میں تاریں ہوں گی، پول ہوں گے، ٹرانسفارمر ہوں گے اور ان میں بجلی نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر! آج جو سیاست صوبہ پر کی جا رہی ہے تو کیا یہ کالا باغ ڈیم ان کو نظر نہیں آتا؟ کالا باغ ڈیم اس ملک اور اس غریب عوام کے لئے اتنا ضروری ہے کہ جتنا اور کوئی کام نہیں تو کیا ہم کالا باغ ڈیم پر مجبور ہیں، ہم کس بات سے مجبور ہیں؟ تین سال سے زائد کے عرصے میں آج تک جو صورتحال ہے آپ کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی معلوم ہے۔ میں پچھلے دنوں ڈنگہ شہر میں بچیوں کے ایک سکول گیا اس

وقت اس ہائی سکول میں بچیوں کی تعداد 1500 ہے۔آپ یقین جانیئے کہ وہاں تین گھنٹے تک بجلی کی لوڈشیڈنگ ہوئی۔لوڈشیڈنگ کے حوالے سے میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ وزیراعظم کو نظر نہیں آتا،کیا پیسا صرف اور صرف ان کے دوروں کے لئے ہے؟یہ سوچنے والی بات ہے کہ اتنے قابل ہمارے صدر ہیں جو اپنی حکومت کو بچانے کے لئے تمام کام کر گزرتے ہیں لیکن کیا اس ملک میں کالاباغ ڈیم کو بنانے کے لئے کچھ نہیں ہو سکتا؟

جناب سپیکر!میں اس موقع پر میاں محمد شہباز شریف صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے چائنا کے ساتھ اور پرائیویٹ فرموں کے ساتھ معاہدہ کر کے کام تو شروع کر دیا ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ اگر سال،دو سال میں نہ بنا تو تین سال میں تو ضرور مکمل ہو گا۔میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا ظلم جو پاکستان اور پنجاب کے ساتھ ہوا وہ یہ ہوا کہ کالاباغ ڈیم کو کتنی دیدہ دلیری سے roll back کر دیا گیا۔

جناب سپیکر!اگر Irrigation نظام کو دیکھیں تو اتنے بڑے سیلاب کے بعد ان کو دوبارہ restore کیا گیا اور جس طرح ان ڈیموں کو ٹھیک کیا گیا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔یہاں پر گندم کی ہر روز بات ہوتی ہے۔آپ پاکستان اور پنجاب کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ ہر سال کے آخر میں گندم بہت زیادہ مہنگی ہوتی تھی اور آٹا ملتا نہیں تھا۔چیف منسٹر پنجاب نے فیصلہ کیا کہ گندم کا ایک ایک دانہ خریدا جائے گا۔پنجاب حکومت کی گندم کی خریداری کے بعد زمینداروں کو حوصلہ ہو گیا۔وہ پیسا کس کو دیا گیا،وہ پیسا پنجاب کے زمینداروں کو دیا گیا،وہ کسی اور کو نہیں دیا گیا،جب پنجاب کے زمینداروں کو وہ پیسا ملا تو پہلی دفعہ ریکارڈ گندم خریدی گئی اور ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔اس سے پہلے ہم ہمیشہ پیسا دے کر باہر کے ملکوں سے گندم import کرتے تھے،پہلی دفعہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہم گندم کا ایک،ایک دانہ خریدیں گے۔آج ہم stable ہیں اور ہمارے پاس اتنی گندم موجود ہے کہ ہم ایکسپورٹ کر رہے ہیں۔پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے،میاں محمد شہباز شریف کی حکومت سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا،کوئی بتا دے کہ پنجاب سے گندم ایکسپورٹ ہوئی ہو۔میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ پٹرول اور ڈیزل کی قیمت دیکھ لیں کہ تین سال میں ڈبل ہوئی ہے۔ہم لوگوں کو کیا دے رہے ہیں،کس بات کا شور ہے؟دیکھنے والی صرف یہ بات ہے کہ قیمتیں ڈبل ہو چکی ہیں۔جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہم غریب کے لئے کچھ کر رہے ہیں تو انہی پیسوں کے اوپر بجلی،گیس،پٹرول اور ڈیزل پر ٹیکس لگ جاتا ہے۔جو بجلی کا بل دیتا ہے وہی ٹیکس بھی دیتا ہے،جو بل نہیں دیتا وہ ٹیکس بھی نہیں دیتا۔میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کے ساتھ جن

لوگوں نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ شاید ہم پاکستانی عوام کو ہمیشہ بے وقوف بناتے رہیں گے وہ بھول جائیں یہ لوگ بے وقوف بالکل نہیں بنیں گے اور وہ وقت آنے والا ہے جو پاکستانی لوگوں کی تقدیر کے ساتھ کھیلتے رہے ہیں ان کا احتساب ہوگا۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب لوگ ان سے حساب لیں گے جو سستی بجلی چھوڑ کر اتنی مہنگی بجلی خرید رہے ہیں اور اس کی وجہ سے پٹرول اور ڈیزل کی کھپت بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ یہاں کرپشن کی بات کی جاتی ہے، یہاں لاء اینڈ آرڈر کی بات کی جاتی ہے میرا صرف ایک ہی سوال ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا ادارہ ایف آئی اے، جو فیڈرل انوسٹی گیشن کا ادارہ ہے اس کا کیا role ہے، ڈی جی ایف آئی اے کس طرح لگایا جاتا ہے؟ آج سپریم کورٹ کچھ cases کی انوسٹی گیشن کرا رہی ہے ہمارے تو پلے ہی اس وقت کچھ نہیں رہا، حج سکینڈل میں ہمارے بڑے بڑے لوگ ملوث ہیں، حج سکینڈل میں ہمارے فیڈرل منسٹر جیل میں ہیں اور ہمارے ڈی جی جیل میں ہیں۔ اس ملک میں کیا ہو رہا ہے، کس بات کے ہم نعرے لگا رہے ہیں؟ -/2 روپے کی روٹی جو شہباز شریف دیتا رہا ہے وہ ظلم کرتا رہا ہے؟ میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ زبان سے کہہ دینے سے "روٹی کپڑا اور مکان" کسی کا پورا نہیں ہوتا یہ ایک سوچ تھی کہ جو غریب مزدور مزدوری کر کے اپنے گھر کو جاتا ہے اگر اس کے پاس -/10 روپے ہوں تو وہ پانچ روٹیاں خرید لے یہ ایک سوچ تھی، اگر لوگوں نے misuse کیا ہے تو اس میں میاں محمد شہباز شریف نے تو کچھ نہیں کیا، میاں محمد شہباز شریف 99-1997 تک اس صوبے کے وزیر اعلیٰ رہے میں ان کے ساتھ ایم پی اے تھا اور اپنی کارکردگی اور ایمان داری کی وجہ سے آج وہ پھر وزیر اعلیٰ ہیں۔ پہلی دفعہ 1997 میں جب ہماری پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ الحمراء میں ہوئی تھی، وہ پہلا دور تھا، میں کافی دفعہ ایم پی اے رہا ہوں، تب وہاں پر ایک ٹینڈوں کی دیگ آئی اور نان آئے۔ میرے خیال میں ایک ہزار یا دو ہزار روپے میں اس وقت پارٹی کے تمام لوگوں نے کھانا کھایا اس میں سے کچھ لوگ ابھی بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کفایت شعاری صرف زبان سے نہیں ہوتی، اس پر کام کرنا بہت مشکل ہے۔ صرف کہہ دینا ہی کافی نہیں ہوتا صبح سے گیارہ بجے تک تمام دفتروں میں air conditioners نہ چلائے جائیں اس پر عملدرآمد بھی کرانا پڑتا ہے اور اس پر عملدرآمد کرانا صرف اس چیف منسٹر کا کام ہے اور چیف منسٹر صاحب نے یہ کام کر کے دکھا دیا۔ اس کفایت شعاری اور ایمانداری پر جس طرح عملدرآمد ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس سارے صوبے میں پوری ایمانداری سے کوشش کی گئی کہ تمام ڈی سی او اور تمام ڈی پی او ایماندار لگائے جائیں کمشنر ایماندار لگائے جائیں، سیکرٹری ایماندار لگائے جائیں، سابقہ دور میں، میں آپ کو ایسی ایسی مثالیں بتا سکتا ہوں جو کرپٹ ترین لوگ تھے ان کو دو

دو، تین تین سال کی extensions دی جاتی تھیں۔ ہمیں حقیقت کی طرف جانا پڑے گا۔ اس قوم کو ساتھ لے کر اگر ہم حقیقت کی طرف نہیں جائیں گے تو آپ یقین جانیئے کہ ہم اس جہاز میں ہیں جو ڈوب رہا ہے۔ بدقسمتی کی انتہا ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، ہمیں سب کچھ مل سکتا ہے اور ہم نہیں لے سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ وقت دور نہیں جب ساری قوم اٹھے گی اگر اس ملک میں چیف جسٹس کو بحال کرایا جا سکتا ہے تو ایماندار لوگوں کو بھی اس ملک کا حکمران ضرور بنایا جا سکتا ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، مولانا الیاس چنیوٹی صاحب!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo الحمد للہ ربّ العالمین o الصّلوٰۃ السّلام علیٰ خاتم الانبیاء و علی الہٖ واصحابہ اجمعین o جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے بجٹ 12-2011 پر بحث کرنے کا موقع دیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک معتدل، حقائق پر مبنی اور ٹیکس فری بجٹ ہے۔ آپ کی وساطت سے میں محترم وزیر اعلیٰ پنجاب، وزیر خزانہ کامران مائیکل اور ان کی پوری ٹیم کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان مشکل حالات میں انہوں نے اتنا متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ سیلاب اور دہشت گردی کا دور دورہ تھا اس کے باوجود پنجاب نے صرف اپنے ان حالات پر ہی کنٹرول نہیں کیا بلکہ سیلاب کے دنوں میں دوسرے صوبوں کی دیکھ بھال بھی کی میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے بڑے پن کا اظہار ہے۔ آج ہمارے وزیر اعلیٰ نے جو غیر ملکی امداد اور خاص طور پر وہ امداد جو ہمارے خون کے ساتھ ملی ہوئی تھی اس کو ٹھکرا کر اپنے پنجاب کے عوام میں خود اعتمادی پیدا کی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے پچھلے سال کوئی ترقی نہیں کی، میں یہ سمجھتا ہوں کہ سیلاب زدہ علاقوں میں جو model villages بنائے گئے ہیں وہ بھی تو پنجاب کا ہی حصہ ہیں اس لئے اگر وہاں پر کوئی کالونیاں بنی ہیں، غریبوں کی امداد کی گئی ہے تو درحقیقت یہ پنجاب کی ہی ترقی کی گئی ہے۔

جناب سپیکر! بڑے دکھ سے یہ لفظ سُننا پڑتا ہے کہ تخت لاہور، تخت لاہور۔ میں تو بہت گھوما پھرا کہیں تخت لاہور نظر نہیں آیا۔ میں دعوت دیتا ہوں کہ آئیے میرے ساتھ چیف منسٹر کے دفتر میں، میں دکھاتا ہوں ان کی اوپر والی منزل میں جانے والی سیڑھیوں پر آدھا قالین ہی نہیں ہے اور جو آدھا بچھا ہوا ہے وہ بھی پھٹا ہوا ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ اس سال میں کہ ایک روپے کی بھی تزئین و آرائش کی جائے۔ وزیر اعلیٰ کے بارے میں آپ نے کبھی یہ نہیں سُنا ہو گا کہ کسی تقریب میں جانے کے لئے انہوں نے اڑھائی لاکھ روپے کا جوتا، 5لاکھ روپے کا سوٹ، 45لاکھ روپے کی گھڑی خریدی ہو لیکن اسلام آباد کے ایک بابو صاحب اسی طرح تیار ہو کر کسی function میں تقریر کرنے جاتے ہیں۔ ہم تو

اپنے وزیر اعلیٰ صاحب کے بارے میں سُنتے رہتے ہیں اور جو لوگ ان کو ٹی وی پر دیکھتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ہمارے وزیر اعلیٰ تو پوری سردی کے موسم میں ایک جیکٹ اور ایک ہی کھیڑی میں جرابیں پہنے نظر آتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

کہتے ہیں کہ ہم نے بجٹ کی کتاب پڑھی یہ جو الفاظ کا گورکھ دھندہ تھا، میں دیانت داری سے کہتا ہوں کہ یہ الفاظ کا گورکھ دھندہ نہیں ہے بلکہ ان عملی اقدامات کا مجموعہ ہے جو ہم پورے پنجاب کے چپے چپے میں دیکھ رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ باہمی تعاون کی مثال، جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مالدار لوگ غریبوں کو اپنی زکوٰۃ دیں تو ایک اچھا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے، کسی تجربہ کار نے کہا ہے کہ اگر صرف اہل کراچی اپنی زکوٰۃ ادا کریں تو پورے پاکستان سے غربت ختم ہو جائے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بڑے بڑے زمیندار کراچی کے صنعت کاروں کے ہم پلہ ہیں اگر وہ زراعت سے کمائی کرتے ہیں تو ان پر بھی کوئی مناسب ٹیکس لگا دیا جائے تو یہ بہت اچھی بات ہے اور اگر یہ غریبوں کا دھیان کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے مال میں اور بھی برکتیں عطا فرمائیں گے۔

جناب سپیکر! توانائی کا بحران، میں سمجھتا ہوں کہ ہماری معیشت کا پہیہ جام کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ابھی ہمارے بھائی کالا باغ ڈیم کا ذکر کر رہے تھے، حقیقت میں بات یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم ہماری معیشت میں، بجلی کے معاملے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے بڑے دُکھ سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ غالباً پچھلے مہینے سرحد، خیبر پختونخواہ کے ایک وزیر صاحب کا بیان آیا کہ اس پاکستان میں تو یہ کالا باغ ڈیم نہیں بنے گا، پہلے پاکستان کو توڑو پھر کالا باغ ڈیم بنے گا۔ مجھے اس قسم کی سوچ پر افسوس ہے حقیقت بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے پنجاب، بلوچستان اور سندھ کو اپنا بھائی نہیں سمجھا، اپنا دوست نہیں سمجھا اس وجہ سے وہ اس قسم کی بات کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نوشہرہ کو بچانا چاہتے ہیں۔ کالا باغ ڈیم نہ بنا کر انہوں نے اپنے شہر نوشہرہ کو ڈبو دیا۔ ہماری معیشت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم بنانا ضروری تھا لیکن اگر وہ اس میں رکاوٹ ڈالتے ہیں تو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اپنے پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم توانائی اپنے صوبے کے level پر تیار کریں گے اور انہوں نے چائنا اور دیگر کمپنیوں سے رابطہ کر کے تقریباً 620 میگا واٹ بجلی تیار کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اعلان کیا ہے، میں اُمید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل بھی ہو گا۔ میں تو دو سال سے یہ تجویز دے رہا تھا کہ جنوبی افریقہ والے ضلعی level پر بجلی پیدا کرتے

ہیں۔ان کے پاس بھی کوئلے کے ذخائر ہیں، ہمارے پاس بھی کوئلے کے ذخائر ہیں اگر اس تجویز کو عمل میں لایا جائے تو ہم کالا باغ ڈیم کی مخالفت کرنے والوں کے محتاج نہیں رہیں گے۔

جناب سپیکر! بجٹ میں یہ اعلان بھی کیا گیا ہے کہ کرسمس کے موقع پر آٹا سستا کیا جائے گا، اسی طرح رمضان شریف میں سستے ٹھیلے دینے کے لئے کہا جا رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اور میری ایک تجویز ہے کہ سستے تنوروں کی گرم روٹیوں سے جن لوگوں کے ہاتھ جلتے ہیں، ان کی تکلیف دور کرنے کے لئے فلور ملوں کو subsidy دی جائے تو اس سے غریب لوگوں کو سستے داموں آٹا ملتا رہے گا۔ مہنگائی کم کرنے کے لئے ظاہری بات ہے بڑی مارکیٹوں کے تو بڑے بڑے کرایہ جات ہوتے ہیں اس لئے حکومت پنجاب کا یہ بڑا اچھا اقدام ہے کہ سستے بازاروں کا رواج ڈالا گیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں چنیوٹ میں بھی لوکل تنظیموں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور وہ تجربہ بہت کامیاب رہا ہے اس لئے اگر حکومت چار، پانچ شہروں کی بجائے پورے پنجاب میں اس کا جال بچھائے تو حکومت پر جو financial بوجھ ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا اور اپنی مدد آپ کے تحت لوگ اپنے بازار چلاتے رہیں گے۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم پر بھی یہاں بڑی آوازیں اٹھائی گئیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ نے پوری قوم کا درد اپنے سینے پر لیا کہ ایک آدمی اگر پرائیویٹ طور پر اپنا مکان بنانا چاہتا ہے تو اسے کبھی سریے والے کے پاس، کبھی لکڑی والے کے پاس، کبھی اینٹوں والے کے پاس اور اسی طرح مختلف لوگوں کے پاس جانا پڑتا تھا۔اب انہوں نے ایک تنظیم قائم کر دی ہے وہ سب کی سر دردی اپنے ذمہ لے کر ان کو بنے بنائے مکان تعمیر کر دے گی اور پھر اس طرح کی کالونیاں بنانے سے تیس قسم کے شعبے بھی working میں آ جائیں گے جس سے لاکھوں مزدوروں کو روزگار ملے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے مکان بنا کر لوگوں کو دینا یہ در حقیقت ان کے ہاتھ میں گفٹ دینا ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کی اہمیت کو بھلایا نہیں جا سکتا۔قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی ہے اس میں آپ کو پڑھنے کا ہی حکم دیا گیا تھا اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ دانش سکول ہوں یا کوئی اور سکول ہوں جن میں غریبوں کے ہونہار بچوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور ان کی امداد کی جاتی ہے۔ان کے ذہن کو وسعت دینے کے لئے بیرون ممالک visit کرائے جاتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے ان طلباء کے دماغ کھلیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ پوری دنیا کا ذہن ہمارے ساتھ آ جائے گا۔ییلو کیب سکیم کے متعلق میں عرض کروں گا کہ یہ بھی در حقیقت بے روزگار اور پڑھے لکھے لوگوں کو support دینے کے لئے سکیم بنائی گئی ہے البتہ ہر ایک آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن

پڑھے لکھے کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ ان پڑھ ڈرائیور جب گاڑی چلاتے ہیں تو ان کو ٹریفک اصولوں کا پتا نہیں ہوتا اور وہ پھر حادثات کرتے پھرتے ہیں۔ تعلیم کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اپنی تقریر wind up کریں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ابتدا سے لے کر میٹرک تک قرآن مجید، حدیث اور عربی کی تعلیم لازمی ہونی چاہئے۔ اب صورت یہ نظر آ رہی ہے کہ اسلامی اصطلاحات کو انگریزی حروف میں لکھا جا رہا ہے اس سے لوگ عربی زبان سے ناواقف ہو جائیں گے۔ امن وامان کا مسئلہ بڑا اہم ہے اور میں نے دیکھا کہ نجی محفل میں وزیر اعلیٰ صاحب پولیس افسران کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلا رہے تھے لیکن ہمارے یہاں چناب نگر میں، آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہاں پر ایک قادیانی گروہ رہتا ہے اس نے بھی امن وامان کے معاملے کو خراب کیا ہوا ہے، وہاں پولیس فورس کے مقابلے میں اپنی فورس بنائی ہوئی ہے اور آنے جانے والے لوگوں کو وہ تنگ کرتے ہیں، خوف وہراس میں مبتلا کرتے ہیں اس لئے ان پر کڑی نظر رکھنی چاہئے۔

جناب سپیکر! صحت کے متعلق عرض کروں گا، وزیر اعلیٰ صاحب نے مفت علاج کا جو سسٹم بنایا ہے صحت کی دنیا میں یہ ایک انقلاب ہے۔ میرے پاس ایک آدمی آیا، الائیڈ ہسپتال میں ان کا ایک مریض تھا، یہاں تو کہا گیا ہے کہ ڈسپرین کے علاوہ ہسپتال میں کوئی چیز نہیں ملتی اس نے کہا کہ ایک دن میں چھ، چھ ہزار روپے کا ٹیکہ لگتا تھا اور وہ بالکل فری ملتا تھا۔ وہ لوگ جھولیاں اٹھا اٹھا کر وزیر اعلیٰ صاحب کی سلامتی اور صحت کے لئے دعا کر رہے تھے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ترقیاتی سکیموں کے لئے بھی کافی پیسہ رکھا گیا اور یہ کہتے ہیں کہ جنوبی پنجاب کو کچھ نہیں دیا گیا، 31 فیصد لوگوں کو 32 فیصد رقم دی گئی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں ان کو بتاتا ہوں الحمد للہ چنیوٹ جب ضلع بنا تو اس کے بعد اس کے لئے اس سال ایک ارب 60 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ پچھلی حکومت کا شروع کیا گیا منصوبہ جو تعطل کا شکار تھا وزیر اعلیٰ صاحب نے خصوصی دلچسپی لے کر اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اندرونِ شہر سڑکیں بن رہی ہیں، بائی پاس بنانے کے لئے عملہ میدان میں آیا ہوا ہے۔ میرے حلقے میں دو پرائمری سکولوں کو مڈل اور دو مڈل سکولوں کو ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ ساڑھے تین کروڑ روپے سے اس وقت واٹر سپلائی کی سکیم پر

عمل ہو رہا ہے اور ٹیوب ویلوں کی بورنگ ہو چکی ہے اس کے علاوہ بہت ساری چیزیں جن کا وقت کی قلت کی وجہ سے میں ذکر نہیں کر سکتا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ wind up کریں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: ہاں! اتنی بات میں ضرور کروں گا، میں نے اپنے وزیر اعلیٰ کو آزمایا ہے کہ انہوں نے یہاں جو باتیں کی ہیں صرف کھوکھلے نعرے اور دعوے نہیں ہیں وہ عمل بھی کر کے دکھائیں گے اور میں آپ کی وساطت سے اپنے حزب اختلاف کے بھائیوں کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری مسلم لیگ کی قیادت وعدہ کر کے یہ نہیں کہے گی کہ میں نے charter of democracy پر دستخط کر کے کوئی حدیث تو نہیں بنا دی ہے۔ انشاء اللہ جو بات کریں گے اس پر عمل بھی کر کے دکھائیں گے۔

آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ پچھلے سال بھی میں نے معدنیات کے متعلق ذکر کیا تھا کہ ہمارا ملک معدنیات کے ذخائر سے مالا مال ہے۔ الحمد للہ آپ کو علم ہے کہ چنیوٹ میں آٹھ صدیوں کے برابر لوہے کے ذخائر ہیں اور وہ منصوبہ بڑا قابل عمل تھا لیکن ہمارے Caretaker Prime Minister میاں محمد سومرو صاحب کی غفلت کی وجہ سے وہ 500۔ ارب ڈالر کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اپنے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کو کہ انہوں نے پھر اس مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اب اس کے لئے 30 کروڑ روپے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ہمارے ملک میں بڑی ترقی آئے گی۔ تفریحی مقامات کے لئے صحیح بات ہے کہ وہاں سے taxes ختم کئے گئے لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ مساجد کے بجلی کے بلوں میں بھی ٹیلی ویژن ٹیکس لگایا جاتا ہے اسے ختم کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی، بہت لمبی بات ہو گئی ہے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب والا! مجھے شعر تو نہیں آتا لیکن اتنا کہوں گا کہ:

"اسلام زندہ باد، پاکستان پائندہ باد"

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ House کا وقت آدھ گھنٹہ اور بڑھایا جاتا ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب والا! میں اتنی دیر سے اپنی تقریر کا انتظار کر رہی ہوں۔ میرا نام اتنا آگے تو نہیں تھا، پتا نہیں آپ کون سی لسٹ کے مطابق چل رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے پاس لسٹ پڑی ہوئی ہے اور میں اس لسٹ کے مطابق چل رہا ہوں۔ اب میرے خیال میں تھوڑے ہی لوگ رہ گئے ہیں، ابھی آپ کی باری آ جائے گی۔ جناب حفیظ اختر چودھری صاحب!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! آج اس ایوان میں چوتھا بجٹ پیش کرنے پر میں خاص طور پر minority کے وزیر کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک اقلیتی وزیر نے بجٹ پیش کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے جو ایک تفریق ختم کی گئی ہے یہ بہت اچھا اقدام تھا اس میں ایک قومیت کو ترجیح دی گئی اور اس قومیت میں وہ پاکستان کا شہری ہونے کے ناتے کامران کے حصے میں یہ عزت افزائی آئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج اپوزیشن اور حکومتی بنچوں میں اس بجٹ بحث میں حصہ لینے کے لئے حوصلہ موجود ہونا چاہئے کہ جو اچھے اقدام ہوں ان کو سراہتے ہوئے خراج تحسین پیش کریں اور جو ایسے سیکٹر ہیں جن میں مزید بہتری کے لئے improvement ہو سکتی ہے اس میں اپنی تجاویز ضرور دیں چونکہ ہمارا مقصد پنجاب کے عوام کی بہتری کے لئے سوچنا ہے اور ہمیں ان کے لئے کام کرنا ہے۔ بجٹ کی اس تقریر میں کامران مائیکل صاحب نے خود اس بات کو تسلیم کیا کہ ہمارے پاکستان کو food basket سمجھا جاتا ہے، اس چیز سے ایوان کا ہر معزز ممبر آگاہ ہے اور پاکستان کا ہر شہری اسے own کرتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم نے کبھی زراعت کو ترجیحی بنیادوں پر نہیں لیا۔ ہم نے ہمیشہ اس کو پس پشت ڈالا ہے، اگر آج دنیا میں food crisis ہیں تو ہمیں اس کی opportunity سے benefit حاصل کرنا چاہئے۔ میں آج یہی کہوں گا کہ:

میرے سر کش ترانوں کی حقیقت ہے تو اتنی ہے
کہ جب میں دیکھتا ہوں بھوک کے مارے کسانوں کو
غریبوں مفلسوں کو بے کسوں کو بے سہاروں کو
سسکتی نازنینوں کو تڑپتے نوجوانوں کو
حکومت کے تشدد کو امارت کے تکبر کو
کسی کے چیتھڑوں کو اور شہنشاہی خزانوں کو
تو دل تاب نشاط بزم عشرت لا نہیں سکتا
میں تو چاہوں بھی تو خواب آور ترانے گا نہیں سکتا

جناب سپیکر! قبل اس کے کہ میں زراعت کو discuss کروں میں کچھ ایسی باتیں ضرور own کرتا ہوں، میں بحیثیت ایک نمائندہ اپنے ساہیوال کی عوام کی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب کا بے حد مشکور ہوں اور ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے لئے میڈیکل کالج کی بنیاد رکھی اور بجٹ میں اس کے لئے allocation کی۔ اگر آج میں ملک ندیم کامران صاحب کو خراج تحسین پیش نہ کروں تو یہ بھی ایک زیادتی ہے، ان کی کوشش اور ان کی کاوش سے ساہیوال میں میڈیکل کالج بنا۔ میں بلاتفریق یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ ان کی کوشش کا ثمر ہے کہ آج ہمیں میڈیکل کالج ملا۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس وقت میرے پاس 2011 کا زراعت کا اکنامک سروے موجود ہے اگر میں اسے تفصیل سے پڑھوں تو شاید یہ وقت بہت کم ہو گا۔ آج ہم ایگریکلچر کے تمام گریجویٹس کو own کرتے ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آج سے دس پندرہ سال پیچھے چلے جائیں تو ہماری average کیا تھی اور ہماری yield کیا تھی؟ اس وقت گندم کی پیداوار دس بارہ من فی ایکڑ تھی اور کاٹن کی پیداوار آٹھ دس من تھی لیکن آج پچاس ساٹھ من فی ایکڑ گندم کی پیداوار لے رہے ہیں اور ایسی ریکارڈ پیداوار پر پہنچ چکے ہیں کہ ہم export کرنے کے قابل ہو چکے ہیں اور ہماری کاٹن کی انڈسٹری میں ایک انقلاب برپا ہو چکا ہے کہ ہم اسی من فی ایکڑ تک پیداوار حاصل کر رہے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ کس کی وجہ سے ہے؟ یہ ان زرعی ماہرین کی وجہ سے ہے جن کی کوششوں سے، جن کی کاوشوں سے یہ پیداوار ممکن ہو سکی۔ میں آج اپنے قائد، قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے اس نوٹیفکیشن میں جتنے بھی زرعی گریجویٹ تھے ان کو بطور professional at par کیا۔ میں اس notification کی سمری ضرور پڑھنا چاہوں گا۔

> The Animal Husbandry Graduate and the Agriculture Forest Graduate and Soil Chemists should be treated at par with other professional Graduate such as Doctors and Engineers for the purpose of pay and prospect of promotion.

یہ شہید ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا نوٹیفکیشن 1975-07-06 کو جاری ہوا۔ جب ایگریکلچر گریجویٹس کو professional کا درجہ مل گیا تو اس کے بعد میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے اسے acknowledge کرتے ہوئے زرعی گریجویٹس کو ساڑھے بارہ

سے پچیس ایکڑ تک رقبہ دینے کا اعلان کیا لیکن میں آج یہ افسوس کے ساتھ بھی کہوں گا کہ میاں محمد شہباز شریف کا vision اور ان کا objective یہ نہیں تھا اگر انہوں نے ایک ایگریکلچر گریجویٹ کو own کرتے ہوئے 12½ سے پچیس ایکڑ تک رقبہ دینے کا ارادہ کیا اور اس سکیم کو practically implement کیا تو اس میں ان کا objective یہ تھا کہ وہاں پر ماڈل فارم بنیں گے۔آج ہمارے اعداد و شمار کے جادو گر جنہوں نے اسے اس طرح سے turn کیا اور میاں محمد شہباز شریف کے اس vision میں hurdles create کرتے ہیں تو یہ کون لوگ ہیں اور یہ ایسا کیوں ہو رہا ہے ؟ میں آج میاں محمد شہباز شریف صاحب کی وہ پہلی تقریر جس میں انہوں نے جالب کے اشعار پڑھے تھے کیونکہ اس وقت وہ اقتدار کے ایوان میں بھی تھے اور سنٹر میں بھی وہ اقتدار کے ایوانوں میں ساتھ تھے لیکن کس ایوان کو للکار رہا تھا جب یہ کہا کہ:

دیپ جس کے محلات ہی میں جلے
چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلے
وہ جو سائے میں ہر مصلحت کے پلے
ایسے دستور کو صبح بے نور کو
میں نہیں مانتا میں نہیں مانتا
میں بھی خائف نہیں تختہ دار سے
میں بھی منصور ہوں کہہ دو اغیار سے
کیوں ڈراتے ہو زنداں کی دیوار سے
ظلم کی بات کو جہل کی رات کو
میں نہیں مانتا میں نہیں مانتا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: حفیظ اختر صاحب! اب اس سے آگے میں بھی نہیں مانتا۔اب بہت دیر ہو گئی۔تشریف رکھئے۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! بجٹ تقریر میں کہا گیا کہ دو ہزار زرعی گریجویٹس کو یہ رقبہ دیا گیا۔یہ پیپر میرا تیار کیا ہوا نہیں ہے۔یہ اعداد و شمار ہیں جس میں 1558 رقبے لوگوں کو دیئے گئے لیکن ان میں سے جو practically implemented on ground ملے وہ 683 ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میری بہت ضروری بات ہے، مجھے صرف پانچ منٹ اور دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے بیس منٹ تقریر کر لی ہے۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میں تو صبح سے انتظار کر رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: باقی سب بھی انتظار کر رہے ہیں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا بلکہ صرف چند چیزیں پیش کرنا چاہوں گا۔ میں عرض کر رہا تھا کہ یہ زمین کے 683 پلاٹ ایسی جگہوں پر دیئے گئے کہ جہاں پر قبرستان ہیں حالانکہ میٹنگ میں میاں محمد شہباز شریف صاحب نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ زرعی گریجویٹ کو وہ رقبہ دیا جائے گا جو کہ سب سے اچھا ہو گا، آباد ہو گا اور وہاں پر پانی بھی میسر ہو گا۔ میری آج رحیم یار خان میں ایک دوست کے ساتھ بات ہوئی ہے اس نے کہا ہے کہ مجھے رقبہ تو مل گیا ہے لیکن وہ زمین سے 25 فٹ اُونچا ہے۔ میں نے کہا اگر یہ رقبہ 25 فٹ اُونچا ہے تو کوئی بات نہیں مگر اس نے آگے سے کہا کہ یہ رقبہ سمندر میں ہے۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا کہ یہ رقبہ سمندر میں کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ رحیم یار خان میں تو کوئی سمندر نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ اس جگہ کا پانی سمندر سے زیادہ کڑوا ہے تو ایسے رقبے دینے کا کیا فائدہ ہے؟ اس موجودہ بجٹ میں کہا گیا ہے کہ مزید تین ہزار زرعی گریجویٹ کو رقبے دیئے جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے بھی جو دو ہزار کی figure اعداد و شمار کے جادوگر نے دی تھی وہ بالکل غلط ہے۔

جناب سپیکر! زرعی گریجویٹ کے ساتھ ایک اور زیادتی ہو رہی ہے جس کو میں لازماً highlight کرنا چاہوں گا۔ اس وقت زراعت سے متعلق جتنے بھی ادارے ملک کے لئے serve کر رہے ہیں میں ان کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ ہمارے زرعی ماہرین کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کی جا رہی ہے۔ زرعی گریجویٹ کے حوالے سے ایک promotion policy بنائی گئی تھی جس پر آج تک عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ میرے پاس یہ document موجود ہے جو میں وزیر خزانہ اور وزیر زراعت کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ اس میں contract پر اُنتیس ڈی ڈی او رکھے گئے اور انہیں اب حکومت کی طرف سے permanent کیا جا رہا ہے، اس بارے میں summary move ہو چکی

ہے۔وزیر زراعت یہاں پر تشریف فرما ہیں میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس حوالے سے ایک legal notice دیا گیا اور عدالت کا فیصلہ بھی موجود ہے لیکن اس کے باوجود پیسے لے کر ان اُنتیس لوگوں کو permanent کیا جا رہا ہے۔وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس یہ summary approve کرنے کا اختیار تو ہے لیکن ایسی summary approve کرنے کا اختیار ہرگز نہیں کہ جہاں پر کوئی دوسرا ملازم effect ہو رہا ہو۔محکمہ زراعت کے شعبہ ریسرچ اور ایگری ایکسٹینیشن میں کام کرنے والے لوگوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔وہ لوگ جو کہ بیس بیس سالوں سے نوکری کر رہے ہیں ان کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے کیونکہ ان کو permanent کیا جا رہا ہے اور نہ ہی انہیں وہ گریڈ دیا جا رہا ہے جس کے وہ مستحق ہیں۔آج محکمہ لائیو سٹاک میں four tier system لاگو ہو چکا ہے لیکن ایگری ایکسٹینیشن،ریسرچ اور زراعت کے دوسرے تمام اداروں میں یہ four tier system ابھی تک لاگو نہیں کیا گیا۔

(اذان مغرب)

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! اب wind up کر لیں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! اس وقت ہاؤس میں وزیر زراعت تشریف فرما ہیں۔مجھے امید ہے کہ میری درخواست پر وہ خاص طور پر غور کریں گے اور اس زیادتی کا ازالہ کیا جائے گا۔اگر اس قسم کی کوئی summary move ہوئی ہے،وزیر صاحب کے علم میں نہیں ہے اور وہ غیر دانستہ طور پر منظور ہو گئی ہے تو اس summary کو واپس لیا جائے۔

جناب سپیکر! میں wind up کرتے ہوئے کہوں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے یہ کہا ہے کہ ہم کرپشن کو ہر صورت روکیں گے۔انہوں نے لاہور سے قصور تک بننے والی سڑک کے بارے میں اس ہاؤس کی ایک کمیٹی بھی بنائی ہے۔میں اس میں اضافہ کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے اس وقت دو ایسے projects point out کئے ہیں کہ جن میں کرپشن ہوئی ہے۔ان میں سے ایک شالامار flyover کا منصوبہ ہے جس میں محکمہ نے سریا کی advance payment کر دی ہے جس کی آڈٹ رپورٹ بھی موجود ہے۔دوسرا project ایل ڈی اے ایونیو۔I ہے۔ان دونوں projects کو بھی اس کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تاکہ اس کرپشن مافیا کو پکڑا جا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،بہت شکریہ۔جناب جوئیل عامر سہوترا صاحب!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میری صرف ایک دو گزارشات رہ گئی تھیں۔ میں ایک منٹ میں اپنی بات ختم کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نہیں۔ آپ نے بہت وقت لے لیا ہے۔ آپ اپنے باقی points in writing دے دیں۔ میں نے آپ کو بہت زیادہ وقت دیا ہے۔ باقی لوگوں کا بھی حق ہے اور وہ سارے صبح سے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تشریف رکھیں۔ جی، جوئیل عامر سہوترا صاحب!

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے کرسچئن کمیونٹی کی طرف سے پاکستان مسلم لیگ کی قیادت کو اس بات کے لئے مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے صوبائی بجٹ 12-2011 پیش کرنے کے لئے جناب کامران مائیکل صاحب کو ذمہ داری سونپی جو کہ ایک مسیحی ممبر اسمبلی اور کابینہ کے ممبر ہیں۔ میں اس حوالے سے آپ کی وساطت سے اپنے قائدین میاں محمد نواز شریف صاحب اور میاں محمد شہباز شریف صاحب کو خصوصی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! کامران مائیکل صاحب کے حوالے سے حزب اختلاف کی طرف سے کچھ دوستوں نے آج بھی کچھ تنقیدی گفتگو کی ہے۔ میری ہی کمیونٹی کے ایک فاضل ممبر اسمبلی نے گفتگو کرتے ہوئے اس کا credit میڈیا کو دیا ہے۔ یقیناً میڈیا کا کردار ہمیشہ مثبت رہا ہے اور ہم اس کو ہمیشہ خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس سے پہلے بھی ہاؤس کی وہ کارروائی جو فنانس کے حوالے سے ہوتی تھی اس میں کامران مائیکل صاحب ہی انچارج وزیر ہوا کرتے تھے اور reply دیا کرتے تھے اس لئے اس حوالے سے یہ تنقید کرنا کہ شاید ان کا نام پہلے drop کر دیا گیا اور بعد میں ان کے نام کو شامل کیا گیا یہ درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اقلیتوں کے حوالے سے جس رقم کا اعلان وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر میں کیا ہے اس پر تھوڑی تنقید ہوئی ہے کہ شاید 22 کروڑ روپے کی رقم ناکافی ہے۔ وزیر خزانہ صاحب نے یہ بات بتائی ہے کہ blocked allocation میں اس 22 کروڑ کے علاوہ 10 کروڑ روپے مزید اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے رکھے گئے ہیں اور اس رقم کو پچھلے سال کی نسبت بڑھایا گیا ہے۔ پچھلے سال 30 کروڑ روپے کا اعلان کیا گیا تھا اب اس کو بڑھایا گیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے اس 32 کروڑ روپیہ کو اگر ڈگنا کر دیا جائے تو پھر یہ رقم کافی ہو گی کیونکہ ہمیشہ سے یہ روایت رہی ہے کہ وزیر خزانہ پچھلے بجٹ میں جتنی رقم کا اعلان کرتے ہیں اور جب اگلے بجٹ کا اعلان کرتے ہیں تو اُس رقم کو

دُگنا کر دیا جاتا ہے۔ میں محترم وزیر خزانہ سے یہ امید رکھوں گا کہ وہ اپنی wind up speech میں 32 کروڑ روپیہ کی بجائے 64 کروڑ روپیہ کا اعلان کریں۔

جناب سپیکر! یہاں پر اقلیتوں کے لئے جناح آبادی سکیم کا ذکر ہوا اور میرے بھائی نے بالکل ایک جائز بات کی کہ ان سکیموں میں اقلیتوں کا حصہ ہونا چاہئے اور میرا خیال ہے کہ اگر ایسا نہیں تو میں آپ کی وساطت سے حکومت وقت کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ جناح آبادی سکیم میں اقلیتوں کا حصہ ضرور رکھا جائے۔

جناب سپیکر! گرین ٹریکٹر سکیم کے حوالے سے یہاں پر گفتگو کی گئی کہ اس سکیم سے اقلیتوں کو حصہ نہیں ملتا۔ میرے وہ بھائی یہاں موجود ہوتے تو زیادہ بہتر تھا کہ گرین ٹریکٹر سکیم کو ایک شفاف عمل یعنی قرعہ اندازی کے ذریعے مکمل کیا جا رہا ہے اور میرے اپنے ذاتی علم میں ہے کہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے بہت سارے لوگ اس سکیم سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر ایک اور بات کرنا چاہ رہا تھا کہ ملازمتوں میں اقلیتوں کے لئے پانچ فیصد کوٹا پر آج کے دن تک پورے انصاف سے عمل نہیں ہو رہا۔ یہ بات میرے ذاتی علم میں ہے کہ جہاں پر اچھی پوسٹوں کی advertisement آتی ہے وہاں پر کوشش کی جاتی ہے کہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے امیدوار تحریری ٹیسٹ یا انٹرویو میں پاس نہ ہوں کیونکہ حکومت کی کوئی ایسی پالیسی نہیں ہے کہ اقلیتوں کے لئے جو کوٹا مختص کیا گیا ہے اور اُن میں سے اگر کوئی اُس معیار پر پورا نہیں اُترتا تو اُن سیٹوں کو جنرل سیٹوں میں convert کر دیا جاتا ہے اور اقلیتوں کو اس sense میں پانچ فیصد کوٹا میں انہیں ناانصافی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر گوجرہ کے واقعات کا ذکر ہوا میں اس بحث میں بھی نہیں پڑنا چاہتا کہ کون وہاں پر پہلے آیا اور کون وہاں پر بعد میں گیا کیونکہ یہ point scoring کی بات نہیں بلکہ کرسچئن کمیونٹی کے حقوق کی بات ہے میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ گوجرہ کو development کے لئے پیسا دیا جائے تا کہ وہاں کی development کا جتنا کام نامکمل ہے اُس کو مکمل کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! میں بجٹ تقریر میں سُن رہا تھا کہ سرکاری اراضی کو واگزار کرنے کے لئے بہت تیزی کے ساتھ کام ہو رہا ہے، یقیناً میاں محمد شہباز شریف کا یہ vision ہے کہ اس صوبہ میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے تو اُن سے میری یہ گزارش ہو گی کہ چرچوں اور کرسچئن انسٹیٹیوٹس کی پراپرٹی پر

جن لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے اُن سے بھی قبضہ واگزار کرایا جائے اور انہوں نے اس سلسلہ میں ایک کمیٹی تشکیل کی ہوئی ہے تو چونکہ وزیر خزانہ کے پاس اقلیتوں کے امور کی وزارت بھی ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ اُس کمیٹی کو فعال کیا جائے تاکہ چرچوں کی پراپرٹی کو واپس لیا جا سکے۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے یقیناً صوبائی حکومت کا focus ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ تعلیم کے میدان میں ترقی کرنے کے بعد ہی اس ملک کے دوسرے مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہوگی کہ ایسے مسیحی تعلیمی ادارے جن کو نیشنلائز کیا گیا تھا تو میں حکومت سے یہ گزارش کروں گا اور میں یہاں پر رنگ محل سکول اور تحصیل سمندری میں خوش پور ایک تعلیمی ادارہ ہے ان کا ذکر خصوصی طور پر کرنا چاہوں گا کہ ایسے تمام تعلیمی ادارے اصل مالکان کو واپس کر دیئے جائیں تاکہ وہ تعلیمی میدان میں اپنی خدمات کا سلسلہ کار شروع کر سکیں۔

جناب سپیکر! میں اقلیتوں کے حوالے سے ایک اور گزارش کرنا چاہوں گا اور میں نے پچھلے بجٹ میں بھی وفاقی حکومت سے یہ گزارش کی تھی کہ اقلیتوں کو double vote کا حق ضرور دیں تاکہ ہم اپنے نمائندگان کو right of vote کے ذریعے اس ہاؤس میں بھیج سکیں۔

جناب سپیکر! میری یہ خواہش تھی کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے میجر (ر) گوندل صاحب یہاں پر تشریف رکھتے وہ اپنی تقریر میں ذکر کر رہے تھے کہ امریکی سفیر منٹر نے ان کے ساتھ کوئی گفتگو کی، انہوں نے کہا کہ پاکستانی سیاستدان جب ہمارے پاس آتے ہیں تو اُن کا روّیہ کچھ اور ہوتا ہے، جب وہ عوام کے پاس جاتے ہیں تو اُن کا روّیہ کچھ اور ہوتا ہے تو وہ شاید اپنی قیادت کے بارے میں یہ بات کرتے ہوں، میں اُن کو صرف یہ یاد کروانا چاہتا تھا کہ ہماری قیادت کے کردار اور اُن کے ماضی کو پوری قوم جانتی ہے۔ گوندل صاحب نے ایک سفیر کی بات کی، ہماری قیادت نے امریکی صدر کے بار بار فون کرنے کے باوجود، ہر قسم کے دباؤ کے باوجود اور ہر قسم کے لالچ کے باوجود پاکستان میں ایٹمی دھماکے کئے۔ ہماری قیادت نے عدلیہ کی بحالی کی تحریک کا جب آغاز کرنا تھا تو امریکی سفیر نے میاں محمد نواز شریف سے بار بار رابطہ کر کے انہیں اس تحریک سے روکنے کی کوشش کی لیکن قوم اس بات کی گواہ ہے کہ کس نے امریکی ٹیلی فون اور امریکی سفیر کے ٹیلی فون اور پیغامات کو رد کیا اور قوم کے مفادات اور قوم کی آواز کو آگے لے کر چلتے ہوئے قوم کے تحفظ کی بات کی۔ یہ واقعات تو شاید گوندل صاحب کو بھول گئے ہوں، ابھی بہت دور کی بات نہیں بلکہ پچھلے ماہ کی بات ہے کہ اس صوبہ کے وزیر اعلیٰ نے جب اغیار سے امداد نہ لینے کا اعلان کیا تو

اس بات کی تکلیف بھی سب سے زیادہ امریکیوں کو ہوئی اور انہوں نے بار بار میاں محمد شہباز شریف سے رابطہ کیا اور اس طرح کا اعلان نہ کرنے کے لئے دباؤ ڈالتے رہے لیکن ہماری قیادت نے صاف انکار کر دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ ہاؤس کا وقت آدھا گھنٹہ اور بڑھایا جاتا ہے۔ اب جناب جاوید حسن گجر صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ رانا آصف محمود صاحب!

رانا آصف محمود: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 12-2011 پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں حکومت پنجاب اور وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے انتہائی مشکل معاشی حالات میں ایک عوام دوست بجٹ پیش کیا۔ میں مسلم لیگ (ن) کی قیادت کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے اقلیتی ممبران پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے جناب کامران مائیکل کو یہ بجٹ پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔ میں اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں ایک تاریخی واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کے وقت جب پنجاب کے الحاق کی قرار داد پیش ہوئی تو اُس میں اقلیتی ممبران نے ایک کلیدی کردار ادا کیا اور اُس ووٹنگ کے بعد حضرت قائد اعظم نے اقلیتی ممبران کو ملاقات کا شرف بخشا اور اُس ملاقات میں قائد اعظم نے اقلیتی ممبران ایس پی سنگھا، گیبن صاحب اور ہمارے دوسرے اقلیتی ممبران شامل تھے اُن سے وعدہ کیا کہ آئندہ بننے والی انتظامیہ اور کابینہ میں اقلیتی ممبران کو انتہائی اہم عہدے دیئے جائیں گے۔ اُس وقت کی پنجاب اسمبلی کے اقلیتی ممبران نے صدق دل سے قائد اعظم کی قیادت کو قبول کیا لیکن باوجود اُن میں سے کسی کو کوئی اہم عہدہ نہ دیا گیا۔ آج 63 سال کے بعد ہمارے قائد میاں محمد شہباز شریف نے کامران مائیکل کو وزیر خزانہ مقرر کر کے قائد اعظم کا وہ وعدہ، جو انہوں نے اقلیتی ممبران سے کیا تھا، اُس وعدہ کو پورا کیا۔

جناب سپیکر! میں اس بجٹ کے سلسلہ میں چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ تعلیم کا شعبہ کسی بھی ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں میاں محمد شہباز شریف کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے سیالکوٹ کی عوام کو میڈیکل کالج اور خواتین یونیورسٹی کا تحفہ دیا ہے۔ اقبال اور فیض کے شہر میں باقاعدہ یونیورسٹی نہیں ہے، میری یہ گزارش ہے کہ مرے کالج جہاں پر ایم اے کی کلاسوں کا اجراء ہوتا ہے، اُسے یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔ مرے کالج وہ تعلیمی ادارہ ہے جہاں پر علامہ محمد اقبال نے تعلیم حاصل کی تھی۔ میری تجویز ہے کہ مرے کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے کر اس کا نام مرے کالج علامہ اقبال یونیورسٹی رکھا جائے۔ میں یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ مرے کالج کو اس کے سابقہ مالکان چرچ آف سکاٹ لینڈ کو واپس کیا جائے پھر اسے یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے اور ایک چارٹرڈ یونیورسٹی کی حیثیت سے مرے

کالج کا قیام عمل میں لایا جائے جیسا کہ لاہور میں ایف سی کالج میں ہوا ہے اور ایف سی کالج ایک انتہائی کامیاب ادارے کی صورت میں سامنے آیا ہے۔

جناب سپیکر! بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مشنری سکولوں کے متعلق فیصلہ 1998 میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے کیا تھا۔ جب میاں محمد شہباز شریف وزیر اعلیٰ تھے تو انھوں نے پنجاب بھر میں دس مشنری سکول واپس کئے تھے جن میں ایک مشن گرلز ہائی سکول، حاجی پورہ، سیالکوٹ بھی شامل تھا لیکن اس وقت چند انتظامی وجوہات کی وجہ سے مشن گرلز ہائی سکول، حاجی پورہ، سیالکوٹ کی واپسی ممکن نہ ہوئی اس کا نوٹیفکیشن 30۔ جون 1998 کو بحکم میاں محمد شہباز شریف صاحب ہوا تھا۔ میری اب وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ التماس ہے کہ اب وہ اپنے اس وعدے کو پورا کریں اور اس سکول کو بھی اس کی پرانی انتظامیہ کو واپس کریں جس کا نوٹیفکیشن 1998 میں جاری کیا گیا تھا۔

جناب والا! اس بجٹ میں TEVTA کو مالی خود مختاری دی گئی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ TEVTA زکوٰۃ پر چلتا ہے۔ ہماری درخواست پر وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس میں اقلیتی طلباء و طالبات کے داخلے کا اہتمام کیا، بیت المال نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے لئے فنڈز دیئے جائیں گے لیکن وہ فنڈز نہ دیئے گئے۔ میری یہ التماس ہے کہ بیت المال سے وہ فنڈز مہیا کئے جائیں تاکہ TEVTA کے اداروں میں اقلیتی طلباء و طالبات کا داخلہ ممکن ہو۔

جناب والا! آج میں ایک خاص مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس ایوان میں یہ بتایا گیا کہ الکوحل مشروبات کی فروخت سے بے پناہ ٹیکس حاصل کیا جاتا ہے۔ ان مشروبات کی فروخت کے لئے حکومتوں نے اقلیتوں کو خصوصی طور پر پرمٹ جاری کئے ہوئے ہیں، اس پرمٹ سے شراب یا الکوحل مشروبات صرف فور سٹار ہوٹلوں سے خریدے جا سکتے ہیں۔ یہ پرمٹ صرف پنجاب میں ہے، سندھ اور بلوچستان میں پرمٹ کی ضرورت نہیں وہاں پر کسی اقلیتی شخص کا شناختی کارڈ ہی اس کے لئے کافی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ جیسے دوسرے صوبوں میں ہے اسی طرح پنجاب میں کیا جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے صوبوں میں الکوحل مشروبات کے لئے اقلیتی آبادیوں میں دکانیں بنائی گئی ہیں ان کو لائسنس دیا گیا ہے۔ وہاں پر کسی فور سٹار یا فائیو سٹار ہوٹل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ گوجرانوالہ ڈویژن میں میرے شہر سیالکوٹ میں کوئی فور سٹار ہوٹل نہیں ہے اور لوگوں کو لاہور آنا پڑتا ہے، واپسی پر جب انھیں بسوں سے اتارا جاتا ہے تو ان کے ساتھ تذلیل آمیز سلوک کیا جاتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ دوسرے صوبوں کی طرح پنجاب میں بھی شناختی کارڈ کو ہی پرمٹ تصور کیا جائے۔ سیالکوٹ،

گوجرانوالہ، گجرات اور نارووال میں جہاں پر فور سٹار ہوٹل نہیں ہیں وہاں سندھ اور بلوچستان کی طرز پر مسیحی آبادیوں میں الکوحل مشروبات کے لئے دکانیں قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ میں وقت کی کمی کے باعث اپنی تقریر کو wind up کر رہا ہوں۔ میں آخر میں اپنے بھائی کامران مائیکل کو ایک شعر کی صورت میں دعا پیش کرنا چاہتا ہوں کہ

تمھارا عزم تمھیں لے گیا بلندی پر
خدا کرے کہ بہاروں سے ہمکنار ہو تم
دعائیں شامل ہیں اس میں کچھ بزرگوں کی
خدا کرے کہ بہاروں سے کامدار ہو تم

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ چودھری جاوید احمد صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب سعید مغل صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ سید ناظم حسین شاہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب احمد کریم قسور لنگڑیال صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب خالد جاوید اصغر گھرال صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ انجینئر شہزاد الٰہی صاحب!

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آج آپ نے مجھے بجٹ 12-2011 کے لئے بولنے کا موقع دیا۔ میں سب سے پہلے وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے جو بجٹ پڑھا بڑے اچھے طریقے اور جوش و خروش سے پڑھا جیسے پنجابی میں کہتے ہیں کہ "پانی پیا پیا ماریا" تو انھوں نے پانی پی پی کر بجٹ پڑھا کیونکہ بنیادی طور پر ان سے کوئی مشاورت نہ کی گئی تھی بلکہ یکدم ان کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی اور بابو کا بنایا ہوا بجٹ ان کے سپرد کر دیا گیا۔ میں پھر بھی ان کو بجٹ پڑھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! وقت کافی ہو گیا ہے اور کافی ممبران جا چکے ہیں اس لئے میں اپنی تقریر کو مختصر کرتا ہوں۔ اس بجٹ میں صرف نعرے اور بڑھکیں نظر آتی ہیں، ہاں اگر کوئی چیز نظر آتی ہے تو بابوؤں اور بیوروکریسی کی برتری نظر آتی ہے۔ وزیر خزانہ سے حلف لے کر پوچھیں کہ کیا آپ سے مشاورت کی گئی ہے یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ اگر بجٹ کو کھولا جائے تو سب سے پہلے اس میں سیلاب کی تباہ کاریوں کا ذکر آتا ہے۔ مجھے یہ تصاویر آپ کو پیش کرنے میں کوئی عار نہیں کہ حکومت کی طرف سے ادھر بڑے بلند و بانگ دعوے کئے جا رہے ہیں کہ ہم نے سیلاب میں یہ کر دیا، وہ کر دیا۔ ادھر اخبارات نے گزشتہ سال آنے والے سیلاب میں Irrigation کے سربراہ کو سینکڑوں لوگوں کی موت اور اربوں روپے کے

نقصان کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا اور عدالتی کمیشن نے بھی اس شخص کو ذمہ دار ٹھہرایا لیکن اس شخص کو حکومت پنجاب نے محکمہ توانائی میں سیکرٹری کا عہدہ تحفہ میں دے دیا۔ میں اخبارات کی cutting بھی آپ کو دے رہا ہوں۔ آپ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم عوام کے ساتھ ہیں، وہ کون سی موٹر سائیکل تھی جو کہ سیلاب میں چل رہی ہے اور وزیراعلیٰ صاحب پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر وہ ایک ایک موٹر سائیکل ان کو بھی دے دیتے تو شاید اتنی اموات نہ ہوتیں۔ یہ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بیوروکریسی کس طرح پنجاب کے عوام کو جھنجھوڑ رہی ہے اور پھر بھی وہ پاک صاف ہو کر سیکرٹری توانائی بن جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح گوجرہ کا واقعہ ہوتا ہے، نہتے مسیحیوں پر گولیاں چلائی جاتی ہیں اور جوڈیشل کمیشن میں اس R.P.O کو صوبہ بدر کیا جاتا ہے لیکن پتا نہیں کیوں پنجاب حکومت انہی لوگوں کو نوازتی ہے، انہی کو انعامات دیتی ہے کہ دوبارہ اس کو فیصل آباد میں رکھا گیا جبکہ پنجاب حکومت اس بات پر بڑا شور اور واویلہ کر رہی ہے کہ ہم عدلیہ کے فیصلوں کو مانتے ہیں تو کیا عدلیہ کے اس فیصلے کو مانا گیا ہے کہ اس R.P.O کو جس کو صوبہ بدر کیا گیا تھا سی سی پی او لاہور لگایا گیا۔ جب ہائی کورٹ نے مداخلت کی تو دوبارہ اس کو فیصل آباد بھیج دیا گیا اور اب خدا کی شان دیکھئے کہ یہ جوڈیشری کا نعرہ لگانے والوں نے خود ہی اس کے احکامات نہ مان کر دوبارہ پھر اس کو سی سی پی او لاہور بنا کر انعام دیا ہے۔ اس نے آتے ہی جعلی پولیس مقابلوں میں گیارہ انسانوں کا خون کرا دیا ہے۔ میں اس کی cutting آپ کو دیتا ہوں جس میں اس نے گیارہ بندوں کا خون کیا، اس کو پریس بھی مان رہی ہے اور عوام بھی کہہ رہی ہے۔ یہ کیسی بیوروکریسی ہے اور یہ کیسی حکومت ہے؟

جناب سپیکر! اسی طرح کا ایک واقعہ ہوا ہے جو آپ کی نظر میں بھی ہے کہ ایم ڈی سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کے پاس مسیحیوں کے لئے کچھ لیڈر روزوں کے ایام میں گئے کہ جس طرح مسلمان بھائیوں کو آپ روزوں میں relaxation دیتے ہیں ہمیں بھی دو گھنٹے کی relaxation دیں لیکن ایم ڈی نے بہت نازیبا الفاظ استعمال کئے اور وہاں پر پانچ witness لوگ جب ہمارے پاس آئے تو اِس بات کو ہم ہاؤس میں لے کر آئے جس پر آپ نے ہاؤس میں ایک کمیٹی بنائی کہ انکوائری کی جائے۔ اُس انکوائری کی رپورٹ میں آپ کو پیش کر رہا ہوں جس میں تمام ممبران نے لکھا ہے کہ ایم ڈی بالکل guilty ہے اور اُس نے یہ کام کیا ہے لہذا اُس کے خلاف قانونی کارروائی ہونی چاہئے۔ ہمارے فنانس منسٹر جناب کامران مائیکل صاحب اُس کمیٹی کو Chair کر رہے تھے اور باقاعدہ اس رپورٹ کے نیچے اُن کے sign ہیں۔ یہ document میں آپ کو بطور ثبوت دے رہا ہوں کہ اس صوبہ میں کیا ہو رہا ہے؟ منسٹر

صاحب نے لکھ کر دیا اور اگلے ہی دن اخبار میں ایک تراشا آ گیا کہ ایم ڈی سالڈ ویسٹ مینجمنٹ بے گناہ ثابت پائے گئے۔اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ جو اُن کے ہاتھ کا لکھا ہے اُس کو صحیح مانوں یا اِس اخبار کے تراشے کو صحیح مانوں؟ جو پانچ بندے witness تھے اُن کو ایم ڈی کی طرف سے warning دے کر نوکریوں سے فارغ کر دیا گیا، آپ دیکھیں کہ کس طرح انتقامی کارروائی کی گئی۔مزید ہاؤس میں اُس کی رپورٹ پیش نہیں کی گئی۔ پچھلے اجلاس میں ہم نے آپ سے کہا تھا کہ انکوائری رپورٹ لی جائے جس پر آپ نے کہا تھا کہ جیسے ہی کامران مائیکل صاحب آتے ہیں اُن سے رپورٹ لیتے ہیں لیکن وہ آج تک رپورٹ ہاؤس میں پیش نہ ہو سکی۔یہاں پر بیوروکریسی کو کس طرح نوازا اور بچایا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر! اسی طرح (ن) لیگ کی طرف سے ملازمتوں میں اقلیتوں کے لئے پانچ فیصد کی بڑی دھوم مچائی جا رہی ہے لیکن میرے پاس ایک رپورٹ ہے کہ قصور میں درجہ چہارم کی 445 ملازمتیں محکمہ تعلیم کی طرف سے announce ہوئیں لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس میں انہوں نے پانچ فیصد کوٹا صرف سینٹری ورکر کی ملازمت میں دیا ہے جس کو باقاعدہ انہوں نے mention بھی کیا ہوا ہے۔یہ paper بھی میں آپ کی نذر کرتا ہوں کیونکہ مجھے امید ہے کہ آپ اس پر کچھ نہ کچھ ضرور action لیں گے۔یہاں پر کچھ ممبران ہنس رہے ہیں لیکن یہ ہنسنے والی بات نہیں ہے بلکہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ کی بات پر نہیں ہنس رہے۔

انجینئر شہزاد الہٰی: جناب سپیکر! یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ہم لوگ کتنے محب وطن ہیں اور پیار کرنے والے ہیں کہ ہم اقلیتوں کے ساتھ کس کس طریقے سے ظلم اور زیادتیاں کی جا رہی ہیں۔یہ اس معاشرے اور اس صوبہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جو بلند و بالا دعوے کئے جاتے ہیں، بڑھکیں ماری جاتی ہیں اور نعرے لگائے جاتے ہیں لیکن output بالکل زیرو ہے۔مجھے اس بات پر بھی دکھ ہے کہ بجٹ 11-2010 میں اقلیتوں کے لئے جو فنڈ مختص کیا گیا وہ 220 ملین روپے کا تھا۔اس فنڈ کے حوالے سے اگر میں یہ کہوں کہ میرا بھائی کامران مائیکل جو فنانس منسٹر ہے وہ بھی بے بس نظر آیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔آپ انتہا دیکھیں کہ ہمارا بھائی جس کے پاس اقلیتی امور کی وزارت اور پھر وزارت خزانہ بھی ہے لیکن اس کے باوجود جون کے آخر میں صرف ایک کروڑ 70 لاکھ روپے کا فنڈ release ہو رہا ہے جو ابھی تک implement نہیں ہوا بلکہ چند سکیمیں چل رہی ہیں باقی سب رکی ہوئی ہیں۔ہماری پارٹی کی منحرف جو ہمارے دَور میں منسٹر بھی تھیں اُن کو 2 کروڑ 30 لاکھ روپے دیئے گئے جس سے 100 فیصد کام مکمل ہو گئے۔ہمارے فنانس

منسٹر صاحب تو اپنے حقوق ہی نہ لے سکے تو وہ صوبہ پنجاب کے حقوق کی بات اور اقلیتوں کی بات کیسے کریں گے ؟ اسی وجہ سے اس مرتبہ پورے پنجاب کے اقلیتوں کے لئے صرف 22 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ذرا wind up کرلیں کیونکہ کافی ٹائم ہو گیا ہے۔

انجینئر شہزاد الہیٰ: جناب سپیکر! اقلیتوں کی طرف سے صرف ایک ہی آواز ہے باقی سب خوشامد کر گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ کو کافی ٹائم دیا ہے۔ اب پلیز wind up کرلیں۔

انجینئر شہزاد الہیٰ: جناب سپیکر! پچھلے دنوں "سماء" چینل والوں نے نواز شریف کالونی میں ایک پروگرام کا انتظام کیا جو ڈاکٹر سعید الہیٰ کا حلقہ ہے وہاں پر مجھے بھی مدعو کیا گیا لیکن متعلقہ ایم پی اے صاحب نہ پہنچے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ نواز شریف کالونی کے 95 فیصد لوگ ہیپاٹائٹس کے مریض ہیں جس کی "سماء" چینل نے براہ راست کوریج کی۔ یہ وہ کالونی ہے جو میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کے گھر کے سامنے چائنا بستی کے نام سے تھی اور انہیں گوارا نہ تھا کہ وہ لوگ وہاں پر بیٹھیں اس لئے انہیں وہاں سے دوسری جگہ پر شفٹ کر دیا گیا لیکن اُن لوگوں کو جو پانی سپلائی کیا جا رہا ہے وہ نالے سے جا رہا ہے اس لئے وہاں کے 95 فیصد لوگ ہیپاٹائٹس کے مریض ہیں۔ ڈاکٹر سعید الہیٰ جو ہسپتالوں کا شاید visit کرتے ہوں لیکن اُس پروگرام میں نہ آئے۔ وہاں کے لوگ رو رہے تھے تو میں نے کہا کہ میں صبح ایم ڈی واسا سے ملتا ہوں۔ جب میں نے ایم ڈی واسا سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ اس کے لئے 17 کروڑ روپے چاہئیں۔ جب ایک چھوٹے سے علاقے کی water supply کے لئے 17 کروڑ روپیہ چاہئے تو پھر یہ 22 کروڑ روپیہ پورے پنجاب میں کہاں کہاں پر لگائیں گے ؟ پنجاب میں 62 حلقے ایسے ہیں جہاں اقلیتی متحد ہو جائیں تو وہ اپنا ایم پی اے خود منتخب کر سکتے ہیں۔ ایم ڈی نے کہا کہ ہمارے پاس اس کے لئے فنڈز نہیں ہیں لہذا آپ اپنے اقلیتی وزیر سے بات کریں مگر اقلیتی وزیر بے چارا خود مجبور ہے جو اپنے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکا۔ میں اپنے بھائی کامران مائیکل سے کہتا ہوں کہ خدارا اٹھو، [******] اپنے اور اپنے اقلیتی عوام کے لئے حقوق بھی لو اور اس کے لئے پوری قوم اور ہم آپ کے ساتھ ہیں ورنہ جس طرح اِس دورِ حکومت میں گوجرہ، قصور، سمبڑیال اور پھر فیصل آباد میں جو ظلم و زیادتیاں مسیحیوں سے ہوئی ہیں وہ روزانہ ہوں گی۔ جس طرح عوام آج یہ کہہ رہی ہے کہ اس کی ذمہ دار موجودہ حکومت ہے تو اس میں کامران مائیکل کا نام بھی آتا ہے کیونکہ وہ منسٹر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔اب تشریف رکھیں۔جناب محمد یعقوب ندیم سیٹھی!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔جی، پرویزرفیق صاحب!

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر صفحہ نمبر473الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب پرویزرفیق: جناب سپیکر!میں کل بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔جناب نعیم صفدر انصاری!

حاجی محمد نعیم صفدر انصاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!آپ کا شکریہ۔میں سب سے پہلے ایک انتہائی متوازن، غریب دوست اور عوامی حکومت کا عوامی بجٹ پیش کرنے پر وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب پرویزرفیق: جناب سپیکر!شہزادالٰہی صاحب نے کامران مائیکل صاحب کے لئے غیر پارلیمانی الفاظ بولے ہیں لہذا میری یہ requestہے کہ انہیں کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، غیر پارلیمانی الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

حاجی محمد نعیم صفدر انصاری: جناب سپیکر!میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل صاحب اور قائد محترم میاں محمد شہباز شریف صاحب کو مبارکباد اور خراج تحسین بھی پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے آج دہشت گردی کا دور دورہ، international crisisودیگر انتہاپسندی جیسے گھمبیر حالات میں بھی اس قدر عوامی ترجمانی کرتا ہوا بجٹ پیش کیا۔ویسے تو وقت کی قلت کی وجہ سےpoint to pointہی بات ہو گی۔وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں تقریباً ہر محکمے پر بات کی اور furtherاگلے سال کے plansبھی دیئے۔میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح پچھلے سال میاں صاحب نے اپنے وعدے اور جو یہاں پر بجٹ کی speechکی اس پر الحمد للہ عملدرآمد ہوااور آج بھی جاری ہے۔ان میں I.T. Labs، مفت ادویات اور دیگر بہت سارے ایسے منصوبہ جات جو آج بھی عوامی خدمت کے لئے پیش پیش ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ اگلے سال بھی جاری رہیں گے۔آئندہ بجٹ میں فیصلہ کیا گیا کہ I.T.Labsکانفاذ ایلیمنٹری سکول تک بھی ہو گا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری آنے والی نسلیں جدید خطوط پر انشاء اللہ I.Tکی تعلیم اور دیگر شعبوں میں ترقی کر سکیں گی۔

جناب سپیکر! جس طرح سائنس لیبارٹریوں کا اجراء ہو رہا ہے ویسے تو یہ بہت common سی بات ہے مگر پھر بھی اس حکومت کی زیر نگرانی یہ پراجیکٹ چلے گا تو اس کے بھی انشاء اللہ تعالیٰ بڑے مثبت اثرات نظر آئیں گے۔ ابھی صبح یہاں سکولوں کی اپ گریڈیشن اور missing facilities کے حوالے سے بڑی تفصیلاً بات ہوئی۔ میں مختصراً بتاتا چلوں کہ الحمد للہ جس طرح ہمیں ایم پی اے پیکیج ملتا رہا ہے یہ آئندہ سال بھی ملے گا۔ میرا حلقہ ضلع قصور میں ہے جہاں 1971 سے ایک بھی سکول اپ گریڈ ہوا اور نہ نیا تعمیر ہو سکا لیکن الحمد للہ جب سے ہماری حکومت آئی ہے تقریباً 8 سے 10 سکول نئے بنے اور اپ گریڈ ہو کر operational ہیں اور اگلے سال بھی انشاء اللہ تعالیٰ 10 سے 12 سکول اسی طرح اپ گریڈ کریں گے۔

جناب سپیکر! تعلیمی میدان میں میاں صاحب کی قیادت میں ہونہار بچوں کے لئے ہونے والے تقریری مقابلے بڑے خوش آئند ہیں۔ میری ایک چھوٹی سی request ہو گی کہ جس طرح بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں انعامات سے نوازا جاتا ہے اسی طرح ان کے اساتذہ کے لئے بھی کچھ انتظام ہونا چاہئے جن کی محنت سے وہ یہاں پہنچ کر انعامات حاصل کرتے ہیں۔ ویسے تو میاں صاحب نے ہمارے شہر قصور کے لئے گرلز کالج کی منظوری دے دی ہے لیکن بد قسمتی سے وہاں پر جگہ دستیاب نہیں ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ جگہ کا بھی بندوبست کر کے دیا جائے شاید acquisition پر کچھ پابندیاں ہیں تو ہمیں relaxation دی جائے کیونکہ almost ہمارا شہر چار سے پانچ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے لیکن وہاں پر صرف ایک گرلز کالج ہے۔ یہ ہمارا دیرینہ مطالبہ اور ہماری ضرورت بھی ہے تو ازراہ مہربانی اسے consider کر لیا جائے۔

جناب سپیکر! قصور شہر کے لئے سٹی پیکیج دیا گیا جس میں سب سے اہم شہر کے روہی نالے کا پراجیکٹ ہے جس پر پینتیس سے چالیس سال سے صرف سیاست ہی ہوتی رہی ہے لیکن الحمد للہ ہمیں یہ بات کہتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارے قائد نے اس دفعہ 2۔ارب 27 کروڑ روپے کے روہی نالے کے پراجیکٹ پر کام شروع کرایا جو کہ تیز رفتاری سے جاری ہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے چھوٹی سی عرض کروں گا کہ اگر اس حوالے سے کبھی ہمیں فنڈز کے تعطل ہونے کی شکایت ہو تو مہربانی کر کے اسے clear کر دیں۔ گزشتہ سال سیلاب کی وجہ سے کچھ breakage آیا لیکن میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ سال ہمارے رُکے ہوئے فنڈز بھی clear ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر!فیروز پور روڈ کے متعلق بڑی تفصیل کے ساتھ میاں صاحب نے بتایا اور میرا خیال ہے کہ ہمارے سیاسی مخالفین کی تسلی ہو گئی ہو گی لیکن میں پھر بھی اس چیز پر میاں صاحب کی کاوشوں اور محنت پر جتنا بھی خراج تحسین پیش کروں وہ کم ہے کیونکہ جس طرح کا یہ منصوبہ تھا تو یہ صرف انہی کا کارنامہ ہے کہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ابھی کچھ دن پہلے ہماری میٹنگ ہوئی تو میں نے ان سے دوبارہ یہی گزارشات کیں کہ ہم نے اس منصوبے کو الحمد للہ مکمل تو کر لیا ہے لیکن اسے سنبھالنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔کچھ road cuts تھے،breaker کا معاملہ تھا اور بھی بہت ساری چیزیں تھیں مگر انہوں نے مہربانی کرتے ہوئے سیکرٹری صاحب کے ذمہ لگایا ہے۔ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت سارے معاملات ان کی نگرانی میں حل کریں گے۔

جناب سپیکر!اس دفعہ سٹی پیکج کے باقی فنڈز تقریباً25 کروڑ کے قریب تھے جو بجٹ میں بھی رکھے گئے تو میں وزیر خزانہ سے بھی یہ request کروں گا کہ وہ انہیں خود monitor کریں اور ہمیں یہ پیسے مکمل اور وقت پر دے دیئے جائیں تاکہ کام مکمل کر سکیں۔

جناب سپیکر!ہمارے شہر کے D.H.Q ہسپتال کا مسئلہ شروع دن سے ہی ایسا ہے لیکن یہ ایک واحد چیز ہے جو ابھی تک ہم سے نظر انداز ہو رہی ہے۔ہم نے عملی طور پر اپنی آواز تو ہر جگہ بلند کی ہے لیکن شاید ڈاکٹرز اور سٹاف کی کمی تھی۔بہر کیف ہمارے D.H.Q ہسپتال کے اندر ہی25ایکڑ اراضی موجود ہے اور اگر مناسب سمجھا جائے تو25ایکڑ جگہ ایک میڈیکل کالج کے لئے بڑی feasible ہوتی ہے اور site بھی دستیاب ہے تو مہربانی کر کے اگر وزیر خزانہ صاحب،وزیر اعلیٰ صاحب تک ہمارا یہ مطالبہ پہنچا دیں کہ وہاں "بلھے شاہ میڈیکل کالج"کی منظوری دے دی جائے تو یہ ہمارے لئے بڑے اعزاز کی بات ہو گی۔اس کے ساتھ ساتھ ہمارا D.H.Q ہسپتال بھی operational ہو جائے گا۔

جناب سپیکر!قصور شہر کو ماڈل سٹی میاں صاحب نے دو تین سال پہلے ہی قرار دیا تھا اور ماڈل سٹی کی requirements میں ہے کہ بس سٹینڈ شہر سے باہر ہوں تو ہمارے بس سٹینڈ کو بھی پچھلے بجٹ میں consider کیا گیا بلکہ میں اسے بس سٹینڈ کہہ کر شاید اس کی توہین کر رہا ہوں وہ ایک منی ائرپورٹ ہے جس کا P.C-I تیار ہوا ہے اور جس پر کام جاری ہے۔ابھی دو تین دن پہلے میاں صاحب نے پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کو قصور شہر میں بھی شروع کرنے کا حکم دیا ہے تو میری یہ گزارش ہو گی کہ جس طرح آشیانہ سکیم کے لئے وہاں پر جگہ دیکھی جا رہی ہے تو دانش سکول بھی وہاں پر بنایا جائے۔یہاں پر بہت سارے ہمارے دوست زراعت سے وابستہ ہیں اور زراعت سے متعلق ہی

mostly بات ہوتی ہے۔ انڈسٹری کے حوالے سے بہت کم بات ہوتی ہے۔ ہمارا شہر انڈسٹری اور خاص طور پر کینوس بنانے کے حوالے پاکستان میں واحد شہر ہے جہاں almost ساری ہوم انڈسٹری ہی ہے۔ جس طرح آج energy کا crisis ہے تو ہمارا شہر اس حوالے سے بہت suffer کر رہا ہے۔ بہت ساری تجاویز آئیں تو humble submission کے طور پر ہماری بھی یہ تجویز add کر لیں کہ حکومت پنجاب اپنی مدد آپ کے تحت جس طرح توانائی کے بحران پر قابو پانے، اپنے طور پر ڈیم اور بجلی بنانے کے پراجیکٹس پر کام کرنا چاہ رہی ہے تو مہربانی کر کے ان چیزوں کو ترجیحی بنیادوں پر رکھیں تاکہ انڈسٹری کی تباہی و بربادی کو روک کر اسے دوبارہ سے سنبھالا دیا جا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کا وقت مزید آدھ گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔ سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

سیدہ ماجدہ زیدی: شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے لگتا ہے کہ آج آپ نے میرا امتحان لیا ہے کیونکہ میں کل اپنا نام سیکرٹری صاحب کو سب سے پہلے دے کر گئی تھی اور میرا نمبر اس سے بہت پہلے آنا چاہئے تھا anyhow جو بھی ہے۔ اب تقریر کا وہ temperament تو نہیں ہے لیکن پھر بھی میں گزارشات عرض کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے صوبہ پنجاب کا سالانہ بجٹ 12-2011 پیش کیا۔ انہوں نے اپنے فرض کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا لیکن ان کے چناؤ نے میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن کی اہلیت اور قابلیت پر ایک سوالیہ نشان چھوڑ دیا ہے۔ کسی بھی پروگرام یا منصوبے کی کامیابی کا دارومدار اس کے بنانے والے پر ہوتا ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ اس بجٹ کے باوجود اللہ صوبہ پنجاب اور پنجاب کے عوام پر رحم کرے۔ گزشتہ سال کے بجٹ میں تعلیم کے لئے 26۔ارب 30 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی اور اس سال 25۔ارب 59 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔۔۔

ایک معزز ممبر: یہ دیکھ کر پڑھ رہی ہیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: figure تو سارے دیکھ کر ہی پڑھتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ Chair کو مخاطب کر کے بات کریں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: یہ تو حوصلہ کریں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ بات کریں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت تعلیم پر کتنی توجہ دے رہی ہے اور اس کی ترقی کے لئے کتنی کوشاں ہے۔ اسی بجٹ میں ایک دانش سکول کا شوشہ بھی چھوڑا گیا ہے جس میں ایک ارب روپیہ ایک ہی سکول پر خرچ آتا ہے جبکہ پنجاب حکومت اس سال آٹھ دانش سکول مزید بنانے کا اعلان کر چکی ہے۔ دانش سکول میں ایک بچے پر ماہانہ 18 ہزار روپے خرچ کئے جاتے ہیں جبکہ عام سرکاری سکول میں ایک بچے پر 17,18 سو روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔ آپ تعلیم کے اس فرق کو کس طرح مٹائیں گے؟ 62 ہزار سکولوں میں missing facilities کے لئے ایک ارب روپے رکھے گئے ہیں اور سکولوں کی مرمت کے لئے صرف 54 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ یہ غریب بچوں کے ساتھ ظلم ہے۔ سرکاری سکولوں میں پینے کا پانی ہے، چھتیں ہیں، فرنیچر ہے اور نہ پنکھے ہیں۔ ایک سروے کے مطابق پنجاب کے 62 ہزار سکولوں میں بچوں کو پینے کے لئے مضر صحت پانی مل رہا ہے۔ اگر آج آپ سکولوں میں ہیپاٹائٹس ٹیسٹ کرائیں تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ ہر دوسرا بچہ آپ کو اس بیماری میں مبتلا ملے گا۔

جناب سپیکر! پاکستان میں کئی نامور شخصیات نے سرکاری سکولوں میں ٹاٹوں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کی لیکن انہوں نے اپنا مقام بنایا۔ ان کا کسی دانش سکول یا ایچی سن سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کے لئے missing facilities دینا پڑتی ہیں جو عام بچوں اور عام لوگوں کے لئے ہوں۔ اس پر خرچہ کیا جاتا ہے نہ کہ ایک دانش سکول کو بنا کر تعلیم میں اور بھی فرق ڈال دیا جائے۔ یہاں میں معذور بچوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں بلکہ اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ 2009 میں اس مقدس ایوان نے ایک قرارداد منظور کی تھی کہ slow learner بچوں کے لئے institute قائم کئے جائیں گے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ وزیر اعلیٰ دانش سکول بنانے سے پہلے اگر disabled بچوں کے بارے میں بھی کچھ سوچ لیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آج انہوں نے ایوان میں دانش سکول کی support میں ایک لمبی تقریر کی ہے لیکن آج پھر وہ disabled بچوں کو بھول گئے۔ تعلیم کو عام کرنے کے بلند و بانگ دعویٰ کرنے والوں نے اعلیٰ تعلیم کو حاصل کرنا مشکل کر دیا ہے۔ میں آپ کو اس کی مثال دیتی ہوں کہ 9^{th} اور 10^{th} کے امتحانوں میں بچوں کو بر وقت رول نمبر سلپ ملیں اور نہ ان کو امتحانی سنٹرز کے بارے میں بتایا گیا۔ گھروں سے میلوں دور بچوں اور بچیوں کے سنٹرز بنائے گئے بلکہ ان کو دوسرے ڈسٹرکٹ میں بھیج دیا گیا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): یہ جھوٹ ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: کوئی جھوٹ نہیں ہے بلکہ یہ میڈیا پر آ تا رہا ہے۔ منڈا صاحب! آپ خاموش ہو کر بیٹھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ Chair سے بات کریں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! آپ ان کو interrupt کرنے سے منع نہیں کر رہے ہیں اس لئے مجھے direct منع کرنا پڑ رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! ایسا نہ کریں، وہ خاتون ہیں ان کو بات کرنے دیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! بچوں کے امتحانی سنٹرز میلوں دور دوسرے ڈسٹرکٹ میں بنائے گئے۔ بچے آنسو بہاتے رہے اور میڈیا اس کی کوریج دیتا رہا۔ کیا اس وقت وزیر اعلیٰ کا دل نہیں دہلا؟ پنجاب میں اس سے پہلے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ بچے اپنے رول نمبروں کے لئے روتے رہیں۔

جناب سپیکر! پنجاب بنک کا رونا ہر وقت رویا جاتا ہے لیکن جو بنک ییلو کیب میں مرسڈیز گاڑیاں منگوانے پر دیوالیہ ہو گئے ان کا ذکر کہیں نہیں کیا جاتا۔ اگر کسی کو یاد نہیں ہے تو میں بتا دیتی ہوں کہ حبیب بنک اور UBL ییلو کیب سکیم میں تباہ ہو گئے تھے۔ ییلو کیب سکیم میں بغیر گارنٹی کے اپنے منظورِ نظر لوگوں کو قرضے دلائے گئے اور ایسے لوگوں کو ٹیکسیاں دے دی گئیں جو دس دس ٹیکسیاں لے کر آگے کرائے پر چلاتے تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس دفعہ بھی اس کا یہی حشر ہو گا اور اس سکیم کو اس لئے شروع کیا گیا ہے کہ ییلو کیب سے "لٹو پھر پھٹو" کے پروگرام پر عمل کیا جا سکے۔

جناب والا! مہنگائی ایک ناسور بن چکی ہے۔ مہنگائی کی طاقت سے عوام کو کمزور کر دیا گیا۔ حکومت کے یہ دعوے بھی جھوٹے ثابت ہوئے کہ ہم 1997 کی ratio پر قیمتیں لے کر آئیں گے۔ ابھی بھی لوگ چودھری پرویز الٰہی کا پانچ سالہ دور یاد کر رہے ہیں۔ اگر آپ تین سال پہلے کی قیمتوں کا موازنہ کریں تو اس وقت تک دو سو فیصد تک قیمتیں بڑھ چکی ہیں۔ خواتین کے لئے 13۔ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے جبکہ خواتین کل آبادی کا 52 فیصد ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ اس سے آپ ایک لاکھ روپیہ، 50 ہزار یا جس طرح سے آپ نے 20 ہزار روپے بے روزگاروں کے لئے قرضہ شروع کیا تو کیا آپ اتنے پیسے بھی

خواتین کو نہیں دے سکتے؟ خواتین کے فنڈز بڑھائے جائیں۔ خواتین ممبران کو موجودہ حکومت نے فنڈز نہ دینے کا ریکارڈ اس بجٹ میں بھی قائم کر رکھا ہے۔

جناب والا! یہاں پر میں ٹرانسپورٹ کا ذکر کرنا چاہوں گی کہ صوبہ پنجاب میں پبلک ٹرانسپورٹ کی حالت بہت ابتر ہے جبکہ حکومت ہمیشہ سے یہ دعوے کرتی رہی ہے کہ نئی بسیں چلائی جائیں گی لیکن ابھی تک کسی نے بھی کوئی بس سڑکوں پر نہیں دیکھی۔ میں یہاں پر ایک بات اور کرنا چاہوں گی کہ ہماری population میں 70 لاکھ بچوں کی سالانہ پیدائش ہوتی ہے۔ پاکستان میں population growth سب سے زیادہ ہے۔ اس کے مطابق آپ کو سکولوں، ہسپتالوں اور رہائش کا انتظام کرنا ہوگا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب احسن رضا خان!

جناب احسن رضا خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں لیکن آپ نے کافی انتظار کروایا۔ اتنا لمبا اجلاس میرے خیال میں تاریخی اجلاس ہوگا۔ باتیں تو کافی ہو چکی ہیں لیکن میں ان تین سالوں میں 63 سالہ تاریخ کا موازنہ کرنا چاہوں گا۔ ایک دور تھا کہ grass root level پر چونکہ ہم تو new comer ہیں۔۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اپوزیشن والے جب باتیں کرتے ہیں تو بڑے بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم پنجاب کی عوام کے بہت بڑے وفادار ہیں لیکن آپ اندازہ لگالیں کہ اس وقت اپوزیشن بنچوں پر ایک بھی ممبر نہیں بیٹھا۔ یہ اپوزیشن کا پنجاب کی عوام کے ساتھ وفاداری کا ثبوت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: احسن رضا صاحب کو اتنا ٹائم extra دیا جائے گا۔

جناب احسن رضا خان: جناب سپیکر! میں کہہ رہا تھا کہ ان تین سالوں میں جو میں نے دیکھا ہے کہ ایک دور تھا کہ ایک ایس ایس پی یا ڈی پی او۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ جتنا آہستہ آہستہ بول رہے ہیں آپ کے پاس صرف پانچ منٹ ہیں، ذرا تیز بولیں۔

جناب احسن رضا خان: ایک عام آدمی کو ملنے سے گریز کرتے تھے اور ان کی routine یہ تھی کہ 12 بجے یا ایک بجے اپنے دفتروں میں آتے تھے۔ پہلے دور میں آپ ڈی سی او کو دیکھ لیں کہ ایک عام آدمی کی

پہنچ اُس تک نہیں ہوتی تھی۔ ایک ڈی ایس پی تک ایک عام آدمی کی پہنچ نہیں تھی لیکن اِس دور میں میاں محمد شہباز شریف نے، میرے بھائی اکثر کہتے ہیں کہ بیوروکریسی بے لگام ہوئی پڑی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جتنی لگام میاں محمد شہباز شریف نے بیوروکریسی کو دی ہے آج تک کسی politician نے نہیں دی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس کا ثبوت چیف سیکرٹری پنجاب ہے جو پورے آٹھ بجے dais پر کھڑا ہوتا تھا اور تین گھنٹے کھڑے ہو کر عوام کی بات سنتا تھا آئی جی پنجاب کو دیکھ لیں وہ بھی تین گھنٹے تک عوام کی بات سنتا تھا۔ آج یہاں پر انتقامی کارروائیوں کی بات ہوئی تو آپ کو بتاتا ہوں اور یقین کریں، میں نے 2002 کا الیکشن لڑا میرے باپ اور دادا پہلے ایم پی اے تھے اور نہ ہی وہ کوئی سیاستدان تھے۔ میں ایک سیاسی ورکر تھا، تھانہ کنگن پور میں یا پورے پنجاب کے کسی بھی تھانے میں ہماری پوری فیملی پر کوئی "ایف آئی آر" نہیں تھی لیکن جب میں نے 2002 کا الیکشن لڑا تو ان پانچ سالوں میں ان کے دور میں ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی "ایف آئی آر" کاٹی گئیں اور یہ انتقامی کارروائیاں ان لوگوں کا شیوہ ہے۔ آج تک ان تین سالوں میں دیکھ لیں کہ میاں محمد شہباز شریف اور ان کے کسی ایم پی ایز نے کسی بھی سیاسی ورکر خواہ وہ پیپلز پارٹی یا مسلم لیگ (ق) یا تحریک انصاف کا ہو کے خلاف کوئی سیاسی انتقامی کارروائی نہیں کی اور یہ ان تین سالوں میں ایک ریکارڈ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں پر میاں محمد شہباز شریف کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے 63 سالوں کے بعد جو میرٹ کی روایت ڈالی ہے۔ پہلے زبانی میرٹ کی باتیں سنتے تھے لیکن خدا کی قسم یہ حقیقت ہے کہ 63 سالہ تاریخ میں چالیس ہزار ایجوکیٹر پہلے کبھی میرٹ پر بھرتی نہیں ہوئے۔ ہمیں یاد ہے کہ اس سے پہلے یہ نوکریاں ہمیشہ ایم پی ایز کو بطور کوٹہ ملتی تھیں۔ ہم چھوٹے تھے اور کہا جاتا کہ ساٹھ ہزار روپے میں ٹیچر بھرتی کروالیں تو ہمارے لوگوں نے اپنے بیٹوں کو 30 سے 60 ہزار روپے میں ٹیچرز بھرتی کروایا، خواہ وہ کوئی دور بھی ہو لیکن آج تین سالوں میں ہم نے چالیس ہزار ایجوکیٹر بھرتے کئے ہیں آج آپ دیکھ لیں کہ کسی ایم پی ایز کے کہنے پر کوئی ٹیچر بھرتی نہیں ہوا بلکہ بھرتی میرٹ پر ہوئی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پاکستان اور صوبہ پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ کانسٹیبل میرٹ پر بھرتی ہوئے۔ پہلی دفعہ غریب بچوں کو وظائف دیئے گئے اور پنجاب میں تقریری مقابلے ہوئے۔ میاں محمد شہباز شریف نے ایک رکشا چلانے والے کو جس نے پہلی پوزیشن حاصل کی تھی پچاس لاکھ روپے کے

انعام سے نوازا۔ یہ ایسے کارنامے ہیں جو آج تک ہم نے نہیں دیکھے۔ یہ میرے قائد میاں محمد شہباز شریف کو کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے جو کام کیا، عملی طور پر کیا۔ انہوں نے جھوٹے دعوے اور وعدے نہیں کئے بلکہ جو کیا وہ کر کے دکھایا۔ آج کفایت شعاری کی بات کرتے ہیں تو پچھلے اجلاس کے دوران چیف منسٹر سیکرٹریٹ میں، میں نے توقیر شاہ صاحب سے کہا کہ خدا کا خوف کریں میری شوگر low ہے کیونکہ انہوں نے چینی بند کی ہوئی ہے اس سے بڑھ کر گیارہ بجے کے بعد دفتروں میں AC چلانا یہ کفایت شعاری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آج یہ دانش سکول پر تنقید کرتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ غریب لوگ جو اپنے بچوں کے لئے اچھی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ترستے تھے آج ان غریبوں اور مزدوروں کے بچے ایچیسن اور بیکن ہاؤس کے برابر کے سکولوں میں تعلیم حاصل کریں گے۔ جب جنوبی پنجاب والے بات کرتے ہیں تو ہمیشہ تخت لاہور کی بات آتی ہے اور اس تخت پر ہمیشہ یہ جنوبی پنجاب والے ہی بیٹھے رہے تو آج یہ تخت لاہور بن گیا۔ ان کے بچوں نے انہی کالجوں اور یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی اور ابھی بھی پڑھ رہے ہیں۔ آج یہ لاہور ان کو بُرا لگتا ہے کیونکہ آج اس تخت پر حقیقی قیادت بیٹھی ہے، آج اس تخت پر مزدوروں اور غریبوں کی سوچ رکھنے والی حقیقی قیادت بیٹھی ہے اس لئے ان روایتی سیاستدانوں کو تکلیف ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ان Feudals کو اس لئے تکلیف ہے کیونکہ پاکستان مسلم لیگ جو ہمیشہ سے وڈیروں، Feudals کی جماعت ہوا کرتی تھی تو میرے قائد میاں محمد نواز شریف نے پہلی دفعہ ان لوگوں سے چھین کر ہمارے جیسے grass root level کے سیاسی ورکر تو آج ان ایوانوں تک پہنچایا ہے۔ آج جو میرے قائدین نے یہ نئی روایت ڈالی ہے اس کی ان وڈیروں اور جاگیرداروں کو تکلیف ہے۔

جناب سپیکر! میرے علاقے کا ایک بہت بڑا اہم مسئلہ ہے تو اس حوالے سے میں نے پچھلے اجلاس میں بھی گزارش کی تھی۔ اب چونکہ وزیر خزانہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں تو میں آپ کے توسط سے عرض کرتا ہوں کہ گنڈا سنگھ قصور سے لے کر ہیڈ سلیمانکی تک یہ تقریباً ایک سو کلومیٹر تک کا علاقہ بنتا ہے اس میں ہزاروں ایکڑ رقبہ آتا ہے، اس کی آبادی ہزاروں پر مشتمل ہے اور اس کے دوسری طرف انڈیا کی بارڈر لائن آتی ہے۔ یہاں گنڈا سنگھ کے علاقے میں جو ستلج دریا ہے جس کی لمبائی گنڈا سنگھ سے ہیڈ سلیمانکی تک سو کلومیٹر بنتی ہے اس میں کوئی کراس نہیں ہے یعنی پل نہیں ہے۔ وہ اتنا زرخیز علاقہ ہے کہ وہاں پر ساٹھ من فی ایکڑ گندم کی پیداوار ہوتی ہے، وہاں دوسری طرف ایک ٹریکٹر اور ٹرالے تک بھی نہیں جا سکتے۔ وہ لوگ بڑی مشکل میں ہیں تو میں یہ درخواست کروں گا کہ ہمیں کنگن پور یا منڈی

احمد آباد کے درمیان ایک پل دیا جائے تو اس سے کافی لوگوں کا فائدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ میرے پورے حلقہ پی پی۔180 میں کوئی کالج نہیں ہے اور بچیوں کے لئے ڈگری کالج تو میاں صاحب نے دے دیا ہے لیکن بوائز کالج بھی نہیں ہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ یہ بھی ہم پر کوئی شفقت کریں اور ہمیں ایک بوائز کالج دے دیں۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقے کو ہمیشہ سے backward رکھا گیا۔ ہمارے علاقے میں تقریباً بیس پچیس گاؤں ایسے ہیں ان میں سولنگ اور نہ ہی کوئی سڑک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ باقی تقریر تحریری طور پر دے دیں۔ بہت شکریہ۔ جی، میاں محمد رفیق!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ایک محاورہ ہے کہ "جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا" میری آپ سے استدعا ہے کہ مجھے کل کی لسٹ پر رکھ لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اتنی دیر سے یہ بات کرنے کے لئے بیٹھے ہوئے تھے؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں سننے کے لئے بیٹھا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی بات کر لیں کیونکہ آپ کی بات ادھر ریکارڈ بھی ہوگی، میڈیا بھی موجود ہے اور آپ کا ناچ سب دیکھیں گے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میڈیا موجود نہیں ہے اور میڈیا کی جگہ بھی خالی پڑی ہے۔ میرے خیال میں میری باری کو کل پر رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سیکرٹری صاحب! ان کا نام کل کے لئے نوٹ کر لیں۔ جناب عامر سعید انصاری صاحب!

جناب عامر سعید انصاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ جب میں آپ سے دوپہر کو ملا تھا تو آپ نے کہا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آٹھ بجے تک آپ کا ٹائم آ جائے گا۔ چلیں کوئی بات نہیں، پندرہ منٹ لیٹ ہی سہی، ٹائم آ تو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا مطلب ہے کہ میں اپنی بات کا پکا ہوں۔ (قہقہہ)

جناب عامر سعید انصاری: جی، بالکل! جناب سپیکر میں اسی بات کا اعتراف کر رہا ہوں۔ میں pro youth, pro education, pro health, pro poor and tax free budget پیش کرنے پر میاں محمد شہباز شریف صاحب اور کامران مائیکل صاحب جو کہ مسلم لیگ (ن) کے ایک

ورکر ہیں ان کو وزارت کا قلم دان دینے پر اور ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں جو بھی بات کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر قائم رہوں گا اور کوشش کروں گا کہ وہ بات غلط نہ ہو جیسے میں prove نہ کر سکوں۔ یہاں پر تنقید برائے تنقید کی جاتی ہے جبکہ تنقید برائے اصلاح ہونی چاہئے مگر یہ لوگ صرف تنقید کرنا جانتے ہیں۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے ایک معزز ممبر نے point out کیا ہے کہ آج کا یہ ایوان اس بات کی گواہی دے گا کہ یہ اپوزیشن بنچز خالی ہیں۔ میڈیا بھی اس وقت موجود ہے۔ یہ اپنے لوگوں، پنجاب کو اور غریب عوام کے دُکھ درد کو represent کرنے میں کتنے سنجیدہ ہیں؟ میرے قائد ایوان میاں محمد شہباز شریف صاحب نے آج صبح بہت خوبصورت انداز میں تقریر کی۔ انہوں نے دانش سکول کے حوالے سے بات کی اور سب سے خوبصورت بات یہ کی کہ بنک آف پنجاب کی کرپشن کے بارے میں ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی جس کی رپورٹ اس ایوان میں پیش ہو گی۔ میں اس میں ریکارڈ کی درستی کے لئے ایک بات باور کرانا چاہتا ہوں کہ میرے ضلع ملتان میں سابقہ حکمرانوں نے ایک کالونی ٹیکسٹائل مل والوں کو بنک آف پنجاب سے قرضہ دلایا اور اس قرضہ کے عوض انہوں نے اپنی شوگر مل بیچی اور اسی قرضے کے پیسے انہوں نے خود وصول کئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی شرمندگی کی بات ہے۔ اسی طرح یہ بات کرتے ہیں "آشیانہ ہاؤسنگ سکیم" کی، یہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ اس کے لئے جو جگہ select کی گئی، یہ بات میں on the floor of the House اس لئے کر رہا ہوں تاکہ یہ بھی ریکارڈ کا حصہ بنے، سٹیٹ بنک کے جو evaluators ہیں وہ first of all اس زمین کی evaluation کرتے ہیں، ڈسٹرکٹ کمیٹی اور پرائس کمیٹی اس زمین کی رقم متعین کرتی ہے اور اس کے بعد وہ زمین آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کا حصہ بنتی ہے اور میں یہ بات بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ اب تک جتنی بھی زمینیں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم میں شامل کی گئیں اس میں سے کسی بھی زمین کو market value کے حساب سے کم پیسوں میں اس سکیم کا حصہ نہیں بنایا گیا۔ یہ تمام باتیں میں اس لئے دُہرا رہا ہوں تاکہ یہ ریکارڈ کا حصہ بنیں۔ سابقہ دور میں صرف اور صرف اپنے حواریوں کو نوازنے کے لئے جو کیا گیا اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے باون cases ایسے ہیں جن کو undo قرار دیا اور وہ زمینیں حکومت پنجاب کو واپس دلوائیں۔ ان زمینوں میں جن حواریوں کو نوازا گیا ان میں سابق دور کے سابق حکمرانوں کے منظور نظر سابق چیف سیکرٹری بھی شامل تھے جنہوں نے منڈی بہاؤالدین میں زمین الاٹ کرائی۔ یہاں پر بات ہوئی کہ Eden والے سستا گھر دے رہے ہیں اور آشیانہ ہاؤسنگ سکیم والے مہنگا دے رہے ہیں۔ قائد ایوان نے بھی اس کی وضاحت کی

لیکن میں بھی اس میں ایک بات شامل کرنا چاہتا ہوں کہ وہ صرف ایک بلاک دیتے ہیں، بلڈنگ کا ایک حصہ دیتے ہیں نہ کہ زمین دیتے ہیں۔اس بات کو بھی ریکارڈ کا حصہ بنایا جائے۔کسی بھی علاقے کی معاشی ترقی میں ہنر مند افرادی قوت کا بہت بڑا ہاتھ شامل ہوتا ہے۔2008 میں جب سے ہماری حکومت معرض وجود میں آئی ہے، صوبہ پنجاب میں خاص طور پر جنوبی پنجاب میں انڈسٹری کا growth rate جو ہے وہ 31 فیصد ہے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت کی وفاقی حکومت ان صنعتوں کو گیس مہیا کر رہی ہے نہ بجلی دے رہی ہے تو آپ کے توسط سے اُن حکمرانوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ یہ بتائیں کہ جو مزدور daily basis پر اپنے بچوں کے لئے روزی روٹی کماتا ہے وہ کہاں سے روزی روٹی کمائیں گے، کہاں سے اپنے بچوں کا پیٹ پالیں گے؟ پھر کہتے ہیں کہ صوبے میں good governance نہیں ہے۔لاء اینڈ آرڈر کی situation بہت خراب ہے جب اس طرح کے حالات ہوں گے تو کس طرح سے اس پر قابو پایا جائے گا؟ میں پنجاب حکومت کے اس اقدام کو سراہتا ہوں کہ انہوں نے اپنی مدد آپ کے تحت energy crisis کے لئے جن ڈیمز کا اعلان کیا ہے اس پر میں پنجاب حکومت اور میاں محمد شہباز شریف کے وژن کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! اب میں جنوبی پنجاب کے سکولوں کے حوالے سے بات کروں گا۔جنوبی پنجاب میں ایک سروے رپورٹ کے مطابق پنجاب کے 35 فیصد سکول جنوبی پنجاب میں واقع ہیں۔ دانش سکول پر بہت تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔یہ ایک انتہائی موزوں منصوبہ ہے اس سے directly غریب آدمی کو فائدہ ہوگا اور جب ہم ایک بہتر معاشرے کی بنیاد رکھیں گے تو ہی ترقی کی طرف گامزن ہو سکیں گے۔میں چند ایک تجاویز دے کر اپنی speech wind up کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید 2 منٹ اور بڑھایا جاتا ہے۔

جناب عامر سعید انصاری: جناب سپیکر! میرا تعلق ایک صنعتی گھرانے سے ہے۔ میرے حلقہ میں پاورلومز بہت زیادہ ہیں۔ میری آپ کے توسط سے یہ گزارش ہو گی کہ آپ وزیراعلیٰ کو ایک summary move کریں جس میں کہا جائے کہ پاورلومز کو ہوم انڈسٹری کا درجہ دیا جائے اور وفاقی حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ اس کے لئے خاص ٹیرف وضع کیا جائے جس میں ان کو بجلی کم سے کم ریٹ پر دی جائے تاکہ اس سے وہ زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں کیونکہ یہ وہ شعبہ ہے جس میں گھر کا ہر ایک فرد بذات خود اپنے ہاتھ سے یعنی 80 سال کا بوڑھا اور نوجوان بچہ بھی اس میں روزگار کما سکتا

ہے، اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال سکتا ہے۔ میں آپ کا اور اس ایوان کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 12-2011 پر لب کشائی کا موقع دیا۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اب اجلاس بروز جمعتہ المبارک مورخہ 17- جون 2011 کو صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ جمعتہ المبارک کو بھی سالانہ بجٹ پر عام بحث جاری رہے گی۔

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

(جمعتہ المبارک17، سوموار20، منگل21، بدھ،22، جمعرات23۔جون2011)

(یوم الجمع14، یوم الاثنین17، یوم الثلاثہ18، یوم الاربعاء19، یوم الخمیس20۔رجب المرجب1432ھ)

پندرھویں اسمبلی: ستائیسواں اجلاس

جلد27(حصہ دوم): شمارہ جات : 6تا10

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

مندرجات

ستائیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک،17۔جون2011

جلد 27:شمارہ 6

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1۔	ایجنڈا ------------	486
2۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ ------------	488
3۔	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ------------	489

سرکاری کارروائی

بحث

4۔ سالانہ بجٹ بابت سال 2011-12 پر عام بحث (۔۔۔جاری) ----------- 490

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر

سوموار،20۔جون 2011

جلد 27: شمارہ 7

5۔ ایجنڈا ----------- 545

6۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ----------- 547

7۔ نعت رسول مقبول ﷺ ----------- 548

تحاریک استحقاق

8۔ سروسز ہسپتال لاہور کے ڈاکٹرز کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ ناروا سلوک ----------- 550

سرکاری کارروائی

بحث

9۔ سالانہ بجٹ بابت سال 2011-12 پر عام بحث (۔۔۔جاری) ----------- 552

10۔ کورم کی نشاندہی ----------- 623

11۔ سالانہ بجٹ بابت سال 2011-12 پر عام بحث (۔۔۔جاری) ----------- 623

رپورٹیں (میعاد میں توسیع)

12۔ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹیں بابت سال 2007-08
اور 2009-10 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر۔II
کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ----------- 634

13۔ حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز سول ورکس اور کمرشل سول ریونیو وصولیاں
بابت سال 2006-07 اور 2008-09 اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر۔1کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع -----------	635
14۔	تحاریک استحقاق بابت سال10-2008اور2011کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع -----------	636
15۔	سالانہ بجٹ بابت سال12–2011پر عام بحث(۔۔۔جاری) -----------	637

منگل،21۔جون2011

جلد 27:شمارہ 8

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
16۔	ایجنڈا -----------	662
17۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ -----------	670
18۔	نعت رسول مقبولﷺ -----------	671
	تعزیت	
19۔	شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو کے ایصال ثواب کے لئے دعائے مغفرت -----------	672
	تحاریک التوائے کار	
20۔	صوبہ میں خواتین پر جنسی تشدد اور ظلم وزیادتی میں مسلسل اضافہ(۔۔۔جاری) -----------	672
21۔	لاہور میں غیر قانونی سودی کاروبار کرنے والوں سے غریب اور ضرورت مند افراد کو پریشانی کا سامنا -----------	674
	پوائنٹ آف آرڈر	
22۔	حزب اختلاف کی معزز خاتون ممبر کو وزیر قانون کی جانب سے قتل کی دھمکیاں -----------	676
	تحاریک التوائے کار(۔۔۔جاری)	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
23۔	سرکاری ملازمین کو اپنے بچوں کے تعلیمی وظائف حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا ------------	678
24۔	صوبہ کے سرکاری ہسپتالوں میں ایم آر آئی میں استعمال ہونے والے مہنگے ترین انجکشنز کا عملہ کی ملی بھگت سے زائد المیعاد ہونا ------------	680
25۔	ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال سرگودھا کے بالمقابل پیڈسٹرین برج کی تعمیر میں تاخیر سے عوام کو مشکلات کا سامنا ------------	682
26۔	ضلع کچہری لاہور کے صدر مال خانہ سے کروڑوں روپے کی نشہ آور اشیاء اور قیمتی اسلحہ کی خُورد بُرد کا انکشاف ------------	683
	سرکاری کارروائی	
	بجٹ	
27۔	سالانہ بجٹ بابت سال 2011-12 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری ------------	685
	بدھ، 22۔جون 2011	
	جلد 27: شمارہ 9	
28۔	ایجنڈا ------------	758
29۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------	766
30۔	نعت رسول مقبول ﷺ ------------	767
	تحاریک التوائے کار	
31۔	منڈی مویشیاں شیر شاہ ٹاؤن (ملتان) کی آمدنی میں حکومت کو کروڑوں روپے کے خسارے کا سامنا ------------	772
32۔	فاطمہ جناح ہاؤسنگ سکیم (ملتان) میں ایم ڈی اے کے عملہ	

	کی ملی بھگت سے حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان ------------	774
33۔	پی ایچ اے کی طرف سے زمین کی لیز میں متعلقہ قوانین کی خلاف ورزی ------------	779
	رپورٹ (جو پیش ہوئی)	
34۔	مسودہ قانون پنجاب فوڈ سیفٹی اینڈ سٹینڈرڈ اتھارٹی مصدرہ 2011 کے بارے	
	میں مجلس قائمہ برائے خوراک کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا ------------	781
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
35۔	مطالبات زر بابت سال 12-2011 پر بحث اور رائے شماری (--- جاری) ------------	783

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	جمعرات، 23۔جون 2011	
	جلد 27: شمارہ 10	
36۔	ایجنڈا ------------	853
37۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------	855
38۔	نعت رسول مقبول ﷺ ------------	856
	تحاریک استحقاق	
39۔	ایس ایچ او تھانہ منڈی فیض آباد کا معزز ممبر کے ساتھ تضحیک آمیز روّیہ ------------	861
	سرکاری کارروائی	
	مسودہ قانون (جو زیر غور لایا گیا)	
40۔	مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 2011 ------------	863
41۔	منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ برائے سال 12-2011 کا	
	ایوان میں پیش کیا جانا ------------	877
	رپورٹیں (جو پیش ہوئیں)	
42۔	مسودہ قانون پارکس اینڈ ہارٹیکلچر اتھارٹی مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس	

	قائمہ برائے ہاؤسنگ واربن ڈویلپمنٹ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا------------	880
43۔	نیشنل فنانس کمیشن 2009 کے بارے میں سفارشات اور وضاحتی یادداشت پر مبنی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا ------------	881
44۔	مسودہ قانون زیر غور لانے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک ------------	882
	مسودات قانون (جو زیر غور لائے گئے)	
45۔	مسودہ قانون فوڈ اتھارٹی پنجاب مصدرہ 2011 ------------	883
46۔	کورم کی نشاندہی ------------	896
47۔	مسودہ قانون فوڈ اتھارٹی پنجاب مصدرہ 2011 (---جاری) ------------	896
48۔	مسودہ قانون لاہور رنگ روڈ اتھارٹی مصدرہ 2011 ------------	906
81۔	انڈکس	

486

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 17۔ جون 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

488

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

جمعۃ المبارک، 17 ۔ جون 2011

(یوم الجمع، 14۔ رجب المرجب 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالغفار شاکر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١ وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢
أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝٣ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى أَنْ
نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝٤ بَلْ يُرِيْدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهٗ ۝٥ يَسْـَٔلُ
أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝٦ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝٧ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨
وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝٩ يَقُوْلُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ۝١٠ كَلَّا
لَا وَزَرَ ۝١١ إِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝١٢ يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ
بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۝١٣ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝١٤ وَّلَوْ أَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝١٥

سُوْرَۃُ الْقِیَامَۃ آیات 1 تا 15

ہم کو روز قیامت کی قسم (1) اور نفس لوامہ کی (کہ سب لوگ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے) (2) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ (3) ضرور کریں گے (اور) ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں (4) مگر انسان چاہتا ہے کہ آگے کو خود سری کرتا جائے (5) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ (6) جب آنکھیں چندھیا جائیں (7) اور چاند گہنا جائے (8) اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں (9) اس دن انسان کہے گا کہ (اب) کہاں بھاگ جاؤں؟

(10)بیشک کہیں پناہ نہیں (11)اس روز تیرے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے(12)اس دن انسان کو جو (عمل)اس نے آگے بھیجے اور پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیئے جائیں گے(13)بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے(14)اگرچہ عذر و معذرت کرتا ہے(15)

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبولﷺ الحاج حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبولﷺ

بنے ہیں دونوں جہاں شاہ دوسراﷺ کے لئے
سجی ہے محفل کونین مصطفیٰﷺ کے لئے
حضورﷺ نور ہیں محمود ہیں محمد ہیں
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثناء کے لئے
فراز طور پہ وہ بےنقاب کیوں ہوتے
کہ آشنا کی تجلی تھی آشنا کے لئے
میرے کریمﷺ میرے چارہ ساز و بندہ نواز
تڑپ رہا ہوں تیرے شہر کی ہوا کے لئے

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر بحث کا آغاز مورخہ 13۔جون 2011 کو ہوا تھا۔آج بھی بحث جاری رہے گی۔بحث میں حصہ لینے کے لئے میرے پاس آج سترہ مقررین کی فہرست موجود ہے۔ واضح رہے کہ کل مورخہ 11-06-16 کو میرے پاس چھہتر مقررین کی فہرست تھی جن میں سے صرف چونتیس مقررین نے بحث میں حصہ لیا باقی بیالیس ممبران اپنی باری پر ایوان میں حاضر نہیں تھے۔ اِن معزز ممبران کو ایوان کے وقت کی سہولت سے آخر میں باقی مقررین کی تقاریر کے بعد وقت دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ مورخہ 11-06-24 اور 11-06-27 کو ضمنی میزانیہ پر بحث ہو گی اور سالانہ بجٹ کی بحث میں حصہ نہ لے سکنے والے معزز ممبران کو اِن ایام میں موقع مل سکے گا۔ پچھلے چار دنوں میں اب تک صرف ساٹھ مقررین کی تقاریر ہو سکی ہیں لہذا میں معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ وہ سات منٹ میں اپنی تقریر مکمل کر لیں۔ معزز ممبران سے استدعا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ممبران کو تقریر کا موقع فراہم کرنے کی غرض سے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے سے گریز کریں۔ اب میں احسان الحق احسن نولاٹیا صاحب سے کہوں گا کہ وہ تقریر کا آغاز کریں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: شکریہ۔ جناب سپیکر! یقیناً بجٹ کا لفظ ہی تخمینے کا دوسرا نام ہے لیکن تخمینے جو زمینی حقائق سے مطابقت نہ رکھتے ہوں اُن کی بنیادوں پر ہم قوموں کو کبھی بھی ترقی کی طرف نہیں لے جا سکتے کہ:

فیصلے جن سے ہوں وابستہ وطن کی قسمت کے
محض اندازوں پہ محمول نہیں ہو سکتے
اشارہ ابروئے شاہاں نہ سمجھنے والے
تیرے دربار میں مقبول نہیں ہو سکتے

جناب سپیکر! جس موضوع پر میں نے سب سے پہلے بات کرنی تھی آپ نے اُسی پر ایک نشاندہی کی ہے۔ امریکہ، UK اور ہمارے ہمسائے ملک بھارت میں ہمیشہ بجٹ چار یا پانچ مہینے پہلے پیش کیا جاتا ہے اور کم از کم سو دن سے زیادہ اُس پر بحث کی جاتی ہے۔ گزشتہ حکومت میں بجٹ پر تیس دن بحث ہوتی تھی مگر مقامِ افسوس یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے اُس کو مزید کم کر کے پندرہ یا بیس دنوں تک محدود کر دیا ہے، باوجود اس کے کہ گزشتہ ستر دن کی صوبائی اسمبلی کی کارروائی میں اٹھارہویں اور انیسویں ترمیم کے تحت دنوں کا اضافہ کر کے سو دنوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں ملک کی financial health کو بہتر کرنے کے لئے چند تجاویز دوں گا کہ بجٹ کو ہمیشہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ذریعے پاس کیا جانا چاہئے۔ پی اینڈ ڈی اور فنانس میں زیادہ تر ڈی ایم جی یا پی سی ایس افسروں کی بجائے ہمیشہ professional لوگ جنہوں نے اکنامکس میں بی کام، ایم کام اور موجودہ subject کی تعلیم حاصل کی ہو، اُن لوگوں کی تعیناتیاں کی جانی چاہئیں۔ بجٹ کے دنوں میں ایوان کو بروقت شروع کر کے میرے خیال میں روزانہ کم از کم بارہ گھنٹے کام کرنا چاہئے۔ میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ کل اسمبلی نے تقریباً بارہ گھنٹے کام کیا ہے اس لئے بجٹ کے دنوں میں ہم بارہ گھنٹے آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔ تمام سیاسی پارٹیوں کو میری طرف سے ایک تجویز ہے کہ ہر سیاسی پارٹی کو ہر محکمے کے لئے اپنی strength کے مطابق تین تین، چار چار ممبران اسمبلی کو محکمے الاٹ کر دینے چاہئیں جو shadow cabinet یا shadow committee of the party کہلائے اور وہ پورا سال متعلقہ محکمے کی budgeting, monitoring اور evaluation کے لئے کام کرے تو یقیناً صوبہ کی financial health کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔ آج کے دیئے ہوئے تخمینوں کے مطابق بجٹ کا حجم 963۔ارب روپے ہوگا جس میں فیڈرل ٹرانسفر 554۔ارب روپے ہوگی، 114۔ارب روپے Provincial receipts اور capital receipts میں ہمارے حکمرانوں نے تعین کیا ہے کہ 286۔ارب روپے اکٹھا کریں گے۔ اگر federal grants اور foreign assistance کو بھی 19۔ارب 60 کروڑ روپے شمار کر لیا جائے تو ہمارے بجٹ کا حجم 960۔ارب روپے ہوگا۔ فنانس کو نظر میں لاتے ہوئے اپنے صوبائی قرضوں کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارا صوبہ 492۔ارب روپے کا مقروض ہے جس میں 76۔ارب روپے domestic کی مد میں، 416۔ارب روپے foreign loans اور 59۔ارب 36 کروڑ روپے ہم نے اس سال سود کی مد میں ادا کرنے ہیں جس کے بارے میں ہمارے قائد ایوان نے ایک پالیسی بیان دیا ہے کہ آج کے بعد ہم قرض نہیں لیں

گے۔ اگر یہ بیان دیا ہے تو پورے زمینی حقائق کے مطابق اِن کو بتانا چاہئے تھا کہ 492۔ارب روپے کے قرضوں کی ادائیگی کا ہمارا schedule کیسے ہوگا جس میں سے 416۔ارب 6 کروڑ روپے بیرونی قرضے ہیں جن کی تفصیل میں، میں نہیں جانا چاہتا۔ کسی بھی سوسائٹی، صوبہ یا ملک کی معیشت کا انحصار اگر ہم نے judge کرنا ہو تو اس طرح کرنا چاہئے کہ اگر امیروں پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس ہوں گے اور غریبوں پر کم سے کم ٹیکس ہوں گے تو ایسی معیشت کو دنیا کی اہم ترین معیشت قرار دیا جائے گا۔ سال 2002 سے 2008 میں direct ٹیکسوں کی 30 فیصد ratio جو امیروں سے وصول کئے جاتے ہیں اور indirect ٹیکسوں کی 70 فیصد ratio جو sales tax کی مد میں ہوتی تھی جو کہ ہر غریب آدمی پر لگتا ہے۔ ہماری حکومت نے اس ratio کو کم کرکے 25 فیصد direct taxes اور 75 فیصد indirect taxes کر دیا ہے۔ چونکہ ہماری budget books کے مطابق 22۔ارب 96 کروڑ روپے کے direct taxes ہوں گے اور 65۔ارب 55 کروڑ روپے indirect taxes ہوں گے جن کا مجموعہ 88۔ارب 91 کروڑ روپے بنتا ہے جسے ہم tax revenue کہتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب financial betterment ہے کہ جس میں غریبوں سے وصولی کو 5 فیصد بڑھا کر امیروں سے وصولی کو 5 فیصد کم کر دیا جائے۔ چونکہ direct taxes کا انحصار ہمیشہ افراد کی آمدن پر ہوتا ہے اور امیر لوگ جتنی زیادہ آمدن کریں گے اُس پر ٹیکس لگے گا لیکن indirect taxes وہ ہوتے ہیں جن کا تعلق sale اور utility کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ میں یہاں بتانا چاہتا ہوں کہ indirect taxes کا 75 فیصد جو موجودہ حکومت نے 70 سے بڑھا کر 75 فیصد کیا ہے، جس کی رقم 65 کروڑ روپے declare کی ہے وہ ٹیکس کون دے گا، جو بیت المال سے پیسے لیتا ہے، جو B.I.S.P سے پیسے لیتا ہے، جو زکوٰۃ و عشر سے پیسے لیتا ہے اور اس کی یہ utilities ہیں اور daily bills ہیں جن پر وہ ادائیگی کرے گا؟ یہ ہماری کیسی اچھی معیشت ہے جس کے اندر ضمنی بجٹ گزشتہ حکومت کے سال وار بڑھنے والے ضمنی بجٹ سے 5 فیصد زیادہ بڑھا ہے اور آج ہم نے وہ 87۔ارب روپے خرچ کر دیئے ہیں جس کی اس معزز ایوان سے منظوری نہ لی گئی ہے۔ 387۔ارب روپے کا بجٹ ہم نے announce کیا تھا جس میں سے 87۔ارب روپے زیادہ خرچ کیا ہے جو ہماری اس utilities کا 23 فیصد سے زائد ہے۔

جناب سپیکر! عجیب و غریب بات ہے کہ ہم تخمینہ لگاتے ہیں کہ 2۔ارب 84 کروڑ روپے وفاقی حکومت سے گرانٹس کی مد میں لیں گے لیکن جب سال مکمل ہوتا ہے تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمیں 10۔ارب 73 کروڑ روپے ملے ہیں۔ 8۔ارب روپے کی گرانٹ وفاقی حکومت نے ہمیں زیادہ

دی ہے۔ معزز قائد ایوان سے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب وفاقی حکومت نے figures announce کئے کہ یہ ہم صوبوں کو دیں گے تو وہاں پر statement کیا آئی کہ یہ لفظوں کا ہیر پھیر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ معزز قائد ایوان کو یہ نامناسب لفظ ادا نہیں کرنے چاہئیں تھے اور انہیں تاریخ دیکھنی چاہئے تھی کہ 2- ارب 84 کروڑ روپے انہوں نے estimate دیا اور ہمارے وزیر اعظم نے 10- ارب 73 کروڑ روپے دیا یعنی 8- ارب روپے زائد دینے والوں پر اگر شک کیا جائے تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج میں اعلان کرتا ہوں کہ ساتویں این ایف سی ایوارڈ میں پیپلز پارٹی نے مفاہمت کی پالیسی کو آگے بڑھاتے ہوئے پاکستان کے تمام political stakeholders کو جو اسمبلی کے اندر موجود ہیں ان سے ایک متفقہ Provincial Financial Award sign کرایا جس کے اندر صوبوں کے پاس 2006-07 کے بجٹ کے اندر 41 percent Divisible Pool کے تحت صوبوں کو جاتا تھا۔ آج وہ رقم 41 فیصد نہ ہے بلکہ 57 فیصد ہے تو اس سے بڑی اور کیا political مفاہمت ہو سکتی ہے کہ ہم تمام اختیارات صوبوں کو اور پیسوں کی زیادہ تعداد صوبوں کو shift کرنے کی پالیسی کو سامنے لے کر آئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں وزیر اعلیٰ پنجاب کو کہ انہوں نے ایسے این ایف سی ایوارڈ کو تسلیم کیا جس کے اندر چھوٹے صوبوں کو پنجاب کے مقابلے میں زیادہ رقم جاتی تھی۔ بلوچستان کا بجٹ تقریباً double ہو گیا، میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ یہ پاکستان کی تاریخ کے اندر ایک بہت بڑا lanemark اور milestone ہو گا کہ وہ چھوٹے صوبے جو علیحدگی کی بات کرتے تھے وہ زندہ دلان لاہور کے پاس لاہور میں کھڑے ہو کر وزیر اعلیٰ پنجاب اور وفاقی حکومت کا شکریہ ادا کر رہے ہیں کہ ہمیں آج 65 سالہ تاریخ کے اندر finances کے اندر زیادہ پیسے دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! ملکوں کی بہتری کے لئے ہمیشہ جب قوموں کی directions ٹھیک ہوتی ہیں تو اس وقت قومیں ترقی کرتی ہیں۔ میں ان milestones کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ 1973 کا آئین متفقہ طور پر پاس کرنا ہماری قوم کا سب سے بڑا milestone ہے، ساتویں این ایف سی ایوارڈ، اٹھارہویں اور انیسویں آئینی ترمیم اور provincial autonomy کو وفاقی حکومت کے تحت تمام political stakeholders کو اعتماد میں لیتے ہوئے انہیں ensure کرنا، میں اپنی قیادت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے concurrent list کو ختم کر کے provincial autonomy کو ensure

کیا۔ کچھ حصہ ان political milestone کا ہماری صوبائی اسمبلی میں بھی آتا ہے کہ ہماری صوبائی اسمبلی نے پاکستان میں سب سے پہلے pre budget sessions کرا کے اس ادارے کو institutionalize کیا ہے۔ ہاں، میں مبارکباد پیش کرتا ہوں اپنی صوبائی اسمبلی کو کہ انہوں نے شیڈو بجٹ پیش کر کے اور شیڈو کابینہ کے idea کو سامنے لاکر جمہوریت کی مضبوطی کے لئے کام کیا ہے۔

جناب سپیکر! میں کچھ تلخ حقیقتوں کا بھی تذکرہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ تلخ حقیقتیں کیا ہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ملک اور صوبے کے اندر governance اور services کا وہ معیار نہیں ہے جو کہ ہونا چاہئے۔ میں بڑی تلخی کے ساتھ اور اپنے دل کے اندر بڑی تلخی کو محسوس کرتے ہوئے یہ محسوس کرتا ہوں کہ کسی بھی صوبے کا سپریم institution ہمیشہ اسمبلی ہوا کرتی ہے اور مضبوط ترین ادارہ اسمبلی کو ہونا چاہئے لیکن خدارا تسلیم کریں کہ ہمارا ادارہ مقتدر نہیں ہے، ہمارا ادارہ طاقتور نہیں ہے۔ میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں 1982 کی قراردادوں کا جن پر آج تک عملدرآمد نہیں ہوا۔ میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں ان پی سی ایس افسران کی اس کمیٹی کی رپورٹ کا جس پر آج تک عملدرآمد نہیں ہوا۔ میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں اسمبلی کے ان تمام قوانین کا جن کو ہماری بیوروکریسی اس طرح سے پاؤں میں روندرہی ہے اور بشمول تمام تحاریک استحقاق کے فیصلوں کا۔

جناب سپیکر! بات ہوئی ہے کہ آئین میں جس ادارے کو جو اختیار دیا ہے جب تک وہ اختیار وہ ادارہ استعمال نہیں کرتا اس اختیار کو کوئی اور ادارہ استعمال کر رہا ہو تو کبھی بھی اسمبلیاں، ادارے اور معاشرے ترقی نہیں کیا کرتے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب ایک ادارہ ہے، سپیکر ایک ادارہ ہے، ڈپٹی سپیکر ایک ادارہ ہے، منسٹر ایک ادارہ ہے، پارلیمانی سیکرٹری ایک ادارہ ہے، اس کے قائد ایک ادارہ ہیں، سپیشل کمیٹی اور سٹینڈنگ کمیٹی بھی ایک ادارہ ہے لیکن آج ذرا عوام کو بتائیے کہ کیا یہ تمام ادارے اپنے اپنے rules کے اندر، دیئے ہوئے قوانین کے اندر خود مختار ہیں؟ یقیناً دل کی آواز یہ ہے کہ یہ ادارے مضبوط نہیں ہیں لیکن یہ ایک اور افسوسناک بات ہے۔ یہ ادارے کبھی مضبوط نہیں ہو سکتے جب تک سیاسی پارٹیاں مضبوط نہ ہوں۔ سیاسی پارٹیاں مضبوط نہیں ہوتیں جب تک مقامی یونٹ، صوبائی کونسل، صوبائی عاملہ، مرکزی کونسل، مرکزی عاملہ اپنے اپنے اختیارات اور rules کے تحت دیئے ہوئے قوانین کے اندر مضبوط نہیں ہوتے۔

جناب سپیکر! میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے اختیارات Punjab Government Rules of Business book کے اندر بڑی تصریحات سے بیان کئے گئے ہیں جس طرح چیف سیکرٹری کے اختیارات ہیں، آئی جی پی کے اختیارات ہیں، ڈی سی اوز اور ڈی پی اوز کے اختیارات ہیں۔ بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جب ہمارے قائد ایوان اس Punjab Government Rules of Business کے اختیارات کو misuse کریں اور پھر وہ توقع کریں کہ وزراء اختیارات کو misuse نہ کریں یا چیف سیکرٹری نہ کرے تو یہ ممکن نہیں ہے۔ ہاں، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ Estacode اور Punjab Rules of Business book نے بڑی وضاحت کے ساتھ ایک بات کی ہے کہ ہر سیٹ کے لئے، آفیسر کے لئے، ایک طریق کار طے کر دیا گیا ہے کہ ان ان شرائط پر پورا اترنے والے آفیسر کو وہاں تعینات کیا جائے گا۔ میں صرف دو مثالیں دے کر اجازت چاہوں گا۔ پہلی مثال یہ ہے کہ ڈی سی او لاہور کی پوسٹ 21 ویں سکیل کی ہے لیکن 19 ویں سکیل کا آفیسر جو moveover پر ہے اور اس کا regular سکیل 18 ہے مگر اسے تعینات کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ توقع کی جائے کہ راجن پور کا ڈی سی او rules کو avoid کرے گا یا اس کے بعد توقع کی جائے مظفر گڑھ کا ڈی سی او rules کو avoid کرے گا تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کابینہ کا ہر ممبر بے اختیار ہے لیکن اس کے باوجود اس ادارے کو مکمل کیا جانا چاہئے۔ کابینہ کے ممبران کو monitoring of the institution, monitoring & evolution of the department A.D.P کرنی چاہئے لیکن میں آج انہیں ایک ہی message یہ دوں گا کہ یہ بات درست ہے کہ جتنے بھی وزراء ہیں اُن کو ہمارے قائد ایوان نے اپنے محکموں کے اختیارات بھی نہیں دیئے لیکن اس کے باوجود ہمارے قائد ایوان جنہوں نے تمام اختیارات کو فیصل آباد کے گھنٹہ گھر کی طرح اپنے پاس رکھا ہوا ہے اگر یہ ان وزیروں کو منتقل کریں تو بہت زیادہ اچھائی اور تبدیلی آ سکتی ہے۔ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ہمارے قائد ایوان وزیر اعلیٰ پنجاب، چیف سیکرٹری، آئی جی پولیس، 35 سیکرٹریز، 36 ڈی پی اوز اور 36 ڈی سی اوز کے تمام اختیارات خود استعمال کر رہے ہیں اور اس قسم کی centralization of power پوری history میں کبھی بھی betterment of nation یا betterment of civil institutions نہیں ہو سکی۔ قصور کے ایک شاعر نے بڑی خوبصورتی سے مرزا صاحبہ کے قصوں کو اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ:

جٹّی حجرے شاہ مقیم دی اے وَل وَل عرض کرے
ہٹّی سڑے کراڑ دی جتھے دیوا نِت بلے
کتّی مرے فقیر دی جیہڑی ٹوں ٹوں نت کرے
پنج ست مرن گوانڈناں باقی سب نوں تاپ چڑھے
گلیاں ہو جان سنجیاں وِچ مرزا یار پھرے

جناب سپیکر! یہ پنجاب کا مرزا یار کسی فرد کو اختیارات کی تقسیم کی اجازت نہیں دیتا۔ میں یہاں پر ایک تجویز بلکہ مطالبہ کرتا ہوں کہ جس طرح وفاق میں ایک Bill پاس کر کے ممبران اسمبلی کی ٹریننگ کا ادارہ بنایا گیا ہے اسی طرح پنجاب میں بھی ایک ادارہ بنایا جانا چاہئے جس میں ارکان اسمبلی کو rules کی awareness، فنانس کی سوجھ بوجھ، بجٹ، سوالات، تحاریک التوائے کار، تحاریک استحقاق، توجہ دلاؤ نوٹس اور قانون سازی کی ٹریننگ دی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر: نولاٹیا صاحب! کیا آپ کبھی PILDAT کی کسی میٹنگ میں نہیں گئے؟

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں نے میٹنگوں میں شرکت کی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمام ممبران کی ٹریننگ کی جانی چاہئے۔ ہماری حکومت پنجاب کا ایک اور افسوسناک پہلو جسے میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ دس سالوں میں سینکڑوں کی تعداد میں سینئر افسران کو یورپ، امریکہ اور کینیڈا کی اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں میں تعلیمات دی گئیں اور اُن پر اربوں روپے خرچ کئے گئے، میں اس کی utilization کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ ایک فرد وہاں سے اکنامکس میں ماسٹر کر کے آیا تو اُس کو محکمہ سیاحت میں post کر دیا، ایک افسر accountancy میں ماسٹر کر کے آیا لیکن محکمہ زکوٰۃ وعشر میں post کر دیا اور اسی طرح ایک افسر جس نے اکنامکس میں پی ایچ ڈی کی اُس کی تعیناتی ہمارے قائد ایوان نے سیکرٹری انڈسٹری کے طور پر کی ہوئی ہے۔ قومیں کبھی ترقی نہیں کیا کرتیں جب تک وہ proper person for the proper job کو ensure نہیں کرتے اُس وقت تک ادارے کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے۔ میں قائد ایوان کی چند چیزوں کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ جب قائد ایوان نے یہاں پر حلف لیا تو انہوں نے فوراً بارہ اقدامات کا اعلان کیا۔ سب سے پہلا اعلان یہ کیا کہ خواتین کی آئی ٹی یونیورسٹی کو 8۔ کلب میں بنایا جائے گا، پھر اعلان کیا کہ وزراء محکمے نہیں چلا سکتے بلکہ میں محکموں کو ٹاسک فورسوں کے ذریعے چلاؤں گا، پھر اعلان کیا کہ چیف سیکرٹری دروازے پر بیٹھ کر 8 بجے ہر افسر کی حاضری کو ensure کریں گے، پھر اعلان کیا کہ 8 بجے سے 10 بجے تک ہر آفیسر اپنے برآمدے میں بیٹھ کر کھلی کچہری لگا

کر لوگوں کے مسائل سنا کرے گا۔ اس کے بعد 10/12 سیکرٹریوں کو ایک لاؤ لشکر سمیت ایک ضلع کے اندر depute کر دیا کہ 15 دن یہاں بیٹھ کر ان کے محکموں کو آپ درست کریں۔ اس کے بعد سستی روٹی جس کو واپس لے لیا، رمضان پیکج اور سستے آٹا کو بھی partially واپس لے لیا گیا۔

جناب سپیکر! قائد ایوان نے تمام گندم کے خریداری سنٹروں پر خود جا کر تین سالوں تک ان کو بہتر کرنے کی کوشش کی لیکن اس دفعہ ان کو پتا چلا کہ یہ اقدام غلط تھا۔ اس پورے tenure میں ایک سنٹر پر بھی ہمارے قائد ایوان تشریف نہیں لے گئے۔ 11 بجے سے پہلے AC نہیں چلا کریں گے۔ ہمارے قائد ایوان نے سیلاب کے دنوں میں سیلاب والے ایک ایک ضلع کے اندر پانچ پانچ سیکرٹریوں کو بٹھا دیا اور ضلعی انتظامیہ سیلاب زدہ لوگوں کی بجائے ہمارے سیکرٹریوں کی خدمت کرتی رہی۔ ہمارے قائد ایوان نے اعلان کیا کہ میں غیر قانونی پلازوں کو گرا کر دم لوں گا اور 20 پلازے گرانے کے بعد پتا چلا کہ لاہور کے پلازوں پر کھربوں ڈالر رئیل اسٹیٹ کے اندر investment ہوئی ہے جو امریکہ، برطانیہ اور گلف سے آئی ہے جس کی بنیاد پر نئے پلازے اور نئی رہائشی کالونیاں بنتی تھیں اور لاہور کے 170 تاجر جو صرف رئیل اسٹیٹ انڈسٹری اور کنسٹرکشن انڈسٹری کے ساتھ وابستہ تھے ان کا چولہا جلتا تھا۔ ہمارے قائد ایوان نے 1300 کی فہرست بنا کر 25 پلازے توڑنے کے بعد اپنے فیصلے کو واپس لیا۔ میں یہ 14 نکات کی فہرست قائد ایوان کو دیتا ہوں کہ اگر یہ کام درست تھے تو انہیں آج بھی ہونا چاہئے اور اگر غلط تھے تو میرے قائد ایوان جو بڑے visionary آدمی ہیں اور جن لوگوں نے ان کاموں کے انہیں مشورے دیئے تھے اُن کو سزا دی جانی چاہئے کیونکہ میرے قائد ایوان ایک مکمل آدمی ہیں ان کے اندر کوئی خامی اور vision میں کوئی کمی نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نولاٹیا صاحب! آپ بات سنیں کہ مکمل آدمی نبی پاک ﷺ کے سوا کوئی آدمی نہیں ہے۔

چودھری احسان الحق نولاٹیا: جناب سپیکر! میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ چند دنوں تک ہمارے قائد ایوان دانش پبلک سکول اور آشیانہ ہاؤسنگ سکیم سے بھی پیچھے ہٹیں گے۔ یہ اس قوم کے ساتھ کیا مذاق ہے کہ 14 اقدامات کا اعلان کر کے ان کو واپس لے لیا گیا؟

جناب سپیکر! کسی بھی صوبہ کی financial health اور economy کو بہتر کرنے کے لئے ہمیشہ visionary leadership محصولات کے اندر اضافہ کرتی ہے اور یہ عجیب و غریب قائد ایوان ہیں جو محصولات کے تخمینہ کو کم کر کے ہمارے صوبہ کو بہتر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ محصولات نئے ٹیکسوں کے نہیں ہیں جو پہلے ہی چل رہے ہیں بلکہ ان کی recovery کا معاملہ میں بیان کرتا ہوں کہ

ہمارے قائد ایوان نے اعلان کیا ہے کہ 554۔ارب روپے Federal Divisible Pool سے آئیں گے، provincial receipts میں سے 114۔ارب روپے اور اگر state transfer اور federal grants کو شمار کر لیا جائے تو ہمارے صوبہ کے فنڈز اور receipts کی رقم 124۔ارب روپے بنتی ہے۔ ہمارے قائد ایوان tax revenue میں سے 88۔ارب روپے اور non tax revenue میں سے 35۔ارب روپے collect کریں گے۔ ہمارے قائد ایوان نے capital receipts کے اندر یہ اعلان کیا ہے کہ 286۔ارب روپے وصول ہوں گے۔آج میں تین محکموں کی recovery میں pendency کی طرف توجہ دلا کر اجازت چاہوں گا کیونکہ 124۔ارب روپے کی recovery پر بات کرنے کے لئے اگر مجھے وقت دیا جائے تو کئی ہفتے لگیں گے لیکن میں تین محکموں کی طرف نشاندہی کر کے اجازت چاہوں گا کہ ہماری حکومت نے یہ اعلان کیا ہے کہ agri income tax کی مد میں 92۔ارب روپے اکٹھا کریں گے۔ تمام تحصیلوں کے اندر جو pendency ہے اُس کا 95 فیصد ہمارا محکمہ مال وصول کر چکا ہے اور اس کو وہ خزانہ سرکار میں جمع نہیں کراتے۔ اگر صرف governance کی بہتری کر لی جائے تو یہ 95 کروڑ روپے کی بجائے 10۔ارب روپے تک recovery کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر! دوسری مد پراپرٹی ٹیکس ہے اور شہروں کے اندر جتنی جائیداد مکانوں کی ہے اس پر ہمارے قائد ایوان نے کہا ہے کہ ہم 8۔ارب 55 کروڑ روپے اکٹھا کریں گے۔ اس میں دو جرم ہیں، ایک جرم ان مکانوں کا جو proper tax assess کرنے میں 80 فیصد loopholes اور leakages ہیں اور دوسرا جو assess ہو جاتا ہے اس کی recovery کی pendency چالیس فیصد ہے۔ اگر صرف recovery ہی بہتر کر لی جائے تو یہ 8۔ارب 55 کروڑ روپے سے بڑھ کر 12/13۔ارب روپے ہو سکتی ہے لیکن اگر ساتھ assess ٹھیک کر لیا جائے تو یہ 90۔ارب روپے کی مد ہے۔

جناب سپیکر! میں توجہ دلاؤں گا جو کہ land revenue کی مد ہے۔ اس میں ہماری حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ہم 9۔ارب 96 کروڑ روپے یعنی 10۔ارب روپے کے قریب land revenue اکٹھا کریں گے۔ میں اس کی مزید detail میں جاؤں گا، اس میں کوئی پیسا ایسا نہیں ہے جو غریب کاشتکاروں سے وصول نہ کیا جا چکا ہو، اس میں کوئی amount ایسی نہیں جس میں ایک ایک تحصیل پانچ پانچ کروڑ روپے کی مقروض اور pendency ہے۔ وہ پیسا کن کے پاس ہے؟ وہ پیسا پٹواریوں، قانون گو اور لمبرداروں کے پاس ہے اور کسی غریب کی جیب میں نہیں ہے۔ اگر ایک تحصیل پانچ کروڑ کی

pendency میں ہو، میں کہتا ہوں کہ شہری تحصیلوں کو چھوڑ دیں ان میں 25 دیہی تحصیلیں بھی ہیں۔ یہ رقم پٹواری، قانون گو اور محکمہ مال کے ہاتھوں سے کون نکالے گا کیونکہ ہمارے قائد ایوان تو surrender کر گئے ہیں کہ ہم recovery بہتر نہیں کر سکتے اور سابقاً recovery سے ہمارے نئے تخمینے پہلے سے کم مقرر کئے گئے ہیں۔ Land revenue کی 24 مدات ہیں جن میں پیسا اکٹھا کیا جاتا ہے اور میں ان میں سے صرف تین مدوں کا تذکرہ کروں گا اور وہ کون سی تین مدات ہیں۔ ہمارے قائد ایوان notation fee کی مد کے اندر 8۔ارب 98 کروڑ روپیہ اکٹھا کریں گے اور یہ مد گئی گزری حالت میں 90۔ارب روپے سے زیادہ pendency میں پڑی ہوئی ہے۔ Sale and purchase of land and registration of land کے دو طریقے ہیں۔ ایک رجسٹری کے through ہوتا ہے، اس کی رقم direct نیشنل بنک میں جمع ہوتی ہے اور اس میں leakages نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! جب زرعی زمین کو direct oral statement پر ایک فرد بیچ کر دوسرے فرد کے نام جاری کر دیتا ہے تو اس کی رجسٹریشن فیس بنک میں رسید کی بنیاد پر انتقال پاس نہیں ہوتا، وہ ہمارے پٹواری بہادر کی جیب میں جاتا ہے، چاہے وہ چھ مہینے کے بعد یا سال یا پانچ سال کے بعد جمع کرائے جب بورڈ آف ریونیو کی جانب سے کوئی آفیسر وہاں پر آڈٹ کرنے جائے تو پھر وہ اس وقت جمع کرائے۔ میرے پاس ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جب بورڈ آف ریونیو کی طرف سے کوئی آفیسر ایسا آڈٹ کرنے کے لئے گیا تو ایک پٹواری نے 70 لاکھ روپیہ جمع کروایا، ایک پٹواری نے 90 لاکھ روپیہ جمع کروایا اور ایک پٹواری نے 30 لاکھ روپیہ جمع کروایا۔

جناب سپیکر: جی، جلدی wind up کریں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! یہ ہماری قوم کے ساتھ کتنا مذاق ہے۔ دوسری مد جس کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، ہمارے قائد ایوان ایک پٹواری کے بستے کی صرف پڑتال اور نقل جاری کرنے سے 6 کروڑ 60 لاکھ روپے ریونیو اکٹھا کریں گے۔ مجھے یہ بتائیں کہ 36 اضلاع کی زمینوں کے بستوں کی پڑتال پر صرف -/10 روپے ٹیکس ہو تو یہ 6 کروڑ 60 لاکھ روپیہ ہمارا منہ چڑا رہا ہے کہ پٹواری بہادر کتنے پیسے کھاتا ہے اور کتنے پیسے ہمارے محکمہ کو جمع کراتا ہے۔ جب ریونیو ڈیپارٹمنٹ کے اندر کوئی فرد اپنی داد رسی کے لئے درخواست دیتا ہے تو ریونیو افسر وہاں سے دوسرے کو call کرنے کے لئے ایک لیٹر جاری کرتا ہے کہ آپ دوسری پارٹی کو نوٹس جاری کریں۔ اس نوٹس پر جو طلبانہ ریونیو میں جمع ہوتا ہے اس طلبانہ کی فیس ہمارے قائد ایوان کہتے ہیں کہ پنجاب سے میں پندرہ لاکھ روپیہ اکٹھا کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی، آپ کا ٹائم ختم ہو گیا۔ ان کا مائیک بند کریں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! چلیں! میں اپنی تقریر ان اشعار کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، میرے پاس ٹائم نہیں ہے اور میں دوسروں کا ٹائم آپ کو نہیں دے سکتا۔ بڑی مہربانی، آپ تشریف رکھیں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ:

شعلہ ہوں بھڑکنے کی گزارش نہیں کرتا
سچ منہ سے نکل جاتا ہے کوشش نہیں کرتا
گرتی ہوئی دیوار کا ہمدرد ہوں لیکن
چڑھتے ہوئے سورج کی پرستش نہیں کرتا
رہتا ہوں فقیروں کی دعاؤں کا طلبگار
شاہوں سے تمنائے ستائش نہیں کرتا
ماتھے کے پسینے کی مہک آئے نہ جس سے
وہ خون رگوں میں میری گردش نہیں کرتا
ہمدردی احباب سے ڈرتا ہوں مظفر
میں زخم تو رکھتا ہوں نمائش نہیں کرتا

جناب سپیکر: جی، چودھری سرفراز افضل صاحب!

چودھری سرفراز افضل: جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں 12-2011 کے عوام دوست اور غریب پرور بجٹ کی کچھ عوام دوست پالیسیوں پر روشنی ڈالوں میں آپ کی اجازت سے خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور ان کی سیاسی اور انتظامی ٹیم کو، قائد پاکستان میاں محمد نواز شریف کے اس عوام دوست vision کو اس بجٹ میں عملی جامہ پہنانے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ میں اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف کی اس اجرت اور جواں مردی کو بھی سلام پیش کرتا ہوں کہ جس کے تحت انہوں نے نہ صرف بیرونی امداد کا کشکول توڑنے کا اعلان کیا بلکہ کارمیلا اور ہیلری کلنٹن کے اس دباؤ کو

ایک دفعہ پھر مسترد کر کے 28- مئی 1998 کی اس تاریخ کی یاد تازہ کر دی جو میاں محمد نواز شریف نے اس ٹیلی فون کو جو بل کلنٹن کی طرف سے کیا گیا تھا "ناں" بول کر تاریخ رقم کی تھی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج میاں محمد شہباز شریف نے ہیلری کلنٹن کو ایک دفعہ پھر "ناں" بول کر اقوام عالم کو یہ بتا دیا ہے کہ ہم روکھی سوکھی تو کھا لیں گے لیکن اپنی عزت اور غیرت کا سودا کبھی نہیں کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آج مجھے بڑا افسوس ہوا اور میں چاہتا تھا کہ کاش! نولاٹیا صاحب یہاں سے باہر تشریف نہ لے جاتے اور جو میرے بھائی نے یہاں پر بات کی میں آج صبح جب ایوان میں داخل ہوا تو میں نے اجلاس کا ایجنڈا دیکھا تلاوت اور نعت کے بعد سرکاری کارروائی پڑھی تو اس میں لکھا تھا کہ سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث لیکن میرے بھائی نے یہاں پر ہماری کسی پالیسی پر تنقید کی اور نہ ہی اس بجٹ کے حوالے سے کوئی تجاویز دیں۔ مجھے یہ نہیں سمجھ آیا کہ نولاٹیا صاحب یہاں پر کہہ کر کہاں چلے گئے ہیں، ساری رات قصیدہ پڑھتے رہے ہیں اور ہمیں صبح تک یہ سمجھ نہ آئی کہ ہیر کوئی لڑکی تھی یا کوئی لڑکا تھا؟

جناب سپیکر! یہاں پر قائد حزب اختلاف یہ بات تحریری طور پر بتا کر اور وعدہ کر کے گئے کہ ان کے قائد صدر آصف علی زرداری اور یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ ہم نے اس بجٹ کی مخالفت نہیں کرنی اور بجٹ کو پاس کروانا ہے۔ یہ لوگ یہاں پر خود کہتے ہیں کہ ہمیں اوپر سے instructions ہیں کہ ہم نے اس بجٹ کی مخالفت نہیں کرنی اور خود کہتے ہیں کہ اس بجٹ کی حمایت میں ووٹنگ کرنی ہے اور لکھ کر دے جاتے ہیں۔ یہاں پر رونا کیا روتے ہیں؟ وہ پٹواریوں اور land revenue اکٹھا نہ کرنے کا رونا روتے ہیں۔ میرے بھائی تین سال تک آپ ریونیو منسٹر بیٹھے رہے تو کیا آپ کو اس وقت نہیں پتا تھا کہ ریونیو کہاں سے حاصل ہو رہا ہے، پٹواری کون سی کرپشن کر رہا ہے؟ آج میرے بھائی کہتے ہیں کہ پنجاب میں وزراء کو اختیارات نہیں دیئے جاتے، میرے بھائی اختیارات دیئے گئے ہیں لیکن پنجاب کے وزراء میاں محمد شہباز شریف کی کابینہ میں بیٹھے ہوئے وزراء، حامد سعید کاظمی جیسے اختیارات نہیں چاہتے اللہ ہمیں وہ توفیق دے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ہم سے عوام کی ان امانتوں میں خیانت کروائے کہ جو خیانت آپ لوگوں نے کی اور جو اختیارات آپ نے دیئے، میرے بھائی ہمیں وہ اختیارات نہیں چاہئیں۔ ہمیں N.I.C.L کے اختیارات نہیں چاہئیں اور ہمیں پنجاب بنک والے اختیارات نہیں چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ وہ اختیارات بھی آپ کو دے، وہ حکومت بھی آپ کو دے، وہ وزارتیں اور مشاورتیں بھی آپ کو دے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس ایوان میں عوام کی امانتوں کا امین بنا کر بھیجا ہے اور ہمیں عوام نے اس لئے منتخب نہیں

کیا کہ لوٹ مار کرتے پھریں۔ میرا بھائی! یہاں پر بلبلا اٹھا کہ 25فیصد ٹیکس اُمرا پر لگایا گیا۔ میرے بھائی ذرا اس کو آپ پڑھ لیتے تو آپ کو پتا چلتا کہ جو ٹیکس پانچ مرلے پر لگایا گیا ہے وہ شہری علاقوں میں لگایا گیا ہے۔Land Cruiser Cars پر لگایا گیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اشرافیہ سے ٹیکس نہیں وصول کیا جا رہا۔ لگژری ٹیکس ہماری حکومت نے آ کر لگایا، farm houses پر ٹیکس ہماری حکومت نے آ کر لگایا۔ پانچ مرلہ کی شہری جائیداد پر ٹیکس ہماری حکومت نے آ کر لگایا اور یہ کہتے ہیں کہ غریب کو اس بجٹ میں کچھ نہیں دیا گیا۔ آج میں اپنے اس معزز ایوان کو یہ بتادوں کہ ییلو کیب سکیم کسی وزیر یا مشیر کے لئے نہیں شروع کی گئی۔ ییلو کیب سکیم ایک غریب کے لئے شروع کی گئی ہے، اس نوجوان کے لئے شروع کی گئی ہے جو اپنے آگے پیچھے دیکھتا ہے جب اس کو روزگار کا کوئی موقع نہیں ملتا، جب اس کو اپنی زندگی باعزت طریقے سے گزارنے کا کوئی طریق کار نظر نہیں آتا تو وہ مجبور ہو کر ایسے gangs میں شامل ہو جاتا ہے جس سے پھر یہاں پر mobile and purse snatching کا عروج ہوتا ہے۔ ہم نے crime ratio کو بھی کم کرنا ہے، آج ہم نے غریب کو روزگار بھی دینا ہے۔ یہ ییلو کیب سکیم اس ماں کے لئے ہے جس کا خاوند کچھ کما نہیں سکتا تو وہ مجبور ہو کر فیصل آباد میں، راولپنڈی اور لاہور کے مال روڈ پر اپنے بچوں کو لا کر کھڑا کر دیتی ہے اور کہتی ہے کہ کوئی ہے کہ جو میرے ان بچوں کو خرید لے اور ان کو لے جائے اور ان کا پیٹ پالے۔ یہ ییلو کیب سکیم ان کے لئے شروع کی گئی ہے اس کی اہمیت اس خاندان سے پوچھیں کہ جب 1998 میں قائد پاکستان میاں محمد نواز شریف ایبٹ آباد کے ایک علاقہ 'سمندر کٹھہ' میں خود ہیلی کاپٹر کے ساتھ جاتے ہیں اور اس کار کے پاس اُتر کر ایک غریب شخص کو چابی دیتے ہیں اور ایسے شخص کو چابی دیتے ہیں جو خود سوزی کرنے کو تیار تھا تو اس کو جب میاں محمد نواز شریف نے ییلو کیب کی چابی دی اور کہا کہ میرے بھائی یہ تمہاری حکومت ہے اور یہ تمہاری امانت ہے آج سے تم اپنا روزگار خود کماؤ گے، آج اپنے بچوں کے لئے روزی روٹی تم خود کماؤ گے اس سے جا کر ییلو کیب سکیم کی اہمیت پوچھو۔ آج ہم نے اس پنجاب کو "پڑھا لکھا پنجاب" کے خواب نہیں دکھائے، ہم تو تعبیر کی طرف چلے ہوئے ہیں۔ ہم تو اس پڑھے لکھے پنجاب کے خواب کو تعبیر دینا چاہتے ہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ محض خوابوں کی دنیا میں اس پنجاب کو رکھا جائے اور امراء میں سے کوئی N.I.C.L میں گھس جائے اور کوئی پنجاب بنک میں گھس جائے۔ اس مرتبہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ پنجاب کے بجٹ میں تعلیم کے لئے 23۔ارب 90کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ یہ 23۔ارب 90کروڑ روپے کسی منسٹر یا اشرافیہ کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مختص نہیں کیا گیا ہے۔ یہ رقم ان غریب اور کسان کے بچوں کو دینے کے لئے مختص کی گئی ہے جس کا بچہ

دانش سکول تو دور کی بات ایک ٹاٹ والے سکول میں بھی جانے کا ساری زندگی بس خواب دیکھتا رہا اس میں سے 4۔ارب روپے ان 2500 سکولوں میں missing facilities provide کرنے کے لئے رکھا گیا ہے۔ ہمارے سابق حکمران خواب تو دکھاتے رہے لیکن ان سکولوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی اور آج ان سکولوں کو ghost schools کا نام دے دیا گیا ہے۔ آج ان سکولوں میں سے کوئی جاگیر دار کا ڈیرہ بنا ہوا ہے اور کسی میں بھینسیں باندھی جاتی تھیں۔ یہ خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا ہی vision تھا جس نے پنجاب کی عوام کو پڑھا لکھا بنانے کے لئے عملی اقدامات کئے اور آج 4۔ارب روپے سے ان سکولوں میں missing facilities provide کی جائیں گی، نئے کالج قائم کئے جائیں گے۔ میرا تعلق راولپنڈی کے ایک ایسے حلقے سے ہے جہاں سے پچھلے پانچ ادوار سے ایک موصوف صوبائی وزیر قانون بنتے آئے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق نہ دی تھی کہ وہ اپنے حلقہ کے کسی سکول میں upgradation کرا لیں۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میاں محمد شہباز شریف کی تعلیم دوست پالیسی کی وجہ سے میرے حلقہ میں صرف چار نئے کالج تعمیر کئے جا رہے ہیں اور اسی طرح پنجاب میں نئے کالجوں کی تعمیر کے لئے اور پرانے کالجوں میں missing facilities provide کرنے کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔

جناب سپیکر! آپ کو پتا ہے، آپ یہ چیز بخوبی جانتے ہیں کہ ایک معاشرے کو اچھا معاشرہ بنانے کے لئے اور ایک طالب علم کو اچھی تعلیم دینے کے لئے اچھے استاد کا ہونا بھی ضروری ہے اور اساتذہ تبھی اچھے ہو سکتے ہیں جب ان کی اپنی ضروریات بھی ساتھ ساتھ پوری ہوں۔ اس حکومت نے پہلی دفعہ جہاں پر اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک خطیر رقم مختص کی اور ایسے ہونہار طالب علموں کے لئے جو تعلیم کے میدان میں بہترین کارکردگی دکھائیں گے جہاں ان کے لئے نقد انعامات کے حصول کے لئے بھی بندوبست کیا وہاں پر وزیر اعلیٰ پنجاب نے پہلی دفعہ ایسے اساتذہ کے لئے جن کے طالب علم اچھا رزلٹ لے کر آئیں گے ان کو بھی نقد انعامات دینے کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ یہاں پر جنوبی پنجاب کا نعرہ لگاتے ہیں، مجھے یہ تو بتائیں کہ آپ نے آج تک جنوبی پنجاب کو دیا کیا تھا؟ ڈی جی خان، ساہیوال، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں نئے میڈیکل کالج قائم کرنے کے لئے ایک ارب 90 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی۔ میں اس عوام دوست پالیسی کے کون کون سے اقدامات کو سراہوں اور کون کون سے اقدامات پر روشنی ڈالوں؟ آپ جیسا کہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ پنجاب کے اندر Punjab Education Endowment

Fund کا قیام کیا گیا ہے اور اس فنڈ کے ذریعے 2۔ارب روپیہ اس بجٹ میں اور 6۔ارب روپیہ سابقہ بجٹ میں مختص کیا گیا تھا۔ یہ وہ فنڈ ہے کہ جس کے ذریعے ہزاروں طالب علم صرف صوبہ پنجاب کے نہیں بلکہ خیبر پختونخواہ، سندھ اور بلوچستان کے بھی ہزاروں طالب علم جن کے پاس اعلیٰ تعلیمی اداروں میں جانے کے لئے وسائل نہ تھے اس فنڈ سے وہ NUST, FAST and LUMS جیسے اداروں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے۔ جب وہ ان اداروں سے تعلیم حاصل کر کے باہر نکلیں گے تو اس سے نہ صرف ان کا اپنا مستقبل روشن ہو گا بلکہ وہ پاکستان کے روشن مستقبل کی بھی ضمانت ہوں گے اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی اکائیوں کو اکٹھا کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں گے۔

جناب سپیکر! جہاں پر تعلیم دوست پالیسی کا ذکر کیا جا رہا ہے تو میں یہاں پر اگر دانش سکول سسٹم کا ذکر نہ کروں تو میں یہ سمجھوں گا کہ پنجاب کی اس تعلیم دوست پالیسی کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔ آپ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ جس طرح میرے قائد ایوان نے کل اس ایوان میں ذکر کیا اور میرے اپوزیشن کے معزز ممبران بلبلا اٹھے، مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ آپ اعتراض کریں، آپ تنقید کریں، ہم آپ کی تنقید سنیں گے اور برداشت بھی کریں گے لیکن خدا را غریب عوام کے حق پر تو ڈاکا مت ڈالیں، وہ غریب، وہ دہقان، وہ کسان، وہ مزدور، وہ ٹیکسی ڈرائیور، کیا اس کے بچے کا حق نہیں ہے کہ وہ بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرے، کیا میرا اور آپ کا ہی حق ہے کہ میرا بیٹا یا بیٹی، آپ کا نواسہ یا نواسی، آپ کا پوتا یا پوتی یا اس ایوان میں بیٹھے ہوئے معزز ممبران جو ماہانہ لاکھوں روپے کماتے ہیں کیا ہمارا ہی حق ہے کہ ہمارا بچہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے، کیا ہمارے ہی بچوں کا حق ہے کہ وہ پی ایچ ڈی کریں، کیا ہمارے ہی بچوں کا حق ہے کہ وہ افواج پاکستان میں جائیں، کیا ہمارے ہی بچوں کا حق ہے کہ وہ ڈاکٹر بنیں، کیا ہمارے ہی بچوں کا حق ہے کہ وہ وکیل اور جج بنیں، کیا ہمارے ہی بچوں کا حق ہے کہ وہ آ کر اس ایوان میں عوام کی نمائندگی کریں، کیا ایک ٹیکسی ڈرائیور کا بچہ پاک فوج میں نہیں جا سکتا، کیا ایک دہقان کا بچہ ڈاکٹر نہیں بن سکتا اور کیا ایک مزدور کا بچہ سائنسدان نہیں بن سکتا؟ اسی vision کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور پنجاب کو پڑھا لکھا بنانے کے لئے دانش سکول سسٹم کا قیام عمل میں لایا گیا۔ پنجاب کے 15 اضلاع میں دانش سکول سسٹم قائم کیا جا رہا ہے، چھ اضلاع میں یہ سسٹم قائم ہو چکا ہے۔ میرے قائد نے جس طرح کل یہاں ایوان میں کہا ہے کہ آئندہ ان بچے اور بچیوں کی قائد حزب اختلاف سے ملاقات بھی کرائی جائے گی اور انہیں بتایا جائے گا کہ آپ خود دیکھیں کہ ایچی سن اور دانش سکول کے بچوں کی تعلیم میں آپ کو کوئی فرق نظر آتا ہے؟ اگر ہمارا یہ قصور ہے، پنجاب کی عوامی حکومت کا جرم ہے، دانش سکول سسٹم بنانا پنجاب

کی عوامی حکومت کا جرم ہے تو ہم یہ جرم کرتے رہیں گے۔ میاں محمد شہباز شریف کی یہ ٹیم اس جرم میں برابر کی شریک ہے اور ہم میاں محمد شہباز شریف کے ساتھ ہی کھڑے ہوں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج یہاں پر کہا جاتا ہے کہ پنجاب کی عوام بلبلا رہی ہے، پنجاب کی عوام پر ظلم ہو رہے ہیں۔ میں اپنے ان دوستوں سے صرف اتنا سوال کرنا چاہوں گا کہ پنجاب کی عوام کا اس وقت خیال کیوں نہ آیا جب یہاں پر ایک ڈاکو اربوں روپے کا ڈاکا ڈال کر بیرون ملک فرار ہو گیا۔ ان کو پنجاب کی عوام کا اس وقت خیال کیوں نہ آیا جب N.I.C.L میں کروڑوں، اربوں روپے کی kickback لی گئی اور کہا گیا وفاقی حکومت میں اس لئے شامل ہو رہے ہیں کہ ہم پاکستان کی عوام کو relief دینا چاہتے ہیں۔ وقت کی قلت کے باعث میں صرف دو لائنوں میں عرض کروں گا کہ ان کا جو اتحاد ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ relevant رہیں۔

چودھری سرفراز افضل: میں عرض کروں گا کہ:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے قاتل اور مقتول
نہ کوئی بھٹو رہا اور نہ کوئی چودھری ظہور

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی تشریف رکھیں۔

چودھری سرفراز افضل: جناب سپیکر! میں اپنے ان بھائیوں کی خدمت میں عرض کروں گا جو ہمیں یہاں پر سیاسی مشورے دیتے ہیں، ان سے یہ گزارش کروں گا کہ پہلے قائد حزب اختلاف کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں، پہلے اپنی سیاسی قیادت کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں پھر آپ یہاں ییلو کیب پر اعتراض کریں، پھر دانش سکول پر اعتراض کریں، پھر free Dialysis پر اعتراض کریں، پھر مفت ادویات پر اعتراض کریں۔ ہم یہاں پر سیاسی point scoring کرنا نہیں چاہتے۔

جناب سپیکر! آخر میں صرف ایک چھوٹی سی تجویز دینا چاہوں گا، یہاں پر وزیر خزانہ بھی موجود ہیں۔ میاں محمد شہباز شریف نے جو گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی تھی ہمارے کسان آج بھی ان کو ہاتھ اٹھا کر دعائیں دیتے ہیں۔ آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کی خدمت میں ایک چھوٹی سی تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں اربوں روپے کے ڈاکے پڑ گئے آج آپ یہ عزم کریں کہ ان ڈاکوؤں سے اربوں روپے نکلوا کر دم لیں گے۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ گرین ٹریکٹر سکیم دوبارہ شروع کی جائے اور پنجاب کے کسان کو relief دیا جائے۔ اس سے کوئی ظلم نہیں ہو گا، کوئی بہت بڑا burden نہیں پڑے

گا۔ پنجاب کے کسان کو اگر 2۔ارب روپے کی دوبارہ subsidy دے دی جائے تو میں سمجھوں گا کہ یہ پنجاب کے غریب کسان پر بہت بڑا احسان ہو گا۔

آخر میں، میں اپنے بھائیوں کو یہ بتادوں کہ ہم سیاسی شعور رکھتے ہیں، سیاسی سوجھ بوجھ بھی رکھتے ہیں لیکن ان ساری چیزوں سے زیادہ اپنے دل کے اندر پنجاب اور پاکستان کی عوام کا درد بھی رکھتے ہیں۔اس شعر کے ساتھ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ:

ہم خود تراشتے ہیں منزلوں کے سنگ میل
ہم وہ نہیں جن کو زمانہ بنا گیا

جناب سپیکر: محمد محسن خان لغاری صاحب!

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! علامہ اقبال کے شعر میں ردو بدل کرنا بھی علامہ اقبال کی توہین کے مترادف ہے۔

جناب سپیکر: میں نے floor ان کو دیا ہے، آپ کیسے بول رہی ہیں؟

محترمہ آمنہ الفت: میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کو پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت نہیں دی۔ جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! اتنی جوشیلی تقریر کے بعد میری باتیں تو آپ کو بڑی پھیکی لگیں گی۔ میرے بھائی جوش خطابت میں کہہ گئے کہ تین دانش سکول چھ اضلاع میں بنے ہیں۔ آدھا آدھا دانش سکول ان اضلاع میں بنا ہو تو شاید ان کی بات ٹھیک ہو۔ تین دانش سکول تین اضلاع کے اندر ہیں۔ دانش سکول سے ان کی جو اتنی obsession ہے جوش خطابت میں اس کا بھی خیال نہیں رہا۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ بجٹ کسی بھی حکومت کا سب سے important document ہوتا ہے جو حکومت کی ترجیحات کو بتاتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ ہم اپنے پیسے کہاں خرچ کریں گے۔ ہمارا اس ملک اور صوبے کے لئے، اس علاقے کے لئے کیا vision ہے۔ میری ناقص عقل نے تو مجھے یہ بتایا ہے کہ اس حکومت کا جو budget document ہے اس میں دانش سکول، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم، ییلو کیب سکیم، سستی روٹی سکیم اور اس قسم کے جو منصوبے ہیں یہ اس حکومت کا vision ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان چیزوں کے ساتھ ہم آگے بڑھیں گے اور یہ چیزیں ہمارے صوبے کو آگے لے کر

چلیں گی۔ الیکشن کی تیاری کے لئے، الیکشن campaign کے لئے تو یہ popular steps شاید بڑے اچھے ہوں لیکن یہ wise اور prudent financial planning کے اندر بالکل نہیں آئیں گے۔ کوئی بھی professional آدمی جو ہمارے صوبے کی اس وقت financial condition دیکھے تو اس کو پریشانی ہوگی کہ یہ صوبہ چل کیسے رہا ہے؟ ہم نے جو کاغذوں میں لکھا ہے کہ ہمارے پاس اس دفعہ 655 بلین روپے کے revenue ہیں اور 655 بلین روپے کا expenditure ہے۔ اسی طرح یہ کتابیں ہمیں بتاتی ہیں کہ ہم نے ایک balanced budget دیا ہے۔ 531۔ارب روپے وفاقی حکومت کے Divisible Pool سے متوقع ہیں، پچھلے سال ہمیں 419۔ارب روپے ملے تھے، اس سال ہم وفاقی حکومت سے 112۔ارب روپے اضافی کی توقع کر رہے ہیں۔ جہاں ہمارا اپنا کام تھا، جو صوبہ پنجاب نے کرنا تھا، اس سال ہم نے اس کے لئے 89۔ارب روپے target کیا ہے اور پچھلے سال ہم نے 91۔ارب روپے کا target رکھا تھا یعنی اس کو ہم نے کم کر دیا ہے۔ پہلے ہی ہم یہ admit کر رہے ہیں کہ پنجاب خود اپنے financial resources کو improve کرنے کے لئے کچھ نہیں کرے گا۔ پنجاب وفاق کی طرف دیکھے گا، ان سے مانگے گا اور وہ ہمیں دیں گے۔ یہ ایک بڑی عجیب و غریب سی صورتحال ہے۔ کوئی بھی ملک، کوئی بھی علاقہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنے resources پر انحصار نہیں کرے گا۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے popular sentiment کو cash کرنے کے لئے یہ بات تو کی کہ ہم اغیار سے مدد نہیں لیں گے لیکن اپنے وسائل بڑھانے کی کوئی بات نہیں کی، پہلے دن کہا کہ اغیار سے مدد نہیں لیں گے اگلے دن وہ تبدیل ہو گیا کہ اسلامی ممالک سے لیں گے، جب دیکھا گیا کہ اسلامی ممالک سے تو ہمیں کوئی خاص امداد نہیں ملتی تو پھر اس کو تبدیل کر دیا گیا کہ سوائے امریکہ، اب ہم امریکہ کے سوا DFID سے بھی لیں گے، JICA سے بھی لیں گے، ورلڈ بنک سے بھی لیں گے، Asian Development Bank سے بھی لیں گے، CIDA سے بھی لیں گے، سب سے امداد لیں گے۔ جس طرح انہوں نے popular نعرے بازی کی تھی اسی طرح یہ budget document بھی نعرے بازی اور popular support حاصل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اس budget document سے مجھے جس چیز نے پریشان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا جو overall debt ہے ہمارے صوبے کی جو liabilities ہیں وہ 492۔ارب روپے کی ہو گئی ہیں اور یہ پچھلے دو سالوں میں 39 فیصد کا اضافہ ہے۔ پچھلے دو سالوں میں پنجاب کی liabilities میں 39 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ ہمارے اوپر اس وقت جو قرضوں کا بوجھ ہے، ہماری جو liabilities ہیں یہ ہمارے ٹوٹل

بجٹ کا 75 فیصد ہیں۔ میں پھر سے گزارش کروں گا کہ یہ آپ لوگوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ ہمیں جوش و خروش کے نعروں سے نکل کر یہ سوچنا چاہئے کہ ہمارے ٹوٹل بجٹ کا جو outlay ہے وہ 655 بلین روپے ہے۔ ہمارے اوپر جو liability ہے وہ 492۔ارب روپے کی ہے۔آپ یہ کسی بھی prudent financial management والے آدمی سے پوچھیں تو ہمیں اس چیز پر فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے یہ چیز سوچنی ہے کہ ہم یہ liability کہاں سے اتاریں گے ؟ اگر ہمیں وفاق سے 100 بلین روپے اضافی مل رہے ہیں تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم ان کو اپنی liabilities کو کم کرنے کے لئے اسی طرف لگائیں rather than کہ popular schemes جو کہ صرف ووٹ لینے کے لئے ہیں، ہم پرانے تجربے اٹھا کر دیکھ لیں، ہم ییلو کیب، سستی روٹی اور فوڈ سٹیمپ سکیم کو بھی اٹھا کر دیکھ لیں، فوڈ سٹیمپ سکیم میں کرپشن اور نالائقی کی وجہ سے اب کوئی اس کا ذکر نہیں کرتا، شاید اب وزیراعلیٰ صاحب خود بھی اس کا ذکر کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔سستی روٹی کے اندر جو irregularities ہیں ان پر آڈیٹر جنرل کی objections ہمارے سامنے ہیں۔ییلو کیب سکیم نے پہلے جو ہمارے ملک اور بنکوں کا حال کیا تھا وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔یہ چیزیں شاید popular support یا ووٹ لینے کے لئے تو ہوں لیکن ان کا اس صوبے پر long term effect اچھا نہیں ہوگا، جب تک financial discipline نہیں ہوگا اس وقت تک ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔اسی popular sentiment کو catch کرنے کے لئے ہم نے نئی taxation کی بات کی ہے۔ہم نے بات کی ہے کہ فارم ہاؤسز پر ٹیکس لگائیں گے، سوئمنگ پولز پر ٹیکس لگائیں گے، گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس بڑھائیں گے۔ میں نے ان ساری چیزوں کو بہت سلجھے ہوئے اور عقلمند لوگوں سے discuss کیا ہے اگر آپ یہ ساری کی ساری چیزیں سو فیصد کر لیں تو آپ اس سے ایک بلین سے زیادہ کا ریونیو اکٹھا نہیں کر سکیں گے۔آپ نے بجٹ تقریر اور popular support کے اندر تو یہ باتیں کر دیں لیکن اس سے بہت effect پڑے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہم نے گاڑیوں پر taxation کر کے دیکھا ہے ہم نے لگژری گاڑیوں پر ٹیکس لگایا تھا تو لوگ اسلام آباد اور باقی صوبوں میں گاڑیاں رجسٹرڈ کراتے تھے اور پھر ہمیں اپنی پالیسی reverse کرنا پڑی tried failed and tested failed polices عوامی جذبات تو ضرور ابھار دیتی ہیں مگر میرے خیال میں وہ مناسب نہیں ہیں۔ میں بہتر لفظ نہیں ڈھونڈ سکا، ہماری حکومت کو cheap popularity اور اخباروں کے اندر خبریں بنانے کی بجائے positive چیزوں کو سوچنا چاہئے اور اس صوبے کے لئے جو بہتری کی چیزیں ہیں ان کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ میں debt

کی situation دیکھ رہا تھا تو میں وزیر خزانہ سے دو چار چیزوں کے بارے میں پوچھوں گا چونکہ یہ مجھے سمجھ نہیں آ رہیں، میں وزیر خزانہ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ہم اگلے سال جون 2012 تک کے لئے کتنے loans لینے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ یہ financial planning ایک دن میں نہیں ہوتی بلکہ ہم نے پچھلے چھ آٹھ مہینوں کے اندر جو financial planning کی تھی جس کے اندر ہم نے امریکا، جائیکا، سیڈا اور ساری Donors Agencies سے aid اور ان کی grants اور جو negotiate loans کئے تھے اور ہم نے جو ان سے MOUs sign کئے تھے ان کے اندر جو کمی ہو گی وہ ہم کیسے پوری کریں گے؟ مجھے تو اپنے جنوبی پنجاب میں یو ایس ایڈ والے دو پروگرام نظر آئے تو میرے کان کھڑے ہو گئے۔ Southern Punjab Municipal Services Project کے لئے 76 million dollars کی ایک grant تھی یہ تقریباً 6.5۔ارب روپے بنتے ہیں، یہ کمی کہاں سے پوری کریں گے اور میونسپل سروسز کو کیسے بہتر کریں گے؟ 148 ملین ڈالر کا ایک اور پراجیکٹ تھا جس سے ہمارے جنوبی پنجاب کے سکولوں کے اندر معاملات بہتر کرنے تھے۔ میں یہاں پر اپنی تنگ نظری کا ثبوت دوں گا اور آپ سے گزارش کروں گا کہ مہربانی کر کے اپنی winding up speech میں یہ ضرور بتائے گا کہ ہمارے جنوبی پنجاب کے جو ان گرانٹس کے پراجیکٹس تھے ان کے لئے alternate funding کہاں سے کریں گے؟ یہ 223 ملین ڈالر یا 19۔ارب روپے بنتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں ایک اور بات وزیر خزانہ کے گوش گزار کروں کہ دنیا کی ریسرچ یہ بتاتی ہے کہ اگر آپ fair taxation نہیں کرتے اور آپ indirect taxation کرتے ہیں تو اس کے بعد آپ جتنی مرضی subsidies دیں لیکن inflation اور indirect taxation کا جو impact ہے اس سے غریب آدمی کو سستی روٹی support کرے گی اور نہ اسے سستے رمضان بازار سے کوئی فرق پڑے گا۔ ہمیں fair taxation کو کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا صوبہ ٹیکس لگانے سے کیوں گھبراتا ہے اور ہم نے professional taxes کیوں collect نہیں کئے؟ ہم نے اس چیز پر بالکل غور نہیں کیا۔ جب یہ taxes کی بات ہو رہی ہے تو مجھے یاد آ رہا ہے اور معزز ایوان کے تمام بہن بھائیوں سے گزارش ہے کہ ہمارے ایوان سے ایک قرارداد بھی پاس ہو کر گئی ہے کہ وفاقی حکومت نے ایگریکلچر inputs پر جو 17 فیصد ٹیکس لگایا ہے یہ ہماری agricultural outputs کو بڑی بُری طرح متاثر کرے گا۔ جن لوگوں نے یہ ٹیکس لگانے کا سوچا انہوں نے وہی the hen that lays the golden eggs انہوں نے کہا کہ اسے ذبح کر دیں اور ایک ساتھ سارے سونے کے انڈے نکال لیں آپ اس کی in puts تو

subsidies کریں، اس کی inputs کو سستی کریں تاکہ اس کی اور ملک کی productivity بڑھے۔ جب آپ اس پر 17 فیصد ٹیکس لگائیں گے تو اس سے آپ کی output پر 25 فیصد تک impact پڑے گا، جب کھاد مہنگی ہو گی تو کھاد کا استعمال کم ہو گا، جب بیج مہنگے ہوں گے تو لوگ اچھے بیج نہیں خریدیں گے، جب pesticides مہنگی ہوں گی تو pesticides کا استعمال کم ہو گا اور آپ کے ملک کی yield پر فرق پڑے گا۔ میں اسی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ایوان اور حکومت سے بھی گزارش کروں گا کہ agricultural inputs پر جو ظالمانہ اور unwise ٹیکس لگایا گیا اور اس کے بارے میں ہم نے جو قرارداد پاس کی تھی حکومت اس کا وفاق کے ساتھ کوئی follow up کرے۔ میرے خیال میں جن لوگوں نے یہ فیصلہ کیا شاید ان کی عقل پر پردے پڑ گئے اور ان کو یہ چیز سمجھ نہیں آئی کہ اس کا کتنا negative effect پڑے گا۔

جناب سپیکر! جب میں سٹیٹ بنک کے documents دیکھ رہا تھا تو ان میں لکھا ہوا تھا کہ سٹیٹ بنک نے federal and provinces کو commodity operation کے لئے 450۔ ارب روپے کا قرضہ دیا ہوا ہے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اس میں پنجاب کا کتنا share ہے، چونکہ 80 فیصد زراعت پنجاب میں ہوتی ہے تو میرا خیال ہے کہ اس میں 80 فیصد ہی پنجاب کا ہونا چاہئے۔ وزیر خزانہ مجھے بتائیں کہ پنجاب کا commodity debt کتنا ہے کیونکہ ان debt کو address کرنے کی ضرورت ہے۔ وزیر خزانہ مجھے یہ بھی بتا دیں کہ ہم commodity debt پر کتنا interest pay کر رہے ہیں؟ میں بار بار اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمارا کاشتکار جو پیداوار کرتا ہے اس کے لئے سب سے بڑا مسئلہ اپنی پیداوار کو مارکیٹ میں لا کر بیچنا اور fair price لینا ہے۔ وہ بے چارہ اس طرح مجبور ہوتا ہے کہ خریدنے والا اس کی قیمت بتاتا ہے، حکومت نے گندم کا -/950 روپے نرخ لگا دیا لیکن اگر آڑھتی اسے -/780 روپے میں خریدے گا، جب حکومت نہیں خرید رہی تو وہ مجبور ہو کر اسی کو بیچ رہا ہو گا، تو حکومت کا مارکیٹ میں نہ ہونا یا حکومت کا مارکیٹ میں کم ہونے کی وجہ سے کاشتکار پس جاتا ہے لہذا میں وزیر خزانہ سے یہ چیز پوچھنا چاہوں گا کہ وہ مجھے بتائیں کہ commodities کی مد میں حکومت پنجاب پر کتنا بڑا debt ہے اور ہم اس پر کتنا interest دے رہے ہیں؟ جیسا کہ آپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ حکومت پنجاب نے wheat کو export کیا تو ہم اس export کو مزید آگے کیوں نہیں بڑھا رہے ہیں؟ اس سال ہماری bumper crop ہوئی ہے لیکن حکومت پنجاب نے اس سے foreign exchange earn کرنے میں یہ opportunity کیوں ضائع کی ہے اور ہم اپنی storage facilities کو بہتر کیوں

نہیں کر رہے ؟ میری وزیر خزانہ سے گزارش ہو گی کہ wheat کے storage بہتر کرنے کے لئے حکومتی اقدامات ہمارے سامنے لائیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ییلو کیب اس ملک کی تقدیر نہیں بدلے گی بلکہ اس ملک کی تقدیر بہتر agricultural inputs بدلے گی۔اس میں جو ہمارے پیسے yellow cab پر خرچ ہو رہے ہیں ان کا بہتر استعمال ہو گا۔میری یہی گزارش تھی کہ محدود وسائل کا بہتر استعمال کرنا ہی اچھا بجٹ بنانا ہے۔ہمارا غریب ملک ہے اور ہمارے محدود وسائل ہیں، ہم نے ان وسائل میں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کس طرح لینا ہے۔صفحہ نمبر 965 پر estimate of charged expenditure میں ایک one liner ہے subsidy on wheat یہ کس کو دی جا رہی ہے، یہ کس سبسڈی کی بات کر رہے ہیں ؟اگر یہ کوئی سستے آٹے کے لئے دی جا رہی ہے تو کیا جو 30 بلین کی pro poor کی subsidies ہیں یہ اس کا حصہ ہے یا اس کے علاوہ کوئی چیز ہے اور 4۔ارب روپے کا جو رمضان پیکیج ہے کیا وہ اس 30۔ارب کے ساتھ ہے، اس wheat subsidy کے ساتھ ہے ؟اس بجٹ document میں بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جو میں زیادہ بہتر طریقے سے نہیں سمجھ سکا اور میرے خیال میں یہ اہم تھیں اس لئے آپ سے سمجھنے کے لئے گزارش کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد مجھے ایک اور چیز نظر آتی ہے کہ wheat subsidy پچھلے سال 11.77۔ارب روپے تھی اور اس سال ہم نے اسے 212 فیصد بڑھا کر 25۔ارب روپے کر دیا ہے لہذا وزیر خزانہ مہربانی کر کے بتا دیں کہ wheat subsidy کیا ہے ؟ میری ایک اور گزارش تھی کہ مجھے اس میں کہیں نظر نہیں آیا کہ حکومت نے ابھی جو تنخواہیں اور پنشن بڑھانے کا اعلان کیا ہے تو ان liabilities, Pension fund and G.P fund پر ان کا accumulated effect کیا ہو گا، اس کو cater کرنے کے لئے حکومت کی کیا پالیسی ہے ؟ میں جب وائٹ پیپر دیکھ رہا تھا تو مجھے اس میں ایک چیز نظر آئی ہے کہ حکومت نے کوئی ایسا فنڈ ضرور بنایا ہے اور ہم نے اس میں prefer کیا ہے کہ اس کو long term fixed income deposit کے اندر ڈال دیں ۔ میں اپنی تھوڑی سی سمجھ کے مطابق اس میں inputs دینے کی کوشش کروں گا۔ میری وزیر خزانہ سے گزارش ہو گی کہ وہ مہربانی کر کے variable rates, fix income rates and return کے ساتھ موازنہ اور اس کا ایک strategy risk management and پروگرام مجھے سمجھا دیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت سٹیٹ بنک کا interest rate 14 percent ہے جبکہ whole price index and

22 inflation percent ہے۔اگر ہم آج -/100روپے رکھتے ہیں تو اس پر ہمیں -/14روپے interest ملے گا جبکہ inflation کی وجہ سے اس کی -/22روپے value کم ہو جائے گی تو مجھے یہ کوئی نفع کا سودا نظر نہیں آتا۔ہماری debt retirement کے حوالے سے جو investment policy ہے اس کے document, presentation یا کوئی بھی چیز مہربانی کر کے ہمیں بتا دیں۔ہماری risk management کی جو پالیسی ہے وہ ہمارے سامنے رکھ دیں۔

جناب سپیکر! میں ایک دو چیزیں مزید عرض کروں گا کہ جن سے مجھے تھوڑا زیادہ concern ہے۔میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہم نے اپنے محدود وسائل کا بہتر استعمال کرنا ہے۔ہمارے ملک کے اندر اس وقت ایک education emergency ہے۔حکومت پاکستان نے اس سال کو education year declare کیا ہے۔آئین کا آرٹیکل 25-A کہتا ہے کہ:

> 25-A The State shall provide free and compulsory education to all children of the age of five to sixteen years in such manner as may be determined by law.

یہ بات ہمارے آئین کے اندر لکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو کچھ اور خطرناک اور ڈرانے والے figures بتانا چاہتا ہوں شاید اس سے ہماری آنکھ کھلے اور ہم جاگ جائیں۔دنیا کے اندر school going age children out of school میں سے ہر دسواں بچہ پاکستان میں ہے۔پاکستان کی آدھی سے زیادہ آبادی پنجاب کی ہے تو میں اسی کو یہاں پر translate کرتا ہوں کہ پوری دنیا کا ہر بیسواں out of school child پنجاب میں ہے۔ہمارا خیال ہے کہ Sub Saharan and African Nations بہت پسماندہ ہیں لیکن ہماری enrollment ratio ان سے بھی کم ہے۔ہماری ایک تہائی خواتین کبھی سکول نہیں گئیں۔دنیا کے اندر چھبیس ممالک ہم سے زیادہ غریب ہیں لیکن وہ تعلیمی معیار کے لحاظ سے ہم سے آگے ہیں۔ہمارے اپنے ہمسائے انڈیا، بنگلہ دیش، سری لنکا اور ایران تعلیمی معیار میں ہم سے کہیں زیادہ آگے ہیں۔جب ہمارے موجودہ ایجوکیشن سسٹم کو test کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سکول میں پڑھنے والے ایک تہائی بچے ایک پیراگراف کو پڑھنے کے بعد اس کی comprehension کا simple سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔ہمارے rural areas کے دو تہائی بچے کہانی کی کتاب نہیں پڑھ سکتے تو ان سب چیزوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ہمیں اپنے محدود وسائل ان چالیس پچاس لاکھ بچوں پر خرچ کرنے کی

ضرورت ہے جو کہ آج سکول سے باہر ہیں اور انہیں سکول میں لانے کی ضرورت ہے۔ دانش سکول ہمارا answer نہیں ہے۔

جناب سپیکر! ہمیں یہ جو budget پر brief دیا گیا ہے اس میں کچھ چیزیں highlight کی گئی ہیں۔ اس میں تعلیم کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ:

> Provision of 1000 Science Labs in High/Higher Secondary Schools
> 515 IT Labs in Elementary Schools.
> Conversion of 1000 High Schools into Model Schools
> Establishment of 15 Danish Schools and conversion of 72 existing schools in the Centres of Excellence

جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ 15 دانش سکول بنانے کی وجہ سے ہماری تعلیم کا معیار بہتر ہو سکتا ہے اور نہ ہی چند طالب علموں کو لیپ ٹاپ کمپیوٹر دے دینے سے پورے صوبے کا معیار تعلیم بہتر ہو سکتا ہے۔ ہم نے دو سال پہلے ہائی سکولوں میں کمپیوٹر فراہم کئے تھے۔ ان کمپیوٹروں کے لئے سکولوں کے اندر ایک ایک کمرہ مختص کر دیا گیا، اس میں ائر کنڈیشنر لگ گئے۔ اصل میں یہ کمپیوٹر نہیں بلکہ terminals تھے، ایک server کے ساتھ انہوں نے terminals لگا کر دیئے تھے جس کی processing اسی server نے کرنی تھی۔ وہاں سکول میں ان کو کوئی استعمال کرنے والا ہے اور نہ ہی وہاں پر بچوں کو ان کا استعمال سکھایا جا رہا ہے۔ وہ کمپیوٹر کمروں میں بند ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہاں، اس بجٹ کے اندر تعلیم کے لئے مجھے جو امید نظر آئی ہے وہ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا بجٹ ہے۔ یہ private public partnership کے تحت تعلیم دینے کا ایک منصوبہ ہے۔ اس کے لئے پچھلے سال جتنے پیسے رکھے گئے تھے اس مرتبہ اس سے شاید کم رکھے گئے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ دانش سکول والے پیسے پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی مد میں دے دیئے جائیں اور یہ ان چالیس پچاس لاکھ بچوں کو سکول لانے کی کوشش میں خرچ کئے جائیں۔ میری اطلاع کے مطابق دانش سکول میں 110 بچوں کی کلاس ہو گی جن میں سے پچپن لڑکے اور پچپن لڑکیاں ہوں گی۔ ان دانش سکولوں میں ساتویں، آٹھویں، نویں اور دسویں کی کل چار کلاسیں ہوں گی۔ اس حساب سے چار سو چالیس بچے اس ایک سکول میں پڑھیں گے اور تین سکولوں میں کل بارہ یا تیرہ سو بچے تعلیم حاصل کریں گے۔ ہمیں صرف بارہ یا تیرہ سو بچوں کا مستقبل نہیں

دیکھنا بلکہ چالیس پچاس لاکھ ان بچوں کا مستقبل بہتر کرنا ہے جو کہ اس وقت سکول سے باہر ہیں۔ ہمیں اپنی توجہ ان بچوں پر مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! جب ہم اپنے quality of life کے indicators دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شعبہ صحت کے اندر ہم بہت پیچھے ہیں۔ صحت کی سہولتوں کے حوالے سے ہم بہت پیچھے ہیں۔ جن ممالک کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے ہمارا شمار ان میں ہوتا ہے جبکہ facilities کے لحاظ سے ہم بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ موبائل ہسپتال میرے ضلع میں بھی آ گئے ہیں۔ میرے ضلع میں آنے والے موبائل ہسپتال ہماری چھوٹی farm to market road پر جا ہی نہیں سکتے۔ میرے ضلع کی تین تحصیلیں ہیں ان میں سے ایک تحصیل tribal area والی ہے۔ اس تحصیل کی کسی سڑک پر یہ موبائل ہسپتال کی گاڑی جا ہی نہیں سکتی۔ اب ہوتا یہ ہے کہ وہ آتے ہیں اور بڑے قصبوں یا بنیادی مراکز صحت پر کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ چھوٹی سڑکوں پر نہیں جا سکتے۔ ان چھوٹے علاقوں میں وہ اپنی services ہی provide نہیں کر سکتے۔ ان کے پٹرول اور maintenance کا خرچہ حکومت پر اضافی بوجھ ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم یہ اربوں روپے پہلے سے موجود اینٹ، سیمنٹ اور گارے سے بنے ہوئے infrastructure کو بہتر بنانے، مضبوط کرنے اور ان کو سہولیات مہیا کرنے پر خرچ کریں۔ موبائل ہسپتال کا منصوبہ میرے خیال میں 1122 کی نقل کرتے ہوئے بنایا گیا ہے۔ 1122 اتنی کامیاب ہوئی اور وہ ہر جگہ پہنچ جاتی ہے اس لئے حکومت کو کسی نے مشورہ دیا کہ ہم بھی اسی طرح کی کوئی چیز ذرا بڑھا کر دیں۔ 1122 والے لوگوں کو ایمرجنسی سروس مہیا کر کے proper ہسپتال کے اندر لے کر آتے ہیں جہاں پر ہر قسم کے ڈاکٹر مہیا ہو جاتے ہیں لہذا میری گزارش ہو گی کہ اس منصوبے کو reconsider کیا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا یہ چیز ہمارے لئے کارآمد بھی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر! میں آبادی کے حوالے سے ایک کانفرنس میں گیا اور وہاں سے آبادی کے حوالے سے اعداد و شمار سن کر میں اپنے ملک اور صوبے کے لئے بڑا پریشان ہوا۔ ہمارے ملک میں پچیس سال سے کم عمر 64 فیصد کی آبادی ہے یعنی ہماری 64 فیصد آبادی پچیس سال سے کم عمر لوگوں پر مشتمل ہے۔ اس سے زیادہ ڈرانے والی آپ کو بات بتاؤں کہ ہماری 38 فیصد آبادی پندرہ سال سے بھی کم عمر لوگوں کی ہے جنہوں نے ابھی بچے پیدا کرنے شروع نہیں کئے۔ ہمارے ملک کے اندر آبادی کا ایک بہت بڑا بم پھٹنے کو تیار ہے جبکہ ہم نے اس اہم مسئلے کی طرف سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ محکمہ پاپولیشن وفاقی حکومت سے devolve ہو کر صوبے کے پاس آ گیا ہے۔ صوبہ اس کی ownership نہیں لے رہا

اور اس اہم مسئلے کی طرف اس وقت کسی کی توجہ نہیں ہے تو میری یہ گزارش ہو گی کہ اس اہم مسئلے کی طرف بھی ضرور توجہ دی جائے۔

جناب سپیکر! آپ میری طرف بار بار دیکھ رہے ہیں اس لئے میں اپنی تقریر کو مختصر کرتا ہوں۔ میں اپنے سب بھائیوں اور بہنوں کی توجہ ایک مسئلہ کی طرف دلانا چاہوں گا کہ میں جنوبی پنجاب کے ایک نہایت پسماندہ علاقے کا نمائندہ ہوں اور یہ ایوان اس بات کا گواہ ہے، پرانے ممبران اور میرے جو دوست بیٹھے ہیں وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ میں پچھلے دور حکومت میں بھی یہی بات کہتا رہتا تھا کہ disparity and quality of life کا جو فرق ہے اس کے ساتھ نفرتیں اور دوریاں پھیلتی ہیں میں بار بار یہ بات کہتا رہا کہ اس کو address کیا جائے لیکن میری بات کو کسی نے اتنی زیادہ اہمیت نہیں دی۔ میں نے quality of life index ڈھونڈی اور اس کے اندر میں یہ چیز دیکھ کر حیران ہوا کہ سب سے بُری quality of life، میں نیچے سے پڑھنا شروع کرتا ہوں، تحصیل علی پور، چوبارہ، احمد پور شرقیہ، منچن آباد، جتوئی، جام پور، لیاقت پور، روجھان، بہاولپور، خیر پور، جلال پور پیر والا، تونسہ، احمد پور سیال، شور کوٹ، مظفر گڑھ، شجاع آباد، کروڑ پکا، یہ نیچے سے سب سے بڑی quality of life ہے جہاں اگر میں اوپر سے پڑھوں تو اس میں سمن آباد، گلبرگ ٹاؤن، داتا گنج بخش ٹاؤن، شالامار ٹاؤن، راول ٹاؤن، راوی ٹاؤن، عزیز بھٹی ٹاؤن، لاہور کینٹ، جناح ٹاؤن، قلعہ دلدار سنگھ، ٹیکسلا، مدینہ ٹاؤن، سیالکوٹ، نندی پور، اروپ ٹاؤن، علامہ اقبال ٹاؤن، پسرور، کامونکی ٹاؤن، یہ میرے دیئے ہوئے نمبر نہیں ہیں، یہ نمبر اُن لوگوں نے دیئے ہیں جنہوں نے quality of life کو assess کیا ہے جس کے اندر انہوں نے سہولیات، صحت اور تعلیم کی تفریق کی بات کی ہے۔ اوپر سے اضلاع میں آتے ہیں تو لاہور، راولپنڈی، گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، فیصل آباد، جہلم اور اسی طرح یہ لسٹ چلتی ہے اور جب نیچے سے اوپر چلتے ہیں تو میانوالی، لیہ، ڈیرہ غازی خان، جھنگ، پاکپتن، بہاولنگر، راجن پور تو یہ جو تفریق ہے اس کو address کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت پنجاب نے پچھلے سال اعلان کیا تھا کہ جنوبی پنجاب کے حالات کو بہتر کرنے کے لئے 52۔ ارب روپیہ خرچ کیا جائے گا۔ مجھے نہیں پتا کہ actually کتنا پیسا خرچ ہوا کیونکہ ایسے ہی کسی پر الزام لگانا مناسب نہیں ہو گا لیکن مجھے کوئی ٹھوس قسم کی ایسی چیز ہوتی ہوئی نظر نہیں آئی۔ اس سال حکومت نے 70۔ ارب روپیہ کا اعلان کیا ہے تو میں پچھلے کئی سالوں سے اسی طرح کے اعلانات سُن رہا ہوں۔ تین سال پہلے پنجاب کے پسماندہ ترین علاقہ ٹرائیبل تحصیل کے لئے 3۔ ارب روپے کا اعلان کیا گیا تھا اور وہ بار بار repeat ہوتا رہا ہے، اس سال کہا گیا ہے کہ اُن 3۔ ارب

روپے میں سے 15 کروڑ روپے release کر دیئے جائیں گے تو اُس کی سیاسی خبریں تو پچھلے تین سال سے بن رہی ہیں لیکن اس سال اُس کے لئے 15 کروڑ روپیہ دے دیا جائے گا۔اس حساب سے تو 48 سال میں وہ 3۔ارب روپیہ ٹرائیبل تحصیل کو ملے گا۔اسی طرح ڈیرہ غازی خان میڈیکل کالج کا اعلان تین سال پہلے ہوا تھا اور میں وزیر اعلیٰ صاحب کا بڑا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے پچھلی دفعہ اسمبلی کی سیڑھیوں کے اوپر کہا کہ تمہاری تجویز تھی کہ میڈیکل کالج میں کلاسیں شروع کر دی جائیں تو وہ ہم اس سال شروع کر دیں گے۔اُس میڈیکل کالج کی کلاسیں پچھلے سال سے شروع ہو چکی ہیں اور اُس کالج کے اندر بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں لیکن اُس کالج کی بلڈنگ کے لئے پچھلے سال میں ایک اینٹ بھی نہیں رکھی گئی اور میں چیلنج کرتا ہوں۔ڈیرہ غازیخان اور آس پاس کے اضلاع کے دوستوں سے بھی میری گزارش ہے کہ وہ آئیں اور دیکھ کر مجھے بتائیں کہ اس سلسلے میں اُس کالج کے لئے ایک اینٹ رکھی گئی ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر!میری گزارش ہے کہ پچھلے سال سیلاب میں ہماری فصلیں ڈوبی ہیں اور وہاں پر ہمارا ہی infrastructure تباہ ہوا ہے تو وہاں پر کچھ لوگوں کو بیس بیس ہزار روپے کے وطن کارڈ بھی ملے ہیں جس میں دس ہزار وفاقی حکومت نے دیا، دس ہزار روپیہ صوبائی حکومت نے دیا اور اُس کے اندر بھی میں اپنا گلہ کر ہی دوں کہ میرے ڈوبے ہوئے علاقے کی طرف حکومت پنجاب کی بالکل توجہ نہیں تھی اس لئے کہ میں شاید اپوزیشن کا ممبر ہوں۔اس ایوان میں بار بار یہ بات کہی گئی کہ جنوبی پنجاب کے لوگ بڑے بڑے عہدوں پر رہے ہیں تو میں آج آپ لوگوں کے سامنے سرکاری لسٹ پیش کر دیتا ہوں۔میاں ممتاز دولتانہ صاحب اپریل 1951 سے لے کر اپریل 1953 تک دو سال کے لئے پنجاب کے وزیر اعلیٰ رہے جو کہ جنوبی پنجاب سے تھے۔اس کے بعد عبدالحمید دستی، مصطفی کھر، صادق قریشی سب ملا کر چھ سال تک وزیر اعلیٰ رہے ہیں، اسی طرح جنوبی پنجاب سے جتنے گورنر رہے ہیں اُن سب کا ٹائم ملا کر آٹھ سال بنتا ہے۔جنوبی پنجاب سے آخری دفعہ صادق قریشی صاحب وزیر اعلیٰ پنجاب 1977 میں بنے تھے اور آپ نے سردار دوست محمد کھوسہ کو دو مہینے کے لئے پنجاب کا وزیر اعلیٰ بنا کر جنوبی پنجاب کے ساتھ مذاق کیا تھا، اُس کو آپ count نہ کریں تو 1977 سے لے کر اب تک پنجاب کا وزیر اعلیٰ جنوبی پنجاب سے نہیں بنا اور اسی عرصے کے دوران وہاں پر quality of life خراب ہوئی اور اسی لئے آج وہاں کے لوگ پنجاب سے الگ ہونے اور دوسرے صوبے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی، بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔جناب ممتاز احمد ججہ صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد جھ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ یقیناً آج کی بحث کا موضوع 12-2011 کا وہ بجٹ تخمینہ ہے جو حکومت پنجاب نے اس ایوان میں پیش کیا ہے۔ میں اپنی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب اور حکومت پنجاب کو اس عوامی بجٹ کے پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میری نظر میں اس بجٹ کو عوامی بجٹ، غریبوں کا بجٹ اور نوجوانوں کا بجٹ کہنے میں کوئی بات نہیں ہے کیونکہ جس طریقے سے ان طبقوں کو سہولتیں فراہم کرنے کے لئے اس بجٹ میں وافر مقدار میں سرمایہ مہیا کیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً اس طریقے سے پسے ہوئے طبقوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور اُن کو سوسائٹی میں رہنے کے لئے ایک بہتر opportunity ملے گی۔

جناب سپیکر! چونکہ میرا تعلق بھی جنوبی پنجاب سے ہے تو میں بجٹ کے حوالے سے اپنی بات شروع کرنے سے پہلے عرض کروں گا کہ یہاں پر جنوبی پنجاب کے حوالے سے بہت ساری باتیں کی جاتی ہیں اور میرے وہ دوست بڑی دردمندی سے جنوبی پنجاب کی کسمپرسی کا رونا روتے ہیں جو صرف پچھلے پانچ سال ہی اقتدار میں نہیں رہے بلکہ وہ اُس سے پہلے بھی اقتدار میں رہے ہیں اور اُن کا تعلق بھی جنوبی پنجاب سے ہے۔ میں اگر آپ کے سامنے وہ حقائق بیان کروں کہ پچھلے ادوار کے چار سالوں میں جنوبی پنجاب کی development کے لئے صرف 51۔ارب روپیہ رکھا گیا جبکہ اس حکومت کے دور اقتدار میں ان چار سالوں میں 212۔ارب روپیہ رکھا گیا۔ آج مجھے نہیں سمجھ آتی کہ وہ کس منہ سے جنوبی پنجاب سے اپنی ہمدردی جتلاتے ہیں اور جنوبی پنجاب میں بسنے والے غریب لوگوں کی ٹھیکیداری کا علم بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ دانش سکولوں کو criticize کرتے ہیں جو کہ صرف جنوبی پنجاب میں شروع کئے گئے ہیں۔ میں حلفاً کہنے کے لئے تیار ہوں کہ میرے بہاولپور ڈویژن میں جو تین دانش سکول مکمل ہوئے ہیں جن کا افتتاح خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے خود کیا، میں خود ان تین تقریبات میں موجود تھا۔ ان سکولوں میں داخل ہونے والے بچوں کی زبانی جو آپ بیتی سنی تو میں تینوں دفعہ وہاں رویا۔ ان بے سہارا، یتیم، غریب اور لاچار بچوں نے جس طرح اپنے جذبات کا اظہار کیا تو مجھے اس سے یہ اندازہ ہوا کہ ہمارے معاشرے کے اندر یہ دو طبقے کس طریقے سے پیدا ہو رہے ہیں، ایک طرف ایلیٹ کلاس ہے جو ایچیسن اور صادق پبلک سکول میں پڑھتی ہے جو انگلینڈ میں جا کر تعلیم حاصل کرتی ہے۔ دوسری طرف وہ بے سہارا بچے جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا آخر وہ تنگ آکر ان مدرسوں میں جاتے ہیں جہاں وہ رات کا کھانا بھیک مانگ کر کھاتے ہیں۔ آج ہم کہتے ہیں کہ خودکش حملہ آور کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ جب معاشرے میں تفریق اس حد تک ہو جائے گی تو پھر یقیناً

خودکش حملہ آور ہی پیدا ہوں گے۔ ہم نے اس خودکش حملہ آور کا راستہ روکنے کے لئے اپنے اس پسماندہ علاقے کو promote کرنے کے لئے دانش سکولوں کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ وہاں چار سو بارہ بچے ہیں یا تین سو بارہ بچے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر آپ معاشرے میں ایک گھر کو بھی باعزت اور غیر تمند طریقے سے زندہ رہنے کے لئے وسائل مہیا کر دیں تو یہ بھی ایک انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ میرے دوست جو یہ بات کرتے ہیں کہ تعلیم کے باقی نظام کو بھی promote کرنا چاہئے مجھے ان سے مکمل اتفاق ہے اور میری حکومت اس کو promote کرنے کے لئے بھرپور کردار ادا کر رہی ہے۔ اس سال کے بجٹ میں بھی ہم نے اپنے اس نظام کو promote کرنے کے لئے اس کے ہر سیکٹر کو take up کیا ہے۔ ہم نے بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے اربوں روپے وظائف کی صورت میں رکھے ہیں۔ وہاں سکولوں کی missing facilities کو دور کرنے کے لئے بھی اربوں روپے رکھے گئے ہیں۔ ہمارے بجٹ کا تخمینہ اس بات کا شاہد ہے۔ ہماری حکومت نے آئندہ سال کے بجٹ میں اٹھارہ سو سترہ سکولوں کی SNE منظور کی ہے، کئی سالوں سے عمارتیں تعمیر ہو چکی تھیں لیکن ان کے لئے سٹاف مہیا نہیں کیا گیا تھا تو آئندہ آنے والے مالی سال میں ساڑھے آٹھ ہزار نئے اساتذہ کی اسامیاں منظور کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب کے اندر اساتذہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے چالیس ہزار اساتذہ کی علیحدہ سمری وزیراعلیٰ صاحب کے پاس پہنچ چکی ہے انشاء اللہ بہت جلد اس کی منظوری ہو جائے گی اور اس طرح پنجاب کے اندر اساتذہ کی کمی کو مکمل طور پر پورا کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! یہاں میرے ایک فاضل دوست نے گندم کی export کی بات کی تھی تو میں یہ گزارش کروں گا کہ پنجاب حکومت نے اس سال بھی گندم کو export کیا ہے لیکن جب اجازت ملی ہے تو اس وقت export کیا گیا ہے۔ یقیناً storage capacity کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ میں اپنے وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس سیکٹر کو بھی زیر غور لایا جائے۔

جناب سپیکر! یہاں بات کی جاتی ہے کہ سستی روٹی ناکام ہو گئی اور فوڈ سٹیمپ پروگرام ناکام ہو گیا تو میں کہتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کرپشن ہوئی ہے تو اس کی نشاندہی کریں تو ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔ اسی طرح جو نئی سکیمیں شامل کی گئی ہیں، ان پر جن خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے میں اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے یہ گزارش کروں گا کہ ییلو کیب سکیم، نوجوانوں کے لئے بلاسود قرضہ کی سکیم، اس کے علاوہ زرعی گریجویٹس اور ویٹرنری گریجویٹس کے لئے زرعی زمینوں کی الاٹمنٹ کی سکیمیں ہیں آپ ان کی نگرانی کریں۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر کہیں کرپشن ہو، اگر کہیں حکومتی سطح پر

کرپشن ہو تو ہم آپ کو اس کے لئے جوابدہ ہیں۔ یہ سکیمیں صرف اس طبقے کے لئے ہیں جو حقدار ہے۔ اگر کسی غریب گریجویٹ کو بلا سود 20 ہزار بلکہ پچھلی ایک میٹنگ میں ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم 20 ہزار کو بھی بڑھائیں گے شاید 25 یا 30 ہزار روپے کریں گے۔ اس حوالے سے اگر ان نوجوانوں کو support ملتی ہے کہ وہ اپنا روزگار کمانے کے لئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائیں تو اس میں کون سی قیامت آ جائے گی یا کون سا mishap ہو جائے گا جس کے لئے آپ اتنا واویلا کر رہے ہیں۔ یہاں پر کہا گیا کہ ییلو کیب سکیم پہلے بھی ناکام ہو گئی تھی۔ مجھے نہیں پتا کہ وہ کس جگہ پر ناکام ہوئی بلکہ آج بھی وہ نوجوان جواب تقریباً middle age کو پہنچ چکے ہیں مجھے ملتے ہیں تو وہ میاں محمد نواز شریف کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ میاں صاحب نے انہیں باعزت روزگار کے لئے ایک موقع فراہم کیا تھا۔

جناب سپیکر! یہاں یہ بات بھی کی گئی کہ وزیر اعلیٰ نے سیاسی نعرہ لگایا ہے کہ اغیار کی امداد ہم نہیں لیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ امداد اور پارٹنر شپ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ امداد میں جب کوئی بندہ اپنے ضمیر کو رہن رکھتا ہے تو اس کی ہر چیز ختم ہو جاتی ہے۔ ہم نے اس امداد کو ہمیشہ کے لئے رد کر دیا ہے جس میں ہمارے ضمیر کا سودا کیا جاتا تھا۔ جہاں تک ورلڈ بنک یا جو مالیاتی ادارے ہیں ان کے ساتھ جس طریقے سے معاملات چلتے ہیں ان میں کہیں بھی آپ کی غیرت اور عزت نفس مجروح نہیں ہوتی۔ یہ دنیا کا نظام ہے۔ یہاں ایک طرف یہ تنقید کی جاتی ہے کہ انہوں نے سیاسی نعرہ لگایا ہے اور اس کے بعد بھی یہ امداد لے رہے ہیں۔ ہم نے جو بات کی ہے اصولوں پر کی ہے۔ ہمیں جس طریقے سے جو ممالک امداد دے کر ہمارے ضمیر خریدتے ہیں اور انہوں نے جس طریقے سے قوم کو غلام بنانے کی ایک ناکام کوشش کی ہے ہم نے اس کو challenge کیا ہے۔ ہم نے ماضی میں بھی اس کو challenge کیا تھا اور ہم نے آج بھی اس کو challenge کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اگر ہمیں بھوکا رہ کر بھی عزت اور غیرت سے زندہ رہنا پڑے تو ہمیں حوصلہ کرنا چاہئے۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جی، بالکل صبر ہونا چاہئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد ججہ): جناب سپیکر! یہ مجھے disturb کر رہی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اُدھر نہ دیکھیں، مجھ سے مخاطب ہوں اور اپنی بات جاری رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد ججہ): جناب سپیکر! میں بوڑھا آدمی ہوں۔

جناب سپیکر: کوئی بات نہیں مگر کون کہتا ہے کہ آپ بوڑھے آدمی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد ججہ): جناب سپیکر! چلیں، کوئی بات نہیں۔ وہ بچی ہے اس لئے میں درگزر کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: بس ٹھیک ہے۔ اب آپ اپنی بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد ججہ): جناب سپیکر! یہاں جنوبی پنجاب کے حوالے سے بہت ذکر کیا گیا ہے۔ میں نے جیسے گزارش کی کہ ہماری قیادت نے جس طریقے سے جنوبی پنجاب کی طرف توجہ دی ہے اس کی ماضی میں کہیں بھی مثال نہیں ملتی، چاہے وہ سیلاب کا دورانیہ ہو، چاہے باقی ڈویلپمنٹ کے پروگرام ہوں کیونکہ میں اس بات کا خود گواہ ہوں کہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب جون، جولائی کے مہینوں میں بھی مسلسل جنوبی پنجاب کے علاقوں میں دورے کرتے رہے ہیں۔ میں نے سیلاب کے دنوں اپنی آنکھوں سے وہ scene بھی دیکھا ہے جب وزیر اعلیٰ پنجاب نے رحیم یار خان سے ہیلی کاپٹر میں مسلسل بارہ گھنٹے مختلف علاقوں میں اُن سیلاب زدگان کے پاس جا کر سامان پہنچایا۔ باتیں کرنا اور criticize کرنا بہت آسان ہے لیکن عملی طور پر کچھ کر دکھانا یقیناً مشکل بات ہوتی ہے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہماری قیادت جو کہتی ہے اُس کو عملی طور پر کر کے بھی دکھاتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ نرگس فیض ملک: بڑی خوشامد کی جا رہی ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: بجٹ پر بھی بات کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد ججہ): محترمہ! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

جناب سپیکر: ججہ صاحب! آپ اُدھر کیا دیکھتے ہیں، میری طرف دیکھ کر بات کریں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد ججہ): جناب سپیکر! اگر اُدھر دیکھنا جرم ہے تو پھر میں نہیں دیکھوں گا۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات نہیں ہے لیکن جب وہ بیٹھے ہوئے کوئی بات کرتے ہیں تو پھر آپ رُک جاتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد ججہ): جناب سپیکر! اگر دیکھنے سے مجھے کچھ سکون مل جائے تو پھر آپ کو بھی اتنا ناراض نہیں ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: اب آپ اپنی بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد ججہ): جناب سپیکر! میں چند ایک گزارشات زراعت کے حوالے سے بھی کرنا چاہوں گا۔ یہاں پر بہت کچھ کہا گیا ہے کہ زراعت کو حکومت پنجاب ignore کر رہی ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر گرین ٹریکٹر سکیم اس سال بجٹ میں شامل نہیں ہوئی تو یقیناً ہم نے اپنے وزیر اعلیٰ سے یہ گزارش کی ہے اور باقی بہت سارے دوستوں نے بھی یہ سوال اٹھایا ہے لہذا ہماری قیادت یقیناً اس issue کو بھی دیکھے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت پنجاب نے زراعت کے باقی تمام sectors کو جس طرح اولیت دیتے ہوئے take up کیا ہے جیسے ایک لاکھ ایکڑ پر drip irrigation کا پروگرام ہے جو ایک ایسا انقلابی قدم ہے جس سے پانی کے ضیاع پر کنٹرول ہوگا کیونکہ اِس وقت اس sector میں یہ ہمارا burning issue ہے مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ پانی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اُس کو ہم سمندر میں گرا دیتے ہیں۔ اگر کالا باغ ڈیم کا نام لیا جائے تو کئی طرف رونا اور واویلا شروع ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے، ہمارے اندر ایک قومی سوچ پیدا ہو اور ہم اپنے اُن قومی ضیاع کو روک سکیں جن سے ہمارا مستقبل وابستہ ہے۔

معزز ممبران: خوشامد کم کریں۔

MR SPEAKER: No interruption please.

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (چودھری ممتاز احمد ججہ): جناب سپیکر! میرے پاکستان پیپلز پارٹی کے colleagues پنجاب کا بہت رونا روتے ہیں، وہ بھی پنجاب کے باسی ہیں اور انہیں بھی یقیناً اتنا ہی دکھ ہے جتنا ہمیں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی قیادت سے یہ گزارش کریں کیونکہ اس ملک کا سربراہ جس کا تعلق صوبہ سندھ سے ہے اور سب سے زیادہ گالی کالا باغ ڈیم کے نام کو سندھ سے دی جاتی ہے تو پھر وہ سربراہِ مملکت ایک قومی consensus پیدا کر کے ایک ایسا فیصلہ کر دے جو ہمیشہ کے لئے اَمر ہو جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جب میاں محمد نواز شریف صاحب اس ملک کے وزیر اعظم تھے تو انہوں نے کالا باغ ڈیم پر چاروں صوبوں کو اعتماد میں لیا اور ایک consensus کا پروگرام شروع ہوا لیکن ایک آمر کی آمریت کی وجہ سے سارا پروگرام ادھورا رہ گیا۔ انشاء اللہ میں اللہ کی مدد سے یہ اعلان کرتا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ کام بھی میری ہی قیادت کرے گی، مجھے یقین ہے کہ میری ہی قیادت اس ملک کے ساتھ committed ہے اور میری ہی قیادت پاکستان made ہے جس کا مرنا جینا پاکستان میں ہے، وہ پاکستان سے محبت کرتی ہے اور جو بھی بہتری کا کام ہوگا وہ انشاء اللہ تعالیٰ میری ہی قیادت کرے گی۔ میں گزارش

کر رہا تھا کہ اس بجٹ میں drip irrigation کے لئے تقریباً ایک لاکھ ایکڑ کو take up کیا جا رہا ہے، زمین کو level کرنے کے لئے تقریباً پچیس سو laser leveler کسانوں میں تقسیم کئے جا رہے ہیں اور اس کے علاوہ بہت ساری مشینری پر بھی subsidy کسانوں کو مہیا کرنے کا پروگرام ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہاں پر کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے اندر کھالا جات تقریباً 80,90 فیصد مکمل ہو چکے ہیں حالانکہ جو کھالا جات بنے ہیں وہ لمبائی کے حساب سے صرف 30 فیصد بنے ہیں باقی کچے ہیں۔ میری حکومت نے اس بجٹ میں اس sector کو بھی take up کرتے ہوئے خاطر خواہ رقم مختص کی ہے جس سے بقایا رہنے والے کھالا جات کو بھی مکمل کیا جائے گا اور جو پہلے سے بنے ہوئے ہیں اُن کی لمبائی میں بھی اضافہ کیا جائے گا جس سے اصلاح آبپاشی میں ایک انقلابی تبدیلی آئے گی۔ میں irrigation کے حوالے سے ایک دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں کہ آئندہ سال کے مالی بجٹ میں اس سسٹم کو بہتر کرنے کے لئے ایک خاطر خواہ رقم رکھی گئی ہے اور پچھلے سال کی نسبت اس میں خاطر خواہ اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارے جنوبی پنجاب کا بہت ہی دیرینہ مسئلہ جس کے لئے میرے قائد میاں محمد شہباز شریف نے پچھلے بجٹ میں اعلان فرمایا تھا اور اُس کے لئے تقریباً 2.6 بلین کا project ہے جس سے میلسی سائفن لنک کینال کی raising اور میلسی سائفن پر ایک نئی ٹنل کے قیام کے لئے 2۔ارب 60 کروڑ روپے لاگت آئے گی اس کے لئے حکومت پنجاب نے آئندہ مالی سال کے بجٹ میں تقریباً 40 کروڑ روپے رکھے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا انقلابی قدم ہے جس سے پورے خطے کو جو ہمیشہ سے پانی کی کمی کا شکار تھا وہ کمی دور ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! یہ وہ کام ہیں جو عرصہ دراز سے pending چلے آ رہے تھے اور مجھے دکھ صرف اس بات کا ہوتا ہے کہ جنوبی پنجاب سے ماشاء اللہ میرے colleague اور میرے سینئر بھی بڑے بڑے جاگیردار جن میں مخدوم اور مہامخدوم ہیں جن کی تعلیم انگلینڈ اور پاکستان کے اعلیٰ سکولوں میں ہوتی ہے انہیں جنوبی پنجاب کے غریبوں کی پریشانی بہت ستاتی ہے لیکن عملی طور پر ماضی میں جو کچھ ہوا اس سے وہاں کے لوگوں کی محرومیوں میں اضافہ تو ضرور ہوا ہے مگر ان کی محرومیوں میں کمی نہیں آئی بلکہ محرومیوں میں کمی میری اس حکومت کے دور میں ہوئی ہے اور واقعی محرومیوں میں کمی کا آغاز ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ میری اس حکومت کے دور میں جنوبی پنجاب کو باقی پنجاب کے برابر ہر سطح پر لایا جائے گا۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: سید عبدالقادر گیلانی صاحب!

سید عبدالقادر گیلانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں سب سے پہلے ایوان سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ دونوں sides چاہے وہ حکومتی بنچ ہوں یا اپوزیشن، بجٹ اجلاس کے دوران ایک دوسرے کی کردار کشی اور ایک دوسرے پر الزامات لگانے کی بجائے ہمیں جمہوری تسلسل کو جاری رکھنا چاہئے۔ ہم اپوزیشن کا کردار ادا کر رہے ہیں، تنقید کرنا یا بجٹ کی خامیوں کی نشاندہی کرنا ہمارا حق ہے اور ہم اس بجٹ کو پاس کرانا چاہتے ہیں۔ ہم اس جمہوری سلسلے کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ملک بحرانوں میں سے گزر رہا ہے۔ یہاں پر ہمارے فوجی شہید ہو کر قربانیاں دے رہے ہیں، ہمیں economic and energy crisis نے گھیرا ہوا ہے تو ایسے میں ہمیں اپنے ملک کو مفاہمت سے مل بیٹھ کر، اکٹھے ہو کر ان بحرانوں سے نکالنا ہے لہذا میری گزارش یہ ہے کہ اگر میں بجٹ کے دوران کسی بھی بات پر کوئی تنقید کروں یا اپنا مشورہ دینا چاہوں تو اسے دل پر نہ لگایا جائے۔ حکومت سے یہ گزارش ہے کہ اسے دل پر نہ لگایا جائے۔ اگر میری اس suggestion کو accommodate کیا جائے تو اس میں پنجاب کا ہی فائدہ ہے کیونکہ حکومت کی بہتری کے لئے ہی ہم اصلاح کرتے ہیں۔ اگر اسے دل پر لگا کر ہنگامہ آرائی شروع ہو جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری بجٹ پر speeches کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! آپ کو پتا ہے کہ پچھلے سال سیلاب آیا جس میں جنوبی پنجاب کے زیادہ تر اضلاع میں نقصان ہوا۔ بجٹ کی کتابوں کے ریکارڈ کے حساب سے 62 لاکھ افراد بے گھر ہوئے، ان کے گھر تباہ ہوئے، ان کے جانور سیلاب کی نذر ہوئے، وہ لٹ گئے تو پنجاب اور وفاقی حکومت نے فیصلہ کیا کہ 6 لاکھ خاندانوں کے لئے cash کی صورت میں ان کی مدد کریں گے۔ وفاقی حکومت کے تعاون کے ساتھ "وطن کارڈ" بنائے جس کے تحت بیس بیس ہزار روپے فی خاندان پنجاب حکومت نے دیئے جو میں سمجھتا ہوں کہ ایک اچھا اقدام تھا لیکن بیس بیس ہزار روپے سے آج بھی ان کا حال ویسا ہی ہے اور ان کی زندگی میں کوئی بہتری نہیں آئی۔ میری یہ گزارش اور تجویز ہے کہ جس طرح وعدہ کیا گیا تھا کہ 50 ہزار روپے پنجاب حکومت کی طرف سے دیا جائے گا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ 18-ارب روپے 30 ہزار روپے فی گھر کے حساب سے بنتا ہے جو اس بجٹ میں نہیں رکھا گیا جبکہ پچھلے سال کی طرح سستی روٹی جس طریقے سے فلاپ ہوئی اور 90 فیصد غریب لوگ اس سے محروم رہے۔ لاہور اور upper Punjab کے چند ایسے اضلاع تھے جہاں پر سستی روٹی مہیا ہوتی تھی اور اس سال بھی اس سکیم

کے لئے 13۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ اس 13۔ارب روپے کو سیلاب متاثرین کو دیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پنجاب حکومت نے اعلان کیا کہ ہم Model Villages بنائیں گے جو کہ اچھی بات ہے لیکن یہ دو سو سے زائد آپ نہیں بنا سکتے اور حد دو سو بنالیں گے تو میری یہ تجویز ہے کہ وہ خاندان جو جھونپڑیوں میں رہتے ہیں ان کے لئے ایک ایک لاکھ روپے فی کمرہ کے حساب سے انہیں دیا جائے تو یہ Model Villages سے کہیں بہتر ہوگا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! وفاقی حکومت کا clean water for all ایک پراجیکٹ تھا جس پر اربوں روپے وفاقی حکومت نے پنجاب حکومت کو دیئے جس سے ہر یونین کونسل میں صاف پینے کے پانی کا فلٹریشن پلانٹ لگایا جانا تھا جو کہ کافی حد تک مکمل ہو چکے ہیں یعنی لگ چکے ہیں لیکن افسوس کہ پنجاب حکومت نے اس بجٹ میں ان فلٹریشن پلانٹ کو چلانے کے لئے کوئی پیسا نہیں رکھا۔اربوں روپے کی پراپرٹی یعنی واٹر فلٹریشن پلانٹس ضائع ہو رہے ہیں کیونکہ وہاں بجلی کے میٹر لگانے اور ان کے بل ادا کرنے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ ہم ایم پی ایز جب اپنی یونین کونسل میں جا کر واٹر فلٹریشن پلانٹ کا افتتاح کرتے ہیں تو لوگ تالیاں بجاتے ہیں جس سے ہمیں کافی پذیرائی ملتی ہے لیکن جب ایک ماہ بعد دوبارہ جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ بند پڑا ہے اور اس طرح مرکزی حکومت کے ان پلانٹس پر لگنے والے اربوں روپے ضائع ہو رہے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ پنجاب حکومت کو ان پلانٹس کو چلانے کے لئے اس بجٹ میں کوئی پیسے رکھنے چاہئیں تھے۔

جناب سپیکر! دانش سکول کا منصوبہ بہت اچھا ہے اور ہم تعلیم کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ پنجاب میں سکول ہوں جہاں بچوں کو تعلیم کی سستی سہولتیں ملیں لیکن ایک طرف آپ نے پنجاب کے اثاثوں جیسے محکمہ انہار کے بنگلوں کو فروخت پر لگایا ہوا ہے they are for sale انہیں ایک طرف فروخت کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اربوں روپے دانش سکولوں کی بلڈنگ کی تعمیر کے لئے مختص کر کے وہاں پر لگائے جا رہے ہیں۔اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ دانش سکول ضرور بننے چاہئیں لیکن آپ کے پاس ہر ضلع اور تحصیل میں انفراسٹرکچر آج کا نہیں کئی سال پرانا موجود ہے یعنی آپ کے پاس ہائی سکولز، پرائمری سکولز اور ہائر سیکنڈری سکولز ہیں تو بجائے اس کے کہ آپ یہ پیسا دانش سکولوں کے انفراسٹرکچر کی تعمیر پر لگائیں اور وقت بھی ضائع کریں تو آپ پہلے سے موجود انفراسٹرکچر کی تعمیر نو اور missing facilities پوری کریں تو اس سے پنجاب کا فائدہ ہوگا اور غریبوں کے بچوں کو

پڑھنے میں سہولت ملے گی بجائے اس کے کہ ہمیں وقت بھی ضائع کرنا پڑے اور آگے ہو بھی کچھ نہ۔ اپنے پنجاب کے پرانے اثاثے فروخت کر کے دانش سکولوں کی نئی construction کریں جس کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

جناب سپیکر! ییلو کیب سکیم کے متعلق آپ جانتے ہیں، ہم سب جانتے ہیں اور پوری قوم جانتی ہے کہ پچھلی دفعہ بھی اسے بڑے massive scale پر launch کیا گیا لیکن یہ بڑی بُری طرح سے پٹ گئی اور آپ نے دیکھا کہ آج بھی بنک اربوں روپے کے defaulter ہیں۔ بجٹ کی کتابوں میں جنوبی پنجاب کے نوجوانوں اور گریجویٹس کو یہ incentive دیا گیا کہ ہم ییلو کیب سکیم لے کر آرہے ہیں اور جنوبی پنجاب کے گریجویٹ نوجوان کو ٹیکسی ڈرائیور بنائیں گے تو یہ کہاں کا انصاف ہے جبکہ لاہور، گجرات، گوجرانوالہ اور upper Punjab کے نوجوان گریجویٹس کو آپ اسسٹنٹ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر بنانے کا سوچتے ہیں جبکہ جنوبی پنجاب کے نوجوانوں کے لئے ٹیکسی سکیم نکال دی ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ یہ بات اس علاقے کی آواز ہے کہ ہمارے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں لاہور کے خلاف نہیں، ہماری طرف سے لاہور پر جتنا مرضی پیسا لگائیں ہمیں منظور ہے۔ upper Punjab بھی ہمارے صوبہ کا حصہ ہے لیکن آپ جنوبی پنجاب کے محروم اور پسے ہوئے عوام کے ساتھ یہ زیادتی نہ کریں کہ انہیں صرف یہ incentive دیں کہ جب آپ گریجویٹس ہوں گے تو آپ کو ٹیکسی دیں گے اس لئے ہم اس سکیم کی بھرپور مخالفت کرتے ہیں۔ اس سے بہتر کئی سکیمیں ہو سکتی ہیں جن سے پنجاب کے عوام اور جنوبی پنجاب کا کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ، بجٹ کی کتابوں پر طنزیہ لکھا گیا جو ہم نے پڑھا کہ روٹی، کپڑا اور مکان کا یہ نعرہ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے لگایا لیکن اسے عملی جامہ میاں محمد شہباز شریف صاحب پہنا رہے ہیں۔ اگر وہ کر رہے ہیں تو ہم ان کے ساتھ ہیں۔ غریبوں کے لئے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم بنانے کے لئے ہماری جہاں بھی ضرورت پڑے گی ہم بھرپور support کریں گے لیکن آپ کو پتا ہے کہ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے جو نعرہ لگایا اسے عملی جامہ بھی اپنے پانچ، چھ سالہ دور میں پہنایا۔ آپ نے دیکھا کہ کویت اور دبئی میں لوگوں کو بھیج کر روٹی، کپڑا اور مکان کا وعدہ پورا کیا۔

جناب سپیکر: ٹائم چونکہ ختم ہو چکا ہے، اب ٹائم مزید آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

سید عبدالقادر گیلانی: جناب سپیکر! یہ جو آشیانہ ہاؤسنگ سکیم بن رہی ہے، یہ بہت ضروری point ہے۔ جو آشیانہ گھر بن رہے ہیں یہ 10 سے 20 لاکھ روپے کا ایک گھر بنایا جائے گا۔ کون سا غریب ہے جو 20 لاکھ روپے afford کر سکتا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کے خوشامدی اور چند امراء تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن کسی غریب کو فائدہ نہیں ہو گا۔ اگر آپ جنوبی پنجاب کے تھر، تھل اور چولستان کی جھونپڑیوں والوں کے لئے ایک ایک لاکھ روپے کا اعلان کریں تو وہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم سے کہیں بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر! سستے ماڈل بازار ایک بہت اچھا incentive ہے لیکن یہ چار سستے ماڈل بازار upper Punjab میں بنائے گئے اور ایک بہاولپور میں بنایا گیا، آپ بتائیں کہ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یعنی چار سستے ماڈل بازار upper Punjab میں اور ایک جنوبی پنجاب میں بنایا گیا۔ کیا یہ جنوبی پنجاب کی غربت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے؟ میری گزارش یہی ہے کہ لیہ، بھکر، میانوالی، مظفر گڑھ، راجن پور، رحیم یار خان، بہاولنگر، ملتان اور لودھراں میں بھی ایک ایک سستے ماڈل بازار کا اعلان کیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: انہوں نے یہ تجویز لکھ لی ہے۔ آپ اپنا ٹائم دیکھ لیں، بہت ہو گیا ہے۔

سید عبدالقادر گیلانی: جناب سپیکر! آخری point ہے۔ میں energy crisis کی طرف آتا ہوں۔ الزام دیا جاتا ہے کہ وفاقی حکومت کی وجہ سے آج ملک میں بجلی نہیں ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ 1990 سے پہلے لوڈشیڈنگ کے concept کا عام آدمی کو نہیں پتا تھا۔ 1990 سے لے کر 1993 تک پاکستان مسلم لیگ (ن) کی جو حکومت رہی ہے اس نے اس ملک کو اندھیرے دیئے۔ لوڈشیڈنگ کا concept 1990 سے لے کر 1993 کے دوران آیا پھر لوگوں کو پتا چلا کہ لوڈشیڈنگ اور اندھیرے کیا ہوتے ہیں۔ 1993 میں جب شہید بی بی کی حکومت آئی تو پاور پلانٹ لگائے گئے جن پر نہایت تنقید کی جاتی تھی۔ جو پاور پلانٹ 1995 میں لگائے گئے وہ آپ کو 2007 تک بجلی دیتے رہے۔ آج اگر اس ملک میں بجلی نہیں ہے تو آپ ہمیں الزام دیتے ہیں۔ میں اپنی عوام کو آپ کی وساطت سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بجلی گھر تیل سے چلتے ہیں، تیل کو import کیا جاتا ہے اور import کرنے کے لئے پیسا درکار ہوتا ہے۔ آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ پنجاب حکومت واپڈا کی اربوں روپے کی defaulter ہے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ اس بجٹ میں سستی روٹی اور پیلو کیب کی بجائے واپڈا کے لئے پیسے رکھے جائیں۔ اگر آپ اِدھر پیسے دے دیں تو یقیناً ہمیں energy crisis کو کنٹرول کرنے میں مدد ملے گی۔

جناب سپیکر! انہوں نے بڑی بڑی کتابیں ہمارے ہاتھ میں تھمادیں اور اِدھر جنوبی پنجاب کے ساتھ discrimination کی ایک لمبی داستان ہے۔

جناب سپیکر: ٹائم کا خیال کریں۔

سید عبدالقادر گیلانی: Discrimination کی ایک لمبی داستان ہے۔ میں زیادہ detail میں نہیں جاسکتا لیکن چند مثالیں آپ کو دے سکتا ہوں۔ پنجاب حکومت نے جنوبی پنجاب کے ساتھ جو discrimination کی ہے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ 38 کروڑ روپے انہوں نے صرف چولستان کی ڈویلپمنٹ کے لئے دیئے۔ یہ چولستان، رحیم یار خان، بہاولنگر اور بہاولپور پر مشتمل ہے جبکہ 2۔ارب روپے لاہور واسا کو دیئے گئے اور صرف 38 کروڑ روپے پورے چولستان کے لئے دیئے گئے۔

جناب سپیکر: Wind up کریں، سب کا ٹائم برابر ہوتا ہے۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

سید عبدالقادر گیلانی: جناب سپیکر! اگر ہم اپنی محرومیاں بیان کر رہے ہیں تو دو منٹ ان کو سن لیں۔

جناب سپیکر: یہ زیادتی کی بات ہے۔

سید عبدالقادر گیلانی: جناب سپیکر! وزیراعلیٰ صاحب نے 11-2010 میں اپنے صوابدیدی فنڈز میں سے 20 کروڑ روپیہ خرچ کیا اور پانچ سو لوگوں کو distribute کیا گیا۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، گیلانی صاحب!

سید عبدالقادر گیلانی: یہ اچھی بات ہے لیکن ہمارے علم کے حساب سے 500 میں سے 260 غریب صرف لاہور کے تھے جبکہ مظفر گڑھ کا ایک، لیہ کے 2، رحیم یار خان کے 4 اور ملتان کے 13 تھے۔ کیا غربت صرف لاہور میں ہے کہ وزیراعلیٰ صاحب کو 260 لوگوں کو ایک سال میں مالی امداد دینا پڑی؟ ان کو مظفر گڑھ میں صرف ایک، رحیم یار خان میں 4 اور لیہ میں 2 نظر آئے۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے educational projects لاہور کے لئے 30 جبکہ ملتان اور بہاولپور کے لئے 2، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ پھر آپ کہتے ہیں کہ وہاں سے آواز کیوں اٹھتی ہے اور جنوبی پنجاب سے دھواں کیوں اٹھتا ہے؟ 220۔ارب روپے کے ترقیاتی بجٹ میں سے 70۔ارب روپیہ جنوبی پنجاب کے لئے رکھا ہے جو کہ پچھلے سال میں بھی آپ نے پورا استعمال نہیں کیا۔ وہاں صرف چند ارب روپے لگے جبکہ آپ نے لاہور کی رِنگ روڈ پر 250۔ارب روپے سے زائد کے فنڈز لگا دیئے۔

جنوبی پنجاب کی اگر محرومیاں اور پسماندگی دیکھی جائے تو ہمیں کم از کم 100-ارب روپے کی requirement ہے۔ جنوبی پنجاب کا بجٹ 70-ارب روپے سے بڑھا کر 100-ارب روپیہ کیا جائے اور کوشش یہ کی جائے کہ اس اگلے مالی سال میں وہاں پر یہ پورا خرچ ہو۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! "تخت لاہور سے آزادی۔" یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ ساڑھے تین کروڑ عوام، سترہ اضلاع پر مشتمل کی آواز بنتا جا رہا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جہاں تھل، تھر اور چولستان میں آپ کے پاس پینے کا صاف پانی نہ ہو۔ ایک ہی ٹوبے سے انسان اور جانور اکٹھے پانی پیتے ہوں، جہاں پوری تحصیل میں ایک سکول ہو جبکہ upper Punjab کو سات یونیورسٹیاں بنا کر دے دی جائیں، جہاں لاہور میں سات سرکاری ہسپتالوں کا بجٹ پورے جنوبی پنجاب کے بجٹ سے زیادہ ہو، جہاں نوکریوں کی دعوت صرف upper Punjab لاہور اور فیصل آباد کو دی جائے جبکہ راجن پور، جام پور، روجھان، مظفر گڑھ، میانوالی اور بھکر سے آئے ہوئے نوجوانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کو دھتکار دیا جائے، جہاں 150-ارب روپے سے ریل کے منصوبے لاہور کے لئے بنائے جائیں، جہاں پر 250-ارب روپے سے زیادہ کا فنڈ لاہور کی رِنگ روڈ پر لگا دیا جائے تو پھر علیحدہ صوبہ تو بنے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے "جنوبی پنجاب زندہ باد" کی نعرہ بازی)

علیحدہ صوبہ اس وجہ سے بنے گا کہ یہاں پر ریل اور رِنگ روڈ کے پراجیکٹ چل رہے ہیں جبکہ جنوبی پنجاب کے بچے تپتی ریت پر مزدوریاں کر رہے ہیں۔ ہم پاکستان کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں، ہم پاکستان کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ سرائیکی خوشحال ہوگا تو سندھی بلوچی خوشحال ہوگا۔ سندھی بلوچی خوش حال ہوگا تو پختون خوشحال ہوگا، پنجابی خوش حال ہوگا اور پاکستان خوشحال ہوگا۔ ہم upper Punjab کے خلاف نہیں ہیں۔ میں اپنی تقریر کا اختتام کر چکا ہوں لیکن ایک شعر پڑھنا چاہتا ہوں جو آپ کی نذر ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ روہی کی دیواروں پر لکھا ہوا ہے۔ میں وہاں سے پڑھ کر آیا ہوں اور آپ کو سنا رہا ہوں۔ آپ کو یقیناً اس کا ترجمہ کرانا پڑے گا، آپ کو اس کی سمجھ نہیں آئے گی کیونکہ یہ سرائیکی میں ہے۔

میں ترسّی، میڈی روہی ترسّی، ترسّی ہے ہر جائی
میکوں آکھ نہ پنج دریائی

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ یہ decision ہو چکا ہے اور آپ ماشاء اللہ سینئر ممبر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ نے پنجاب ایوان کے متعلق جو کمیٹی بنائی تھی آپ نے سیکرٹری صاحب سے رپورٹ مانگی تھی۔ آج دو دن گزر گئے ہیں لیکن کچھ نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ابھی دیکھتا ہوں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ذرا تھوڑا سا تفاوت دیکھ لیں۔ اگر خیبر پختون خواہ کا ممبر آکر رہے تو اس کے لئے فری، بلوچستان کے ممبر کے لئے فری، سندھ کا ممبر اگر خود رہے تو فری، اگر فیملی رہے تو -/200 روپے، اگر پنجاب کا ممبر جائے تو اس کے لئے -/500 روپیہ، اگر اس کی فیملی رہے تو -/2000 روپیہ، میں نے پہلے بھی یہ point out کیا تھا اور آج دوبارہ آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں۔ آپ نے اس دن اس کی رپورٹ مانگی تھی اب اس کا فیصلہ کریں۔ اس کمیٹی کا ممبر مجھے بھی بنایا گیا تھا، اس کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ابھی دیکھتا ہوں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: .No point of order جی، میاں محمد رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آپ کا بے حد شکریہ۔ میں سب سے پہلے کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ سعادت حاصل کی ہے اور میاں محمد شہباز شریف صاحب وزیر اعلیٰ پنجاب کے vision کے مطابق جو بجٹ پیش کیا ہے وہ ایک متوازن اور pro-poor عوام دوست بجٹ ہے اور اس کے ساتھ ہی میں کامران مائیکل صاحب کو خصوصی طور پر یہ مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے آئین پاکستان کے حوالے سے equal opportunity کی جو guarantee دی گئی ہے اس کے مطابق ہم سب یکساں اور ایک جیسے ہیں۔ ہم میں کوئی disparity اور اقلیت نہیں ہے اس حوالے سے بھی میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میں اس بات کی بھی تجویز پیش کرتا ہوں کہ اقلیتوں کے لئے جو ایک مخصوص رقم رکھی گئی ہے۔ میں چاہوں گا کہ مسلمانوں کو جس

طرح سے ان کے تہواروں پر سبسڈی دی جاتی ہے ان کے برابر ہی اقلیتوں کو سبسڈی دی جائے تاکہ یہ disparity اور discrimination کا کوئی تصور پیدا نہ ہو۔ جیساکہ آئین پاکستان میں یہ برابری کی guarantee دی گئی ہے میں اس کی تجویز پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! معزز ممبران حزب اختلاف نے بار بار یہ بات کہی کہ یہ قوم کے ساتھ مذاق ہے اور میں بجٹ کی تقریر کو چھوڑ کر اس مذاق کا جواب دینا چاہتا ہوں کہ اس قوم کے ساتھ اصل میں مذاق کیا ہے؟ میں مجید امجد کی نظم سے شروع کرتا ہوں جو کہ اس نے دو طرح سے لکھی ہے کہ "راج محل کے اندر اور راج محل کے باہر" میں راج محل کے اندر کا نقشہ تو نہیں کھینچوں گا کیونکہ بہت ساری جبیں پر یہ شکنیں ابھر آئیں گی میں راج محل کے باہر کا نقشہ پیش کر کے شروع کرتا ہوں کہ:

راج محل کے باہر سوچ میں ڈوبے شہر اور گاؤں
ہل کی اَنی فولاد کے پنجے،
گھومتے پہیے، کڑیل باہیں
کتنے لوگ ہیں جن کی روحوں کو سندیسے بھیجیں
سکھ کی سیجیں
جو ہر راحت کو ٹھکرائیں
آگ پیئں اور پھول کھلائیں

میں اس معزز ممبر کے جواب میں یہ عرض کروں گا کہ اس قوم کے ساتھ سب سے بڑا مذاق یہ ہے کہ 95 فیصد قوم میں سے 70 فیصد لوگ جو دیہاتوں میں آباد ہیں، جن میں چھوٹا کسان، بڑا کسان، ملوں، فیکٹریوں، قالین بافی اور دیگر ملوں اور فیکٹریوں کے مزدور ہیں۔ کم از کم یہ 95 فیصد لوگ بنتے ہیں جن کا کوئی نمائندہ اس اسمبلی کے اندر ہے اور نہ ہی پارلیمنٹ کے اندر ہے اور قوم کے ساتھ سب سے بڑا مذاق یہ ہے۔ یہ قوم اس لئے ترقی نہیں کر پارہی ہے کہ صرف پانچ فیصد لوگوں کی حکمرانی ہے اور اقلیت کی حکمرانی اکثریت پر مسلط ہے۔ یہ قوم اور ملک اس لئے ترقی نہیں کر رہا۔

جناب سپیکر! میں پیپلز فورم کی دعوت پر بھارت گیا وہاں پر چالیس پچاس لیکچر دیئے، سنے بھی اور اپنی learning بھی کی۔ اسی طرح سے میں بنگلہ دیش بھی اسی فورم کی دعوت پر گیا، انگلینڈ بھی میں اپنے خرچے پر گیا اور ان تمام ممالک کا دورہ بھی کیا ہے۔ میں نے وہاں پر جو قومی ترقی اور سوچ کا نقشہ دیکھا اور جو حقیقت دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ 92 فیصد نمائندگی lower middle class and working

class کی ہے۔ بھارت کے اندر بھی 90 سے 95 فیصد نمائندگی اسی طبقہ کی ہے اور بنگلہ دیش کے اندر بھی 90 سے 95 فیصد اسی طبقہ کی نمائندگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طبقہ کی نمائندگی جس ایوان کے اندر زیادہ ہوگی وہ اسی طبقہ کے بارے میں پالیسیاں بنائے گی، قانون سازی کرے گی اور اس طبقہ میں خوشحالی آئے گی لیکن ہمارے ہاں افسوس اس بات کا ہے کہ اس ملک کے پانچ فیصد لوگ اقلیت میں ہوتے ہوئے بھی اکثریت پر حکمرانی کر رہے ہیں اور پانچ فیصد حکمران طبقہ کی یہ سوچ ہے کہ ان کے ہاں سو سال بعد پیدا ہونے والا بچہ بھی حکمران پیدا ہو، جب یہ سوچ ہوگی، disparity اور discrimination ہوگی تو وہ ملک اور قوم کیسے ترقی کرے گی؟

جناب سپیکر! یہ اعتراض بھی لگایا گیا کہ اہداف پورے نہیں ہوتے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ بجٹ کے اہداف پورے نہیں ہوتے اور سارا سال بجٹ آتا رہتا ہے، بجٹ سے پہلے بھی بجٹ آتا رہتا ہے، بجٹ آنے کے بعد بھی بجٹ آتا رہتا ہے۔ اس کی بھی بڑی وجہ یہ ہے کہ اداروں کے اندر کرپشن ہے، اس کرپشن کی وجہ سے لوگ متاثر ہوتے ہیں اور بجٹ کے اہداف اور اس کے پھل سے بھی محروم رہتے ہیں۔ موجودہ بجٹ جو کہ pro-poor اور عوام دوست بھی ہے اس میں بہت ساری اچھائیاں بھی موجود ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ ان اداروں کی کرپشن کی وجہ سے وہ اہداف پورے نہ ہو سکیں۔ جب وہ طبقہ انجینئرنگ، ٹھیکیداری نظام میں over estimate اور over invoicing کرتا ہے اور ہر تین مہینہ کے بعد پھر وہ انتظار کرتا ہے کہ ریٹ بڑھیں گے اور ریٹ بڑھنے کے انتظار میں بہت سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور رقوم lapse ہو جاتی ہیں تو اس لئے بھی یہ اہداف پورے نہیں ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! قوم کے ساتھ جو مذاق کی بات ہوئی ہے، ایک مذاق تو حکمرانی کا ہے اور دوسرا مذاق بجلی کی لوڈشیڈنگ کا ہے۔ ابھی میرے معزز ممبر اور دوست یہ فرما رہے تھے کہ ان کی خدمت میں آپ کے توسط سے عرض کرنا چاہوں گا کہ 2008 کے الیکشن کے نتیجے میں جو اسمبلی وجود میں آئی، ایران حکومت کے ماشاء اللہ شاکری ہماری وفاقی حکومت کے اس وقت کے وفاقی وزیر پرویز اشرف کے پیچھے پیچھے گھومتا رہا اور offer کی کہ ہم کوئٹہ تک بجلی کی transmission line بھی بچھا دیں گے اور آپ کی لوڈشیڈنگ بھی ختم ہو جائے گی لیکن 09-2008 میں ان لوگوں نے ایران سے سستی بجلی لینا گوارہ نہیں کی۔ وہ اس لئے نہیں کی کہ وہ خود اپنے Rental Power Plants لگانا چاہتے تھے اور اس میں جو انہیں kick back ملنا تھی یہ اس کی بڑی وجہ تھی۔

جناب سپیکر! پٹرول کی لوڈ شیڈنگ ہے، گیس کی لوڈ شیڈنگ ہے، بجلی کی لوڈ شیڈنگ ہے اور یوریا کھاد کے حوالے سے یہ بہت بڑا قوم سے مذاق کیا جارہا ہے، پورے ملک اور خاص طور پر پنجاب کے ساتھ مذاق کیا جارہا ہے۔ گیس کی لوڈ شیڈنگ کے ذریعے یوریا کے جو مقامی یونٹ تھے ان کی پیداوار میں کمی واقع ہوئی ہے لیکن جب پنجاب حکومت نے وفاقی حکومت کو خط لکھا کہ یوریا کھاد باہر سے منگوائی جائے تو اس پر بھی غور نہیں کیا گیا اور پھر سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کے ساتھ میٹنگ میں یہ بات طے ہوئی کہ مرکزی حکومت کو کہا جائے کہ TCP کو کہے کہ وہ کھاد import کرے، اس کے علاوہ وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے بھی ان سے رابطہ کیا لیکن یہ کھاد منگوانے میں دیر کر رہے ہیں اور پچھلے سال کی طرح اس سال بھی وہ لیٹ آ رہی ہے اور مارکیٹ میں اس وقت یوریا کھاد 850/- سے 1250/- روپے فی 50 کلو بوری فروخت ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ سب سے بڑا مذاق جو ابھی تک عوام کو نہیں پتا چلا اور اس ایوان کو بھی نہیں پتا چلا وہ یہ ہے کہ تین رکنی کمیٹی نے پٹرولیم کی قیمتوں کو float کر دیا حالانکہ اس کی قیمت بھی مقرر کی جاتی ہے مگر انہوں نے یوریا کی قیمت کو بالکل آزاد کر دیا ہے۔ اس کمیٹی میں تین ممبران شامل ہیں جن میں Minister for Industries, Minister for Food and Senior Representative of Finance Department شامل ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس اب آپ wind up کر دیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ان تین لوگوں نے اس کو ڈالر کے ساتھ منسلک کر کے آزاد کر دیا ہے اور اس کی قیمت بھی مقرر نہیں کرنے دی اگر یہ قیمت وقت پر مقرر نہ کی گئی تو یہ 2000/- روپے تک بھی جا سکتی ہے۔ آپ مجھے موقع نہیں دینا چاہتے ہیں یا دے نہیں رہے ہیں۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ قوم کے ساتھ مذاق کیا گیا، پنجاب بنک پر ڈاکا ڈالا گیا جیسا کہ میاں محمد شہباز شریف نے 75۔ارب روپے کے ڈاکے کا بتایا۔ آپ کے توسط سے میں اپوزیشن بنچوں کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ فنانس کارپوریشن پر ڈاکا ڈالنے والے کون لوگ تھے، بنکوں سے قرضہ لے کر معاف کرانے والے کون لوگ تھے؟ ہماری معیشت کو ان لوگوں نے ڈبو دیا ہے، ان سے وہ رقم نکلوائی جائے۔ اب تو قاتل، قاتل بھی سمدھی بن گئے ہیں یہ خاص طور پر نوٹ کرنے والی بات ہے۔ انقلاب کی بات قائد محترم میاں محمد نواز شریف صاحب بھی کرتے ہیں اور وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب بھی کرتے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ انقلاب ایڑیاں رگڑنے سے نہیں آئے گا، جمہوری طریقے سے آئے گا۔ 95 فیصد جو محروم طبقہ ہے جب تک اس کی نمائندگی اس ایوان اور

پارلیمنٹ میں نہیں ہو گی تو کوئی انقلاب نہیں آ سکتا یا پھر یہ انقلاب فرانس کی طرح سے آئے گا کہ ہر چوک میں گلوٹین لگ جائے گی اور بھوک کے مارے ہوئے لوگ اس میں سے لٹیروں کو نکالتے جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! بہت شکریہ

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شعر سُنا دیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! انقلاب کے حوالے سے میں ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ انقلاب ایڑیاں رگڑنے سے نہیں آئے گا، نہ اب ایڑیاں رگڑنے سے چشمے پھوٹیں گے۔

اب نظام زر بدلنا ہو گا سوچ کا محور بھی بدلنا ہو گا
گر نہ ہو ممکن بدلنا جسم کا بادشاہ کا سر بدلنا ہو گا

جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو میں دو quotations پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ لکھ کر دے دیں۔ (قہقہے)

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! نہایت مختصر سی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ایک تو نپولین کی quotation ہے وہ یہ ہے کہ "دس، پندرہ بدمعاش کسی سوسائٹی کو برباد کر سکتے ہیں، نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ اس سوسائٹی کی بے حسی اس کو نقصان پہنچاتی ہے۔" اب میں سقراط کا بھی ایک قول پیش کرنا چاہتا ہوں اس نے ہزاروں سال پہلے کہا تھا کہ "ہر دیانتدار سیاستدان زیادہ دیر نہیں چل سکتا"۔ بجٹ پر بات کرنے کا تو مجھے وقت ہی نہیں دیا گیا۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ایک آخری بات دانش سکول کے بارے میں کہہ دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اب آپ شعر اور quotation کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: .No point of order please جی، مہر اعجاز احمد اچلانہ!

مہر اعجاز احمد اچلانہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد ہے اس ربّ جلیل کی جس نے کائنات بنائی اور ہزاروں لاکھوں کروڑوں درود و سلام اس ذات اقدس پر جو وجہ تخلیق کائنات بنی۔ لیل و نہار کے اس میزان حیات میں گزرے ماہ و سال کیا اہمیت رکھتے ہیں جہاں گردشِ زمانہ اپنی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ گرد، سفر انسانی آنکھوں کو دھندلانے کا سبب بنتی ہے تاہم اس سفر میں کچھ لوگ شب تاریک میں آنے والوں کے لئے چراغ راہ اور قندیل روشن کا کام دیتے ہیں انہی تاریخ ساز شخصیات میں ایک نام وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا ہے جس کی قیادت میں حکومت پنجاب نے عہد حاضر کی سختیوں اور زمانے کے نشیب و فراز سے نبرد آزما ہو کر تندی باد مخالف سے ٹکراتے ہوئے بے خوف و خطر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوم کو پستیوں اور گہرائیوں سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش و سعی کی ہے اور یہ بجٹ پیش کیا ہے۔ (شور و غل)

MR DEPUTY SPEAKER: Order in the House.

مہر اعجاز احمد اچلانہ: جناب سپیکر! میرا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے۔ سرائیکی بیلٹ کا اہم خطہ تھل میرا حوالہ ہے۔ یہاں پر جنوبی پنجاب جسے میں سرائیکی بیلٹ کہتا ہوں سرائیکی خطہ کی محرومیوں کا ذکر ان لوگوں نے کیا جو سرائیکی ہوتے ہوئے اپنی زبان سے واقف ہیں اور نہ ہی ان کی محرومیوں سے واقف ہیں بلکہ بااختیار ہوتے ہوئے یہاں پر اپنی ان محرومیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ مجھے آج انتہائی خوشی ہوئی جب یہاں پر کھڑے ہوئے میرے ایک ساتھی نے سرائیکی سپوت ہونے کے ناتے سرائیکی علاقے کی محرومیوں کا ذکر کیا ہوتا۔ انہوں نے ایک شعر پڑھا جس میں انہوں نے کہا کہ:

میں ترّسی میڈی روہی تسی
میکوں آکھ نہ پنج دریائی

میں اس ایوان کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ 'ترسی' سرائیکی کا لفظ نہیں ہے۔ جب وہ لفظ بھی نہیں جانتے، اصل لفظ 'تسی' ہے۔ ترسی "ترس کھانے کو" کہتے ہیں تسی "پیاسے" کو کہتے ہیں۔ پہلے تو میں ان کی تصحیح کروں گا:۔

میں تِسّی میڈی روہی تسی
میکوں آکھ نہ پنج دریائی

جوان الفاظ سے واقف نہیں ہے وہ اس محروم اور مجبور خطے کی محرومیاں کیا دور کریں گے ؟ وہ آج وفاقی حکومت میں رہتے ہوئے اپنے حلقہ ملتان سے تو نہیں نکل سکے لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ وہ ہمارے سرائیکی خطے بھکر سے لے کر روہی تک کی ترجمانی کر رہے تھے۔ہاں،ہاں! مجھے کہنے دیجئے میرا خطہ انتہائی پسماندہ ہے اس سرائیکی خطہ میں بیٹ، تھل روہ، روہی، دامان آتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آج سے قبل وہاں پر غربت تھی۔(شور وغل)

MR DEPUTY SPEAKER: Order in the House.

مہر اعجاز احمد اچلانہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں پر سکول نہیں تھے۔آج میں کس طرح کہوں کہ وہاں پر سکول نہیں ہیں جبکہ میرے ضلع لیہ میں 132 سکول اپ گریڈ اور نئے بنے ہیں آج میں کیسے کہوں کہ میرے ضلع میں دو نئے کالج مکمل ہونے کو ہیں اور ایک کالج کی سنگ بنیاد رکھ دی گئی ہے۔میرے ضلع میں بہادر سب کیمپس، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی اس ADP میں شامل کیا گیا ہے۔ میں کیسے کہوں ہمارے پاس ایک Para-Veterinary School بھی نہیں تھا وہاں Veterinary College منظور ہو چکا ہے۔آج میرے ضلع میں ایسے ادارے بن رہے ہیں جو وزیر اعظم کے ضلع میں نہیں ہیں۔لیہ میں ایک پیرا میڈیکل سکول مکمل ہو گیا ہے جو وزیر اعظم کے ضلع میں نہیں ہے۔ میں صرف اپنے ضلع کی بات کر رہا ہوں میرا تعلق ruling party سے ہے میں ان علاقوں کی بھی نشاندہی کر سکتا ہوں جو اپوزیشن کے حلقے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کا وقت دس منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

مہر اعجاز احمد اچلانہ: مجھے انتہائی افسوس ہے کہ یہاں پر کھڑے ہوئے۔جنوبی پنجاب کے ایک ممبر نے کہا کہ وہاں پر roads نہیں ہیں، وہاں پر سکول نہیں ہیں،ان کے علاقوں میں، پہاڑی علاقوں میں 20 فٹ کی سڑکیں ان کے گاؤں کو جاتی دیکھی ہیں اور اسی دور میں بنتی ہوئی دیکھی ہیں۔اب ان علاقوں میں دانش سکول بھی بن رہے ہیں۔لاہور جہاں ان کے گھر ہیں وہ کہتے ہیں ہم تخت لاہور کے غلام ہیں، ہمیں تخت لاہور کی غلامی نہیں چاہئے ،اگر آپ کو غلامی نہیں چاہئے تو آپ نے یہاں پر گھر کیوں بنائے ہیں ؟اس forum پر آپ نے یہ کہا "اساں قیدی تخت لہور دے "تو وہاں کے شہریوں نے اس علاقے کے سرداروں کے متعلق جو کہا ہے کہ "چوٹی دا وسدا چٹ چائی ونج، سردار کوں آکھیں اوکھے ہیں" وہ بھی انہیں یہاں پڑھنا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! میں اپنے ساتھ ملحقہ ضلع مظفر گڑھ کی بات کروں گا جہاں پولی ٹیکنیکل کالج، ڈیرہ دین پناہ میں کالج، چوک سرور شہید میں دو کالج، سناواں میں کالج اور میں یہ بات اپوزیشن کے حلقوں کی کر رہا ہوں۔ اسی طرح ملتان، بہاولپور، رحیم یار خان اور بہاولنگر کے لئے بے شمار ترقیاتی منصوبے اس بجٹ میں شامل کئے گئے ہیں۔ میں نے پچھلے بجٹ اجلاس میں اپنے ضلع کے اندر پانی میں آرسینک کی نشاندہی کی تھی، اس بجٹ میں اس کے لئے پیسے بھی رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم سرائیکی لوگ پسماندہ ہیں لیکن آج وہ ہماری بات کرتے ہیں جنہوں نے پچھلے دور میں، آپ بھی اس اسمبلی میں موجود تھے، میں بھی موجود تھا سرائیکی عوام کا استحصال کیا اس سے بڑھ کر اور کیا استحصال ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں ایک ادارہ Punjab Institute of Language, Art and Culture بنایا تو انہوں نے اس میں صرف پنجابی زبان کو رکھا۔ باقی پنجاب میں بولی جانے والی بولیوں کو نظر انداز کر دیا گیا اور ایک ہی بولی پنجابی کو اس میں شامل کیا۔ میں اپنے سرائیکی بھائیوں کو کہتا ہوں کہ اس وقت کی حکومت جس نے ہماری تہذیب و تمدن، کلچر اور زبان کو بھی ignore کیا آج وہی جماعت ہمیں صوبہ دینے پر تلی ہوئی ہے۔ میں سرائیکی بھائیوں سے کہوں گا کہ:

ماء بولی کوں جے بُھل ویسیں
تاں ککھاں وانگ رُل ویسیں

آج وہ ہمیں صوبہ دینا چاہتے ہیں، ہاں ہم صوبہ لینا چاہتے ہیں پہلے ہمیں کالا باغ ڈیم دو، پہلے ہمیں گریٹر تھل کینال بنا کر دو، پہلے ہماری تھل کینال کی remodeling کر دو، پہلے ہمیں ہمارے وہ حقوق لوٹاؤ جو آپ نے غصب کئے ہوئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن یہاں پر جو تنقید کرتی ہے خواہ کوئی عام ممبر اسمبلی ہو، وزیر اعظم کا بیٹا ہو، وہ جو نشاندہی کرتے ہیں اور پنجاب حکومت کی deficiencies بیان کرتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ مرکز کی بھی جو کمی اور کوتاہی یہاں بیان کرتے ہیں وہ صحیح کرتے ہیں۔ انہیں بھی علم ہے کہ یہ کمی اور کوتاہی خواہ مرکز کی ہو یا صوبے کی یہی حکومت اسے پورا اور درست کرے گی۔ یہی قیادت ہماری محرومیوں اور مجبوریوں کا ازالہ کرے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں اگر میں یہ کہوں کہ:

مٹی کی محبت میں ہم آشفتہ سروں نے
وہ قرض اُتارے ہیں کہ واجب بھی نہیں تھے

جناب والا! Remote اضلاع خواہ وہ سرائیکی خطہ سے ہوں، پوٹھوہار سے تعلق رکھتے ہوں یا upper Punjab سے تعلق رکھتے ہوں ان کا خاص خیال رکھا جائے اور اس سلسلے میں model district بنائے جائیں جو سب سے زیادہ پسماندہ ضلع ہے ترقی کی ابتداء وہاں سے کی جائے۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ ہمیں عارضی relief نہیں چاہئے، ہمیں مستقل بنیادوں پر اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جائے۔ وہاں پر انڈسٹری لگائی جائے، جس طرح میرے ایک محترم بھائی نے کہا ہے کہ ہماری 70 فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے لیکن ہم یہاں دیہاتوں سے آئے ہوئے نمائندے بھی شہروں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ شہروں کی تہذیب و تمدن کو اپناتے ہیں، ان لوگوں کے دکھوں، تکلیفوں اور مجبوریوں کو بھول جاتے ہیں۔ ہمیں اس بات کو مدنظر رکھنا ہوگا کہ اگر دیہات ترقی نہیں کریں گے تو پھر پنجاب اور نہ ہی پاکستان ترقی کرے گا۔ دیہات میں بسنے والے کسانوں کا جو بُرا حال ہے اس کے متعلق بھی اگر یہاں بات ہوتی تو بہتر تھا۔ پچھلے سال کھاد -/750 روپے کی تھی اور آج ساڑھے چودہ سو روپے کی ہے۔ اس کا اندیشہ ہے کہ کھاد ممکن ہے کہ آئندہ نہ ملے یا اس سے بھی ڈبل قیمت -/2800 روپے میں لینی پڑے۔ کھاد کی انڈسٹریاں جو پنجاب میں ہیں انہیں آج گیس نہیں دی جا رہی، بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ انہیں درپیش ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟ مہنگائی کا بحران، تیل کا بحران، گیس کا بحران اس کے متعلق بھی یہ کہتے ہیں کہ پنجاب حکومت اس کی ذمہ دار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری قیادت نہ صرف صوبے بلکہ ملک کی بہتری اور بھلائی کے لئے international level پر بھی کوششیں کر رہی ہے۔ ہمارے قائد میاں محمد شہباز شریف نے ترکی میں جا کر، ایران میں جا کر اور چائنا میں جا کر پنجاب، سرائیکی اور نہ ہی upper Punjab بلکہ پاکستان کے مفاد کی بات کی ہے۔ جن کا عزم ہے کہ:

خون دل دے کر نکھاریں گے رُخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

جناب سپیکر! یہ باتیں تو بہت کرتے ہیں، اس ایوان میں بیٹھا ہوا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا صوبائی حکومت یا وفاقی حکومت سے کوئی واسطہ نہیں۔ مجھے انتہائی خوشی ہوتی اگر یہاں پر بیٹھا ہوا کوئی بھائی یہ کہتا کہ پنجاب میں خصوصاً سرائیکی خطے میں جو محرومی ہے، یہ لوگ پورا نہیں کر سکے ہم پورا کریں گے۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب والا! ہم کر رہے ہیں۔

مہر اعجاز احمد اچلانہ: بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ Chair کو مخاطب کریں اور wind up کریں۔آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

مہر اعجاز احمد اچلانہ: جناب والا! یہ wind up کرنے دیں گی تو میں کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ wind up کیجئے۔

مہر اعجاز احمد اچلانہ: جناب سپیکر! آج یہاں پر جو باتیں کی جاتی ہیں وہ ہمیں محرومی اور مجبوریوں سے نکالنے کے لئے نہیں بلکہ ہمیں مایوسیوں کی طرف لے جاتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تنقید ہو، تنقید برائے اصلاح ہونی چاہئے، تنقید برائے تنقید نہیں ہونی چاہئے۔یہاں پر model villages کا بھی ذکر کیا گیا تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ model villages پنجاب حکومت کی رقم سے نہیں، اس رقم سے بنائے جا رہے ہیں جو چیف منسٹر پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی request پر لوگوں نے donation دی ہے۔اسی طرح سستی روٹی پر بھی اعتراضات کئے گئے، میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں وہ بات کرنی چاہئے جسے آج اور کل بھی ہم own کریں۔ایک طرف تو ہم روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگاتے ہیں دوسری طرف سستی روٹی اور آشیانہ سکیم پر تنقید کرتے ہیں۔ ہمارے قول و فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ میں اپنے بھائیوں سے کہتا ہوں کہ آپ نے اور ہم نے پچھلے دور حکومت میں جو باتیں کی تھیں، ہم دوست رہے ہیں۔انہوں اس وقت جو باتیں کی تھیں یا اس دور حکومت میں جو باتیں کی تھیں، آئیں آج بھی کہیں میں نعرہ لگواتا ہوں "بی بی ہم شرمندہ ہیں، تیرے قاتل زندہ ہیں" آئیں میں نعرہ لگواتا ہوں "مشرف کا جو یار ہے، غدار ہے، غدار ہے۔" اگر وہ باتیں اس وقت صحیح تھیں تو آج بھی ہمیں وہ صدا بلند کرنی چاہئے۔اگر ہم نے وہ غلط کہا تھا تو ہمیں آج قوم کے سامنے معافی مانگنی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ اپنی تقریر wind up کریں۔

مہر اعجاز احمد اچلانہ: جناب سپیکر! آج ہم مشکل دور سے گزر رہے ہیں، بحران کا وقت ہے لہذا بحران کے اس ماحول میں متانت ہونی چاہئے، اور ہمیں انقلابی طریقے سے کام کرنا چاہئے اور اس انقلابی طریقے پر کام کرنے کے لئے متحرک اور پُر خلوص قیادت کی ضرورت ہے وہ میاں محمد نواز شریف ہیں، میاں محمد شہباز شریف ہیں جو جامع لائحہ عمل بنا کر منصفانہ پالیسی کے تحت نہ صرف صوبے بلکہ ملک کو خوشحال بنانا چاہتے ہیں۔میں اس سلسلے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہاں پر بیرونی قرضوں کی بات کی گئی تھی اس سلسلے میں ہماری قیادت نے فرمایا ہے کہ ہمیں ایسی امداد نہیں چاہئے جو انسان کی تذلیل اور تحقیر کے بدلے میں ملے۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! یہ تو دوسرے ممبران کا ٹائم لے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اچلانہ صاحب! اب آپ تشریف رکھیں، ایوان کا وقت دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ ملک جہانزیب وارن صاحب!

مہر اعجاز احمد اچلانہ: جناب سپیکر! میں دو شعر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اچھا شعر سنا دیں۔

مہر اعجاز احمد اچلانہ:

ظالم دے امدادی لوگ
خون پیون دے عادی لوگ
منصف آپ لٹیرے بن گئے ہن
کن ونجن فریادی لوگ

جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے دو شعر پیش کرنے کے لئے ٹائم دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ شعر سنائیں لیکن اشارے نہ کریں۔

مہر اعجاز احمد اچلانہ: جناب سپیکر! میں آپ کو اشارہ کر رہا ہوں باقی تو کسی کو نہیں کر سکتا۔ ہماری بات وہ کرتے ہیں جو اسلام آباد اور لاہور میں ائیر کنڈیشنوں میں رہتے ہیں۔ میں تھل کی مٹی کے ایک دیہات میں رہنے والا ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔ یہ سرائیکی کی بات کرتے ہیں تو مجھے خوشی ہوتی ہے لیکن ان کے قول و فعل میں تضاد ہے سرائیکی سننا بھی پسند نہیں کرتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ جمعہ کا ٹائم ہے اس لئے آپ صرف شعر سنا دیں۔

مہر اعجاز احمد اچلانہ:

ہک دریا اے جو موجاں مڑیندا پیارے
ڈکھ دا عذاب بس ہک کنارہ بھگیندا پیارے
میں حیران ہاں بلیار چپ اے
تے گنگا بولیندا پیارے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ملک جہانزیب وارن صاحب!

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): میرے بھائی کی دانش پر انہیں دانش سکول میں داخل کرا دیں۔

سردار ملک جہانزیب وارن: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔جناب سپیکر! میں اپنی بات کی ابتدا ایک شعر سے کر رہا ہوں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا

جناب سپیکر! بجٹ کسی بھی ملک یا صوبے کا ایسا تخمینہ یا میزانیہ ہے جس میں وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے مسائل کے حل کے لئے مالی اخراجات کی تقسیم کی جاتی ہے۔جب مسائل بے شمار ہوں اور وسائل انتہائی محدود ہوں تو ان حالات میں بجٹ کی ترتیب یقیناً نہ صرف بہت مشکل ہوتی ہے بلکہ حکومت وقت کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج اور امتحان ہوتا ہے۔موجودہ بجٹ ایسے حالات میں پیش کیا گیا ہے جب پورے صوبے میں انرجی کے انتہائی شدید بحران کا سامنا ہے جس میں بجلی کا بحران ہے ، گیس کا بحران ہے ، تیل کا بحران ہے یہاں تک کہ تیل کی قیمتوں میں ناقابل برداشت اضافہ کیا گیا ہے۔اگر ایسی صورتحال ہو تو ترقی کا پہیہ نہ صرف سست بلکہ jam ہو کر رہ جاتا ہے۔فیکٹریاں بند، پیداوار ختم ہو گئی ہے اور پھر ایسی صورتحال کہ سیلاب جیسی قدرتی آفات کا مقابلہ اور دہشت گردی کا سدباب کرنا پڑے تو حکومت وقت شدید معاشی دباؤ کا شکار ہو جاتی ہے۔اگر ان حالات میں غیر جانبداری سے موجودہ بجٹ کا تجزیہ کیا جائے تو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس بجٹ میں وزیراعلیٰ اور قائد پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی قائدانہ صلاحیتوں کا ثبوت ملتا ہے اور وہ نہ صرف پنجاب اور پاکستان بلکہ بیرونی ممالک میں بھی ایک انقلابی لیڈر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! موجودہ بجٹ وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب نے انتہائی خوبصورت اور مؤثر انداز میں پیش کیا، موجودہ بجٹ میں ٹیکسوں میں اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ taxation کے دائرے کو وسیع کر کے ریونیو میں اضافہ کیا گیا ہے اور اس طرح وسائل میں اضافہ کیا گیا ہے۔جہاں تک مسائل کے حل کے لئے وسائل کی تقسیم کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ میں غریب آدمی کا معیار زندگی بلند کرنے اور بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے جس میں غریب طلباء کے

وظائف، غریبوں کی مفت تعلیم، دانش سکولوں کی صورت میں غریب کے بچے کے لئے بھی اعلیٰ اور معیاری تعلیم کا انتظام، غریب کسانوں کے لئے ٹریکٹروں میں سبسڈی، غریب بے گھر لوگوں کے لئے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم۔یہ وہی خواب ہے اور یہ ان کی ہی تعبیر ہے جو قائد پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی سوچ کی عکاسی کرتی ہے۔خادم اعلیٰ پنجاب کے دل میں وہ درد جس کی وجہ سے ایک غریب، یتیم اور لائق بچے کو انعام دیتے ہوئے ان کی آنکھوں میں آنسو امڈ آتے ہیں، یہ اس درد کا نتیجہ ہے کہ آج بجٹ میں غریبوں اور ان کے بچوں کے لئے خصوصی ترجیحات رکھی گئی ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جہاں ایسی قیادت ہو میں وہاں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ قوموں کا مستقبل روشن ہوتا ہے۔اس بجٹ کے چند خاموش points کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ سب سے بڑا انقلابی کام جو قائد انقلاب خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے کیا ہے وہ ہے خود انحصاری اور بیرونی قرضوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھٹکارا، اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کا فیصلہ اور دیگر ممالک سے امداد اور قرضوں کی صورت میں بھیک نہ لینا۔ ان قرضوں اور امداد لینے کا کشکول توڑنے کے جرات مندانہ، دلیرانہ اور انقلابی فیصلے نے صوبے کی عوام کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔یہ تاریخی فیصلہ ہے اور زندہ قومیں ایسے ہی فیصلوں سے اپنا وقار اور عزت حاصل کرتی ہیں۔میں قوم کی تقدیر بدل دینے کے فیصلے پر قائد پاکستان میاں محمد نواز شریف اور خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میرے قائد نے قوم کو غیر ترقیاتی اخراجات کو محدود اور کفایت شعاری کی ترغیب دے کر صوبے میں ایک صحیح اسلامی مملکت کے تصور کو عملی جامہ پہنایا اور وزراء کی تنخواہوں میں 25 فیصد تک کمی کر دی۔ بجٹ کی نمایاں خوبی وسائل کے استعمال کی ترجیحات پر depend کرتی ہے اور اسی کے پیش نظر معاشی طور پر کمزور طبقے کے بچوں کے لئے تعلیم کے اعلیٰ معیار کا بندوبست کیا گیا ہے۔ مخدوم ارتضیٰ صاحب! آپ کی نذر کر رہا ہوں کہ میری ڈویژن میں تین دانش سکول بن گئے ہیں۔مخدوم صاحب ایچیسن کے پڑھے ہوئے ہیں جبکہ میرا بچہ دانش سکول سے پڑھ کر ان کا مقابلہ کرے گا۔میں سمجھتا ہوں کہ ایچیسن کالج اور بیکن ہاؤس کے معیار سے بہتر تعلیم دانش سکول میں دی جائے گی۔

جناب سپیکر! صوبے کی ترقی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے منصوبہ جات ترتیب دیئے گئے ہیں کہ جن کی تکمیل سے ہمارا صوبہ ایک ترقی یافتہ اور مثالی صوبہ بن جائے۔آئندہ بجلی کی کمی کے بحران سے نمٹنے کے لئے 500 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی منصوبہ سازی کی گئی ہے جس کی لاگت 9۔ارب روپے

ہے۔اسی طرح دیہات میں شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویل نصب کئے جائیں گے،اس مد میں ایک ارب36کروڑروپے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر!اقلیتوں اور مسیحی بھائیوں کے کرسمس اور دیگر مذہبی رسومات کے موقع پر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور ان دنوں میں 20کلوآٹے کا تھیلا-/400روپے میں فراہم کیا جائے گا۔اس عمل سے ان میں نہ صرف احساس اپنائیت اور ہم آہنگی کو فروغ ملے گا بلکہ ان میں احساس برابری بھی پیدا ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ موجودہ بجٹ کو پیش کرنے کے لئے قائد محترم میاں محمد شہباز شریف نے اقلیت کے وزیر جناب کامران مائیکل کو وزارت خزانہ کا اہم ترین قلمدان سپرد کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر:ایوان کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

سردار ملک جہانزیب واران:جناب سپیکر!جہاں تعلیم کے شعبے کو خاطر خواہ اہمیت دی گئی ہے اسی طرح صوبے میں عوام کی صحت کے معیار کو بہتر کرنے کے لئے بھی کوشش کی گئی ہے۔نہ صرف ہسپتالوں کو بنیادی سہولیات سے آراستہ کیا گیا بلکہ چار نئے میڈیکل کالجوں کا اجراء بھی کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر!بے روزگاری ختم کرنے کے لئے غریب ترین طبقہ کی طرف توجہ دی گئی ہے۔میں چولستان کا رہنے والا ہوں۔مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ میرے قائد نے چولستان کی شکار گاہیں غریبوں میں تقسیم کرنی شروع کر دی ہیں۔چولستان کی وہ زمین جو کہ پچھلے 63سال سے صرف شکار گاہوں کے لئے استعمال ہو رہی تھی،وہاں پر وڈیرے اور بڑے لوگ جا کر شکار کھیلتے تھے اب یہ زمین غریبوں میں بانٹی جا رہی ہے۔ان وڈیروں کو اس چیز کا بڑا دکھ ہے۔وہاں پر لائیو سٹاک کے ڈیری فارم بن رہے ہیں۔میں وثوق سے کہوں گا کہ میرا لیڈر اس زمین کا ایک ایک مرلہ غریبوں میں تقسیم کرے گا۔

جناب سپیکر!یہاں پر واٹر فلٹریشن پلانٹ کے حوالے سے باتیں کی گئی ہیں۔میں کہتا ہوں کہ واٹر فلٹریشن پلانٹ جو کہ سات لاکھ روپے میں بنتا ہے وفاقی حکومت نے اس کی لاگت 28یا75لاکھ روپے بتائی ہے۔میرے قائد نے ان کی کرپشن پکڑی ہے۔میں دعوے سے کہتا ہوں کہ 12۔ارب روپے کی کرپشن ہوئی ہے۔میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اس بجٹ کے بعد میری حکومت اور میرے قائد یہی واٹر فلٹریشن پلانٹ 7لاکھ روپے میں لگا کر دیں گے۔

جناب سپیکر!یہاں پر ذکر ہوا کہ جنوبی پنجاب میں ماڈل بازار نہیں بن رہے۔یہ میرے ساتھ میرے شہر بہاولپور چلیں،میں وہاں ان کو ماڈل بازار دکھا دوں گا۔اگر نمائندگان سوئے رہیں تو پھر کام

کیسے ہوں گے ؟میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ کے بعد وہاں میرے علاقے میں ماڈل بازار کا افتتاح ہونے والا ہے۔ میں ان کو یہ دکھاؤں گا کہ جنوبی پنجاب اور بہاولپور میں ماڈل بازار موجود ہیں۔

جناب سپیکر!اگر ایچیسن کالج میں داخلے کے حوالے سے پچھلے دو سالوں کے ریکارڈ کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ وہاں پر دو سو پچاس نئی سیٹوں کا اضافہ ہوا ہے لیکن کیا وہاں پر کسی غریب کا ایک بچہ بھی موجود ہے ؟اگر غریب کا ایک بچہ بھی وہاں پر پڑھ رہا ہو تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔ایچیسن میں ان نئی سیٹوں پر بھی تمام بچے امراء اور بڑے لوگوں کے داخل ہوئے ہیں۔یہ زیادتی نہیں تو اور کیا ہے ؟

میں آخر میں اپوزیشن کے ساتھیوں اور ان کی پوری قیادت کی نذر کچھ اشعار کرنا چاہتا ہوں:

خُدا کرے کہ مری ارض پاک پر اُترے
وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو
یہاں جو پُھول کِھلے وہ کِھلا رہے برسوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو
یہاں جو سبزہ اُگے وہ ہمیشہ سبز رہے
اِور ایسا سبز کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
گھنی گھٹائیں یہاں ایسی بارشیں برسائیں
کہ پتھروں سے بھی روئیدگی محال نہ ہو
خدا کرے کہ وقار اس کا غیر فانی ہو
اور اس کے حسن کو تشویش ماہ و سال نہ ہو
ہر ایک فرد ہو تہذیب و فن کا اوج کمال
کوئی ملول نہ ہو،کوئی خستہ حال نہ ہو
بہت شکریہ۔پاکستان پائندہ باد

جناب ڈپٹی سپیکر:بہت شکریہ۔چونکہ جمعہ کا وقت ہے اس لئے اب میں اجلاس ختم کرنا چاہتا ہوں لیکن اجلاس ختم کرنے سے پہلے میں صرف اتنا بتا دوں کہ سوموار کا دن بحث کا آخری دن ہو گا،اس دن جتنی بھی list ہو گی اس کو ہم exhaust کریں گے جس طرح کہ ہم نے کل کی تھی۔اب اجلاس بروز سوموار مورخہ20۔جون2011بوقت3-00 بجے سہ پہر تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

545

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،20۔جون2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبولﷺ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ بابت سال12-2011پر عام بحث

547

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

سوموار، 20۔ جون 2011

(یوم الاثنین، 17۔ رجب المرجب 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ
صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا
تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾

سُوۡرَةُ العَنکبوت آیات 56 تا 60

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو(56) ہر متنفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے (57) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم بہشت کے اونچے اونچے محلوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ (نیک) عمل کرنے والوں کا (یہ) خوب بدلہ ہے (58) جو صبر کرتے اور اپنے پروردگار

پر بھروسا رکھتے ہیں(59)اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے خدا ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے(60)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول ﷺ

گزر ہو جائے میرا بھی اگر طیبہ کی گلیوں میں
تو ساری زندگی کر دوں بسر طیبہ کی گلیوں میں
ہوائیں رحمتِ حق کی وہاں چلتی ہیں روز و شب
برستا نور ہے شام و سحر طیبہ کی گلیوں میں
جدھر دیکھی اسی ماہِ جبیں کی چاندنی دیکھی
جمالِ مصطفیٰ آیا نظر طیبہ کی گلیوں میں
محمد ﷺ مصطفیٰ کے عشق میں ہر آنکھ پُرنم ہے
یہ دیکھا ہے محبت کا اثر طیبہ کی گلیوں میں
درود اُن پر سلام اُن پر، سلام اُن پر درود اُن پر
وظیفہ ہے یہی شام و سحر طیبہ کی گلیوں میں

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ہمارے نامور شاعر اور کالم نگار خواجہ پرویز صاحب جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں مہربانی کر کے ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ابھی ان کا جنازہ نہیں ہوا ان کی نماز جنازہ کے بعد دعائے مغفرت کرا لیں گے۔

جناب پرویز رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، پرویز رفیق صاحب!

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! جناب یعقوب انجم بھٹی صاحب جو کہ پاکستان کرسچن لیگ USA کے صدر ہیں اور Mr. Peter Back, from South Korea Good people International Organization. جنہوں نے فلڈ ریلیف میں پاکستان کے لئے بڑا کام کیا ہے تو ان کو Kindly آپ welcome کریں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: یہاں پر جس طرح آپ نے فرمایا کہ Peter Back اور انجم یعقوب بھٹی صاحب تشریف فرما ہیں ان کو ایوان میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

رانا تنویر احمد ناصر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ last point of order ہے کیونکہ آج بجٹ پر بحث کا آخری دن ہے۔ جی، رانا صاحب!

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! میں آج کے اخبار کے حوالے سے ایک خبر کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کیولری گراؤنڈ پر ایک روڈ ایکسیڈنٹ ہوا ہے، ایک لڑکا موٹر سائیکل پر سوار تھا اس کو ایک سرکاری گاڑی نے ٹکر ماری، اس سرکاری گاڑی میں دو نوجوان نشے کی حالت میں سوار تھے، موٹر سائیکل پل سے نیچے گرا اور ایک بندہ ہلاک اور ایک زخمی ہو گیا۔ موقع پر مقامی پولیس نے سرکاری گاڑی کو قبضے میں لے لیا اور نوجوانوں کو تھانہ لے گئی۔ اوپر سے فون آنا شروع ہو گئے اور سرکاری گاڑی کو واپس بھیج دیا گیا جب یہ خبر میڈیا پر آئی تو پھر سرکاری گاڑی کی نمبر پلیٹ یا گاڑی تبدیل کر دی گئی۔ وہ نوجوان جو نشے کی حالت میں تھے ان کا بارہ گھنٹے کے بعد طبی معائنہ کرایا گیا۔ وہ نوجوان کون تھے؟ ایک کا نام زوہیب صدیق جو چیئرمین فیڈرل بورڈ آف ریونیو اور سابق چیف سیکرٹری پنجاب جناب سلیمان

صدیق صاحب کا صاحبزادہ تھا، جب بارہ گھنٹے کے بعد طبی معائنہ ہوا تو اس کا پھر کیا رزلٹ آنا تھا؟ اور کل وہ نوجوان bailout ہو گئے۔ میں آپ کے توسط سے آئی جی پنجاب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر وقوعہ کسی غریب، مزدور، ہاری، کسان یا کسی کلرک کے بیٹے نے کیا ہوتا یا کسی "نان سی ایس پی" افسر کے بیٹے نے کیا ہوتا تو کیا پھر بھی اس کے ساتھ یہی سلوک ہونا تھا؟ جس طرح ان کو پروٹوکول دیا گیا اور بغیر ہتھکڑیوں کے پیش کیا گیا تو اس کیس میں جو امتیاز برتا گیا ہے میں اس کی پرزور مذمت کرتا ہوں۔ وہ نوجوان جو ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گیا اور ایک زخمی ہوا ہے ان کے ورثا کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے میں پانچ منٹ کا علامتی واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بالکل واک آؤٹ کریں اس کے بعد رانا ثناء اللہ صاحب کو مل لیں۔ رانا صاحب! ذرا ان کی بات سن کر اس کو دیکھ لیں۔

سردار اطہر حسن خان گورچانی: پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

تحاریک استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، دیکھیں! میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ یہ آخری پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ ہم تحاریک استحقاق لے لیں تو پھر اس کے بعد میں آپ دونوں کو ٹائم دوں گا۔ اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 53 محترمہ دیبا مرزا صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ!

سروسز ہسپتال لاہور کے ڈاکٹرز کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ ناروا سلوک

محترمہ دیبا مرزا: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 23۔اپریل 2011 کو میں سروسز ہسپتال لاہور میں میڈیکل چیک اپ کے لئے گئی تو مجھے ڈاکٹر احمد خان نے ECO کارڈیو گرافی کے لئے میڈیکل یونٹ۔II میں ایک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بھجوایا۔ میڈیکل یونٹ۔II کے متعلقہ آفس میں دو ڈاکٹر ایک لیڈی ڈاکٹر اور ایک ڈاکٹر ضمیر on ڈیوٹی تھے۔ لیڈی ڈاکٹر سے میں نے متعلقہ ٹیسٹ کے لئے ٹائم دینے کو کہا تو

جواباً لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ ایک سال سے پہلے کا ٹائم نہیں مل سکتا۔ میں نے کہا کہ رہنے دیں، میں یہ ٹیسٹ کہیں اور سے کروالیتی ہوں جس پر وہاں موجود ڈاکٹر ضمیر نے بدتمیزی شروع کردی اور کہا کہ تم خود کو کیا سمجھتی ہو؟ یہاں ایک سال سے پہلے کا ٹائم نہیں مل سکتا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے آپ سے کوئی بات کی ہے اور نہ ہی میں نے آج ہی ECO کارڈیو گرافی کرنے کو کہا ہے۔ آپ کیوں misbehave کررہے ہیں؟ میرے ساتھ آئے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ محترمہ ایم پی اے ہیں اور میں ڈی ایم ایس پروٹوکول کے آفس سے ان کے ساتھ آیا ہوں لیکن ڈاکٹر ضمیر نے کہا کہ میں کسی ایم پی اے کو نہیں جانتا، یہ ہسپتال ایم پی اے کی پراپرٹی نہیں ہے۔ آپ یہاں سے باہر چلے جائیں۔ ڈاکٹر ضمیر کے ناشائستہ، غیر مہذب اور غیر اخلاقی روّیہ کی وجہ سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق کو کمیٹی کے سپرد کردیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے۔ جی، گورچانی صاحب!

سردار اطہر حسن خان گورچانی: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں آپ کی توجہ ایک نہایت ہی اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ دو سال پہلے میاں محمد شہباز شریف صاحب نے ایک سکیم launch کی تھی جو زرعی گریجویٹ کو زرعی اراضی الاٹ کرنے کا پراجیکٹ تھا۔ ماسوائے ایک ڈسٹرکٹ راجن پور کے پورے پنجاب میں ان لوگوں کو اراضی کی الاٹمنٹ ہو چکی ہے اور راجن پور ایک ایسا ڈسٹرکٹ ہے جہاں پر صرف اور صرف پندرہ لوگوں کو زمینیں الاٹ کی گئی ہیں جبکہ ٹوٹل 182 کا account ہے۔ اب مجھے یہ نہیں پتا کہ کس بنیاد پر تفریق کی گئی ہے اور باقی لوگوں کو زرعی رقبے ابھی تک الاٹ کیوں نہیں ہوئے جبکہ وزیراعلیٰ صاحب نے اس سلسلے میں اپنی دوسری سکیم بھی launch کردی ہے بلکہ ابھی میرے knowledge میں آیا ہے کہ ڈیرہ غازیخان اور Tribal areas کے لوگوں کو بھی ابھی تک الاٹمنٹ نہیں ہوئی۔ میں آپ کے توسط سے درخواست کروں گا کیونکہ وزیراعلیٰ صاحب تو شاید ایوان میں تشریف نہیں لاتے اور اگر لے بھی آتے ہیں تو بغیر بات سنے چلے جاتے ہیں۔ میری آپ کے توسط سے ان سے درخواست ہوگی کہ اس مسئلہ پر توجہ دیں۔ راجن پور اور ڈیرہ غازیخان کے ریونیو ڈیپارٹمنٹ سے

ضرور یہ بات پوچھیں کہ یہ process ابھی تک مکمل کیوں نہیں ہوا؟ جب امیدواران ان کے پاس جاتے ہیں تو ان کو یہ کہہ کر بھگا دیا جاتا ہے کہ آپ کو زمینیں الاٹ کر دی جائیں گی اور پتا نہیں ہے کہ وہ دن کب آئے گا؟ میں آپ کے توسط سے رانا ثناء اللہ خان صاحب سے بھی درخواست کروں گا کہ اس میں تھوڑی سی دلچسپی لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں بالکل انہیں کہہ دیتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! مہربانی کریں۔ جن لوگوں نے پانچ دن سے نام دیئے ہوئے ہیں اور جن کے نام آگے جاتے رہے ہیں ان کا حق ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں نے بجٹ کے حوالے سے بات کرنی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! آپ نے اپنی suggestions دی ہوئی ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں نے انہیں یاد دہانی کرانی تھی۔

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ جب آپ نے on the floor of the House بات کی وہ ساری تیاری کر کے ہی بتائیں گے۔ آج سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر بحث کا آخری دِن ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ پانچ ایام کے دوران سڑسٹھ معزز ممبران تقاریر کر چکے ہیں۔ آج کے دن کے لئے میرے پاس سترہ اور 20۔ جون کی فہرست کو ملا کر باون معزز ممبران کی فہرست موجود ہے۔ ایوان کا ٹائم تو 8 بجے تک ہے اور منسٹر صاحب نے 7 بجے wind up speech شروع کرنی تھی لیکن جو ہماری بات ہوئی ہے وہ منسٹر صاحب اپنی 9 بجے wind up speech شروع کریں گے تو آپ کے پاس 9 بجے تک کا ample time موجود ہے۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ بجٹ پر بحث کے چار دن ہوتے تھے، یہ ایوان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ہے کہ ہم چھ دن بحث کر رہے ہیں اور اس کے بعد جن معزز ممبران کی باری پھر بھی نہیں آتی تو میں ان کو صرف یہ یاد کرانا چاہوں گا کہ 24 اور 27۔ جون کو جب ضمنی بجٹ

پر عام بحث ہوتی ہے تو پھر جن کی باری آج نہیں آتی وہ اس دِن اپنی تقریر کر سکتے ہیں اور آج کی لسٹ میں جو معزز ممبران رہ جائیں گے ان کو ہم ضمنی بجٹ پر بحث کے لئے priority پر ٹائم دے دیں گے۔ میری سب سے یہی گزارش ہے کہ ہم آج کا جو سیشن ہے اس کو اچھے طریقے سے چلائیں اور اس کے بعد وزیر خزانہ صاحب بجٹ پر wind up speech کریں گے۔ میں کارروائی کا باقاعدہ آغاز کرتے ہوئے سب سے پہلے محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کو تقریر کی دعوت دیتا ہوں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری ظہیر الدین خان صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے ایک گھنٹہ ٹائم بڑھایا ہے اور منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ وہ 9 بجے wind up speech کریں گے۔ ہم اسی کام کے لئے منتخب ہوئے ہیں اور آپ کی اجازت کے طالب ہیں، اگر ایک گھنٹہ اور آگے کر دیں تو پھر ضمنی بجٹ پر جانے والوں کی تعداد بہت تھوڑی رہ جائے گی۔ آپ مہربانی فرما کر 10 بجے تک ٹائم کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کو پتا ہے کہ اس دن صبح پونے گیارہ بجے اجلاس شروع ہوا تھا اور ہم نے رات پونے نو بجے ختم کیا تھا اس دن ہم نے اپنی پوری list exhaust کی تھی تو میرا خیال ہے کہ جب وقت آئے گا، ممبران کو دیکھ لیں گے اس وقت ہم ٹائم بڑھا دیں گے۔

چودھری ظہیر الدین خان: یہی میری گزارش ہے کہ اگر ایسا کر دیا جائے تو ممبران contribute بھی کر سکیں گے اور آپ کے لئے بھی convenience ہو جائے گی۔ یہ میری صرف تجویز ہے، آگے آپ کی مرضی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم نے تو ایوان کی will کے مطابق چلنا ہے، اگر اس وقت ایوان کہے گا کہ آگے چلتے رہیں تو ہم آگے چلتے جائیں گے۔ جی، محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ!

محترمہ زوبیہ رُباب ملک: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شروع کرتی ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

جناب سپیکر! میں دل کی گہرائیوں سے آپ کی شکر گزار ہوں کہ آج آپ نے مجھے بجٹ 12-2011 پر اظہار خیال کرنے کا موقع دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی انتہائی خوش آئند ہے کہ موجودہ صوبائی حکومت لگاتار اپنا چوتھا بجٹ پیش کر رہی ہے یعنی پنجاب حکومت کا دو تہائی سے زیادہ

وقت پورا ہو چکا ہے اور اس کا صرف مختصر سا وقت باقی رہ گیا ہے تو میں چاہوں گی کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور جو ہماری آٹھ کروڑ عوام ہے اس کی امنگوں اور خواہشوں کا خیال رکھا جائے اس لئے ہمیں اس بجٹ میں یہ دیکھنا ہو گا کہ کیا یہ ایک عوامی بجٹ ہے یا کسی افسر شاہی کے اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ ہے؟ جب میں نے اس بجٹ کو پڑھا جیسا کہ پچھلے تین سالوں کے بجٹ میں دعوے کئے گئے اور اس کے مطابق صوبہ پنجاب کی جو پچھلے سال کی بجٹ تقریر 11-2010 کی کتاب ہے اسی سے عرض کروں گی اس میں کہا گیا تھا کہ غربت میں کمی، روزگار کے مواقع میں اضافہ، صحت، تعلیم، سہولیات زندگی سے متعلق شعبہ جات کے لئے زیادہ سے زیادہ فنڈز کی فراہمی، نئے انفراسٹرکچر کا قیام، موجودہ انفراسٹرکچر کی بحالی اور بہتری، صنعتی اور زرعی پیداوار میں اضافہ، اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک میں جو ایک قدرتی آفت آئی تھی 'سیلاب' اس کی بہتری کے لئے بھی حکومت پنجاب نے بہت سارے دعوے کئے۔ میں آج حکومت پنجاب سے انتہائی ادب و احترام سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ کیا یہ سارے دعوے پورے ہو چکے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا ہے میں پھر وہی کہوں گی کہ یہ بجٹ اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ بن کر رہ گیا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اب میں آپ کی توجہ بجٹ 12-2011 پر دلاؤں گی۔ حکومت پنجاب نے اسے شروع ہی سیلاب سے کیا ہے کیونکہ سیلاب ایک ایسی قدرتی آفت تھی جس میں ہمارے بہت سارے بہن بھائیوں کے گھر بہہ گئے، بے گھر ہو گئے جن کو ایک ٹائم کی روٹی نصیب نہیں ہو رہی تھی۔ کہہ لیں کہ یہ پاکستانی قوم پر بہت بڑی آزمائش تھی اور ہم سب لوگوں کے یہ دعوے تھے کہ ہم اس آزمائش سے نکلیں گے اور میں اس چیز کو مانتی ہوں کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے اور پاکستان کی عوام ایک ایسی قوم ہے کہ جس نے ہر کٹھن اور مشکل راستے سے نکل کر اچھا اور خوشحال پاکستان بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اگر ہماری ترجیحات اور اعداد و شمار ٹھیک ہوں اور ہم ان چیزوں کو مانیں تو میرا خیال ہے کہ یہ جو چھوٹی موٹی چیزیں آتی ہیں اور تنقید برائے تنقید ہوتی ہے وہ بھی نہ ہو۔ وزیر خزانہ میرے لئے بڑے قابل احترام ہیں میں آپ کے توسط سے یہ کہنا چاہوں گی کہ بجٹ تقریر 12-2011 صفحہ نمبر 2 پر انہوں نے یہ پڑھا کہ سیلاب سے متاثرہ بے گھر افراد کی بحالی حکومت پنجاب کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حکومت پنجاب عوام کی توقعات پر پورا اُتری، بے گھر افراد کے لئے پنجاب حکومت نے 89 model villages کی تعمیر کا ایک جامع منصوبہ تیار کیا، میں یہ بات دہراؤں گی کہ منصوبہ تیار کیا، ان میں سے 22 model villages وزیر اعلیٰ ریلیف فنڈ سے تعمیر کئے جا رہے ہیں، 67 model villages ملکی اور غیر ملکی اداروں کے مالی تعاون سے بنائے جا رہے ہیں، ان

model villages 67 میں سے 15 میں تمام بنیادی سہولیات کی فراہمی حکومت پنجاب نے اپنے ذمہ لی ہے، 17 دیہات کے لئے حکومت پنجاب نے سرکاری زمین فراہم کی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ وقت ایسی چیز ہے جو ثابت کرتی ہے اور وقت کا ضائع کرنا اب ہمارا ملک جیسا کہ حالت جنگ میں ہے اور ہر طرح کے challenges میں ہے، ہمیں یہ نہیں کرنا چاہئے اور ہمیں ہر بات پر اعداد و شمار، نمبر بازی اور گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر اس عوام کا سوچنا ہو گا اور اس آٹھ کروڑ عوام کا کیا پورے پاکستان کا سوچنا ہو گا۔ Serina میں ایک کانفرنس ہوئی تھی جہاں پر میں بھی گئی تھی وہاں پر جب 2010 میں سیلاب آیا تھا اور حکومت پنجاب کی دونوں کتابیں جس میں کھلے عام یہ دعویٰ کیا گیا تھا ان تصویروں کے ساتھ ، انتہائی ادب واحترام کے ساتھ میں حکومت پنجاب سے پوچھنا چاہوں گی انہوں نے کہا تھا کہ total 204 model villages بنائیں گے جبکہ اپنے ہی بجٹ میں یہ لکھ رہے ہیں کہ ہم نے model villages 89 کا صرف تصور ہی کیا تھا، یہ بھی ایک تصور ہی تھا۔ ایک تصویر کے دورُخ کیوں ہیں، ہم کیا کر رہے ہیں؟ ہم اس عوام کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہیں یا اس ایوان کے معزز ممبران کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں ۔ یہ میرے قابل محترم بہت سینئر ساتھی سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب اس میٹنگ میں گئے تھے کیونکہ وزیر اعلیٰ بہت مصروف تھے وہ کسی مصروفیت کی وجہ سے تشریف نہیں لے جا سکے تھے۔ یہ حکومت پنجاب کی اپنی کتاب ہے، میں نے پرنٹ نہیں کرائی۔ اس کے بعد میں آپ کو اس کی تفصیل پیش کروں گی جس میں یہ کہا گیا کہ مظفر گڑھ میں 49، رحیم یار خان میں 35، راجن پور میں 30، لیہ میں 30، ڈیرہ غازی خان میں 30، میانوالی میں 15، بھکر میں 15، ٹوٹل 204۔ میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان اور وزیر خزانہ سے انتہائی ادب کے ساتھ یہ پوچھنا چاہوں گی کہ یہ کیا ہے؟ ہم کس کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں، کیا اس کا کوئی جواب دے سکتا ہے کہ یہ کدھر گئے اور یہ جو model villages 204 میں سے 89 تعمیر ہوئے اور باقی جو بچے وہ کہاں گئے؟ بہت شرم کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تبھی تو ہمیں باہر کے ممالک صحیح لفظوں میں یاد نہیں کر رہے۔ اگر ہماری صفیں درست ہو جائیں تو شاید ہمیں ان لوگوں کو کتابیں دکھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے جو جھوٹے اعداد و شمار کے ساتھ بن رہی ہیں۔

محترمہ طیبہ ضمیر: یہ جعلی اعداد و شمار بتا رہی ہیں۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: اگر یہ جعلی ہیں تو میں آپ کے توسط سے طیبہ ضمیر صاحبہ کو یہ بتانا چاہتی ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ Chair سے بات کریں اور اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب سپیکر! یہاں پر بات ہوتی ہے کہ 67 میں سے 15 کی ذمہ داری حکومت پنجاب نے لی ہے، 52 کی ذمہ داری کون لے گا؟ پھر کہتے ہیں کہ 17 دیہاتوں کی سرکاری زمین حکومت پنجاب دے گی، 50 کی زمین کون دے رہا ہے؟ یہ بھی واضح کر دیں تاکہ عوام کو پتا ہو کہ ہم نے کس ڈگر پر چلنا ہے اور کس دروازے کو کھٹکھٹانا ہے۔ اس وقت یہ اہم issue ہے کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ آج بھی آسمان پر بادل موجود ہیں، مون سون شروع ہو چکا ہے، محکمہ موسمیات نے پشین گوئی کی ہے کہ جولائی میں تیزی آ جائے گی اور اس دفعہ دگنی بارشیں ہونے کا خدشہ ہے۔ پہلے ہی ہمارے دعوے جھوٹے ہیں بند اور پشتے ابھی تک ٹھیک نہیں کئے گئے، کیا ہم پھر بجٹ پر cut لگائیں گے، کیا پھر ہم جھوٹی کتابیں لے کر باہر کے ممالک میں جائیں گے؟ ہم جھولیاں پھیلاتے رہیں گے کیونکہ ہم آپس میں sincere نہیں ہیں اور ہم اپنی عوام کے ساتھ بھی sincere نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں روزگار سکیم کے متعلق بات کروں گی جیسا کہ 10-2009 کی بجٹ کتاب میں کہا گیا تھا کہ غربت کے خاتمے کے لئے حکومت پنجاب سستی روٹی اور فوڈ سٹیمپ سکیم کے ذریعے غربت کو ختم کرے گی۔ اس وقت بھی میں نے شدید مذمت کے ساتھ ان سکیموں کو رد کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ان دو چیزوں سے ہماری عوام غربت سے کیسے چھٹکارا حاصل کر لے گی، یہ کیسا vision ہے؟ جب بھی بجٹ بنایا جاتا ہے اعداد و شمار اور آبادی کو سامنے رکھتے ہوئے بنایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وسائل کو بھی دیکھا جاتا ہے۔ تب بھی میں نے اس چیز کی مخالفت کی اور میری بجٹ تقریر میں یہ بات ابھی تک موجود ہے۔ اس وقت میں نے یہ کہا تھا کہ micro financing طرز کے کچھ بنک قائم کرنے چاہئیں جو غریب اور بے روزگار لوگوں کو بغیر سود کے قرضے دیں تاکہ سستی روٹی سکیم اور فوڈ سٹیمپ سکیم کا پیسا re-circle ہو سکے۔ سکیمیں بنائی جاتی ہیں یہ کوئی بُری چیز نہیں ہے، vision ہونا چاہیے اور اس کا تسلسل بھی ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ ہم خود ہی ان چیزوں کو بنائیں اور انہیں خود ہی اپنے قلم سے مٹا دیں یا کسی افسر شاہی کی سیاہی سے مٹا ڈالیں۔ ابھی تک میں نے جتنا بجٹ دیکھا ہے مجھے تو لگتا ہے کہ یہ بجٹ کسی افسر شاہی کی سیاہی سے لکھا جاتا ہے اور اسی سے مٹا دیا جاتا ہے اور یہ معزز ایوان تو صرف مذاق بن کر رہ گیا ہے۔ روزگار سکیم کا پہلا point یہ ہے کہ 20 ہزار روپے تک

کا قرض سود پر دیا جائے گا۔ آج ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ گزشتہ سکیموں کی طرح کیا یہ سکیم چلے گی؟ آپ کے توسط سے اس معزز ایوان سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ کیا آپ اس کا طریق کار بتا سکتے ہیں اور کیا یہ سیاسی بنیادوں پر سکیم تیار کی گئی ہے یا عوام کی امنگوں کو سامنے رکھتے ہوئے تیار کی گئی ہے؟ اگر ہم یہ vision دیتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو مچھلی کھانے کا نہیں بتانا، مچھلی پکڑنے کا طریقہ بتانا ہے تو پھر اس کے ساتھ ساتھ vision کو بھی clear کرنا ہوگا اور اس کا تسلسل بھی رہنا چاہئے۔ ورنہ میں یہ کہوں گی کہ وقت ضائع مت کریں اب وقت نہیں ہے، اب وقت انتظار نہیں کرے گا کیونکہ گزرا ہوا وقت واپس نہیں آتا۔ یہاں میں یہ بھی عرض کروں گی کہ صرف تنقید برائے تنقید نہیں ہونی چاہئے۔ میں آپ کو یہاں تجویز دوں گی کہ اس مد میں آپ جو 20ہزار روپے مختص کر رہے ہیں اس کی اوّلین ترجیح دیہاتوں میں ہونی چاہئے کیونکہ شہروں میں تو اس رقم سے کچھ نہیں ہو سکتا البتہ دیہاتوں میں ایسی بہت ساری آبادیاں ہیں جہاں لوگ بے روزگار ہیں، نوکریوں کی کمی ہے unemployment ہے۔ میری حکومت پنجاب سے humble request ہوگی کہ اس کی ترجیح دیہاتوں کی طرف کریں۔ دوسری میری گزارش یہ ہوگی کہ اس کو سیاسی بنیادوں پر نہ کریں ورنہ یہ ان غریب عوام کے دلوں پر چھری، ایک اور کانٹا چلانے کے مترادف ہوگا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہمارے ہاں بار بار غربت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، اب ایک ایسا انقلاب آئے گا جس میں ہم حق اور ناحق سب اس سیلاب میں بہہ جائیں گے۔ یہ ایک ایسا سیلاب ہے جس کو ہم دیکھ نہیں پا رہے، جس کے متعلق ہم سوچ نہیں رہے، جس کی ہم smell نہیں لے رہے۔ آج بھی ہم ائرکنڈیشنوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور شاہی قلم سے ان کی قسمت لکھتے جا رہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ جمہوریت عوام کی آواز ہوتی ہے، جب یہ سکیمیں بنتی ہیں، ایوان کے اجلاس بلائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اپنی تجاویز دیں اور بجٹ پاس ہو جاتا ہے اس کے کچھ ہی عرصہ بعد وہی سکیمیں revise ہو جاتی ہیں۔ یہ عوام کی آواز نہیں ہوتی بلکہ افسر شاہی کی قلم چل رہی ہوتی ہے۔ اس کی تقسیم کا ایک طریق کار ہے میں تو اپوزیشن کی نہایت ہی ادنیٰ ممبر ہوں، میرا vision شاید اتنا بڑا نہ ہو، اس کتاب میں ماشاء اللہ بہت ہی قابل احترام قائدین کا vision بیان کیا گیا ہے۔ ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے، عوام کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے میں اپنا vision دینا چاہوں گی کہ اگر آپ نے عوامی سکیم بنانا ہے تو micro financing طرز کا ایک بنک قائم کیا جائے۔ اگر اس کو سیاسی سکیم بنانا ہے تو پھر اس پر ایک بہت بڑی task force بنے گی، بڑے لوگ اس میں شامل ہوں گے، ان کو غریبوں کے مسائل کا سرے

ہو گا نہیں ہی پتا سے

اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ آپ micro financing کریں، micro finance bank قائم کریں اور اس کے ذریعے اس رقم کی تقسیم کریں۔ دوسرا عالمی دنیا میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خواتین قرض کی واپسی میں بہت زیادہ قابل احترام ہیں اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ اس میں خواتین کو ترجیح دی جائے کیونکہ خواتین کو اگر آپ قرضہ دیں گے تو اس کے results اچھے آئیں گے۔ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ 20 ہزار روپے ہم ایک لاکھ لوگوں کو دیں گے، ضرور دیں لیکن خواتین کی ratio کو بڑھائیں اور جب تک آپ اس کو بنگلہ دیش کی طرح re-circle نہیں کریں گے عوام ہمیشہ کشکول پکڑ کر پھرتی رہے گی اور ہم اس کا مذاق اڑاتے رہیں گے جس کا اب وقت گزر چکا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح بے روزگار سکیم میں پوائنٹ نمبر 2 میں ییلو کیب سکیم کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں پھر کہوں گی کہ وقت ایک انتہائی اہم issue ہے، وقت کی ہمیں پہچان کرنی چاہئے، وقت ایک ایسی چیز ہے جو ہمیں سبق سکھاتا ہے اور وقت ہی ہمیں بتاتا ہے لیکن ہم لوگوں کو اُسے سمجھ نہیں آتی کیونکہ ہم عقلِ کل بن چکے ہیں۔ ہم عوام سے کہتے ہیں کہ ہم ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہی عقلِ کل ہیں، ہم سے زیادہ کوئی اچھی پالیسی نہیں بنا سکتا۔ وقت نے یہ ثابت کیا کہ ییلو کیب سکیم پہلے بھی ناکام ہو گئی تھی یہ گزرا ہوا وقت کہہ رہا ہے میں نہیں کہہ رہی۔ نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ پنجاب حکومت کی لیڈر شپ کے پاس کیا اس سے زیادہ اچھا vision نہیں تھا کہ ہم اپنے پنجاب کے پڑھے لکھے لوگوں کو یہ کہہ رہے ہیں کہ تم ہمارے پاس آؤ اور آکر ٹیکسی ڈرائیور بنو۔ میں انتہائی ادب کے ساتھ پنجاب حکومت سے گزارش کروں گی کہ پنجاب حکومت کا یہ vision نہیں ہے پنجاب حکومت کا vision ہے کہ اپنے لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جائے۔ غریب لوگوں کے دکھوں کا مداوا کرنا، غریب لوگوں کے آنسو پونچھنا ہی vision ہے۔ ییلو کیب سکیم کی جب بھی یہاں پر بات ہوتی ہے، حلال کی روزی کمانے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہئے، میں ٹیکسی ڈرائیور کو برا نہیں کہنا چاہتی کیونکہ رزق حلال عین عبادت ہے لیکن وہ ماں جب دیہاتوں سے بچے کو شہر بھیجتی ہے اور وہ یہ کہتی ہے کہ میرا بچہ بابو بن کر آئے گا، میرا بچہ ڈاکٹر بن کر آئے گا، میرا بچہ انجینئر بن کر آئے گا کیا ہم بچوں کو یہ vision دے رہے ہیں، وہ ماں اب کیا کہے گی کہ میرا بچہ جب شہر سے پڑھ کر آئے گا تو وہ ٹیکسی ڈرائیور بن کر آئے گا؟ میری آپ سے انتہائی عاجزی اور انکساری سے یہ گزارش ہے کہ ان بچوں کو اس طرف نہ لگائیں، اسمبلیوں میں جہاں قانون بنائے جاتے ہیں، جہاں آئین کی تشریح ہوتی ہے ان اسمبلیوں کے لئے تو آپ نے گریجویٹ کی شرط ختم کر دی ہے اور ٹیکسی

ڈرائیور کے لئے آپ نے یہ شرط لگا دی کہ وہ گریجویشن کریں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں تعلیم کے متعلق بات کروں گی۔ ہم یہاں پر تعلیم کی بات کرتے ہیں، اگر میں یہاں تعلیم کی بات کرتی ہوں تو میں اسے تعلیمی emergency کا نام دوں گی۔ میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ صاحب سے کہوں گی کہ اسے صرف تعلیم نہ کہیں بلکہ اسے تعلیمی ایمرجنسی کا نام دیں وہ اس لئے کہ تعلیم کسی بھی معاشرے کے لئے life line ہوتی ہے۔ معاشرے کا انحصار صرف اور صرف تعلیم پر ہوتا ہے آج ہمارا صوبہ پنجاب تعلیم کے حوالے سے ہنگامی صورت اختیار کر چکا ہے جس سے زندگی کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ گیا ہے کروڑوں بچوں کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے۔ میں آج اس ایوان میں کھڑے ہو کر اپنے رب سے دعا کرتی ہوں کہ ایسا نہ ہو مگر اب بھی ہم نے تعلیمی ایمرجنسی نافذ نہ کی تو مجھے خدشہ ہے کہ پنجاب تاریکی میں چلا جائے گا کیونکہ اس وقت پنجاب میں 75 فیصد ایسے بچے ہیں جو سکولوں میں نہیں جا رہے۔ میں یہاں پر ایک پاکستانی اور مسلم لیگی ہونے کے ناتے قائداعظم محمد علی جناح کا vision پیش کرنا چاہوں گی۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گی اس قائد کا vision ہے جنہوں نے اس ملک پاکستان کو آزادی دلوائی، جنہوں نے ہمیں پہچان دی، جنہوں نے ہمیں مسلمان ہونے کی پہچان دی کہ آپ کا اپنا خطہ ہے جس میں یہ سبز ہلالی پرچم لہرایا گیا۔ آج میں کسی ایک پارٹی کا vision پیش نہیں کر رہی بلکہ میں قائد کا vision پیش کر رہی ہوں۔ 1947 میں اعلیٰ پاکستان تعلیمی کانفرنس میں قائداعظم محمد علی جناح نے پیغام دیا تھا کہ "اس ریاست کا انحصار بہت حد تک اس بات پر ہوگا کہ اپنے بچوں کو ہم تعلیم کس طرح دیتے ہیں اور ان کو آگے چل کر اس ملک کا خادم بنانے کے لئے" یہ بہت ضروری ہے ہمارے لئے خادم اعلیٰ بہت قابل احترام ہے یہ ان کے لئے ہے اور یہ قائداعظم محمد علی جناح بھی فرماتے ہیں کہ "اس ملک کا خادم بنانے کے لئے ان کی پرورش کس طور پر کرتے ہیں" اس کانفرنس میں یہ بھی طے پا گیا تھا کہ پاکستان کی حکومتیں اپنے بچوں کے لئے مفت تعلیم لازمی قرار دیں۔ میں یہاں پر ایک بہت ہی اہم نکتہ پیش کرنا چاہتی ہوں کہ ہم آئین اور بالادستی کی بات کرتے ہیں، جب ہم آئین کی بات کرتے ہیں تو آئین کے بغیر ملک اور ریاستیں نہیں چلتیں، ہم پر آئین کی بالادستی لازم ہے اور ہم اس چیز کو بہت احترام سے مانتے ہیں اس لئے میں یہاں پر آرٹیکل A 25 کا حوالہ دوں گی وہ یہ کہتا ہے کہ ریاست کا انحصار اس پر ہے کہ آپ اپنے بچوں کو صرف تعلیم دیں اور اس کا انحصار صرف اور صرف تعلیم دینے پر ہے۔ اس میں یہ بڑا

clear لکھا ہے اور اگر آپ چاہیں تو میرے پاس اس کی binding پڑی ہے میں وہ پیش کر دیتی ہوں۔اس میں بڑا clear ہے کہ پانچ سال سے لے کر سولہ سال تک کی عمر کے بچے کو مفت تعلیم فراہم کی جائے گی اور یہ لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔اب اٹھارہویں ترمیم میں یہ آئین change ہوا ہے، ہم اٹھارہویں ترمیم کی قدر کرتے ہیں۔

جناب سپیکر!میں آپ کی توجہ چاہوں گی چونکہ میں بہت اہم issue پر بات کر رہی ہوں۔ یہاں پاکستان کے وسائل کی بات ہوتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں، میں آپ کی توجہ دلاؤں گی کہ دنیا میں کم از کم 26 ایسے ممالک ہیں جن میں ہم سے مسائل بھی زیادہ ہیں اور وہاں غربت بھی زیادہ ہے لیکن وہ تعلیم کی شرح میں ہم سے کہیں زیادہ آگے ہیں جیسے سری لنکا میں سو فیصد شرح خواندگی ہو چکی ہے بنگلہ دیش میں ہم سے دُگنا شرح خواندگی ہو چکی ہے۔اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ ہے کہ اگر 2031 تک پنجاب کی آبادی آئین پاکستان کی شق کو پورا کرے گی تب 2031 میں پانچ سے سولہ سال کے بچے مفت تعلیم حاصل کریں گے لیکن اگر ہم نے تعلیم کو ترجیح دی تب۔

جناب سپیکر!میں میانی شہر ضلع سرگودھا سے تعلق رکھتی ہوں۔ مجھے میرے گاؤں سے ایک خط موصول ہوا ہے۔ یہ وہاں کے گرلز پرائمری سکول کی تصویر ہے (سکول کی تصویر ایوان میں دکھاتے ہوئے) اس میں 504 بچیاں پڑھتی ہیں میں تصویریں آپ کو بھیجوں گی اور استدعا ہے کہ آپ اسے ریکارڈ کا حصہ بنائیں۔یہ خط میں کہتے ہیں کہ میڈم!ہمیں آپ سے انتہائی گزارش ہے کہ میانی گرلز سکول کی تعداد 504 ہے اور اس سکول کا 78-04-12 میں اجراء ہوا تھا مگر آج تک اس سکول کی عمارت نہیں ہے۔اس عرصے میں سکول مختلف جگہوں پر چل رہا ہے اور موجودہ حویلی میں بھی عرصہ دس سال سے چل رہا ہے جس کے دو کمرے اور ایک واش روم ہے۔ میں یہ اپنی کہانی نہیں بتا رہی بلکہ میں یہ ایوان میں رکھ رہی ہوں، اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے، یہ عوام کی بھلائی کے لئے ہے، یہ ان 504 بچیوں کا مسئلہ ہے، یہ وہ بچیاں ہیں جنہوں نے آگے جا کر اپنے کنبے کو سنبھالنا ہوتا ہے، بچیوں کا پڑھنا ہمارے ملک کے لئے بہت ضروری ہے، بچیوں کی عزت کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!اب میں میو ہسپتال لاہور کی بات کروں گی۔ یہ میو ہسپتال کی حالت ہے (میو ہسپتال کی تصویریں دکھاتے ہوئے)، یہ وارڈ کے باہر کی حالت ہے، جہاں پر ہیپاٹائٹس کی بات آتی ہے تو پچھلے بجٹ میں صحت کے لئے 33 کروڑ روپیہ رکھا گیا تھا جبکہ اب اسے کم کر کے 20 کروڑ روپیہ کر

دیا گیا ہے۔ سیلاب آیا قدرتی آفات آتی ہیں، آبادی بڑھ رہی ہے لیکن ہم پندرہ فیصد کے حساب سے کٹوتی کر رہے ہیں اور 20 کروڑ روپے میں سے -/20 روپے فی بندہ پڑتا ہے۔ میں تو بالکل یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایک بندہ -/20 روپے میں ہیپاٹائٹس کا علاج کروائے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ میانی کا PHR ہسپتال ہے (تصویریں دکھاتے ہوئے) اگر ہیلتھ کا کوئی بندہ بیٹھا ہوا ہے تو یہ دیکھ سکتے ہیں، یہ ڈاکٹر کی ڈینٹل مشین ہے، یہ میانی شہر کے ہسپتال کی ڈینٹل مشین کے اوزار ہیں۔ میں آپ سے استدعا کروں گی کہ وہاں بھی عوام رہتی ہے، وہ ہمارے پنجاب کا اثاثہ ہے لہذا اس کا خیال کریں۔ اب میں زراعت سے متعلق بات کرنا چاہوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ wind up کریں۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جی، میں wind up کرتی ہوں۔ اب میں زراعت سے متعلق بات کرتی ہوں کہ پنجاب آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے اور زراعت کو ریڑھ کی ہڈی کہتے ہیں۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ زرعی رقبہ 51 ملین ایکڑ ہے اور 9.05 ملین ایکڑ رقبے کو کاشت کرنے کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ جس کے لئے ہم صرف اور صرف 3۔ ارب 40 کروڑ روپے رکھ رہے ہیں۔ محکمہ زراعت کھربوں روپے کی آمدنی دینے والا ہے لیکن اس کے لئے اتنی کم رقم رکھی گئی ہے اور دوسری طرف ہم لیپ ٹاپ کے لئے 2۔ ارب روپے رکھ رہے ہیں۔ ہم زراعت کے لئے، کسانوں کے لئے تو 3۔ ارب 40 کروڑ روپے رکھ رہے ہیں اور 2۔ ارب روپے لیپ ٹاپ کے لئے رکھ رہے ہیں۔ کیا یہ اونٹ کے منہ میں زیرہ کے مترادف نہیں ہے؟ لہذا میری استدعا ہے کہ جو لیپ ٹاپ کا 2۔ ارب روپیہ ہے وہ زراعت میں شامل کیا جائے چونکہ یہ ریڑھ کی ہڈی ہے۔

جناب سپیکر! میری کچھ بہنوں اور بھائیوں نے hooting بھی کی ہے اگر کسی کی دل آزاری ہوئی ہے تو میں معافی چاہوں گی لیکن اس ایوان کا نمائندہ ہونے کے ناتے یہ میرا فرض ہے اور میں آئین اور قانون کو دیکھتے ہوئے اس فرض کو نبھاؤں گی۔ اس سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں یہ بھی کہوں گی کہ خدارا اب تنقید مت کریں اور جو صحیح چیز ہے اسے سمجھیں اور اسے درست کرنے کی کوشش کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب تشریف رکھیں۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب سپیکر! صرف ایک منٹ مزید بات کروں گی۔ میں یہ کہوں گی کہ خدارا وفاق اور پنجاب آپس کی ضد کی وجہ سے پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کو نقصان نہ پہنچائیں۔ ایسا نہ کہا

جائے کہ اگر وفاق نے یہ نہ کیا تو پنجاب یوں نہیں کرے گا۔ ہم سب نے مل کر اپنے ملک پاکستان کا نام روشن کرنا ہے۔آخر میں شعر کہتے ہوئے اجازت چاہوں گی کہ:۔

ہم ہیں دریا ہمیں ایک ہونا پڑے گا
جس طرف بھی چل پڑے راستہ خود ہی بن جائے گا

پاکستان زندہ باد۔بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔اب میں اشرف سوہنا صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

جناب محمد اشرف خان سوہنا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کرنے کا موقع عنایت فرمایا ہے۔بجٹ کی صورت میں اعداد و شمار پیش ہو گئے ہیں، ان اعداد و شمار کے پیچھے کسی سیاسی جماعت، حکومت کی سیاسی will اور سیاسی پروگرام ہوتا ہے۔جب اس پر عملدرآمد ہونے کا وقت آتا ہے تو یہ عملدرآمد کا تناسب اس سیاسی حکومت کا اپنے لوگوں کے ساتھ commitment کا تعین کرتا ہے۔وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر میں ایک بڑا خوبصورت اقرار جرم کیا گیا ہے اور میں اس میں سے دو لائنیں آپ کے سامنے پڑھنا چاہوں گا۔

"پاکستان کی تاریخ سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کی طرف سے غریب عوام کو زندگی کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے دعوؤں اور وعدوں سے بھری پڑی ہے۔پاکستان مسلم لیگ (ن) نے روٹی، کپڑا اور مکان کو آج تک سیاسی نعرہ کے طور پر استعمال نہیں کیا لیکن مسلم لیگ (ن) کی قیادت اور اس کی حکومت کو ان بے وسیلہ عوام کے دکھوں اور محرومیوں کا بخوبی اندازہ ہے جن کو اپنے سروں پر ایک چھت بھی میسر نہیں ہے۔بد قسمتی سے پاکستان کی تاریخ کے مختلف ادوار میں ایسے منصوبوں اور پروگراموں کا مقصد ان مراعات یافتہ طبقوں کو فائدہ پہنچانا تھا جن کی چوکھٹ پر زندگی کی نعمتیں پہلے ہی سلام کرتی ہیں"

جناب سپیکر! میں نے اپنے پاس سے کچھ نہیں کہنا۔میں نے پاکستان کی تاریخ کے 25 سال، پانچ دور حکومت، ایک ہی خاندان کی حکمرانی، غریبوں کے لئے آنسوؤں کا دریا، امراء کے خلاف انقلاب کی نوید، کھوکھلے نعرے اور دکھائے جانے والے سنہری خواب ادھورے کے ادھورے رہ جانے کے بارے میں بات کرنی ہے۔یہ کہتے ہیں کہ پاکستان مسلم (ن) نے کبھی روٹی، کپڑے اور مکان کی بات

نہیں کی تو میں آپ کو تاریخ اور پنجاب حکومت کے ریکارڈ سے یہ ثابت کرتا ہوں کہ انہوں نے عوام کو کیا کیا سنہرے خواب دکھائے ہیں۔

جناب سپیکر! میاں محمد نواز شریف صاحب کے پہلے دور حکومت 1987 میں نو جگہوں پر غریبوں اور محنت کشوں کے لئے لیبر کالونیوں کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ بورے والا میں 571 لوگوں کے لئے پلاٹ دینے کا وعدہ کیا گیا جبکہ آج اس لیبر کالونی میں سڑکیں، بجلی چوری، سیوریج اور واٹر سپلائی کے پائپ غائب ہو چکے ہیں۔ اسی طرح 1987 ہی میں کمالیہ میں 731 گھروں کے لئے میاں محمد نواز شریف صاحب نے سنگ بنیاد رکھا۔ وہاں پر بجلی موجود نہیں، ٹرانسفر چوری ہو چکا، سیوریج اور واٹر سپلائی کے پائپ چوری ہو چکے۔ اسی سال جھنگ میں پچاس ایکڑ پر مشتمل لیبر کالونی بنانے کا اعلان کیا گیا اور 1365 لوگوں کو گھر دینے کے سنہرے خواب دکھائے گئے۔ وہاں سے بھی سڑکیں، سیوریج اور واٹر سپلائی پائپ سب کچھ غائب ہو چکا ہے۔ اب آپ اوکاڑہ میں آئیں، 1987 میں میاں نواز شریف صاحب میرے شہر اوکاڑہ میں تشریف لاتے ہیں۔ شہر سے دس کلو میٹر دُور ویرانے میں 24 ایکڑ پر مزدوروں کے لئے لیبر کالونی کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ آج وہاں پر پانی کی ٹینکی غائب اور سیوریج کے پائپ چوری ہو چکے ہیں۔ اب فیصل آباد چلتے ہیں۔ ٹیپو سلطان کالونی، راجہ غضنفر کالونی، حسن شہید کالونی اور محمد بن قاسم کالونی یعنی پانچ سو ایکڑ کے اوپر غریبوں کے لئے ان کالونیوں کا سنگ بنیاد رکھا گیا، پچیس سال ہو چکے لیکن وہاں پر ایک گھر بھی نہیں بن سکا۔ اب میں آپ کو سرگودھا لے کر چلتا ہوں۔ سرگودھا میں اڑتالیس ایکڑ پر غریبوں کے لئے گھر بنانے کا وعدہ کیا گیا، فوٹو کھینچے گئے، اخبارات میں چھپا کہ نوجوان چیف منسٹر پنجاب محنت کشوں سے محبت کرتے ہیں۔ چودہ سو اٹھارہ لوگوں کو خوشخبری سنائی گئی کہ ان کے لئے ورکرز ویلفیئر فنڈ سے گھر بنیں گے۔ وہاں پر چار دیواری غائب اور سڑکوں کی سولنگ کی اینٹیں بھی غائب ہو چکی ہیں۔ اب اس دور حکومت کو دیکھ لیں۔ پرانی شراب نئی بوتل میں بند کر کے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم متعارف کرائی گئی ہے۔ میں تاریخ کو گواہ بنا کر اس ایوان کے اندر کہوں گا کہ جب سیاسی قیادت کہتی کچھ اور ہو جبکہ کرتی کچھ اور ہو تو اس طرح شخصیت کا تضاد کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! حکومتی بنچوں کی طرف سے کہا جائے گا کہ تین سال تک تم خود لیبر منسٹر رہے ہو اس لئے خود ان باتوں کا جواب دو۔ جی، بالکل میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ غریبوں کے لئے آنسو بہانے والے، ایک متحرک اور محنتی چیف منسٹر میرے کہنے اور لکھنے کے باوجود تین سال تک مزدوروں کی وزارت کو وقت نہیں دے سکے۔ میں کہتا ہوں کہ اس چیز کو پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے حوالے سے

Guinness Book of World Records میں لکھا جائے کہ ایک ایسا وزیراعلیٰ بھی ہے جس نے تین سال تک اپنے ایک محکمہ کی briefing ہی نہیں لی۔ ماضی میں غریبوں کے لئے گھر بنانے کا دعویٰ کرنے اور اب آشیانہ سکیم کا اعلان کرنے والوں کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ پرانے خوابوں کا حساب دیئے بغیر پنجاب کے لوگوں کو نئے خواب دکھانا مناسب بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں نے وزیراعلیٰ صاحب سے کہا کہ وفاقی حکومت کی طرف سے میں 3۔ارب روپے لے کر آیا ہوں جن سے ڈیفنس روڈ پر غریبوں کے لئے تیرہ سو گھر بنے ہیں۔آپ میرے ساتھ تشریف لائیں ہم ان گھروں کی inspection کرتے ہیں۔ میں آپ سے رہنمائی اور وقت مانگتا ہوں کیونکہ آپ کو کام کی quality دکھانی ہے۔ جب وزیراعلیٰ صاحب کو یہ بتایا گیا کہ اس لیبر کالونی کا سنگ بنیاد سلمان تاثیر صاحب نے رکھا ہے تو پھر تعصب سامنے آیا اور انہوں نے دس کلومیٹر کے اوپر جاکر پنجاب کے محنت کشوں کے لئے بننے والے گھروں کا visit نہیں کیا۔ دکھ اور ظرف کی بات یہ ہے کہ وہاں سلمان تاثیر صاحب کی سنگ بنیاد کی لگی ہوئی تختی بھی کوئی اکھاڑ کر لے گیا ہے۔ میں نے کہا، جناب چیف منسٹر! آپ نے مظفر گڑھ کے سیلاب زدہ علاقہ میں بیسیوں چکر لگائے، میں نے وفاقی حکومت سے 60 کروڑ روپیہ لے کر وہاں پر ایک لیبر کالونی بنائی ہے تو آپ میرے ساتھ چلیں میں وہاں پر جاکر آپ کو غریبوں کے گھر دکھاتا ہوں۔ جب اُن کو یہ بتایا گیا کہ اس کالونی کا سنگ بنیاد چودھری پرویز الٰہی نے رکھا ہے تو میرے چیف منسٹر کو حوصلہ نہیں پڑا کہ اُس پراجیکٹ کی طرف تشریف لے جاتے۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! غریبوں کے ساتھ ہمدردی جتلانے کے لئے جب سیاسی قیادت کچھ فیصلے کرتی ہے تو میں آپ کو برصغیر کی تاریخ کا ایک بہت بڑا عمل دکھاتا ہوں اور آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہندوستان میں جب گاندھی کو یہ بتایا گیا کہ اُس کے مذہب کی سب سے چھوٹی ذات کے شودر اپنی بے بسی کی وجہ سے مسلمان ہونا شروع ہو گئے ہیں تو گاندھی نے کہا کہ میں اپنے مذہب کے لوگوں کو مسلمان نہیں ہونے دوں گا۔ گاندھی نے شودروں کے ایک محلے میں جاکر رہائش اختیار کی اور اُن کو بتایا کہ اُن کی قیادت میں سے کوئی شخص تو ایسا ہے جو اُن کے اندر اُن کی طرح رہنا چاہتا ہے۔ پاکستان کی حفاظت کا دعویٰ کرنے والے صرف مسلم لیگ (ن) کے سیاستدانوں سے ہی نہیں بلکہ میں اپنی جماعت کے سیاستدانوں سے بھی کہتا ہوں کہ کوئی ایک سیاستدان تو بڑے بڑے محلات، بڑی بڑی کوٹھیوں اور بڑے

بڑے فارم ہاؤسز سے نکل کر پاکستان کے غریب لوگوں کے اندر آ کر رہنے کا فیصلہ تو کرے اور بتائے کہ اُن جیسا کوئی تو ہے جو اُن کے ساتھ رہنا چاہتا ہے اور اُن کے ساتھ مرنا چاہتا ہے۔

جناب سپیکر! اس حکومتی جماعت کے ماضی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آشیانہ سکیم کی کامیابی کے کوئی chances نہیں ہیں۔ جس طرح پہلے نو شہروں کے اندر پیسا ضائع کیا گیا ہے اِسی طرح اِن کا ماضی اور ان کا ریکارڈ، اِن کی commitment اور ان کا vision بتاتا ہے کہ یہ سیاسی نعرہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہتا، میں صرف دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس چیف منسٹر صاحب کو اپنی یہ commitment پوری کرنے کی توفیق دے۔

جناب سپیکر! دانش سکولوں کی طرف آیئے، میں غریبوں کے بچوں کے لئے وفاقی حکومت سے ایک ارب روپیہ لے کر آیا جو آج پنجاب کے خزانہ میں موجود ہے۔ چیف منسٹر کے دفتر میں فائل ایک سال تک پڑی رہی کہ ہمیں طریق کار طے کرنا تھا کہ ہم نے غریبوں کے پچاس لاکھ بچوں کو کیسے facilitate کرنا ہے۔ میں نے چیف منسٹر سے کہا کہ غریبوں اور مزدوروں کے لئے ایک سوشل سکیورٹی میڈیکل کالج بنانا ہے، میں آپ سے پیسا نہیں مانگتا بلکہ آپ سے صرف اجازت اور رہنمائی مانگتا ہوں لیکن مجھے convey کیا گیا کہ اگر تم یہ وعدہ کرو کہ اس میڈیکل کالج کا نام فلاں شخصیت کے نام پر رکھو گے تو صبح ہی اجازت دے دیتے ہیں تو میں نے کہا کہ آپ تو بہت بڑی شخصیت کا نام لے رہے ہو، میں تو کسی عام شخص کے نام پر بھی اس میڈیکل کالج کا نام رکھنے کے لئے تیار ہوں، آپ اجازت تو دیں کہ ہم غریبوں کے بچوں کو مفت میں ڈاکٹر بنا سکیں۔ میں نے وفاقی حکومت سے پیسا لیا اور میں نے کہا کہ بلوچستان سے پانچ سو غریب بچوں کو لاہور میں لا کر پڑھانا ہے، میں نے چیف منسٹر کو سمری بھیجی تو چیف منسٹر صاحب نے اُس کے اوپر لکھا کہ میں اس پروگرام کے لئے خود کوئٹہ جاؤں گا، آج تک خود گئے نہ مجھے جانے دیا۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ ان کی جماعت نے غریبوں کے issue کو کبھی exploit نہیں کیا اور میں نے تو واقعات سے ثابت کر دیا ہے، میں نے تو پنجاب حکومت کی سمریوں پر چیف منسٹر کے notices سے ثابت کر دیا ہے، میں نے تو اعداد و شمار اور ان کے ریکارڈ سے ثابت کر دیا کہ کون غریبوں کے ساتھ وفادار ہے اور کون وفادار نہیں۔ میں اس ایوان میں کہہ رہا ہوں کہ اس ایوان کے سامنے آپ سے مطالبہ کر رہا ہوں کہ میں ابھی جو بات کہنے لگا ہوں اس پر آپ ایوان کی کمیٹی بنائیں اور اس پر مجھے فیصلہ لے کر دیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ چیف منسٹر کا پرنسپل سیکرٹری لیبر منسٹر سے یہ کہے کہ ہم نے

پنجاب کے اندر مزدوروں کے منصوبوں کے لئے وفاقی حکومت سے کوئی گرانٹ نہیں لینی۔اس سے زیادہ کم ظرفی اوراس سے زیادہ چھوٹاپن اور کیا ہو سکتا ہے؟ خدا کے لئے یہ فیصلہ کریں کہ اب غریبوں کے نام پر سیاست نہیں کرنی اوراب ہم نے غریبوں کو سیاست کے لئے نہیں بیچنا۔

جناب سپیکر! چیف منسٹر صاحب نے جوش خطابت میں بیان دیا کہ کرپشن کے خاتمے کے لئے سرجیکل آپریشن کی ضرورت ہے۔یہ سرجیکل آپریشن کس نے کرنا ہے؟ یہ سرجیکل آپریشن تو چیف منسٹر نے کرنا ہے اور چیف منسٹر کس سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ سیاست میں پھر ایک تضاد آیا کہ اس کرپشن کے خاتمہ کے لئے آپ نے اپنے مالیاتی بجٹ میں تذکرہ ہی نہیں کیا، آپ نے کوئی پروگرام ہی نہیں دیا، آپ نے اس حوالے سے کوئی ذکر ہی نہیں کیا کہ آپ یہ کرپشن کس طریقے سے ختم کرنا چاہتے ہیں؟ کرپشن کو ختم کرنے کے حوالے سے سنجیدگی کا اندازہ کیجئے کہ چار مہینے سے انٹی کرپشن ڈیپارٹمنٹ کا کوئی سربراہ ہی نہیں ہے۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

سینئر مشیر تشریف فرما ہیں، میں کہتا ہوں کہ آپ نے ڈی سی او اوکاڑہ کو کیوں بدلا؟ میں کچھ مطالبہ نہیں کرتا، صرف یہ کہتا ہوں کہ آپ نے اُس ڈی سی او کو کرپشن کے الزامات کے تحت بدلا اور میں آپ کو بتاتا ہوں کہ چیف منسٹر صاحب نے اپنے ایک لاڈلے کے کہنے پر اُس کو ڈی سی او اوکاڑہ لگایا تھا۔اُس ڈی سی او نے چپڑاسی اور پٹواری سے لے کر اوپر تک پیسا لیا اور آپ نے اُس کو بدل کر پھر ایک اچھی جگہ پر لگا دیا تو good governance کدھر ہے اور اس بجٹ کا وجود کدھر ہے؟ میں حکومت سے کہہ رہا ہوں کہ اگر حکومت کے اندر اتنی اخلاقی جرأت ہے تو چیف سیکرٹری پنجاب صرف اتنا کہہ دے کہ ہم نے اُس ڈی سی او کو کرپشن کی وجہ سے نہیں بلکہ انتظامی وجہ سے بدلا ہے تو میرا resignation حاضر ہو جائے گا۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا اور اُس دن آپ ہی یہاں پر تشریف فرما تھے کہ 23۔جون 2010 کو آپ نے مجھے گفتگو نہیں کرنے دی تھی، آپ نے کہا تھا کہ وزیر گفتگو نہیں کرے گا لیکن میں نے اُس دن بھی گفتگو کر لی تھی۔(قہقہے)

میں نے اُس دن چیف منسٹر صاحب کے سامنے دو باتیں عرض کی تھیں کہ بھائی نے روٹی کی خاطر اپنی بہن کو قتل کر دیا تھا اور یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز کے وائس چانسلر نے وہاں کے ملازمین کو نوکری سے نکال دیا تھا۔اس پر چیف منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ میں دو دن کے اندر ایوان میں آکر ان دونوں باتوں کا

جواب دوں گا اور اس موضوع کے اوپر آج تک اُن کے دو دن نہیں ہوئے۔ آپ تماشا دیکھیں کہ میں نے جس وائس چانسلر کو چارج شیٹ کیا تھا، آپ نے رولز کے اندر تبدیلی کر کے سپریم کورٹ کے فیصلے کی روح کے خلاف اُس وائس چانسلر کو چار سال کے لئے permanent کر دیا۔ ریکارڈ یہ کہتا ہے، ٹی وی چینل بتا بتا کر تھک گئے ہیں اور اخبارات لکھ لکھ کر تھک گئے ہیں کہ اُس وائس چانسلر نے اپنے بیٹے، جس کی حاضریاں بھی پوری نہیں تھیں اور جس نے امتحانات بھی پاس نہیں کئے تھے کو انہوں نے ایم بی ایس کی ڈگری جاری کر دی۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! میں اشاروں کنایوں میں باتیں نہیں کر رہا، میں کسی خوف کے زیر اثر تذکرہ نہیں کر رہا بلکہ میں تو سیدھی سیدھی باتیں کر رہا ہوں اور سیدھا سیدھا بتا رہا ہوں کہ چیف سیکرٹری صرف دیانتداری سے یہ کہہ دے کہ انہوں نے ڈی سی (اوکاڑہ) کو کرپشن کے الزامات کی وجہ سے نہیں بدلا تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ کوئی اخلاقی جرأت تو پیدا کرے۔ آپ جب ڈاکٹروں کو ڈگریاں دینے والے شخص کو اتنی بڑی بددیانتی کے بعد بھی وائس چانسلر لگاتے ہیں تو کرپشن کا سرجیکل آپریشن کس نے کرنا ہے؟ اس یونیورسٹی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین اور اس اسمبلی میں پیش کئے گئے بجٹ کے روح رواں میں ان کا نام نہیں لیتا، آپ نے ان سے غریبوں کا غریب نواز بجٹ بنوایا جنہوں نے پاکستان کے اندر اپنے بیٹے کی شادی کرنا بھی پسند نہ کی تھی، اس شخص نے جو پنجاب کے غریبوں کے کے لئے بجٹ بنانے والا شخص ہے، اس نے دبئی کے اندر ایک ایسے ہوٹل میں اپنے بیٹے کا ولیمہ کیا جہاں 16 لاکھ ڈالر ایک گھنٹے کے چارج کئے جاتے ہیں۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے اسحاق ڈار، اسحاق ڈار کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! میں یہ باتیں چیئرنگ کراس پر نہیں کر رہا بلکہ اسمبلی کے اندر ذمہ داری سے کر رہا ہوں۔ اگر یہ بجٹ اس شخص نے تیار نہ کیا ہوتا تو یقین کریں میرا ظرف مجھے اجازت نہ دیتا کہ میں اس بات کا تذکرہ یہاں کرتا۔ میں بجٹ بنانے والے اور بجٹ کے درمیان صرف ایک مماثلت اور تعلق پیدا کر رہا ہوں۔ میں ادب سے عرض کروں گا اور کابینہ کے دوست اس بات کے گواہ ہیں۔ میں نے وزیر اعلیٰ صاحب سے کہا کہ آپ جب تک پنجاب کے اندر معاشی انصاف قائم نہیں کریں گے تو آپ پنجاب کے اندر محفوظ ہیں، میں محفوظ ہوں اور نہ میری اور آپ کی اولاد محفوظ ہے۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ کیا کرنا چاہئے تو میں نے کہا کہ جناب وزیر اعلیٰ میں آپ کی ایک منت کرتا ہوں کہ پنجاب کے اندر معاشی انصاف قائم

کرنے کے لئے پنجاب میں چار کروڑ کام کرنے والے مزدوروں کو تنخواہ صرف بذریعہ چیک دلوا دیں۔ پنجاب حکومت نے کم از کم سات ہزار روپے تنخواہ کا جو نوٹیفکیشن جاری کیا ہے اس پر عملدرآمد کے لئے بذریعہ چیک مزدوروں کو تنخواہ دے دیں تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ پنجاب کے اندر نصف غربت صرف لیبر قوانین کے اوپر عملدرآمد کرنے سے ختم ہو جائے گی۔ لیبر قوانین پر عملدرآمد اس پنجاب میں نہیں ہونا اس لئے کہ یہ دو متصادم طبقات ہیں اور ہم حکمران لوگ غریبوں کے مدمقابل طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جس نے مجھے ہمیشہ منتخب کیا ہے۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اس بجٹ کو پیپلز پارٹی نے یقیناً support کرنے کا فیصلہ کیا ہے لیکن میں اسمبلی کے لوگوں سے مدد مانگتا ہوں، میں ممبران اسمبلی سے گزارش کرتا ہوں اور میں وزیر خزانہ کی منت کرتا ہوں کہ آخر اس میں کیا حرج ہے کہ یہ اسمبلی فیصلہ کرے کہ کسی مزدور کو سات ہزار روپے سے کم تنخواہ نہیں دی جائے گی اور ہر مزدور کو بذریعہ چیک تنخواہ دی جائے گی۔ میری یہی گزارش اور تجویز ہے کہ یہ حکومت ہماری ایک بات تو مانے، جو غریبوں کے حق میں آنسو بہاتے ہوئے نہیں تھکتے اور جو اشرافیہ کے خلاف انقلاب آنے کی نوید سنا رہے ہیں وہ خدا کے لئے کم از کم ایک جگہ پر تو support کریں۔

میں آخر میں صرف ایک شعر سنا کر اجازت لوں گا۔ شعر یہ ہے کہ

جس دیس کے کُوچے کُوچے میں افلاس آوارہ پھرتا ہو
دھرتی بُھوک اُگلتی ہو دُکھ فلک سے گرتا ہو
جہاں ننگے بُھوکے بچے آہوں پہ پالے جاتے ہوں
سچائی کے مجرم زنداں میں ڈالے جاتے ہوں
برسوں سے یہ مٹی اپنے اُوپر یہ ظلم سہتی ہے
پھر بھی اپنے دیس کے رہنے والوں کو
زندہ ہے بھٹو زندہ ہے بی بی کہتی ہے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، علی اصغر منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم o اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o جناب سپیکر! شکریہ۔ آج اس حکومت کے چوتھے بجٹ کو پیش کرنے پر میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل صاحب، اپنے صوبے کے قائد ایوان عزت مآب وزیر اعلیٰ پنجاب

میاں محمد شہباز شریف صاحب، محکمہ خزانہ اور محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے عملہ، اپنی پارٹی کے زعماء دانشوروں اور ممبران صوبائی اسمبلی تمام کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اس نفسا نفسی اور بھوک ننگ کے عالم میں جس وقت وفاقی حکومت نے پیداواری اخراجات کی items میری مراد سوئی گیس، بجلی، پٹرول اور چینی کی قیمتوں کو زمین سے آسمان تک پہنچا دیا اس کے علاوہ لوٹ مار اور ڈکیتی کا وہ بازار گرم کیا کہ آج بڑے سے بڑے ڈاکو کی روح بھی کانپ رہی ہے۔ وہ بھی شرم سے مرے جا رہا ہے کہ جس طرح production items کی قیمتوں میں 200 فیصد اضافہ کیا گیا اب یہ وہی لوگ ہیں جو مشرف کے ساتھی ہیں جنہوں نے اُس آمر کو گارڈ آف آنر دے کر اس ملک سے رخصت کیا اور آج یہی لوگ اس پر objection کر رہے ہیں۔ اس پر کسی دانشور نے کیا خوب کہا تھا کہ

"چھج تاں بولے گا پر چھانی کیہہ بولے گی جینہوں آپ چھتّی سو چھید"

جناب سپیکر! آج وہی مشرفی ٹولہ اکٹھا ہو گیا ہے۔ آج آئین توڑنے والے، مشرف کو گارڈ آف آنر دینے والے، ججوں کو معزول کرنے والے۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران (ق) لیگ کی طرف سے
"ضیاء الحق کا ٹولہ، ضیاء الحق کی پیداوار" کی آوازیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: .Order in the House پلیز ذرا حوصلے سے سنیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آج وہی لوگ جنہوں نے اس ملک کو اغیار کے ہاتھوں گروی رکھ دیا ہے یہ آج کس منہ سے اس ملک کے عوام کی بات کرتے ہیں؟ آج میں وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جو مشرف کے ٹولے کی لوٹ مار کی اُس لہر کے درمیان ایک شمع لے کر وزیر اعلیٰ پنجاب کی سربراہی میں پنجاب میں نکلا ہے۔ آج جب غریبوں کی فلاح و بہبود کی بات کی جاتی ہے تو اِن لوگوں کے پیٹ میں دَرد اور مروڑ کیوں اٹھتے ہیں؟

(اس مرحلہ پر معزز ممبران (ق) لیگ کی طرف سے "ضیاء الحق کی پیداوار" کی آوازیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: Order in the House. This is no way! ایک معزز ممبر بات کر رہے ہیں لہذا آپ سننے کا حوصلہ بھی رکھیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو ایوان کے انہی بنچوں پر چڑھ کر etiquettes کے خلاف غیر اخلاقی طور پر یہاں پر بھنگڑے ڈالا کرتے تھے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ بجٹ کے points پر بات کریں۔ یہ گیارہ سال ضیاء کے ساتھ رہے ہیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ آج کس procedure کی بات کرتے ہیں؟ آج جب میرا قائد غریبوں کے لئے آشیانہ ہاؤسنگ سوسائٹی کا اعلان کرتا ہے تو ان لوگوں کو پتا نہیں مالیخولیا کیوں ہو جاتا ہے؟ جب غریب کی اصلاح کی بات ہوتی ہے تو یہ لٹیرے، پنجاب بنک کے ڈاکو، جاگیر دار، سرمایہ دار اور وہ ٹولہ جس نے دس سال کبھی پیٹریاٹ کی شکل میں اور کبھی (ق) لیگ کی شکل میں مشرف کا وردی میں ساتھ دیا۔ آج میں وحدہ لاشریک کی قسم کھا کر، مدینہ شریف والی ذات کی قسم کھا کر اور حلفاً یہ بات کہتا ہوں کہ میرا قائد دانش سکول اس لئے بناتا ہے کہ یتیموں اور مساکین کے بچوں کو وہاں پر تعلیم دی جائے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران (ق) لیگ کی طرف سے "جھوٹ، جھوٹ" کی آوازیں)

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ کی جگہ پر ضیاء الحق کو بٹھایا گیا تھا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آپ یقین کریں کہ میں چشتیاں ہائی سکول کے افتتاح پر موجود تھا۔ خدا کی قسم میں نے اپنے قائد کو ایک بے سہارا، یتیم اور مسکین جس کے والدین فوت ہو چکے ہیں اُس کی documentary کو دیکھتے ہوئے روتے ہوئے دیکھا ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: بے سہاروں کا تو آپ لوگوں نے راستہ ہی بند کر دیا ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا قائد غریبوں کے لئے 6 ہزار ماہانہ آمدنی والے والدین کے یتیم اور بے سہارا بچوں کے لئے جب اربوں روپے کے خزانے کے پنجاب کی غریب عوام کے لئے منہ کھول دیتا ہے تو اِن لوگوں کے پیٹ میں درد اٹھتا ہے کیونکہ یہ لوگ وڈیرے، جاگیر دار، سرمایہ دار اور ایلیٹ کلاس ہیں لیکن میرا قائد وہ قائد ہے جو مزدوروں کی بات کرتا ہے مگر جاگیر داروں کی بات نہیں کرتا۔ میرا قائد وہ قائد ہے جو آئین، دانش سکول اور آشیانہ ہاؤسنگ سوسائٹی کی بات کرتا ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! یہ بجٹ پر بات کریں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا قائد پنجاب کی سیلاب میں گھری ہوئی دکھی عوام بلکہ پاکستانی عوام کی بات کرتا ہے۔ میں دعوے سے عرض کروں گا کہ جیسے آپ بھی وزیر اعلیٰ پنجاب اور میاں نواز شریف صاحب کے حکم پر سندھ کے دورے پر گئے تھے اور میں نے بھی قائد کے حکم پر

امدادی سامان لے کر اپنا گھر بار چھوڑ کر دادو کے غریب آدمیوں کے ساتھ عید منائی تھی کیونکہ یہ میرے قائد کا vision تھا، میرے قائد کا حکم تھا اور مسلم لیگ (ن) کا پروگرام تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

سیدہ ماجدہ زیدی: وہ فراڈ کی بات بھی کرتا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران (ق) لیگ کی طرف سے
"ضیاء الحق کا ٹولہ، ضیاء الحق کی پیداوار" کی آوازیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! ذرا ایک منٹ تشریف رکھیں۔ میری قائد حزب اختلاف سے گزارش ہے کہ جب اپوزیشن بنچوں کی طرف سے تقریر ہوتی ہے تو Chair کا کام ہے جیسے ہم اِدھر سے کنٹرول کرتے ہیں۔ ہر ایک کا اپنا اپنا نقطہ نظر ہے جس نے اسے پیش کرنا ہے۔ جب آپ کی باری آئے گی تو اُس پر جواب دے دیں but this is very bad اور کسی ممبر کے بارے میں personal comments pass کرنا decorum of the House کے خلاف ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ بھی اِن کو سمجھائیں کہ یہ بجٹ پر بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بھی بیٹھ جائیں۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ ہمارے لیڈروں کے نام لے کر بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، میری بات سنیں۔ آپ یہاں پر ریکارڈ نکال لیں، سب نے اس طرح بات کی ہے لہذا اب اس طرح کی بات نہ کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ personal ہو رہے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ہم اِن کو بات نہیں کرنے دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ ٹائم تقریر میں count نہیں ہے کیونکہ یہ علیحدہ سے ٹائم ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ ہمارے لیڈر کا نام لے کر کیوں بات کر رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی تقریر نکال لیں آپ نے خود نام لئے ہوئے ہیں۔ پلیز ذرا سننے کا حوصلہ رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: اِس نے ہماری پارٹی کا نام لیا ہے۔ ہم واک آؤٹ کر جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حوصلہ کریں اور اُن کے نقطہ نظر کو سنیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ہم انہیں نہیں بولنے دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔Kindly ایوان کے اندر کوئی ممبر dictate نہ کرے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ ہماری پارٹی کا نام لے رہا ہے لہذا ہم ایوان نہیں چلنے دیں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں اپنے اپوزیشن کے معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ چودھری ظہیر صاحب اور میں نے بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں وعدہ کیا تھا کہ آپ جس طرح مرضی ہم پر تنقید کریں اور ہم آپ پر تنقید کریں لیکن سب کو موقع ملنا چاہئے۔ میں اپنی اپوزیشن کی معزز ممبران سے یہ کہوں گا کہ تنقید برائے اصلاح ہونی چاہئے۔ میٹنگ میں یہ بھی طے پایا تھا کہ کسی بھی قیادت کا ذکر ہو گا نہ اُن کے خلاف بات ہو گی۔ منڈا صاحب بجٹ پر ضرور بات کریں لیکن یہ قیادت کا نام لیں اور نہ اُن کا ذکر کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب! پہلی بات یہ ہے کہ آج جب اشرف سوہنا صاحب اور زوبیہ رباب صاحبہ تقریر کر رہی تھیں تو مجھے چٹیں آئیں کہ قیادت کا نام لیا جا رہا ہے اور قیادت پر بات بھی ہو رہی ہے جس پر میں نے اُن کو منع کیا کہ یہاں سب کا اپنا ایک نقطہ نظر ہے اور اسمبلی ہی ایک ایسا forum ہے جس پر ہمیں حوصلے کے ساتھ بات کرنی بھی چاہئے اور سننی بھی چاہئے۔ اگر کسی قیادت کا نام لیا گیا ہے تو اُس پر میں ابھی کارروائی کروں گا اور اگر قیادت کا نام نہیں لیا گیا بلکہ پارٹی کا نام لیا گیا ہے تو اُس پر کوئی کارروائی نہیں ہو گی کیونکہ یہ already decision ہو چکا ہے کہ پارٹی کے نام اور policies پر بات ہو سکتی ہے۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، گوندل صاحب!

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! منڈا صاحب کی تقریر میں کچھ الفاظ غیر پارلیمانی تھے مثلاً یہ "بی کلاس اور دو نمبر وغیرہ" تو اس طرح کے الفاظ کارروائی سے حذف کرائے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ میں اسے چیک کر لیتا ہوں۔ سیکرٹری صاحب! اگر اس میں کوئی بھی ایسا لفظ ہو تو اسے حذف کیا جائے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وقفہ ہوا ہے تو میں نے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے کہ ہماری معزز ممبر عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ نے مجھے ابھی بتایا کہ وہ ٹی وی کے دو تین پروگراموں میں گئی ہیں جہاں رانا ثناء اللہ صاحب اور بابر اعوان صاحب کے issue کے حوالے سے بات کی ہے۔ وہ کہہ رہی ہیں کہ انہیں کسی اخباری نمائندے کے ذریعے رانا ثناء اللہ صاحب نے دھمکیاں دی ہیں کہ میں "آپ کو اس کا سبق سکھاؤں گا اور اس طرح کی بات کی ہے"۔ (شیم، شیم)

جناب سپیکر! سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب یہاں پر تشریف رکھتے ہیں تو وہ اس بارے میں کچھ وضاحت کر دیں یا پھر اس حوالے سے کوئی کمیٹی بنا دیں کیونکہ یہ بڑا حساس معاملہ ہے۔ پہلے قتل کی بات ہوئی اور اب اس طرح کی دھمکیاں دینی شروع کر دی گئی ہیں تو ہم اس کی مذمت کرتے ہیں اور آپ سے امید بھی کرتے ہیں کہ اسے seriously لیتے ہوئے اس پر کمیٹی بنائیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کیونکہ ہم اس طرح کی دھمکیوں سے ڈرنے والے ہیں اور نہ ہم اس طرح پیچھے ہٹیں گے۔ آپ کے فیصلے کی ضرورت ہے اور مہربانی کر کے اس پر action لیں اور اپنی ruling دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے یہ کہوں گا کہ رانا ثناء اللہ صاحب ادھر ہی موجود ہیں۔ انہیں ایوان میں آنے دیں تو وہ خود ہی جواب دیں گے۔ جی، منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل دوست نے ایک cross question put کیا ہے جس کا میرے پاس بہت ہی خوب صورت جواب ہے لیکن میں میاں محمد نواز شریف صاحب کا ورکر

ہوں اور میاں محمد شہباز شریف صاحب کی حکومت میں ایک نمائندہ ہوں لہذا مجھے صرف ایک بات سکھائی اور بتائی گئی ہے کہ کبھی بھی اخلاق کا دامن نہیں چھوڑنا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!الحمد للہ تعلیم کی کمی نہیں ہے تو میرے نہایت قابل احترام قائد حزب اختلاف تشریف رکھتے ہیں، باقی بھی میرے لئے قابل احترام ہیں تو انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اب تک اپنی پوری گزارشات میں کسی کا نام لے کر اسے حرف تنقید نہیں بنایا اور یہ میرا پارلیمانی حق ہے کہ جو لوگ ساڑھے تین سال تک ہمارے ساتھ اقتدار میں مزے لوٹتے رہے وہ آج تک سرکاری گاڑیاں اور گھر استعمال کر رہے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب!Chair کی طرف منہ کر کے بات کریں۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): میں اپنی پارٹی کی طرف اس لئے منہ کر رہا ہوں کہ یہ decorum کے خلاف بات ہے لیکن کیا کروں کہ میرے معزز دوست میری ہر بات پر ناراض ہوتے ہیں۔پتا نہیں یہ کیوں دکھی ہو جاتے ہیں اس کی مجھے سمجھ نہیں آئی؟آج یہ فوڈ سپورٹ سکیم پر تنقید کرتے ہیں تو مجھے یہ بتا دیں کہ کون سا ہمارا معزز ساتھی ہے جس نے فوڈ سپورٹ پروگرام کے فارم نہیں لئے تھے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "میں نے نہیں لئے" کی آوازیں)

جناب سپیکر!یہ کورا جھوٹ ہے اور اسی طرح کا جھوٹ ہے جس طرح رینٹل پاورز کا جھوٹ ہے، یہ اسی طرح کا جھوٹ ہے جس طرح حج سیکنڈل میں ایک وفاقی وزیر نے تراویح، نماز اور نوافل پڑھے اور آج وہ اللہ کے فضل و کرم سے "زیارتیں" کر رہا ہے۔آج دیکھیں یہ وہ دوست ہیں جنہوں نے حاجیوں کو بھی نہیں بخشا، جنہوں نے سرکار مدینہ ﷺ کے غلاموں کے غلاموں کو بھی نہیں بخشا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے پی آئی اے، سٹیل مل، این آئی سی ایل، پنجاب بنک اور پتا نہیں کون کون سا پاکستان کا محکمہ ہے جس میں اندھیر نگری نہیں مچائی۔ میں ایک ایک محکمہ کے ایک ایک سیکنڈل کو with documentary ثابت کر سکتا ہوں۔ یہ اگر ایک بھی سیکنڈل یا الزام ہمارے قائد، ہمارے قائد کی قیادت اور میرے قائد کی حکومت پر سامنے لے آئیں تو میں اس اسمبلی سے resign دے دوں گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں وہی بات کروں گا کہ آج اگر میرا قائد پنجاب کے پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں سے پستول اور کلاشنکوف واپس لے کر انہیں ایک باعزت روزگار دینا چاہتا ہے اور اگر ویٹرنری و زرعی گریجویٹ اور انجینئر کو مفت زمینیں اور بلا سود قرض دیتا ہے تو میرے ان ساتھیوں کو پتا نہیں کیا problem ہوتی ہے، انہیں کیا مالیخولیا ہو جاتا ہے؟ یہ ہمارے دوست کہتے ہیں کہ سیلاب کے دنوں میں وزیر اعلیٰ صاحب موٹر سائیکل، گاڑیوں اور پتا نہیں کن کن چیزوں پر سوار ہو کر ان علاقوں میں گھومتے تھے تو میں کہتا ہوں کہ آپ کو یہ بھی توفیق نہیں ہوئی اور آپ نے اے سی والے کمرے چھوڑے اور نہ اپنے خاندان اور بیوی بچے اور اپنے عشرت کدے چھوڑے۔ خدا کی قسم میرے قائد آٹھ، آٹھ دن اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنے بچے اور اپنا آرام دہ بستر چھوڑ کر سیلاب کے مصیبت زدہ علاقوں میں دکھی عوام کی خدمت کرتے تھے، ان کی پوری ٹیم، ممبران صوبائی اسمبلی و قومی اسمبلی اور ان کے ورکرز جس میں ہمارے سینئر مشیر سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب بھی دکھی عوام کی دن رات خدمت کرتے رہے ہیں۔ آج انہیں جنوبی پنجاب کا بھی مالیخولیا ہو گیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ بات وقت ثابت کرے گا کہ سیلاب کے دنوں میں کس نے دکھی انسانیت کی خدمت کی اور کس نے سیاست کی، کس نے غریبوں کے ساتھ مذاق کیا اور کن کے جھوٹے اور جعلی لیڈروں نے جعلی کیمپ لگائے؟ آج میرے قائد جنوبی پنجاب میں ان کی آبادی سے زیادہ ان کے لئے بجٹ مختص کرتے ہیں تو یہ لوگ اس دکھ سے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور ان لوگوں کی عقل کام چھوڑ دیتی ہے۔ میں اپنی speech کو wind up کرتے ہوئے اپنی آخری گزارشات کروں گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے وفاقی محکموں کے ہر wing اور ہر شعبے میں لوٹ مار مچا رکھی ہے اور کرپشن کا وہ بازار گرم کیا ہوا ہے کہ جو بچ گیا تھا اس میں آج مشرف کی باقیات بھی شامل ہو گئی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مشرف کو وردی میں دس بار صدر منتخب کرنے کے لئے انہی بنچوں پر بیٹھ کر وعدہ کیا تھا تو آج یہ کس منہ سے آئین کی بات کرتے ہیں اور پنجاب کے عوام کی فلاح و بہبود کی بات کرتے ہیں؟ پورے پاکستان کے عوام گواہ ہیں کہ کون شخص ایک ہی سوٹ اور ایک ہی چپل میں گزارہ کرتا ہے اور کون شخص سو سو سوٹ جس کی قیمت لاکھوں روپے میں ہے، وہ کون ہے اس کی فیملی کیا کرتی ہے، اس کے بیٹے کیا کرتے ہیں اور اس کے بھائی کیا کرتے ہیں؟ آج پورا میڈیا، پورے پنجاب کی عوام بلکہ پاکستانی عوام یہ دیکھ رہی ہے کہ کس نے پنجاب، پاکستان کی عوام کے ساتھ پیار کیا اور کس نے ملکی وسائل کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے؟ چند دن پہلے پچھلے اجلاسوں میں انہوں نے جس طرح سے واٹر فلٹر پلانٹ میں لوٹ مار کی اور ٹھیکوں کے نام

پر مشرف کے دونوں ساتھیوں نے لوٹ مار کا وہ بازار گرم کیا کہ آج بڑے سے بڑا ڈاکو بھی شرم سے ڈوبنے کے لئے جگہ تلاش کر رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں آخری بات کر کے اجازت لوں گا کہ پورے پاکستان کی عوام اس بات سے باخبر ہے کہ پٹرول کی قیمتیں کون بڑھاتا ہے، کون اس پر کمیشن لیتا ہے، چینی کی قیمتیں کون بڑھاتا ہے، سی این جی گیس کی بندش کون کرتا ہے اور سی این جی کی لوڈ شیڈنگ کون کرتا ہے؟ میں پنجاب کی عوام کے لئے ایک message دے کر جا رہا ہوں کہ جب پٹرول، سوئی گیس، بجلی، چینی اور کھاد مہنگی کر دی جائے گی تو بھلا کس طرح قیمتیں کنٹرول ہوں گی؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے غریبوں کے منہ سے نوالہ بھی چھین لیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ اقتدار کا مزہ لوٹتے رہے، لیبر کالونیوں میں جا کر چیک تقسیم کرتے رہے اور پانی چوری کرواتے رہے۔ آج یہ کس منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں؟ اس موقع پر میں ایک شعر کہہ کر اجازت لوں گا اور یہ شعر ان کے لئے لمحہ فکریہ ہو گا۔

جن کے لئے ہم رک رک کر چلے
آج وہی لوگ ہمیں آبلہ پا کہتے ہیں

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ ملک محمد وارث کلو!

ملک محمد وارث کلو: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آج بجٹ پر تقریر کرتے ہوئے میں عرض کروں گا کیونکہ جو شیلی تقریریں جو پہلے اُدھر سے شروع ہوئیں اور اِدھر سے بھی کافی ہو گئی ہیں اس لئے میں تھوڑا آرام سے یہ عرض کرنا چاہوں گا۔ بجٹ آمدن اور اخراجات کا ایک تخمینہ ہوتا ہے۔ ایک گھر کا سربراہ بھی اپنے گھر کا بجٹ بناتا ہے۔ وہ جب اپنے مہینے اور سال کا بجٹ بناتا ہے۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت نہیں ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں نے صرف یہ بات کرنی ہے کہ کلو صاحب ماشاء اللہ بڑی اچھی تقریر کرتے ہیں مگر ان کا قد ذرا بڑا ہے اور مائیک چھوٹا ہے اس لئے وہ رانا ثناء اللہ صاحب کے مائیک پر آ جائیں تو بہتر ہے تاکہ ہم سن سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کی آواز تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائے گی، آپ بے فکر رہیں۔ جی، کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! اس سلسلہ میں ایک سربراہ کا فرض ہوتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ میرے گھر کے کیا حالات ہیں۔ جب اس نے بجٹ بنانا ہے تو وہ اپنی پوری آمدن، اخراجات، گھر کے افراد جو بیماری میں ہوتے ہیں، جن کے تعلیمی اخراجات ہوتے ہیں اور جو بھی وہ سال یا مہینے میں دیکھتا ہے تو اس کے حساب سے اپنا بجٹ بناتا ہے۔ جب ملکوں اور صوبوں کا بجٹ بنانا ہو تو ظاہر ہے کہ جو معروضی حالات ہیں ان کو دیکھنا، جو محدود وسائل ہیں ان کو دیکھنا اور پھر ان تمام چیزوں کو دیکھنے کے بعد بجٹ بنانا پڑتا ہے۔ یعنی ہماری آمدن کیا ہے، اخراجات کیا ہیں اور ہمارے حالات کیا ہیں؟ اب میں بغیر کسی تنقید کے جو میں سمجھتا ہوں وہ بیان کروں گا کہ ہمارا ملک اس وقت انتہائی مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس میں سب سے بڑی مصیبت دہشت گردی کی جنگ ہے اور یہ اغیار کی جنگ ہمارے اوپر تھوپ دی گئی ہے۔ ہمارا پورا ملک آٹھ نو سال سے اس جنگ کی لپیٹ میں ہے جس نے ہماری معیشت کو مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے اور ہماری sovereignty بھی خطرے میں ڈال دی ہے۔ اسی طرح میں اپنے تہہ دل سے یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت ملک میں جو کرپشن کا گراف اپنی height پر ہے وہ repeat کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح غربت اور بے روزگاری کی یہ حالت ہے، ہمارے ملک کا جو latest survey آیا ہے اس کے مطابق 42 فیصد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندہ رہ رہے ہیں۔ میں یہ بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس 42 فیصد میں سے پنجاب 55 فیصد سے بھی اوپر ہے۔ پنجاب میں غربت سب سے زیادہ ہے۔ بلوچستان، سندھ اور سرحد کی نسبت پنجاب میں غربت سب سے زیادہ ہے۔ بیرونی قرضوں کا یہ حال ہے کہ یہ قرضے 55۔ارب ڈالر سے تجاوز کر گئے ہیں اور ان کے سود کی قسط بھی ہم مزید قرضے لے کر ادا کرتے ہیں۔ ہمیں ایک لت سی پڑ گئی ہے اور ہمیں نشہ ہو گیا ہے کہ ہم اس قرضے کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ حالت یہ ہے کہ جب وہ ہمیں قرضہ دیتے ہیں تو اپنی شرطیں منواتے ہیں اور وہ شرائط مان کر، چاہے وہ کیری لوگر بل کا 1.5۔ارب ڈالر ہو یا کوئی اور ہو ہم وہ کرتے ہیں۔ اب اس vicious circle میں جو اس وقت چل پڑا ہے، مزید قرضے لے کر یہ پورا بوجھ غریب پر لاد دیا جاتا ہے اور ان قرضوں کے ثمرات غریب تک نہیں پہنچتے۔ وہ ایلیٹ کلاس کی عیاشیوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں مگر غریب تک نہیں پہنچتے۔ اس سلسلہ میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک نے USA کے ساتھ مل کر ہمیں ایک شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ ہم اس ہیروئن پینے والے کی طرح سے ہو گئے ہیں کہ جب اس کا نشہ ٹوٹتا ہے تو چاہے اس کی ماں ہو، چاہے اس کی بہن ہو، چاہے اس کے بچے ہوں وہ سارے فروخت کرنے کے لئے رکھ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

مجھے ایک پڑی چاہئے۔اب ایک کیری لوگر بل ہم نے لینا ہوتا ہے تو کانگرس کا ایک ممبر بلکہ پورا USA ہم سے اپنی شرائط منواتا ہے اور ہم مانتے چلے جاتے ہیں لیکن اس سارے process کا فائدہ غریب تک نہیں پہنچتا۔

جناب سپیکر! اب ہمارے ملک میں یہ سلسلہ ہے کہ بجلی، گیس اور تیل وغیرہ کی قیمتیں بڑھانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔یہ ڈائریکٹ ٹیکسیشن ہے، جب یہ ٹیکسیشن کی جاتی ہے تو اس ٹیکسیشن سے پورے ملک کے غریب عوام متاثر ہوتے ہیں۔اگر بے چارے پہلے سے بد حال ہیں تو بد سے بد تر حالت میں چلے جاتے ہیں۔ہمارے ملک میں mismanagement کی انتہا ہو گئی ہے کیونکہ میں کوئی ایسی بات نہیں کر رہا آپ دیکھتے ہیں کہ اس وقت ملک میں پٹرول، بجلی، گیس اور نہ ہی کوئی اور چیز ملتی ہے۔ صنعتیں بجلی اور گیس سے چلتی ہیں، پندرہ سے اٹھارہ گھنٹے تک بجلی کی لوڈشیڈنگ کی جارہی ہے جس سے صنعتیں تباہ ہو گئی ہیں۔اس میں سب سے بڑی بات جو ہے وہ میں آپ کے توسط سے کرنے کی جسارت کروں گا کہ پنجاب کو نشانہ بنایا جارہا ہے اور یہ ساری لوڈشیڈنگ صرف پنجاب میں کی جارہی ہے مثلاً اگر دس روٹیاں اور پندرہ بندے ہیں اور ان میں روٹیاں تقسیم کرنی ہیں تو حصہ برابر کے حساب سے تقسیم کرنا چاہئے لیکن یہ نہیں کیا جارہا، تمام لوڈشیڈنگ پنجاب میں کی جارہی ہے اور پنجاب کی صنعتیں تباہ کر دی گئی ہیں۔پنجاب کے غریب عوام پہلے غربت اور بے روزگاری سے مرے ہوئے ہیں اور اب لوڈشیڈنگ اور قیمتوں کی گرانی سے مزید مر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے یہ بات ایوان بالا تک پہنچاؤں گا کہ اس کا کچھ کیا جائے۔ ان حالات میں صنعتیں بند ہو گئی ہیں، لوگ بے روزگار ہو گئے ہیں اور لوگ ٹائر جلا کر سڑکوں پر احتجاج کر رہے ہیں۔انڈین پنجاب پورے انڈیا کو گندم مہیا کرتا ہے لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ وہاں پر گھروں میں بجلی نہیں ہے لیکن کھیتوں میں بجلی جگہ جگہ پر پہنچائی جاتی ہے، ان پر سبسڈی دی جاتی ہے اور بجلی کے ریٹ کم ہیں۔وہاں ہر وقت ہر سہولت کاشتکار کو دی جاتی ہے لیکن یہاں ہمارے ملک میں الٹی گنگا بہہ رہی ہے اور یہاں ہو کیا رہا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ زمینداروں پر ٹیکس لگائیں۔اب زمیندار تو بہت کم رہ گئے ہیں، سارے کاشتکار ہی ہیں، زراعت پر 17 فیصد جی ایس ٹی لگا دیا گیا ہے، 3 فیصد withholding tax لگایا گیا ہے اور وہ بھی زمیندار سے وصول کیا جاتا ہے اس طرح سے 20 فیصد ٹیکس زراعت پر لگا دیا گیا ہے۔زراعت کو تباہ و برباد کر دیا گیا ہے اور کسان اور مزدور کراہ رہے ہیں۔

(اذان عصر)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: ان حالات میں ایک طرف دہشت گردی کی جنگ نے پورے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور دوسری طرف حالات یہ ہیں کہ یہاں کہا جاتا ہے کہ per capita income اتنی ہو گئی اور یہ بھی سرمایہ دارانہ نظام کا ایک فراڈ ہے۔ چلیں! per capita income تو ہو گئی لیکن آپ کو پتا ہے کہ اس کی تقسیم کیسے ہوتی ہے، انتقالِ دولت کیسے ہوتا ہے؟ اس سرمایہ دارانہ نظام کا یہ کمال ہے کہ بڑے خوبصورت طریقے سے یہ انتقالِ دولت ہوتا ہے، دولت کی غیر مساویانہ تقسیم ہوتی ہے اور جو طاقت ور ہیں انہوں نے مختلف قسم کے ہتھکنڈے اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں اور ان ہتھکنڈوں کے ذریعے وہ ساری دولت drain کر کے اپنی طرف لے جاتے ہیں اور غریب منہ تکتا رہ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک شعر عرض ہے کہ:

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

جناب سپیکر! اس وقت معیشت بد حالی کا شکار ہے اور sovereignty خطرے میں ہے، دہشت گردی ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ ان حالات میں، میں سوائے ایک فقرہ بولنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا کہ "روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجا رہا تھا" اب کچھ بھی نہیں ہو رہا اور کوئی planning نہیں ہو رہی کہ ہمیں اس ملک کو کیسے بچانا چاہئے۔ یقین مانیں کہ جس طرح دہشت گردی کی جنگ میں "اِک نکی جئی ہاں" نے پوری قوم کو ایک جہنم میں دھکیل دیا تھا۔ ہم ابھی تک سنبھل نہیں پا رہے اور مختلف طریقوں سے وہی relay race کھیلی جا رہی ہے جو 9/11 کے وقت شروع ہوئی تھی۔ آج وہی relay race کھیلی جا رہی ہے اور صرف فرق اتنا ہے کہ کل relay race کا راڈ کسی اور کے ہاتھ میں تھا اور آج کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔ میں اس پر بھی ایک شعر عرض کروں گا کہ:

یوں بے سبب نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برقِ شرر سے ملے ہوئے

جناب سپیکر! ان حالات میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے اپنی جو ادنیٰ سی کوشش کی کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ perfection تو کسی جگہ نہیں ہوتی اور perfections ہو نہیں سکتی لیکن جو کوشش میاں محمد شہباز شریف صاحب نے اپنے محدود وسائل کے اندر رہتے ہوئے

کی ہے میں اس کا ذکر کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔انہوں نے اس ماحول اور سارے حالات میں یہ نعرہ مستانہ لگا دیا اور اس نے یہ کہہ دیا کہ "شہباز پرواز میں کوتاہی برداشت نہیں کرے گا" اور انہوں نے کہا کہ اغیار کی دولت، اغیار کی امداد لینے سے بہتر ہے کہ ہم روکھی سوکھی کھالیں گے لیکن اغیار کی مدد جو ہماری غیرت کو للکارتی ہو، ہمارے ضمیر کو damage کرتی ہو وہ امداد لینا ہم بند کر دیں گے اور یقین مانیں کہ میاں محمد شہباز شریف صاحب کی اس بات نے نہ صرف پنجاب بلکہ پاکستان کے 18 کروڑ عوام کے دل جیت لئے ہیں اور آج بھی وہ اس نعرے پر قائم ہیں، M.O.U sign ہوئے مگر انہوں نے واپس کر دیئے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے اسی طرح جس طرح پنجاب میں یہ نعرہ لگا ہے کل ہمارے مرکز اور دوسرے صوبوں کو بھی اس کی توفیق ہو۔ میرا ایمان ہے بلکہ میرا صرف ایمان ہی نہیں ہمارا دینِ اسلام یہ کہتا ہے، میرے دین نے مجھے جو سبق سکھایا ہے اس میں قرض لینا بدتر فعل ہے اور سود شرعاً منع ہے۔ سود لینے والا اور دینے والا دونوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔ میرے مذہب اسلام کی کوئی چیز بغیر مقصد کے نہیں ہوتی تو اس کے بعد میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بجٹ 11-2010 میں کفایت شعاری کے لئے بچت سکیم شروع کی گئی اور انہوں نے 6۔ارب 10 کروڑ روپے کی بچت کی اور وہ بچت کیسے ہوئی؟ انہوں نے اپنے سیکرٹریٹ کے اخراجات بند کر دیئے، austerity drive کی، پوری پنجاب حکومت میں discipline قائم کیا گیا انہوں نے مکمل طور پر نظم وضبط enforce کیا تب جا کر 6۔ارب 10 کروڑ روپے کی بچت ہوئی، اب 654۔ارب روپے کے بجٹ میں سے انہوں نے 220۔ارب روپے ترقیاتی سکیموں کے لئے مختص کئے جو کہ highest figure ہے۔ میرے خیال میں یہ تقریباً 38 فیصد بنتا ہے۔ وہ جاریہ اخراجات کم کر کے 220۔ارب روپے ترقیاتی اقدامات کے لئے لے کر گئے ہیں اس میں سے 70۔ارب روپے جنوبی پنجاب کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی آبادی 31 فیصد ہے اور وسائل میں سے 32 فیصد جنوبی پنجاب کے ترقیاتی اخراجات کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ جب محرومیوں کی بات ہوتی ہے تو اس وقت آدمی پریشان ہوتا ہے۔ میں بھی سرائیکی speaking ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میاں محمد شہباز شریف صاحب نے سب سے زیادہ توجہ جنوبی پنجاب پر دی ہے اور خاص طور پر جب سیلاب آیا اور ہم سیلاب میں گھرے ہوئے تھے تو یقین مانیں ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی، کبھی کوئی ٹرک کہیں سے آرہا تھا اور کوئی ٹرک کہیں سے آرہا تھا، لوگ آرہے تھے اور ہماری مدد کو پہنچ رہے تھے۔ میاں محمد شہباز شریف، ان کی کابینہ اور ان کے افسران مکمل طور پر جنوبی پنجاب کے سیلاب سے گھرے ہوئے علاقوں میں موجود تھے۔ ٹھیک ہے تنقید کرنے والوں کا حق ہوتا ہے وہ تنقید کریں، خوش دلی سے کریں،

کوئی بھی کرے کہ پیسے روٹی پر جھونک دیئے، فوڈ سٹیمپ پر جھونک دیئے۔غریب لوگوں کے لئے جو 2روپے کی روٹی جاری کی گئی اس کاان لوگوں کو کیاپتا جن کی توندیں موٹی ہوں، جن کے وسائل بے بہا ہوں، انہیں کیاپتا کہ غریب کدھر رہتاہے اور کن تاریک راہوں اور گلیوں پر چلتا ہے؟ان کے لئے اگر وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے2روپے کی روٹی جاری کی تواس سے انہیں کیوں تکلیف ہوتی ہے؟جو بھوکا ہواس سے اگر پوچھیں کہ دواور دو کتنے ہوتے ہیں وہ کہتا ہے کہ 4روٹیاں،اس وقت اس غریب کی یہ ضرورت تھی لہذااس وقت سٹیشن، ہسپتالوں، گنجان آباد شہروں میں2روپے کی روٹی دی گئی لیکن جب جنوبی پنجاب کوضرورت پڑی تو میاں محمد شہباز شریف صاحب نے یہ کہاکہ نہیں،اب لٹے پھٹے جو قافلے ہیں میں ان کے پاس خود جاؤں گااور یہ وسائل اُدھر جائیں گے۔حکومت پنجاب نے وہاں پر10۔ارب روپے تقسیم کئے۔اس کے علاوہ جتنے مخیر حضرات تھے انہوں نے میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کی beck and call پر وہاں ٹرکوں کے ٹرک پہنچائے اور اب وہاں جو گاؤں بن رہے ہیں ان پر بھی تنقید ہو رہی ہے کہ یہ گاؤں کیوں بن رہے ہیں؟ یہ ان کو پتا ہو گا جن کے گھر اُجڑ گئے ، جن کی جھونپڑیاں اور کچے مکان اُجڑ گئے ہیں ان پر ان ایوانوں میں کھڑے ہو کر تنقید کرنا تو بڑا آسان کام ہے کہ اتنے گھر کیسے بن رہے ہیں؟ جس کسی نے دیکھنے ہوں تو ہمارے پاس میانوالی، بھکر آجائیں، مظفر گڑھ چلے جائیں جاکر دیکھیں کہ گھراور گاؤں کے گاؤں کیسے بن رہے ہیں۔یہاں پر تنقید ہوتی رہی، میڈیا میں بھی بہت آتارہاکہ پنجاب گورنمنٹ دیوالیہ ہو چکی ہے تو میں یہاں پر statistics دینا چاہوں گا۔یہ میرے پاس جنوری کا cash balance ہے4915.828 یہ cash balance کی exact figure ہے۔اسی طرح مئی میں آکر یہ بڑھتی گئی اور مئی میں 6818.938 ہے تو یہ یہاں پر باتیں کر دینا، میڈیا میں جاکر بغیر تصدیق کے بات کر دینا یہ ہم لوگوں کے level پر زیب نہیں دیتا کہ ہم کوئی غلط بات کریں، ہمیں جو بات کرنی چاہئے وہ پوری تصدیق کے بعد کرنی چاہئے۔انہوں نے متوازن طریقے سے اپنے وسائل تقسیم کئے ہیں۔اس وقت ان لوگوں کے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے ہیں وہ اس لئے کہ وسائل کا رُخ غریب کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔اب اس سے سب سے زیادہ فائدہ غریب طبقہ کو ہو گا، 30۔ارب روپے غریبوں کے لئے مختص کرکے وزیراعلیٰ پنجاب نے غریبوں کی دعائیں لے لی ہیں اور جو پیسے مختص ہوئے ہیں ان پر لگیں گے۔اس میں گندم پر سبسڈی ہے، الیکٹرانک تنوروں کے لئے ہے اور بجٹ میں سب چیزیں لکھی ہیں میں اس وقت ساری گنوا نہیں سکتا۔

جناب سپیکر!اب آشیانہ ہاؤسنگ سکیم پر بات کروں گا، یقین مانیں اُس کو پتا ہے جس کے پاس گھر نہیں ہے اور ہم لوگ کتنے بڑے بڑے گھروں میں رہتے ہیں اور یہاں آکر تنقید کرتے ہیں کہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم غلط بن رہی ہے۔اوہ بھئی خدا کے بندو!آپ سے دو مرلہ اور تین مرلہ کا گھر جو غریب آدمی کو آسان قسطوں پر 8لاکھ روپے میں مل رہا ہے برداشت نہیں ہوتا،زمین مفت میں دی جا رہی ہے۔8لاکھ روپے میں شہروں میں زمین نہیں آتی اور اس سکیم کے تحت شہروں کے ساتھ ملحقہ 8لاکھ اور 11لاکھ روپے میں دو اور تین مرلہ کے ڈبل سٹوری گھر اُن لوگوں کو دیئے جا رہے ہیں جن کی آمدن 20ہزار روپے تک ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہر جگہ ہونی چاہئے، تحصیل ہیڈ کوارٹر پر بھی ہونی چاہئے،Towns پر بھی ہونی چاہئے۔اس سکیم کے بارے میں یہ کہوں گا کہ:

میں خیال ہوں کسی اور کا
مجھے سوچتا کوئی اور ہے

روٹی، کپڑا اور مکان کا خیال تو کسی اور کا تھا نعرہ کسی اور کا تھا ابھی ایوان میں یہ بات ہو رہی تھی کہ یہ جھوٹے وعدے کرتے ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ 1970 کے الیکشن میں جن لوگوں نے روٹی، کپڑا اور مکان کا وعدہ کیا تھا اس کا وعدہ آج میاں محمد شہباز شریف پورا کر رہا ہے۔(نعرہائے تحسین)

جناب سپیکر!یہ تو خیال ہی آپ کا تھا لیکن اس کو سوچ کسی اور نے لیا اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم حقیقت پسندانہ باتیں کریں۔بے روزگار نوجوانوں کے لئے روزگار کی سکیمیں شروع کی جا رہی ہیں۔ ادھر سے کہا گیا کہ ییلو کیب ناکام ہو گئی تھی، قطعاً ییلو کیب ناکام نہیں ہوئی تھی البتہ ییلو کیب میں جو خرابیاں تھیں وہ دور کرنے کے لئے اس وقت اس میں rectification کی جا رہی تھی لیکن اب کی جو سکیم ہے اب 800 سی سی کی گاڑی ملے گی اور وہ گریجویٹ کو ملے گی تاکہ misappropriate نہ ہو اور ضروری نہیں ہے کہ وہ گریجویٹ خود گاڑی چلائے وہ کسی اور کو بھی چلانے کے لئے دے سکتا ہے۔اس سے روزگار ملے گا جس سے بے روزگاری ختم ہو گی۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کو ڈرائیور بنایا جا رہا ہے،یہ اتنی اچھی سکیم ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر:اب آپ اپنی تقریر wind up کریں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا!مہربانی کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:آپ اپنی بات جاری رکھیں۔بس wind up کریں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا!اس سکیم کے تحت 20ہزار نو جوانوں کو یہ گاڑیاں دی جائیں گی اور اس میں بھی جنوبی پنجاب کو40 فیصدshare دیا گیا ہے، جنوبی پنجاب کو اس 20ہزار میں سے 40 فیصد ملے گا تاکہ غربت جو کہ جنوبی پنجاب میں زیادہ ہے دور ہو سکے۔ میاں محمد شہباز شریف صاحب کا vision دیکھیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ ان لوگوں کو زیادہ حق ملے۔ اسی طرح ادھر سے زرعی گریجویٹ کی مخالفت میں بات ہو رہی تھی کہ ان کو زمینیں کیوں مل رہی ہیں؟ جتنے زرعی گریجویٹ ہیں ان کو jobs مل نہیں رہیں وہ دھکے کھا رہے ہیں، دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔اس سے double edge benefit ہوگا ایک طرف تو ان کو روزگار مل جائے گا دوسری طرف وہ لوگ ان کو production دیں گے، وہ جن علاقوں میں جائیں گے وہاں لوگوں کو educate بھی کریں گے کہ زمینداری میں جو نئی نئی چیزیں ہیں وہ بھی ان کو سکھائیں گے۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ نوجوانوں کو 20ہزار روپے فی کس بلاسود قرضے کا بجٹ میں اعلان کیا گیا ہے، یہ بہت اچھی سکیم ہے وزیر خزانہ صاحب بھی سن رہے ہیں 20ہزار روپے کی رقم بہت کم ہے۔ یہ بہت اچھی سکیم ہے مہربانی فرما کر اس رقم کو بڑھا کر 50ہزار روپے کر دیا جائے تاکہ 50ہزار میں لوگ دستکاری یا کوئی اور کاروبار کر سکیں۔2003 میں، اس وقت میں بورڈ آف ریونیو کا پارلیمانی سیکرٹری تھا میں نے پوری محنت اور کوشش کی کہ lease بند نہ کریں۔ دس دس ایکڑ پر جو لوگ بیٹھے ہیں یہ غریب ہیں ان کی lease بند نہ کریں لیکن lease بند کر دی گئی اور private sale treaty کا ایک concept دیا گیا جس سے یہ زمین وہ لوگ لے سکتے تھے جن کے پاس پیسا تھا، دولت تھی۔ میں یہاں on the floor of the House کہوں گا کہ میری ہی request پر میاں محمد شہباز شریف صاحب نے مہربانی کی اور انہوں نے agree کیا کہ جتنے غریب کسان دس دس ایکڑ lease لے کر بیٹھے ہوئے تھے 2012 تک ان کی lease extend کر دی گئی ہے اور وہ لوگ اس وقت میاں صاحب کو دعائیں دے رہے ہیں۔ غریبوں کی مدد کا یہ ایک concept ہے، زبانی کلامی بات اور ہوتی ہے۔ ایک نئی سکیم جو کہ کاشت کاروں کے لئے introduce کی گئی ہے جو prohibited zone ہیں وہاں پر جتنا رقبہ ہے اس میں دس دس ایکڑ کے بلاک بنا کر ان کو بھی lease پر دیا جا رہا ہے تاکہ وہ لوگ بھی اس سے اپنا کما کر کھائیں۔

جناب سپیکر! جناح آبادی سکیم میں 50ہزار پلاٹ الاٹ کئے جا چکے ہیں۔ تعلیم کے شعبہ میں Education Endowment Fund کے لئے 6۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں دانش سکول کی طرف آتا ہوں، دانش سکول ایک ایسا concept ہے کہ جو پورے پنجاب میں ایک تبدیلی لائے گا، ایک revolution لائے گا لیکن ہو سکتا ہے کہ مجھے اچھا نہ لگے کیونکہ میرے بچے اگر لاہور ایچی سن یا گرائمر سکول میں پڑھیں اور میرے موچی کے بچے بھی اسی level کے سکول میں پڑھیں یہ شاید مجھے برداشت نہ ہو، میں برداشت نہیں کر سکتا لیکن وزیراعلیٰ پنجاب کا vision دیکھیں، ہمارے علاقوں میں یہ concept رہا ہے اور ہمارے دوستوں کے بچے انگلینڈ اور ایچی سن کالج لاہور میں پڑھتے تھے لیکن اپنے دیہاتوں میں سکول بھی نہیں بننے دیتے تھے کہ مبادا یہ پڑھ لکھ کر ہمارے سامنے نہ کھڑے ہو جائیں۔ اب ایک revolution آ چکا ہے۔ دانش سکول صرف پندرہ اضلاع میں نہیں ہونے چاہئیں، میں اپنے وزیر خزانہ سے استدعا کرتا ہوں کہ یہ پنجاب کے پورے 36 اضلاع میں قائم ہونے چاہئیں تاکہ پورا پنجاب اس سے فیض یاب ہو کیونکہ لاہور سے تھوڑا باہر نکلیں تو غربت کے ڈھیر ادھر بھی لگے پڑے ہیں۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا، آپ کی مسکراہٹ بجا لیکن اب میں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس اب آپ wind up کریں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا! پانچ منٹ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سب کے لئے rules ایک جیسے ہیں۔ اب آپ wind up کریں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا! چھ مقرر میں نے دیکھے ہیں ان میں سے کسی ایک کو آپ نے یہ نہیں کہا کہ wind up کریں اور نہ ہی آپ نے انہیں ٹوکا، ریکارڈ چیک کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیونکہ انہوں نے ٹائم پر اپنی تقریر ختم کر دی۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا! ایسی بات نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بحث نہ کریں، آپ اچھے طریقے سے wind up کر لیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا! آپ اپنا ریکارڈ دیکھ لیں کہ ہر بجٹ میں آپ میرے ساتھ کیا حشر کرتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: پلیز! کلو صاحب! اس طرح نہ کریں۔ آپ کا بڑا regard ہے۔ پوری عزت ہے۔ اب آپ اس کو wind up کر لیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں wind up کر رہا ہوں۔ دانش سکول ایک visionary اقدام ہے اور اس سے انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب میں revolution آئے گا۔ پنجاب ایجوکیشن فنڈ میں بھی 6۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں، 19۔ارب روپے اصلاح آبپاشی کے لئے رکھے گئے ہیں اور 11۔ارب روپے آبپاشی کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح زراعت کے لئے 3۔ارب روپے رکھے گئے ہیں، خواتین کی فلاح کے لئے 13۔ارب روپے رکھے گئے ہیں اور balance طور پر یہ allocation کی گئی ہے۔ آخر میں موٹروے کے متعلق عرض کروں گا کہ موٹروے کے تو وہ موجد ہیں، موٹروے انہوں نے بنائی ان کا credit کوئی نہیں چھین سکتا، اب موٹروے پر ایک صنعتی شہر بسا رہے ہیں جہاں پر لوگ صنعتیں لگائیں گے، مزدور کو مزدوری ملے گی۔ 500 میگاواٹ کا ایک بجلی گھر لگا رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ وسائل جوان کے پاس آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات نے ان کی ٹیم کو جو وقت دیا ہے اس کو وہ صحیح استعمال کر رہے ہیں اور کبھی انہوں نے شکوہ نہیں کیا۔ آخر میں ان کی طرف سے ایک شعر عرض کر دوں:

شکوہ ظلمت شب سے تو بہتر تھا
اپنے حصہ کی کوئی شمع جلائے جاتے

وہ اپنے حصہ کی شمع جلائے جا رہے ہیں جس کسی نے تنقید کرنی ہے وہ تنقید کرتے رہیں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ پرویز رفیق صاحب!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! وزیر خزانہ موجود نہیں ہیں اس کے علاوہ وزراء بھی موجود نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر خزانہ بتا کر گئے ہیں۔ وہ wind up تقریر تیار کر رہے ہیں۔ ابھی آ رہے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! تمام منسٹر غائب ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی آ جاتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ پرویز رفیق صاحب!

جناب پرویز رفیق: شکریہ۔ جناب سپیکر!۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں ایسے بے مقصد بات نہیں کرتا۔ بات یہ ہے کہ وزیر خزانہ صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ جب وہ تقریر ہی نہیں سن رہے تو wind up تقریر کیا کریں گے؟ کیا ہم در و دیوار کو تقریر سنائیں۔ سالانہ بجٹ پر تقاریر ہو رہی ہیں، تنقید بھی ہم سن رہے ہیں، کلو صاحب کی بھی ماشاء اللہ تقریر بڑی دل پذیر تھی یعنی آپ جان بوجھ کر اس وقت ہمیں ٹائم دینا چاہتے ہیں

جب صرف درودیوار ہماری بات سنیں۔ یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے بجٹ نہیں بنایا مگر ان کے پاس اس وقت اس کاportfolio تو ہے، یہاں پر ان کو موجود تو ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ اسمبلی میں موجود ہیں، ابھی آرہے ہیں اور وہ کہہ کر گئے ہیں۔ شاہ صاحب! آپ اتنے سینئر ہیں، وزیر بھی انسان ہوتا ہے، وہ گئے ہیں اور ابھی واپس آرہے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: میں سینئر ہوں اسی لئے بات کر رہا ہوں کہ میں ایک گھنٹے سے یہاں بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ وزیر خزانہ ایوان میں نہیں ہیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب کو تھوڑا سا اس بات کا خیال کرنا چاہئے۔ یہ ہمارے بڑے معزز اور سینئر ہیں۔ آدھا گھنٹہ ہوا ہے وزیر خزانہ یہاں سے گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بتا کر گئے ہیں اور واپس آرہے ہیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس سے پیشتر بھی کوئی شخص باہر جا سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بالکل باہر نہیں جا سکتا۔ آپ جو باتیں کر رہے ہیں وہ note کی جا رہی ہیں اور وہ ان کو convey کر دی جائیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! وہ ابھی آرہے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ایک تو آپ نے موقع نہیں دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کس بات کا موقع؟

سید ناظم حسین شاہ: ہمیں تقریر کا موقع نہیں ملا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی مل جائے گا؟

سید ناظم حسین شاہ: ابھی کیا موقع مل جائے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! جس دن کے لئے آپ نے لکھوایا ہوا ہے اس کے مطابق ہی آئے گا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! جب فنانس منسٹر موجود نہیں ہیں تو پارلیمانی سیکرٹری کو تو موجود ہونا چاہئے۔ آخر فنانس کا پارلیمانی سیکرٹری تو ہے ناں۔ انہیں موجود ہونا چاہئے لیکن دونوں نہیں ہیں۔ آپ کسی کو ذمہ داری دے دیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ پارلیمانی سیکرٹری کا کیا کام ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر:No point of order پرویز رفیق صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!پارلیمانی سیکرٹری کا کیا کام ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر:This is no way لغاری صاحب!تشریف رکھیں۔یہ کوئی issue نہیں ہے۔ آپ اس اسمبلی کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ جب منسٹر تھوڑی دیر کے لئے باہر جاتا ہے تو کسی منسٹر کی ڈیوٹی لگا کر جاتا ہے اور یہ تمام اسمبلیوں میں ہوتا ہے۔لغاری صاحب No point of order پلیز تشریف رکھیں۔لغاری صاحب!This is no way تشریف رکھیں۔جی،پرویز رفیق صاحب!

جناب پرویز رفیق:بہت شکریہ،جناب سپیکر!میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں بجٹ 12-2011 پر بات کر سکوں۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین سید زعیم حسین قادری کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین:جی،پرویز رفیق صاحب!

جناب پرویز رفیق:جناب چیئرمین!میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 12-2011 پر بولنے کی اجازت فرمائی۔12-2011 یا اس سے پچھلے بجٹ اٹھا کر دیکھ لیں کہ بجٹ صوبے میں رہنے والی عوام کی فلاح،ترقی اور خوشحالی کو یقینی بنانے کے لئے حکومت کے اعداد و شمار کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس سے دیکھتے ہیں کہ آئندہ حکومت صوبہ کی عوام کے لئے کیا کر رہی ہے۔میں اس چیز پر confuse ہوں اور مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کس فنانس منسٹر کو مبارکباد دوں چونکہ آپ کو اندازہ ہے کہ 7،8 اور 9۔جون کے اخبارات میں حکومت پنجاب نے اس ایوان کے Rules of Business and Rules of Procedure کا جو حشر نشر کیا اور اب جس طریقے سے ایک طبقہ کو mold کر کے اسے visionary بنانے کی کوشش کی ہے خدارا اس ایوان کا decorum اس چیز کی اجازت نہیں دیتا۔مجھے اب بھی confusion ہے کہ کبھی ندیم کامران صاحب بیٹھ جاتے ہیں،کبھی کامران مائیکل صاحب بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی دوست محمد کھوسہ صاحب بیٹھ جاتے ہیں۔کتنے افسوس کی بات ہے کہ کامران مائیکل بطور فنانس منسٹر بجٹ پیش کرتے ہیں،post budget speech ذوالفقار کھوسہ صاحب کرتے ہیں اور notes میرے بھائی ندیم کامران صاحب لیتے ہیں۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی دل آزاری ہے چونکہ جب ہم نے 7۔تاریخ کے اخبارات دیکھے کہ کامران مائیکل کو صرف اس لئے بجٹ پڑھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ عیسائی ہے تو یقین کریں دل بڑا دکھا۔میں یہ میڈیا کو credit دیتا ہوں کہ

انہوں نے یہ چیز highlight کی اور پھر لوگوں کے کہنے پر، اپوزیشن کے ممبران کے کہنے پر وزیراعلیٰ صاحب نے اس کا notice لیا اور میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہیں یہ بات سمجھ آ گئی کہ یہ زیادتی اور یہ مذہبی انتہاپسندی پنجاب اسمبلی میں نہیں چلے گی ۔

جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ 654۔ارب 70 کروڑ روپے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے جس میں 220۔ارب روپیہ ترقیاتی مد میں رکھا گیا ہے۔اگر آپ صوبے کی آبادی کے تناسب سے دیکھیں تو یہ ساڑھے آٹھ کروڑ کی آبادی کے حوالے سے -/2588روپے فی کس بنتا ہے۔پنجاب کی اقلیتوں کے لئے جو 22 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے، نہ صرف 22 کروڑ بلکہ اس میں سے بھی ڈیڑھ کروڑ روپیہ صوبے کی انسانی حقوق کی value restoration کے لئے رکھا گیا ہے۔یہ دراصل ساڑھے بیس کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اگر آپ صوبے میں اقلیتوں کی 50 لاکھ آبادی پر تقسیم کریں تو صرف -/44روپے فی کس آئیں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اس vision کو expose کر رہی ہے جس کا یہاں پر دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ حکومت اقلیتوں کو اوپر لے کر آنا چاہتی ہے۔یہ فراڈ کی انتہا ہے، اگر آپ ADP کے volum11 کے صفحہ نمبر 420 پر دیکھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ اقلیتوں کے ساتھ کیسا فراڈ کیا گیا ہے اور ہم سے چار سو بیسی لگائی گئی ہے۔22 کروڑ روپیہ کا فنڈ کہہ کر 20 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اور اس میں کوئی سکیم نہیں رکھی گئی۔

جناب چیئرمین: پرویز صاحب! wind up کریں۔

جناب پرویز رفیق: جناب چیئرمین! ابھی تو میرا ٹائم رہتا ہے۔ میرا ٹائم تو انہوں نے لے لیا ہے۔

جناب چیئرمین: اب bell بج گئی ہے۔

جناب پرویز رفیق: مجھے پتا تھا کہ میرے لئے bell بجنی ہے۔

جناب چیئرمین: ٹائم سب کے لئے ہے۔

جناب پرویز رفیق: جناب چیئرمین! میرا ٹائم تو وہ پوائنٹ آف آرڈرز لے گئے تھے۔

جناب چیئرمین: جب آپ نے بات شروع کی تھی تو آپ کا ٹائم اس وقت سے شروع ہوا ہے۔

جناب پرویز رفیق: میرے دس منٹ ہیں، میں wind up کرتا ہوں۔اگر آپ کہتے ہیں تو میں احتجاجاً نہیں بولتا۔

جناب چیئرمین: پلیز آگے چلیں۔

جناب پرویز رفیق: جناب چیئرمین! پچھلے سال کے بجٹ میں وزیر اعلیٰ ہاؤس کے لئے 33 کروڑ روپیہ رکھا گیا تھا اور اس سال 26 کروڑ روپیہ رکھا گیا لیکن اقلیتوں کے لئے صرف 22 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ نیو کیمپس سے ٹھوکر تک روڈ کی مرمت کے لئے 10 کروڑ روپیہ رکھا گیا لیکن پورے صوبے کی اقلیتوں کے لئے 22 کروڑ روپیہ۔ پنجاب پولیس اشتہاریوں کو پکڑنے کے لئے سوا دو کروڑ روپیہ مخبروں کو دے رہی ہے اور یہاں پر اقلیتی بچوں کو وظیفہ دینے کے لئے صرف 50 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔ اب آپ اندازہ کر لیں کہ یہاں پر وہ مخبر جن کو پنجاب پولیس سوا دو کروڑ روپیہ دے رہی ہے تاکہ وہ اشتہاریوں کا پتا بتائیں اور اقلیتی بچوں کے لئے صرف 50 لاکھ روپیہ۔ اگر آپ calculate کریں کہ دس لاکھ بچوں میں سے اگر تین لاکھ بچے وظیفہ لیں تو سولہ روپے چھیاسٹھ پیسے فی بچے کو آتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ اب آپ اندازہ لگا لیں کہ آپ اقلیتوں کی ترقی کے لئے کیا رکھ رہے ہیں۔ یہاں پر بجٹ تو پڑھا گیا لیکن اس میں کچھ نہیں رکھا گیا لہذا میری گزارش ہے کہ ترقیاتی مد میں جو 220۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے اس کا ہماری آبادی کے تناسب سے کم از کم پانچ فیصد اقلیتوں اور انسانی حقوق کی ترقی کے لئے رکھیں۔

جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کرتا چلوں کہ یہاں پر ہر بار اقلیتوں کے ساتھ غیر سنجیدگی اختیار کی گئی۔ حمزہ شریف کے حلقے میں ٹیوب ویل لگانے کے لئے پانچ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے لیکن پورے صوبے میں اقلیتوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے 22 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ ہمارے لئے یہ سیاہ ترین بجٹ ہے۔ آپ یہ جھنڈا دیکھ رہے ہیں اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی وہ تقریر کہ ہمیں برابر کے حقوق ملیں گے۔ اب آپ بجٹ کا معائنہ کر لیں اور اس جھنڈے کا حصہ بھی دیکھ لیں کہ اقلیتوں کے لئے کتنا رکھا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: پرویز رفیق صاحب! دس منٹ ہو گئے ہیں، اب مہربانی کر کے wind up کر لیں۔

جناب پرویز رفیق: جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کروں گا کہ میں دو منٹ میں wind up کر لیتا ہوں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ شراب کی مد میں اقلیتوں کی وجہ سے 125۔ارب روپے ریونیو ٹیکس collect ہوا ہے یعنی ہم 125۔ارب روپے دے رہے ہیں جبکہ اس بجٹ میں اقلیتوں کے لئے صرف 22 کروڑ روپے مختص کئے جا رہے ہیں۔ ہم 16۔ارب دے رہے ہیں اور 22 کروڑ روپے لے رہے ہیں یہ کیسی سودے بازی ہے؟ میں اس بجٹ کے جس Head کی طرف دیکھتا ہوں تو میرا اپنا head شرم سے جھک جاتا ہے۔ آپ نے پنجاب کی اقلیتوں کے لئے صرف 22 کروڑ روپے رکھے ہیں۔

جناب چیئرمین: پرویز رفیق صاحب! آپ نے بہت وقت لے لیا ہے، اب تشریف رکھیں۔ ابھی بہت سے معزز ممبران نے بات کرنی ہے۔ آپ کی پارٹی کے لوگ بھی بات کریں گے۔

جناب پرویز رفیق: جناب چیئرمین! میں اپنی گزارشات دو منٹ میں ختم کر لوں گا۔ میں امن وامان کے حوالے سے بات کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ جب شہباز بھٹی قتل کئے جاتے ہیں تو وہاں سے پنجابی طالبان کے پمفلٹ ملتے ہیں۔ ماڈل ٹاؤن، گڑھی شاہو اور گوجرہ میں ہونے والے واقعات کے بارے میں وزیر اعلیٰ صاحب نے کہا تھا کہ اس بارے میں مکمل تحقیق ہو گی اور جامع رپورٹ مرتب کی جائے گی لیکن پھر شاید ان کو اس رپورٹ بنانے سے روک دیا گیا۔

جناب چیئرمین! تعلیم کے حوالے سے ہماری اقلیتوں کے بچوں کو خصوصی کوٹا دیا جائے۔ مسیحی چکوک میں ان کو زرعی زمین دی جائے۔ اسی طرح پیلو کیب سکیم میں اقلیتی بچوں کے لئے پانچ فیصد کوٹا رکھا جائے۔ ہیلتھ سیکٹر میں حکومت پنجاب دس ہزار نوکریاں دے رہی ہے اس میں سے اقلیتی بچوں کے لئے پانچ فیصد کوٹا رکھا جائے۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن میں اقلیتوں کو ان کا مختص کوٹا دیا جائے۔ وفاقی حکومت نے وفاقی پبلک کمیشن میں اقلیتوں کے لئے کوٹا مختص کیا ہوا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن میں بھی اقلیتوں کے لئے کوٹا مختص کیا جائے تاکہ ہمارے بچے بھی آفیسرز، ایس پی اور جج بن سکیں۔ بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: جناب تنویر اسلم ملک صاحب!۔۔۔ وہ ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ محترمہ ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ آج پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلی اسمبلی ہے کہ جس نے ایک اقلیتی وزیر کو پنجاب کا بجٹ پیش کرنے کا موقع دیا ہے۔ ہماری پارٹی اور یہاں پر بیٹھے ہوئے معزز ممبران اس کو بڑی تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایک اقلیتی ممبر نے جب اس بجٹ کو پیش کیا تو اس بجٹ کی زبان اور بیان ایسے ہی لگا جیسے بیوروکریسی نے اپنے مفادات کا تحفظ کیا ہے اور ایک مخصوص کلاس کے لئے یہ بجٹ بنایا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں pro-poor programme کے لئے 30۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح 13۔ارب روپے آٹا کی subsidy کے لئے رکھے گئے اور 4۔ارب 50 کروڑ روپے رمضان بازاروں کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اس بجٹ میں چار اضلاع کو ماڈل بنایا گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ جس طرح بڑے شہروں کو ماڈل بنایا جاتا ہے اسی طرح ان سے ٹیکس کی وصولی بھی کی جانی

چاہئے۔اگر 9کروڑ عوام کا صوبہ کنگال ہو گیا تو پھر واقعی vision کے حساب سے انقلاب تو ضرور آئے گا۔اگر اس 30۔ارب روپے سے انڈسٹریل یونٹس لگا دیئے جائیں تو اس سے 81ہزار لوگوں کو نوکریاں مل سکتی ہیں۔ییلو کیب سکیم بھی ایک چلا ہوا کارتوس ہے۔اس بجٹ میں لیپ ٹاپ کے لئے 2۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔میں وزیر خزانہ کو یہ تجویز دوں گی کہ آپ آئی۔ٹی سٹی بنائیں۔اس سے آپ کو زرمبادلہ ملے گا،انڈیا کی طرح یہاں پر لوگ ترقی کریں گے اور پڑھے لکھے نوجوانوں کو روزگار بھی ملے گا۔20/20ہزار روپے ٹیکسی کے لئے دینے کی بجائے آئی۔ٹی سٹی کا پروگرام بنائیں کیونکہ یہ ایک انقلابی قدم ہے۔

جناب سپیکر!سوچ کی حد تک تو آشیانہ سکیم بہت اچھی لگتی ہے لیکن اس کی شفافیت کا حال یہ ہے کہ اس کا انچارج آپ نے ایک لوٹے کو بنا دیا ہے۔اس پر کمیشن بٹھائیں،لوٹا بٹھانے کی ضرورت نہیں تھی۔آپ اس بارے میں ایک کمیٹی بنائیں۔اگر غریبوں کو گھر دینا خادم اعلیٰ صاحب کا vision ہے تو ضرور دیں کیونکہ غریبوں کو گھر دینا کوئی بُری بات نہیں ہے۔غربت کا خاتمہ کرنا کوئی بُری بات نہیں ہے۔آپ نے کہا ہے کہ ہم نے اغیار کی مدد نہیں لینی یہ بھی انقلابی قدم ہے اس موقع پر میں پنجابی کا ایک شعر کہنا چاہوں گی کہ:

رہوے جگ تے غریب کوئی نہ
دُکھ درد مصیبتاں نُوں پھُنڈ دیواں
اکٹھی کر کے جہان دِی کل دولت
اِکّو جئی میں سبناں وِچ وَنڈ دیواں

جناب چیئرمین!ہم برابری کی بات کرتے ہیں لیکن یہاں پر طبقاتی نظام تعلیم کو فروغ دیا جا رہا ہے۔دانش سکولوں سے صرف دس ہزار بچے تعلیم حاصل کریں گے تو صوبے کے باقی بچے کیا کریں گے؟ہمارے ہاں تو دس طرح کی تعلیم دی جاتی ہے۔یہاں پر طبقاتی نظام تعلیم کو بدلنا بہت ضروری ہے۔جب آپ ذہن کو بدلیں گے تو نظام اور زبان کو بھی بدل سکتے ہیں۔آپ پہلے اپنے گورنمنٹ سکولوں کی حالت بہتر کریں۔دانش سکول بھی بنائیں لیکن جو سکول پہلے سے موجود ہیں ان کی حالت کو بھی بہتر کرنے کے بارے میں کوئی منصوبہ بندی کی جائے۔ہم آپ کے کسی منصوبے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کو اُونچا نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے۔یہاں بڑے مقابلے اور بڑی counter تقریریں ہوئی ہیں لیکن میں صرف اتنا کہتی ہوں کہ ایسا کام کریں جو کہ صوبہ کی بہتری کے لئے ہو۔

جناب چیئرمین! خواتین کی بہتری کے لئے 13۔ارب روپے رکھے گئے ہیں اور Gender reforms کے لئے ایک کروڑ 50 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔Gender reforms تو ہوئی ہی نہیں اور جن کے اوپر یہ رقم خرچ کرنی ہے کیا ان سے پوچھا گیا ہے؟ پاکستان کے آئین میں یہ لکھا ہوا ہے کہ تعلیم دینا ریاست کا فرض ہے۔ خواتین کے بجٹ سے کالج بنانا ہے تو پھر محکمہ تعلیم کے لئے جو بجٹ مختص کیا گیا ہے وہ کہاں پر خرچ ہوگا، اگر ہمارے بجٹ سے میڈیکل کالج بنانا ہے تو پھر محکمہ صحت کے لئے جو پیسے رکھے گئے ہیں وہ کدھر جائیں گے، اگر خواتین کے لئے مختص رقم کو دوسرے شعبوں پر خرچ کرنا ہے تو پھر ان کے لئے پیسے رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟

جناب چیئرمین! پنجاب اور ہمارے ملک میں غربت کی جڑ آبادی میں تیزی سے اضافہ ہے۔Population Welfare Department devolve ہو کر اب صوبہ کے پاس آگیا ہے لیکن اس بجٹ میں بہبود آبادی کے لئے کوئی منصوبہ دیا گیا ہے اور نہ ہی آپ نے اس میں کوئی پیسے رکھے ہیں۔وزیر خزانہ صاحب! آپ اس بجٹ کو بڑا اچھا اور متوازی بجٹ کہتے ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ اگر آپ نے اس بجٹ کو انقلابی بنانا ہے تو پھر یہاں کے امیروں سے ٹیکس وصول کریں۔انار کلی کے دکانداروں سے کہیں کہ وہ اپنے کھاتے درست کریں۔ برانڈرتھ روڈ کے تاجروں سے کہیں کہ وہ اپنے کھاتے درست کر کے رکھیں کیونکہ ہم نے ٹیکس کی وصولی کرنی ہے۔آپ جاگیرداروں سے کہیں کہ ہم نے ٹیکس وصول کرنا ہے اور اس صوبہ میں خوشحالی لانی ہے۔آشیانہ میں یتیموں اور بیواؤں کو جو گھر دیئے جا رہے ہیں ان کا ریکارڈ نکلوائیں تاکہ شفاف طریقے سے مستحق لوگوں کو یہ مل سکیں اور یہ منصوبہ سیاست کی نذر نہ ہو جائے۔آپ اس کی شفافیت کے لئے ایک کمیٹی بنائیں۔اگر حکومت چاہتی ہے کہ یہ گھر مزدوروں کو دیئے جائیں تو اس کی شفاف قرعہ اندازی ہونی چاہئے تھی۔حکومت ان لوگوں کو ایک فیصد شرح سود پر قرض دیتی تاکہ وہ اپنا گھر لے سکیں۔

جناب چیئرمین! سیاسی رسہ گیر سرکاری زمینیں لے کر کالونیاں بناتے ہیں اور دن بدن امیر ہوتے جا رہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر غریبوں کو گھر دینے ہیں تو خادم اعلیٰ صاحب سے میری یہی درخواست ہوگی کہ اس کی شفافیت کے لئے ایک کمیٹی بنا کر اُس کمیٹی کے ذمہ یہ کام لگائیں کہ آشیانہ سکیم میں یتیموں اور بیواؤں کو اُن کا کوٹا ملے گا اور جن مزدوروں کا سوشل سکیورٹی کارڈ بنا ہوا ہے ہم اُن غریبوں کو قرضہ دیں گے کیونکہ آپ نے اس بجٹ میں مزدوروں کے لئے تو ایک پیسا بھی نہیں رکھا ہوا۔

آپ ہم پر الزام لگاتے ہیں تو ہم نے تو 1974 اور 1975 میں گھر دیئے تھے لیکن اُس کے بعد as such کوئی ایسا منصوبہ نہیں آیا اور اگر آپ یہ انقلابی کام کرتے ہیں تو اس سے اچھی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔

جناب چیئر مین: بہت شکریہ۔ محترمہ فرح دیبا صاحبہ!

محترمہ فرح دیبا: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں نے بجٹ پر بحث کے دوران آج ایک message دینا ہے اور میں اُس کو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مختلف قوموں کی رہنمائی کے لئے بھیجا اور یہ سلسلہ صحابہ کرام اور اولیائے کرام سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا کہ ہم نے دین اور عوام کی خدمت کیسے کرنی ہے اور عوام کے مسائل کا حل کیسے تلاش کرنا ہے۔ اسلام کے مطابق حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے مگر حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے لہذا ایک کامیاب حکومت چلانے کے لئے ان چیزوں پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

جناب سپیکر! بجٹ 12-2011 پر بحث کا سلسلہ جاری ہے، خواہ وہ ایوان میں ہو، خواہ الیکٹرانک میڈیا، خواہ پرنٹ میڈیا کے ذریعے سے ہو۔ میں سب سے پہلے ایک افسوسناک بات کروں گی کہ ہماری اپوزیشن جماعتیں جس انداز سے پنجاب حکومت کے عوام دوست بجٹ کو تنقید کا نشانہ بنا رہی ہیں یہ لمحہ فکریہ ہے۔ یہ لمحہ فکریہ اس لئے ہے کہ پچھلے سال ایک سیلاب آیا تھا جس میں ہمارے پورے پاکستان کے اندر مختلف جگہوں پر انسانی جانوں اور مال کا ضیاع ہوا تھا۔ ایک اور ایسا سیلاب آیا جو پاکستان کے ہر گھر میں تباہی لایا اور وہ سیلاب سابقہ حکومت کی ناکام پالیسیوں اور موجودہ حکومت کی اقتدار سے محبت کا نتیجہ ہے۔

جناب سپیکر! میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کی ایک چھوٹی سی ورکر ہوں اس لئے میں اُس حد تک یہ بات کرنا چاہوں گی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اور اُن کی ٹیم نے جس طرح دن رات محنت کر کے عوام دوست بجٹ بنایا اور اس بجٹ کو خاص طور پر اس نظر سے دیکھا گیا جو پورے پاکستان کے ہر گھر میں سیلاب ہے، اللہ کرے کہ ہم اُس سیلاب سے اپنے ملک کو بچالیں اور اپنے ہر ادارے کو بچالیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بات کرنا چاہوں گی کہ یہ بجٹ عوامی خواہشات کے مطابق بنایا گیا۔ مسلم لیگ (ن) ایک جماعت نہیں بلکہ ایک مشن، ایک سوچ اور ایک vision ہے جس کی قیادت

کے اندر جذبہ حب الوطنی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ہماری جماعت نعروں پر نہیں بلکہ عملی کاموں پر یقین رکھتی ہے۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے اس کی عملی تعبیر پیش کر کے پنجاب کی غریب عوام کو نہ صرف سستی چھت بلکہ سستی روٹی بھی دی۔ میں یہاں پر سب سے پہلے سستی روٹی کی بات کروں گی کہ یہاں پر بہت عرصہ سے تنقید ہو رہی ہے کہ سستی روٹی پر اربوں روپیہ ضائع کیا گیا۔ ہمارے قائد نے ملکی حالات دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر سستی روٹی کا پروگرام شروع کیا تھا اور کسی بھوکے، غریب، یتیم کو روٹی کھلانا اور ہماری ایسی جوان یتیم بچیاں بھی ہیں جو سڑکوں پر کھڑی ہو کر بھیک مانگتی ہیں اور ہمیں اُن کو پیسے دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ہم نے سستی روٹی کی بات بڑے بڑے گھروں اور بڑی بڑی گاڑیوں والوں کے لئے نہیں کی تھی بلکہ غریبوں کے لئے سستی روٹی کا پروگرام شروع کیا گیا تھا۔ اگر ان کے پاس ایسے ثبوت ہیں کہ یہ پیسا پنجاب حکومت نے اپنی جیب میں ڈالا ہے تو یہ ثبوت لے کر آئیں۔ ہم لوگ point scoring سے کب باہر آئیں گے اور دوسری سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے میرے بھائی اور بہنیں ان لوگوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جو لوگ اچھے کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں چھت کی بات کرتی ہوں اور میں اپنے تمام بہن بھائیوں سے گزارش کرتی ہوں کہ یہ رات کو سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اُس کے بعد سوچیں کہ وہ چھت کے نیچے سوئے ہوئے ہیں تو ہمارے اس ملک میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے پاس چھت نہیں ہے، جن کے پاس گھر نہیں ہیں۔ جوان بچیاں، بلکتے ہوئے معصوم بچے، بزرگ اور اپاہج لوگ بھی سڑکوں پر سوئے ہوئے ہیں تو اگر وزیراعلیٰ پنجاب نے ان لوگوں کے لئے چھت کی بات کی ہے اور اگر یہ گناہ ہے تو میں پارٹی کی ورکر ہونے کے ناتے اُن سے بار بار اپیل کرتی ہوں کہ وہ یہ گناہ بار بار کریں اور اُس وقت تک یہ گناہ کرتے رہیں جب تک ہمارا پورا پاکستان آشیانہ نہ بن جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر بات ہو رہی ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں کو ڈرائیور بنایا جائے گا، مجھے یہ بتائیں کہ ایم بی بی ایس اور پی ایچ ڈی کر کے ہمارے لوگ یورپ میں جا کر ٹیکسی چلانا فخر محسوس کرتے ہیں تو وہ لوگ اپنے ملک کے اندر اور اپنے ملک کی ترقی کے لئے اپنے ہی ملک کے اندر اگر ٹیکسی چلاتے ہیں اور ان کو روزگار مل جاتا ہے تو یہ معجزہ سے کم نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اپوزیشن نے جس انداز سے تنقید کی ہے میں اُس کو بابا بلھے شاہ کے ایک شعر سے بیان کروں گی اور اس کے ساتھ ہی بجٹ پر اپنی بحث کا اختتام بھی کروں گی۔

بُرا بندہ لبھن ٹُریا بُرا نہ لبھیا کوئی
اپنے اندر جھاتی ماری میتھوں بُرا نہ کوئی
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العلمین۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ بجٹ تقریر حکومتی تعریفوں اور انہوں نے کاموں کا ایک جھوٹ کا پلندا ہے جس پر پڑھے لکھے تو کیا جاہل دیہاتی عوام بھی یقین نہیں رکھتے۔ وزیر خزانہ نے تو بھولنا ہی تھا، وہ تو ایک عارضی وزیر خزانہ تھے مگر وزیراعلیٰ صاحب بھی شاید بھول گئے کہ 80 فیصد عوام دیہاتوں میں بستے ہیں جن کے لئے آشیانہ جیسی 1988 کی سکیموں میں اب گدھے، جانور بندھے ہوئے ہیں اور آوارہ کتوں اور گیدڑوں کی رہائش گاہیں ہیں اور چکوال میں بھی یہی حال ہے۔ اس 1988 کی آشیانہ سکیم کی طرز کی سکیم کا انجام بھی پتا کر لیں اور وہ بے سہارا غریب، بے گھر لوگوں کے گھروں کو بھی مرمت کرائیں اور ان کو قابل رہائش بنائیں جس کی شدید ضرورت ہے۔ بجٹ کی کتابوں کو کئی ماہ بعد شاید سیاسی حضرات پڑھ سکیں۔ Estimates of Charged Expenses depend on grants کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں۔

چودھری ندیم خادم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، چودھری صاحب!

چودھری ندیم خادم: جناب سپیکر! محترمہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہی ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں۔ محترمہ notes consult کر رہی ہیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ جی، محترمہ! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! ڈویلپمنٹ کی دو کتابیں ہیں ان کے صفحات 47 سے 52 تک ٹاؤن ڈویلپمنٹ کے لئے ہیں۔ Roads and Bridges کے لئے صفحات 53 سے 171 ہیں۔ گورنمنٹ بلڈنگز 173 سے لے کر 399 تک ہیں Loans to Municipalities کے لئے صفحات 401 سے 411 ہیں۔ یہ سارا کچھ جو ان صفحات پر لکھا ہے۔

This is nonsense Expenditure and Receipt Estimates is day dream. Grants receipts which amounts to billions, mainly depend on grants. From where are you getting so

many grants for you? You made a budget which depends on grants of billions of rupees. Supplementary budget is already included in it.

جناب سپیکر! Supplementary Budget عام طور پر بعد میں ہوتا ہے لیکن یہ main بجٹ in advance ہی شامل کر لیا گیا ہے۔

Oblong books for Annual Development Programme Vol-I and Vol-II which are impossible to cover.

اگر کسی نے یہ کتابیں پڑھی ہیں تو وہ میرے ساتھ اتفاق کرے گا کہ یہ کتابیں cover کرنا بالکل ناممکن ہے۔ میں کامران مائیکل کو مبارکباد دیتی ہوں کہ انہوں نے جس حوصلے کے ساتھ روانی اور گرمجوشی سے تقریر کی تھی۔ پاکستان اور خصوصی طور پر پنجاب خدا کے سہارے چل رہا ہے اور جن کو خدا نے وزیراعلیٰ اور وزراء کا کام دیا ہے وہ صرف وقت گزار رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ملاوٹ کو سرکاری cover حاصل ہے۔ یوریا، بند ڈبے والے دودھ فروش تو کیا بھینسوں اور گائیوں کے کھلے دودھ فروش بھی یوریا استعمال کر رہے ہیں۔ حکومت بتائے کہ اس کے لئے اس نے کیا کیا ہے، کیا ملاوٹ کو روکنا حکومت کا کام نہیں ہے؟

جناب سپیکر! یورپ کی کھاد کا تجربہ افریقہ سے شروع ہوا اور اب یہ حال ہے کہ جس کے پاس ایک کنال کا رقبہ ہے وہاں کھاد پانی کے باوجود گھاس کا ایک پتا بھی اس زمین میں نہیں اُگتا۔ زمینیں بنجر، ماؤں کے دودھ خشک، عوام، بچے اور مائیں کمزور لاغر اور سب موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ عوام کی تعداد کم ہوئی تو یورپ کے ممالک آسانی سے حکومت کریں گے۔ بچے کم پیدا کریں، یہ آواز کس کی ہے؟ دنیا میں یہ کس نے اور کہاں سے کہا کہ بچے کم پیدا کریں، فیملی پلاننگ کا لفظ کہاں سے نکلا؟ کیا کبھی سیاستدانوں نے یہ سوچا آئیے آج سے مل کر اپوزیشن اور حکومت وعدہ کریں کہ ایک دوسرے کی عزت کریں گے، وعدہ کریں کہ جاہلوں اور گلی میں شور مچانے والے انپڑھوں کی طرح ہرگز ایک دوسرے کے لیڈروں پر حرف نہ اٹھائیں گے اور نہ آوازے کسیں گے۔ وہ وقت کب آئے گا کہ جب عزت مآب سپیکر صاحب ایوان کو friendly way میں run کر سکیں گے؟ اپوزیشن کی بات حکومت سنے گی، بات ملکی مفاد کی ہو تو امن ہو گا، مشورہ اور تجویز دینے والا کوئی بھی ہو اگر وہ قابل عمل، قابل تعریف اور عوام کی بہتری کے لئے ہو تو اس پر عمل ہو گا۔ پیلو کیب سکیم کا blue print کہاں ہے، planning کہاں ہے؟ روپیہ کتنا ملا مختص تو ہوا ہو گا، پنجاب دُبئی نہیں بن سکتا۔ انہیں چھوڑ کر اپنے صوبے اور ملک کو سنبھالیں۔ لاہور میں رکشے بند

کر کے غریب مزدوروں کا روزگار اور غریب سواریوں کے لئے جو ییلو کیب سکیم لا رہے ہیں اس کا مہنگا کرایہ کیسے ادا کریں گے ؟ انڈیا، ملائیشیا اور بہت سے ملکوں میں اس وقت بھی رکشے چل رہے ہیں اس کی وجہ ان ممالک کے لوگوں کی غربت ہے، پاکستان ایک زرعی ملک ہے. بجٹ میں یہ یاد رکھ کر زراعت پر توجہ دینی چاہئے تھی۔ یہاں پیدا ہونے والے بے ہنگم فروٹ، سبزیوں کے ڈھیر اور ان کے لئے استعمال ہونے والی کھاد کی تحقیقات ہونی چاہئے کہ یہ کون سی کھاد ہے، کہیں یہ وہی کھاد تو نہیں جو افریقہ میں استعمال ہوئی اور بالآخر ایک گھاس کے پتے کو اگانے کے لئے بھی زمین ناپید ہو گئی۔ اس کو ڈھونڈیں، زراعت کے لوگوں کو اسے چیک کرنا چاہئے۔ پاکستان کو افریقہ نہ بننے دیں، پنجاب کو افریقہ نہ بننے دیں۔

جناب سپیکر! اگر تعبیر مکمل نہ ہوئی تو دانش سکول کے initiative سیاست کی بہت چھوٹی سی شہرت رہ جائیں گے۔ پنجاب میں لاتعداد سکول inactive ہیں، 80 فیصد تک بند ہیں، ان کا سدباب فوری طور پر کیا جانا چاہئے۔ تین ماڈل سکول بنیں گے تو existing سکولوں کا کیا ہو گا؟ تعلیم وہ چیز ہے جس کے متعلق حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی تعالیٰ عنہ اس کا دروازہ ہیں مگر ہم بھول گئے اور مغرب نے یاد کر لیا۔ رانا صاحب نے کچھ دن پہلے فرمایا تھا کہ ہنر سکھانے کے لئے سکول بنائیں گے تا کہ بے ہنر افراد روٹی کما سکیں، تعلیم پر توجہ دے سکیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ ان پڑھ کیا ہنر سیکھیں گے اور جو بوڑھے لاچار بھوکے موت کا انتظار کر رہے ہیں وہ کون سا ہنر سیکھ کر روٹی کمائیں گے ؟ بجٹ حکومتی ترجیحات کو مقرر کرتا ہے لیکن یہ ترجیحات تو سیاسی ہیں، فری ٹیکس تجاویز، فوڈ سپورٹ پروگرام، آشیانہ سکیم، لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی ان ترجیحات کی مثالیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ LTC کے ٹینڈر بھی ہو گئے مگر حکومتی vision ہرگز clear نہ ہے۔

جناب چیئرمین: محترمہ! Wind up کریں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! مجھے تھوڑا سا وقت اور دے دیں، میں پانچ دن سے اپنی تقریر کا انتظار کر رہی ہوں۔

جناب چیئرمین: میں نے جس طرح دوسرے ممبران کو تین سے پانچ منٹ دیئے ہیں اسی طرح آپ کو بھی تین منٹ دیتا ہوں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں دو تین منٹ میں اپنی بات ختم کرتی ہوں۔ Gap in tax receiptsکے متعلق عرض ہے کہ ٹیکس معافی اور ٹیکس چھوٹ depends on foreign loansیہ کہاں سے آئیں گے ؟ خواہ یہ قرضے وفاقی حکومت نے دینے ہوں۔

> There are no women comprehensive programmes of universities about latest science and studies which is required in our country.

اور نہ ہی بچوں کے لئے پروگرام جو مربوط اور مضبوط ہوں اور دانش سکول جبکہ مزید بہتر تعلیمی مراکز بچوں اور خواتین کے لئے بنائے جا سکتے ہیں جبکہ مزید بہتر تعلیمی ادارے بچوں اور خواتین کے لئے بنائے جا سکتے ہیں اور existing سکولوں کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔
Health in the same way is de-proving. I am talking about public health.
لیکن سنجیدہ توجہ ٹی بی اور ہیپاٹائٹس کو آج تک نہیں دی گئی۔ چھوٹے شہروں کے لوگ منرل واٹر کے نام پر گندہ پانی پی کر ہیپاٹائٹس میں ملوث ہو رہے ہیں۔ جو گندہ پانی بڑے شہروں سے بھجوایا جاتا ہے اس لئے محکمہ صحت کو عوام کو احتیاط کے گر سکھانے چاہیئں۔ اس کے علاوہ میڈیکل کالج اور دوسرے کالج بھی incomplete ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حکومت اپنی کمائی کے ذریعے بھی نہیں پہچان سکتی؟ پنجاب کے تمام stands ویران ہیں، بسوں ویگنوں کے اڈے، سکولوں اور شہروں کو برباد اور گندہ کر رہے ہیں۔ بلدیہ یعنی پنجاب کے اربوں روپے ضائع کئے جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: فوزیہ بہرام صاحبہ! پلیز اب ختم کریں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب چیئرمین! میں صرف ایک منٹ کی بات کر لوں جو بہت اہم ہے۔

جناب چیئرمین: پلیز ذرا مختصر کریں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب چیئرمین! میں بتا رہی ہوں کہ بلدیہ یعنی پنجاب کو اربوں روپے ماہانہ نقصان ہو رہا ہے لیکن محکمہ جات اپنی independent آمدنی کا کیوں نہیں سوچتے؟ یہ پہلے کھاتے، کماتے اور پھر بڑھاتے ہیں۔ پہلے سستی روٹی، پھر فوڈ سپورٹ پروگرام اور پھر گرین ٹریکٹر سکیم لے کر آئے آخر کار یہ شرمساری کا باعث بنے۔ بتائیں کہ 1988 کی آشیانہ سکیم اور لاہور کی روزانہ کی چوریاں ڈکیتیاں کس کھاتے میں جاتی ہیں؟

جناب چیئرمین: جی، تشریف رکھیں۔ اگلے سپیکر مخدوم احمد مجتبیٰ گیلانی صاحب ہیں۔ جی، گیلانی صاحب! بات کریں۔

چودھری ندیم خادم: جناب چیئرمین! وہ دیکھ کر پڑھ رہی تھیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، وہ دیکھ کر تقریر نہیں کر رہی تھیں بلکہ صرف rules کو consult کر رہی تھیں۔ چودھری ظہیر الدین صاحب لیڈر آف دی پارلیمانی پارٹی ہیں انہوں نے categorically clear کیا ہے۔

I take her observation as correct. She is not reading fluff in the text.

وہ صرف quote کر رہی تھیں

That is not problem anyhow thank you very much madam.

جی، احمد مجتبیٰ گیلانی صاحب!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب چیئرمین! ایک صاحب نے یہاں پر فوج کے متعلق غلط بات کی ہے اس لئے میں یہاں پر فوج سے متعلق بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، مخدوم صاحب! آپ بسم اللہ کرتے ہوئے اپنی بات کریں۔ میں کہوں گا کہ محترمہ کا مائیک بند کر دیا جائے۔

محترمہ فوزیہ بہرام: میں یہاں اپنے ملک کی فوج کو سلام پیش کرتی ہوں اور اُن لوگوں کی باتوں پر مذمت کرتی ہوں جنہوں نے فوج کے خلاف بُری بھلی باتیں کی ہیں۔۔۔

MR CHAIRMAN: Madam! I have given you extra time. I request the honourable member to please give the time to your own. I have given you fourteen minutes so I am sorry. You have five minutes and I have given you about eight minutes extra. Thank you very much.

جی، مخدوم احمد مجتبیٰ گیلانی صاحب!

سید احمد مجتبیٰ گیلانی: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ ہم نے مصالحتی پالیسی کو اپناتے ہوئے آپ سے پہلے دن سے ہی یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم بجٹ کو پاس کرائیں گے مگر چند reservations ہیں جو میں یہاں ضرور بتاؤں گا کہ:

اسماناں تے اڑدے پنچھی ویکھ تاں سہی کی کردے نیں
نہ اوہ کردے رِزق ذخیرہ نہ اوہ بھکھے مردے نیں
کدی کسے نے پنکھ پکھیرو بھکھے مردے ویکھے نیں
بندے ای کردے رِزق ذخیرہ، بندے ای بھکھے مردے نیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین!وزیراعلیٰ اور وزراء کے اخراجات پر میں بات کروں گا۔ بجٹ 2010-11 میں وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ کے اخراجات کا تخمینہ 266 ملین روپے اور وزراء کے لئے 140 ملین روپے رکھے گئے تھے۔بجٹ 2011-12 میں وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے 266 ملین روپے اور وزراء کے لئے 147 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ پیپلز پارٹی نے جب حکومت سے علیحدگی اختیار کی تو یہ رقم کم ہونی چاہئے تھی لیکن بڑھ گئی۔اسی طرح جاریہ اخراجات کے حوالے سے بتانا چاہوں گا کہ خادم اعلیٰ کہتے ہیں کہ ہم اخراجات کم کر رہے ہیں۔ جی ہاں، یہ تعلیم پر اخراجات کم کر رہے ہیں لیکن جاریہ اخراجات کو 388۔ارب روپے سے بڑھا کر 435۔ارب روپے کر دیا گیا۔ عمومی انتظامی اخراجات کو 458 ملین سے بڑھا کر 608 ملین روپے کر دیا گیا۔ تعلیمی امور اور خدمات کی مد میں 2010-11 میں 29۔ارب روپے رکھے گئے جسے کم کر کے 28۔ارب روپے کر دیا گیا اور اب 2011-12 میں یہ رقم 27۔ارب روپے کر دی گئی ہے۔اگر اس میں 15 فیصد افراطِ زر بھی شامل کر لیا جائے تو یہ اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ ترقیاتی اخراجات 2010-11 میں 196۔ارب روپے مختص کئے گئے تھے جنہیں دوبارہ کم کر کے 139۔ارب روپے کر دیا گیا لیکن 2011-12 کے بجٹ میں اس رقم کو پھر 220۔ارب روپے دکھایا گیا ہے۔یہ وہ دھوکا ہے جو اعداد و شمار کے ذریعے لوگوں کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ 2010-11 میں پنجاب میں مستقل غیر ملکی قرضوں کا بوجھ 5.46۔ارب روپے تھا جو اس سال 2011-12 میں 9۔ارب روپے ہو جائے گا۔ خادم اعلیٰ کہتے ہیں کہ کشکول توڑ دیا ہے تو پھر یہ قرضے کیوں بڑھے؟ خادم اعلیٰ کی شاہ خرچیوں کا کیا کہنا کہ کمرشل بنکوں کا سرکاری قرضہ 2009-10 میں 165۔ارب روپے تھا جو 2010-11 میں 177۔ارب روپے ہو گیا لیکن 2011-12 میں 236۔ارب روپے تک جا پہنچا ہے۔یہ کیسی financial management ہے کہ ہمارا صوبہ قرض دار ہوتا جا رہا ہے؟اسی طرح میں بتاؤں گا کہ 2010-11 کے بجٹ میں وصولیوں کا ہدف 571۔ارب روپے رکھا جسے نظر ثانی کر کے 545۔ارب روپے کر دیا گیا۔ درحقیقت 30۔ جون کے بعد پتا چلے گا کہ اس معاملے کا کیا بنا ہے؟

2011-12 میں 656۔ارب روپے رکھے گئے ہیں، میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہاں پر پٹرول نکل آیا ہے؟ سال 2010-11 میں 7.7۔ارب روپے پراپرٹی ٹیکس کی مد میں اکٹھا کرنے کا ہدف بتایا گیا مگر اُسی ہدف کو خود ہی 5.9۔ارب روپے کر دیا جبکہ 2011-12 کے بجٹ میں بھی 9۔ارب روپے اکٹھے کرنے کا اعلان کر دیا ہے لیکن بتائیں کہ یہ کیسے ہوگا؟ ہاں، ایک بات ضرور ہے کہ افیون کے کاروبار سے 60 ملین روپے اکٹھے ضرور ہو جائیں گے کیونکہ گزشتہ سال 13 ملین روپے اکٹھے کرنے کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ حکومت پنجاب افیون کی ٹھیکیداری سے بجٹ وصولیوں کا ہدف ضرور پورا کرے گی۔ میں جائیداد کی خرید وفروخت کے حوالے سے بتانا چاہوں گا کہ جب ہم نے حکومت پنجاب کو چھوڑا تو اُس وقت پراپرٹی کے کاروبار میں حکومت پنجاب کو 370 ملین روپے کی آمدنی ہوئی جو اِن کے پیش کردہ بجٹ دستاویز میں درج ہے۔ 2010-11 میں انہوں نے 541 ملین روپے کا ہدف مقرر کیا لیکن اسے نظر ثانی کر کے صرف 15 ملین روپے کر دیا گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ یہ ہدف بھی حاصل نہیں کر پائیں گے کیونکہ 2011-12 میں 20 ملین روپے حاصل ہونے کا target مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طرح لگژری گاڑیوں پر ٹیکس کی مد میں حکومت پنجاب 679 ملین روپے کما رہی تھی جسے کم کرتے کرتے۔ 2010-11 میں 100 ملین اور اب 2011-12 میں 125 ملین روپے کر دیا ہے۔ غیر معمولی وصولیوں کے حوالے سے کہوں گا کہ اس مد میں خادم اعلیٰ نے 2010-11 میں 12۔ارب روپے اکٹھے کرنے کا اعلان کیا تھا جسے بعد میں کم کر کے 3.5۔ارب روپے کر دیا گیا اور اس سال یہ ہدف 4۔ارب روپے سے تجاوز کر گیا ہے اور غیر معمولی محصولات حکومت کی توقعات سے کم وصول ہوئیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات پر حکومت کی گرفت کمزور ہے اس لئے وصولیاں بھی نہیں ہو رہیں۔ سرکاری دستاویزات کی فروخت جو کہ انتہائی اہم ریکارڈ سمجھی جاتی ہیں اور لوگ انہیں ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور یہ فروخت سرکاری آمدنی کا حصہ ہوتی ہے تو 2011 میں انہوں نے اس مد میں 7۔ارب روپے حاصل کرنے کا کہا تھا لیکن خود ہی اسے 3۔ارب روپے کر دیا اور اس سال 3.7۔ارب روپے ظاہر کیا ہے جو حکومتی دستاویزات کی بے قدری نہیں تو اور کیا ہے، کیا یہ حکومت پر عدم اعتماد کی علامت نہیں ہے کہ لوگ اس حکومت کے انتہائی اہم کاغذات کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور ان پر خرچہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں؟

جناب چیئرمین! آخر میں شعر عرض کرتا ہوں کہ:

میڈی زندگی وگڑیا دھاگہ اے، اینکوں تنڑدا ونڑدا کوئی نیں
میڈے ٹوٹے کر سٹ ڈیندن، اتے گنڑدا گنڑدا کوئی نیں

میاں ہر کوئی چنڑدائے کلیاں، کوں ڈھٹے بُھل کوں چنڑدا کوئی نیں
ہن بس کر شاکر رووَن دی،تیڈی دھاڑ کوں سنڑدا کوئی نیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: عبدالحفیظ خان صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ یہ صدیوں پرانا قصہ نہیں ہے بلکہ 2007 میں پنجاب کی سالانہ جی ڈی پی 8.4 فیصد تھی اور ہر سال 14 لاکھ ملازمتوں کے مواقع پیدا ہو رہے تھے لیکن آج یہ سب خواب لگ رہا ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے پنجاب ناکام تجربات کی لیبارٹری بن چکا ہے۔ فوڈ سپورٹ پروگرام، سستی روٹی، لنگر خانوں اور گرین ٹریکٹر سکیم کی ناکامی کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اب ییلو کیب، 20 ہزار روپے قرض اور آشیانہ ہاؤسنگ سکیمیں بھی ناکام ہوں گی کیونکہ جنہوں نے یہ سکیمیں بنائی تھیں انہوں نے ہی یہ ناقص سکیمیں بنائی ہیں۔

جناب چیئرمین! میں یہاں پر وزیر اعلیٰ کی بچت مہم کی داستان آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں کہ بچت کا بہت چرچا ہو رہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کا بجٹ 26 کروڑ روپے کا تھا لیکن خرچ 32 کروڑ روپے ہوئے، وزیر اعلیٰ کی صوابدیدی گرانٹ 3 کروڑ روپے تھی جبکہ خرچ 6.5 کروڑ روپے کر دیئے کیا یہ بچت ہے، ہیلی کاپٹر کے لئے 75 لاکھ روپے رکھے گئے جبکہ خرچ 2 کروڑ 87 لاکھ روپے کئے گئے، کیا یہ بچت ہے، ٹیلی فون کے لئے 85 لاکھ روپے رکھے گئے لیکن ایک کروڑ 56 روپے خرچ کر دیئے گئے کیا یہ بچت ہے، سفری اخراجات کے لئے 91 لاکھ روپے رکھے گئے جبکہ خرچ 2 کروڑ 44 لاکھ کر دیئے گئے کیا اسے بچت کہیں گے اور خادم اعلیٰ دو سیکرٹریٹ اور پانچ کیمپ آفس استعمال کر رہے ہوں تو یہ کون سی بچت ہے؟ اتنے مہنگے خادم اعلیٰ کا نام تو گنز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں آنا چاہئے۔

جناب چیئرمین! blocked allocation کے نام پر اس بجٹ میں 33۔ارب روپے رکھے گئے۔ اتنی بڑی خطیر رقم اس ایوان سے کیوں چھپائی گئی اور blocked allocation کے ذریعے 33۔ارب روپے کی pocket money fund میں تبدیل کر دیا گیا۔ میں یہاں کہوں گی کہ blocked allocation نہیں یہ black allocation ہے۔ ایڈمنسٹریٹر اور اس وقت جو وزیر اعلیٰ صاحب کا عہدہ ہے تو ان پر یہ فرض ہے کہ وہ جو بھی اعلانات کریں یا جو بھی منصوبے بنائیں ان پر قائم رہیں

لیکن یہ حکومت غیر ملکی امداد نہ لینے پر 24 دن بھی قائم نہ رہ سکی۔ پنجاب حکومت اغیار سے 20۔ارب روپے امداد لے گی۔

جناب چیئرمین! House in order نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اپوزیشن ممبران کی طرف سے اگر کوئی آکر میرے پاس request کرتا ہے تو اس کی بات بھی سننا میرے لئے ضروری ہے۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں اور اس طرح آپ اپنا ٹائم ہی ضائع کر رہی ہیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب چیئرمین! وزیراعلیٰ صاحب جس عہدے پر فائز ہیں انہیں ایسے کوئی اعلانات نہیں کرنے چاہئیں جن پر وہ پورا نہ اتر سکیں۔ پنجاب کی معیشت مزید کسی ییلو کیب کا دھکا برداشت نہیں کر سکتی۔ پہلے ییلو کیب کے لئے ڈائیوو سے deal کر کے دو قومی بنک دیوالیہ ہو گئے اور اب اسحاق ڈار نے فرانس کی کمپنی سے رابطہ کر کے چُھری کانٹے تیز کر لئے ہیں۔ (شیم، شیم)

جناب چیئرمین! بلدیاتی اداروں کے لئے 148۔ارب روپے دھوکا دہی ہے، اگر پنجاب کے حکمرانوں کو اپنی کارکردگی پر اتنا ہی فخر ہے تو وہ بلدیاتی انتخابات کرانے کا اعلان کریں۔ پنجاب لٹ رہا ہے جبکہ اقلیتی حکومت اپنے وسائل لوٹوں پر لٹا رہی ہے۔ سیلاب کی تباہی کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ 20 ہزار روپے کی پہلی قسط 100 فیصد متاثرین کو ملی ہے اور نہ ہی کوئی model village بنایا گیا ہے۔ جنوبی پنجاب کے لئے کاغذوں میں جو رقم رکھی گئی وہ خرچ نہیں ہوئی۔ میری گزارش ہے کہ چودھری پرویز الٰہی سے دشمنی کی سزا پنجاب کے عوام کو ہرگز نہ دی جائے۔ وزیراعلیٰ کا کارڈیالوجی ہسپتال اور ڈیرہ غازی خان کے میڈیکل کالج انتقامی کارروائی کے منہ بولتے ثبوت ہیں جہاں مریض اور ڈاکٹر رُل رہے ہیں جبکہ چودھری پرویز الٰہی کی حکومت میں سڑکوں پر آئے بغیر ڈاکٹروں کو عزت ملتی تھی۔ وزیراعلیٰ کے دو سیکرٹریٹ اور پانچ رہائش گاہوں کو کیمپ آفس کا درجہ حاصل ہے اور وزیراعلیٰ کی غیر مستقل مزاجی اور کثیر الازدواجی روّیے نے صوبے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ (شیم، شیم)

جناب چیئرمین! اگر معزز ممبر چودھری مونس الٰہی کے پروڈکشن آرڈر جاری کر دیئے جاتے تو وہ خود آکر یہاں پر اپنی تجاویز پیش کرتے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "ڈاکو، ڈاکو" کی آوازیں)

جناب چیئرمین: محترمہ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں نے یہاں پر اپنی تقریر میں جو تجاویز دی ہیں یہ ہمارے لیڈر ممبر صوبائی اسمبلی چودھری مونس الٰہی کی تھیں۔ براہ کرم انہیں ریکارڈ کا حصہ بنایا جائے جس کی کاپی میں اسمبلی سیکرٹریٹ کو فراہم کرتی ہوں۔

(اس مرحلہ پر محترمہ خدیجہ عمر نے تحریری تقریر جناب چیئرمین کے حوالے کی)

جناب سپیکر! blocked allocation کے نام پر 33۔ارب روپے پارٹی فنڈ میں تبدیل کر لئے گئے، یہ blocked allocation ہے کثیر الازدواج غیر مستقل مزاج وزیراعلیٰ نے صوبہ تباہ کر دیا، مونس الٰہی ییلو کیب کے لئے پہلے ڈائیو و سے ڈیل کی گئی اب اسحاق ڈار نے فرانس کی کمپنی سے رابطہ کر کے چھری کانٹے تیز کر لئے۔ شریف برادران نے پنجاب کو ناکام تجربات کی لیبارٹری بنا دیا، مونس الٰہی کی بجٹ تقریر خدیجہ عمر فاروقی نے اسمبلی میں پڑھی۔ سپیکر پنجاب اسمبلی کی طرف سے درخواست کے باوجود مونس الٰہی کے لئے پروڈکشن آرڈر جاری نہ کئے جانے پر پاکستان مسلم لیگ کے سینئر رہنما مونس الٰہی کی بجٹ کی تقریر اپوزیشن ممبر خدیجہ عمر نے ایوان میں پڑھی۔ جو پنجاب اسمبلی کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے۔ خدیجہ عمر فاروقی نے مونس الٰہی کی تقریر پڑھتے ہوئے کہا کہ کثیر الازدواج اور غیر مستقل مزاج وزیراعلیٰ نے خوشحال صوبہ تباہ کر دیا۔ blocked allocation کے نام پر 33۔ارب روپے کی خطیر رقم کو پارٹی فنڈ اور پاکٹ منی میں تبدیل کر لیا گیا یہ blocked allocation ہے۔ پنجاب حکومت ترقیاتی بجٹ 50 فیصد بھی خرچ نہیں کرتی جبکہ غیر ترقیاتی بجٹ کے استعمال کی شرح 100 فیصد سے زائد ہوتی ہے ہر سال 30 فیصد سے زائد ریونیو اکٹھا نہ کر سکنا bad governance کی انتہا ہے۔ ییلو کیب کے لئے شریف برادرن نے پہلے ڈائیو و سے ڈیل کی اب اسحاق ڈار نے فرانس کی ایک کمپنی سے رابطہ کر کے چھریاں کانٹے تیز کر لئے، بہت جلد یہ سکینڈل منظر عام پر آ جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ سپیکر اسمبلی نے مونس الٰہی کے پروڈکیشن آرڈر ی جاری نہ کر کے غیر جمہوری روایت کو تقویت دی۔ انہوں نے مونس الٰہی کی طرف سے بجٹ تجاویز دیتے ہوئے کہا کہ وزیراعلیٰ پنجاب اپنے باقی اعلانات کی طرح غیر ملکی امداد نہ لینے کے اعلان پر 24 دن بھی قائم نہ رہ سکے۔ وزیراعلیٰ نے صوبہ کو ناکام تجربات کی لیبارٹری بنا دیا، ان سے درخواست ہے کہ مزید تجربات رائیونڈ پیلس کی حدود تک محدود کر لیں۔ ابھی کل کی بات ہے پنجاب کی جی ڈی پی 8.4 فیصد تھی اور ہر سال 14 لاکھ نئی ملازمتوں کے مواقع پیدا ہو رہے تھے جو آج سب خواب لگتا ہے۔ سستی روٹی، پنجاب فوڈ سپورٹ

پروگرام اور ناکام گرین ٹریکٹر سکیم کی طرح آشیانہ، دانش سکول، ییلو کیب اور 20ہزار روپے امداد والی سکیمیں بھی ناقص، دھوکا دہی اور لوٹ مار کا ذریعہ ہیں۔ انہوں نے کہا ییلو کیب سکیم پہلے بھی دو قومی بنکوں کو مکمل دیوالیہ کر چکی ہے۔ لاء اینڈ آرڈر کی حالت اس حد تک خراب ہو چکی ہے کہ عوام کا جان و مال، عزت گھر کے اندر محفوظ ہے اور نہ گھر کے باہر۔ 1997 کی قیمتیں واپس لانے کے دعوے کرنے والوں کے دور میں اشیائے خورد نوش کی قیمتیں200 فیصد تک بڑھ چکی ہیں غریب خود کشیوں پر مجبور ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وزیراعلیٰ کی بچت مہم کا ڈرامہ فلاپ شو ثابت ہوا، ہر سال کی طرح اس سال بھی تمام تر اخباری دعوؤں کے باوجود وزیراعلیٰ اپنے سیکرٹریٹ کے اخراجات کنٹرول نہیں کر سکے۔ گزشتہ سال 26 کروڑ روپے کی بجائے 32 کروڑ روپے کے اخراجات کئے گئے۔ صوابدیدی فنڈ3 کروڑ روپے تھا خرچ 6.5 کروڑ روپے کئے گئے ہیلی کاپٹر کے تیل کے لئے75 لاکھ روپے رکھے گئے مگر خرچ 2کروڑ87 لاکھ کئے گئے، وزیراعلیٰ دو سیکرٹریٹ اور پانچ رہائش گاہیں استعمال کر رہے ہیں جنہیں کیمپ آفس کا درجہ حاصل ہے یہ کہاں کی بچت اور سادگی ہے؟ اس مہنگے ترین خادم اعلیٰ کا نام گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں آنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ وزیراعلیٰ کی کارکردگی اچھی ہوتی تو بلدیاتی انتخابات کے انعقاد سے کبھی نہ بھاگتے۔ انہوں نے کہا کہ جنوبی پنجاب کے 100 فیصد سیلاب متاثرین کو تاحال امداد کی پہلی قسط بھی نہیں ملی ایک سال بعد بھی کوئی ماڈل ویلج مکمل نہیں ہوا جنوبی پنجاب کے لئے کاغذوں میں جو رقم رکھی جاتی ہے وہ خرچ بھی کاغذوں میں ہی ہوتی ہے، پنجاب لٹ رہا ہے مگر اقلیتی حکومت سرکاری وسائل لوٹوں پر لٹا رہی ہے۔

جناب چیئرمین: ملک صاحب! آپ کا ٹائم شروع ہو چکا ہے۔ پلیز، آپ اپنا ٹائم ضائع نہ کریں۔

جناب شاہان ملک: جناب چیئرمین! بجٹ کے اس اجلاس کے موقع پر میں چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ ہم نے بجٹ کی تقریر کو بڑے غور سے سنا ہے اور اس پر توجہ بھی کی ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ۔۔۔(شور وغل)

MR CHAIRMAN: Order in the House.

جناب شاہان ملک: جناب چیئرمین! ہمیں اس میں ایک گورکھ دھندا محسوس ہوا جب خادم اعلیٰ پنجاب یہاں پر تشریف لائے اور انہوں نے بڑی دل کو موہ لینے والی تقریر کی جس میں ایک موقع پر انہوں نے 75۔ ارب روپے کے ڈاکے کا تذکرہ کیا۔ بہت اچھی بات ہے جو چور ہو، جو ڈاکو ہو، جو رشوت خور ہو، جو بد دیانت ہو، جو کرپٹ ہو اُسے اُس کے انجام تک پہنچانا چاہئے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت

پنجاب کا ترقیاتی بجٹ 220۔ارب روپیہ ہے اور میں آپ کو دعوے سے کہتا ہوں کہ جتنے معزز ممبران اسمبلی یہاں پر بیٹھے ہیں یہ بھی میری اس بات کی تائید کریں گے۔اگر انہوں نے اپنے اللہ کو جان دینی ہے تو بتائیں کہ کیا سرکاری محکموں میں ہر سال، میں وفاق کے محکموں کا تو نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہمارا واسطہ صوبے سے ہے کہ کیا ہر محکمے میں 24 فیصد کمیشن کی زد میں نہیں جاتا، کیا 220۔ارب کا 24 فیصد جو کم از کم ہے کیا وہ 53۔ارب روپیہ نہیں بنتا اور کیا ان تین سالوں میں 5۔ارب روپے کی سیدھی سیدھی کرپشن نہیں ہوئی؟(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کون سا ایسا محکمہ ہے، ہم گفتار کے غازی تو بہت بنا کرتے ہیں، آج ان تین سالوں میں اگر آپ نے کسی سیاست دان سے انتقام لینا ہو تو آپ کوہ قاف سے جا کر بھی اس کا بنک اکاؤنٹ لے آتے ہیں۔کیا پنجاب کی بیوروکریسی سے پوچھنے اور at random چیک کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اٹھارہویں گریڈ کا افسر چار کنال کی کوٹھی کہاں سے لیتا ہے؟(نعرہ ہائے تحسین)

کیا یہ کبھی پتا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ آج ایک پٹواری جس کا سکیل ایک کلرک کے برابر ہے وہ 20 مربع کمرشل زمین کا مالک کیسے بن جاتا ہے؟ آج ایک تھانیدار پیسے دے کر تھانے میں لگتا ہے، ہم بات کرتے ہیں لاء اینڈ آرڈر کی، ہم بات کرتے ہیں اس معاشرے کو منشیات سے پاک کرنے کی، جو تھانیدار 5 لاکھ روپے دے کر لگے گا وہ سائیکل چور سے تو پورا نہیں کر سکتا۔میں چند اور گزارشات کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جتنے بھی محکمے اٹھالیں ہر محکمے کی یہی تفصیل ہے۔15۔ارب روپیہ کرپشن کی مد میں ہم تنوروں میں جھونک چکے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

جناب چیئرمین: ملک صاحب! اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب شاہان ملک: جناب سپیکر! تقریباً 4۔ارب روپے کے قریب رمضان پیکج آرہا ہے۔مجھے غریب کو روٹی دینے پر اعتراض نہیں ہے لیکن میں یہ جانتا ہوں اور حلفاً کہتا ہوں کہ جس تنور والے کو 8 لاکھ روپے ملتے تھے وہ 2 دیتا تھا اور 6 کھاتا تھا۔(نعرہ ہائے تحسین)

کیا یہ درست ہے کہ 4۔ارب روپے کا رمضان پیکج لایا جا رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ سستی روٹی سکیم کا Episode No.2 ہو اور یہ پیسا بھی کرپشن کی نذر ہو جائے؟ میں اس پر بھی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال جب چیف منسٹر پنجاب سیلاب زدگان کے لئے یہاں سے آٹا لے کر صوبہ سرحد پہنچے تو آپ کے

پٹواریوں، آپ کے DORs اور آپ کے تحصیلداروں نے 23 لاکھ روپیہ چیف منسٹر کے نام پر اکٹھا کیا۔ کیا کبھی اس حساب کو کسی نے چیک کیا؟

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ملک صاحب!

جناب شاہان ملک: جناب چیئرمین! میرے دو تین منٹ ضائع ہو گئے تھے، میں ابھی wind up کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: وہ تو آپ کی وجہ سے ضائع ہوئے، ہماری وجہ سے تو نہیں ہوئے۔ بہت شکریہ

جناب شاہان ملک: جناب چیئرمین! اُس طرف سے بھی ہوا ہے، میں اب wind up کر رہا ہوں۔ واٹر سپلائی سکیم کی مد میں آپ نے ایک ارب 82 کروڑ روپیہ دیا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس پر توجہ فرمائی جائے، کروڑ 16 کروڑ روپے کی واٹر سپلائی سکیم صرف user committee کی نااہلی کی وجہ سے دس بارہ ہزار روپے کے بل کی وجہ سے بند ہو جاتی ہے۔ آپ چونکہ مجھے بار بار روک رہے ہیں اس لئے مجھے اپنی تقریر صرف اس شعر کے ساتھ ختم کرنا پڑے گی کہ:

جہاں بھونچال بنیادِ فصیل و در میں رہتے ہیں
ہمارا حوصلہ دیکھیں ہم ایسے گھر میں رہتے ہیں

جناب چیئرمین: خواجہ عمران نذیر صاحب!

خواجہ عمران نذیر: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے ایسے میں ایک بہترین اور متوازن بجٹ پیش کرنے پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور کامران مائیکل کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ کامران مائیکل نے بہترین بجٹ تقریر کی، اس کی وجہ سے پوری دنیا میں اللہ کے فضل سے پاکستان اور پنجاب کا image بہت بلند ہوا ہے۔ میں فنانس منسٹر اور ان کی پوری ٹیم کو یہ بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا۔ چونکہ ٹائم بہت کم ہے اور ممبران نے بھی بات کرنی ہیں اس لئے میں ایک دو چیزوں پر بات کر کے اجازت چاہوں گا۔ ان نامساعد اور بُرے حالات کے باوجود کہ جب سیلاب آیا ہوا تھا اور پنجاب کے بیشتر حصے سیلاب سے متاثر ہو چکے تھے، خصوصی طور پر میاں محمد شہباز شریف نے اغیار کی بھیک نہ لینے کا جو اعلان کیا ہے، یہاں پر بہت سارے دوستوں نے باتیں کیں، مختلف talk shows پر بھی بات ہوئی، بار بار اس چیز کو توڑا اور مروڑا جاتا رہا۔ مجھے اس بات کا جواب چاہئے کہ اگر آج ہم نے میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف صاحب کی قیادت تلے اس چیز کا فیصلہ کر ہی لیا

ہے کہ ہم نے کسی بھی ایسے غیر سے اس طرح کی بھیک نہیں لینی جس سے ہمیں اپنے گھر کو بیچنا پڑے، جس سے ہم ڈرون حملے نہ رکوا سکیں اور جس سے ہمیں اپنی پالیسیوں کو اغیار کی مدد سے چلانا پڑے تو کیا یہ گناہ ہے، عزت، غیرت اور حمیت کے ساتھ جینا، کیا یہ ہمارا گناہ ہے؟ ایسے تمام لوگ جو غلامی کی زندگی میں رہنا چاہتے ہیں ہمیں ان کے مشورے نہیں چاہئیں۔ ہم روکھی سوکھی کھا کر بھی گزارا کریں گے لیکن اغیار کی بھیک نہیں لیں گے۔ ہاں! ہمارے وہ دوست ممالک جو واقعتاً ہر مشکل وقت میں پاکستان اور پنجاب کے لوگوں کی مدد کرتے رہے ہیں، ہمارے وہ دوست ممالک کہ جنہوں نے ہمیشہ سے اسلامی بھائیوں کا خیال رکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ ان کا نام لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ سعودی عرب، چائنا اور دیگر ایسے ممالک جو نیک نیتی سے ہمارے projects کو funding کرنا چاہتے ہیں، ہمیں ان کی support سے کبھی انکار رہا ہے اور انشاء اللہ نہ کبھی انکار ہو گا۔ ہمیں صرف اعتراض اُس بھیک پر ہے جس بھیک کو لے کر پلنے اور چلنے کی عادت ان ناسوروں کو ہو چکی ہے اور یہ اس بھیک سے باہر نہیں نکلنا چاہتے۔ یہاں پر بہت ساری باتیں سننے کو ملی ہیں۔ یہاں پر لوگوں نے یہ بھی کہا کہ جب ہم چھوڑ کر گئے، ابھی میرے ایک بھائی نے بات کی کہ جب ہم چھوڑ کر گئے تو میں صرف ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ تمام دنیا اور میڈیا کو معلوم ہے کہ چھوڑ کر کوئی نہیں گیا، نکالا ضرور گیا۔

جناب چیئر مین! یہاں پر ایجوکیشن کی بار بار بات ہوتی ہے تعلیم کے معاملات میں کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ کوئی بھی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک سب کو تعلیم کے یکساں مواقع فراہم نہ کئے جائیں۔ دانش سکولوں پر بہت اعتراض آیا ہے لیکن مجھے یہ بتایا جائے کہ آج اگر میاں محمد شہباز شریف نے آغاز صبح نو کر دیا ہے ان بچوں کے لئے جن کے سر پر ہاتھ رکھنے والا اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی نہیں تھا، ان بچوں پر جن کا talent کبھی جنوبی پنجاب اور کبھی اٹک اور کبھی میانوالی میں بھٹکتا ہے اگر آج اس talent پر میاں محمد شہباز شریف صاحب اور پنجاب حکومت نے محض اس نیت سے ہاتھ رکھ دیا کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب کا مستقبل ہیں۔ میں آج چیلنج کے ساتھ دانش سکولوں کے حوالے سے بات کر رہا ہوں کہ آنے والا وقت یہ ثابت کرے گا کہ انہی دانش سکولوں سے ڈاکٹر عبدالقدیر خان نکلے گا، انہی دانش سکولوں سے بو علی سینا نکلے گا، انہی دانش سکولوں سے سر سید احمد خان نکلے گا۔

جناب سپیکر! بات سیاست برائے سیاست کی ہوتی ہے۔ سیاست برائے سیاست نہیں، آج شہباز شریف صاحب پر الزام لگانے والے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ یہ وہ چیف منسٹر ہیں جنہوں نے نئے ہیلی کاپٹر نہیں خریدے، یہ وہ چیف منسٹر ہیں کہ اگر وہ چاہتے تو ہر سال تیس کروڑ روپے

کاsecret fundsاڑا دیتے جس طرح ماضی میں لوگ اڑاتے رہے ہیں۔میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے ایک سکہ بھی اسsecret fundsسے خرچ نہیں کیا۔یہ وہ چیف منسٹر ہیں کہ جس کی تنخواہ آج بھی فاطمہ میموریل ہسپتال میں جاتی ہے۔یہ وہ چیف منسٹر ہے جس کے گھر میں پٹواریوں کا ددر دورہ نہیں ہوتا،یہ وہ چیف منسٹر ہے جو اپنی ذاتی تشہیر کرنا پسند نہیں کرتا۔یہ وہ چیف منسٹر ہے جو پڑھے لکھے پنجاب کے نام پر اربوں روپے کا فراڈ نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: جی،بہت شکریہ

خواجہ عمران نذیر: جناب سپیکر!میں آخری بات کر کے اپنی تقریر ختم کر رہا ہوں کہ پورے پاکستان اور پنجاب کے عوام کو پتا ہے کہ کون ہے جو نیک نیتی سے کام کر رہا ہے۔آج لوگوں کے چہروں پر مایوسی ہے،آج لوڈ شیڈنگ نے لوگوں کا بیڑہ غرق کر رکھا ہے،پٹرول بم صرف پنجاب کے لوگوں پر گرایا جا رہا ہے لیکن ہمارا یہ عزم ہے اور الحمد للہ اسمبلی کےfloorسے میں اپنی پوری قوم کو پیغام دینا چاہتا ہوں کہ ہماری پنجاب حکومت نے500میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کے منصوبوں پر کام کا آغاز کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین: جی،بہت شکریہ۔محترمہ نیلم جبار صاحبہ!

خواجہ عمران نذیر: جناب چیئرمین!میں صرف ایک شعر پڑھ کر ختم کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔میں نے آپ کو تین منٹ زیادہ دیئے ہیں۔

خواجہ عمران نذیر: جناب سپیکر!میں عرض کرتا ہوں کہ:

تسلیم کہ رات اندھیری ہے
الہام کی گھمن گھیری ہے
تیرا تن زخموں سے چور بہت
میرا دل غم سے رنجور بہت
اے کعبہ و دل اے معبد جاں
تجھے زخمی چھوڑ کر جاؤں کہاں
میرے جیتے جی ان کھیتوں پر
ان شہروں پر ان نہروں پر

آسیب کی زردی چھائے کیوں
تیرے نین کنول مرجھائیں کیوں
سر رکھ دیں گے ہر پتھر پر
جاں دے دیں گے ہر ٹہنی پر
ہم آنچ نہ آنے دیں گے کبھی
اس ملک کی خوش اقبالی پر

جناب چیئرمین: جی، محترمہ نیلم جبار چودھری صاحبہ!

محترمہ نیلم جبار چودھری: جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل صاحب کو ایک دن کی بجٹ تقریر کی بھرپور تیاری کے ساتھ تقریر پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ بجٹ تقریر پڑھنے اور سننے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ بجٹ تقریر کسی حکومت کی بنائی گئی یا لکھی گئی نہیں ہے بلکہ یہ بجٹ تقریر روایتی اور درباری بابو نے تیار کی ہے جو کہ دربار لاہور کو خوش کرنے کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یہ بجٹ تقریر مجھے مسلم لیگ (ن) کی تشہیری مہم کا ایک حصہ لگی کہ جس میں پنجاب حکومت کا ذکر بہت کم کیا گیا لیکن مسلم لیگ (ن) اور میاں محمد نواز شریف کا ذکر بارہا کیا گیا۔

جناب سپیکر! یہ بجٹ تقریر میرے خیال میں بلند و بانگ دعوؤں اور الفاظ کے ہیر پھیر اور تضاد کے مجموعہ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ پنجاب حکومت کی سنجیدگی کا یہ عالم تھا کہ بجٹ پیش کرنے سے ایک دن پہلے کسی کو معلوم ہی نہ تھا کہ بجٹ تقریر کون پیش کرے گا؟ میں سمجھتی ہوں کہ اس میں عوامی نمائندوں سے مشاورت تک نہیں لی گئی۔ یہ تمام تقریر اس طبقہ فکر نے بنائی جس کا عوامی مسائل کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور وہ اس چیز کا ادراک ہی نہیں رکھتے کہ عوام کو کس قسم کے مسائل درپیش ہیں۔ بجٹ تقریر کے آغاز میں کشکول توڑنے اور خود انحصاری کی نوید سنائی گئی ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ یہ نعرہ اور خوشخبری جو عوام کو سنائی گئی ہے اس قسم کا ایک نعرہ پہلے بھی مسلم لیگ (ن) کی طرف سے لگایا جا چکا ہے جب 1990 کی دہائی میں یہ کہا گیا کہ "قرض اتارو ملک سنوارو" قرض اتارو ملک سنوارو کے نام پر عوام سے اربوں روپیہ اکٹھا کیا گیا۔ آج بھی عوام اس کے حساب کے منتظر ہیں اور دوسری طرف یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ امداد تو لی جائے گی لیکن دوست ممالک سے لی جائے گی۔

جناب چیئرمین! امداد بہر حال امداد ہی ہوتی ہے، خیرات تو خیرات ہی ہوتی ہے اور بھیک تو بھیک ہی رہتی ہے چاہے کسی دوست سے بھی کیوں نہ لی جائے کیونکہ نظریں اور ہاتھ تو بہر حال نیچے ہی رکھنا پڑتے ہیں۔ میرا ابھی یہ خیال ہے کہ حکومت پنجاب اس معاملے میں بھی confusion کا شکار ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ کہا جارہا ہے کہ کشکول توڑ دیا گیا ہے اور دوسری طرف Asian Development Bank کو خط لکھا جارہا ہے کہ ہمیں قرضہ جاری کیا جائے۔ یہ پنجاب حکومت کے double standard ہیں کہ عوام کو خوش کرنے کے لئے نعرے لگائے جارہے ہیں لیکن فیصلہ نہیں کیا جارہا کہ ہم نے کیا کرنا اور کیا نہیں کرنا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس بجٹ میں کوئی بھی سمت پنجاب حکومت کی طرف سے نہیں دی گئی کہ غریبوں کی فلاح و بہبود کے لئے کیا اقدامات اٹھانے ہیں۔ اسی طرح سے ماضی کی ناکام زمانہ اور بدنام زمانہ Yellow Cab Scheme کو دوبارہ سے شروع کیا گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ وہی سکیم ہے جس میں اربوں روپے کے قیمتی زر مبادلہ کا ضیاع کیا گیا تھا، ایسی گاڑیاں منگوائی گئیں جو بہت جلد سکریپ بن گئیں اور آج ان میں سے کوئی بھی گاڑی ہمیں سڑکوں پر دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے بعد سننے میں یہ آیا ہے کہ Yellow Cab Scheme سے پڑھے لکھے گریجویٹ بے روزگار نوجوانوں کو ٹیکسیاں فراہم کی جائیں گی۔ ہم اپنے پڑھے لکھے نوجوانوں کے اندر احساس محرومی پیدا کررہے ہیں کہ اگر وہ پڑھیں گے اور تعلیم حاصل کریں گے تو ہم انہیں ٹیکسی ڈرائیور بنائیں گے یا انہیں رکشا چلانے پر مجبور کریں گے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ پنجاب حکومت کا ایک انتہائی غلط قدم ہے جس میں ہم پڑھے لکھے نوجوانوں کو باعزت روزگار دینے کی بجائے انہیں ٹیکسی ڈرائیور بنائیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس میں ہمیں دوبارہ سے سوچنا ہوگا۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ نیلم جبار چودھری: جناب سپیکر! جہاں تک دانش سکول کا تعلق ہے تو یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ پنجاب حکومت کو کس ارسطو نے دانش کدہ بنانے کا مشورہ دیا۔ یہاں پر ایک طرف تو ہمارے پنجاب کے اندر تمام سکول بنیادی ضروریات زندگی اور سہولتوں سے محروم ہیں اور دوسری طرف دانش کدہ بنائے جارہے ہیں جو غریبوں کے بچوں کا نعرہ لگا کر بنائے جارہے ہیں۔ پنجاب میں جہاں پر باقی سکولوں میں facilities نہیں ہیں، ہمارے بچوں کو بنیادی سہولیات میسر نہیں ہیں وہاں پر ہم دانش سکول بنا کر ایک طبقاتی تقسیم پیدا کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہ بات غور طلب ہے کہ پہلے ہی دو طبقے ہیں ایک طرف

غریب ہے، دوسری طرف امیر طبقہ ہے اور اب ہم غریب طبقہ کے اندر بھی طبقاتی تقسیم پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ طبقاتی تقسیم کتنی مہلک اور خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اس کا اندازہ آپ نہیں لگا سکتے۔

آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے نام پر من پسند ٹھیکیداروں کو نوازا جا رہا ہے۔ اس سکیم کی شفافیت بھی اسی طرح سے مشکوک ہے جس طرح سے جناح آبادیوں کی الاٹمنٹس کے سلسلے میں کرپشن ہوئی، ہمارے علاقوں میں اس طرح ہوا کہ مسلم لیگ (ن) کے نمائندوں نے پٹواریوں اور انتظامیہ کے ساتھ مل کر غیر مستحق افراد کو پلاٹس دیئے اور اس کو اپنے سیاسی فائدے کے لئے استعمال کیا۔ اب ایک مرتبہ پھر آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے نام پر وہ تمام فراڈ، گھپلے اور کرپشن دوبارہ ہوتی نظر آئے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس اب آپ wind up کر دیں۔

محترمہ نیلم جبار چودھری: جناب سپیکر! میں wind up کر رہی ہوں اور میرا خیال ہے کہ میں نے باقی تمام ممبران کی نسبت بہت کم وقت لیا ہے۔ پولیس کے لئے مختص کردہ فنڈز میں 3۔ارب روپے کے اضافے کی تجویز ہے۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ جب پولیس کی تنخواہوں کو دُگنا کیا گیا تھا تو وزیر اعلیٰ نے کہا تھا کہ پولیس کی تنخواہوں کو دُگنا کرنے سے پولیس کے روّیے میں بہتری آئے گی۔ پولیس کو عوام کے جان و مال کا محافظ بنانے کے لئے اور ان کو رشوت سے دور رکھنے کے لئے پنجاب حکومت نے ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے لیکن ہوا کیا؟ ان کی تنخواہیں ڈبل ہونے کے باوجود ان کی رشوت بھی اسی طرح بڑھی اور صوبے میں جرائم کی شرح بھی اسی طرح بڑھتی چلی گئی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کا وہ خواب جو انہوں نے دیکھا، پولیس کلچر ٹھیک ہو سکا، نہ جرائم کی شرح میں کمی آئی اور نہ ہی امن و امان کی صورتحال ٹھیک ہوئی تو میرا خیال ہے کہ پولیس کے لئے مختص کردہ فنڈ میں کمی کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! Pro-poor schemes کی مد میں جو 30۔ارب روپے رکھا گیا ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ اس سے غریبوں کا کوئی بھلا ہونے والا ہے۔ ملک کے اندر غربت ہے اور لاقانونیت ہے ہر طرف اندھیروں کا راج ہے۔ پنجاب میں بے روزگاروں کی باراتیں نکلتی ہیں، غربت اکثریت کا مقدر بن چکی ہے، بھوک کی فصلیں اُگتی ہیں تو یہاں پر خالی انقلاب کے نعرے لگا لینے سے انقلاب نہیں آیا کرتے۔ ہم نے پچھلے تمام عرصہ میں دیکھا کبھی ڈاکٹر سڑکوں پر احتجاج کرتے نظر آئے، کبھی پی سی ایس افسران نظر آئے، کبھی صحافی نظر آئے، کبھی کلرک، کبھی مزدور، کبھی اساتذہ یہ good governance کا عالم ہے۔ اس طرح سے انقلاب نہیں آیا کرتے کہ آپ عوامی نمائندوں کو ایک طرف رکھ دیں اور کسی

بھی معاملہ میں ان کی input نہ لی جائے۔بیوروکریسی کو عوامی نمائندوں سے زیادہ اہمیت دے کر ان سے فیصلے کرائے جائیں اور بند کمروں میں کئے گئے فیصلے جس سے عوام بالکل بے خبر ہو اس سے عوام کا کوئی بھلا نہیں ہونے والا۔اسی طرح سے آپ دیکھئے، آپ بھول سکتے ہیں، ہم نہیں بھول سکتے، روزگار کی فراہمی کے لئے اور غربت کے خاتمے کے لئے پنجاب حکومت کی جانب سے تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد کو جو 20ہزار روپے قرضہ دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اس میں بھی اگر وزیر خزانہ صاحب یہ وضاحت فرما دیتے کہ ان 20ہزار روپے سے کون سا کاروبار شروع کیا جا سکتا ہے تو شاید ہماری ناقص عقل میں کچھ آ جاتا کہ 20ہزار روپے سے کوئی پڑھا لکھا شخص کون سا باعزت روزگار شروع کر سکتا ہے؟ بہت ساری باتوں میں تضادات ہیں اور بہت سارے ایسے معاملات ہیں جو ہمیں دیکھنے پڑیں گے۔اسی طرح مفت ادویات کے لئے 5۔ارب 50کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے یہ انتہائی معمولی رقم ہے جو تین ماہ کے اندر ہی ختم ہو جائے گی اور باقی سارا سال سرکاری ہسپتالوں میں مریض دوائیاں نہ ہونے کی وجہ سے سسکتے اور دم توڑتے نظر آئیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔آپ کا ٹائم بہت اوپر ہو گیا ہے۔اب آپ wind up کرنا چاہتی ہیں تو کر لیں۔

محترمہ نیلم جبار چودھری: جناب سپیکر! خواتین کی ترقی کے لئے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ خواتین کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے اور خواتین کو معاشی طور پر خود مختار کرنے اور خوشحال بنانے کے لئے۔ خواتین آبادی کا 52فیصد ہیں ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم خواتین کو ان کے پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے کوئی اقدامات کریں۔ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دور دراز اور پسماندہ علاقوں میں خواتین کے لئے چھوٹی موٹی گھریلو صنعتوں کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ وہاں پر خواتین باعزت طریقے سے اپنا روزگار کما سکیں۔ ہمارے قائدین نے اس ملک میں جمہوریت کی خاطر قربانیاں دی ہیں یہاں پر بہت بڑی بڑی باتیں کی گئیں لیکن عوام کی خاطر، جمہوریت کی خاطر جمہوریت کی بقاء اور استحکام کی خاطر جتنی قربانیاں پاکستان پیپلز پارٹی کے قائدین نے دی ہیں، جتنی قربانیاں پاکستان پیپلز پارٹی کے ورکرز نے دی ہیں میرا خیال ہے کہ پاکستان کی پوری سیاسی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

محترمہ نیلم جبار چودھری: جناب سپیکر! بس تھوڑا سا وقت لوں گی۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ ہم نے عوام کی خاطر یہ کام کر دیا، ہم نے عوام کی خاطر وہ کر دیا۔ عوام کی خاطر جانیں قربان کرنے کا حوصلہ جو لیڈر رکھتے ہیں وہی عوام کو گائیڈ کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے قائدین کی جو قربانیاں ہیں ہمیں ان کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ ہماری شہید قائد محترمہ بے نظیر بھٹو نے اس ملک کے لئے، اس ملک کی عوام کی خاطر، اس ملک کی جمہوریت کی بقاء اور استحکام کی خاطر قربانیاں دی ہیں۔ بہت شکریہ۔ پاکستان زندہ باد

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ نرگس فیض ملک صاحبہ موجود نہیں ہیں ---؟ ملک جلال الدین ڈھکو صاحب!

ملک جلال الدین ڈھکو: جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے وقت دیا۔ بجٹ پر بڑی لمبی چوڑی تقاریر ہوئیں اور آج بھی تقاریر کا سلسلہ جاری ہے۔ میں وقت کی قلت کے پیش نظر کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کر سکتا لیکن میں دو چار گزارشات ضرور کروں گا کہ یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے یہ ایک فلاحی اور متوازن بجٹ ہے اس پر میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ کامران مائیکل کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! کسی بھی حکومت کا اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ اپنے ملک میں، اپنے صوبہ میں امن قائم رکھ سکے۔ امن قائم رکھنا ہر ملک، ہر صوبہ کا اوّلین فریضہ ہے۔ اس بجٹ میں امن وامان کے لئے 52۔ارب اور 11 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ پولیس کا فرض ہے کہ وہ ملک میں امن وامان قائم کر سکے۔ اس ضمن میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے دل میں ایک تڑپ ہے وہ بار بار بات کرتے ہیں اور بار بار ہدایات بھی جاری کرتے ہیں کہ ہر کس و ناکس کو بلاامتیاز انصاف ملے اور اُن کی انتہائی کوشش ہے کہ صوبہ میں کوئی بھی شخص چاہے وہ مخالف ہو، غریب ہو، امیر ہو اس کو انصاف مہیا ہو سکے۔ اس میں انہوں نے پولیس کی تنخواہیں بھی بڑھائیں، نئی گاڑیاں بھی فراہم کیں اور اس میں میرے اپنے خیال کے مطابق کچھ پیشرفت ابھی ہوئی لیکن اس میں ابھی اصلاح کی ضرورت ہے یہ چونکہ بجٹ تقریر ہے اس لئے اس میں اپنی کچھ تجاویز بھی پیش کرنی چاہئیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ جو پولیس افسر corrupt ہو، جس پر corruption ثابت ہو جائے، جس پر ناانصافی ثابت ہو جائے اس کو suspend کرنا یا terminate کرنا کوئی سزا نہیں، اس کے لئے ایک قانون بنانا چاہئے تاکہ اس کا سدباب ہو سکے اور لوگوں کو بلاامتیاز انصاف مل سکے۔ اسی طرح میں ایک بات پولیس آرڈر 2002 کے متعلق کروں گا جو کہ فیڈرل اسمبلی نے پاس

کیا ہے،اس میں لوگوں کو بڑیtroubleہے، بڑی تکلیف ہے۔ایک اے ایس آئی ایک مقدمے کا فیصلہ کر دیتا ہے، فیصلہ کرتے وقت، میرے تمام دوستوں کو بھی علم ہے اور شاید پولیس افسران بھی یہاں پر تشریف فرما ہوں،اے ایس آئی کی کتنی percentageایسی ہے جو corruptنہیں ہے ؟ وہ کسی بھی شخص کو انصاف مہیا نہیں کر سکتا، شاید ہی کوئی درد دل رکھنے والا یا خدا ترس اے ایس آئی ہو جو انصاف دے سکے۔اس کے بعد crime rangeنے اس کی تفتیش کرنی ہوتی ہے وہاں تک تفتیش پہنچتے پہنچتے مقدمہ عدالت میں سماعت کے لئے چلا جاتا ہے تو یہ ایک بہت بڑی ناانصافی ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ پولیس آرڈر2002 منسوخ ہونا چاہئے اور اس اسمبلی کو متفقہ طور پر یہ قرارداد پاس کرنی چاہئے اور فیڈرل گورنمنٹ کو یہ سفارش کرنی چاہئے کہ اس پولیس آرڈر کو منسوخ کیا جائے، عوام کو انصاف مہیا کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔امن عامہ کے ضمن میں، میں نے پہلے بھی بات کی تھی کہ جو حکومت، جو صوبہ، جو ملک اپنے علاقہ میں امن قائم نہیں رکھ سکتا اس کو وہاں پر حکومت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔آج کا حاکم میاں محمد شہباز شریف جس کے دل میں درد ہے، تڑپ ہے،اس کی کوشش ہے اور یہ کوشش انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گی۔کچھ دن پہلے بھی میری اس سلسلے میں meetingہوئی تھی اور اس میں باتیں بھی ہوئی تھیں انہوں نے کہا تھا کہ ہم یہ کوشش کر رہے ہیں اور پولیس آرڈر 2002کی منسوخی کے لئے انہوں نے احکامات بھی لکھے ہیں۔

جناب سپیکر!اس کے بعد میں محکمہ زراعت کی طرف آتا ہوں، زراعت اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے، ہمارا ملک چونکہ ایک زرعی ملک ہے اس لئے اس میں زراعت کی ترقی اور سبز انقلاب لانے کی بے انتہا ضرورت ہے۔

(اذان مغرب)

جناب سپیکر!میں زراعت کے بارے میں گزارشات کر رہا تھا کہ جب ہندوستان سے انگریز رخصت ہوا تو انہوں نے کہا تھا کہ یہ ملک اور particularlyپنجاب سونے کی چڑیا ہے اس لئے اس صوبہ میں سبز انقلاب لانے کی بے انتہا ضرورت ہے اس سلسلے میں چند ایک تجاویز بھی پیش کروں گا، موجودہ حکومت اس کے لئے کوشش بھی کر رہی ہے اور میاں محمد شہباز شریف صاحب نے لوگوں کو کافی سہولیات دی ہیں۔ایک تو ڈیزل کی قیمتوں میں کمی ہونی چاہئے، مرکزی حکومت جو ہر مہینے فیصلے کرتی ہے اور پانچ سات روپے قیمت بڑھا دیتی ہے اس سے غریب کسان پر بوجھ پڑتا ہے اور زراعت کی پیشرفت میں رکاوٹ آ جاتی ہے ۔ ڈیزل کی قیمتوں میں کمی کی بے انتہا ضرورت ہے ، اس کے علاوہ

pesticide کھاد اور بیج کی قیمتوں میں بھی کمی ہونی چاہئے۔ کھاد آج کل بڑی مہنگی ہے اور زرعی ادویات میں بھی ملاوٹ ہے اس پر بھی حکومت کو احکامات جاری کرنے چاہئیں۔ جو لوگ ملاوٹ کرتے ہیں ان کو سزا ملنی چاہئے اور کھاد کی قیمتوں میں کمی کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! زراعت کے بارے میں یہ بھی عرض کروں گا کہ دنیا میں سب سے بڑا نہری نظام پنجاب میں تھا، پانی کی کمی کے پیش نظر یہاں پر جو ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں ان کے flat rate ہونے چاہئیں اور اس کے rate میں بھی کمی ہونی چاہئے۔ ہمارے پڑوسی ملک انڈیا میں ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں وہاں پر flat rate ہیں اور ہزار روپیہ ماہانہ کے حساب سے ٹیوب ویل کا بل ادا کرتے ہیں۔ یہاں پر ایک غریب کسان مشکل سے مرکزی حکومت کی اجازت لینے کے دو سال بعد ٹیوب ویل لگواتا ہے اس کے بعد اس کا اتنا زیادہ بل آتا ہے جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا جس کی وجہ سے زراعت پر بہت بوجھ پڑتا ہے۔ میں اس ضمن میں گزارش کروں گا کہ نئے ٹیوب ویل لگنے چاہئیں اور اس کے بلوں میں بھی کمی ہونی چاہئے۔ اس کے بعد نہری پانی کے متعلق میں عرض کروں گا کہ یہاں اس وقت ہمارے ملک میں نہروں میں جو پانی موجود ہے وہ بہت کم ہے کیونکہ دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام اس وقت تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت جو بچا کھچا پانی ہے اس کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا چاہئے۔ نہروں کے کنارے ٹوٹ چکے ہیں اور وہاں پر بیلداری سسٹم ختم ہو چکا ہے۔ لوگ اپنے مال مویشی نہروں میں بٹھاتے ہیں، نہریں برباد ہو چکی ہیں۔ میں یہ تجویز کروں گا کہ ان کی lining ہونی چاہئے اور پانی کو safe کرنا چاہئے اور اس پانی کو بچا کر ضرورت مند لوگوں کو دینا چاہئے تاکہ زراعت میں پیشرفت ہو سکے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں تعلیم کے متعلق ایک دو گزارشات کروں گا کہ اس شعبہ میں اللہ کے فضل و کرم سے موجودہ حکومت کے دور میں جو پیشرفت ہوئی ہے یہ سب کو معلوم ہے اور روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہے۔ کچھ لوگ تنقید برائے تنقید کرتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ان کو تنقید برائے تنقید کرنی چاہئے۔ دانش سکول جو کھل رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ غریب بچوں، بے بس اور بے سہارا بچوں کے لئے ہیں اور امیر لوگوں کے برابر ہیں، جو اپنے بچوں کو ایچی سن کالج میں پڑھاتے ہیں اس کے level پر آ گئے ہیں اس سے ان کی احساس محرومیت بھی ختم ہو گئی ہے اور ملک میں تعلیم بھی عام ہو گئی ہے۔ ہمیں شرح تعلیم کو بڑھانے کے لئے پوری کوشش کرنی چاہئے۔ جب ترکی آزاد ہوا، یہ ایک چھوٹی سی مثال آپ کو دیتا ہوں کہ کمال اتاترک کا زمانہ تھا، کمال اتاترک کو

لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں سکولوں کی بلڈنگیں بنا کر کس طرح بچوں کو تعلیم دلوا سکتے ہیں تو کمال اتاترک نے حکم دیا کہ درختوں کے نیچے، درختوں کے سائے میں بیٹھ کر بچوں کو پڑھائیں، شرح تعلیم بڑھانا اور ملک سے ناخواندگی ختم کرنا انتہائی ضروری ہے۔"بے علم، ناتواں، خدارا شناخت" بے علم شخص بد معاشی کرتا ہے، چوری کرتا ہے، شرارتیں کرتا ہے لیکن پڑھا لکھا انسان سوجھ بوجھ رکھتا ہے لہذا میں اس ضمن میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ شرح تعلیم بڑھانے کے لئے کوشش کرنی چاہئے کہ جو سکول بند پڑے ہیں، جہاں پر سکول ٹیچر موجود نہیں ہیں وہ سکول کھلنے چاہئیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! گورنمنٹ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ جن سکولوں میں بچوں کی تعداد کم ہے اور وہاں پر دو پرائمری سکول ہیں انہیں ایک میں merge کر دیا جائے یہ اچھا فیصلہ ہے لیکن سکول ٹیچروں کو ہدایات جاری کرنی چاہئیں کہ وہ اپنے سکولوں میں بچوں کی تعداد بڑھائیں اور شرح تعلیم میں اضافہ ضروری ہے۔ہمارا ملک 1947 میں آزاد ہوا لیکن آپ دیکھیں کہ ابھی بھی شرح تعلیم 50 فیصد سے کم ہے۔ ہندوستان ہمارا پڑوسی ملک ہے وہ شرح تعلیم 60 فیصد سے exceed کر چکا ہے اس لئے ہمیں شرح تعلیم بڑھانے میں پوری کوشش کرنی چاہئے اور تعلیم کو فروغ دینا بے حد ضروری ہے۔

جناب سپیکر! میں زراعت کے بارے میں ایک بات بھول گیا کہ ہمارے پڑوسی ملک میں فصلوں کے لئے زون بنے ہوئے ہیں گندم چاول کا ایک زون ہے، کماد کا ایک زون ہے، آلو اور مکئی کا ایک زون ہے۔وہ یہ نہیں کرتے کہ ایک مربع میں دو کنال فلاں چیز بیج لو اور چار کنال فلاں چیز بیج لو بلکہ ان کی collective cultivation ہے۔آپ ان کی گندم کی پیداوار دیکھیں وہ چالیس سے پینتالیس من فی ایکڑ اوسط ہے لیکن ہمارے ہاں گندم کی اوسط 23 سے 28 من فی ایکڑ ہے لہذا میری تجویز ہے کہ collective کاشت ہونی چاہئے اور اس کے لئے زون بنانے چاہئیں اور اس طریقے سے کاشت کاری میں اضافہ کرنا چاہئے تاکہ زراعت ترقی کر سکے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں محکمہ صحت سے متعلق عرض کروں گا کہ اگر آپ صحت کے میدان میں دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موجودہ حکومت نے غریب لوگوں کے لئے مفت علاج کا اہتمام کیا ہے اور غریب لوگ مفت علاج کراتے ہیں، اس مقصد کے لئے اچھے ہسپتال بنے ہوئے ہیں، RHCs بنے ہوئے ہیں، BHUs بنے ہوئے ہیں وہاں غریب لوگ جا کر دوائی لے سکتے ہیں۔شاید یہاں وزیر صحت بیٹھے ہوں میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سخت ہدایات کی وجہ سے اب RHCs اور BHUs پہلے سے تو کافی بہتر ہیں لیکن ابھی بھی وہاں جو ادویات جاتی ہیں وہ غریبوں کو نہیں ملتیں بلکہ

وہاں کاڈاکٹر اور ڈسپنسر ان دوائیوں کو بیچ دیتا ہے اور غریب لوگ وہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں اور وہ بازار سے ادویات خرید کر گزارہ کرتے ہیں اور آج کل غریب کے لئے علاج کرانا بڑا مشکل ہے لہذا میری استدعا ہے کہ کم از کم دیہاتوں میں جو RHCs اور BHUs ہیں ان کو سختی سے حکم جاری فرمائیں اور وہاں مقامی سطح پر ایک کمیٹی بنائی جائے جو ادویات کو چیک کر سکے اور وہ لوگ ادویات نہ بیچ سکیں۔ میں نے یہ گزارشات کرنی تھیں اور یہی تجاویز دینی تھیں لیکن وقت کی کمی کے پیش نظر لمبی چوڑی بات نہیں کر سکتا لہذا اجازت چاہوں گا۔ اللہ حافظ۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ)! موجود نہیں ہیں۔۔۔ محترمہ طیبہ ضمیر صاحبہ!

محترمہ طیبہ ضمیر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں جناب کامران مائیکل کو 12-2011 کا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ الحمد للہ. بجٹ خادم پنجاب اور ان کی ٹیم کی بہترین حکمت عملی کا شاخسانہ اور امید کی ایک کرن اور کمزور طبقے کی حوصلہ افزائی ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ بجٹ تیار کرتے وقت ہر شعبہ ہائے زندگی کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ آج کے لئے بہت اہم اور منزل کا نشان خود اعتمادی، خود انحصاری، بالخصوص پنجاب، بالعموم پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے فلسفیانہ جستجو کو ماہرانہ انداز میں صحیح العمل بنا کر بجٹ کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ غیرت مند اقوام کاسہ گدائی سے کدال کو افضل سمجھتی ہیں اور یہی قومیں اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہو کر بام عروج کو چھوا کرتی ہیں، 90 کی دہائی میں میاں محمد نواز شریف نے قوم کو خودداری، خود اعتمادی، خود انحصاری سے رواداری تک ایک ایسا منشور دیا جس سے ملک و قوم کا وقار بلند ہونا شروع ہو گیا تھا۔ بھارت پاکستان سے کرنسی، projects اور دیگر معاملات میں بہت پیچھے رہ گیا تھا۔

جناب سپیکر! آج شہباز پاکستان نے پھر سوئی ہوئی غیرت و حمیت کو جگا کر اقبال کا فلسفہ خودی قوم کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

نہیں ہے تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! معیشت کا پہیہ بہت رکا رکا سیلاب کی تباہ کاریوں کے سامنے اپنی ٹیم اور جماعت کو لے کر سینہ سپر ہونے والا مجاہد شہباز شریف امتحان کی اس مشکل گھڑی میں بپھری ہوئی موجوں کا مقابلہ

کرتے ہوئے صوبے کے 62 لاکھ افراد کو آباد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔سیلاب زدہ علاقوں میں اپنے دکھی بہن بھائیوں کے لئے ماڈل ویلجز، واٹر سپلائی، سیوریج، ڈسپنسری، سکول اور فنی تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں لایا گیا اور لایا جا رہا ہے۔وزیر اعلیٰ کی سادگی اور کفایت شعاری سچے پاکستانی اور خوف خدا رکھنے والے حکمران کی کھلی دلیل ہے۔غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی اور مالیاتی نظم و نسق بہتر بنانا حقیقی معنوں میں اقبال اور قائداعظم کے افکار کی ترجمانی ہے۔چولستان میں 38 کروڑ روپے سے عوامی ترقیاتی منصوبے انشاء اللہ مکمل ہوں گے۔انفارمیشن ٹیکنالوجی کے لئے 2۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں اس سے کوشش کی جائے گی کہ شفافیت اور خود احتسابی عمل میں لائی جائے۔قدرتی وسائل سے بھرپور استفادہ اٹھایا جائے گا، ثقافتی ورثہ اور آثار قدیمہ کے تحفظ کے لئے 42 کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے۔ آبپاشی کے شعبہ کے لئے 11۔ارب 25 کروڑ روپے سے صوبہ بھر کی نہروں کے پانی اور آبپاشی کے نظام میں بہتری آئے گی اور چھوٹے ڈیمز بنائے جائیں۔یہاں پر توانائی کا جو قحط اور بحران ہے اس پر بھرپور توجہ دی جا رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہاں پر دوبارہ روشنیوں کے قمقمے جگمگا اٹھیں گے۔

جناب سپیکر! حکومت پنجاب جنوبی پنجاب کی ترقی کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے، پاکستان میں آج تک اقلیتوں کا کردار قابل تقلید رہا ہے وہ ہمارے ساتھ shareholders ہیں لیکن ان کے اپنے مصارف اور فلاح و بہبود کے لئے علیحدہ 22 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ طالب علموں کے وظائف کا بندوبست بھی کیا گیا ہے خواتین کی فلاح و بہبود، ترقی اور نشو و نما کے لئے 13۔ارب روپے کے منصوبے انشاء اللہ تعالیٰ خواتین کی زندگی میں نمایاں تبدیلی لانے کے لئے کارفرما ثابت ہوں گے۔ہونہار طالب علموں کو ایک لاکھ لیپ ٹاپ دیئے جائیں گے۔بے روزگار نوجوانوں کو ییلو کیب گاڑیاں دی جائیں گی جس سے ان کی مشکلات میں کسی حد تک کمی ہو گی اور انشاء اللہ اس سے صوبہ کے عوام بھی استفادہ حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر! جب بھی مقتدر پارٹی اقتدار میں آئی تو قوم و ملک کو بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ 1971 میں ہمارا ملک دولخت ہو گیا۔ پیپلز پارٹی کی قائد جب دوبارہ اقتدار میں آئی تو سکھوں کی فہرستیں بھارتی حکمرانوں کو مہیا کی گئیں اور اب اقتدار کے لئے خفیہ معاہدہ کیا گیا ہے۔قرضوں سے نجات، دفاعی جدید ٹیکنالوجی کا تعاون اور نہ ہی پاکستان میں اڈے مہیا کرنے کا ٹیکس یا کرایہ وصول کیا گیا بلکہ ایبٹ آباد کا لادن ڈرامہ، ریمنڈ ڈیوس، پی ایس مہران کے واقعات میں ایک منصوبہ بندی کے تحت پاکستان کے وقار کو مجروح کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! مجھے بتایا جائے کہ اسلام آباد میں اپنے من پسند اور مرضی کے اشاروں پر چلانے کے لئے اپنی منشاء کے مطابق وفاقی سیکرٹریوں کو رکھا جاتا ہے اور کوئی فیصلہ میرٹ پر نہیں ہوتا۔ پی آئی اے میں نااہل چیئرمین مقرر کر کے پاکستان کے جانبازوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ پی آئی اے کا خسارہ ان کی نااہلی اور بددیانتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پی آئی اے کے غیر قانونی ٹھیکے، لاکھوں روپے کی تنخواہیں، ملیحہ فہیم کو آئرلینڈ میں لاکھوں روپے کی job کی offer کیا میرٹ پر کی گئی ہے؟ وفاقی سیکرٹری ریٹائرمنٹ کے بعد بھی کام کر رہے ہیں۔ تمام فیصلے without merit کرنے کی وجہ سے وفاقی حکومت نے اس ملک کو 400۔ ارب روپے کا خسارہ پہنچایا ہے۔ کیا اس کو good governance کہتے ہیں؟ پاکستان ان شاہ خرچیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ایوان صدر اور وزیراعظم ہاؤس میں جس طرح شاہانہ اخراجات کئے جاتے ہیں، جس طریقے سے فضول خرچیاں ہو رہی ہیں اور باہر کے ملکوں میں سیاسی دوروں پر ہوٹلوں کے بھاری بل ادا کرنا کسی بھی متوسط قوم کا وتیرہ نہیں ہو سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! wind up کر لیں۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جی، بہتر ہے۔ جناب سپیکر! سیلاب ہو یا بارش کا پانی ہمارا لیڈر میاں محمد شہباز شریف گٹر کے پانی میں گھس کر عوام کے لئے relief تلاش کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ وہ کبھی ملک کے ہونہار طالب علموں کے ساتھ، کبھی کسان کا ساتھی ہے اور کبھی اسے مزدور کی اجرت بڑھانے کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ پنجاب میں بیوروکریسی اس حد تک competent ہے کہ ان کا ہمارے دور حکومت میں کوئی سکینڈل سامنے نہیں آ سکا۔ ہماری اپوزیشن کو کبھی تو ڈاکٹر تو قیر فوبیا ہو جاتا ہے، کبھی بجٹ فوبیا ہو جاتا ہے اور آج کل لاہور فوبیا ہو گیا ہے۔ میں زندہ دلان لاہور کو سلام پیش کرتی ہوں کہ جنہوں نے 1965 میں اپنے سینوں پر بم باندھ کر پاکستانی قوم کا دفاع کیا۔ ہمارے قائد وزیراعلیٰ پنجاب نے جو بیوروکریسی منتخب کی ہے وہ الحمد للہ نااہل، کرپٹ اور نہ ہی بددیانت ہے، وہ پنجاب کے دھارے کو بہترین سطح پر لانے میں کام کر رہی ہے۔ جنوبی پنجاب کا جو متعصب، زہریلا اژدھا اپنا زہر پھیلا کر ہمارے صوبہ میں تفریق پیدا کرنا چاہتا ہے انشاء اللہ اس بجٹ کی deliverance اس زہر قاتل کو ختم کر دے گی۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب علی حیدر نور خان نیازی، پارلیمانی لیڈر تقریر کریں گے۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: بہت شکریہ۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ اور اس معزز ایوان کو جمہوری حکومت کا چوتھا بجٹ پیش ہونے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس یقین کا اظہار کرتا ہوں کہ بجٹ میں رکھے گئے

اہداف حاصل کر لئے جائیں گے۔ حق دار کو اس کا حق ضرور ملے گا، غریب کسان اور غریب مزدور کو انشاء اللہ اس کی محنت کا پھل ضرور ملے گا۔ بجٹ میں رکھا گیا ایک ایک روپیہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت کے مطابق پوری ایمانداری اور خلوص نیت کے ساتھ خرچ کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! آج ہمیں بجٹ پر بحث کرتے ہوئے چھٹا دن ہے۔ یہاں یہ بات کہی گئی کہ پچھلے بجٹ میں جو اہداف مقرر کئے گئے تھے وہ شاید پورے نہ کئے جا سکیں۔ میں اپنی بجٹ تقریر کا آغاز ان اہداف کو حاصل نہ کئے جانے کی وجہ بتاتے ہوئے کروں گا۔ ہمارے ملک اور صوبہ پر ایک قیامت صغریٰ سیلاب کی صورت میں آئی اور اس نے اس صوبہ کے گیارہ اضلاع کو متاثر کیا۔ اس سیلاب سے 62 لاکھ لوگ متاثر ہوئے اور 219۔ارب روپے کا نقصان ہوا۔ خود میرا حلقہ انتخاب اس سیلاب کی وجہ سے بُری طرح متاثر ہوا۔ درحقیقت یہ ایک بہت بڑا نقصان تھا۔ تمام لوگ جنہوں نے اپنا مال واسباب گنوا دیا ان کی آنکھوں اور چہروں پر مایوسی تھی اور اپنے مستقبل کے حوالے سے ان کے ذہنوں میں بہت سے خدشات موجود تھے لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب کی سخت محنت اور متاثرین کی بحالی کی دُھن نے ان مایوس چہروں پر امید کی روشنی بکھیر دی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! وہ آنکھیں جو اپنے مال و زر کو پانی کی تیز لہروں میں بہتا ہوا دیکھ رہی تھیں، وہ چہرے جو اپنی بیٹیوں کے جہیز کو پانی میں بہتا دیکھ کر اپنے آنسو بھی خشک کر چکے تھے ان آنکھوں اور چہروں پر امید کی روشنی خادم اعلیٰ پنجاب نے بکھیری اور متاثرین کی بحالی میں تاریخی کردار ادا کیا۔

جناب سپیکر! اگر بجٹ کے اعداد و شمار پر نظر ڈالیں اور اس کا موازنہ وفاقی بجٹ سے کریں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔ ایک جانب ایوان صدر اور وزیر اعظم ہاؤس کے اخراجات میں کروڑوں روپے کا اضافہ کر کے اس مفلوک الحال قوم کے زخموں پر نمک پاشی کی جا رہی تھی تو وہیں حکومت پنجاب نے ایوان وزیر اعلیٰ، وزراء کی تنخواہوں اور اخراجات میں 25 فیصد کمی کر کے عوام کے دل جیت لئے ہیں۔

جناب سپیکر! ایک جانب صدر مملکت اور وزیر اعظم صاحب بیرونی دوروں پر اربوں روپے اس لٹی پٹی قوم کے نچھاور کر رہے تھے تو دوسری جانب وزیر اعلیٰ پنجاب نے سرکاری دوروں کا خرچہ اپنی جیب سے ادا کر کے یہ احساس دلانے کی کوشش کی ہے کہ بیرونی دوروں پر اربوں روپے لٹانے والو! ذرا اپنی تنی گردن کو جھکا کر غربت کی چکی میں پسنے والے عوام کو دیکھو اور یہ سوچو کہ کیا یہ عیاشی تم لوگوں کو زیب دیتی ہے؟

جناب سپیکر! آج ملک میں لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے لاکھوں، کروڑوں مزدور بے روزگار ہو چکے ہیں لیکن وفاقی حکومت لوڈ شیڈنگ کو ختم کرنے کی بجائے صرف رینٹل پاور پلانٹس میں اپنے کمیشن بنانے میں مصروف ہے۔

جناب جاوید حسن گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔ معزز ممبر نیازی صاحب اس بجٹ کے حوالے سے بات کریں اور ہماری قیادت پر تنقید کرنے سے باز رہیں ورنہ پھر ہمیں بھی بات کرنی پڑے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! میں پھر کہتا ہوں کہ وفاقی حکومت رینٹل پاور پلانٹس میں اپنے کمیشن بنانے میں مصروف ہے جبکہ دوسری طرف پنجاب حکومت اس لوڈ شیڈنگ میں پسی ہوئی عوام کو relief دینے کے لئے 500 Mega Watt کے بجلی کے منصوبے شروع کر رہی ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب کا غریب کسان جب نہر کی طرف دیکھتا ہے تو اسے ریت ہی ریت نظر آتی ہے۔ جب وہ غریب کسان پٹرول پمپوں سے ڈیزل لینے جاتا تھا تو اسے وہ ڈیزل پٹرول سے بھی مہنگا ملتا تھا، جب اُس سے تنگ آ کر وہ غریب کسان اپنی زمینوں کو پانی دینے کے لئے بجلی کا source استعمال کرنے کی کوشش کرتا تھا تو اُسے لوڈ شیڈنگ کا تحفہ ملتا تھا لیکن جب یہی کسان حکومت پنجاب کی طرف دیکھتا ہے تو توانائی کے منصوبوں کے لئے 9- ارب روپے کا اعلان کیا جاتا ہے اور پنجاب حکومت اُن غریب کسانوں کا ہاتھ تھام کر اُنہیں یہ کہتی ہے کہ اگر وفاقی حکومت بجلی نہیں دیتی نہ دے، اگر وفاقی حکومت بیج نہیں دیتی نہ دے، اگر وفاقی حکومت کھاد نہیں دیتی نہ دے ہم اپنے کسان کو بھوکا نہیں مرنے دیں گے اور کسانوں کو بلا تعطل بجلی کی فراہمی کے لئے شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کے لئے ایک ارب 36 کروڑ روپے کے منصوبے شروع کئے جا رہے ہیں جس سے نہ صرف ان غریب کسانوں کو لوڈ شیڈنگ کے عذاب سے نجات ملے گی بلکہ اُنہیں وافر مقدار میں پانی بھی دستیاب ہو گا۔

جناب سپیکر! پچھلے چھ دن سے اس ایوان میں جنوبی پنجاب کا بہت چرچا ہو رہا تھا تو اب میں جنوبی پنجاب کی بات بھی کرتا ہوں کہ جن لوگوں کو جنوبی پنجاب کے ووٹروں نے پانچ سال تک حکومت میں بٹھائے رکھا، جو لوگ پانچ سال تک جنوبی پنجاب کی وجہ سے اس ملک کے سیاہ و سفید کے مالک تھے تو پانچ سال گزرنے کے بعد اُنہیں جنوبی پنجاب کی محرومیاں یاد آ گئی ہیں۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ جنوبی پنجاب کے نام پر سیاست کرنے والے سُن لیں کہ اگلے الیکشن میں اسی جنوبی پنجاب سے اُن کی ضمانتیں ضبط ہوں گی۔

کورم کی نشاندہی

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! ایوان میں کورم نہیں ہے، گنتی کروائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نیازی صاحب! تشریف رکھیں۔ کورم کی نشاندہی کی گئی ہے لہذا گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

جی، کورم پورا ہے۔ نیازی صاحب! اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سالانہ بجٹ بابت سال 2012-2011 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! میں اپنے ان ساتھیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ایوان میں تشریف لے آئیں اور یہ لوگ سچ سُننے کی ہمت رکھیں۔ میں جنوبی پنجاب کی بات کر رہا تھا اور میں پھر سے repeat کروں گا کہ جو لوگ پانچ سال تک جنوبی پنجاب کی وجہ سے اس ملک کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہے تو پانچ سال گزرنے کے بعد اُنہیں جنوبی پنجاب کی محرومیاں یاد آ گئی ہیں۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ جنوبی پنجاب کے نام پر سیاست کرنے والے سُن لیں کہ اگلے الیکشن میں یہی جنوبی پنجاب اُن کی ضمانتیں ضبط کرائے گا۔ بہاولپور میں بیٹھ کر جو لوگ جنوبی پنجاب کو علیحدہ صوبہ بنانے کا نعرہ لگاتے ہیں قوم مشرف کا ساتھ دینے کا اُن کا جرم کبھی معاف نہیں کرے گی۔ جنوبی پنجاب کے نام پر ہمدردیاں سمیٹنے والے سُن لیں اب عوام کو اُن کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ ہم صرف بات نہیں کرتے بلکہ ہم عملی اقدام کرتے ہیں، ہم سیاست نہیں کرتے بلکہ خدمت کرتے ہیں، ہم تنقید نہیں کرتے بلکہ مثال بن کر سامنے آتے ہیں اور یہ مثال اس بجٹ کے اعداد و شمار میں واضح نظر آ رہی ہے۔ موجودہ بجٹ میں صرف جنوبی پنجاب کے لئے 70۔ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے اور اس رقم سے جنوبی پنجاب میں ترقی کا وہ سیلاب آئے گا جس میں جنوبی پنجاب کا استحصال کرنے والی قوتیں بہہ جائیں گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہمارے صوبہ کے اندر سرکاری زمینوں کو جو پرائیویٹ کیا جا رہا ہے اُس کے اوپر میرے چند ساتھیوں نے بات کی، اُس کی credibility پر question اُٹھایا گیا کیونکہ میں خود اُس کمیٹی کا ممبر ہوں اس لئے میں ایک چیز clear کرنا چاہوں گا کہ جو لوگ آج ہماری privatization policy پر تنقید کر رہے ہیں، جو لوگ یہ الزام لگا رہے ہیں کہ court cases میں اس کی credibility پر کوئی question تھا، لوگ عدالتوں میں جا چکے ہیں تو میں اُن دوستوں کو بتانا چاہوں گا کہ یہ court

اور ناجائز قابضین کے درمیان ہیں، اُس کی credibility کے اوپر کوئی کیس نہیں cases, state ہے۔ ہماری حکومت ان لوگوں کی ماضی کی حکومت جیسی نہیں ہے جس کی ناجائز allotments کے 64 cases کو سپریم کورٹ نے منسوخ کیا۔ ہم نے کسی چیف سیکرٹری کو خانیوال میں سی این جی کے لئے سیاسی رشوت کے طور پر پلاٹ الاٹ نہیں کیا، ہم نے منڈی بہاؤالدین میں اپنے کسی عزیز کو سی این جی سٹیشن کے لئے رقبہ الاٹ نہیں کیا، ہم نے مشرف کے چمچے طارق عزیز جیسے کسی شخص کو خوش کرنے کے لئے فیصل آباد میں کروڑوں روپے کی زمین الاٹ نہیں کی اور یہ لوگ ہماری credibility کو question کرتے ہیں۔ پنجاب بنک میں جو ایک تاریخی ڈاکا ڈالا گیا اُس کی انکوائری سپریم کورٹ نے آفتاب سلطان ایڈیشنل آئی جی کے ذمہ لگائی جس کی credibility کے بارے میں پورا ملک جانتا ہے۔ پنجاب بنک کے ڈائریکٹر قانونی طور پر پنجاب بنک سے قرضہ نہیں لے سکتے، اُس پنجاب بنک کے ڈائریکٹر کو اُس کی ٹیکسٹائل ملز کے اوپر قرضہ دیا گیا اور اُس ڈائریکٹر نے اُس ٹیکسٹائل ملز کے قرضہ کے اوپر ان کے لیڈران کی شوگر ملز کو خریدا۔ پھر ستم ظریفی کی انتہا دیکھیں کہ پنجاب بنک کا وہ ڈکیت ہمیش خان، جس نے اس غریب قوم کی محنت اور خون پسینے کی کمائی پر اربوں روپیہ کا ڈاکا ڈالا جس کے ہاتھ میں آج ہتھکڑی لگی ہوئی ہے اور وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت رہا ہے اُس ہمیش خان کو اُس وقت کی حکومت نے تمغہ امتیاز اور پرائیڈ آف پرفارمنس کے لئے nominate کیا اور میرے پاس وہ سمری بھی موجود ہے اور اُس سمری کے اندر لکھا گیا کہ because of his hard work and honesty۔ مجھے شرم آتی ہے اور میں مسلم لیگ (ق) کے اپنے بھائیوں اور بہنوں سے یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ کیا یہ وہی شخص ہے جسے آپ کے لیڈر نے اُس کی ایمانداری اور محنت کے عوض پرائیڈ آف پرفارمنس اور تمغہ امتیاز کے لئے نامزد کیا تھا؟ شاید ان لوگوں کے نزدیک زیادہ کرپشن والے کو عزت واحترام سے نوازا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! آج رحیم یار خان کے ایک غریب مزارعہ کا بیٹا دانش سکول میں زیر تعلیم ہے تو میرے ان بھائیوں کو یہ بھی ناگوار گزر رہا ہے کیونکہ میرے ان تمام بھائیوں اور بہنوں نے اس سال اپنے بچوں کے لئے ایچی سن کالج میں اڑھائی سو سیٹوں کا اضافہ کروایا ہے لیکن ایک غریب کا بچہ معیاری تعلیم حاصل کرے تو یہ انہیں گوارا نہیں ہے۔ میں وفاقی حکومت سے گزارش کروں گا کہ اس قوم کے حال پر رحم کریں، اگر بجٹ بنانا نہیں آتا تو خدارا بجٹ بنانا حکومت پنجاب سے سیکھیں۔ آپ پی آئی اے کا بیڑہ غرق کرتے ہیں ہم غریب بے روزگار نوجوانوں کو ییلو کیب سکیم دیتے ہیں۔ آپ کسانوں کو کھاد، بیج اور بجلی نہیں دیتے ہم انہیں زرعی زمینیں مفت دیتے ہیں۔ آپ سٹیل مل اور N.I.C.L جیسے وفاقی اداروں

کا بیڑہ غرق کرتے ہیں ہم اپنے اداروں کی تعمیر و ترقی کرتے ہیں۔آپ لوڈ شیڈنگ پر قابو نہ پا کر کروڑوں مزدوروں کو بے روزگار کرتے ہیں ہم نوجوانوں کو پنجاب روزگار سکیم کے نام پر اربوں روپے کا قرضہ دیتے ہیں۔قرض یہ لیں ادا قوم کرے، غربت میں اضافہ یہ کریں خوشحالی ہم لائیں، غریبوں کو غریب تر یہ کریں انہیں جینے کا سہارا ہم دیں، لوڈ شیڈنگ یہ کریں بجلی پیدا ہم کریں، سپریم کورٹ سے یہ کھیلیں قانون کی بالادستی کی بات ہم کریں اور پھر بھی پنجاب حکومت پر تنقید کی جائے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر کسی کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے۔

جناب سپیکر! آج دہشت گردی، دہشت گردی پکارنے والوں سے میں یہ کہوں گا کہ یہ بھی کہتے رہے کہ پنجاب میں پیپلز پارٹی کے وزراء نے کوئی کرپشن نہیں کی تو میں یہ کہتا ہوں کہ خادم اعلیٰ پنجاب نے کرنے نہیں دی، نہیں تو یہ بھی اپنے قائدین سے پیچھے رہنے والے نہیں تھے۔

جناب سپیکر! میری آنکھوں کے سامنے پچھلے سال بجٹ اجلاس کا منظر ہے۔ میرے یہی پیپلز پارٹی کے بھائی جب آپ ہی کرسی صدارت پر موجود تھے تو ان کے ہاتھ بجٹ کی تعریف میں ڈیسک بجا بجا کر تھک جاتے تھے۔ یہ بجٹ کو غریب دوست اور عوام دوست کہتے تھے۔ میں آج حیران ہوں کہ یہ کس منہ سے بجٹ پر تنقید کر رہے ہیں، شاید وزارتوں سے محرومی نے انہیں بدحال کر دیا ہے اور اتنا بدحال کیا ہے کہ ایک سال میں خیالات تو کیا ان کے انداز ہی بدل گئے ہیں۔ شاید اسی موقع پر شاعر نے کیا خوب کہا تھا کہ:

منظر بدل گئے پس منظر بدل گئے
حالات اپنے شہر کے یکسر بدل گئے
پہلے سے خدوخال نہ پہلے سے خیال
کتنا تم ایک سال کے اندر بدل گئے

جناب سپیکر! میں اب تعلیم کی طرف آتا ہوں۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی تعلیم کے میدان میں خدمات کو سلام پیش کرتا ہوں جن کی علم دوستی کے باعث لودھراں کے ایک مزدور کا بیٹا آج LUMS میں تعلیم حاصل کر رہا ہے اور وہ بیوہ ماں جو اپنی پوزیشن ہولڈر بیٹی کو اپنی غربت کے باعث گھر بٹھا لیتی تھی آج اس کی بیٹی FAST میں زیر تعلیم ہے اور پنجاب کے ہونہار طلباء و طالبات آج بھی جرمنی، فرانس اور انگلینڈ میں دنیا کی عظیم درسگاہوں کی سیر کر رہے ہیں۔ پنجاب حکومت نے تعلیمی میدان میں ایک جانب ہونہار طلبہ کی حوصلہ افزائی کی ہے تو دوسری جانب دیہاتی سکولوں میں کمپیوٹر

فراہم کر کے ان طلباء کو بھی شہری طلباء کے برابر لا کھڑا کیا ہے۔آج پنجاب میں100 فیصد تعلیمی انقلاب اور100 فیصد خواندگی کا منصوبہ جاری ہے۔ مجھے امید ہے کہ موجودہ صوبائی حکومت کے دور میں یہ خواب ضرور پورے ہوں گے اور تعلیم کا زیور ہر اس بچے کا نصیب بنے گا جو حالات کے جبر نے اس سے چھین لیا تھا۔

جناب سپیکر!صحت کے لئے پنجاب حکومت کی جانب سے 16۔ارب 30 کروڑ روپیہ خرچ کرنے کی تجویز ہے۔نئے ہسپتال بننے سے بہتر سہولتیں حاصل ہوں گی اور میڈیکل کالج بننے سے ڈاکٹروں کی کمی دور کرنے میں مدد ملے گی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ غریب غربت کا خاتمہ چاہتا ہے، بے روزگار نوجوان عزت والا روزگار چاہتا ہے۔ گھروں میں بیٹھی ہوئی مائیں، بہنیں اور بیٹیاں اپنی عزت کی حفاظت چاہتی ہیں۔ملک کا شہری امن چاہتا ہے۔کسان اور مزدور اپنی محنت کا معاوضہ چاہتے ہیں۔تمام ملک کی نظریں ہم سیاستدانوں کی جانب لگی ہوئی ہیں۔

جناب آصف بشیر بھاگٹ: جناب سپیکر!ان کی نظریں وزارت پر لگی ہوئی ہیں۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر!الحمد للہ میری فیملی کا تو چیف منسٹر ہے۔اگر آپ لوگوں کو نہیں پتا، میرے گھر میں تو وزارت اعلیٰ ہے۔ میں کسی وزارت کا بھوکا نہیں ہوں۔ جس کے گھر میں وزارت اعلیٰ ہو اسے کوئی وزارت نہیں چاہئے۔ وہ آپ لوگوں کو چاہئے۔

جناب سپیکر!میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان تمام مسائل کے حل کے لئے اس ملک کے لوگوں کی نظریں ہم سیاستدانوں پر لگی ہوئی ہیں اور اس کے لئے میں اپنے بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ اگر میاں محمد شہباز شریف صاحب کی صورت میں کوئی شخص غریبوں کے دکھوں کو کم کرنا چاہتا ہے تو اسے کرنے دیں۔اگر کوئی جہالت کی تاریکی میں علم کی روشنی لاتا ہے تو اس کے ہاتھ مت روکیں۔اگر کوئی نیلے آسمان کے تلے سونے والوں کو آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے تحت گھر کی چھت فراہم کرتا ہے تو اس کے پاؤں سے زمین نہ کھینچیں۔اگر کوئی کشکول توڑ کر اغیار کی امداد اور قرضہ لینے سے انکار کرتا ہے تو اسے کرنے دیں۔ پاکستان کی مٹی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس زمین کو کرپشن سے پاک کریں، غربت دور کریں اور64 سال کے وہ سارے داغ دھونے کی کوشش کریں جنہوں نے ہمارے پاکستان کے جسم کو کینسر زدہ کر دیا ہے۔ میں اس موقع پر اس شعر کے ساتھ آپ سے اجازت لوں گا کہ:

اس مٹی کی محبت میں ہم آشفتہ سروں نے
وہ قرض اتارے ہیں جو واجب بھی نہیں تھے
شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب جاوید حسن گجر صاحب!

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں سب سے پہلے آپ کا مشکور ہوں اور نیازی صاحب کو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ پنجاب اسمبلی ہے قومی اسمبلی نہیں ہے کیونکہ یہ قومی سطح کے معاملات کو یہاں discuss کر رہے تھے۔ اب نیازی صاحب باہر جا رہے ہیں، آپ نیازی صاحب کو بٹھائیں کہ جواب تو لیتے جائیں اگر جواب نہیں تو کم از کم نسوار تو لیتے جائیں۔ [********]

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ضلع پر attack نہ کریں۔ میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! جتنی بھی اقوام یا ممالک نے ترقی کی ہے وہ بجٹ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس بجٹ میں کچھ چیزیں اچھی اور کچھ بُری ہیں۔ اس بجٹ میں بُری چیزیں وہ ہیں کہ وہی اعداد و شمار جو پچھلے سال دہرائے گئے تھے وہی پھر دہرائے گئے ہیں۔ ہماری قوم انتظار میں ہے کہ پیاسوں اور بھوکوں کے لئے بجٹ میں کچھ نہ کچھ ایسا لایا جائے جس سے غریب قوم کا بھلا ہو لیکن میری سوچ سے باہر ہے کہ چھ دن سے تقاریر ہو رہی ہیں۔ اگر تقاریر کا مقابلہ کرانا تھا تو ہمارے ساتھیوں کو کسی کالج میں بلا لیتے اور وہاں مقابلہ ہو جاتا۔ یہاں پر تقاریر تو بجٹ کے اوپر ہونی چاہئیں تھیں۔ ہمیں غریب لوگوں کے لئے جس آشیانہ سکیم کے متعلق بتایا جا رہا ہے تو وہ کون سا غریب ہے جو booking کے وقت تین لاکھ روپے دے کر اپنا آشیانہ book کرائے گا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ غریب آدمی رات کو روٹی مانگتا ہے اس کو تین لاکھ کا پلاٹ دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ییلو کیب سکیم دے رہے ہیں جس طرح کی ایک سکیم انہوں نے اپنے پچھلے دور میں بھی introduce کرائی تھی۔ یہ وہ سکیم ہے جس کی کاریں دس بارہ سال سے ابھی تک کورٹ میں پڑی ہوئی ہیں اور پھر دوبارہ اس سکیم کو لایا جا رہا ہے۔ غریب آدمی اپنا آٹا اور گندم سستے ریٹوں پر مانگ رہا ہے لیکن وہ نہیں دے رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب جاوید حسن گجر: اس کا مطلب ہے کہ میں ڈیڑھ گھنٹہ بول سکتا ہوں۔ پچھلے سال جو سیلاب کا قدرتی طوفان آیا اُس میں شہباز شریف صاحب نے عید پیکج دیا جو بہت اچھا ہے اس کو ہم سراہتے ہیں لیکن میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ اور میاں محمد شہباز شریف صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ جن ڈی سی اوز کو وہ پیکج دیا گیا، کیا اُنہیں audit کیا گیا میں پھر وہی بات کروں گا کہ غریب آدمی آٹا مانگ رہا ہے لیکن آپ اُس کو modern village دے رہے ہیں۔ غریب آدمی modern village کا کیا کرے گا وہ اسے پیٹ میں تو نہیں ڈال سکتا جبکہ اُس کے بچے بھوکے پیاسے مر رہے ہیں اور وہ اپنی چھوٹی موٹی روزمرہ کی ضروریات مانگ رہا ہے۔ انہوں نے اس بجٹ میں گورنمنٹ کے افسران کے لئے ایک audit performance scheme introduce کرائی جو بہت اچھی ہے لیکن میں پھر آپ کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ آپ نے audit performance کے لئے جو session شروع کیا اُس audit team میں کم از کم ہمارے تین ایم پی اے صاحبان کو شامل کیا جائے جس میں ہر پارٹی کا ایک ایک ایم پی اے شامل ہو تاکہ بیوروکریٹس کی جتنی بھی رات دن کی بددیانتیاں ہیں وہ آپ کے سامنے آئیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں زراعت کے حوالے سے alphabetically چلوں گا لیکن آپ نے مجھے پانچ منٹ مزید دینے ہیں کیونکہ میں نے چھ دن انتظار کیا ہے۔ حکومت نے پچھلے سال زرعی گریجویٹس کے لئے ایک سکیم introduce کرائی کہ انہیں زمین دی جائے گی اور اس سال تھوڑا سا بڑھا دیا مگر یہاں لاہور میں بیٹھ کر announce کر دینا اور بات ہے اور موقع پر جانا اور بات ہے۔ میں اس حوالے سے بتانا چاہوں گا کہ جتنی بھی زمینیں زرعی گریجویٹس کو الاٹ کی گئیں اُن میں 60 فیصد وہ زمینیں ہیں جو 25/25 فٹ اوپر ٹیل پر ہیں۔ اب بے چارہ غریب زرعی گریجویٹ کہاں سے آباد کرے گا کیونکہ اُس زمین کو آباد کرنے کے لئے پانی کا وسیلہ ہی نہیں ہے لیکن اس سال پھر دوبارہ دے رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اسے زمین ضرور دیں مگر تمام سہولیات بھی فراہم کریں۔ میں زرعی گریجویٹس سکیم کو support اس لئے کروں گا کیونکہ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے پچھلے دَور میں 08-2007 میں یہی سفارش کی تھی اس لئے میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ہم اپوزیشن والوں کی کچھ نہ کچھ گزارشات مان لی ہیں۔ انہوں نے poor peoples کے لئے 30۔ارب روپے رکھے ہیں جو میں کہتا ہوں کہ ضرور دیں کیونکہ ہماری وہ واحد جماعت ہے جو غریبوں کی حامی ہے۔ حکومت جو 30۔ارب روپے دے رہی ہے اُس کا بھی audit ہونا چاہئے اور session میں یہ بتایا جائے

کہ 30۔ارب روپیہ کیسے اور کس مد میں خرچ ہوگا؟ ہمیں اس مد پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کی وضاحت اس session میں ضرور آنی چاہئے۔

جناب سپیکر! پولیس کے لئے 52۔ارب روپے رکھے گئے جو بہت اچھی بات ہے لیکن اُن سے یہ بھی حساب کتاب مانگیں کہ 52۔ارب روپیہ انہوں نے کہاں خرچ کیا ہے؟ ابھی پچھلے سال کا پیسا ان کے پاس پڑا ہوا ہے اُس کا بھی audit کرائیں کیونکہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ میرے ضلع رحیم یار خان میں روزانہ اغواء برائے تاوان ہو رہے ہیں۔ میرے حلقہ پی پی 294 میں تین تھانے ہیں لہذا تینوں تھانوں کو نئی گاڑیاں دی جائیں تاکہ وہ اغواء برائے تاوان کو روک سکیں کیونکہ اغواء برائے تاوان کا target بھی میرا ہی علاقہ ہے۔ وہ وہاں سے اغواء کر کے بلوچستان میں بھیج دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں تعلیم کے حوالے سے عرض کروں گا کہ تعلیم کے لئے 23۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ میں دانش سکول کے بارے میں چھ دن سے سوچ رہا ہوں لیکن دانش سکول کی اصل حقیقت سے کسی کو بھی نہیں پتا۔ بڑی افسوس ناک بات یہ ہے کہ شہباز شریف صاحب نے (ن) لیگ کے کسی بھی ممبر کو اعتماد میں نہیں لیا کہ دانش سکول بن رہا ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ڈنمارک کی ایک "دانش این جی او" ہے اُس کا پیسا یہ لگا رہے ہیں اس لئے حکومت پنجاب کے پیسے کا آڈٹ ہونا چاہئے کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟ دانش سکول کی بلڈنگ اور اساتذہ پر جتنا خرچ ہو رہا ہے وہ دانش این جی او سے آ رہا ہے لہذا اُس حوالے سے ایک کمیٹی بنائیں جو specific دانش سکول کی مد میں رکھے جانے والے پیسے کا آڈٹ کرے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! یہ ثبوت دیں پھر کمیٹی بنا دیتے ہیں۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! اِن کو یہ حقیقت سننی چاہئے۔

آپ زلف جاناں کے خم سنواریئے صاحب
زندگی کی زلفوں کو آپ کیا سنواریں گے

جناب سپیکر! میں صحت کے حوالے سے عرض کروں گا کہ اس شعبہ میں انہوں نے 16 بلین دیئے ہیں جو بہت اچھا اقدام ہے۔ ڈائیلسز کے لئے 30 کروڑ روپیہ دیا گیا ہے جو بہت کم ہے کیونکہ ڈائیلسز کا زیادہ تر مرکز جنوبی پنجاب بہاولنگر سے لے کر صادق آباد تک ہے کیونکہ وہاں کے لوگ گندہ پانی پیتے ہیں۔ آپ کبھی وہاں پر جائیں تو ہم آپ کو وہاں سے پانی پلائیں گے جہاں سے جانور پیتے ہیں پھر آپ کو پتا چلے گا کہ لوگ کس طرح کا پانی پیتے ہیں۔ وہاں سے پانی پینے والوں کو kidney کا مسئلہ زیادہ پیدا ہوتا ہے لہذا

میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے یہ سفارش کر رہا ہوں کہ ڈائیلسز کی مد میں 30 کروڑ روپے پورے پنجاب کے لئے بہت کم ہیں۔ چونکہ جنوبی پنجاب آپ کے لئے ایک burning issue ہے میں اُس کا نام نہیں لیتا لیکن بہاولنگر سے صادق آباد کا نام لیتا ہوں کہ وہاں کے لئے کم از کم 30 کروڑ روپے دیں تاکہ وہاں کی غریب عوام اُس سے مستفید ہو سکے۔ ایک کام انہوں نے بہت اچھا کیا جس کی میں انتہائی تعریف کرتا ہوں جس کے لئے میرے اپوزیشن کے ساتھی بھی میرا ساتھ دیں گے اور (ن) لیگ والوں نے تو خوش ہونا ہی ہے کیونکہ میں نے اُن کی تعریف کرنی ہے۔ حکومت کی طرف سے ladies کے بریسٹ کینسر کے لئے ایک موبائل یونٹ introduce کروایا گیا ہے جو NGOs کے ذریعے مختلف دیہاتوں میں جاتا ہے۔ یہ موبائل یونٹ develop دیہاتوں میں نہیں جاتا بلکہ وہ دیہات جہاں پر desert areas ہیں، جہاں کی خواتین شہروں اور ہسپتال میں نہیں جا سکتیں اور کسی کو بتاتے ہوئے شرماتی ہیں، وہاں جاتا ہے۔ میں نے وہ پروگرام تقریباً چھ گھنٹے خود attend کیا ہے اس لئے مجھے موبائل یونٹ کے بارے خاصی آگاہی ہے۔ یہ بہت اچھا پروگرام ہے اور میں کہتا ہوں کہ جتنے بھی دیہاتی علاقے ہیں وہاں پر بریسٹ کینسر کے checkup کے لئے موبائل یونٹ کو ضرور introduce کرانا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں اپنے علاقہ کی بات کروں گا کہ میرے علاقہ میں دو RHCs چاہئیں۔ اسی طرح رحیم یار خان میں شیخ زید میڈیکل کالج کے لئے انہوں نے 32 کروڑ روپے دیئے ہیں جو کہوں گا کہ یہ رقم بہت کم ہے لہذا اسے بڑھا کر 50 کروڑ روپے کریں۔ اگر آپ کہیں گے تو میں اس کی ضروریات انشاء اللہ بتا دوں گا تاکہ آپ اسے صحیح بنا سکیں۔ ایک چیز نئی ہے کہ سوشل سیکٹر کے لئے 71۔ارب 63 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں تو وہ سوشل سیکٹر ہے کیا، اس کی تفصیل کم از کم آپ کو بجٹ تقریر میں بتانا چاہئے تھی کہ یہ ہے کیا اور اتنی بڑی رقم کہاں خرچ کرنی ہے؟

جناب سپیکر! آخری بات یہ ہے کہ Irrigation کے لئے 11۔ارب روپے رکھے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ جہاں پر انہوں نے باقی اخراجات کرنے ہیں تو سب سے ضروری اگر وزیر آبپاشی یہاں پر بیٹھے ہوں تو میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے یہ ضرور کہوں گا اور آپ کی پوری ٹیم سے یہ کہوں گا کہ خدارا جتنے ڈیم، جتنے ہمارے کینال کے ہیڈز اور دریائی ہیڈز ہیں ان کی ڈی سلٹنگ کی ضرورت ہے تو وہ پیسے کم از کم ڈی سلٹنگ پر ضرور لگائیں۔ اس کے بعد رحیم یار خان میں چمن مائنر اور پتن مینارہ مائنر کی لائننگ کے لئے ہمیں پیسے ضرور چاہئیں۔ میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے سنا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ نرگس پروین اعوان صاحبہ!

محترمہ نرگس پروین اعوان: شکریہ۔جناب سپیکر!

کاش کرتے کوئی ویرانیٔ دل کا بھی علاج
چاند پہ جا کے نئے شہر بسانے والے

جناب سپیکر! بالآخر بجٹ پیش ہو گیا اور میں نے اس بجٹ میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل صاحب کی تقریر سنی اور نہ صرف میں ذاتی طور پر بلکہ اپنی پارٹی کی طرف سے بھی مسرت کا اظہار کرتی ہوں کہ جناب کامران مائیکل صاحب نے یہ تقریر پیش کی کیونکہ ہم اقلیتوں کے بارے میں اچھی اور بہتر رائے رکھتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ بجٹ ممبران پنجاب اسمبلی نے تیار کیا ہے، وزیر خزانہ نے تیار کیا ہے جو ایک دن پہلے تک وزیر خزانہ نہیں تھے یا پھر کسی ایسی شخصیت نے جس کا تعلق پنجاب اسمبلی سے نہیں ہے۔ ہم اس بجٹ کو دیکھتے ہیں اور محسوس یہ کرتے ہیں کہ آج سے چند سال پہلے تک بجٹ کے بارے میں لوگوں کو جو اعتماد اور اعتبار تھا وہ آج نظر نہیں آتا۔ آج سے چند سال پہلے لوگ گھروں میں، بازاروں میں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بجٹ تقاریر سنتے اور دیکھتے تھے لیکن آج یہ مناظر ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور یہ بجٹ جن کے لئے تیار کیا گیا ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ انہیں اس بجٹ پر اعتماد ہی نہیں اور انہیں یہ پتا ہی نہیں کہ یہ بجٹ ان کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم یہ بجٹ اسمبلیوں میں پیش کریں اور اس ایوان میں اس بجٹ پر بحث کریں تو ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اس کا اعتبار اور اعتماد لوگوں میں قائم کریں تاکہ لوگ اس بجٹ میں پیش کئے گئے اعداد و شمار پر اعتبار کریں۔ یہ اعتبار ہمیں اس طریقے سے کرنا ہوگا کہ ہم سچ بولیں۔ میں نے جناب کامران مائیکل صاحب کی تقریر اس ایوان میں سنی اور اس کے بعد بجٹ کا مطالعہ کیا تو ایک لمحے کے لئے مجھے محسوس ہوا کہ پنجاب میں تو دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہاں پر غریب نوجوانوں کے ہاتھ میں 20 ہزار روپے ہیں، کوئی نوجوان لیپ ٹاپ پر windows کھول کر search کر رہا ہے اور علم کے خزانے لوٹ رہا ہے اور کوئی ییلو کیب گاڑیوں کو سڑکوں پر بھگا رہا ہے لیکن ایسا نہیں ہے اور عوام کو اس بجٹ پر بھی اعتماد نہیں ہے اس لئے کہ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جو بجٹ approve ہوتے ہیں وہ exercise نہیں ہوتے اور ان پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ راستے میں جاتے جاتے مالی سال گزرتے گزرتے بجٹ کہیں کے کہیں کھو جاتے ہیں اور عوام پھر اگلے بجٹ کے لئے سراپا انتظار ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر!اس بجٹ میں 4کنال کے فارم ہاؤسز پر ٹیکس تجویز کیا گیا ہے۔ میں نے پچھلے بجٹ کے موقع پر یہ عرض کیا تھا کہ آج کی ایلیٹ کا یہ فیشن اور یہ سٹیٹس symbol بن گیا ہے کہ گلبرگ، ڈیفنس اور ماڈل ٹاؤن میں چار، چار کنال کے گھر ہوتے ہیں۔اس کے بعد یہ رائیونڈ، بیدیاں روڈ، کینٹ اور قصور روڈ پر بڑے بڑے فارم ہاؤسز بھی بناتے ہیں۔ یہ فارم ہاؤس ان زمینوں پر بنتے ہیں جہاں میں نے چند سال پہلے اپنی آنکھوں سے گنا اور دیگر فصلیں اُگتی ہوئی دیکھیں۔4 کنال کے فارم ہاؤس پر ٹیکس، کس کا ٹیکس، کون سا ٹیکس اور کیسا ٹیکس ہے ؟4 کنال کا ایک فارم ہاؤس جو پہلے شوہر کے نام ہے، پھر 4کنال کا بیوی کے نام ہے، پھر بہو ہے، بیٹا ہے اور پھر داماد ہے تو یہ کیسا ٹیکس ہے ؟اس طرح سے ہمیں discourage کرنا چاہئے کہ فارم ہاؤسز بلاوجہ تعمیر نہ ہوں اور زرعی زمینیں جو ہمارے لئے اناج اگاتی ہیں اور شہر کے بالکل قریب ہیں وہ زمینیں فصلیں اگانے کے لئے ہی رہیں۔

ذکر اس غیرت مریم کا جب بھی ہوتا ہے فراز
گھنٹیاں بجتی ہیں لفظوں کے کلیساؤں میں

جناب سپیکر!یہاں پر خواتین کے لئے 13۔ارب روپے کا بجٹ رکھا گیا۔ یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ خواتین نصف آبادی سے زیادہ ہیں تو نصف سے زیادہ آبادی کے لئے 13۔ارب روپے کا بجٹ اور وہ بھی محض ایک یونیورسٹی اور کچھ کالجوں کے لئے حالانکہ بجٹ میں یہ تسلیم کیا گیا کہ خواتین کی ترقی کے بغیر کوئی بھی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ جرمن اور ملائیشیا کی مثالیں بھی سامنے رکھی گئیں لیکن خواتین کی بہت سی ضروریات کو نظر انداز کر دیا گیا کہ جس میں ان کے لئے ہیلتھ سنٹر، زچگی کے سنٹر، work place ان کی harassment کے خلاف قوانین اور ملازمتوں میں خواتین کا آبادی کے لحاظ سے کوٹا مقرر کیا جانا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! پنجاب میں اس وقت امن وامان کی صورتحال کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اس بجٹ میں 49۔ارب روپے پچھلے سال کے بجٹ میں رکھے گئے اور اب 52۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ اس وقت امن وامان کی صورتحال کتنی دگرگوں ہے اور کتنی تیزی سے روبہ زوال ہے لیکن صرف 3۔ارب روپے بڑھا کر اس ملک اور ملک کے شہریوں کو امن وامان فراہم نہیں کر سکتے جبکہ پچھلے دور میں پولیس میں ہونے والی بھرتیاں ہوئیں تو بھرتی کا طریق کار کچھ ایسا تھا کہ بہت سارے جرائم پیشہ لوگ بھی پولیس فورس میں آ گئے اور پولیس کا کلچر criminal culture ہو گیا۔اب

ضرورت اس بات کی ہے کہ پولیس کی ریفارم کی جائے، ان کی اصلاح کی جائے اور ان کے لئے زیادہ بجٹ مختص کیا جائے تاکہ پولیس اس صوبے کے شہریوں کو امن وامان اور عافیت دے سکے۔

جناب سپیکر! یہ بجٹ پنجاب کے عوام کا بجٹ ہے کسی خاص یا پسندیدہ آدمی کا بجٹ نہیں ہے۔ پسندیدہ لوگوں کا بجٹ نہیں ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ اسے wind up کریں۔

محترمہ نرگس پروین اعوان: جناب والا! اگرچہ یہ بجٹ عوام کے لئے ہے لیکن اس پر خاص لوگوں کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ وہ اس طرح کہ ایک economic survey کے مطابق inflation 15 فیصد اور عام آدمی کی ضروریات 100 فیصد زیادہ بڑھی ہیں۔ جب 100 فیصد زیادہ رقم ادا کی جائے گی تو indirect tax ایک عام آدمی پر پڑے گا۔ عام آدمی روزانہ -/150 روپے کماتا ہے۔ -/150 روپے کمانے والا اگر ایک ڈبل روٹی لے گا تو وہ بھی اتنا ہی ٹیکس ادا کرے گا جتنا کہ کروڑوں اربوں روپے رکھنے والا شخص ادا کرے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام کی بحالی کے لئے اس طرح کے قوانین بنائے جائیں کہ ہر شخص اپنی wealth کے مطابق ٹیکس دے، ناں کہ ہر امیر اور غریب ایک جیسا ٹیکس دے۔

جناب والا! جس دن اس ایوان میں بجٹ پیش کیا جا رہا تھا اسی دن اس ایوان سے چند فرلانگ کے فاصلے پر ناصر باغ میں ایک غریب محنت کش جس کو پانچ دن سے مزدوری نہیں ملی تھی، جس کو پانچ دن سے کھانا نہیں ملا تھا، باغ میں واک کرنے والوں نے ہسپتال میں بھجوایا۔ اِس وقت ملک اور پنجاب میں امیر اور غریب کے درمیان بہت فرق بڑھ گیا ہے۔ امیر، امیر سے امیر تر ہو رہے ہیں اور غریب، غریب سے غریب تر ہو رہے ہیں۔ خدارا! اس فرق کو کم کیجئے ورنہ ایک ایسا طوفان اٹھے گا کہ اس میں بہت سے لوگوں کے محل بہہ جائیں گے۔ کوشش کرنی چاہئے، اگر ہم امیری کو ختم کر دیں تو غریبی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ پنجاب کی حکومت یہ سوچے کہ ہم نے غریبوں کو بھی کوئی نہ کوئی ریلیف دینا ہے، ان کے لئے منصوبے بنائے جائیں۔ اربوں روپے غریبوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں لیکن ان کا طریق کار ایسا بنا دیا گیا ہے کہ یہ روپے ہواؤں میں اڑ جائیں گے اور پرچھائیوں کو مل جائیں گے مگر غریبوں کو ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

رپورٹیں

(میعاد میں توسیع)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔اب شاہجہان احمد بھٹی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر۔II کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹیں بابت سال 2007-08 اور 2009-10 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر۔II کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹیں بابت سال 2007-08 اور 2009-10 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر۔II کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 12۔جولائی 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹیں بابت سال 2007-08 اور 2009-10 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر۔II کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 12۔جولائی 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹیں بابت سال 2007-08 اور 2009-10 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر۔II کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 12۔جولائی 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب جناب محمد محسن خان لغاری پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر-I کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز سول ورکس اور کمرشل سول ریونیو وصولیاں بابت سال 07-2006 اور 09-2008 اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر-1 کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز سول ورکس اور کمرشل سول ریونیو وصولیاں بابت سال 07-2006 اور 09-2008 اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر-I کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 12-جولائی 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز سول ورکس اور کمرشل سول ریونیو وصولیاں بابت سال 07-2006 اور 09-2008 اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر-I کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 12-جولائی 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز سول ورکس اور کمرشل سول ریونیو وصولیاں بابت سال 07-2006 اور 09-2008 اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر-I کی رپورٹیں ایوان میں پیش

کرنے کی میعاد میں مورخہ 12۔جولائی 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب جاوید حسن گجر تحاریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

تحاریک استحقاق بابت سال 10-2008 اور 2011 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر 51 بابت سال 2008 تحاریک استحقاق نمبر 23,28,31,42,50 اور 57 بابت سال 2009 تحاریک استحقاق نمبر 1,5,10,21 اور 38 بابت سال 2010 تحاریک ستحقاق نمبر 2,8,9,13, 16,23,24,25,28,36,44,45,47,48 اور 50 بابت سال 2011 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ستمبر 2011 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر 51 بابت سال 2008 تحاریک استحقاق نمبر 23,28,31,42,50 اور 57 بابت سال 2009 تحاریک استحقاق نمبر 1,5,10,21 اور 38 بابت سال 2010 تحاریک ستحقاق نمبر 2,8,9,13, 16,23,24,25,28,36,44,45,47,48 اور 50 بابت سال 2011 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ستمبر 2011 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر 51 بابت سال 2008 تحاریک استحقاق نمبر 23,28,31,42,50 اور 57 بابت سال 2009 تحاریک استحقاق نمبر 1,5,10,21 اور 38 بابت سال 2010 تحاریک استحقاق نمبر 2,8,9,13, 16,23,24,25,28,36,44,45,47,48 اور 50 بابت سال 2011 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر 2011 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: مخدوم محمد ارتضیٰ!

سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

(---جاری)

مخدوم محمد ارتضیٰ: نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمo بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کے توسط سے حکومتی بنچوں پر بیٹھے اپنے بھائیوں کی خدمت میں ایک عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ بھی اور ہم بھی عوام کا ووٹ لے کر اس ایوان میں آئے ہیں۔ آپ کا مقصد بھی عوام کی خدمت کرنا ہے اور ہمارا مقصد بھی عوام کی خدمت کرنا ہے۔ جس طریقے سے آپ یہ خدمت کرنا چاہتے ہیں، جس پالیسی کو وضع کر کے یہ خدمت کرنا چاہتے ہیں اس میں correction suggest کرنا اور اگر ہم اس کو غلط سمجھیں تو اس پر تنقید کرنا ہمارا حق بھی ہے اور جائز بھی ہے لہذا اگر آپ اس کو ذرا خندہ پیشانی سے قبول کریں تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میرے پاس ٹائم مختصر ہے اس لئے میں اس کو جلدی جلدی کرتا ہوں۔ پہلی بات میں ایجوکیشن کے حوالے سے کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال 23۔ ارب 30 کروڑ روپے کا ڈویلپمنٹ بجٹ تھا۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کر دوں کہ اگر سیکرٹری ایجوکیشن کوئی تنخواہ لیتا ہے تو اس کا ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر DG صاحب تنخواہ لیتے ہیں تو وہ ہم نے نہیں دیکھنی بلکہ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ تعلیم کی مد میں ڈویلپمنٹ پر کیا خرچہ جا رہا ہے؟ پچھلے سال 23۔ ارب 30 کروڑ روپے تھا اور یہ revised ہو کر 13۔ ارب 82 کروڑ روپے بنا۔ اب 23۔ ارب 90 کروڑ روپے کیا گیا۔ یہ ڈویلپمنٹ میں

صرف60 کروڑ روپے کی increase ہے۔60 کروڑ روپے کا اضافہ ہماری ضروریات کے حساب سے بہت معمولی ہے۔ میں کامران مائیکل صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس کو note ضرور کر لیں اور اللہ کرے کہ اگلے سال آپ بجٹ کی تقریر پڑھنے کی بجائے پہلے بنائیں پھر پڑھیں جس کی ہمیں دلی خوشی ہوگی۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے بجٹ تقریر میں سو فیصد enrollment اور سو فیصد detention کی بات کی۔ گزارش یہ ہے کہ بچے سکول میں کیوں نہیں بھیجے جاتے یا انہیں بھیج کر نکال کیوں لیا جاتا ہے؟ اس کا بہت بڑا factor یہ ہے کہ والدین یہ claim کرتے ہیں کہ اگر ہم بچے کو سکول میں داخل کر دیں تو یہ کمائے گا کیسے اور ہم کھائیں گے کیسے؟ آپ 100 فیصد enrollment اور 100 فیصد detention کی بات کرتے ہوئے اگر بچوں کے والدین کے لئے financial incentive نہیں دیں گے کہ وہ اپنے بچوں کو نہ صرف داخل کرائیں بلکہ ان کو وہاں رکھیں تب تک اس percentage میں improvement نہیں آ سکتی۔

جناب سپیکر! تیسری بات میں یہ کرنا چاہوں گا کہ دانش سکول بہت بڑا topic ہے اگر میں اس کو چھوڑ جاؤں تو یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ میں صرف آپ سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ جتنے کام آپ کر رہے ہیں خواہ صحت کے لئے کر رہے ہیں، ایجوکیشن کے لئے کر رہے ہیں یا کسی بھی چیز کے لئے کر رہے ہیں یہ آپ welfare state کے concept کے اندر کر رہے ہیں کہ welfare state ہونی چاہئے۔ گزارش یہ ہے کہ آپ دنیا کے کسی بھی ملک میں چلے جائیں welfare state کے concept میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ حکومت اپنی طرف سے ایجوکیشن یا ہیلتھ میں دو مختلف standards رکھے۔ حکومت کا ایجوکیشن کی services provide کرنے میں اور تعلیم کی services provide کرنے میں standard ایک ہونا چاہئے۔ آپ یہ نہیں کر سکتے کہ ایک جگہ پرائمری سکول کی چھت گری ہوئی ہے اور دوسری جگہ دانش سکول بنا ہوا ہے۔ آپ welfare state کے concept کے خلاف جا رہے ہیں۔ جتنا آپ اس پر خرچہ کر رہے ہیں آپ نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ کیا یہ sustainable ہے یا نہیں؟ اس کا exchequer پر burden ہے تو کیا آپ اس کو sustain بھی کر سکیں گے یا آگے جا کر اس کو مجبوراً پھر بند کرنا پڑے گا؟

جناب سپیکر! میں صحت پر بات کروں گا کہ پچھلے سال اس کی ڈویلپمنٹ کے لئے 14۔ارب 50 کروڑ روپے تھا جو revised ہو کر 8۔ارب 19 کروڑ روپے ہو گیا۔ اس دفعہ 14۔ارب 80 کروڑ

روپے ہے۔ اس طرح صحت کی مد میں صرف 30 کروڑ روپے کا اضافہ ہے، جو موجودہ health servicesکی conditionہے، میرے خیال میں 30کروڑروپے کی ڈویلپمنٹincreaseکرنے سے کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوگا۔ آپ ہسپتال بنالیں، نئے Burn Unitsبنالیں، ڈائیلسز کے نئے سنٹر بنالیں مگر آپ existing ہسپتالوں میں جو services provide کر رہے ہیں اس کے standardکو کس طرح بہتر کریں گے؟ اس کے لئے بھی آپ کوئی نہ کوئی mechanismضرور لے کرآئیں۔ اس کے اندر کوئی پیسے بھی مختص کریں کہ ہم existing serviceکو کس طرح improve کریں گے۔ میں ایک چیز اور عرض کردوں کہ ان کے figuresمیں discrepancyہے۔ انہوں نے بجٹ تقریر میں16۔ارب30کروڑ روپیہindicate کیا اور white paper کے اندر 14۔ارب 80کروڑروپیہ ہے تو ہمیں یہ discrepancy سمجھ نہیں آرہی کہ بجٹ تقریر میں ایکfigureدیا جارہا ہے اور white paper میں اسی جگہ دوسرا figureہے اس کے اندر discrepancy ہے لہذا یہ اپنےfiguresایوان میں لانے سے پہلے ٹھیک کریں۔

جناب سپیکر! پولیس کے لئے52بلین روپے کی اتنی بڑیallocationہے۔ آپ ان کو بالکل دیں مگر آپ غلطی یہ کر رہے ہیں کہ اس چیز پر concentrateکر رہے ہیں کہ اس وقت ملک میں دہشت گردی ہے اور دہشت گردی کے خلاف ان کو لڑانے کے لئے ہم ان کو extra پیسے بھی دیں گے اور مزید سروسز بھی دیں گے۔ مگر جو آپ کا internal problemہے کہ آپ کی پولیس آپ کے اپنے شہری کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرتی ہے، کیا"FIR" صحیح درج ہوتی ہے، کیا اس کی انوسٹی گیشن ٹھیک ہوتی ہے، کیا لوگوں کو تھانے میں انصاف ملتا ہے؟ آپ اس طرف توجہ نہیں دے رہے تو میری گزارش یہ ہے کہ ان کی policingکو بہتر کرنے کے لئے آپ کو جتنے پیسے لگانے پڑیں لگائیں۔ اگر آپ اس52بلین روپے کو104 بلین روپے بھی کردیں تو قبول ہے بشر طیکہ پولیس کا جو عوام کے ساتھ رویہ ہے اگر اس کو ٹھیک کرنے کی طرف ذرا سوچ لیں تو میرا خیال ہے کہ زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے کامران مائیکل صاحب سے گزارش کروں گا کہ اقلیتوں کے لئے صرف 50لاکھ روپیہ increase کیا گیا ہے۔ آپ نے 21 کروڑ 50 لاکھ روپے پچھلی دفعہ رکھے تھے اور اس مرتبہ 22 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ رقم کم از کم ایک یا ڈیڑھ ارب روپے سے کم نہیں ہونی چاہئے اور اس رقم میں سے at least one third amountہمارے سرائیکی بیلٹ کے اندر جو ہندو communityرہتی ہے اس کے لئے مختص ہونی چاہئے کیونکہ ان کی اس ایوان میں

representationنہیں ہے،اس ایوان میں ان کی کوئی نمائندگی نہیں ہے۔ان کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے کم از کم آپ کو اس رقم میں سے one thirdہندو community کے لئے ضرور مختص کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر!اب میں ان کی fiscal and financial position کے بارے میں گزارش کرنا چاہوں گا۔میں نے پچھلے سال30۔جون2009کو بھی یہ بات point outکی تھی جس پر سپیکر صاحب نے کہا تھا کہ آپ economicsکا لیکچر دے رہے ہیں،مجھے امید ہے کہ آج آپ ایسا نہیں کہیں گے۔30۔جون2009کو آپ کا total foreign debtجو کہ آپ نے باہر کے ملکوں کو ادا کرنا ہے وہ339۔ارب روپے تھا۔آپ نے مزید قرضہ تو نہیں لیا مگر روپے کی international marketمیں devaluationہونے کی وجہ سے آپ کے اوپر ایک سال کے اندر51بلین روپے کا اضافی بوجھ پڑ گیا ہے اور پچھلے سال یہ390۔ارب روپے ہو گیا تھا۔اس سال مزید21۔ارب روپے بڑھنے سے اب یہ قرضہ 416۔ارب روپے ہو گیا ہے۔یہ آپ کے اوپر ایک بہت بڑا بوجھ ہے جو ہر سال روپے کی devaluation کی وجہ سے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔اب آپ debt servicingیعنی قرضے کی مد میں صرف سود کی شکل میں 50۔ارب روپے ایک سال میں دینے پر مجبور ہیں۔آپ نے اپنے اوپر domestic debt میں سے 18۔ارب روپے retire کئے ہیں جس کی وجہ سے اب یہ قرضہ 76۔ارب روپے رہ گیا ہے مگر foreign debtہر سال بڑھتا جا رہا ہے لہذا آپ اس کو کنٹرول کریں۔ایک اور چیز کو point outکروں گا کہ پنشن کا بوجھ حکومت کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔پنشن دینا الگ بات ہے لیکن اس کا بوجھ حکومت برداشت کر رہی ہے یہ سوچنے والی بات ہے۔پچھلے سال 30۔جون2009تک پنشن کی مد میں حکومت پنجاب کی liabilities 597۔ارب روپے ہے اور یہ اب ایک سال میں بڑھ کر687۔ارب روپے ہو چکی ہے۔اسی طرح آپ General Provident Fundکو دیکھ لیں تو وہ پچھلے سال79بلین روپے تھا اور اس سال87۔ارب روپے کی liabilityہے جو کہ ہر سال بڑھتی جا رہی ہے۔میں آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ حکومت پنجاب کی financial positionبہت seriousہے جسے ہنگامی بنیادوں پر ٹھیک کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر!میری تقریر کا آخری نکتہ South Punjabکا ہے جو کہ آج کل ہر کسی کا بڑا favourite topicہے۔مجھے یہ سن کر بڑا افسوس ہوا کہ وہ لوگ جن کی دو سے چار نسلیں جنوبی پنجاب سے تعلق رکھتی ہیں مگر آج وہ لوگ بھی وہاں کی زبان بولنا اور وہاں کا کہلوانا اپنے لئے توہین سمجھتے ہیں،وہ

کھڑے ہو کر ہمیں جنوبی پنجاب پر لیکچر دیتے ہیں اور وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ جنوبی پنجاب میں کیا ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر!میں فنانس ڈیپارٹمنٹ والوں کو خراج تحسین پیش کروں گا کہ انہوں نے بڑی خوبصورتی سے بجٹ تقریر میں جھوٹ بولا اور اس جھوٹ کو اس ایوان میں کسی نے پکڑنے کی تکلیف نہیں کی۔ آپ 31فیصد آبادی کے لئے 32فیصد ADP کی بات کر رہے ہیں تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ جب آپ NFC Award کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے بڑا بھائی بن کر بلوچستان کی پسماندگی کو دیکھتے ہوئے ان کو زیادہ پیسے دیئے ہیں۔ ہم جس کو horizontal distribution کہتے ہیں تو آپ کو یہ within Punjab کیوں نظر نہیں آتی؟ آپ جنوبی پنجاب کے لئے اس کی پسماندگی کے حساب سے پیسے کیوں نہیں رکھتے؟ آپ 31فیصد آبادی کے لئے 32فیصد کیوں دے رہے ہیں، ADP کا چالیس فیصد دیں اور یہ تو صرف propositional ہے۔

جناب سپیکر!دوسری بات یہ ہے کہ آپ 70۔ارب روپے کا اعلان کر رہے ہیں کہ آپ 70۔ارب روپیہ جنوبی پنجاب کے لئے development package میں دے رہے ہیں یہ بہت اچھی بات ہے لیکن 70۔ارب روپیہ کتنے سالوں میں دیں گے؟ جب یہ کہہ رہے ہیں کہ 70۔ارب روپیہ دے رہے ہیں لیکن پھر آپ کہتے ہیں کہ 10 بلین اس سال release کریں گے تو پھر یہ 70۔ارب روپیہ نہ ہوا کیونکہ بات تو اس سال کے مالیاتی بجٹ کی ہو رہی ہے۔ اگر اس سال کے مالیاتی بجٹ میں 10۔ارب روپیہ release ہونا ہے تو 70۔ارب روپے کی figure کہاں سے لے کر آ گئے ہیں۔ اسی طرح جب آپ پانچ districts کی بات کرتے ہیں کہ مظفرگڑھ، راجن پور، لودھراں، بہاولنگر اور بہاولپور میں 11۔ارب 66کروڑ روپے کے منصوبے شروع کر رہے ہیں اور پھر آپ کہتے کہ ہم 4۔ارب 38کروڑ روپے release کریں گے، ڈیرہ غازیخان اور راجن پور کے لئے 3۔ارب 38کروڑ روپے کا اعلان کر کے آپ کہتے ہیں کہ 15کروڑ release کریں گے لیکن آپ release تو کم کر رہے ہیں۔ آپ بے شک 70۔ارب روپیہ دس سالوں میں release کریں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اس سال کیا release کریں گے؟ میں آپ کے توسط سے کہتا ہوں کہ یہ فنانس ڈیپارٹمنٹ والے جو لفاظی استعمال کر رہے ہیں یہ ہمیں اتنا بھی بے وقوف نہ سمجھیں کہ یہ اتنے جھوٹ بولتے جائیں گے اور ہم اس اسمبلی میں بیٹھے ان کے جھوٹ کو نہیں پکڑ سکیں گے۔ آخر میں، میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔nextخواجہ محمد اسلام صاحب!

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! شکریہ۔ اتنے قلیل وسائل میں مسائل کی گتھی کو سلجھانا ہوتا ہے۔ ان نامساعد حالات میں جب وفاقی حکومت نے اس ملک کی معیشت کو ڈبو دیا ہے، جب ریلوے اور سٹیل ملز کرپشن کی وجہ سے تباہ کر دی گئی ہیں، جب اس ملک میں حج میں بھی کرپشن آ گئی ہو، پی آئی اے defaulter ہو، بجلی کی لوڈشیڈنگ ہو، سوئی گیس کی لوڈشیڈنگ ہو، مزدو بے روزگار ہوں، غریب کا چولہا ٹھنڈا ہو رہا ہو تو پھر ان حالات میں، میاں محمد شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب، وزیر خزانہ پنجاب کا اتنا اچھا بجٹ پیش کرنا اور یہاں پر ایک بات اور کہوں گا کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اقلیتی ممبر جناب کامران مائیکل صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے اس پر پوری دنیا میں جو خوش گوار پیغام گیا ہے۔ اس لئے پاکستان میں آج یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جمہوریت پروان چڑھ رہی ہے، آمریت بھاگ رہی ہے اور محبت جاگ رہی ہے۔

جناب سپیکر! یہ بجٹ عوام دوست اور غریبوں کی فلاح و بہبود کا بجٹ ہے کیونکہ اس میں اگر ٹیکس لگایا گیا ہے تو صرف امراء پر لگایا گیا ہے جس کی مثال لگژری گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس اور فارم ہاؤس پر ٹیکس لگانا ہے تو میں یہ بات کہنے میں بھی عار نہیں سمجھتا کہ پچھلے سال جو پاکستان میں سیلاب آیا تھا تو پنجاب حکومت نے بلاامتیاز پورے پاکستان کے سیلاب کے متاثرین کوaccommodate کیا تھا جس پر صوبہ کے بجٹ کی خطیر رقم خرچ ہوئی تھی۔ آئندہ بجٹ 2011-12 کے اچھے اقدامات بیرونی امداد پر انحصار نہ کرنا اور کشکول توڑنے کا جرأت مندانہ فیصلہ اس کا عزم صرف اور صرف میاں محمد شہباز شریف اور اس کی ٹیم ہی کر سکتی ہے جو کہ محب وطن ہے اور اس ملک کے ساتھ مخلص ہے۔ رواں مالی سال میں ایک مکمل اور علیحدہ محکمہ توانائی قائم کیا گیا ہے اس کے تونسہ بیراج پر 120 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کے عظیم منصوبہ کا معاہدہ اور نجی شعبہ کے اشتراک سے کم از کم 500 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کے منصوبہ کے اقدامات اور شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کی تنصیب کے منصوبے کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ غریب اور متوسط طبقہ کی امداد کے لئے مختلف سکیموں پر 30۔ارب روپے کی خطیر رقم مختص کرنا اور اس میں خصوصاً 13۔ارب روپے آٹے کی قیمت کو کنٹرول کرنا پنجاب کے غریبوں کی فلاح و بہبود کے لئے اس سے اچھا کوئی اور کام نہیں ہو سکتا۔ رمضان المبارک کے دوران عوام کو اشیائے خورد و نوش فراہم کرنے کے لئے آئندہ مالی سال میں 4۔ارب روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز اور کرسمس کے موقع پر کرسمس بازاروں میں 20 کلو گرام آٹے کا تھیلا -/400 روپے میں فراہم کرنا

اقلیتی بھائیوں کو یہ پیغام دینا اور نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے ان ارشادات کی پیروی کرنا ہے کہ اقلیتوں کے حقوق کو تسلیم کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ایک بہت ہی اچھی آشیانہ ہاؤسنگ سکیم جس کا دائرہ کار تمام صوبہ میں پھیلا دیا گیا ہے اور اس کی نگرانی وزیر اعلیٰ پنجاب خود کر رہے ہیں۔ میرے بھائی ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ اس میں یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے گا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ببانگ دہل کہا تھا کہ اگر گرین ٹریکٹر کی مد میں کوئی کرپشن ثابت کر دے تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ میں استعفیٰ دے دوں گا۔ بے روزگار افراد کے لئے 20 ہزار یلو کیب، زرعی اور ویٹرنری گریجویٹس کو پندرہ سال کی لیز پر ماڈل زرعی فارم اور زرعی اراضی تقسیم کرنا اس کے ساتھ ساتھ 20 ہزار روپے کا قرضہ دینا بہت احسن اقدامات ہیں۔ یہ 20 ہزار روپے اگر کسی غریب کو مل جائیں تو اس کی عزت نفس مجروح نہیں ہوگی اور اگر وہ یہ پیسے اپنے کاروبار میں لگائے تو یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا۔

رائے محمد اسلم خان: 20 ہزار روپے کا تو موبائل نہیں آتا۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! ابھی میرے بھائی یہ کہہ رہے تھے کہ 20 ہزار روپے سے کیا کام ہو سکتا ہے تو میں اپنے فاضل ممبر کو یہ سمجھانا چاہوں گا کہ جائیں جا کر سبزی کا کام کریں، 20 ہزار روپے سے کوئی غریب روزانہ ہزار، -/1200 روپے کما سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب! بس اب wind up کر دیں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! ایجوکیشن کی مد میں 37۔ارب روپے مختص کرنا پنجاب کے ساتھ اس سے زیادہ محبت اور کیا ہو سکتی ہے؟ میرے پنجاب کو ایک ہزار ماڈل سکول جس کی اگر calculation کی جائے تو ایک ایم پی اے کے حلقے میں تین ماڈل سکول آتے ہیں اس سے تعلیم میں جتنا اضافہ ہوگا اسے آپ بھی سمجھتے ہیں، یہ بھی سمجھتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے میں بھی سمجھتا ہوں۔ دانش سکول بارے میں، میں یہ کہوں گا کہ میاں محمد شہباز شریف کا یہ وژن کہ انہوں نے اپنے پنجاب کے ہر بچے کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا ہے، تعلیم دلانی ہے اور اس قوم کو دنیا کی civilized nations میں شمار کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ موبائل ہسپتال، یہ ان محروم طبقہ کے لئے ہیں جن بے چاروں کے پاس ادویات تک نہیں ہیں وہاں casualty rate بہت زیادہ ہے آج ان کے لئے یہ بہت احسن اقدام ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب! اب اپنی speech wind up کریں۔

رائے محمد اسلم خان: ڈاکٹر توقیر شاہ صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ یہ تقریر انہوں نے آپ کو لکھ کر دی ہے۔ اب بس کریں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! میرے فاضل ممبر یہ کہہ رہے تھے کہ میاں محمد نواز شریف نے 1987 میں فیصل آباد میں لیبر کالونی بنائی، جھنگ میں لیبر کالونی بنائی، اوکاڑہ میں بنائی میں ان کو یہ کہوں گا کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ انہوں نے قبضہ مافیا سے زمین چھڑا کر مزدوروں کو دی۔ ان لوگوں کے لئے یہ بات واقعی باعث تکلیف ہے جو کل دس فیصد corrupt تھے آج سو فیصد corrupt ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ خواجہ صاحب! اب تشریف رکھیں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! آخر میں، میں یہ کہوں گا کہ جب اپوزیشن نے وزیر اعلیٰ کو یہ لکھ کر دے دیا ہے کہ ہم نے اس بجٹ کو پاس کرانا ہے تو پھر یہ تنقید کیوں کر رہے ہیں؟ پنجابی میں کہتے ہیں کہ "جدوں دودھ دینا اے تے مینگنیاں کیوں پاندے او" دودھ دیو مینگنیاں نہ پاؤ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

خواجہ محمد اسلام: میں میاں محمد شہباز شریف کے اس عزم کو ان لوگوں تک ایک شعر کے ذریعے پہنچانا چاہتا ہوں:

میں اپنے خواب سے کٹ کر جیوں تو اے میرے خدا
اجاڑ دے میری ہستی کو دربدر کر دے
میری زمین ہی میرا آخری حوالہ ہے
میں رہوں یا نہ رہوں اس کو بارآور کر دے

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

جناب آصف بشیر بھاگٹ: جناب سپیکر! ہمیں بھی بات کرنے کا موقع دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بھاگٹ صاحب! پلیز، تشریف رکھئے گا۔

محترمہ آصفہ فاروقی: جناب سپیکر! خواتین کو بھی ٹائم دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کے بعد محترمہ رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ کی تقریر ہے اور اس کے بعد وزیر خزانہ صاحب نے wind up speech کرنی ہے۔

جناب آصف بشیر بھاگٹ: جناب سپیکر! یہ بات طے ہوئی تھی کہ ایک گورنمنٹ کا ممبر بولے گا اور ایک اپوزیشن کا جبکہ آپ صرف گورنمنٹ کے ممبران کو ہی ٹائم دے رہے ہیں۔ سیکرٹری صاحب کے سامنے جو لسٹیں پڑی ہیں ان میں سے نام نہیں بولے جا رہے، پرچی سسٹم چل رہا ہے۔ ہم پچھلے چھ دن سے انتظار کر رہے ہیں مگر ہمارا نمبر نہیں آیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ بتانا چاہوں گا کہ جب میں نے کارروائی کا آغاز کیا تھا تو میں نے بتایا تھا کہ جو سپلیمنٹری بجٹ آنا ہے اس پر ابھی بحث کے دو دِن ہیں تو جو یہ والی لسٹ ہے اس کو ہم وہاں پر priority دیں گے، جو دوست آج رہ جائیں گے ان دو دِنوں میں ہم پہلے ان کو priority دیں گے۔ جمعرات کو اجلاس کا وقت صبح دس بجے تھا ہم نے پونے گیارہ بجے شروع کیا اور رات پونے نو بجے تک چلایا کہ list exhaust ہو جائے۔ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن ہم نے وقت کی پابندی کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔ ان کو بات کرنے دیں پھر ڈار صاحبہ ہیں، پھر فنانس منسٹر ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو اگلی لسٹ میں موقع دیں گے، آپ تشریف رکھیں۔ بہت شکریہ جی، چودھری محمد شفیق صاحب!

چودھری محمد شفیق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo جناب سپیکر! میں آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ ملکی سیاست کے مدوجزر، ناموافق حالات اور عالمی صورتحال کے بھنور اپنی جگہ پر لیکن پاکستان مسلم لیگ کی قیادت نے ہمیشہ پاکستان، پاکستان کے عوام کی بہتری اور ان کے تحفظ کو مقدم جانا۔ غربت کے خاتمے، ملک عزیز کے مستقبل معاشی استحکام جیسے خوابوں کی تعمیر کے لئے منصوبہ بندی پر عملدرآمد کرنا ان کا اوّلین مقصد ہے۔ جولائی 2010 میں جس طریقے سے سیلاب آیا تھا، جس طریقے سے پنجاب کی معاشی صورتحال پر بہت بڑا بوجھ پڑا، اضافی اخراجات برداشت کرنے پڑے، پنجاب حکومت پر 5۔ارب روپے کا اضافی بوجھ پڑا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب نے جس طریقے سے کشکول کو توڑا ہے، جس طریقے سے انہوں نے اغیار کی مدد لینے سے انکار کیا ہے، جس طریقے سے انہوں نے عزت کے ساتھ رہنے کا تہیہ کیا ہے ان حالات کو اگر دیکھا جائے تو وزیر اعلیٰ پنجاب، وزیر خزانہ اور ان کی پوری ٹیم نے جس انداز سے 11-2010 سے 12 فیصد بڑھا کر 12-2011 کا بجٹ پیش کیا۔ اس شاندار بجٹ پیش کرنے پر میں وزیر خزانہ اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! دراصل ہمارے بہت سارے دوستوں نے ہمیشہ یہ تنقید کی ہے کہ یہ بجٹ وزیر خزانہ نے نہیں بنایا یہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے نہیں بنایا، یہ ایک technocrat budget ہے جس میں انہوں نے اعداد و شمار کا ہیر پھیر کر کے یہ بجٹ ایوان کے اندر پیش کر دیا ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ شاید یہ پہلی دفعہ ہو کہ اس بجٹ بنانے میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے چار meetings کی ہیں جن میں عوامی نمائندوں کو خصوصی طور پر شامل کیا گیا اور ان کی تجاویز لی گئیں۔ یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ جس میں تمام ممبران سے تجاویز لی گئی ہیں ان سے پوچھا گیا ہے اور بحث کی گئی ہے جس پر یہ کہنا میں سمجھتا ہوں بہت بڑی زیادتی ہے کہ عوامی نمائندوں سے رابطہ قائم نہیں کیا گیا، عوامی نمائندوں سے پوچھا نہیں گیا یہ صرف Technocrat کا بجٹ ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر یہ Technocrat کا بجٹ ہوتا، میں چند چیزیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر وزیر اعلیٰ پنجاب ہمارے قائد میاں محمد نواز شریف اور ہماری پارٹی کے سینئر ساتھیوں کا اس میں عمل دخل نہ ہوتا تو یہ چیزیں Technocrat کے ذہن میں آتیں؟ یہ ساری سوچ اور فکر ہم نے خود ان کو دی ہے۔ Technocrat کا مقصد کیا ہے؟ ہر فیکٹری کا مالک اپنی فیکٹری میں ایک Accounts Officer رکھتا ہے، وہاں آپریٹر بھی ہوتے ہیں، آڈیٹر بھی ہوتے ہیں، پروڈکشن منیجر بھی ہوتے ہیں اور جنرل منیجر بھی ہوتے ہیں لیکن مالک جو ہوتا ہے وہ ان کو اپنی ایک سوچ دیتا ہے، اپنی ایک فکر دیتا ہے، اپنے اعداد و شمار دیتا ہے۔ اس Accountant کا یہ کام ہے کہ اس کو ترتیب دے کیونکہ وہ ٹیکنیکل لوگ ہوتے ہیں۔ ساری فیکٹریوں کے مالک ٹیکنیکل لوگ نہیں ہوتے اور اسی طریقے سے وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک سوچ دی ہے، ایک فکر دی ہے، ایک منصوبہ دیا ہے، اپنے Parliamentarian سے مشورہ کرنے کے بعد ایک شعور دیا ہے۔ اس کے بعد وزارت خزانہ اور پی اینڈ ڈی کا کام ہے کہ وہ ان کی سوچ کے مطابق ان منصوبوں کے اعداد و شمار تیار کرے اور اس کے مطابق بجٹ تیار کرے پھر اس کو ایوان میں لے کر آئے۔ یہ Technocrat کا بجٹ نہیں ہے بلکہ یہ عوامی بجٹ ہے ہم اس کو ثابت کرتے ہیں۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں اور چند شعبے آپ کے سامنے رکھوں گا۔ مثال کے طور پر میں شعبہ تعلیم آپ کے سامنے رکھتا ہوں، آپ یہ دیکھیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے تعلیم کے لئے 23۔ ارب روپے سے زائد کی رقم مختص کی ہے۔ اسی طرح لیبارٹریوں کے لئے ایک ارب روپیہ مختص کیا ہے، ہائی سکولوں کی Computer Labs کے لئے 55 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ Upgradation کے لئے ایک ارب روپیہ رکھا ہے اور 2500 سکولوں کی missing facilities کے لئے انہوں نے 4۔ ارب روپے رکھا ہے۔ نئے کالجوں کے لئے ایک ارب روپے مختص کیا ہے اور اس

طریقہ سے ہونہار طلباء کے لئے سپیشل ایک لاکھ کمپیوٹرز رکھے گئے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ یہ ساری چیزیں کرنا کیا Technocrat کا کام ہے؟ اگر اس کے پیچھے سوچ نہ ہوتی، اگر اس کے پیچھے کسی کا مقصد نہ ہوتا اور مقصد کیا تھا؟ ہم نے اپنی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کیا کرنا ہے، ہم نے اپنے پنجاب کی آبادی کے لئے کیا کرنا ہے، یہ سارا اس سوچ کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے یہ ساری چیزیں آئی ہیں۔ اسی طرح سے ہمارا جو ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ ہے آپ اسے دیکھیں کہ پورے پنجاب میں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ ہم سارے مل کر دیکھ لیتے ہیں، اب آپ تشریف رکھیں۔ بہت شکریہ

چودھری محمد شفیق: شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ!

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے
"بی بی اج تے تیرے نعرے وجن گے" کی نعرہ بازی)

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: شکریہ۔ جناب سپیکر! چھ دن سے انتظار کر رہی ہوں۔ پورا ایوان اگر میرا ساتھ نہ دیتا تو آج میں "اڑی تھی" آج بھی میری باری نہیں آنی تھی (نعرہ ہائے تحسین)

صاف ظاہر ہے کہ عورتوں کے حق میں کتنا انصاف ہے۔ میں پھر بھی آپ کی شکر گزار ہوں کہ مجھے ٹائم مل گیا اور میں young مسیح برادر وزیر خزانہ کامران مائیکل کی بھی تعریف کرتی ہوں، انہیں خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے اتنی روانگی سے بجٹ پڑھا ایسے لگ رہا تھا کہ تین چار دن پہلے وزیر خزانہ بنے اور ان دنوں میں انہوں نے بڑا رٹا لگایا۔ (قہقہے)

(اذان مغرب)

پہلے تو میں آپ کو یہ بتاؤں کہ یہ بجٹ کی amount کہاں سے آئی ہے، یہ وفاق سے آئی ہے۔

معزز ممبران: کہاں سے؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: یہ amount وفاق سے آئی ہے، یہ آپ کے گھر کی پیداوار نہیں ہے صوبہ پنجاب کو 376۔ارب روپے دیئے گئے اور باقی سب صوبوں سے زیادہ amount دی گئی، چھ ماہ بعد پنجاب حکومت نے پھر کہنا ہے کہ ہمارے پاس پیسے ختم ہو گئے اور انہوں نے پھر دیوالیہ ہو جانا ہے۔ آپ لوگوں نے سکیموں کے لئے 21۔ارب روپے رکھے ہیں اور اس میں 9۔ارب روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ رمضان المبارک میں آٹے کا تھیلا -/400 روپے میں دیا جائے گا۔ کیا پنجاب

حکومت نے تہیہ کر رکھا ہے کہ صرف رمضان میں ہی آپ نے ثواب کھٹنا ہے، باقی مہینے کدھر جائیں گے ؟ان کا بھی سوچ لیں، ان مہینوں میں بھی آٹے کا تھیلا -/450روپے کا کر دیں۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ نے متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ متوازن کے meaning کیا ہیں ؟ متوازن کے meaning برابری کے ہیں اور جو 220۔ارب روپے کا deficit ہے وہ کس چیز کا ہے، وہ کہاں سے کاٹا گیا ہے، کہاں پر رکھا ہے اور کہاں پر لگانا ہے ؟ میں چاہتی ہوں کہ باقی مہینوں میں بھی آٹے کا تھیلا -/450روپے کا کر دیا جائے اور 220۔ارب روپے میں سے ایک ارب روپیہ اور لگا دیا جائے تو لوگوں کے بارہ مہینے گزر جائیں گے۔(نعرہائے تحسین)

جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے بجٹ میں بتایا کہ چار اضلاع میں سستے رول ماڈل، سستے بازار لگائے جائیں گے لیکن میرے شہر فیصل آباد کے اتنے سارے ایم پی ایز نے یہ نہیں کہا کہ فیصل آباد میں بھی ایک سستا ماڈل بازار بنا دیا جائے۔ میں وزیر قانون سے پوچھتی ہوں کہ کیا آپ فیصل آباد کے رہنے والے نہیں ہیں؟ آج آپ لاہور میں آکر بس گئے ہیں تو فیصل آباد کو ہی بھول گئے ہیں۔ فیصل آباد میں بھی ایک سستا ماڈل بازار لگایا جائے اور یہ عظیم بازار ہو گا یہ کوئی چھوٹا موٹا شہر نہیں ہے بلکہ یہ مانچسٹر ہے لیکن انہوں نے تو اسے کھنڈرات بنا دیا ہے۔ جس نے آثار قدیمہ نہیں دیکھا وہ میرے ساتھ آئے میں فیصل آباد میں اسے آثار قدیمہ کے اثرات دکھاتی ہوں۔(نعرہائے تحسین)

جناب سپیکر! بار بار کہتے ہیں کہ روٹی کپڑا اور مکان نہیں دیا۔ میں عرض کرتی ہوں کہ وفاقی حکومت نے ایک ہزار روپے کا بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام دیا ہے جس کے ذریعے غریبوں کو وسیلہ حق دے دیا ہے، آج تک غریبوں کو وسیلہ حق نہیں ملا لیکن یہ وفاق نے غریبوں کو وسیلہ حق دیا ہے اور گھر گھر لوگوں کی دہلیز پر وسیلہ حق جاتا ہے اور بڑے احتیاط کے ساتھ شفاف طریقے سے یہ وسیلہ حق دیا گیا ہے۔ وفاق نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ سندھی ہے، پنجابی ہے، بلوچی ہے یا پٹھان ہے بلکہ بلا تفریق سب کو دیا ہے۔(وقت ختم ہونے کی گھنٹی) آخری تقریر ہے اس لئے آپ میرے ساتھ اتنا ظلم تو نہ کریں۔اگر میں غلط بات کروں تو پھر مجھے یہیں بیٹھے جوتے مار دینا اور اگر میں سچ بات کہوں تو اس پر میڈیا بھی آپ کو شرمندہ کرے گا۔

جناب سپیکر! سستی روٹی شروع کی اور اس میں کرپشن ہوئی، آپ لوگوں نے اس کا کوئی حساب نہیں دیا اور کوئی احتساب نہیں کیا۔ کرپشن نہ دیکھی، کرپشن کو نہ روک سکے اور روٹی بند کر دی۔ بڑے وثوق اور مسرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم نے گوشت برآمد کیا۔ "اول خویشاں پھر درویشاں"، آپ

کے گھر گھر میں بھوک ننگ ہے، آپ یہاں پر تو گوشت پورا کریں۔ آپ نے یہاں گوشت پورا نہیں کیا، آپ نے تو روٹی چھینی اور بوٹی بھی چھینی اور اس کا رزلٹ کیا نکلا بھکر میں لوگوں نے مردے کھانے شروع کر دیئے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ کینسر زدہ مردے کھائے۔ کیا ہم نے لوگوں کا یہ حال کرنا ہے؟

جناب سپیکر! حیرت والی بات یہ ہے کہ گریجویٹس لوگوں کو ییلو کیب دی جائیں گی، ہنر مند لوگوں کو ییلو کیب دی جائیں گی۔ گریجویٹ تو کلرک لگ سکتا ہے، ہنر مند موچی تو کہیں بھی چھوٹی سی چھاؤں بنا کر کام کر لے گا لیکن غریب لوگ کیا کریں گے؟ ذرا آپ سوچیں۔ کیا آپ نے اپنی thinking محدود کر لی ہے؟ ذرا سوچنے والی بات ہے کہ ییلو کیب دے رہے ہیں لیکن یہاں پر پٹرول ہے، نہ گیس ہے تو کیا ییلو کیب پھونکوں سے چلانی ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

(معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے آپا ڈار زندہ باد کے نعرے)

MR. DEPUTY SPEAKER: Order in the House. Order in the House.

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: ییلو کیب میں آم اٹھانے ہیں اور امیر پیچھے سے دھکا لگائیں گے؟ یہاں پر بڑی گاڑیاں چلتی ہیں، ییلو کیب تو ناکام کر دی گئی کیونکہ یہاں گیس ملتی ہے اور نہ پٹرول ملتا ہے۔ آپ ییلو کیب ضرور متعارف کرائیں مگر ابھی نہیں پہلے آپ اس بحران پر قابو پالیں لیکن آپ اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ آپ نے کہا کہ دو سو منی ڈیمز بنائیں گے میں کہتی ہوں کہ مجھے بیس بنا کر دکھادیں، دو ہی بنا کر دکھادیں کبھی بھی نہیں بنا سکیں گے۔ اگر ان میں اتنی ہمت ہوتی تو تین سالوں میں ہم کیوں رونا روتے انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے عورتوں کے لئے 13- ارب روپے رکھے ہیں ان میں سے 3- ارب روپے سے ایم پی اے ہوسٹل تو بنا کر دے دیں، عورتیں جیل خانوں میں رُل گئی ہیں۔ آپ زچہ بچہ ہسپتال بنائیں، موبائل ڈسپنسریاں بنائیں۔ آپ نے ہیپاٹائس کے لئے 20 کروڑ روپے رکھے ہیں لیکن ہیپاٹائٹس کا ایک ٹیکہ ایک ہزار سے لے کر چھ ہزار تک آتا ہے تو آپ 20 کروڑ میں کتنی عوام کو ٹیکے لگالو گے؟ آپ تو پورے پنجاب کے مالک ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ wind up کر دیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! آپ نے نماز نیتنی ہے؟ (قہقہے)

آپ نے دانش سکول پر تو 3- ارب روپے خرچ کئے اور باقی جو ساٹھ ہزار دیسی سکول ہیں ان پر 4- ارب روپے خرچ کر رہے ہیں۔ آپ دانش سکول ضرور بنائیں، ماں پڑھا رہی ہے، دانش پڑھا رہے ہیں، ٹیچر بھی پڑھا رہے ہیں ٹیوٹر بھی پڑھا رہے ہیں پھر بھی بچہ نالائق کا نالائق کیوں ہے؟ ہونا تو یہ چاہئے کہ

پرائیوٹ سکول بند کر دیں۔ اگر ہم دانش سکول بنا رہے ہیں تو پرائیویٹ سکول بند کرو۔ پرائیویٹ ٹیوشنیں بند کرو تب دانش سکول پر اتنی رقم خرچ کرنے کا مزہ آئے گا۔ اساتذہ کے لئے کوئی پالیسی نہیں ہے، وہ پچیس پچیس سالوں سے گاؤں میں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ ڈار صاحبہ! اب آپ wind up کریں۔

معزز ممبران: محترمہ کے لئے ٹائم بڑھا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ Order in the House. Order in the House محترمہ! اب آپ wind up کریں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: چلو میں ایک دو مصرعے سنا کر اپنی بات ختم کر دیتی ہوں۔

معزز ممبران: پوری غزل سنائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! بس اب آپ wind up کر دیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: چلو، میں ایک دو مصرعے سنا کر wind up کر دیتی ہوں۔

کوئی نواں لارا لا کے سانوں رول جا
جھوٹیا وے اک جھوٹ ہور بول جا
واپس لے لو جیہڑا سانوں بجٹ دتا اے
ایمان نال تُو تے سانوں جیندے جی مار دتا اے
کاہدے وچ کیہڑا اہناں فائدہ دتا اے
صاحب ہیں تُو جیوندی جانیں مار دتا اے
ساڈے ولوں جیہڑا مرضی لوٹے اُتے لا
جھوٹیا وے اک جھوٹ ہور بول جا
کوئی نواں لارا لا کے سانوں رول جا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب wind up speech کریں گے۔ جی، کامران مائیکل صاحب!

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! جو تجاویز حزب اختلاف اور حزب اقتدار کے معزز ممبران کی طرف سے آئی ہیں۔۔۔

محترمہ آصفہ فاروقی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اپنے علاقے کی واحد ممبر اسمبلی ہوں۔ وہاں پر کوئی مرد اور نہ کوئی دوسری عورت ممبر اسمبلی ہے اس کے باوجود مجھے بجٹ پر بات کرنے کے لئے موقع نہیں دیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ کو لکھ کر دیا تھا کہ ضمنی بجٹ کے اوپر تقریر کرنے کے لئے آپ کو پہلے وقت دیا جائے گا۔ اس وقت آپ اپنی ساری باتیں کر لیجئے گا۔

محترمہ آصفہ فاروقی: جناب سپیکر! میں صرف ایک دو منٹ کے لئے بات کروں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، آپ دو منٹ کے لئے بات کر لیں۔

محترمہ آصفہ فاروقی: جناب سپیکر! اتنی بڑی اکثریت میں سے کوئی وزیر خزانہ نہ ملنا اور پھر اقلیتی ممبر کامران مائیکل صاحب کو وزیر خزانہ بنایا جانا ان کی بہت بڑی فتح ہے۔ انہوں نے تاریخ رقم کی ہے۔ پاکستان کا مؤرخ جب بھی قلم اٹھائے گا تو جہاں جسٹس کارنیلس کے کارنامے قانون کی کتابوں میں آئیں گے وہیں کامران مائیکل کا بحیثیت وزیر خزانہ بجٹ تقریر کرنا سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ کامران مائیکل صاحب! آپ وزیر خزانہ بن گئے ہیں اور آپ نے میرے علاقے کی ترقی کے لئے جو وعدے فرمائے ہیں ان کو پورا کیجئے گا۔ میں آپ کو دعوت دیتی ہوں کہ آپ میرے علاقے جھنگ تشریف لائیں میں آپ کو وہاں کرسچئن کالونی کا دورہ کراؤں گی تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ ان لوگوں کی کتنی بُری حالت ہے اور آپ کے وزیر خزانہ بننے پر وہ کتنا انقلاب چاہتے ہیں۔ میں کامران مائیکل صاحب کی خدمت میں یہ بھی عرض کروں گی کہ جہاں دانش سکول بنائے جا رہے ہیں وہاں میرے علاقے میں جامعہ ازہر کی طرز پر ایک یونیورسٹی قائم کی جائے تاکہ میرے علاقے کے عوام کو شعور آئے اور ان میں بیداری پیدا ہو۔ جھنگ کے ڈسٹرکٹ ہسپتال میں آئی سی یونٹ نہیں ہے لہذا وہ بنایا جائے۔ میرے علاقے میں ضلع جھنگ سے فیصل آباد تک double road نہیں ہے، مہربانی کر کے اس کو بنایا جائے۔ میں یہ بھی گزارش کروں گی کہ پیلو کیب ان پڑھ لوگوں کو بھی دی جائیں۔ اسی طرح زرعی زمینیں اَن پڑھ کسانوں کو بھی دی جائیں۔ میری یہی چند ایک گزارشات تھیں جو کہ میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی تھی۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: آصفہ فاروقی صاحبہ! بہت شکریہ۔ جی، کامران مائیکل صاحب!

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے آپ سے اجازت چاہوں گا کہ جو تجاویز حکومتی اور حزب اختلاف کے بنچوں کی طرف سے میرے معزز ممبران اسمبلی نے یہاں پر بجٹ بحث کے دوران اپنی تقاریر میں بیان کی ہیں ان کو میں پڑھ کر facts & figures کے ساتھ بیان کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل آپ پڑھ سکتے ہیں۔

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جی، بہت شکریہ

وہ رات کی چادر کے کناروں پہ لگی آگ
آثار بتاتے ہیں سحر ہو کے رہے گی

جناب سپیکر! میں اپنی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، اپنی صوبائی کابینہ کے تمام وزراء اور اس معزز ایوان کے تمام ممبران کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے نئے مالی سال 2011-12 کے بجٹ کی بحث میں بھرپور حصہ لیا اور نہایت تعمیری اور مثبت تجاویز دیں۔ میں اپوزیشن کے معزز ممبران کے تعاون اور تعمیری تنقید کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اگلے مالی سال کے بجٹ پر عملدرآمد کرانے میں استفادہ کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں میڈیا کے ساتھیوں کے تعاون کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے بجٹ اجلاس کی انتہائی ذمہ دارانہ طور پر reporting کی ہے۔

جناب سپیکر! اس مختصر وقت میں بجٹ کے اوپر بحث کے دوران دی گئی تمام تجاویز کا احاطہ کرنا تو ممکن نہیں ہے تاہم میں چیدہ چیدہ چند نکات جن کی طرف اس ایوان کے معزز ممبران نے نشاندہی کی ہے ان کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس معزز ایوان میں بجٹ پر بحث کے دوران پنجاب میں واجب الادا قرضوں کا مسئلہ بھی اٹھایا گیا ہے۔ میں یہاں پر یہ وضاحت کرتا چلوں کہ قرضوں کا حجم جانچنے کے لئے عالمی پیمانہ debt to GDP and GRP ratio ہے جو کہ کسی بھی ملک یا صوبے کے حاصل کردہ قرضہ جات کے بارے میں صحیح معنوں میں آگاہی دیتا ہے۔ ایک سروے کے مطابق پنجاب کی debt to GRP ratio جو کہ 30۔جون 2008 کو 5 فیصد تھی آج وہ کم ہو کر 4.7 فیصد رہ گئی ہے۔ یہ یقیناً ایک مثبت پیشرفت ہے اور دوسرے صوبوں کے مقابلے میں اس شرح میں زیادہ فرق نہ ہے۔ میں یہاں پر یہ بھی وضاحت کرتا چلوں کہ جہاں تک قرضوں میں مجموعی طور پر اضافے کا تعلق ہے تو

اس حجم میں اضافہ کی بنیادی وجہ ڈالر کی نسبت روپے کی قدر میں کمی ہے۔ سماجی شعبے میں infrastructure کی بہتری کے لئے حاصل کردہ قرضوں میں اضافہ ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بد قسمتی سے ہمیں مالیاتی اداروں اور محکموں کے اربوں روپے کے خسارے بھی پورے کرنے پڑے ہیں جن کے وسائل کو گزشتہ دور حکومت میں نہایت بے دردی سے لوٹا گیا تھا۔ میں یہاں صرف بنک آف پنجاب میں پڑنے والے ڈاکے کی مثال دینا چاہوں گا کہ جس کے لئے حکومت پنجاب کو اربوں روپے کی رقم مہیا کرنی پڑی ہے۔ بقول شاعر

مٹی کی محبّت میں ہم آشُفتہ سَروں نے
وہ قرض اُتارے ہیں کہ جو واجب بھی نہیں تھے

جناب سپیکر! انہوں نے لوٹ مار کا جو بازار گرم کیا اور جس طرح سے پنجاب بنک پر ڈاکا ڈالا تھا وہ رقم ہمیں ادا کرنی پڑی ہے۔ کچھ معزز ممبران نے بجٹ پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے یہ point out کیا کہ صوبائی حکومت محصولات کے ضمن میں زیادہ تر انحصار وفاقی محصولات پر کر رہی ہے اور صوبائی محاصل کے اضافے پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا رہی۔ میں اس معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ملک میں رائج مالیاتی وفاقیت کے نظام کے تحت اکٹھے ہونے والے محاصل پر این ایف سی ایوارڈ کے مطابق صوبے کا آئینی اور قانونی حق ہے جس میں وفاق اپنے اور صوبوں کے درمیان ایک متفقہ فارمولے کے تحت محاصل کی تقسیم کا پابند ہے۔ یوں بھی یہ رقم صوبے میں بسنے والے عوام ہی سے اکٹھی کی جاتی ہے اور ایف بی آر ان محصولات کو اکٹھا کرنے کے لئے صوبائی حکومتوں سے ایک فیصد collection charges بھی لیتا ہے۔ چنانچہ صوبائی حکومت اپنے محاصل کے لئے وفاقی حکومت کی طرف دیکھتی ہے تو یہ حقیقتاً ایک قانونی اور آئینی استحقاق ہے جسے پورا کرنا وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

جناب سپیکر! بعض ممبران اسمبلی نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ اخراجات کے مقابلے میں صوبائی محاصل کی مد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو رہا۔ مجھے یہ بات ایوان کے گوش گزار کرتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ قائد ایوان میاں محمد شہباز شریف کی ہدایت پر اس بجٹ میں ہماری حکومت نے اس مد میں اضافے کے لئے موثر اقدامات تجویز کئے ہیں جن میں Farm Houses, Elite Clubs And Swimming Pools پر ٹیکس عائد کیا گیا ہے، یہ ٹیکس لگاتے وقت دانستہ طور پر اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ٹیکس براہ راست یا بالواسطہ طور پر غریب آدمی کو متاثر نہ کرے

اور صرف اشرافیہ جو کہ ٹیکس دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں اُنہی پر یہ ٹیکس عائد کئے جائیں۔ میں یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ عالمی کساد بازاری اور general economic show down کے اس دور میں ہم نے کاروباری سرگرمیوں پر کسی قسم کا کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا ہے کیونکہ ہم معیشت اور معاشی سرگرمیوں کی ترقی چاہتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ صوبائی حکومت نے دوسرے محصولات میں اضافہ کے لئے بھی ایک جامع حکمت عملی ترتیب دی ہے اور موجودہ مالی سال کی tax collection میں سوائے GST on services کے اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ پچھلے مالی سال کے مقابلے میں ٹیکس محصولات کی مد میں 20 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ انہی مثبت اقدامات کی وجہ سے اگلے مالی سال میں بھی ٹیکس کے ہدف میں 20 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ GST on services کی وصولی FBR کے ذریعے ہوتی ہے اور اس طرح یہ وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جہاں تک اخراجات میں کمی کا تعلق ہے تو میں اس سلسلے میں اپنی معروضات بجٹ تقریر میں پیش کر چکا ہوں۔ وزیراعلیٰ پنجاب اور کابینہ کے معزز ممبران اور تمام حکومتی اکابرین اس سلسلہ میں سادگی اور کفایت شعاری کو فروغ دینے کے لئے تمام اقدامات کریں گے جن سے صوبہ کے وسائل میں ممکنہ بچت کی جاسکے۔

جناب سپیکر! جہاں تک وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ کے جاری اخراجات میں اضافہ کا تعلق ہے۔ یہاں پر بہت سے دوستوں نے بات کی تو رواں مالی سال میں اس اضافہ کی بنیادی وجہ تنخواہ میں دیئے جانے والا 50 فیصد اضافہ اور 15 فیصد میڈیکل الاؤنس شامل ہے۔ میں یہاں پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ایوان وزیراعلیٰ کے اضافی اخراجات میں تقریباً 87 فیصد حصہ تنخواہوں اور الاؤنسز کی مد میں ہے۔ یاد رہے کہ مالی سال 08-2007 میں ایوان وزیراعلیٰ کے اخراجات کا 57 فیصد حصہ non salary کی مد میں تھا۔ میں آپ کی وساطت سے اعتراض کرنے والے اپنے دوستوں خصوصاً راجہ ریاض احمد سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ملازم طبقہ کو ملنے والی تنخواہ میں اضافہ کی وجہ سے وزیراعلیٰ ہاؤس کے اخراجات میں اضافہ پر تنقید تو کر دی لیکن انہیں اپنے دوستوں کے عہد حکومت میں وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ کے فنڈز کی مد میں 30 کروڑ روپیہ کی خورد برد نظر نہیں آئی۔ کروڑوں روپیہ کی اس رقم کا کوئی ریکارڈ موجود ہے اور نہ ہی اس کے اخراجات کا کوئی سراغ ملتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ راجہ ریاض احمد اپنے نئے ساتھی چودھری ظہیر الدین خان کے ساتھ مل کر اس گتھی کو سلجھانے میں قوم کی مدد فرمائیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چونکہ ہوا یہی ہے کہ پچھلے دور حکومت میں 30 کروڑ روپیہ جو secret fund کے طور پر رکھا گیا تھا اسے خورد برد کر دیا گیا لیکن مجھے اپنی قیادت پر فخر ہے کہ جس نے اس secret fund سے ایک پیسا بھی خرچ نہیں کیا اور تمام تر اخراجات کفایت شعاری سے کئے ہیں۔

جناب سپیکر! جہاں تک وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے جاری اخراجات میں اضافہ کا تعلق ہے۔ کچھ معزز ممبران اسمبلی نے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ ایک طرف تو صوبائی حکومت بیرونی امداد سے انکار کا فیصلہ کر چکی ہے جبکہ دوسری طرف بعض ترقیاتی پروگراموں پر بیرونی مالیاتی تعاون حاصل کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ بجٹ تقریر سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حکومت پنجاب نے ایسی بیرونی امداد سے انکار کیا ہے جس سے پاکستان کی سالمیت، خود مختاری اور حمیت پر حرف آئے اور اس کے ساتھ ایسی کڑی اور نامناسب شرائط منسلک ہوں جو کہ ہمیں اپنی قومی غیرت اور وقار کا سودا کرنے پر مجبور کرے۔

جناب سپیکر! کچھ معزز ممبران نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے مطابق حکومت پنجاب کے کچھ محکمانہ اخراجات قواعد وضوابط سے ہٹ کر کئے گئے ہیں اور یہ تجویز کیا گیا کہ good governance کا موثر نظام اس بات کا متقاضی ہے کہ ان اخراجات کی مکمل چھان بین کروائی جائے۔ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ ایک سالانہ رپورٹ ہے جس کو یہ معزز ایوان پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے سپرد کر دیتا ہے۔ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے فیصلے کے بعد بھی ان معاملات کی نشاندہی اس رپورٹ میں کی جاتی ہے اور اس بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن کے معزز ممبران کی رائے اس معاملے میں pre-mature ہے۔ میں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ صوبہ پنجاب میں اس وقت صوبائی اسمبلی کی دو پبلک اکاؤنٹس کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں جن کے سربراہان کا تعلق نہ صرف اپوزیشن بنچوں سے ہے بلکہ حزب اختلاف کے ممبران کو ان کمیٹیوں میں موثر نمائندگی بھی دی گئی ہے۔ صوبائی حکومت اخراجات کی مکمل شفافیت پر یقین رکھتی ہے اور پبلک اکاؤنٹس کمیٹیوں کی سربراہی اپوزیشن کو تفویض کردہ اس بات کا ایک عملی ثبوت ہے۔

جناب سپیکر! بجٹ بحث کے دوران حکومت پنجاب کی مالی حالت کے بارے میں جن تحفظات کا اظہار کیا گیا ہے وہ قطعاً حقائق پر مبنی نہ ہیں۔ میں یہاں پر یہ وضاحت کرتا چلوں کہ معیشت کو درپیش مسائل کے باوجود پنجاب حکومت کسی قسم کے مالی بحران سے دوچار نہیں ہے۔ ہمارے لئے یہ بات باعث فخر ہے کہ تمام تر مالی اور اقتصادی مشکلات کے باوجود حکومت پنجاب نے بہترین مالیاتی نظم ونسق کو اپنا

کر اپنے تمام اخراجات احسن طریق سے پورے کئے ہیں اور پچھلے ماہ سے surface prosing اس بات کی واضح دلیل ہے۔

جناب سپیکر! زراعت کا شعبہ ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ایوان میں وفاقی حکومت کی طرف سے agricultural inputs پر نافذ کردہ 17 فیصد جی ایس ٹی پر تحفظات کا اظہار کیا گیا ہے اور اس ضمن میں صوبائی اسمبلی کی طرف سے منظور کردہ قرارداد کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ٹیکس وفاقی حکومت نے عائد کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ زرعی شعبہ خصوصاً چھوٹے کاشتکار کی مشکلات کو کم کرنے کے لئے وفاقی حکومت کو اس پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور اس ضمن میں صوبائی حکومت کے تحفظات سے وفاقی حکومت کو آگاہ کیا جا چکا ہے۔ میں یہاں پر یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ زراعت کے شعبہ کی اہمیت کے پیش نظر حکومت پنجاب نے اپنے ترقیاتی پروگرام برائے مالی سال 12-2011 میں 19۔ ارب 15 کروڑ روپیہ کی مجموعی لاگت سے Drip Irrigation and Laser Levelling Unit کی فراہمی اور اصلاح کھالہ جات کا ایک جامع اور طویل منصوبہ ترتیب دیا ہے یہ ترقیاتی پروگرام 12-2011 کا سب سے بڑا انفرادی منصوبہ ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت یہاں پر اپوزیشن لیڈر نہیں بیٹھے، میں آپ کی وساطت سے اُن سے مخاطب ہو کر کہنا چاہتا ہوں کہ زراعت، ٹریکٹر اور فرٹیلائزر پر 17 فیصد جی ایس ٹی وفاق کی طرف سے لگایا گیا ہے۔ میں اپنے اپوزیشن لیڈر کو کہنا چاہتا ہوں کہ آؤ مل کر ہمارے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر پنجاب کی عوام کے لئے آواز بلند کرو، وفاق سے مطالبہ کرو کہ اس تمام تر اخراجات اور اس مد میں ہونے والے ٹیکسوں کو وفاق ختم کرے تاکہ چھوٹے کاشتکاروں پر کم سے کم بوجھ ڈالا جا سکے۔

جناب سپیکر! ترقیاتی پروگرام میں ایوان کی خصوصی دلچسپی اس امر کا ثبوت ہے کہ معزز ممبران اسمبلی نہ صرف عوامی توقعات اور خواہشات سے مکمل آگاہی رکھتے ہیں بلکہ ان کی بہتری کے لئے بنائے گئے منصوبہ جات کی بروقت تکمیل کو یقینی بنانے کے لئے کوشاں ہیں جہاں اگلے مالی سال کے ترقیاتی پروگرام پر سیر حاصل بحث ہوئی وہیں کچھ معزز ممبران نے رواں مالی سال کے ترقیاتی پروگرام میں دی گئی ترجیحات پر مختص کی گئی رقوم میں تبدیلی یا کمی کا بھی تذکرہ کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کا وقت آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں اپنی بجٹ تقریر میں واضح کر چکا ہوں کہ معاشی اور اقتصادی لحاظ سے موجودہ مالی سال ایک غیر معمولی سال تھا جہاں نہ صرف وفاق سے حاصل ہونے

والے محاصل میں صوبے کو کمی کا سامنا رہا بلکہ سیلاب کی تباہ کاریوں نے صوبائی خزانہ پر بہت کم وقت میں ایک اضافی بوجھ ڈالا لیکن ہماری حکومت نے Prudent Financial Management کے نظام کے ذریعے نہ صرف سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور پنشن کے اضافی بوجھ کو برداشت کیا بلکہ ممکن حد تک ترقیاتی پروگرام کو متاثر نہیں ہونے دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ متاثرین سیلاب کی بحالی اور آبادکاری کو یقینی بنانے کے لئے ایک خطیر رقم خرچ کی جس کا ذکر میں بجٹ تقریر میں کر چکا ہوں۔ آپ یقیناً اس سے اتفاق کریں گے کہ ان نامساعد حالات میں اس سے بہتر حکمت عملی ترتیب دینا ممکن نہ تھا۔

جناب سپیکر! میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ ہماری حکومت نے اگلے مالی سال کے ترقیاتی پروگرام کے لئے 230-ارب روپے کی ریکارڈ رقم مختص کی ہے اور اس ترقیاتی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وزیراعلیٰ پنجاب کے development vision کے مطابق ایک جامع حکمت عملی بھی ترتیب دی گئی ہے۔ سماجی شعبہ کی ترقی اور بہتری، روزگار سکیموں کا اجراء، شاہرات کا network کم ترقی یافتہ علاقوں خصوصاً جنوبی پنجاب، خواتین اور اقلیتوں کے لئے خصوصی اقدامات، زراعت، بجلی کے منصوبوں کا قیام ان نمایاں ترجیحات میں شامل ہیں جن کا ذکر میں اپنی بجٹ تقریر میں کر چکا ہوں۔

جناب سپیکر! ترقیاتی پرگراموں پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے معزز ممبران نے چند منصوبہ جات جن میں خاص طور پر پیلو کیب سکیم، دانش سکول، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم اور روزگار سکیم کے بارے میں خدشات کا اظہار کیا ہے، یہاں پر بہت سے دوستوں نے اقلیتوں کے فنڈز میں کمی کی بات کی ہے تو ہم نے نہ صرف 22 کروڑ 50 لاکھ بلکہ دس کروڑ روپے کی ایک اضافی allocation blocked بھی اس میں شامل کی ہے اس طرح اقلیتوں کا ڈویلپمنٹ فنڈ 32 کروڑ 50 لاکھ روپے ہو گیا ہے جو کہ وفاقی بجٹ میں اقلیتوں کے لئے رکھی گئی رقم سے دگنا ہے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ بجٹ اجلاس کے دوران قائد ایوان میاں محمد شہباز شریف صاحب نے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم، دانش سکول، پیلو کیب سکیم اور روزگار سکیم کی اہمیت، افادیت اور ان کے مقاصد پر اپنی تقریر میں مفصل اظہار خیال کیا تھا۔ انہوں نے اس ایوان کو یقین دلایا تھا کہ ان منصوبہ جات کی تکمیل میں نہ صرف مکمل شفافیت کو یقینی بنایا جائے گا بلکہ ان کے اثرات معاشرے کے غریب پسے ہوئے مظلوم طبقات تک پہنچانے میں وہ خود اور اس معزز ایوان کا ہر ممبران وسائل کا امین بن کر اپنا موثر اور جامع کردار ادا کرتا رہے گا۔

جناب سپیکر!اس معزز ایوان کے بعض ممبران کی طرف سے ترقیاتی بجٹ میں سماجی شعبہ کے لئے ناکافی رقوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں یہ واضح کرتا چلوں کہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سماجی شعبہ جات میں ترقی موجودہ حکومت کا اوّلین مقصد ہے۔یہاں پر جاوید حسن گجر صاحب نے اپنی تقریر میں پوچھا تھا تو میں بتانا چاہوں گا کہ ترقیاتی بجٹ 12-2011 میں سماجی شعبہ جات یعنی تعلیم، صحت، مقامی ترقی، سماجی تحفظ، فراہمی ونکاسی آب اور اضلاع کی ترقی کے لئے 71۔ارب 63کروڑ روپے سے زائد رقوم مختص کی گئی ہیں جو کہ مالی سال 11-2010 کے نظر ثانی شدہ تخمینہ سے 53 فیصد زیادہ ہے۔ شعبہ تعلیم کے لئے کل 36۔ارب 90کروڑ روپے کی رقم مہیا کی گئی ہے۔ شعبہ صحت کے لئے کل 27۔ارب 70کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ فراہمی ونکاسی آب کے لئے 10۔ارب روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ کم ترقی یافتہ علاقوں کی بہتری کے لئے 15۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جو کہ رواں مالی سال کے نظر ثانی شدہ تخمینہ سے 48 فیصد زائد ہیں۔P.D.P کے تحت تمام معزز ممبران اسمبلی کی تجویز کردہ ترقیاتی سکیموں پر عملدرآمد کے لئے 3۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں تاکہ مقامی سطح کی ضروریات کو بھی پورا کیا جاسکے۔

جناب سپیکر!جنوبی پنجاب کی ترقی حکومت کی اوّلین ترجیح ہے۔ مالی سال 12-2011 میں جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے 70۔ارب روپے مختص کئے جارہے ہیں جو کہ کل ترقیاتی بجٹ کا 32 فیصد بنتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ جنوبی پنجاب کی آبادی پنجاب کی کل آبادی کا 31 فیصد ہے اور میں اس معزز ایوان کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت کے ساڑھے تین سالہ دور اقتدار میں جنوبی پنجاب کے لئے 212۔ارب روپے سے زائد رقوم مختص کی گئی ہیں جبکہ پچھلی حکومت کے پورے پانچ سالہ دور اقتدار میں جنوبی پنجاب کے لئے صرف 68۔ارب روپے کی رقم مختص کی گئی تھی۔ مالی سال 04-2003 سے مالی سال 08-2007 تک جنوبی پنجاب کے لئے مختص کئے گئے فنڈز ان سالانہ ترقیاتی پروگرام کے صرف 14 سے 21 فیصد کے درمیان رہے۔ موجودہ حکومت کی طرف سے آئندہ مالی سال کے ترقیاتی پروگرام میں جنوبی پنجاب کے لئے 32 فیصد فنڈز مختص کئے جانے کی نظیر نہیں ملتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ مزید برآں جنوبی پنجاب کے لئے ییلو کیب سکیم کا 40 فیصد حصہ مختص کیا جارہا ہے۔ یہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ حکومت جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے دن رات کوشاں ہے اور صرف نعروں کی بجائے عملی اقدامات پر یقین رکھتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگلے مالی سال کا ترقیاتی پروگرام وزیراعلیٰ پنجاب کی اس بات کی تعبیر ثابت ہوگا جس میں ایک ایسے صوبے کا تصور ہے جہاں کوئی بے روزگار نہ ہو، جہاں ہر

کسی کو رہنے کے لئے اپنی چھت میسر ہو، جہاں کسی غریب کا بچہ وسائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے تعلیم سے محروم نہ رہ جائے، جہاں امن وامان کا دور دورہ ہو اور ترقی کا عمل حقیقی معنوں میں صوبہ کے ہر علاقہ میں یکساں اور منصفانہ طور پر جاری وساری رہے۔

جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ حزب اختلاف کے کچھ معزز ممبران نے سستی روٹی سکیم کو تنقید کا نشانہ بنایا اور تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اعداد وشمار کے بارے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا اور الزام لگایا کہ سستی روٹی سکیم پر اب تک 70۔ارب روپے صرف کئے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اس سکیم پر آج تک کل 11۔ارب روپے صرف ہوئے ہیں۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ حزب اختلاف کے وہ ممبران جنہوں نے خود ساختہ اعداد وشمار یہاں پر پیش کئے انہیں ہدایت کریں کہ وہ اپنے الزامات واپس لیں بصورت دیگر میری آپ سے یہ درخواست اور تجویز بھی ہے کہ اس روٹی سکیم کے سلسلہ میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

جناب سپیکر! عوام نے ہمیں 18۔فروری 2008 کو اس لئے منتخب کیا تھا کہ ہم ان کے مسائل سے چشم پوشی کریں بلکہ حکومت کی یہ بھاری ذمہ داری اس لئے سونپی تھی کہ ہم ان کے دکھوں کا مداوا کریں۔ میں بلند وبانگ دعوے نہیں کرنا چاہتا مگر ہماری حکومت کی ساڑھے تین سالہ کارکردگی اس امر کی گواہ ہے کہ ہمارے ہاتھ عوام کی نبض پر ہیں۔ ہم عوامی توقعات سے غافل نہیں ہیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم جس محنت، دیانتداری، عرق ریزی اور لگن کے ساتھ اس صوبے کی عوام کی خدمت میں دن رات مگن ہے اس کی مثال ہماری تاریخ میں نہیں ملتی۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ عوام ہم سے ہے اور ہم عوام سے ہیں۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں آپ کا اور معزز ممبران اسمبلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ بجٹ پر بحث کے حوالے سے آپ سب نے بھرپور تعاون کیا۔ ان الفاظ کے ساتھ میں بجٹ پر بحث سمیٹتا ہوں کہ یہ گھر ہم سب کا گھر ہے اس کو سنوارنا اور اس کی حفاظت کرنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اپوزیشن ممبران ہوں یا حکومتی ممبران ہوں ہم سب کو ذاتی مفادات اور خواہشات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خوشحال اور ترقی یافتہ بنانا ہے جہاں غریب اور امیر کے درمیان فرق کم سے کم ہو۔ میں ایک شعر پر اپنی تقریر کو اختتام پذیر کرتا ہوں کہ:

ہم نے خیرات میں یہ پھول نہیں پائے ہیں
خون دل صرف کیا ہے تو بہار آئی ہے
بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اجلاس کا وقت ختم ہوتا ہے۔ کل سالانہ بجٹ کے مطالبات زر پر ووٹنگ کا آغاز ہو گا۔ اب اجلاس کل بروز منگل مورخہ 21۔جون 2011 کو صبح 10:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

662

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،21۔جون2011

اجلاسوں کی فہرست کارروائی

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبولﷺ

مطالبات زربابت سال2012-2011پر بحث اور رائے شماری

مطالبہ نمبر PC-21001	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو44لاکھ34ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدافیون برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 1تا 9ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21002	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک ارب 96کروڑ71 لاکھ54ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 11 تا45 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21003	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو5کروڑ50لاکھ 1ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات47 تا62ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21004	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو17کروڑ62لاکھ24 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011ے دوران صوبائی	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات63 تا72 ملاحظہ فرمائیں۔

مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اسٹامپ برداشت کرنے پڑیں گے۔

663

مطالبہ نمبر PC-21005	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک ارب 47 کروڑ 8 لاکھ 22 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 73 تا 98 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21006	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 96 لاکھ 63 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 99 تا 110 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21007	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 82 لاکھ 11 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 111 تا 124 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21008	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 36 کروڑ 76 لاکھ 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 125 تا 146 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21009	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو9۔ارب63کروڑ69لاکھ80 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی وبحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال12-2011 جلد اول کے صفحات 147تا 290 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21010	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 16۔ارب 26 کروڑ64 لاکھ82ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد اول کے صفحات 311تا795ملاحظہ فرمائیں۔

664

مطالبہ نمبر PC-21011	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6۔ارب74کروڑ21لاکھ19 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظام عدل برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد اول کے صفحات 797تا858ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21012	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو4۔ارب6کروڑ87لاکھ30 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مداخراجات برائے جیل خانہ جات وسزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال12-2011 جلد اول کے صفحات 859تا897ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21013	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو52۔ارب 11 کروڑ67 لاکھ85ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد اول کے صفحات899تا992ملاحظہ فرمائیں۔
	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو4کروڑ86لاکھ68ہزار روپے	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال

مطالبہ نمبر PC-21014

سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدعجائب خانہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔

12-2011 جلد اول کے صفحات 993 تا 1005 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21015

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدتعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 1007 تا 1247 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21016

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 26۔ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 89 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدخدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1 تا 302 ملاحظہ فرمائیں۔

665

مطالبہ نمبر PC-21017

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2۔ارب 11 کروڑ 79 لاکھ 46 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدصحت عامہ برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 303 تا 339 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21018

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4۔ارب 77 کروڑ 98 لاکھ 57 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدزراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 341 تا 469 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21019

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 33 کروڑ 92 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 471 تا 486 ملاحظہ فرمائیں۔

مدماہی پروری برداشت کرنے پڑیں گے۔

مطالبہ نمبر PC-21020	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو2۔ ارب35 کروڑ41 لاکھ52ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔ جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدویٹرنری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 487تا 603ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21021	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو11 کروڑ76لاکھ49ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدامداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 605تا 629ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21022	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6۔ ارب22 کروڑ 59 لاکھ90ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔ جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدصنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 631تا 687ملاحظہ فرمائیں۔

666

مطالبہ نمبر PC-21023	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جوایک ارب38 کروڑ71 لاکھ 25ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدمتفرق محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 689تا 785ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21024	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جوایک ارب 66کروڑ15 لاکھ13ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدسول ورکس برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 787تا 836ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3۔ارب 25 کروڑ39	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال

PC-21025	لاکھ29ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے۔	12-2011جلد دوم کے صفحات 837تا 887ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21026	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو23 کروڑ60 لاکھ 26ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 889تا907ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21027	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6 کروڑ57لاکھ 57ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ریلیف برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات909تا 922ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21028	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو40۔ارب 49 کروڑ62لاکھ 15ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پنشن برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات929 تا 934 ملاحظہ فرمائیں۔

667

مطالبہ نمبر PC-21029	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو13 کروڑ33 لاکھ59ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 935تا 959ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21030	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو30۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے

	ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداا خراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سبسڈیز برداشت کرنے پڑیں گے۔	صفحات 961تا 965 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21031	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 75۔ارب 60 کروڑ 34 لاکھ 61 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 967تا 1125 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21032	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 59 لاکھ 65 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1127تا 1141 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13033	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 8۔ارب 45 کروڑ 46 لاکھ 44 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1143 تا 1162 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13034	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 43 لاکھ 81 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1163 تا 1174 ملاحظہ فرمائیں۔

668

مطالبہ نمبر PC-13035	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 10 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1175 تا 1179 ملاحظہ فرمائیں۔

اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین برداشت کرنے پڑیں گے۔

مطالبہ نمبر PC-13050	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 11۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرمایہ کاری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1205 تا 1209 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-22036	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 27۔ارب 20 کروڑ 74 لاکھ 12 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 1 تا 720 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12037	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 10۔ارب 89 کروڑ 10 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1 تا 40 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12038	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 12 کروڑ 40 لاکھ 87 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی ترقی و تحقیق برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 41 تا 45 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12040	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 1۔ارب 20 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ٹاؤن ڈویلپمنٹ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 47 تا 52 ملاحظہ فرمائیں۔

669

مطالبہ نمبر PC-12041	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو38۔ارب 25 کروڑ19 لاکھ76ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات و پل برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 53 تا171 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12042	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو42۔ارب 32 کروڑ55 لاکھ25ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات173تا399 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12043	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 10۔ارب 98 کروڑ71 لاکھ38ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے میونسپلیٹیز/ خود مختار ادارہ جات وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات401تا411 ملاحظہ فرمائیں۔

670

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

منگل،21۔جون2011

(یوم الثلاثہ،18۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11بج کر25منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ
اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا (23) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ
رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (24)

سُوۡرَةُ بنیٓ اسرآئیل آیات23 تا24

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ اُنہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا(23)اور عجز و نیاز سے اُن کے آگے جُھکے رہو اور اُن کے حق میں دُعا کرو کہ اے پروردگار جیسا اُنہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما(24)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب عابد رؤف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

سرکار کے قدموں کے نشان ڈھونڈ رہا ہے
جو اشک محبت میری آنکھوں سے گرا ہے
ہٹتی نہیں سرکار کی سیرت سے نگاہیں
ہر وقت میرے سامنے قرآن کھلا ہے
کیوں میری خطاؤں کی طرف دیکھ رہے ہو
جس کو ہے میری لاج وہ لجپال بڑا ہے
دامن میں چُھپا لو کہ پشیمان ہے خالد
آخر یہ تُمہارا ہے بُرا ہے کہ بھلا ہے

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب اجلاس کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوتی ہے۔آج کے ایجنڈا پر تحاریک استحقاق نہیں ہیں لہذا اب ہم تحاریک التوائے کار کی طرف بڑھتے ہیں۔اس کے لئے آدھ گھنٹہ ہے اس میں کوئی short statement یا کوئی بحث نہیں ہو گی۔پہلی تحریک التوائے کار نمبر 11/766۔ شیخ علاؤالدین کی ہے۔یہ تحریک التواء move ہو چکی ہے اور اس کا جواب آنا تھا۔

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں، پوائنٹ آف آرڈر سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔یہ ایوان آپ کا ہے اور یہ سارا کام بھی آپ کا ہے۔

تعزیت

شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو کے ایصال ثواب کے لئے دعائے مغفرت

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: جناب سپیکر! آج شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو کی سالگرہ کا دن ہے تو اگر اُن کے لئے دعائے خیر کر لی جائے تو میں آپ کی مشکور ہوں گی۔

(اس مرحلہ پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف ایوان میں تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: جی، محترمہ کے لئے دعائے خیر کر لیں۔

(اس مرحلہ پر شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو کے لئے ایوان میں دعائے خیر کی گئی)

جناب سپیکر: رانا صاحب! شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک التوائے کار کا جواب آ گیا ہے تو اس کو ایوان میں پڑھ دیں۔

تحاریک التوائے کار

صوبہ میں خواتین پر جنسی تشدد اور ظلم و زیادتی میں مسلسل اضافہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محکمہ سماجی بہبود، ترقی خواتین و بیت المال پنجاب معاشرے کی مصیبت زدہ اور مسائل زدہ خواتین کی بہبود کے لئے سرگرداں ہے خصوصاً خواتین کی بہتری اور ترقی کے لئے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں جو کہ خواتین کو تحفظ پہنچانے کے ساتھ

ساتھ معاشرے کا کارآمد شہری بننے میں بھی مددگار ثابت ہوئے ہیں جیسا کہ پنجاب کے 34 اضلاع میں دارالامان قائم کئے گئے ہیں جن کا مقصد ظلم و ستم کی شکار خواتین کو قانونی تحفظ، طبی سہولیات اور رہائش کے ساتھ ساتھ تربیت کے مواقع فراہم کرنا ہے تاکہ وہ معاشرے پر بوجھ نہ بنیں۔ پنجاب کے چھ اضلاع میں دارالفلاح قائم کئے گئے ہیں جو کہ بیوہ خواتین اور اُن کے بچوں کی بحالی اور ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ دارالفلاح میں خواتین کو ایک سال کے قیام کے دوران مختلف ہنر سکھائے جاتے ہیں تاکہ وہ معاشرے پر بوجھ بننے کی بجائے اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو جائیں۔ آشیانہ لاوارث اور بے سہارا بچیوں کے لئے قائم کیا گیا ادارہ ہے جہاں ان بچیوں کو تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ فنی مہارت بھی سکھائی جاتی ہے اور ان لاوارث بچیوں کی شادی کی ذمہ داری بھی ادارہ سماجی بہبود، ترقی خواتین اور بیت المال پنجاب پر لاگو ہے۔ صنعت زار پنجاب کے 34 اضلاع میں قائم کئے گئے ہیں جن کا مقصد خواتین کو مختلف فنی تربیت فراہم کرنا ہے تاکہ وہ معاشرتی ترقی میں بڑھ چڑھ کر شامل ہو سکیں اور کسی پر بوجھ بننے کی بجائے خود اپنی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو سکیں۔ صورتحال یہ ہے کہ محکمہ سماجی بہبود یا دارالامان ایسی ستم زدہ خواتین کی بھلائی اور بہبود کے لئے کوشاں ہے۔

جناب سپیکر! زیر غور تحریک کا یہ مفصل جواب ہے اور یہ اسی طرح سے محکمہ کی طرف سے موصول ہوا ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس پر مکمل جواب حکومت کی طرف سے آ چکا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ دیکھ لیجئے کہ یہ جواب مکمل ہے۔ کیا جواب میں پیروں کے بارے میں بات کی گئی ہے؟ میں نے عرض کیا تھا کہ اخبارات میں اشتہارات آ رہے ہیں اور ٹی وی پر Prime Time میں اشتہارات چلتے ہیں۔ کیا جواب میں اس سے متعلق ایک لفظ بھی ہے؟ یہ ایک اہم معاملہ ہے۔

جناب سپیکر: راناصاحب! شیخ صاحب جو فرما رہے ہیں اگر آپ نے اس کا notice نہیں لیا تو اس کا بھی notice لیں۔ اب اس تحریک التوائے کار کو rule 83 کے تحت dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ! آپ اپنی تحریک التوائے کار پڑھیں۔

لاہور میں غیر قانونی سودی کاروبار کرنے والوں سے غریب اور ضرورت مند افراد کو پریشانی کا سامنا

محترمہ ساجدہ میر: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت نے سود کی لعنت اور اس کے مضر اثرات کے پیش نظر اس کے خاتمے کے لئے قانون / ایکٹ بنوایا ہے جس کے تحت سودی کاروبار سختی سے منع ہے اور یہ ایک بڑا جرم ہے مگر اس کے باوجود لاہور شہر میں یہ لعنت عام ہے۔ لاہور شہر میں 18 بڑے گروہ سودی کاروبار کر رہے ہیں۔ ایک لاکھ روپے رقم لینے پر 10 ہزار ماہانہ تک سود وصول کرتے ہیں۔ اس طرح غریب، یتیم، بیوہ عورتیں اور دیگر ضرورت مند افراد مجبوری کے تحت رقم ادھار لیتے ہیں مگر ساری عمر اس رقم کی اصل رقم کی بجائے سود ادا نہیں کر سکتے۔ آخر کار یہ سود خور افراد ان کی قیمتی جائیداد جو ضمانت کے طور پر ان کے پاس رکھی ہوتی ہے ان پر قبضہ کر لیتے ہیں اور یہ لوگ مجبوراً ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی قانونی کارروائی کرنے کے لئے متعلقہ تھانہ یا چوکی میں درخواست دیتا ہے تو ان کی درخواست پر قانونی کارروائی کرنے کی بجائے ان افراد کو ہی پولیس تنگ کرنا شروع کر دیتی ہے کیونکہ یہ کاروبار محکمہ پولیس کی ملی بھگت سے ہو رہا ہے بلکہ عروج پر ہے، جس کی وجہ سے تنگ آ کر لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔ لاہور شہر میں پچھلے چند دنوں میں ایسے کافی واقعات رونما ہو چکے ہیں مگر ہماری پولیس ٹس سے مس تک نہ ہوئی ہے۔ ان گروہوں کا قلع قمع کرنے کی بجائے ان کی سرپرستی پولیس کر رہی ہے۔ ان سود خور افراد / گروہوں نے اس کام کے لئے کارندے رکھے ہوئے ہیں جو سود کی قسط نہ دینے والے افراد کے گھر کا محاصرہ کر لیتے ہیں، ان کو زبردستی گھر سے نکال کر اس پر قبضہ کر لیتے ہیں اور ان کی کروڑوں روپے کی جائیداد لاکھوں روپے میں بٹور لیتے ہیں۔ اس سودی کاروبار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی کی وجہ سے عوام شدید اضطراب میں مبتلا ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا جو جواب محکمہ کی طرف سے وصول ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سود خوروں کے خلاف crack down کرتے ہوئے ماضی قریب میں پانچ مقدمے درج ہوئے ہیں اور دوسرے مقدمات کا بھی اندراج ہوا ہے۔ مقدمہ نمبر 11/102 تھانہ

بادامی باغ لاہور، مقدمہ نمبر 11/271 تھانہ بادامی باغ لاہور، مقدمہ نمبر 11/438 مورخہ 11-04-29 تھانہ اسلام پورہ کا ہے اسی طرح سے مقدمہ نمبر 11/300 مورخہ 11-04-01 تھانہ سبزہ زار کا ہے تو سود خوروں کے خلاف جب بھی کوئی اطلاع موصول ہوتی ہے تو ان کے خلاف مؤثر کارروائی کی جاتی ہے۔ میں معزز ممبر اور اس معزز ایوان کی معلومات کے لئے یہ عرض کروں گا کہ سود خور جب کسی کو سود دیتے ہیں تو ان کی قیمتی جائیداد مثال کے طور پر مکان یا کوئی اور قیمتی جائیداد ہوتی ہے تو وہ ان کے ساتھ سودا بیع کر لیتے ہیں اور جتنی رقم وہ دیتے ہیں اتنا بیعانہ ظاہر کر کے وہ اسے legal transaction کی صورت میں لے آتے ہیں جس کی وجہ سے بعد میں ان لوگوں کو اس قانون کے تحت پکڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں لوگوں کو آگاہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے کہ لوگ اپنی ضرورت کے پیش نظر اس قسم کے کاغذات پر دستخط نہ کریں جس کی وجہ سے بعد میں یہ جرم ثابت کرنا مشکل ہو جائے۔

جناب سپیکر: اس کی آگاہی کیسے کی جائے گی؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جو لوگ سود کا کاروبار کرتے ہیں وہ مجبور لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ وہ بہت جلد اس بات کا action لیتے ہیں۔ میں یہ کہتی ہوں کہ لاہور نہیں بلکہ پورے پنجاب میں سود خوروں کے خلاف crack down کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، وہ کریں گے۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، سعید اکبر خان صاحب!

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! یہ بہت ہی اہم تحریک التوائے کار ہے۔ ہمیں اس پر ضرور غور کرنا چاہئے۔ اس وقت دیہاتی لوگوں کا سود کی مد میں بہت بُرا حشر ہو رہا ہے کیونکہ لوگ مجبور ہوتے ہیں اور سود خور ان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں حکومت سے گزارش کرتا ہوں کہ اس پر ضرور کوئی نہ کوئی action لیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر: اس پر ایک کمیٹی رانا محمد افضل خان صاحب کی سربراہی میں بنی ہوئی ہے۔ وہ اپنی رپورٹ پیش کریں گے اس کے بعد معاملات آگے بڑھیں گے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! اگر already ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے تو میں توقع کرتا ہوں کہ وہ کمیٹی اپنی recommendations جلد دے گی تاکہ غریب لوگوں کو اس مصیبت سے بچایا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف!

حزب اختلاف کی معزز خاتون ممبر کو وزیر قانون کی جانب سے قتل کی دھمکیاں

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! کل آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ اس وقت ڈپٹی سپیکر صاحب موجود تھے تو میں نے ایک point raise کیا تھا کہ ہماری معزز ممبر عظمیٰ بخاری صاحبہ کو رانا ثناء اللہ صاحب کی طرف سے دھمکیاں دی گئی ہیں اور ان کی طرف سے ان کو پیغام ملے ہیں۔

(معزز ممبران حزب اقتدار کی جانب سے جھوٹ جھوٹ کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: قائد حزب اختلاف کو بات کرنے دیں۔ جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ ڈپٹی سپیکر صاحب نے کہا تھا کہ جب رانا ثناء اللہ صاحب یہاں ہوں گے تو اس مسئلے کو اٹھائیں گے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس معاملے پر ایک کمیٹی تشکیل دیں۔ اس معاملے کی مکمل انکوائری ہونی چاہئے۔ یہ ابھی کہہ رہے ہیں کہ جھوٹ ہے تو اگر یہ جھوٹ ہوگا تو وہ بھی کمیٹی کے سامنے آجائے گا اور اگر سچ ہوگا تو وہ بھی سامنے آجائے گا۔ پہلے لوگوں کو واجب القتل کہا گیا اور اب معزز ممبران کو قتل کرنے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ ان کا قصور صرف اتنا ہے کہ انھوں نے ایک ٹی وی پروگرام میں جاکر رانا ثناء اللہ کے واجب القتل کہنے پر ریمارکس دیئے ہیں، اس پر انھیں دھمکیاں دی گئی ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اس پر کمیٹی تشکیل دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر کوئی خود ہی اپنے آپ کو واجب القتل قرار دلانے پر تُلا ہوا ہو تو میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ معزز قائد حزب اختلاف میرے بھائی ہیں۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! ان کے یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ مجھے ان کی بات تو سننے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے قائد حزب اختلاف کو یقین دلاتا ہوں کہ اس میں ضرور کوئی miscommunication ہوئی ہوگی۔ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میری طرف سے اس طرح کا message یا اس قسم کی بات کی گئی ہو۔ اس میں کسی کمیٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہ اختیار دیتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف خود اس بات کو inquire کر لیں تو وہ جب کہیں گے میں ان کے دفتر حاضر ہونے کو تیار ہوں کہ جس کسی نے وہ message پہنچایا ہے اس کو بھی بلا لیں میں بھی حاضر ہو جاؤں گا۔ اگر اس میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی تو میں اسے دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! رانا صاحب نے اس کا فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا ہے۔ جی، محترمہ عظمیٰ بخاری!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! کاش یہ بات اتنی simple ہوتی، مجھ تک جو message پہنچایا گیا وہ کسی ایک شخص نے نہیں پہنچایا بلکہ لوگوں کے ایک گروپ میں یہ بات کی گئی اور میری character assassination کی بات کی گئی کہ میں "منہ کھولوں گا تو پھر کیا ہو جائے گا؟" اگر اس قسم کے level تک لاء منسٹر صاحب نے گرنا ہے تو ان کی مرضی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میں ان کا اس لئے بھی احترام کرتی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ انہی بنچوں پر بیٹھ کر جدوجہد کی ہوئی ہے۔ رانا صاحب کو ڈنڈا بعد میں پڑتا تھا، پہلے میں ڈنڈا کھاتی تھی۔ ان کو جب ایوان سے نکال کر باہر پھینکا جاتا تھا تو ہم ان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوتے تھے لیکن اگر میرے بارے میں personal اور گھٹیا باتیں لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر کی گئی ہیں جن کا کوئی ایک نہیں بلکہ بہت سارے گواہ ہیں تو پھر بھی اگر یہ اُس level تک گرنا چاہتے ہیں تو اُن کی مرضی ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ جس background سے میرا تعلق ہے میں ان کی کسی گھٹیا بات کا جواب دینا چاہتی ہوں اور نہ مجھے کسی گھٹیا level تک اترنا ہے۔ وہ جو کرنا چاہتے ہیں شوق سے کریں لیکن میں اپنی لائن اور پارٹی کے

ساتھ committed ہوں اور مجھے جو کہنا ہے وہ کہوں گی۔ میں آج بھی کہہ رہی ہوں کہ رانا صاحب نے آج پھر واجب القتل کی بات کی ہے۔ مجھے بتائیں کہ رانا صاحب کون سی مسجد کے مفتی ہیں کہ یہ لوگوں کو واجب القتل کہتے جا رہے ہیں؟ میں آج بھی کہتی ہوں کہ رانا صاحب کو language کا problem آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں اور میری بات سنیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! رانا صاحب نے میرے بارے میں جو language استعمال کی ہے آپ اُس پر کارروائی کریں۔

جناب سپیکر: محترمہ! میں نے یہ بات اپوزیشن لیڈر پر چھوڑی ہے اس لئے میں رانا ثناء اللہ صاحب سے کہوں گا کہ اِدھر سے دو ساتھی ان کے ساتھ اپوزیشن لیڈر کے پاس چلے جائیں۔ راجہ صاحب! جب آپ کہیں گے وہ آپ کے پاس آ کر بات کر لیں گے ورنہ میرے پاس آنا چاہیں تو میں بھی دونوں کی باتیں سننے کو تیار ہوں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہم آپ کے پاس آ جائیں گے۔ آپ وہاں سب کو سن لیجئے گا۔

تحاریک التوائے کار

(---جاری)

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 838/11 محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کی ہے۔ اسے پڑھ دیں۔

سرکاری ملازمین کو اپنے بچوں کے تعلیمی وظائف حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا

محترمہ آمنہ الفت: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب اپنے سرکاری ملازمین کے بچوں کو Benevolent Fund کے ذریعے وظائف دیتی ہے۔ ملازمین بچوں کے نتائج کے بعد فارم اپنے اپنے محکموں کے ذریعہ متعلقہ دفتر بھجوا دیتے ہیں۔ اس کے بعد محکمہ

کے اہلکاران اور افسران وظیفہ کے حصول کے لئے سرکاری ملازمین کے بار بار چکر لگواتے ہیں۔اس کے پیچھے وجوہات یہ ہیں کہ یا تو انہیں کچھ لگاؤ یا پھر انتظار کرو۔ سرکاری ملازمین کو اپنے بچوں کے تعلیمی وظائف حاصل کرنے میں بے انتہا مشکلات حائل کی جاتی ہیں اور محکمہ سرد مہری کا مظاہرہ کرتا ہے۔اس بناء پر صوبہ پنجاب کے تمام سرکاری ملازمین میں انتہائی بے چینی، غم وغصہ اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب!اس کا جواب آگیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس کا جواب موصول ہوگیا ہے۔ صوبہ پنجاب کے ہر گریڈ کے گزیٹڈ و نان گزیٹڈ ملازمین کی تنخواہ سے ماہانہ تین فیصد کے حساب سے Benevolent Fund کی مد میں کٹوتی ہوتی ہے۔ یہ تمام کٹوتی ڈسٹرکٹ اکاؤنٹ افسران کے ذریعہ اے جی آفس میں آجاتی ہے جہاں سے Benevolent Fund کا main account جو کہ پنجاب بنک سول سیکرٹریٹ لاہور میں ہے وہاں یہ رقم جمع کرائی جاتی ہے۔ پنجاب حکومت کے تمام سرکاری ملازمین کو بہبود فنڈ میں سے مالی امداد دی جاتی ہے جو سکالرشپ، ماہانہ امداد اور شادی گرانٹ وغیرہ کی شکل میں ہوتی ہے۔ ہر سال سکالرشپ کی مد میں تقریباً 40 سے 50ہزار کے قریب درخواستیں موصول ہوتی ہیں جو کہ صرف صوبائی بہبود فنڈ بورڈ کے دفتر الفلاح بلڈنگ میں آتی ہیں جبکہ تمام اضلاع میں تقریباً ہزاروں کی تعداد میں یہ cases علیحدہ ہیں۔ فروری 2010 میں موصول ہونے والی سکالرشپ کی درخواستوں پر جو کہ مکمل تھیں cheques جاری کر دیئے گئے ہیں جبکہ نامکمل درخواستوں کے cheques جاری نہیں کئے گئے۔ جن درخواستوں کے کاغذات موصول ہو جاتے ہیں اُن کے کاغذات مکمل ہونے کے بعد cheques جاری کر دیئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ بات درست نہ ہے کہ سرکاری ملازمین کو اپنے بچوں کے تعلیمی وظائف حاصل کرنے میں بے انتہا مشکلات حائل کی جاتی ہیں اور محکمہ سرد مہری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس سال فروری 2011 میں طلب کردہ سکالرشپ کی درخواستوں پر چھ ماہ سے cheques جاری کئے جا رہے ہیں اور یہ تاریخ وار موصول شدہ درخواستوں کے حساب سے ترتیب وار جاری کئے جا رہے ہیں۔ مزید یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ جو cases مکمل ہیں ان درخواستوں کے cheques جون 2011 تک جاری کر دیئے جائیں۔

جناب سپیکر! میرے خیال میں اگر particularly کوئی case ہے تو آپ اِن کے پاس آکر discuss کر لیں لیکن اِس پر کوئی short statement نہیں ہو گی۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں کوئی statement نہیں دینا چاہتی لیکن آپ بھی جانتے ہیں، یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب تشریف فرما ہیں وہ بھی جانتے ہیں اور ہمارا پورا معاشرہ بھی اس حقیقت سے واقف ہے کہ ہمارے محکمے کے ملازمین اور افسران بالا رشوت ستانی میں اس طریقے سے مبتلا ہیں کہ وہ قطعاً کسی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ ایک اہم issue ہے جو ہماری رگوں میں سرایت کر چکا ہے لہذا اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے action لیا جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ! اُن کے notice میں آگیا ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 868/11 جناب محمد اشرف خان سوہنا صاحب کی ہے جو move ہو چکی ہے۔ رانا صاحب! اس کا جواب آگیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا لہذا اس کو pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، اسے کب تک pending کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگلے ہفتے تک کے لئے pending کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک اگلے ہفتے تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 869/11 شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ کیا آپ اسے پڑھنا چاہتے ہیں کیونکہ ٹائم بڑا مختصر ہے؟

صوبہ کے سرکاری ہسپتالوں میں ایم آر آئی میں استعمال ہونے والے مہنگے ترین انجکشنز کا عملہ کی ملی بھگت سے زائد المیعاد ہونا

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب بھر کے تمام چھوٹے بڑے ہسپتالوں میں ایک طرف دوائیوں کی خریداری اور معیار مسئلہ تو بنی ہی ہوئی ہے مگر اب مزید المیہ یہ ہے کہ انتہائی مہنگی ادویات اور انجکشنز مریضوں کو دیئے جانے کی بجائے ہسپتالوں

میں ہی expire کئے جا رہے ہیں جن کی ایک تازہ مثال جناح ہسپتال لاہور میں 90 لاکھ روپے کے (Omniscan Injection) جو کہ Magnetic Resonance Imagine(MRI) کے لئے استعمال ہوتے ہیں، ضائع کر دیئے گئے ہیں۔ مختصر حقائق یہ ہیں کہ آٹھ ہزار انجکشنز کا ایک badge جس کی اتنی بڑی تعداد میں قطعاً خریدنے کی ضرورت نہ تھی -/1800 روپے فی انجکشن کے حساب سے خریدے گئے۔ یہ خریداری 2008 میں صرف غریب مریضوں کے لئے کی گئی لیکن یہ انجکشنز غریب مریضوں کو within the designated period نہ دیئے گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ انجکشنز اپریل 2011 میں expire ہو گئے۔ جناح ہسپتال میں ڈاکٹروں کے گروپس ایک دوسرے کو موردِالزام ٹھہراتے ہیں لیکن ایک طرف مریضوں کو ادویات اور انجکشنز نہیں مل سکے تو دوسری طرف حکومت کو ہسپتالوں میں کروڑہا روپیہ ناجائز خرچ کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ مثال tip of the iceberg ہے۔ ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے ڈاکٹروں کا یہ کہنا ہے کہ پرچیز کمیٹی نے ان سے بالا ہی بالا یہ خریداریاں کیں جو سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ user history کی بنیاد پر (Omniscan Injection) کی ایک سال سے زائد کی خریداری کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی۔ ریکارڈ کے مطابق بیس مریض روزانہ اوسطاً ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ میں (MRI) ٹیسٹ کے لئے آتے ہیں جن میں سے چند کو (MRI) کی ضرورت واقعی ہوتی ہے جبکہ ایک انجکشن دو مریضوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ پھر آٹھ ہزار انجکشنز کی یکمشت خریداری کی ذمہ داری کس پر تھی اور کس کو نوازا گیا تھا جس کے نتیجہ میں پانچ ہزار انجکشنز اپریل کے پہلے ہفتہ میں ہی ضائع ہو گئے جن کی مالیت 90 لاکھ روپے تھی۔ یہ صرف ایک مثال ہے دوسرے ہسپتالوں میں بھی حکومت اربہا روپے کی ادویات مستحق مریضوں کے لئے مہیا کر رہی ہے لیکن expired ادویات کی مد میں کتنا سرمایہ ضائع ہو رہا ہے، ایک انتہائی توجہ طلب مسئلہ ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: راناصاحب! اس کا جواب آ گیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس معاملے کا حکومت اور وزیراعلیٰ پنجاب ذاتی طور پر notice لے چکے ہیں اور اس کی prima facie انکوائری کرائی گئی ہے جس کے بعد یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس کی proper regular انکوائری کرائی جائے جو کرائی جا رہی ہے۔ جونہی انکوائری رپورٹ موصول ہو گی اُس کے مطابق ذمہ داران کے خلاف کارروائی بھی ہو گی اور اُس رپورٹ کی کاپی میں معزز ایوان میں پیش کر دوں گا۔

شیخ علاؤالدین: میں اسے press نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: چونکہ محرک اسے مزید press نہیں کرتے لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 880/11 چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی ہے۔ جی، چیمہ صاحب! پیش کریں۔

ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال سرگودھا کے بالمقابل پیڈسٹرین برج کی تعمیر میں تاخیر سے عوام کو مشکلات کا سامنا

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے سرگودھا کے عوام کی سہولت کے لئے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال سرگودھا کے بالمقابل "پیڈسٹرین برج" کی تعمیر منظور فرمائی تھی اور اس کے لئے تمام مطلوبہ فنڈز بھی محکمہ پراونشل ہائی ویز سرگودھا کو فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ اس ہسپتال کا محل وقوع اس امر کا متقاضی ہے کہ یہاں پر عوام کی بحفاظت آمدورفت کو یقینی بنانے کے لئے یہ "پیڈسٹرین برج" تعمیر کیا جائے۔ یہ ہسپتال شہر کی بہت زیادہ مصروف اور کاروباری علاقہ کے نزدیک واقع ہے جہاں دورویہ سڑکات کو عبور کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے کیونکہ یہاں ہمہ وقت ٹریفک رواں دواں رہتی ہے اور آئے دن حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس "پیڈسٹرین برج" کی تعمیر کے لئے ایگزیکٹو انجینئر مشینری ڈویژن لاہور کے چیک مورخہ 07-06-13 کو مبلغ -/1,420,000 روپے، دوسرے چیک مورخہ 07-07-30 کے ذریعہ -/1,483,000 روپے اور تیسرے چیک مورخہ 08-05-14 کے ذریعہ مبلغ -/2,585,000 روپے یعنی کل مبلغ -/5,488,000 روپے کی ادائیگی کی جا چکی ہے اور یہ برج تیار بھی کیا گیا تھا لیکن اس کی تنصیب نہیں ہوئی اور اس طرح یہ پیسا خُورد بُرد کر لیا گیا ہے اور عوام کو ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے۔ شہر کی تمام کاروباری اور شہری تنظیموں کے احتجاج کے باوجود کوئی کارروائی نہیں کی جا رہی اور عوام کے اس بہترین مفاد کے کام میں رکاوٹ پیدا کی جا رہی ہے۔ اس طرح جہاں عوام تکلیف میں مبتلا ہے تو دوسری طرف اس کی لاگت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے جس کی ذمہ داری متعلقہ غیر ذمہ دار افسران پر عائد ہوتی ہے لہذا میری استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو حسب ضابطہ قرار دے کر بحث کی اجازت فرمائی جائے تاکہ

سرگودھا کے عوام کو یہ سہولت جلد میسر آ سکے اور "پیڈسٹرین برج" کی تنصیب ممکن ہو سکے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اسے اگلے ہفتے تک کے لئے pending فرمادیں کیونکہ ابھی محکمہ کی طرف سے اس کا جواب نہیں آیا۔

جناب سپیکر: اس تحریک کو آئندہ ہفتے تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 996/11 حاجی محمد اسحاق، ڈاکٹر اسد معظم اور ڈاکٹر محمد اختر ملک کی طرف سے ہے۔ جی، حاجی صاحب!

ضلع کچہری لاہور کے صدر مال خانہ سے کروڑوں روپے کی نشہ آور اشیاء اور قیمتی اسلحہ کی خُورد بُرد کا انکشاف

حاجی محمد اسحاق: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" مورخہ 6۔ مئی 2011 کے مطابق "ضلع کچہری لاہور صدر مال خانے سے کروڑوں روپے مالیت کی سینکڑوں من چرس، افیون، ہیروئن اور دیگر نشہ آور اشیاء کے ساتھ ساتھ قیمتی اسلحہ کی خُورد بُرد کا انکشاف ہوا ہے۔ انچارج رانا محمد لطیف نے اعتراف کیا ہے کہ مذکورہ عرصہ کے دوران مال خانے میں بڑے پیمانے پر خُورد بُرد کی گئی ہے جبکہ مجسٹریٹ دفعہ 30 خالد سعید وٹو کا کہنا ہے کہ مال خانے سے بڑے پیمانے پر کرپشن ہوئی ہے۔" مذکورہ واقعہ سے عوام میں سخت غم و غصہ پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس معاملے کا نوٹس لے لیا گیا ہے اور اس کی انکوائری in progress ہے جونہی مکمل ہو گی تو وہ ایوان میں پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 892/11 محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران (ق) لیگ کی جانب سے
"اسے pending فرمایا جائے" کی آوازیں)

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اسے اگلے اجلاس کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 901/11 میجر ذوالفقار گوندل صاحب کی ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! آج محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) صاحبہ کی سالگرہ ہے اور محترمہ کی جمہوریت کے لئے بڑی خدمات ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم اگر اس اسمبلی میں بیٹھے ہیں، اگر میں قائد حزب اختلاف ہوں اور میاں محمد شہباز شریف صاحب وزیر اعلیٰ ہیں تو اس کے پیچھے محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) کی قربانیاں ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے
"زندہ ہے، بی بی زندہ ہے" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) صرف پاکستان کی لیڈر نہیں تھیں بلکہ عالمی دنیا میں ان کا ایک نام تھا اور ایک پہچان تھی اور بعض ایسے ممالک بھی ہیں جہاں پاکستان کی پہچان محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) تھیں۔ آج ان کی خدمات کو ان کی سالگرہ کے موقع پر یہ نہیں کہ ہم کوئی کیک کاٹ کر سراہ رہے ہیں یا مٹھائیاں بانٹ رہے ہیں بلکہ اسمبلی کے باہر جا کر خون کا نذرانہ پیش کریں گے۔ پورے ملک میں آج پیپلز پارٹی کے کا ممبر اس ملک کی وفادار اور محب وطن محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) کے لئے اپنے خون کے عطیات دے رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اپنا یہ مشن جاری رکھیں گے اور محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) کو بھرپور طریقے سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے
"سچائی کے راستے، بے نظیر کے واسطے" کی نعرہ بازی)

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ بابت سال 2011-12 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب ہم گوشوارہ سالانہ بجٹ بابت سال 2011-12 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری کا آغاز کرتے ہیں۔ 2011-12 کے سالانہ بجٹ میں مطالبات زر کی تعداد 43 ہے جبکہ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ ان 43 مطالبات زر میں سے چھ مطالبات زر میں حسب ذیل ترتیب سے cut motions پیش کی جائیں گی۔

مطالبہ زر نمبر 1۔ پولیس PC-21013

مطالبہ زر نمبر 2۔ خدمات صحت PC-21016

مطالبہ زر نمبر 3۔ تعلیم PC-21015

مطالبہ زر نمبر 4۔ PC-13033 غلہ اور چینی کی سرکاری تجارت

مطالبہ زر نمبر 5۔ PC-21018 زراعت

مطالبہ زر نمبر 6۔ PC-21010 انتظام عمومی شامل ہیں۔

Cut motions کے ذریعے مطالبہ زر پر آج کارروائی شروع ہو کر کل 22-06-11 دوپہر 12 بجے تک جاری رہے گی اور باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ (4)146 کے تحت "گلوٹین" کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔ اب ہم کارروائی کا آغاز کرتے ہیں اور وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21013 پیش کریں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی قائد حزب اختلاف
کی قیادت میں ایوان سے باہر چلے گئے)

وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21010 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21010

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 52-ارب 11 کروڑ 67 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 52-ارب 11 کروڑ 67 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

اس میں کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے۔ یہ تحریک لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، جناب شاہان ملک، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا، جناب قاسم ضیاء، سید حسن مرتضیٰ، محترمہ نیلم جبار چودھری، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب آصف بشیر بھاگٹ، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب فاروق یوسف گھرکی، رائے محمد اسلم خان، جناب امجد علی میو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، سید ناظم حسین شاہ، ڈاکٹر محمد اختر ملک، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب شہزاد سعید چیمہ، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، راجہ طارق کیانی، رانا منور حسین، رائے محمد شاہجہان خان، ڈاکٹر اسد معظم، حاجی محمد اسحاق، چودھری محمد طارق گجر، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، جناب تنویر الاسلام، جناب شاہجہان احمد بھٹی، سردار محمد حسین ڈوگر، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، ملک محمد عامر ڈوگر، جناب احمد حسین ڈیہر، جناب احمد مجتبیٰ گیلانی، جناب محمد حفیظ اختر چودھری، سردار خالد سلیم بھٹی، سردار اطہر حسن خان گورچانی، جناب افتخار علی کھیتران، جناب شاہ رخ ملک، میاں محمد علی لالیکا، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)، مخدوم محمد ارتضیٰ، جناب جاوید حسن گجر، محترمہ نرگس فیض

ملک، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ فائزہ احمد ملک، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، ملک اقبال احمد لنگڑیال، کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب محمد یار ہراج، میاں شفیع محمد، ڈاکٹر محمد افضل، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، محترمہ آمنہ الفت، محترمہ سیمل کامران، سیدہ ماجدہ زیدی، کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ ساجدہ میر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، جناب خرم نواب، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، جناب منور حسن منج، جناب طاہر اقبال چودھری، سردار عامر طلال گوپانگ، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، ڈاکٹر سامیہ امجد، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ خدیجہ عمر، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ انبساط حامد، محترمہ زوبیہ رُباب ملک، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد، انجینئر شہزاد الہیٰ کی طرف سے ہے۔

اس سے پہلے کہ آپ بات شروع کریں میں یہ بتادوں کہ اس میں repetition نہیں ہونی چاہئے کیونکہ آپ کے پاس ڈیڑھ دن ہے۔ آپ نے جو چھ کٹوتی کی تحاریک دی ہیں ان پر بات کرنی ہے لیکن repetition نہیں ہوگی۔ جو مقرر بات کرے گا دوسرا مقرر اس کو repeat نہیں کرے گا۔ آپ کی مہربانی، کیونکہ یہ آپ کا ہی ٹائم ہے اور اس کو اچھے طریقے سے استعمال کریں۔ محترمہ آمنہ الفت!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! شکریہ

Sir, I move:

"That the total of Rs.52,116,785,000/-on account of Demand No.PC-21013–Police–be reduced to Rs.1/-."

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"52۔ارب 11 کروڑ 67 لاکھ 85 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21013۔پولیس۔کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker! I oppose it.

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب نے oppose کیا ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ محکمہ پولیس صوبہ کے لئے سب سے اہم شعبہ ہے جہاں سے انصاف اور لوگوں کو تحفظ ملتا ہے جو ایک major چیز ہے۔ اس وقت اگر صوبہ میں جو شخص مجھے سب سے زیادہ پریشان نظر آتا ہے تو وہ پولیس کی وجہ سے نظر آیا ہے۔ (شور وغل)

جناب سپیکر: میں معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ اگر کسی نے گپ شپ لگانی ہے تو بے شک لابی میں تشریف لے جائیں لیکن یہ مناسب نہیں ہے کہ جب ایک مقرر بات کر رہے ہوں تو آپ interruption کریں۔ جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے سابقہ تین سالہ دور کی جو پریکٹس دیکھی ہے اس میں یہ دیکھا ہے کہ ہم نے جب بھی کوئی amendments یا cut motions پیش کی ہیں تو انہیں ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیا گیا۔ حالانکہ ان پر ہم نے logic کے ساتھ بات کی، ان پر توجہ دلانے کی کوشش کی اور اپنی humble request کی ہے کہ خدارا یہ issues صرف اپوزیشن کے لئے نہیں ہیں بلکہ ہم عوام کی زبان بولتے ہیں اور ہم عوام کے ترجمان ہیں۔ بہر حال ایک دفعہ پھر میں اس شعر کے ساتھ کہ:

ہمیں شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا لیتے ہیں

آج اس بجٹ کی کٹوتی میں ہم نے جو بات کی ہے وہ محض اس لئے کی ہے کہ ایک ارب روپیہ پولیس کے بجٹ میں بڑھایا گیا ہے۔ آپ اسے double بھی کر لیں لیکن اگر نتائج صفر ہیں تو بڑھانے کا کیا فائدہ؟ یہاں خادم اعلیٰ صاحب تشریف فرما ہیں میں یہ کہوں گی کہ آج لوگ جس کرب میں مبتلا ہیں اس کی میں نشاندہی کرنا چاہوں گی۔ جرائم میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ 2006 میں کرائمز کے اعداد و شمار 3 لاکھ 42 ہزار 561 تھے۔ میں 2010 کی بات کرتی ہوں کہ 3 لاکھ 86 ہزار 437 ہیں جبکہ بڑے بڑے دعوے کئے گئے، انصاف مہیا کرنے کی باتیں کی گئیں اور پولیس کو صرف اپنے کاموں تک مختص کرنے کے بعد حالت زار یہ ہے کہ کرائمز میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ پولیس نہ صرف مجرموں کو تحفظ دیتی ہے بلکہ ان سے جرائم مرتکب کرانے میں بھی پولیس کا ہی کہیں نہ کہیں سے ہاتھ نکلتا ہے۔ پھر اغواء برائے تاوان کی وارداتوں میں اگر دیکھیں، آج میڈیا سب کچھ دکھا رہا ہے۔ میڈیا میں کوئی چینل، کوئی اخبار ایسا نہیں ہے جو پولیس گردی کے واقعات سے بھرا ہوا نہ ہو۔ جرائم کے پیچھے اگر کسی کی لاپروائی نکلتی ہے تو وہ پولیس کی نکلتی ہے۔ سر عام لوگوں کو مار دیا جاتا ہے اور پولیس

تماشا بنی کھڑی دیکھتی رہتی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بڑا جرم اور کیا ہو گا؟ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس میں ڈی پی او سطح کے لوگ ملوث پائے گئے۔ پولیس نے اپنے ذاتی ٹارچر سیل بھی بنا رکھے ہیں اور اس قسم کے واقعات بھی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں۔ پولیس کے بے جا تشدد کے نتیجے میں حالت یہ ہے کہ ہمارے تھانوں میں نوجوان جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ان کے گھر والے تڑپتے رہ گئے۔ آپ سزا دیں لیکن کورٹ کے ذریعے سزا دیں اور یہ فیصلہ کورٹ کا ہونا چاہئے کہ یہ شخص کس سزا کا مرتکب ہے؟ پولیس کا بے جا تشدد کر کے ایک آدمی کو مار دینا میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بڑا جرم اور کیا ہو گا؟ پھر خادم اعلیٰ کی طرف سے بات کی جاتی ہے کہ وہ انصاف کی بات کرتے ہیں اور وہ انصاف کے سب سے بڑے علمبردار بنتے ہیں۔ وہ انصاف وہیں جا کر صفر ہو جاتا ہے جب ایک بھی بندے کی جان ناجائز چلی جاتی ہے۔ جعلی پولیس مقابلوں کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ یہ وہ cases ہیں جنہیں میڈیا نے اپنے چینل پر دکھایا ہے، کم سن بچیوں سے زیادتی کے واقعات بتدریج بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور آخر میں ہوتا کیا ہے کہ کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو پاتی، مجرم صاف بچ جاتے ہیں صرف اس لئے کہ جو پیسا خرچ کر سکتا ہے یا جس کے پیچھے سفارش ہے وہ بڑے آرام سے بچ جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں نے بجٹ تقریر میں سابقہ دور میں بھی یہ تجاویز دی تھیں کہ ایک بہت بڑا گینگ گھریلو ملازموں کا صوبے میں ہے جو کہ لوگوں کے گھروں میں ملازمت کرتی ہیں، وہاں پر ڈکیتیوں اور چوریوں کی وارداتوں میں ملوث ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں اور میں نے اس وقت کہا تھا کہ ان ملازمین کی رجسٹریشن علاقے کے تھانے میں ہونی چاہئے لیکن میری اس تجویز کو بھی ردی کی ٹوکری کی نظر کر دیا گیا اس میں کون سی ایسی مشکل بات تھی۔ میں پنجاب پولیس کی سنگینی کے حوالے سے یہ کہوں گی کہ اس نے سنگینی فرعون مصر کو بھی مات دے دی ہے جب لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال دیکھتے ہیں، دہشت گردی کو دیکھتے ہیں تو اس سلسلے میں دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ جب ہم برسر اقتدار آئیں گے تو ہم یہاں پر دہشت گردی کے واقعات کو ختم کر دیں گے، بم بلاسٹ ختم کر دیں گے اور سارے الزامات سابقہ حکومتوں پر تھوپے گئے ہیں۔ میں آج خادم اعلیٰ صاحب کی خدمت میں آپ کے توسط سے گوش گزار ہوں کہ واقعات میں بتدریج اضافہ ہوا ہے۔ اس میں، میں چودھری پرویز الٰہی صاحب کے vision کی تعریف کروں گی کہ انہوں نے پٹرولنگ پوسٹ کا جو ایک سسٹم قائم کیا تھا اگر اس سسٹم کو مزید فعال بنایا جاتا تو میں سمجھتی ہوں کہ 1122 سسٹم ایسا تھا کہ جس سے پورے پنجاب کے گرد ایک حصار قائم کر دیا گیا تھا اور ایک boundary بنا دی گئی تھی جس نے بھی پنجاب میں داخل ہونا ہوتا وہ سب سے پہلے

پولیس کو اپنی شناخت کرواتا، بلا مقصد کوئی سمگلر یا کوئی دہشت گرد صوبے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ پنجاب ایک فصیل بند قلعہ کی مانند ایک صوبہ بن جاتا۔ اگر چودھری پرویز الٰہی کے اس منصوبے کو تقویت دی جاتی اور آج بھی کچھ نہیں بگڑا۔ میں یہ کہوں گی اگر 1122 کی طرح اس کو بھی اپنے منصوبہ میں شامل کر لیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ جو Terrorism Control Department بنانے کی بات کی جا رہی ہے اس میں سب سے زیادہ فعال کردار ادا کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! صوبہ میں کرائم کی وجہ سے حالت زار یہ بن چکی ہے کہ لوگ ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ آج لوگ اس سابقہ مشرقی پاکستان اور موجودہ بنگلہ دیش میں جا کر اپنی سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ملائیشیا میں ہمارے کھربوں روپے ٹرانسفر کئے جا چکے ہیں، صرف لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کی وجہ سے بہت سے لوگ اپنی مال و جان کو اس صوبے میں محفوظ نہیں سمجھتے اور یہ ساری ذمہ داری خادم اعلیٰ پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گی کہ منشیات فروشوں کی سرپرستی بھی اور بڑے بڑے عقوبت خانوں کی سرپرستی کی جاتی ہے اور پھر جب عدلیہ نے پولیس کے خلاف کوئی کارروائی کی تو عدالتوں میں یہ پولیس والے سر جھکا کر کھڑے ہوتے ہیں لیکن جب باہر نکلتے ہیں تو ان کی حالت بالکل فرعون کی مانند ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر! افسران بالا بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ بڑی گاڑیاں ان کے پاس کہاں سے آئی ہیں، کیا یہ رشوت سے حاصل ہوئی ہیں؟ ان کا کسی قسم کا کوئی احتساب نہیں ہے، اس کی کوئی پوچھ گچھ نہیں ہے۔ پولیس کی مد میں اضافہ تو کیا جا رہا ہے لیکن پولیس سے کام نہیں لیا جا رہا۔ میں اپنی تقریر کو تھوڑا سا مختصر کرتے ہوئے اس بات کی طرف آنا چاہوں گی کہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ تھانے کو ایک ایسی آماجگاہ ہونا چاہئے تھا جہاں پر خواتین، بچے اور نوجوان اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتے اور تھانہ جائے تحفظ ہونا چاہئے تھا، پولیس بھی عوام کے لئے جائے تحفظ ہونا چاہئے تھی لیکن ہو کیا رہا ہے؟ ہماری عوام مجرم اور ڈاکوؤں سے زیادہ پولیس سے ڈرتی ہے۔ آج پولیس ہمارے خادم اعلیٰ کے ادنیٰ غلام اعلیٰ کے طور پر کام کر رہی ہے بلکہ میں انہیں ادنیٰ غلامانہ مصر سے بھی حقیر تر سمجھا جاتا ہے۔ انہیں ذاتی ملازم کی طرح treat کیا جا رہا ہے، انہیں گھر کی باندھی بنا کر رکھ دیا گیا ہے اور گھر کی لونڈی بنا کر رکھ دیا ہے۔ وہ ہاتھ باندھے حکومت کی ہر جائز اور ناجائز فرمائش پوری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ انتقامی امور پر نامزد نظر آتے ہیں اگر یہی طریقہ رہا اور اس میں ہنگامی طور پر

انقلابی تبدیلیاں نہ لائی گئیں تو میں سمجھتی ہوں کہ بڑھتے بڑھتے کہیں ایسا نہ ہو کہ صوبہ پنجاب 100 فیصد پولیس سٹیٹ بن کر رہ جائے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی کہوں گی کہ ہمیں اپنے دماغوں کو استعمال کرنا چاہئے، یہ ideas کا دور ہے۔ ہمیں اس قسم کی پالیسی بنانی چاہئیں، خادم اعلیٰ جس چیز کا اظہار کرتے ہیں اور اگر اس پر عمل نہیں کرتے تو میں سمجھتی ہوں کہ تمام practice بیکار ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ جو چھوٹے اہلکاران ہیں ان پر بھی خدارا ترس کھایا جائے اور جھوٹی ایف آئی آر درج کرنے کا راستہ بند کیا گیا ہے اس پر بھی کنٹرول کیا جائے۔ میں نے اسمبلی میں سوال کیا تھا جس کا محکمہ نے جواب دیا تھا کہ ایک سال میں 75 ہزار 800 جھوٹی ایف آئی آر درج ہوئی ہیں اور جھوٹی ایف آئی آر درج کرانے کی وجہ سے ایک بندے کی عزت بھی گئی، مال و زر بھی گیا اور وہ ذلیل و خوار بھی ہوا لیکن جس نے جھوٹی ایف آئی آر درج کروائی اس کے لئے فقط چار ماہ کی قید تو اس پر بھی میں سمجھتی ہوں کہ کسی نے کارروائی نہیں کی۔ اگلے نے سوچا کہ پولیس سے جان چھوٹی تو ایک طرف حالت یہ ہے اور دوسری طرف دعوے بہت بڑے بڑے ہیں۔ میں آخر میں کہوں گی کہ خدارا پولیس کے جو چھوٹے اہلکاران ہیں ان پر بھی ترس کھایا جائے اور انہیں صرف اپنا ادنیٰ غلام نہ سمجھا جائے اور ان کی بہتری کے لئے بھی سوچا جائے۔ اس میں، میں یہ بھی کہوں گی کہ سو فیصد لوگ غیر ذمہ دار نہیں ہیں۔ ان میں اعلیٰ ظرف رکھنے والے ذمہ داران اہلکاران ہیں۔ جنہوں نے اپنی جانیں تک قربان کی ہیں میں ان کو بھی سلیوٹ پیش کرتی ہوں لیکن اکثریت غیر ذمہ داران کی ہے اس کی وجہ میں سمجھتی ہوں کہ صوبے کے سربراہ ہیں۔ اس احتجاج کے ساتھ کہ خدارا اس پر نظر ثانی کی جائے۔ میں اپنی بات ختم کرتی ہوں۔ بہت شکریہ

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں اپنی چند ایک معروضات پیش کروں گا کیونکہ آپ نے ارشاد فرما دیا تھا کہ آج ہماری چھ cut motions ہیں اور یہ اچھی تجاویز ہیں تاکہ ہماری طرف سے خیالات کے اظہار کے ذریعے حکومتی بنچز اور صاحب اقتدار کے کانوں تک تمام issues کے حوالے سے بات پہنچ جائے۔ اس لئے ہم آپ اور لاء منسٹر صاحب سے استدعا کرتے ہیں کہ کوئی time fix کر دیا جائے تاکہ سارے کے سارے ممبران اظہار خیال کر سکیں یا اگر سارے نہیں تو کم از کم maximum آ سکیں۔ اگر ایک fixation of time ہو گی تو بات کرنے میں بھی سہولت ہو گی اور آپ ہر مقرر کے

لئے کوئی time fix کر دیں، اس حوالے سے ہماری بات طے نہیں ہوئی تھی لیکن اگر یہ بھی طے ہو جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کو بتادیا ہے کہ آپ کے پاس ڈیڑھ دن ہے، چاہے وہ ایک ممبر پر لگالیں یا چھ ممبران پر لگادیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن آپ کو خود سوچنا چاہئے کہ کیا کرنا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ہم manage کر لیتے ہیں۔ اس issue پر صرف چند ایک معروضات پیش کروں گا کیونکہ اس وقت چیف منسٹر صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں، کسی بھی ریاست کی جو بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے اور وہاں کے بسنے والے عوام جس چیز کا شدت سے تقاضا کرتے ہیں وہ ان کی جان و مال کا تحفظ ہوتا ہے اور وہ اسی پولیس اور اسی ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے ہونا ہوتا ہے۔ اس سے جو بھی حکومت ہو اس کا vision سامنے آتا ہے۔ اس کٹوتی کی تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ان ساڑھے تین سالوں کے اندر پولیس ڈیپارٹمنٹ کی یا تو direction ٹھیک نہیں تھی یا اس کی command صحیح ہاتھوں میں نہیں تھی، نرم ہاتھوں میں تھی یا ان کے عزائم کچھ اور تھے۔ میں یہ گزارش کرتا چلوں کہ یہاں پر گزشتہ چھ ماہ میں صرف لاہور میں سرسٹھ murders ہوئے ہیں اور اغواء کے آٹھ سو ستتر cases ہیں۔ یہ لاہور کی recorded figure ہے، اتنی بڑی figure یہ ان کی نااہلی کی مظہر ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کو ٹیکسوں سے حاصل کیا ہوا اتنا زیادہ پیسا اس کٹوتی کی زد میں نہ دیا جائے کیونکہ یہ اس کے اہل ثابت نہیں ہوئے۔ ایک ٹیلی ویژن نے 13 ہزار سے زائد یومیہ ڈکیتیاں رپورٹ کیں اور ایک مؤقر جریدے نے لکھا ہے کہ 18 ہزار سے زائد یومیہ ڈکیتیاں ہیں جو پنجاب کے اندر ہیں۔ میں پرنٹ میڈیا کی بات کر رہا ہوں، پہلے میں نے الیکٹرانک میڈیا کی بات کی تھی۔ اغواء برائے تاوان یہاں پر ایک منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ اس منافع بخش کاروبار کو ختم کرنے کے لئے اگر کوئی اس کے مانع آسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف پولیس ہے۔ اغواء برائے تاوان یہاں تک ہے کہ ضروری نہیں کہ کسی دولت مند کو ہی اغواء کیا جاتا ہے یہاں پر ایسے cases بھی آئے ہیں کہ کسی کے بچے کو اٹھایا گیا اور بے چارے سے 50 ہزار روپے مانگا گیا، اس کی استطاعت 50 ہزار روپے دینے کی بھی نہیں تھی اس نے سارے محلہ سے پیسے مانگ کر تاوان ادا کیا۔

جناب سپیکر! مجھے آپ کے ساتھ ساتھ چیف منسٹر کی توجہ بھی چاہئے اس لئے کہ چیف منسٹر صاحب کی سربراہی میں آنے والے سال کے اندر یہ صوبہ امن کا گہوارہ بن جائے۔۔۔

جناب سپیکر: اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کرے، ہم سب کی بھی یہی دعا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: اغواء برائے تاوان یہاں سے ناپید ہو جائے، ڈکیتیاں یہاں سے ختم ہو جائیں اور یہ جو -/500 روپے کا پسٹل لے کر اپنی گلی کے کونے میں جا کر اپنی ہی پھوپھی کو لوٹ لینے کا کلچر ہے اس کو ختم کرنے کے لئے پولیس اپنے قدم آگے بڑھائے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کے روّیے سے تنگ آکر شہریوں نے جو رپورٹ کرانا بند کر دیا ہے۔ وزیر اعلیٰ اس پر توجہ فرماتے ہوئے اس پر کوئی سیمینار یا پولیس کی ایک ورک شاپ ترتیب دیں جس کے ذریعے ان کو کم از کم یہ سمجھادیں کہ میرے پنجاب کا کوئی شہری اپنی شکایت آپ تک لانے کے لئے خوف زدہ نہ ہو۔ پنجاب کے شہریوں کو اس خوف سے نجات دلا دیں کہ پولیس سٹیشن تک پہنچنے کے لئے وہ خوف زدہ نہ ہوں۔ جس کا قتل ہو وہ تدفین کی بجائے پولیس کی گاڑیوں کے پٹرول کا بندوبست نہ کرتا پھرے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دیہات میں اس سے بھی زیادہ حالات خراب ہو چکے ہیں۔ مویشی چوری، رسہ گیری نے یہاں پر اس قدر زور پکڑ لیا ہے۔ لوگ کلاشنکوف اور بندوقیں لے کر آتے ہیں، ٹرکوں اور ڈالوں پر مویشی ڈال کر چلے جاتے ہیں، اچھے بھلے لائیو سٹاک فارمز کو لوٹ لیا جاتا ہے۔ ان کو چیک پوسٹوں پر روکا جا سکتا ہے، پہلے زمانے میں تو کسی کی ایک بچھڑی جا رہی ہوتی تھی تو اس کی راہداری مانگی جاتی تھی، راہداری مانگنے کا رواج ہی ختم ہو گیا ہے۔ پولیس والے چیک پوسٹوں پر یہ نہیں پوچھتے، ایک مالک بھی لے کر جا رہا ہوتا ہے، ایک بیٹا بھی اپنی بہن کو ایک بھینس دینے کے لئے جا رہا ہوتا ہے لیکن اس کے لئے راہداری لے کر جانا ضروری ہوتا ہے۔ اس راہداری کو چیک کرنے کا یا اس کو لکھنے کا کلچر ہی ختم ہو گیا ہے اگر اس کو جاری رکھا جائے تو ان وارداتوں کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج گزرے ہوئے کل یعنی 20۔ جون کے دوران لاہور کے اندر ڈکیتی کی تینتیس وارداتیں ریکارڈ ہوئی ہیں۔ آج کی "جناح" اخبار میں یہ reported figures ہیں اور میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج وزیر اعلیٰ صاحب کا نہایت ہی خوش آئند بیان آیا ہے کہ پٹرولنگ پولیس کی جو خامیاں ہیں ان کو دور کر کے اس کو رواکریں گے۔ ان کا بیان سر آنکھوں پر، اس میں اگر کوئی خامی ہے تو اس کو دور کیا جائے لیکن اس میں ساڑھے تین سال ضائع کر دیئے گئے، یہ ایک بہت بڑا نیٹ ورک ہے، پانچ سو میں سے تین سو پینسٹھ پولیس چیک پوسٹیں بن چکی ہیں اور اگر یہ تین سو پینسٹھ operative ہو جائیں تو کوئی بھی criminal or culprit ان کے چنگل سے بچ کر جا نہیں سکتا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میری جو معروضات ہیں ان میں، میں کوئی ایسی بات شامل نہیں کرتا جو کسی پولیس افسر کو ٹارگٹ کرنے کے لئے ہو وہ carrier officers ہیں اپنا pride لے کر آتے ہیں اور competition کے ذریعے آتے ہیں۔ ایک ہی گھر میں چار بھائی ہوتے

ہیں ان میں سے کوئی بھائی پولیس میں چلا جاتا ہے، کوئی سیاستدان بن جاتا ہے، کوئی انجینئر بن جاتا ہے۔ ہم ان کی جب بات کرتے ہیں تو کسی طریقے سے تضحیک یا تذلیل نہیں ہوتی۔ ہماری بات یہ ہوتی ہے کہ جو profession تم نے منتخب کیا ہے وہ تمہارا pride ہونا چاہئے اور اس سے پنجاب کے عوام کو تحفظ ملنا چاہئے اور تحفظ مہیا ہونے کے بعد اس ایوان کا سر فخر سے بلند ہونا چاہئے۔ انہی معروضات کے ساتھ میں یہ کہوں گا کہ چونکہ یہ محکمہ اپنی duties perform کرنے میں ناکام رہا ہے اس لئے اس demand کو رد کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ نے ہمارے mikes ہی بند کئے ہوئے ہیں۔ ہمیں بولنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ماشاءاللہ آپ mike کے بغیر بھی بول سکتے ہیں۔یہاں تک آواز آ سکتی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ تھی کہ اپوزیشن نے پولیس کے بجٹ پر disapproval policy کا cut کیا ہے جس میں ہم نے کہا ہے کہ اس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔ اس میں جو چیز واضح نظر آ رہی ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے ہم پولیس کی budgetary allocations بڑھائے جا رہے ہیں اور ان کی performance میں ہمیں کہیں بہتری نظر نہیں آ رہی۔ میں مختصر بات کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ ساری دنیا میں community policing کا ماڈل اپنایا جا رہا ہے اور بہت کامیابی سے اپنایا جا رہا ہے۔ ہمارے صوبہ پنجاب، ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے tribal areas کے اندر بھی community policing کی ایک مثال بارڈر ملٹری پولیس کی صورت میں موجود ہے اور اس کا جو command area ہے مجھے بتایا گیا ہے کہ وہاں کے 27 تھانے ہیں ان 27 تھانوں کی ایک سال کی جو جرائم کی شرح ہے وہ settled areas کے ایک تھانے کے ایک ہفتے کے جرائم کی شرح سے بھی کم ہے۔ ہمارے پاس ایک بہترین ماڈل community policing کا ہے جس کو ہمیں replicate کرنے کی ضرورت ہے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ لیوی کے اندر آدھی سے زیادہ آسامیاں خالی پڑی ہیں اور جب میں اس کی budgetary allocations دیکھتا ہوں تو وہ بھی کم ہو گئی ہیں اور اس وقت ہمارا صوبہ دہشت گردی کی لپیٹ میں آیا ہوا ہے۔ سخی سرور ڈیرہ غازی خان کے پاس ایک شہر ہے وہاں پر دہشت گردی کی واردات ہوئی اور اس میں بھی ہم نے دیکھا کہ یہی بارڈر ملٹری پولیس جس کو ہم غیر اہم سمجھ کر

ignoreکرتے ہیں اسی کے اہلکاروں نے پاکستان میں پہلی دفعہ ایک دہشت گرد خود کش حملہ آور کو زندہ گرفتار کیا اور دو تین مہینے ہو گئے ہیں، میں اس ایوان میں بھی بار بار یہ بات کہہ رہا ہوں اور ہر جگہ پر ہوم سیکرٹری صاحب کے پاس، چیف منسٹر صاحب کے سٹاف کو بھی کہتا رہا ہوں، ان افسران کو کسی نے شاباش کے دو لفظ بھی نہیں کہے۔ اگر یہ پنجاب پولیس کا کوئی افسر ہوتا تو اس کو قائداعظم پولیس میڈل مل جاتا، پاکستان پولیس میڈل مل جاتا، ان کی ترقیاں ہو جاتیں یا ان کو انعام و کرام سے نوازا جاتا لیکن بارڈر ملٹری پولیس جس نے یہ کارکردگی دکھائی اس کو کسی نے ابھی تک شاباش کے دو لفظ بھی نہیں کہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ جو کام کرنے والا element ہے، جس ایک چھوٹی سی فورس نے اپنی performance show کی ہے اس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے اور اس کی effectiveness کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ community policing ہے، وہاں مقامی ریکروٹمنٹ ہوتی ہے، مقامی قبیلے کے لوگ اپنے اپنے علاقے میں پولیس پٹرولنگ کرتے ہیں اور جب کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو سب کو پتا ہوتا ہے کہ فلاں آدمی اس جرم میں ملوث ہے اور اس کو آرام سے پکڑ لیا جاتا ہے لیکن جب ہم یہاں پر پنجاب پولیس کا دائرہ اختیار دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کہیں کا رہنے والا ہو گا، اس کا کہیں پر تبادلہ ہو گا، وہ ان لوگوں کو جانتا ہو گا، اس کو یہ پتا ہو گا کہ اس علاقہ میں کون سے لوگ شریف ہیں، کون سے لوگ ایسے ہیں جن کے کردار ذرا زیادہ شریف نہیں ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ ہم اپنی law and order اور پولیس کی situation کو reassess کرکے اپنی پالیسی کو مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر بنائیں تاکہ community policing کا element سامنے آئے اس سے جرائم پر قابو پانے میں بہت زیادہ مدد ملے گی۔ میری ایک دفعہ پھر یہ گزارش ہو گی کہ بارڈر ملٹری پولیس کی طرز پر community policing کا نظام وضع کیا جائے۔ میں آپ کے توسط سے وزیراعلیٰ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ کسی ایک ضلع میں، کسی ایک تحصیل میں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو وزیراعلیٰ صاحب سے ٹائم لے دیتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ ان سے دس منٹ کے لئے میٹنگ کر لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: حاضر جناب!۔۔۔ وہ بھی کر لیں گے۔ ہماری یہ cut motion policy کی disapproval ہے کیونکہ اس وقت ہمارے پاس جو نظام چل رہا ہے It has failed to deliver. ہمیں ایک alternate پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی۔ آپ سوچ لیں کن صاحب نے بولنا ہے؟

مخدوم محمد ارتضیٰ: جناب والا! یہ تو آپ نے decide کرنا ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے نام دیئے ہوئے ہیں، آپ کا بھی اس میں نام ہے، فیصلہ تو آپ نے آپس میں کرنا ہے، جلدی کریں، جس صاحب نے بھی بولنا ہے بولیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! ہماری cut motion کا مقصد یہی باور کروانا ہے۔

جناب سپیکر: جس cut motion پر آپ بولنا چاہتے ہیں اس کا نمبر بتائیں؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! یہ پولیس کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس کا PC نمبر بولیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! اس کا PC-21013 ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! پولیس کے بجٹ میں اس سال ایک ارب روپے کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ پولیس کی کارکردگی کو بہتر کیا جا سکے۔ یقیناً حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے صوبے کے امن وامان کو بہتر سے بہتر کرے تاکہ عوام کو سستا انصاف مل سکے اور عوام کے مسائل حل ہو سکیں۔ جمہوری حکومت کا یہی فرض ہے لیکن اگر ہم گزشتہ ایک سال کے دوران ان کی کارکردگی دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ یہاں پر جرائم کی شرح دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور پولیس کی کارکردگی اتنی اعلیٰ نہیں رہی جتنی کہ پولیس کی تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں۔ ان کے لئے weapons بھی لائے گئے اس کے باوجود یہاں پر اغواء برائے ڈکیتی کی وارداتیں، قتل کی وارداتیں اور خاص طور پر دہشت گردی کی وارداتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اسی سال کے اندر اس صوبے میں جو وارداتیں ہوئیں ان کا بھی خصوصی طور پر جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے Prosecution Department میں پراسیکیوٹر جنرل کی پوسٹ ابھی تک خالی ہے، جس شخص نے ان جرائم پیشہ لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے وہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ وہ دہشت گرد جو پکڑے گئے ان کے ابھی تک trial بھی مکمل نہیں ہو سکے۔ لاہور میں جی پی او پر دہشت گردی کا جو واقعہ ہوا تھا اس کا بھی ابھی تک trial نہیں ہو سکا۔ میری اس میں یہی گزارش ہے کہ اس سلسلے کو بہتر کرنے کے لئے پولیس کی مد میں جو اضافہ کیا گیا ہے اس پر cut لگایا جائے تاکہ پولیس اپنی کارکردگی کو بہتر کر سکے اور مزے کی بات یہ ہے کہ موجودہ حکومت جب برسر اقتدار آئی تو ایک خصوصی رپورٹ میں کچھ ڈی ایس پی حضرات اور دوسرے پولیس افسران کی

نشاندہی کی گئی کہ یہ لوگ کرپٹ ہیں ان کی کارکردگی بہتر نہیں ہے لہذا ان کی posting نہ کی گئی لیکن تین سال کے عرصہ کے بعد ان کی نہ صرف posting کر دی گئی بلکہ ان کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی بھی نہ کی گئی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اگر واقعی وہ کرپٹ تھے، ان کی کارکردگی صحیح نہیں تھی تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی اور ان black sheeps کو ملازمتوں سے برخاست کیا جاتا، ان کو تنخواہیں دی جاتی رہیں صرف posting نہ کی گئی۔ اب ان کی مختلف اسامیوں پر سفارش کی بنیاد پر posting بھی کر دی گئی ہے۔ دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارے قول و فعل میں تضاد ہے، ہم عوامی رد عمل دکھانے کے لئے کچھ ایسا کردار ضرور ادا کرتے ہیں جس سے یہ پتا چلے کہ ہم بڑے ہی عوام کے ہمدرد ہیں اور پولیس کے حوالے سے ہم کام کر رہے ہیں، ہم بڑی محنت کر رہے ہیں اور عوام کے مسائل حل کر رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ ہم انہی معاملات کو جن کو ہم نعرے کے طور پر بلند کرتے ہیں انہی پر پردہ ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ یہی میری گزارش ہوگی کہ آج کے اس ماحول میں جہاں دہشت گردی نے ہمیں گھیر لیا ہوا ہے اس پر خصوصی توجہ دینا ہوگی۔ خالی اسامیوں کو بھی پُر کرنا چاہئے، پولیس کے معاملات کو درست کرنا چاہئے اور Police Patrolling کی جو facilities ہیں وہ ان کو دی جائیں تاکہ پولیس کے حوالے سے ہمارے معاملات بہتر ہوں۔ ہماری جمہوری حکومت پولیس کے حوالے سے بہتر کارکردگی دکھا سکے، اس سے اپوزیشن اور حکومت دونوں کو فائدہ ہے۔ اس سلسلے میں خفیہ اداروں کی رپورٹوں کو بھی مدنظر رکھا جانا چاہئے۔ سیاسی احکامات نہیں بلکہ ایسے انتظامی احکامات جاری ہونے چاہئیں جس سے پولیس کی کارکردگی بہتر ہو سکے اور اس بات کا احساس ہو سکے کہ پچھلے سال حکومت پنجاب نے پولیس کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لئے ان کی تنخواہوں میں، مراعات میں جو اضافہ کیا تھا اس سے صوبہ کی عوام کو فائدہ ہوا ہے۔ میری یہی گزارش ہے کہ ہم نے یہ کٹوتی کی جو تحریک پیش کی ہے اس میں ایک روپیہ کم کر کے اسے منظور فرمایا جائے تاکہ پولیس کی کارکردگی جو پچھلے ایک سال میں رہی ہے اس پر عوام کی توجہ دلا سکیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ مخدوم محمد ارتضیٰ صاحب!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! میں نے بھی اس پر گزارش کرنی تھی۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات آپس میں کر لیں، مجھے اس بارے میں پریشان نہ کریں۔ مخدوم صاحب! فرمائیں۔

مخدوم محمد ارتضیٰ: جناب والا! نمبر بولوں؟

جناب سپیکر: نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے، وہ پہلے پڑھ دیا ہے۔ آپ اپنی بات کریں۔

مخدوم محمد ارتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں اپنی بات کا آغاز ایک ایسی چیز سے کرنا چاہ رہا ہوں جو شاید میرے treasury benches والے دوستوں کو پسند نہ آئے۔ میں ایک واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ جب چودھری پرویز الٰہی صاحب وزیر اعلیٰ بنے تھے تو انہوں نے پولیس لائن میں جو پہلا function attend کیا تھا اس میں انہوں نے اپنی تقریر کا جو آغاز کیا تھا وہ ایک بڑی خوبصورت بات سے کیا تھا، انہوں نے اپنی اس تقریر میں کہا تھا کہ مجھے آپ تمام پولیس والوں سے بہت زیادہ دلی ہمدردی ہے، لا محالہ لوگوں میں ایک تشویش آئی کہ پولیس کے ساتھ اس ملک میں کس کو ہمدردی بھی ہو سکتی ہے؟ چودھری صاحب نے آگے وضاحت کی کہ مجھے آپ کے ساتھ اس لئے ہمدردی ہے کیونکہ آپ کی معاشرے میں کوئی عزت نہیں۔ آپ کی معاشرے میں اس لئے عزت نہیں کہ آپ کسی اور کی عزت نہیں کرتے۔ گزارش یہ ہے کہ جو نکتہ کل میں نے اپنی تقریر میں اٹھایا تھا تو اس کو میں تھوڑا سا expand کرنا چاہ رہا ہوں۔ آپ ہر سال پولیس کے لئے allocation بڑھاتے جا رہے ہیں اور آپ کا زیادہ تر focus اس بات پر ہے کہ ہمارے ملک میں جو اس وقت law and order کی situation ہے اس کے پیش نظر پیسے کی ضرورت ہے۔ ہم اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ پیسے کی ضرورت ہے مگر آپ کا یہ فرض بنتا ہے کہ پولیس کا عام شہری کے ساتھ جو روّیہ ہے وہ بھی درست ہو، آپ اس بات پر بھی نظر رکھیں کہ وہاں پر ہو کیا رہا ہے؟ آپ سب وہ حضرات بیٹھے ہیں جو الیکشن لڑ کر آئے ہیں، آپ کا تھانے چوکی کے ساتھ روز کا واسطہ پڑتا ہے۔ آپ اس کا procedure دیکھ لیں کوئی ایف آئی آر genuine ہو تو وہ موقع پر رجسٹرڈ نہیں ہوتی، جھوٹی ایف آئی آر دو منٹ میں رجسٹرڈ ہو جاتی ہے اور 90 فیصد مدعی جھوٹے ہوتے ہیں۔ محض ایک ایف آئی آر درج ہونے پر لوگوں کو گرفتار کر لیا جاتا ہے جو کہ totally غلط ہے، جب تک ضمنی میں اس کا نام نہ آئے اس وقت تک اس کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ پولیس کا attitude کسی طریقے سے درست نہیں رہا، وہ اس معاملے میں totally fail ہو چکے ہیں، آپ میرے ڈسٹرکٹ کو دیکھ لیں ہماری خوش قسمتی یا بد قسمتی سمجھ لیں کہ ہم تین صوبوں کا سنگم ہیں۔ بلوچستان، پنجاب اور سندھ ہمارے ہاں جو ڈکیتی کی واردات ہوتی ہے چاہے وہ موٹر سائیکل کی ہو تو موٹر سائیکل بلوچستان پہنچ جاتا ہے اگر اغواء برائے تاوان کا مسئلہ ہو تو وہ بھی فوراً بلوچستان پہنچ جاتا ہے، ابھی تک اس چیز کو کنٹرول کرنے کے لئے ہمارے ڈسٹرکٹ میں پولیس کی طرف سے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں کئے گئے۔ ایک اور trend جو شاید آپ لوگوں نے بھی محسوس کیا ہو، آج کل جو آدمی اپنی

جھوٹی ایف آئی آر درج کروانا چاہے وہ سیدھا ڈی پی او کے پاس جا کر رونا دھونا شروع کر دیتا ہے اور ڈی پی او اس پر پرچے کا آرڈر دے دیتا ہے۔ایک ڈی پی او کو کوئی حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ محض کسی ایک کی بات سنے اور دوسرے کو سنے بغیر ایس ایچ او کو آرڈر کر دے کہ تم اس پر پرچہ درج کر دو، بغیر تحقیق کئے یا بغیر یہ پوچھے کہ دوسری پارٹی کا کیا مؤقف ہے۔یہ کام تو عدالتیں بھی نہیں کرتیں، عدالت بھی ایس ایچ او کو یہی کہتی ہے کہ دوسری پارٹی کے facts کو ascertain کرو اور اگر پرچہ بنتا ہے تو دو ورنہ نہ دو لیکن اس وقت ہمارے اضلاع میں DPOs ناخدا بن کر پرچوں کے آرڈر دیئے جا رہے ہیں یہ کوئی طریقہ نہیں ہے اور ان کا جو basic function ہے اس سے utterly fail ہو چکے ہیں۔میں خود اس بات کا گواہ ہوں کہ دو پارٹیوں میں لڑائی ہو اور ایس ایچ او ایک پارٹی پر pressure ڈالے کہ تم دوسری پارٹی سے معافی مانگو اور جب وہ معافی مانگنے سے انکار کرے تو ایس ایچ او اس پر ڈکیتی کا پرچہ دے دے۔ یہ جو statistics ہیں جن کے تحت اتنا شور اٹھتا ہے کہ پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی اتنی بُری صورتحال پیدا ہو گئی ہے، اتنی ڈکیتیاں ہو رہی ہیں، اتنی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ہمارے پولیس والے چاہے وہ SHOs ہوں یا اس طرح کے DPOs ہوں یہ خود statistics create کر رہے ہیں۔آپ نے تو ہر ضلع میں جا کر نہیں دیکھا کہ یہ ڈکیتی ہوئی ہے یا نہیں ہوئی۔جب پولیس والے غصے میں آکر ڈی پی او اور ایس ایچ او کے کہنے پر خود جھوٹے پرچے درج کریں گے تو اس کا بُرا اثر ہم سب پر پڑتا ہے اور آپ حکومتی بنچوں پر ہیں اس لئے آپ پر زیادہ اثر پڑتا ہے کہ آپ کی حکومت ہے اور آپ کی حکومت میں statistics کہیں گے کہ اتنی زیادہ ڈکیتیاں ہو گئی ہیں اور یہ کوئی ثابت نہیں کر سکے گا کہ ڈکیتی اصل تھی یا ڈی پی او صاحب کے کہنے پر پرچہ درج ہو گیا ہے۔گزارش یہ ہے کہ ایک محکمہ جو اپنے basic functions کی ادائیگی میں consistently fail ہو رہا ہے میرے خیال میں اسے مزید پیسا دینا بالکل جائز نہیں بنتا لہذا میری گزارش ہے کہ ان کی اس ناقص کارکردگی کو دیکھتے ہوئے اسے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان کی پولیس نے وہاڑی میں ڈیرے جمائے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: اس وقت cut motions پر بات ہو رہی ہے۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! چونکہ وزیراعلیٰ صاحب تشریف فرما ہیں اس لئے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر (شہید) کے چھوٹے بھائی کے خلاف بلوچستان میں

ڈکیتی کا ایک جھوٹا مقدمہ درج کیا گیا ہے شاید وہ کبھی بلوچستان گئے بھی نہ ہوں۔ اس کے محرک ڈی آئی جی (آپریشن) لاہور غلام محمد ڈوگر ہیں ان کا وہاں پر مٹھو ڈوگر کے بھائیوں کے ساتھ dispute ہے اس لئے ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ درج کیا گیا ہے اور بلوچستان پولیس نے وہاں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ وہ یہاں کس ضمن میں آئے ہوئے ہیں؟ یہ موجودہ حکومت اور آئی جی صاحب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ کیا وہ ان سے approval لے کر وہاں آئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، انہوں نے note کر لیا ہے۔ اب آپ cut motion پر بات کرنے دیں۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! جب قانون کے محافظ اس طرح کے جھوٹے مقدمے درج کرائیں گے تو عام لوگ کہاں جائیں گے؟

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی، تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں PC-21013 محکمہ پولیس کی اس ڈیمانڈ کی مخالفت کرتی ہوں، اگر ملکی جائزہ لیں تو دیگر صوبوں کی نسبت پنجاب میں شرح جرائم زیاد ہوئے ہیں۔ پنجاب میں خواتین کے خلاف جرائم پانچ سو فیصد زیادہ ہیں، عزت کے نام پر قتل، زیادتی، گھریلو تشدد کے واقعات میں ہر سال خوفناک اضافہ ہو رہا ہے۔ عزت کے نام پر قتل، زیادتی، اجتماعی زیادتی، ونی، گھریلو تشدد، ہراساں، جلائے جانے جیسے جرائم میں پنجاب سرفہرست ہے۔ خواتین کے خلاف جرائم میں خوفناک اضافے کے حوالے سے ایک رپورٹ بھی شائع ہوئی ہے اس میں یہ بتایا گیا کہ 2009 میں پنجاب میں خواتین کے خلاف 6995 جرائم ہوئے ہیں جبکہ دیگر صوبوں میں ان سے کم ہوئے ہیں۔ ان بنیادوں کی وجہ سے اس ڈیمانڈ کو رد کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! اپوزیشن کے معزز ممبران نے اس کٹوتی کی تحریک کے حق میں دلائل دیتے ہوئے جن قیمتی خیالات کا اظہار کیا ہے میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم ان کی ہر بات سے رہنمائی لینے اور پولیس کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے کوشش کریں گے اور انہوں نے جو facts and figures پیش کئے مثال کے طور پر انہوں نے یہ کہا کہ پولیس کا یہ عالم ہے کہ لوگ ڈاکوؤں سے کم اور پولیس سے زیادہ ڈرتے ہیں اور ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ پولیس والوں سے ادنیٰ غلامان مصر کی طرح کام لیا جاتا ہے۔ یعنی وہ ایک طرف ادنیٰ غلامان مصر ہیں اور

دوسری طرف ان کا یہ چہرہ ہے کہ ان سے دنیا ڈرتی ہے، facts and figures پیش کئے گئے کہ اتنے ہزار مقدمات درج ہوئے، جو انہوں نے figures پیش کئے ہیں وہ recorded figures ہیں اور ساتھ یہ گلہ بھی کیا کہ لوگوں نے تھانے جانا اور اپنے مقدمات رپورٹ کرانا چھوڑ دیا ہے۔بنیادی طور پر جو چار points ہیں میں اس حوالے سے معزز ممبران کی خدمت میں صرف facts and figures رکھنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! بات یہ کی جاتی ہے کہ پولیس کا بجٹ بہت زیادہ بڑھا دیا گیا ہے اور پولیس کی تنخواہوں میں بہت زیادہ اضافہ کیا جا رہا ہے۔اس وقت بھی ایک کانسٹیبل -/16850 روپے ماہانہ تنخواہ لے رہا ہے۔آج کی مہنگائی کے اس زمانے میں جب ایک عام مزدور آٹھ سے دس گھنٹے کام کر کے کم از کم اڑھائی تین سو روپے دہاڑی لیتا ہے اور یہ کانسٹیبل جس کی 24 گھنٹے ڈیوٹی ہے اور جسے چھٹی صرف بیماری کی صورت میں ملتی ہے اسے مہینے کے صرف -/16850 روپے دیئے جاتے ہیں۔اب اس سے کوئی اندازہ لگا لے کہ یہ کتنی بڑی تنخواہ ہے جس کے متعلق خواہ مخواہ ایک پراپیگنڈہ مہم چلائی جاتی ہے کہ تنخواہیں دو یا تین گنا کر دی ہیں۔وزیر اعلیٰ پنجاب، خادم اعلیٰ پنجاب کا یہ vision تھا اور وہ اس کے مطابق ان لوگوں کی تنخواہ اس level پر لے کر آئے کہ ایک آدمی کی دو وقت کی روٹی اور اس کے بچوں کا گزارہ ہو سکے ورنہ یہاں صوبہ میں جس قسم کے terrorism اور جس قسم کے حالات درپیش ہیں ان کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ پولیس فورس کے ایک بندے نے بھی اپنی ڈیوٹی سے انحراف نہیں کیا۔اگر ایک جگہ پر خودکش حملہ ہوا اور وہاں پر پولیس کانسٹیبل یا پولیس آفیسر شہید ہوئے تو اس کے فوراً بعد وہیں پر دوبارہ پولیس کے جوان اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔(نعرہ ہائے تحسین)

یہ محض پراپیگنڈہ ہے۔تنخواہوں میں جو اضافہ کیا گیا وہ موجودہ حالات کے مطابق کیا گیا اور آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ تنخواہ میں یہ اضافہ کوئی اتنا زیادہ نہیں ہے بلکہ اگر آپ عصر حاضر کے حالات دیکھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کم ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت پولیس کی strength ایک لاکھ 77 ہزار 492 ہے اور یہ دنیا کی دوسری بڑی پولیس فورس ہے اور اس سال اس میں 7462 ملازمین کا اضافہ کیا گیا ہے ۔جس بجٹ کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ بجٹ میں زیادہ پیسے دے دیئے گئے ہیں اور انہیں بہت زیادہ lavishly oblige کیا گیا ہے۔اس ٹوٹل بجٹ کا 84.86 فیصد یعنی تقریباً 85 فیصد صرف اور صرف تنخواہوں میں جاتا ہے۔اس کے علاوہ تقریباً 7.5 فیصد POL charges کی مد میں جاتا ہے۔ٹیلیفون اور دوسرے charges کی مد میں

تقریباً4 فیصد جاتا ہے اور یہ تقریباً95 فیصد بنتا ہے۔5 فیصد یعنی400 یا500 ملین روپے اتنی بڑی force جو کہ پونے دولاکھ افراد پر مشتمل ہے پر خرچ ہوتے ہیں۔اس میں ان کو نئے weapons،گاڑیاں اور دوسرے سامان کی ضرورت ہوتی ہے یا نئے innovations پر کام کرنا ہوتا ہے تو اس کے لئے 400/500 ملین روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے موجودہ حالات میں یہ رقم کم تو ہے لیکن زیادہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر!یہ کہا گیا کہ چونکہ پولیس کی کوئی performance نہیں ہے اس لئے اس grant or demand کو مسترد کر دیا جائے۔ میں اس سلسلے میں بالکل الفاظ کا سہارا نہیں لوں گا بلکہ میں چند bare facts اس معزز ایوان کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔یکم جولائی 2010 سے لے کر 30۔ مئی 2011 تک تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ بنتا ہے۔ جس کے دوران پنجاب میں انیس دہشت گردی کے واقعات ہوئے ہیں۔ دہشت گردی کے ان واقعات میں نو پولیس آفیسر اور ایک سو ستتر سویلین شہید ہوئے جبکہ 29 پولیس آفیسر اور سات سو چون سویلین زخمی ہوئے ہیں۔ میں on the floor of the House یہ کہوں گا کہ یہ تمام facts & figures میں پورے یقین اور verification کے بعد ایوان میں پیش کر رہا ہوں۔ جب آئی جی پولیس نے مجھے یہ figures دیئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ ان کو re-verify کریں۔ میں آج میڈیا اور اپوزیشن کے معزز ممبران کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہ یہ figures نوٹ فرمائیں اور اگر ان میں کوئی کمی بیشی ہو تو We will be held responsible ان انیس دہشت گردی کے واقعات میں سے بارہ cases workout ہوئے اور 72 دہشت گردوں کو گرفتار کیا گیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میں معزز ایوان کے ممبران اور میڈیا سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ figures نوٹ فرمائیں۔ میں یکم جولائی 2010 سے 30۔ مئی 2011 تک کی بات کر رہا ہوں کہ اس عرصہ کے دوران 96,924 اشتہاری ملزمان کو گرفتار کیا گیا۔ان میں سے انسٹھ وہ لوگ ہیں کہ جن کی head money مقرر کی گئی تھی۔ سر کی قیمت معاشرے کے ان ناسوروں کی مقرر کی جاتی ہے کہ جنہوں نے لوگوں کا جینا محال کیا ہوا ہو اور اس میں باقاعدہ court proceedings involve ہوتی ہیں اس لئے ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی کی اپنے طور پر head money مقرر کر دی جائے۔

جناب سپیکر!یہاں پر بہت واویلا کیا جا رہا ہے کہ fake police encounters بہت ہو رہے ہیں۔ میں اس میں کوئی argument پیش نہیں کروں گا لیکن اس حوالے سے facts اس معزز

ایوان اور میڈیا کے سامنے ضرور رکھوں گا۔کیا یہ facts اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ یہ یک طرفہ propagation ہے؟ہاں،غلطی یا تجاوز کی گنجائش ہر جگہ اور ہر محکمہ میں موجود ہے۔اگر محکمہ پولیس میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہیں تو ان کے لئے جزاو سزا کا نظام بھی موجود ہے۔اس حوالے سے میں بعد میں عرض کروں گا کہ موجودہ حکومت اور وزیراعلیٰ پنجاب نے محکمہ پولیس میں کس طرح جزاو سزا کے نظام کو مؤثر بنایا ہے۔

جناب سپیکر!یکم جولائی 2010 سے 30۔مئی 2011 تک 262 encounters ہوئے اور ان encounters میں 30 پولیس آفیسر شہید جبکہ 66 زخمی ہوئے ہیں۔اس میں ایک سو پنتالیس criminals مفرور ملزمان ہلاک ہوئے جبکہ 319 ملزمان کو گرفتار کیا گیا۔یہ کہنا کہ صرف ان لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے encounters کئے جاتے ہیں صحیح نہیں ہے۔یہ figure اس figure سے double ہے بلکہ tripple ہے کہ جن لوگوں کو گرفتار کر کے ان کو انصاف کے کٹہرے میں لایا گیا ہے۔

جناب سپیکر!پولیس میں جزاو سزا کے عمل کو موجودہ حکومت نے کس طرح سے مؤثر بنایا ہے اب میں اس بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔پولیس فورس کی کل تعداد ایک لاکھ 77 ہزار ہے اور اسی period میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں 59473 پولیس کے لوگوں کو سزا دی گئی ہے۔اس حوالے سے جو بھی معاملات پائے گئے ان کے متعلق departmental inquiries ہوئیں اور ان inquiries پر ان لوگوں کو سزائیں دی گئیں۔میں یہ بات پورے دعوے سے کہتا ہوں کہ نہ صرف پنجاب، پاکستان بلکہ پورے برصغیر میں کوئی ایسا محکمہ نہیں ہے کہ جس کے ملازمین کی تعداد پونے دو لاکھ ہو اور اس میں سزا اور جزا کا عمل اتنا کڑا ہو کہ تقریباً 60 ہزار لوگوں کو سزا دی جائے اور اس میں سے 11233 ایسے لوگ ہیں کہ جن کو Major plenty دی گئی ہے۔Major plenty میں dismissal, compulsory retirement and forfeiture approved service and reduction in rank شامل ہے۔

جناب سپیکر!یہ facts & figures ہیں کہ جن کو میں نے معزز ایوان کے سامنے رکھا ہے اور میں نے اس میں اپنے پاس سے کسی قسم کی کوئی لفاظی یا بات نہیں کی ہے۔یہ سب bare facts ہیں۔یہ معزز ایوان اس بات کا شاہد ہے اور معزز میڈیا اس کو سُن رہا ہے۔یہ میرے ان facts & figures کو verify کریں،اگر یہ facts verify ہوں تو میں یہ نہیں کہتا کہ آپ یہ کہیں کہ گلاس بھرا ہوا ہے لیکن آپ یہ دیکھیں کہ گلاس آدھا بھرا ہوا ہے۔آپ صرف اس کی طرف نہ دیکھیں کہ یہ آدھا

خالی ہے۔ ہمیں ایک positive approach کے ساتھ ان حالات کو ٹھیک کرنے کے لئے آگے بڑھنا ہوگا۔ان حالات کو یہاں تک پہنچانے میں کسی کا ہاتھ نہیں ہے ماسوائے ان ڈکٹیٹروں اور آمروں کے جنہوں نے اپنی dictatorship قائم رکھنے اور اس قوم پر مسلط رہنے کے عرصہ کو دراز کرنے کے لئے غیر ملکی آقاؤں کے سامنے تو ناک رگڑی لیکن اس ملک میں ایسی پالیسی اپنائی کہ یہ ملک دہشت گردی کی دلدل میں پھنس گیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہ facts بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کہ آرے بازار میں دہشت گردی کا واقعہ ہوا جس میں 20 ملازمین شہید اور 38 زخمی ہوئے اور اس میں ایک دہشت گرد عمر عدیل گرفتار ہوا۔عدالت نے اسے اس کیس میں 20 مرتبہ سزائے موت اور 77 لاکھ روپے جرمانہ کیا۔واہ کینٹ میں جو واقعہ ہوا اس میں حمید اللہ نامی آدمی گرفتار ہوا اور اسے بھی موت کی سزا ہوئی۔اسی طرح acid throwing کے cases ہیں۔تھانہ رائے ونڈ میں ایک مقدمہ نمبر 254/2009 اور قصور میں ایک مقدمہ میں ملزمان کو عمر قید کی سزا ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ figures بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کہ اسی عرصے کے دوران تقریباً 400 مقدمات ایسے ہیں کہ جن میں ملزمان کو سزائے موت ہونے کے بعد اُن کی اپیلیں سپریم کورٹ سے خارج ہو چکی ہیں لیکن کسی ایک ملزم کی بھی execution نہیں ہوئی۔آخر ان حالات میں جن لوگوں کے خلاف ٹرائیل کورٹ سے مقدمہ ثابت ہو گیا، ہائی کورٹ سے ثابت ہو گیا اور سپریم کورٹ سے ثابت ہو گیا تو ایسے مجرم جن کا جرم انتہائی ہولناک اور خوفناک ہے اُن مجرموں کو ایوان صدر سے کیوں stay grant کیا گیا ہے؟ وہ مجرم عبرت کا نشان بننے کی بجائے جیلوں میں بیٹھے ہیں اور اُن کو اُن کی سزا نہیں دی جا رہی۔

جناب سپیکر! میں یہ facts بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کہ جنوری 2010 سے 31۔مئی 2011 تک دہشت گردی کی عدالتوں میں ایک ہزار 18 مقدمات کا ٹرائیل ہوا اِن میں سے کچھ مقدمات کا compromise ہوا، 501 مقدمات کا فیصلہ ہوا اور ان 501 مقدمات میں سے 347 مقدمات میں سزا ہوئی اور 237 دہشتگردوں کو ان مقدمات میں سزائے موت اور 295 دہشتگردوں کو عمر قید کی سزا سنائی گئی اس طرح سے سزا کی شرح 69 فیصد بنتی ہے۔میں اسی طرح سے یہ facts بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کہ اسی عرصہ کے دوران دوسری عدالتوں میں 41 ہزار مقدمات کا فیصلہ

ہوا جن میں 37ہزار مقدمات میں سزائیں ہوئیں جبکہ 6ہزار مقدمات بری ہوئے اور اس طرح سے اُس کی شرح 85فیصد بنتی ہے۔

جناب سپیکر! یہ facts and figures اس معزز ایوان اور معزز میڈیا کے سامنے رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ یا جرم ہوتا ہے تو اُس کی خبر کو گھنٹوں نہیں بلکہ دنوں چلایا جاتا ہے لیکن جب اُس مجرم کے خلاف سزا اور جزا کا عمل ہوتا ہے تو اُس کو وہ space نہیں دی جاتی جس سے میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو بہتر طور پر آگاہی نہیں ہوتی اور دوسرا اس سے نہ صرف عوام میں مایوسی پھیلتی ہے بلکہ crime fighting کی spirit میں خلل آتا ہے اس لئے میں یہ facts and figures آپ کے سامنے رکھ کر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور موجودہ حکومت کی طرف سے اس معزز ایوان کو بھرپور یقین دہانی کراتا ہوں کہ یہ حکومت اس صوبہ کے لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کے لئے تمام تر وسائل کو بھی بروئے کار لائے گی اور تمام تر کوششوں کو بھی بروئے کار لائے گی اور اس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جائے گا اور پولیس فورس کو ایک ایسی فورس کے طور پر منظم کیا جائے گا۔ عقل کے اندھے کئی لوگوں کو یہ سمجھ نہیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے چیف آف آرمی سٹاف سے بات کر کے اُن کو اس بات پر راضی کیا اور پولیس کو باقاعدہ ایک commando stage پر ٹریننگ کرائی جا رہی ہے تاکہ وہ crime fighting میں بہتر سے بہتر role ادا کر سکیں جبکہ کئی عقل کے اندھے ان باتوں کو کسی اور رنگ سے دیکھتے ہیں۔ بہر حال اس پولیس فورس کو انشاء اللہ تعالیٰ ایک ایسی فورس کے طور پر منظم کیا جا رہا ہے جو اس ملک کے عوام کے جان و مال کی بہتر طور پر حفاظت کر سکے۔ ہم موجودہ وسائل میں سے ان کو بہت کم حصہ دے سکے ہیں لیکن ہماری ہمیشہ یہ کوشش رہے گی کہ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کے لئے زیادہ سے زیادہ وسائل مختص کئے جائیں اس لئے آپ سے اور اس معزز ایوان سے میری یہ استدعا ہے کہ اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد کیا جائے۔

(اذانِ ظہر)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! لاء منسٹر کی طرف سے یہ اعداد و شمار دینے کے بعد مجھ پر یہ انکشاف ہوا ہے کہ پنجاب امن کا گہوارہ ہے اور یہاں پر ہر طرف چین کی بانسری بجائی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ چودھری صاحب! ویسے آپ کو شاباش دینی چاہئے تھی اور آپ ایسے بات نہ کیا کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ:

"52۔ ارب 11 کروڑ 67 لاکھ 85 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر PC-21013 "پولیس" کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 52۔ ارب 11 کروڑ 67 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

MR SPEAKER: Leader of the House.

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! شکریہ۔ میں آپ کی اجازت سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے جو کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی اس پر بے شمار معزز ممبران نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میں نے اور میری پارٹی کے ممبران نے ان کی تمام باتوں کو انتہائی غور سے سنا۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ ان کی جو رائے اور تجاویز ہیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کو پورے صدق دل کے ساتھ جہاں جہاں ان پر عمل کر سکے صوبہ میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے کریں گے کیونکہ اس ساری بحث کا یہی مقصد ہے کہ ایک ایک پائی جو عوام کی جان و مال کی حفاظت کے لئے استعمال کی جا رہی ہے اس کا عوام کو بھرپور فائدہ پہنچنا چاہئے۔ میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان یا صوبہ پنجاب امن کا گہوارہ ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقائق کے خلاف بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عوام کی جان و مال کی حفاظت کے لئے ہم جتنی بھی کوشش کریں وہ کم ہے۔ میں کسی ایک فرد کو یا کسی ایک عرصے یا era پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا لیکن اگر اس معزز ایوان میں یہ کہا جائے کہ اس دور میں آفیسرز کو اوایس ڈی بنایا گیا یا ان کو فیلڈ سے ہٹایا گیا تو اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ بدقسمتی سے وہ بدترین قسم کے آفیسرز تھے، وہ چاہے بڑے آفیسرز تھے یا چھوٹے آفیسرز تھے ان کو ہٹایا گیا تھا۔ اس ایوان میں یہ کہا گیا کہ میں نے یا میری حکومت نے ان کو دوبارہ field posting دے دی ہے تو یہ حقائق کے خلاف ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو field posting نہیں دی گئی۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میرے پچھلے دور میں جن بدترین راشی آفیسرز کو اوایس ڈی بنایا گیا تھا اس

دور میں چن چن کر ان کو نہ صرف فیلڈ میں اعلیٰ posts دی گئیں بلکہ ان کو ترقیاں بھی دی گئیں اور ایک dacoit in uniform کو فیصل آباد میں اعلیٰ ترین post دی گئی۔ اسی کے نتیجے میں ایک بڑا اندوہناک اور افسوسناک واقعہ ایک بچی کے rape کے حوالے سے فیصل آباد میں ہوا تھا۔ وہ دلخراش واقعہ پوری دنیا کو آج بھی یاد ہے، وہ واقعہ اس لئے ہوا کہ اس شخص کو ہمارے دور میں اوایس ڈی بنایا گیا بعد میں اس کو ترقی دی گئی اور field میں اعلیٰ ترین job دی گئی بلکہ اس زمانے میں ایک ریٹائرڈ پولیس آفیسر کو دوبارہ کنٹریکٹ پر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ڈی پی او بنایا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعات ان کا تسلسل ہیں۔ میں یہاں پر کسی point scoring میں نہیں جانا چاہتا صرف آپ کو اور اس معزز ایوان کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اچھائیوں کو میں نہیں گنتا لیکن جو خرابیاں ہیں ان کی طرف میں مزید توجہ دوں گا۔ یہ ڈکیتیاں اور چوریاں بند ہونی چاہئیں۔ اس پر بھرپور گرفت کرنی چاہئے۔ میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر میرے ایک انتہائی معزز ممبر پنجاب اسمبلی نے فرمایا کہ شاید پچھلے تین سالوں میں اچھے پولیس کے سپہ سالار نہیں لائے گئے۔ اس صوبہ میں تین سپہ سالار آچکے ہیں۔ میں یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر بلا خوف وتردید کہنا چاہتا ہوں کہ یہ تینوں سپہ سالار انتہائی ایماندار آفیسر تھے۔ آج بھی صوبہ کا جو سپہ سالار ہے وہ انتہائی professional اور ایماندار آفیسر ہے مگر خرابی کینسر کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں پر پنجاب میں چوریاں اور ڈکیتیاں بند کرنے کی بات کی گئی اور پنجاب کی مثالیں دی گئیں اخبارات کے تراشوں کا حوالہ دیا گیا۔ میرے لئے اخبارات کے تراشے انتہائی اہم ہیں، میڈیا ہماری رہنمائی کرتا ہے لیکن خدارا اس بات کا بھی آپ فیصلہ فرمائیں کہ جہاں پر 75۔ارب روپے کا ڈاکا ایک بنک میں پڑ جائے، جہاں پر N.I.C.L کے اندر 6۔ارب روپے کا ڈاکا پڑ جائے تو وہاں پر چوریاں ڈکیتیاں نہیں ہوں گی تو پھر کیا ہوگا؟ کیا خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ نہیں پکڑتا لیکن میں اس کا قائل نہیں ہوں، نہ صرف وہ 75۔ارب روپے کا ڈاکا، نہ صرف وہ N.I.C.L کا ڈاکا، نہ صرف اور قسم کے ڈاکے بلکہ ہر قسم کی چوری اور ڈکیتی بند کرنے کے لئے اس ملک میں اس صوبہ کے لئے ہم انشاء اللہ اپنی جان ومال اور ہر چیز لگا دیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اب نماز ظہر کے لئے آدھ گھنٹہ کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز ظہر کے لئے اجلاس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 2 بج کر 2 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی،وزیر خزانہ صاحب!اگر میری بات سن رہے ہیں تو ایوان میں تشریف لے آئیں۔ وزیر خزانہ صاحب مطالبہ زر نمبرPC-21016خدمت صحت پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21016

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو26۔ارب40کروڑ28لاکھ79ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمت "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو26۔ارب40کروڑ28لاکھ79ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمت "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

اس میں کٹوتی کی تحریک ان معزز ممبران کی طرف سے پیش کی گئی ہے:

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، جناب شاہان ملک، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا، جناب قاسم ضیاء، سید حسن مرتضیٰ، حاجی محمد اسحاق، محترمہ نیلم جبار چودھری، چودھری محمد طارق گجر، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب تنویر اشرف کائرہ، جناب آصف بشیر بھاگٹ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب تنویر الاسلام، جناب فاروق یوسف گھرکی، جناب شاہجہان احمد بھٹی، رائے محمد اسلم خان، سردار محمد حسین ڈوگر، جناب امجد علی میئو، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، ملک محمد عامر ڈوگر، سید ناظم حسین شاہ، جناب احمد حسین ڈیہر، ڈاکٹر محمد اختر ملک، سید احمد مجتبیٰ گیلانی، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب محمد حفیظ اختر

چودھری، جناب شہزاد سعید چیمہ، سردار خالد سلیم بھٹی، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال، سردار اطہر حسن خان گورچانی، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، جناب افتخار علی کھیتران، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب شاہ رخ ملک، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، میاں محمد علی لالیکا، چودھری شوکت محمود بسراء(ایڈووکیٹ)، کرنل(ریٹائرڈ)نوید اقبال ساجد، مخدوم محمد ارتضیٰ، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ نرگس فیض ملک، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ساجدہ میر، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فائزہ احمد ملک، محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ)، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، جناب خرم نواب، ملک اقبال احمد لنگڑیال، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، کرنل(ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب منور حسین منج، جناب محمد یار ہراج، جناب طاہر اقبال چودھری، میاں شفیع محمد، سردار عامر طلال گوپانگ، ڈاکٹر محمد افضل، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر، سیدہ ماجدہ زیدی، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ انبساط حامد، محترمہ زوبیہ رُباب ملک، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد اور انجینئر شہزاد الٰہی۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات نہیں ہو گی۔ I am extremely sorry.

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ نے جو نام پڑھے ہیں ان میں سے کچھ نام رہ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: کن کے نام رہ گئے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اس لسٹ میں جو نام لکھے گئے ہیں شاید کچھ نام آپ بھول گئے ہیں یا پڑھ نہیں سکے؟ میں ان کی نشاندہی کرنا چاہ رہا تھا۔ ملک نوشیر خان لنگڑیال صاحب کا بھی نام رہ گیا ہے۔

جناب سپیکر: میں نے پڑھا ہے۔ جی، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں کٹوتی کی یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ:

> "26۔ارب40کروڑ 28لاکھ98ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21016خدمات "صحت" کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"26۔ارب40کروڑ28لاکھ98ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21016خدمات صحت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الہیٰ): I oppose it.

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، چودھری ظہیر الدین خان صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! یہ disorder والی بات ہے اس پر وضاحت چاہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب بھی تشریف فرما ہیں اور یہ ڈیمانڈ منسٹر صاحب نے پیش کی ہے لیکن اس کو oppose کرنے کے لئے اب پارلیمانی سیکرٹری صاحب آ گئے ہیں اس کے لئے hard and fast rules ہیں کہ ایک منسٹر کو notified کیا جاتا ہے۔ اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو notified کیا گیا ہے تو پھر منسٹر صاحب نے کیوں ڈیمانڈ پیش کی ہے اور اگر منسٹر صاحب کو notified کیا گیا ہے تو پھر پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اس کو کیوں oppose کیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترم چودھری ظہیر الدین صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ rules کے مطابق demand وزیر خزانہ نے ہی پیش کرنی ہوتی ہے اور concerned Minister or Parliamentary Secretary بھی اس کو oppose or defend کر سکتا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: پچھلی جو cut motion تھی وہ Finance Minister صاحب نے move کی تھی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جی، پچھلی Finance Minister صاحب نے move کی تھی اور میں نے اسے oppose کیا تھا۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! یہ کہہ رہے ہیں کہ وزیر خزانہ نے move کی تھی اس میں ابھی سے discrepancy شروع ہو گئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): نہیں، اس میں کوئی discrepancy نہیں ہے، جس تحریک کو میں نے oppose کیا اس demand کو وزیر خزانہ نے ہی پیش کیا تھا۔

defend or oppose

چودھری ظہیر الدین خان: آپ بجا فرماتے ہیں، میں نے آپ کی توجہ اس طرف دلائی تھی کہ ایوان majority کے ساتھ چل رہا ہے اس کے باوجود اس کو بالکل ہی unwieldy اس طرح نہیں ہونا چاہئے کہ کسی rule کا خیال ہی نہ رکھا جائے۔

جناب سپیکر: یہ rules کے مطابق ہے، آپ کو ابھی بتا دیتے ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جی، آپ ابھی order فرمائیں اور rules پڑھ دیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری اور منسٹر کو اپنے محکمہ کے بارے میں مکمل اختیارات ہوتے ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں نے ایک گزارش کی ہے اور منسٹر صاحب نے اس کی وضاحت بھی فرمائی ہے، اب انہوں نے جو وضاحت کی ہے وہ rules کو follow نہیں کر رہی۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ tradition یہ رہی ہے کہ جو شخص put demand کرتا ہے وہی اس کو oppose کرتا ہے کیونکہ یا تو وہ by oath minister ہوتا ہے یا by designation or notification اس کام کے لئے ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے، rules کے مطابق وہ notified ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! جی، ٹھیک ہے۔ میرے علم میں نہیں تھا۔

جناب سپیکر: آپ اس تحریک کے حق میں کیا بولنا چاہتے ہیں؟ بولیں۔ جی، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے عزیزو!

بدن کو تحلیل کرنے والی
ریاضتوں پر عبور پائے ہوئے
سکوں کو تجے ہوئے بے مثال لوگو!
میں اپنے ہونے کا داغ
آخر کو دھو چلا ہوں
کہ جتنا رونا تھا رو چکا ہوں
مجھے نہ اب انت کی خبر ہے
میں تو بس اتنا جانتا ہوں

کہ نیستی کے سکوت عالم کے جبل مطلق
کہ بحر موج سے ملوں گا
توانت ہو گا
یہ ہو نادکھ ہے
نہ ہو نا دکھ ہے
ثبات دکھ ہے
دوام دکھ ہے
میرے عزیزو! تمام دکھ ہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج کی cut motion جس پر میں بات کرنا چاہتی ہوں، اس سے پہلے ایک غیر روایتی انداز میں، میں ایک بات کہنا ضروری سمجھتی ہوں کہ اس خواہش کے ساتھ کہ یہ رواج بنے اور جتنے بھی وہ لوگ جن کی آواز لوگوں کی آواز ہے چاہے وہ میڈیا سے تعلق رکھتے ہیں، ایم این اے ہیں، ایم پی اے ہیں یا سینیٹرز ہیں میری ہی طرح کھڑے ہو کر جرأت سے یہ کہہ سکیں تاکہ ایک اچھا رواج قائم ہو کہ میں نے اور میرے شوہر نے اس سال تین لاکھ روپے ٹیکس ادا کیا اور پچھلے پچیس برس سے ہم regular tax payers ہیں، یہ بات کہنے سے شاید اچھا رواج پڑے گا اور میرا دل چاہتا ہے کہ ہر بندہ ایسا ہی کرے۔

جناب سپیکر: ایک منٹ، ثمینہ صاحبہ! دیکھیں پلیز Lap top باہر رکھ کر آئیں۔ This is not good. اس کو باہر رکھوائیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ open نہیں ہے، میں استعمال نہیں کر رہی۔

جناب سپیکر: جی، نہیں open ہے یا نہیں، اس کو باہر رکھوائیں، اس کو اندر لانے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کو یہ Laptop اندر لانے کی اجازت کس نے دی ہے؟

محترمہ ثمینہ خاور حیات: ٹھیک ہے، میں اس کو باہر رکھ آتی ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان سے کہیں چیک کرائیں، کہیں بم تو نہیں ہے؟

جناب سپیکر: میں نوٹس لے رہا ہوں، آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ ایسے نہ کیا کریں۔ جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اللہ بخشے شوکت مزاری صاحب کو ان سے ہم نے بہت تعلیم حاصل کی۔ آج سے نو دس سال پہلے جب میں اس process میں آئی تو میں نے ان سے کہا کہ ان کتابوں میں اتنے figures ہیں جو پورے پورے ڈیپارٹمنٹس کئی کئی ماہ لگا کر لکھتے ہیں اور آپ ایم پی ایز کو دے دیتے ہیں کہ تین دن میں پڑھ لو، یہ کیسے ممکن ہے تو انہوں نے انتہائی سادگی سے کہا کہ "ڈاکٹر سامیہ! ڈاہ کیہویں تھیندے ہن، ڈو، ول ڈو، ولاڈو، ول ولاڈو، ول ولاڈو" یعنی دو اور دو چار ہوتے ہیں اس میں دو اور add کرو اور پھر دو اور add کرو۔ مقصد یہ ہے کہ آج بھی اس کہاوت کے مطابق ہی بابوؤں نے بیٹھ کر یہ بجٹ بنا دیا ہے اور آج اگر آپ دیکھیں تو It seems that it is a budget "for the babo", "of the babo" and "by the babo" (نعرہ ہائے تحسین)

انہوں نے یہ سارا کچھ جو لکھا ہے وہ اس چیز پر صادق ہے اس میں جو سوچ تھی شاید اس حکومت کی ہی تھی کیونکہ جب ناظموں کو آپ نے دور کر دیا، ڈی سی او اور ایڈمنسٹریٹر کو رائج کر دیا تو آپ نے لوکل گورنمنٹ سسٹم کے 56 فیصد پیسے پر انہی بابوؤں کو حقوق دے دیئے۔ ٹھیک ہے کہ یہ سارے لوگ کام کریں مگر سیاسی will کو اس میں سے نکال دینا ہی اس حکومت کا خاصا رہا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ میں بھی کیا اور اسی طرح صحت میں بھی کیا۔ آپ کو میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ان بابوؤں کی بوکھلاہٹ اور جلد بازی سے کیا ہوا؟ 5۔ارب 70 کروڑ روپے کی Health allocation blocked میں کی گئی، اگر آپ ADP کی کتاب اٹھائیں تو blocked allocation کی جو تفصیل ہے یہ ایک لائن میں لکھی گئی ہے۔ اگر ایک لائن میں ہی بجٹ لکھنا مقصود تھا تو اتنے بڑے بڑے ڈیپارٹمنٹس کا کیا فائدہ؟ آپ دیکھیں کہ Scheme No.457 میں 500 ملین روپے کی نئی سکیموں کے نام سے ایک entry ہے وہ نئی سکیمیں کیا ہیں، کدھر جائیں گی، کہاں خرچ ہوں گی، کس ضلع میں جائیں گی، کس کے پاس جائیں گی؟ کوئی ذکر نہیں ہے۔ اسی scheme no.457 میں 400 ملین روپے کے آگے لکھا ہے Present Schemes، کون سی present schemes؟ موجودہ سکیموں کے لئے دوبارہ یہ غلط لکھا ہے Scheme No.459 میں 2000 ملین کے آگے لکھا ہے upgradation of DHQ Hospitals ہمارے پاس کم از کم چھتیس اور شاید کچھ اور بڑے ہسپتالوں کو ملے، کون سے DHQ Hospitals میں کس کس مد میں یہ خرچ ہونا ہے، اس کو conceal کرنے کی آخر ان بابوؤں کو کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ Scheme No.460 پر آ جائیں، 1400 ملین روپے چالیس THQ Hospitals، کس مد میں،

کس لئے یہ development ہو گی؟ اس THQ hospital میں کیا بنے گا، اس DHQ Hospital میں کیا رکھا جائے گا؟ Scheme No.461 میں ہے کہ 1400 ملین روپے اور لکھا ہے کہ rationalization کس چیز کی rationalization؟ اور پھر جب سوال پوچھا گیا تو ایک ہی ہفتے میں بے تحاشا AC لگا دیئے گئے، یہ ٹھیکہ کسی ایک کمپنی کو دے دیا گیا تھا اور پورے پنجاب میں overnight سات دنوں میں ہی نہ صرف AC لگے، ان کی cables لگیں اور نہ صرف cables لگیں بلکہ ٹرانسفارمر بھی لگے، جب بجلی نہ آئی تو جنریٹر لگے اور جب جنریٹر نہ چلے تو تیل کا مسئلہ تھا آج تک وہ AC نہیں چلے صرف ہوا تو یہ ہوا ہے کہ 20 یا 22۔ارب روپے لگا دیئے گئے اور یہ one-line budget جس میں کہیں نہیں لکھا گیا، میں آج بھی کہتی ہوں کہ یہاں پر ایک کمیٹی بنائیں جو جا کر ہر اس ائر کنڈیشنر کو چیک کرے جس میں اب تک کبوتریوں نے انڈے دے دیئے ہوں گے۔اس کے ساتھ ساتھ اگر 5۔ارب 70 کروڑ روپے کا one-line budget اور یہ تقریباً 50 فیصد ہیلتھ کی allocation ہے جس کی کوئی explanation نہیں ہے کہ یہ پیسے کس جگہ پر خرچ ہوں گے، یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے؟ اس قسم کی allocation ہی کل کو کرپشن میں استعمال ہوتی ہے جس سے ہماری نیک نامی پر بھی فرق پڑتا ہے۔ ہمیں اس چیز پر clear ہونا چاہئے جب ہمارا نعرہ انٹی کرپشن ہے تو ہمارے حساب اور ہماری باتیں بالکل clear ہونی چاہئیں۔ پہلے ہی دن سے اس ایوان میں ہر طرف سے یہ آواز آتی تھی کہ آج تک کوئی مستقل وزیر صحت ہے اور نہ ہی کوئی مستقل وزیر خزانہ ہے۔بجٹ ان بابوؤں کے ہاتھ میں آگیا ہے جن کی جمع تفریق سکول کے بچوں سے بھی زیادہ کمزور ہے۔آپ ADP کا volume I page 181 کو دیکھیں جہاں پر scheme No. 452 provision of 50 Health Mobile Units کا ذکر ہے۔ہیلتھ موبائل یونٹوں کے بارے میں بڑا کچھ کہا گیا لیکن تین باتیں ایسی ہیں جو میں چاہتی ہوں کہ آپ کے گوش گزار کروں۔اس کی جب provision رکھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس دفعہ ہم نے پچاس یونٹ مہیا کرنے ہیں۔اس کی 2 ہزار ملین روپے کی جو allocation انہوں نے کی ہے یعنی فی یونٹ 40 ملین روپے میں آپ کو پڑے گا۔اگر آپ 50 کو 2 ہزار ملین روپے پر تقسیم کریں تو ہر یونٹ کی قیمت یا ہر BHU کی قیمت 40 ملین روپے کے حساب سے بنتی ہے۔حالانکہ پچھلی دفعہ کا اگر آپ حساب دیکھیں تو یہی یونٹ 55 ملین روپے میں لگائے گئے اور اب اس کی قیمت کیوں کم ہو گئی؟ 2011-12 کے بجٹ کی آپ کتاب اٹھائیں تو آپ دیکھیں گے کہ اگلے تین سالوں میں انہوں نے extended کیا ہے، 3 ہزار ملین روپے اس کے لئے اور رکھ رہے ہیں تاکہ اس سے بیس یونٹ اور بھی خریدے جائیں۔

اب اگر آپ اس سے calculate کریں تو اس 300 ملین روپے کا مطلب یہ ہے کہ 15 ملین روپے کا ایک یونٹ ہے۔ مجھے صرف یہ وضاحت فرمادیں کہ یہ یونٹ ہے کتنے کا؟ 55 ملین روپے کا ہے، 40 ملین روپے کا ہے یا 15 ملین روپے کا ہے اور بتدریج قیمت زیادہ ہونے کی بجائے ان یونٹوں کی قیمت کیوں کم ہو گئی اور یہ کس طرح سے provide کئے جائیں گے؟ cost concealing کا جو ایک mechanism ہے یہ بہت بڑا سوالیہ نشان ان بجٹ کی کتابوں پر ہے جن کو پڑھنے کے لئے تین دن ناکافی ہیں۔ اس cost break کے بعد مجھے یہ بتائیں اور میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ پتا نہیں کس دانشمند نے ایک مہنگی سکیم چیف منسٹر صاحب کے گوش گزار کی؟ بار بار پالیسی بنانے والوں پر سوالیہ نشان اٹھتا ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ BHUs existing جو موجود ہیں، جو اربوں روپے سے construct ہوئے تھے ان کے سالانہ اخراجات صرف 2 ملین روپے ہیں۔ 2 ملین روپے ایک BHU کا سالانہ خرچہ ہے اگر واقعی ایک موبائل یونٹ 55 ملین روپے سالانہ کا خرچہ کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی running cost سے ستائیس سال تک ایک BHU کو چلا سکتے تھے۔ مجھے بتائیں کہ موبائل یونٹ کی ایک بس کی ستائیس سال durability ہوگی؟ ایک BHU کے ستائیس سال کے اخراجات سے ایک موبائل یونٹ بنا کر شاید آپ ایک مہنگی شہرت تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس میں نقصان بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح وزیر خزانہ نے بجٹ تقریر میں بانگ دہل یہ کہا کہ ہم نے monitor کیا ہے کہ یہ موبائل یونٹ تین سو سے چار سو مریض روزانہ دیکھ رہے ہیں۔ یہ ان کے الفاظ ہیں quote ا یہ یونٹ تین سو سے چار سو مریض روزانہ دیکھ رہے ہیں۔ ایک BHU کا حال سنئے ایک ڈاکٹر ایک LHV اور ایک اس میں ڈسپنسر ہے۔ LHV جس کو میڈیسن کا کوئی علم نہیں ہے اور وہ الٹرا ساؤنڈ مشین چلائے گی، چلو اس کو مشین on اور off کر کے کوئی سچ جھوٹ کی کہانیاں بتانی آتی ہوں۔ تینوں کی ٹیم نے مریضوں کو دیکھا، مان لیتے ہیں کہ انہوں نے صبح 8 بجے سے لے کر 2 بجے دوپہر تک چھ گھنٹے لگاتار کام کیا ہے۔ اگر اس چھ گھنٹے کو آپ multiply کریں تو 360 منٹ بنتے ہیں۔ انہوں نے ایک منٹ میں ایک مریض کو دیکھ لیا، کیا efficiency ہے؟ یہ تو impossible ہے، میں تو مان ہی نہیں سکتی کہ ایک منٹ میں ایک مریض دیکھ رہے ہوں، کیا وہ superman قسم کا نیا construction ہے یا کیا ہے؟ اگر انہوں نے چھ گھنٹے کام نہیں کیا، بارہ گھنٹے کام کیا ہے تو دو منٹ میں مریض دیکھ لیا۔ میں ایسے سپر ڈاکٹر، LHV اور ڈسپنسر کو Guinness Book of World Record تو کیا اس حکومت کا طرہ امتیاز کہتی ہوں۔ ہر سال میں تین سو working days ہیں اور ہر روز اگر آپ نے تین چار سو مریض بھی دیکھے تو آپ نے یہ

claimکر لیا ہے کہ ہم دس لاکھ مریض دیکھیں گے۔ ساڑھے پانچ کروڑ روپے کے خرچ میں اگر آپ دس لاکھ مریض سالانہ دیکھ رہے ہیں تو فی visitساڑھے پانچ سو روپے بنتے ہیں تو کیا غریب عوام سے -/10روپے پرچی کی بجائے -/550روپے فی visitآپ لیں گے ؟ کس internationalstatistics سے یہ figuresآپ نے نکالے ہیں اور پھر ہم کہتے ہیں کہ دس فیصد مریض صرف ہسپتالوں تک آتے ہیں، اگر دس فیصد مریض آتے ہیں تو یہ ایک international quotaہے اگر ان کے اتنے visitsہیں تو مجھے تو سمجھ نہیں آئی کہ ایک یونین کونسل یا ایک DHQمیں نوے ہزار مریض یاد س لاکھ مریض سالانہ آتے ہیں یہ کیسے دیکھ لیں گے ؟ یہ figuresیہ باتیں اصل ہیں، جب آپ کام کرنے جاتے ہیں تب پتا چلتا ہے ، جب آپ مریض دیکھتے ہیں تب پتا چلتا ہے۔costغلط، ٹائم غلط، structureغلط، systemغلط، تباہی تباہی اور صرف تباہی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!اسی ایوان میں ہیلتھ کیئر کمیشن کے نام سے ایک بہت بڑا پراجیکٹ foreign fundedباہر کے سپیشلسٹ سے لکھوایا گیا تھا اور اس پر جتنی لے دے ہوئی وہ سارا پنجاب اور سارا پاکستان جانتا ہے کہ اس ہیلتھ کیئر کمیشن کے پیچھے جو tug of warہوئی، رسہ اس طرف بھی کھینچا گیا اور اس طرف بھی کھینچا گیا۔public opinionکو پس پشت ڈالا گیا، legislationکو bulldozeکیا گیا اور amendmentsکو vote outکر دیا گیا۔ ہم نے سب سے پہلے یہ ترمیم دی تھی کہ Health Care Commission at onceلاگو نہیں ہو سکے گا اس لئے کہ یہ ایک بہت بڑا کام ہے مگر یہاں سے رانا ثناء اللہ خان نے ہاتھ کھڑا کیا اور پورے ایوان نے کہا "Yes"آج مجھے بتائیں کہ وہ ہیلتھ کیئر کمیشن کہاں ہے؟ وہ time-barredہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ 90دن میں لاگو ہو گا، میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کہاں گئے وہ 90دن؟ 90مہینے گزر گئے اس کو floorپر واپس لائیں اور اس amendmentکو دوبارہ قبول کریں جس میں، میں نے کہا تھا کہ اس کو تین phasesمیں لے کر جائیں۔ اس دن تو کسی نے بات سننے کی کوشش نہیں کی بلکہ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب نے خود پانچ گھنٹے بیٹھ کر اس غلط بل کو پاس کروایا اور ان لوگوں کو کنٹرول کرتے رہے۔ پھر یہ claimکہ no aidآج میں آپ کو یہ بتا رہی ہوں وہ تو ہوا سو ہوا آج اس کی implementationکے لئے U.Kسے crown agentsکو دوبارہ higherکیا گیا ہے۔ اب پہلے تو آپ نے ان کی سوچ خرید لی، اب آپ سے implementبھی نہیں ہو رہا اور اب یہ U.Kکے crown agentsآپ کے ہیلتھ کیئر سسٹم کو بنانے کے لئے آپ سے کتنے ہزار ڈالر لیں گے ؟ بس کریں جناب!۔۔۔ بس کریں۔ یہاں کے ڈاکٹر اس قابل ہیں کہ ان کی سوچ کو آپ لوگ

بھی استعمال کریں۔ نہیں ایسا نہیں کیا گیا، ان بنچوں میں سے کوئی بھی ممبر پچھلے چار سال میں ہیلتھ منسٹر نہ بنا۔ ان بینچوں پر اور ڈاکٹر صاحبان بھی بیٹھے ہیں ان کی رائے بھی نہ لی گئی اور ہماری بنچوں کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ سہرا ڈاکٹر سامیہ پہننا چاہتی ہیں۔ اس میں تو اتنے بڑے بڑے loan کے کانٹے تھے اور آج اس loan کو مزید loan کیا گیا ہے اور اس کا بجٹ کی کتابوں میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ کہاں گیا ہیلتھ کیئر کمیشن، کہاں گئے 90 دن اور کہاں گئیں آپ کی باتیں؟ دس مہینے ڈاکٹر چیختے رہے ان کو آپ نے ڈنڈے، سوٹے اور لاٹھیاں دے کر گھر کو بھیج دیا۔

جناب والا! باہر سے aid نہ لیں سوچ لے لیں؟ آخر میں دو points کے متعلق عرض کروں گی۔ انہوں نے Programme Management Units بنائے، ہم نے یہ دیکھا کہ یہاں کے health implementation کے پروگرام ہیں، ان کے programme units بنائے جائیں، ان کو ایک specific targeted approach دی گئی اور اس میں ہم نے market given salaries پر experts کو رکھا اور وہ experts private sector سے بھی تھے اور گورنمنٹ سے بھی تھے۔ آج تین سال بعد اچانک جب آپ کو ڈاکٹروں کی تنخواہیں بڑھانے کے لئے کوئی پیسے نہیں ملے تو ان projects کے allowances کو بھی بند کر دیا گیا اور ستم یہ کہ گورنمنٹ والوں کے allowances بند ہو گئے لیکن پرائیویٹ سیکٹر میں من پسند دوست جو درمیان میں بھرتی کئے گئے تھے ان کی ابھی تک بھی salaries لاکھوں میں چل رہی ہیں۔ ویسے بھی آج کل گورنمنٹ اور بیوروکریسی کے لوگ overtime کام کر کے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں ساری ساری رات بیٹھ کر کام کرتے ہیں، ان کے دل بھی کوئی اتنے خوش نہیں ہیں اور میرا یہ خیال ہے کہ اس وقت یہ گورنمنٹ کے ساتھ کام کرنے تک کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہیلتھ کے pay package پر آ جائیں، بہت شور تھا، بڑی باتیں ہوئیں، ڈاکٹروں کی بہت بڑی strikes ہوئیں اس کے بعد 5.2 billions کا package announce کر دیا گیا۔ یہ ایک island بنایا گیا ہے اس میں patron نہیں ہے۔ اگر آپ نے پولیس کی تنخواہیں بڑھائیں تو کوئی اور فارمولہ استعمال کیا، اگر ٹیچرز کی تنخواہوں کا کچھ کیا تو وہ کوئی اور فارمولہ تھا، ڈاکٹروں کا کوئی اور فارمولہ تھا لیکن میری یہ suggestion ہے کہ آپ نے ججز کے لئے جس pay package پر implement کیا تھا آپ یہاں بھی اسی package کو apply کریں اس لئے کہ وہ best تھا اور اس سے ایک مساوات آئے گی۔ اگر ایک جج آٹھ گھنٹے کام کرتا ہے تو ایک ڈاکٹر بھی آٹھ گھنٹے کام کرے، ایک پولیس والا بھی آٹھ گھنٹے کام کرے۔ اسے کم time frame کے لئے اتنی زیادہ تنخواہ کیوں دی جاتی ہے؟ یہ جو inter

department injustice شروع ہوئی ہوئی ہے آپ اس میں check and balance نہیں کر سکے اور میں یہ بھی کہہ دوں کہ 5.2 billion minimum package تھا اس لئے کہ ادھار ہی ادھار ہے کہ چلو جی کم ٹپاؤ۔اس میں پیرامیڈکس کے لئے 370 ملین لکھا گیا اور وزیراعلیٰ صاحب نے کہا کہ آج ہی پیرامیڈکس لے لیں گے۔

جناب سپیکر: آپ نے کیا لفظ استعمال کیا ہے مٹی پاؤ؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: نہیں۔چودھری شجاعت زندہ باد۔مٹی پاؤتے اگے چلو۔میں تو ڈنگ ٹپاؤ کی بات کر رہی تھی۔میں نے خدانخواستہ مٹی پاؤ کی بات نہیں کی بلکہ ڈنگ ٹپاؤ کی بات کر رہی تھی۔جہاں مٹی ڈالنی ہو گی وہاں انشاءاللہ ضرور ڈالوں گی۔

MR SPEAKER: I am sorry...

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! بات صرف اتنی ہے کہ یہ سمری برائے وزیراعلیٰ جو پیرامیڈکس کو دی گئی یہ اس چیز کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپ نے ان کے لئے ایک سروس سٹرکچر تیار کیا اور چیف منسٹر صاحب نے مہربانی کر کے اس سٹرکچر کو فنانس ڈیپارٹمنٹ میں بھیجا اور ان کے لئے 370 ملین روپے رکھا گیا لیکن کل پرسوں کی خبر ہے اور میرے پاس لیٹر موجود ہے کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ نے پھر objection لگا دیا ہے اور سروس سٹرکچر کے لئے پیرامیڈکس ابھی بھی وہاں باہر سڑک پر ہی کھڑے ہیں۔میں نے پہلے بھی مساوات کی بات کی ہے آپ اس قسم کے مسائل میں اس لئے دو چار ہیں کہ uniformity of policy نہیں ہے۔جو جوڈیشری کے لئے کیا ہے وہ باقیوں کے لئے بھی کریں، جو ڈاکٹروں کے لئے کیا ہے وہ باقیوں کے لئے بھی کریں تھوڑا سی لیکن دانے برابر تو بانٹیں۔اسی میں supporting staff، لیڈی ہیلتھ وزیٹرز، فارماسسٹ، سکول ہیلتھ نیوٹریشن سپروائزرز اور الائیڈ ہیلتھ سائنسز اور فزیو تھراپسٹ کو بھی لانے کی انتہائی ضرورت ہے۔ہمیں یاد ہے کہ BSC پاس کرنے والے ہونہار طالب علم جن کے پاس ایم بی بی ایس میں داخلے کی استطاعت نہیں تھی آپ نے ان لوگوں کو MRI مشینوں کے لئے trained کیا لیکن no service structure وہی BSC کرنے والے الائیڈ سائنسز کے لوگوں کو آرمی میں اور باہر کے ملکوں میں ساٹھ ساٹھ ہزار اور اس سے بھی زیادہ تنخواہ دی جا رہی ہے۔یہاں پر الائیڈ سائنسز والوں کے لئے pockets میں نوکریاں ہیں لیکن باقی جگہوں پر نہیں ہیں، equality کو دیکھنا انتہائی ضروری ہے۔میں آخر میں صرف ایک ہی بات کہوں گی کہ باتیں اتنی زیادہ ہیں، اتنی زیادہ ہیں کہ۔۔۔

معززممبران: شعر سنادیں۔

جناب سپیکر: No please no جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اب آخری عرض ہے اور اس کے بعد ایک ہی شعر ہو گا۔ میرا آخری point یہ ہے کہ سکول ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن سپروائزر پروگرام 07-2006 میں شروع کیا گیا تھا اس میں ان بچوں کی nutrition status کو، eye sight کو، brain development کو، dental health کو دیکھا جاتا تھا اور یہ سکول کی سطح پر ضروری تھا۔ ہر ضلع میں یہ سکول ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن سپروائزر گئے، ان کی پوسٹیں create ہوئیں اور اس وقت چھتیس میں سے بتیس اضلاع میں یہ سپروائزر کام کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ بیماری جتنی جلدی پکڑی جائے اس قوم کی صحت کے لئے اتنا ہی ضروری ہے۔ سکول ہیلتھ سروسز کا یہ پروگرام best ہوا اور ہر جگہ کاپی ہوا اور اس کی sustainability کے لئے اکتوبر 2009 میں محکمہ صحت اور S&GAD نے تمام پوسٹیں permanent کیں مگر سکول ہیلتھ سپروائزر کی پوسٹ کو permanent نہیں کیا۔ آپ سے استدعا ہے کہ یہ سکول ہیلتھ سپروائزر ننھے ننھے بچوں کے دانت eye sight، ہیلتھ، تھیلیسیما، پولیو، ویکسینیشن سکول کی سطح پر چیک کرتے ہیں اور اس کا مستقل ہونا آپ کی حکومت کی نیک نامی ہو گی۔

ریت میں دھوپ بو گیا سورج
چاروں جانب سیراب اُگتے ہیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، رائے صاحب!

رائے محمد شاہجہان خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میری بہن سامیہ امجد نے بڑا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ 26۔ارب 40کروڑ 28لاکھ 89ہزار روپے کی رقم صحت کے لئے رکھی گئی ہے۔ یہاں THQs کو upgrade کرنے کی بات ہوئی ہے، BHUs اور RHCs کو بھی upgrade کرنے کی بات ہوئی ہے۔ سچ یہ ہے کہ صحت کے اندر THQ ایک BHU کی طرح چل رہا ہے وہاں پر کوئی آپریشن نہیں ہوتا، وہاں پر کوئی ڈلیوری نہیں ہوتی اور پھر یہ ستم کہ دوہزار ملین روپے موبائل ہسپتالوں کے لئے رکھ دیئے گے ہیں جن کی ساری کارکردگی ڈاکٹر سامیہ نے بتادی ہے۔ ہم نے ڈاکٹروں کی تنخواہیں بڑھائیں تاکہ ہسپتالوں میں کام کر سکیں۔

جناب سپیکر: یہ اس معزز ایوان کی معزز ممبر ہیں، آپ ان کا نام پورا لیں، محترمہ سامیہ امجد صاحبہ!

رائے محمد شاہجہان خان: مہربانی۔جناب سپیکر! ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ نے ساری تفصیل بتائی ہے لیکن ہم یہ problem face کر رہے ہیں کہ آپ جتنا مرضی ڈاکٹروں کی تنخواہیں بڑھا لیں لیکن ڈاکٹر کام نہیں کرنا چاہتے، ڈاکٹر لوگوں کو services نہیں دینا چاہتے۔اب ایک نالائق ڈاکٹر کی تنخواہ بھی بڑھ گئی اور ایک کام کرنے والے ڈاکٹر کی بھی بڑھ گئی۔یہ جو موبائل ہسپتالوں کے لئے دو ہزار ملین روپیہ رکھا گیا ہے یہ معاملے کا solution نہیں ہے بلکہ solution یہ ہے کہ ڈاکٹروں کو target oriented services کا structure مہیا کیا جائے کہ ایک ڈاکٹر جتنے آپریشن کرے گا حکومت اس حساب سے اسے payment کرے گی، ایک LHV جتنی deliveries کرے گی حکومت اس کو اتنے پیسے دے گی۔۔۔

MR SPEAKER: Delivery cases.

رائے محمد شاہجہان خان: جی، delivery cases پنجاب میں بہت سارے cases ہیں لیکن میں صرف normal delivery cases کی بات کر رہا ہوں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ موبائل ہسپتالوں کے لئے جو دو ہزار ملین روپے مختص کئے گئے ہیں انہیں کاٹ کر ڈاکٹروں کو services oriented targets دیئے جائیں کہ آپ جتنی services مہیا کریں گے حکومت پنجاب اس لحاظ سے آپ کو payment کرے گی تاکہ ڈاکٹروں میں کام کرنے کا جذبہ بڑھ سکے اور زیادہ deliverance دے سکیں۔آپ جتنی مرضی تنخواہیں بڑھاتے جائیں، جتنے مرضی موبائل ہسپتال بناتے جائیں، جتنے مرضی BHUs بناتے جائیں لیکن عوام الناس کو کچھ نہیں مل رہا وہاں عوام الناس کو کوئی services مہیا نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! دوسری اہم بات یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی supply بڑھائی جائے اس کے لئے آپ نے چار میڈیکل کالجز کا اعلان کیا ہے لیکن میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ابھی تک وہ کہیں شروع نہیں ہو سکے۔یہ تو آپ کے لئے foreign remittance کما سکتے ہیں۔آپ کے لوگوں کو بہتر سہولیات مہیا کر سکتے ہیں۔میرا ایک ہی نکتہ ہے کہ ڈاکٹروں کے لئے target oriented service structure دیا جائے تاکہ یہ عوام الناس کی بہتر خدمت کر سکیں۔شکریہ

جناب سپیکر: جی، محترمہ ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: شکریہ۔جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے ہیلتھ کے لئے جو رقم رکھی ہے میں سمجھتی ہوں کہ پنجاب کی آبادی کے تناسب سے یہ بہت کم ہے۔اسے کہاں اور کس طریقے سے خرچ کرنا

ہے۔یہاں پارلیمانی سیکرٹری صاحب تشریف رکھتے ہیں وہ ڈاکٹر ہیں اور انہیں پتا بھی ہے۔وہ میرے ساتھ میو ہسپتال میں چلیں میں وہاں جا کر ایک کاؤنٹر لگاتی ہوں یا مل کر ایک کیمپ لگا لیتے ہیں اور وہاں دیکھتے ہیں کہ دوسرے شہروں سے کتنے لوگ آتے ہیں؟ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر اور تحصیل ہیڈ کوارٹر پر لوگوں کو صحت کی کتنی سہولیات دی ہیں؟ میو ہسپتال، جناح ہسپتال، جنرل ہسپتال، گنگا رام اور سروسز ہسپتال اس کے بعد نشتر ہسپتال ملتان میں دیکھا جائے کہ کتنا load ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس کے ای ڈی او ہیلتھ کو کیوں نہیں پوچھا جاتا، وہاں کے ایم ایس کو کیوں نہیں پوچھا جاتا کہ آپ نے لوگوں کو Basic Health Facility دی ہے یا نہیں؟ یہاں لوگ اپنے علاج کے لئے دربدر پھر رہے ہیں۔ یہ بجٹ آپ کو ڈی ایم جی گروپ نے بنا دیا ہے۔ انہوں نے اعداد و شمار آپ کو دے دیئے ہیں لیکن ان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے پچھلے دنوں ڈاکٹر سڑکوں پر احتجاج کرتے رہے۔ ڈاکٹروں کا واحد شعبہ ہے کہ جہاں پر کرپشن نہیں۔ آپ کے بیوروکریٹس کرپشن کرتے ہوں گے لیکن ڈاکٹر انسانیت کی خدمت دیانتداری سے کرنا چاہتے ہیں لہذا ان کو یہ خدمت کرنے کا موقع دیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کے صوبہ میں ڈاکٹر نہ ملیں اور سب چھوڑ کر سعودی عرب چلے جائیں۔ یہاں پر پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی کیوں ہوئی ہے اس لئے کہ ہمارے ہاں Basic Health کا نظام بہتر نہیں ہے۔ محکمہ صحت کے لئے رکھے گئے یہ 26۔ارب روپے ہمیں کس طرح خرچ کرنے چاہیئں؟ ہم ہر ضلع میں data اکٹھا کریں کہ یہاں کی آبادی کتنی ہے اور یہ data ہم بنیادی مراکز صحت کو دے دیں۔ ہم نے Health Care Bill کو اس لئے پاس کیا تھا کیونکہ ہم پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ شکنی چاہتے تھے جبکہ یہاں تو پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ جب ہم لوگوں کو بنیادی صحت کی سہولتیں مہیا نہیں کر سکے تو لوگ پرائیویٹ ہسپتالوں میں جانے پر مجبور ہیں کیونکہ وہاں پر ان کا آسانی سے علاج ہو جاتا ہے اور انہیں ڈاکٹر دستیاب ہوتے ہیں۔ اس حکومت نے ہسپتالوں میں local purchase بند کر دی ہے۔ ہسپتالوں میں L.P بند کر دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ آپ کی حکومت نے وہ فارمیسی بند کر دی ہیں جہاں سے غریبوں کو سستی ادویات مل رہی تھیں۔ اسی طرح ایمرجنسی میں دل کے مریضوں کو پانچ ہزار روپے کا ایک انجکشن مفت لگایا جاتا تھا وہ بھی بند کر دیا گیا ہے تو پھر یہ صحت کے لئے رکھے گئے پیسے کہاں پر خرچ ہوں گے؟ آپ کو چاہئے تھا کہ صحت کی پالیسی بنانے سے پہلے اس کے stakeholders سے مشورہ کرتے۔ آپ کی حکومت میڈیکل کالج کھول رہی ہے۔ خواجہ صفدر کے نام پر میڈیکل کالج بنایا جا رہا ہے میں پوچھتی ہوں کہ خواجہ صفدر نے اس ملک میں کیا خدمت انجام دی ہے کہ اس کے نام پر آپ میڈیکل کالج بنا رہے ہے

ہیں؟میں سمجھتی ہوں کہ آپ نےP.M.D.C کی اجازت کے بغیر تین میڈیکل کالجوں کاافتتاح کر دیا ہے۔کیاان کالجوں میں پڑھنے والے بچوں کی ڈگریوں کو آنے والے وقت میں قبول کیا جائے گا؟میرا خیال ہے کہ ان کو توresult بھی نہیں ملے گا۔یہ غلط پالیسیاں ہمارے اس صوبے کے نظام کو برباد کر رہی ہیں۔اگر آپ صوبے میں بہتری اور خوشحالی چاہتے ہیں تو پھر اپنی ان پالیسیوں اور محکمہ صحت کے لئے مختص شدہ بجٹ پر دوبارہ غور کریں۔میں اس بجٹ کی سختی سے مخالفت کرتی ہوں۔آپ بے شک شعبہ صحت کی رقم دُگنی کر لیں لیکن بنیادی مراکز صحت پر لوگوں کو صحت کی سہولتیں آسانی سے میسر کرنے کا کوئی قابل عمل منصوبہ بنائیں۔اب ٹرکوں پر ہسپتال بنائے جا رہے ہیں۔کیااس صوبے میں روز سیلاب آنے ہیں؟اللہ نہ کرے،اگرdisaster میں ایک عمارت گر جائے تو وہاں سے آدمی نکالنے میں چھ دن لگ جاتے ہیں جبکہ دوسری طرف آپ ٹرکوں پر ہسپتال بنا رہے ہیں۔ٹرکوں پر موبائل ہیلتھ یونٹ بنائے جا رہے ہیں۔خدا کا نام لیں اور اپنے ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتالوں کو ٹھیک کریں۔اپنے تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتالوں کو بہتر کریں۔تمام ہسپتالوں میں medico legal کا مسئلہ ہے۔ایمرجنسی میں لوگوں کوproper علاج اور ادویات میسر نہیں۔آپ نواز شریف ہسپتال یکی گیٹ میں ایکTrauma Centre بنا رہے ہیں۔میں کہتی ہوں کہ پہلے جوTrauma Centre سروسز ہسپتال میں بنایا گیا ہے وہاں پرTraumatologist تو لگا لیں۔وہاں پر تو آپ آج تکTraumatologist لگا نہیں سکے ایسے ہی قوم کے پیسے ضائع نہ کریں۔پہلے ہر علاقے کی آبادی کو رجسٹرڈ کریں،ایکdata تیار کریں اور پھر ضلع،تحصیل اور یونین کونسل کی سطح پر صحت کی تمام بنیادی سہولتیں مہیا کریں۔اگر اس حوالے سے کوئی کوتاہی ہو تو اس کا جوابدہ متعلقہ ایم ایس اور ای ڈی او ہیلتھ کو ہونا چاہئے۔میں سمجھتی ہوں کہ اگر لوگوں کو سرکاری ہسپتالوں میں صحت کی بنیادی سہولتیں ملیں گی تو وہ ضرور ان ہسپتالوں میں جائیں گے۔بہت شکریہ

جناب سپیکر:ڈاکٹر فائزہ اصغر صاحبہ!

ڈاکٹر فائزہ اصغر:جناب سپیکر!میں اس بات پر توcomment نہیں کرنا چاہتی کہ ہماری حکومت کو عوام کی صحت کا اتنا خیال ہے کہ پورے بجٹ کا صرف 5.57 فیصد حصہ شعبہ صحت کے لئے رکھا گیا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ جو تھوڑی بہت رقم رکھی گئی ہے اس کی بھی distribution proper نہیں ہے۔اس وقت میں funds کی غلط distribution and priorities کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی۔ہم سب جانتے ہیں اور ہم سب نے یہ proverb

سنا ہوا ہے کہ .Prevention is better than cure اگر ہم اس حکومت کی طرف سے محکمہ صحت کے لئے مختص کردہ سارے کا سارا بجٹ عوام کی صحت پر ہی spend کریں، کوئی infrastructure یا کچھ اور development کا کام نہ کریں تو پھر ماہانہ تقریباً -/30 روپے فی کس بنتے ہیں تو جس حکومت کے پاس صحت کے لئے صرف -/30 روپے فی کس spend کرنے کے لئے پیسے ہیں تو اس کو چاہئے کہ وہ prevention پر زیادہ سے زیادہ زور دے لیکن اس حکومت نے اس جانب کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ میرے خیال میں prevention کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور single area صاف پانی مہیا کرنا ہے۔ لوگوں کو صاف پانی مہیا کرنے کے حوالے سے اس بجٹ میں کوئی توجہ دی گئی ہے اور نہ ہی بجٹ میں اس بارے میں کوئی رقم مختص کی گئی ہے۔ تقریباً 60 فیصد بیماریاں جو ہم سب کو لاحق ہوتی ہیں اور جن کی وجہ سے ہزاروں لوگ پریشان ہیں وہ پینے کے گندے پانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہم نے اس بجٹ میں 5۔ارب 2 کروڑ روپے blocked allocation میں رکھے ہوئے ہیں اگر یہ رقم اس مد میں خرچ کر دی جائے تو اس کا بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ گندے پانی کی وجہ سے ,Hepatitis Typhoid, Cholera, Dysentery, Diarrhea اور اس طرح کی بہت ساری دوسری بیماریاں عام لوگوں کو لگتی ہیں۔ لوگوں کو صاف پانی مہیا کر کے ان بیماریوں سے بچایا جا سکتا ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ ہماری آبادی کے دس فیصد لوگ Hepatitis virus کے لئے positive ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پنجاب اسمبلی کے ممبران کا ہی blood test کرائیں تو کم از کم 35 سے 40 لوگ یہاں بھی ایسے بیٹھے ہوں گے کہ جن کے blood میں Hepatitis virus positive ہے۔ پچھلی حکومت نے ہسپتالوں میں Hepatitis Centres قائم کئے تھے اگر آپ اب ان کی حالت دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہاں پر کوئی testing ہے اور نہ ہی treatment کی سہولتیں موجود ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ testing facilities کو improve کیا جائے تو اس کا بہت فائدہ ہوگا۔ ہیپاٹائٹس کے مریض کے علاج اور ٹیسٹوں پر بہت زیادہ اخراجات آتے ہیں۔ حکومت نے بیت المال اور زکوٰۃ کی مد میں کروڑوں روپے بند کر کے رکھے ہوئے ہیں اور پچھلے تین سالوں میں اس رقم میں سے ہیپاٹائٹس کے ایک مریض کا علاج بھی نہیں کرایا گیا۔ غریب لوگوں کو اپنی جیب سے ہزاروں روپے خرچ کر کے علاج کرانا پڑتا ہے تو میں یہ کہوں گی کہ آپ جتنا prevention پر زور دیں گے اتنا ہی فائدہ مند ثابت ہوگا۔

جناب سپیکر! prevention کا دوسرا area immunization یا حفاظتی ٹیکوں کا ہے۔ اس وقت کوئی ایسا data or figures موجود نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ پچھلے تین سالوں میں کتنے فیصد بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے گئے ہیں اور ان کا کتنے فیصد فائدہ ہوا ہے؟ پولیو یا دوسرے امراض کے حفاظتی ٹیکوں پر بہت تھوڑی سی رقم خرچ ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے آپ بڑی بڑی بیماریوں سے بچ سکتے ہیں لیکن اس بجٹ میں اس مقصد کے لئے جو رقم مختص کی گئی ہے وہ محض ایک مذاق ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بجٹ بناتے ہوئے سنجیدگی سے یہ نہیں دیکھا گیا کہ لوگوں کے لئے فائدہ مند کیا چیز ہے؟ پولیو ابھی تک کیوں eradicate نہیں کیا جا سکا؟ پچھلے دو تین سالوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ پولیو کے مریضوں کے نمبر کم ہونے کی بجائے بڑھتے چلے جا رہے ہیں لہذا اس جانب سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں infant and maternal mortality کی جانب توجہ دلانا چاہوں گی کیونکہ اگر ماں صحت مند ہو گی تو بچے بھی تندرست اور صحت مند ہوں گے۔ یہاں ہمارے ہاں new born بچوں کی infant mortality seven percent سے زیادہ ہے اور maternal mortality بھی اسی level کے قریب قریب ہے۔ ہماری زیادہ مائیں دیہاتی علاقے میں رہتی ہیں اور ان علاقوں میں واقع بنیادی مراکز صحت اور رورل ہیلتھ سنٹرز میں ڈاکٹر اور لیڈی ہیلتھ وزیٹر کا قیام نہیں ہے جس کی وجہ سے وہاں پر یہ بہت بڑا مسئلہ ہے تو اس وقت آپ کا زیادہ focus لیڈی ہیلتھ وزیٹرز پر ہونا چاہئے۔ ہمارے ہاں جو تھوڑی سی لیڈی ہیلتھ وزیٹرز ہیں ان کو بھی کئی کئی ماہ سے تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں۔ اگر ان لیڈی ہیلتھ وزیٹرز پر توجہ دی جائے اور ان کی ٹریننگ کے لئے proper انتظام کیا جائے تو ان مسائل میں بہت حد تک کمی آ سکتی ہے۔ یہی لیڈی ہیلتھ وزیٹرز ہیں جو کہ زچگی کے دوران سب سے پہلے ماں کی مدد کرتی ہیں۔ ابھی تک Paramedics کا services structure بھی صحیح نہیں ہوا اس پر بھی غور کرنا چاہئے۔ میں امید رکھتی تھی کہ اس سال لیڈی ہیلتھ ورکرز کی تعداد کم از کم دس گنا بڑھائی جائے گی لیکن ان کی تعداد کو بڑھانے کے لئے کوئی خاطر خواہ efforts نظر نہیں آ رہیں۔ یہ ضرور ہے کہ نئے میڈیکل کالجوں پر توجہ دے رہے ہیں جو بہت اچھی بات ہے لیکن کیا کوئی ایک نیا نرسنگ کالج بھی ہے جس پر focus کیا گیا ہے یا یہ بات ہے کہ میڈیکل کالجوں سے زیادہ نیک نامی ہوتی ہے، نرسیں بھی اُتنی ہی important ہیں۔ نرسوں کی تعداد بہت کم ہے اس لئے نرسوں کی ایجوکیشن پر بہت زیادہ توجہ دی جانی چاہئے۔ نئے میڈیکل کالج بنانے کا مقصد یہ ہے کہ عوام کی دیکھ بھال کرنے کے

لئے ڈاکٹر زیادہ ہوں لیکن آپ جس تیزی سے نئے ڈاکٹر بنا رہے ہیں اُسی تیزی سے پرانے ڈاکٹر اس ملک کو چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اس کی روک تھام کے لئے کیا کوئی انتظام کیا گیا ہے؟ یہ بات نہیں ہے کہ باہر جانے والے ڈاکٹر نالائق ہیں اس لئے یہاں سے بھاگ کر جا رہے ہیں بلکہ یہ ڈاکٹر دنیا کے کسی بھی ملک میں چلے جائیں تو وہاں پر یہ سب سے بہترین ڈاکٹر ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو حکومت پورا نہیں کرتی اور اُن کی situations کو improve نہیں کرتی۔

(اس مرحلہ پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف ایوان میں تشریف لے آئے)

جناب سپیکر! مجھے بہت خوشی ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لے آئے ہیں وہ شاید میری ان باتوں پر غور کریں۔ نئے میڈیکل کالجوں سے جو نئے ڈاکٹر نکل رہے ہیں وہ تو ٹھیک ہے لیکن پرانے ڈاکٹروں کو ملک سے باہر جانے سے کس طرح روکا جائے اُس کے لئے حکومت کیا انتظام کر رہی ہے؟ اس وقت ڈاکٹروں کے packages کے حوالے سے ڈاکٹروں کے نمائندوں کی حکومت کے ساتھ بات چیت ہونے میں چھ چھ مہینے گزر جاتے ہیں اور اگر اس دوران مریض فوت ہو جاتے ہیں تو اس کی سراسر ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے۔ ہم ڈاکٹروں کے لئے 5۔ ارب 2 کروڑ روپیہ کے بجٹ کے بارے میں سُن رہے ہیں لیکن بجٹ میں کہیں بھی اُس کی reflection نظر نہیں آ رہی ہے تو یہ نہ ہو کہ اس بار پھر ڈاکٹروں کو دکھانے کے لئے اُن کے ساتھ ایک جھوٹا وعدہ کیا جائے۔ اس طرح سے آپ نئے ڈاکٹر تو بنا لیں گے لیکن جب پرانے ڈاکٹر چھوڑ کر چلے جائیں گے تو پھر ان نئے ڈاکٹروں کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے بہتر ہے کہ existing ڈاکٹروں کی working conditions کو صحیح کیا جائے اور اُن کے مطالبات کو پورا کیا جائے تاکہ وہ عوام کی نگہداشت کر سکیں۔

جناب سپیکر! میں حکومت کی priorities کے حوالے سے تھوڑی سی ایک اور بات کرنا چاہ رہی ہوں کہ یہاں پر ہزاروں بنیادی مراکز صحت کی already buildings بنی ہوئی ہیں لیکن وہاں پر ڈاکٹر، نرسیں اور پیرا میڈیکل سٹاف نہیں ہے تو ہم یہ جو موبائل ہیلتھ یونٹس بنا رہے ہیں جن میں سے ایک یونٹس کی cost تقریباً 55 ملین روپیہ بنتی ہے تو اگر آپ اُس کو ایک بنیادی مرکز صحت سے compare کریں تو جتنی قیمت میں ایک موبائل ہیلتھ یونٹ بنتا ہے اتنی قیمت میں 27 بنیادی مراکز صحت پورا سال چل سکتے ہیں۔ اب یہ کہیں گے کہ ہم بنیادی مراکز صحت میں ڈاکٹر نہیں پہنچا سکتے تو اس کے لئے بھی تجاویز ہیں کہ نئے ڈاکٹر ایک سال کے لئے ہاؤس جاب کرتے ہیں تو آپ اُس ایک سال میں سے تین مہینے کسی نہ کسی بنیادی مرکز صحت میں جاب کرنا لازمی کر دیں۔ آپ کے جو ڈاکٹر

پوسٹ گریجویٹ ہو رہے ہیں اُن کے لئے بھی لازمی کر دیں کہ وہ پوسٹ گریجویشن کے سال میں سے تین مہینے کسی نہ کسی رورل ہیلتھ سنٹر یا بنیادی مرکز صحت میں کام کریں گے۔اسی طرح فائنل ائیر کے میڈیکل سٹوڈنٹس کو بھی ان پوسٹ گریجویشن کرنے والے ڈاکٹروں کے ساتھ rotate کرایا جا سکتا ہے۔ یہ بات صرف پالیسی، سوچ اور صحیح قسم کی نیت کی ہے کہ ہم نے عوام کو صحت کی سہولیات فراہم کرنی ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر ایک اور چیز کے حوالہ سے بات کروں گی کہ ساری دنیا میں یونیورسل ہیلتھ انشورنس کا پروگرام چل رہا ہے۔یہاں پر بھی سوشل سکیورٹی ہسپتالوں میں اُسی قسم کا ہیلتھ انشورنس کا پروگرام چل رہا ہے جو کئی سالوں سے بہت اچھے طریقے سے چل رہا ہے اگر اُن کی پالیسیوں کو study کیا جائے اور میں یہ نہیں کہتی کہ پوری عوام کو ایک سال میں یونیورسل ہیلتھ انشورنس دے دی جائے لیکن آہستہ آہستہ یونیورسل ہیلتھ انشورنس کی طرف راغب ہونا چاہئے کیونکہ اسی طریقہ سے ہر شخص تک صحت پہنچ سکتی ہے۔اگر حکومت اس بجٹ کو بڑھا بھی لے تو پھر بھی ہمارے صوبہ کے ہر ایک شخص تک صحت کی سہولیات نہیں پہنچ سکتیں۔ہیلتھ کمیشن پر پچھلے سال بھی time and struggle ضائع ہوئی اور اب وہ کہیں ٹھپ ہو کر پڑا ہوا ہے تو اُس کی کوئی implementation ہے، نہ عوام کو اُس کا کوئی فائدہ نظر آ رہا ہے اس لئے میں نے شروع میں کہا تھا کہ prevention, cure سے بہت بہتر ہے تو preventive health پر غور کیا جائے اور غلط infrastructure پر پیسے ضائع ہو رہے ہیں اُس سے پہلے already existing infrastructure ہے، ہسپتال ہیں جہاں دوائیاں نہیں ہیں، جہاں تین سال پہلے دوائیاں مفت دی جاتی تھیں آج کل وہاں مفت دوائیاں نہیں ملتیں، آئے دن ڈاکٹرز، نرسیں اور سارا پیرا میڈیکل سٹاف strike پر ہے لہذا اُن کی ضروریات کو دیکھا جائے تاکہ وہ عوام کی صحیح خدمت کر سکیں۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔جی، ڈاکٹر محمد اختر ملک!

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! شکریہ۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ Health for all and on equal basis. لیکن اس بجٹ کی کتابوں کو پڑھ کر یہی لگتا ہے کہ یہ بجٹ راولپنڈی سے شروع ہو کر قصور تک ختم ہو گیا ہے۔ میں facts and figures سے بات کروں گا، پسماندہ اضلاع کا اس کتاب میں کہیں ذکر تک نہیں ملے گا۔ ان میں خانیوال، مظفر گڑھ، راجن پور، لودھراں، وہاڑی، پاکپتن، بہاولنگر اور چنیوٹ جیسے کئی اضلاع ہیں جن کو یہاں پر address نہیں کیا گیا۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ

60۔ارب روپیہ کے بجٹ میں سے 30۔ارب روپیہ blocked allocations کے لئے رکھ دیا گیا ہے تو اگر اتنی رقم blocked allocations پر رکھنی ہے تو بجٹ کی ان کتابوں کو چھاپنے کا کیا فائدہ ہے؟ کوئی بھی ایک ہی سکیم کا اعلان کر کے اُس پر یہ پیسا invest کر دیں، پتا نہیں ہمارے اس کلچر سے blocked allocation کا رواج کب ختم ہو گا؟

جناب سپیکر! میں نے یہاں پر جو اعداد و شمار دیکھے ہیں اُس میں Tertiary Health Care Services میں سے ہمیں چوتھے حصہ کے برابر بھی پیسے اُس area کے لئے نہیں دیئے گئے۔ Tertiary Health Care Services کی ضرورت اُن لوگوں کو ہوتی ہے جو زندگی اور موت کی کشمکش میں ہوتے ہیں تو ان چیزوں کو سراسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ آج کا ایک اہم issue ہے، اگر آج آپ پنجاب کی 9 کروڑ آبادی میں سے check کروائیں تو کم از کم 3 کروڑ لوگ Hepatitis "C" کے عارضہ میں مبتلا ہوں گے، اس بجٹ میں اُن کے لئے صرف 20 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے یہ پیسا بہت تھوڑا ہے اس لئے اس پر صحیح پیسا invest کیا جائے۔ Hepatitis کے مریض کا liver damage ہو جاتا ہے تو اُس کی کوئی remedy نہیں ہے اور اُس کی زندگی کے آخری ایام بڑے miserable ہوتے ہیں ہم تو ایسے مریضوں کو دیکھتے رہتے ہیں اس لئے Hepatitis کو re-look کرنا چاہئے اور میں یہاں پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جنوبی پنجاب میں سانپ کے کاٹنے سے کاشتکار طبقہ زیادہ effect ہوتا ہے تو وہاں پر ہسپتالوں میں snake venom نہیں ملتی، وہاں پر اس کے لئے کئی کئی دن انتظار کرنا پڑتا ہے اس لئے اس کا کوئی بندوبست کیا جائے کیونکہ اس کو یہاں پر address نہیں کیا گیا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ dog bite vaccination بڑی اہم ہے اور اللہ نہ کرے اگر کسی کو باؤلا کتا کاٹ لے تو اُس کا علاج نہیں ہے تو اس بجٹ میں اُس کا بھی کہیں arrange نہیں کیا گیا۔ یہ انتہائی ضروری باتیں ہیں جن کو address کرنا چاہئے اور اس سے ہمارا ایک بڑا طبقہ effect ہوتا ہے۔ چیف منسٹر صاحب نے renal failure کے حوالے سے ایک اچھا اقدام اٹھایا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ ادویات نہ ہونے کی وجہ سے پچھلے چار پانچ ماہ سے ہمارے Dialysis Centres بند پڑے ہیں اس لئے حکومت سے میری گزارش ہے کہ صحت پر کبھی cut نہ لگایا جائے۔ پرانے زمانے میں بزرگ دعائیں دیتے تھے کہ اللہ آپ کو صحت کی بادشاہی دے تو صحت کی بادشاہی کے علاوہ کوئی ایسی بادشاہی نہیں ہے کہ جس میں بندہ خوش و خرم رہ سکے۔ کسی انسان کی اگر صحت اچھی ہو گی تو اُس کو یہ دنیا بھی اچھی لگے گی اور یہ ماحول بھی اچھا لگے گا جبکہ بیمار شخص کو کچھ بھی

اچھا نہیں لگتا، جو بیمار ہو گا اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہمارے B.H.Us پر پچھلے آٹھ ماہ سے ادویات نہیں مل رہیں۔ ہمارا دیہاتی علاقہ سے تعلق ہے وہاں ادویات نہیں مل رہیں، حکومت کو ادویات فراہم کرنے کا انتظام کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: اجلاس کی کارروائی کے لئے آدھ گھنٹہ کا وقت بڑھایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! موبائل ہیلتھ یونٹ کا جو سسٹم شروع کیا گیا ہے ہم اس کی اہمیت سے انکاری نہیں ہیں میری یہ خواہش ہے کہ ہمارے جو R.H.Cs یا B.H.Us ہیں ان کو strengthen کریں۔ یہ انتہائی ضروری ہے، اگر سرجن اور فزیشن وہاں available ہوں تو لوگوں کا علاج کی غرض سے شہروں کی طرف سفر بند ہو جائے گا۔ کسی کو ضرورت نہیں کہ وہ خرچہ کر کے بڑے شہروں میں آ کر اپنا علاج کرائے۔ اگر لوگوں کو door step پر علاج کی سہولیات ملنا شروع ہو جائیں گی تو وہ وہیں علاج کرائیں گے۔

جناب سپیکر! میں وزیراعلیٰ صاحب کی بھی توجہ چاہوں گا کہ شعبہ ہیلتھ میں گورنمنٹ سیکٹر اور پرائیویٹ سیکٹر کو بالکل علیحدہ کرنا چاہئے۔ ان ڈاکٹروں پر پابندی لگانی چاہئے جو سرکاری ملازمت بھی کرتے ہیں اور اپنے پرائیویٹ ہسپتال بھی چلاتے ہیں۔ جب یہ نظام علیحدہ ہو گیا تو اس وقت لوگوں کو ہیلتھ کی سہولیات میسر ہوں گی۔ یہ انتہائی ضروری بات ہے کہ گورنمنٹ کی ملازمت کرنے والا شخص پرائیویٹ پریکٹس نہ کرے، چاہے وہ پروفیسر ہے یا میڈیکل آفیسر ہے۔ وہ وہاں سے ریٹائرمنٹ لے یا گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑ دے تو پھر وہ پرائیویٹ پریکٹس کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا ذکر کروں گا کہ N.F.C میں area population اور poverty کے لحاظ سے distribution of funds ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں بھی Punjab Finance Commission کو اتھارٹی دی جائے کہ وہ پنجاب کے فنڈز area, population اور poverty کے لحاظ سے پسماندگی کی بنیاد پر تقسیم کریں۔ میں 1973 کے آئین کا حوالہ دوں گا کہ اس میں یہ mention ہے کہ پسماندہ اضلاع کو زیادہ فنڈز کی ضرورت ہے۔ اس بجٹ میں، میں نے دیکھا ہے کہ جو پسماندہ اضلاع ہیں ان کو مزید نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ روش ٹھیک نہیں ہے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ میرے خیال میں حکومت کو اسے ضرور دیکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقہ سے ملک کا 69 فیصد زر مبادلہ کاٹن کی برآمد سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے، 85 فیصد کاٹن جنوبی پنجاب سے آتی ہے، اگر باقی علاقوں میں لوگوں کو گیس اور پانی کی بنیاد پر royalty ملتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس علاقہ کو بھی royalty ملنی چاہئے، اگر royalty نہیں دے سکتے تو کم از کم ان کو ان کا حق ضرور دینا چاہئے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے میں چاہوں گا کہ اس پر حکومت کو غور کرنا چاہئے۔ مہربانی، شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! شکریہ۔ یہاں صحت پر بات کرنے کے لئے ڈاکٹر بیٹھے ہیں۔ میں as a common person بہت سی باتیں صحت پر کرنا چاہتی تھی لیکن میں تعلیم کے متعلق کٹوتی کی تحریک پر تقریر کروں گی۔ اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب یہاں موجود ہیں اس لئے صحت پر صرف دو گزارشات کروں گی۔ پہلی گزارش یہ ہے کہ ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب ایک competent آدمی ہیں، وہ پارلیمانی سیکرٹری ہیں اور اس محکمہ کو چلا رہے ہیں۔ مجھے صرف حیرت یہ ہے کہ کون سی تعلیمی قابلیت یا کوئی اور قابلیت ان میں نہیں ہے جو ان کی ترقی نہیں ہو سکتی اور وہ وزیر صحت نہ بنائے جا سکتے ہوں۔ میرے خیال میں ان کی ترقی ہونی چاہئے اور ان کو ایک موقع دینا چاہئے کہ صحت جو adhocism پر چل رہی ہے اسے regular کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں good governance کی ایک example وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتی ہوں۔ سر گنگا رام ہسپتال کی ایمر جنسی میں ایک پرچی کے -/50 روپے مریضوں سے لئے جا رہے ہیں۔ یہ پرچی میں وزیر اعلیٰ صاحب کو بھیج رہی ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر نے ایک پرچی قائد ایوان کی جانب بھجوائی)

جناب سپیکر! جہاں پر مریضوں سے -/50 روپے ایمر جنسی میں لئے جاتے ہیں حکومت good governance کا دعویٰ کرتی ہے کہ ایمر جنسی free ہے اور وہاں مفت علاج ہوتا ہے۔ مجھے صرف اس کی قلعی کھولنا تھی۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری ظہیر الدین خان صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے آدھ گھنٹہ وقت بڑھایا ہے۔ آج وزیر اعلیٰ صاحب بھی تشریف فرما ہیں اگر وقت ایک گھنٹہ بڑھا دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ساڑھے تین بجے دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں دو تین معروضات بیان کرنے کے بعد چاہوں گا کہ کٹوتی کی تحریک پیش کر دی جائے۔ میں اپنی مخالفت کی ایک وجہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے تین سالوں میں پنجاب کی آبادی 2.9 فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھی ہے جبکہ آبادی کے بڑھنے کے لحاظ سے بچوں کے ہسپتالوں میں اور نہ ہی دوسرے ہسپتالوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔ 2008 کے بجٹ تقریر میں کہا گیا تھا کہ ہسپتالوں میں اس طرح کا culture دیں گے کہ اس میں مریض کے مرض کو دیکھا جائے گا، اس کی حیثیت کو نہیں دیکھا جائے گا لیکن اس بجٹ سے پہلے کے تینوں بجٹ جو محکمہ صحت میں استعمال ہوئے ہیں تو مریض کو ہسپتال سے بے حیثیت کر کے دوائی کی بجائے دھکے ملے ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ چار ماہ تک B.H.U's کی ادویات کی خریداری پر پابندی لگائی گئی۔ ہسپتال اپنا بجٹ چھ ماہ میں ختم کر لیتے ہیں اور جب ضمنی بجٹ آتا ہے تو فنڈز کسی اور جگہ زیادہ استعمال ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ نامکمل منصوبے ویسے کے ویسے ہی پڑے ہیں جیسا کہ وزیر آباد کا کارڈیالوجی سنٹر اور ڈی جی خان کا میڈیکل کالج ہے۔ میرے ساتھی ساری باتیں کر چکے ہیں میں صرف پنجاب کے محکمہ صحت کی بہتری کے لئے نشاندہی کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ ہماری کٹوتی کی تحریک کو منظور فرمایا جائے کیونکہ محکمہ پہلے بجٹ کو good governance اور احسن طریقے سے استعمال کرنے سے قاصر رہا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کے علم میں یہ بات لاؤں گا کہ صحت حکومت پنجاب کی ترجیح ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب کا passion, priority اور خواب صحت کی فراہمی ہے۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ بلا تفریق پنجاب میں بسنے والے سب لوگوں کو مفت طبی سہولیات فراہم کی جائیں اور کسی غریب کا بچہ وسائل کی کمی کی وجہ سے ہسپتال کی سیڑھیوں پر دم نہ توڑے اور اسے وہی سہولیات فراہم کی جائیں جو کسی امیر آدمی کو فراہم کی جا سکتی ہیں۔ حکومت پنجاب نے صوبائی سطح پر صحت کی سہولیات کی فراہمی کے لئے مالی سال 2011-12 کے لئے current expenditure کی مد میں 26-ارب روپے مختص کئے ہیں جو کہ مالی سال 2010-11 کے ابتدائی تخمینہ جات 22-ارب روپے کے مقابلے میں 3-ارب 60 کروڑ 14 لاکھ 81 ہزار روپے زیادہ ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! گزشتہ چار برسوں میں 145 فیصد اضافہ ہوا ہے اور صرف اس سال میں تقریباً 17 فیصد اضافہ کیا گیا ہے تاکہ محکمہ صحت کے شعبہ میں جاری انسان دوست اور غریب پرور اقدامات جاری رہ سکیں۔ گرانٹ نمبر PC-21016 میں صوبائی سطح کے بڑے ہسپتال جن میں خود مختار ہسپتالوں کے بیس تدریسی ہسپتال، ذہنی امراض کے ہسپتال، انتقالِ خون سروسز، پبلک ہیلتھ نرسنگ سکولز، کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی اور دیگر اداروں کے لئے صحت کی تمام سہولیات کی فراہمی کے لئے فنڈز مختص کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ غیر سرکاری تنظیمیں مثلاً شالامار ہسپتال، گلاب دیوی ہسپتال، فاؤنٹین ہاؤس اور LRBT کے لئے بھی مناسب رقم تجویز کر دی گئی ہے تاکہ وہ بھی صحت کی فراہمی کی سہولتوں کے لئے اہم کردار ادا کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں چند تفصیلات عرض کرتا چلوں کہ تنخواہوں کی مد میں رکھی گئی رقم 13۔ ارب 90 کروڑ 77 لاکھ 24 ہزار روپے ہے۔ ضروری اور متفرق اخراجات جس میں پٹرول، یوٹیلٹی بلز، سٹیشنری اور ایکسرے وغیرہ شامل ہیں اس کے لئے 3۔ ارب 56 کروڑ 4 لاکھ 47 ہزار روپے کی رقم ہے۔ صوبائی سطح کے خود مختار ہسپتالوں اور محکمہ صحت کے زیر انتظام طبی ادارے بشمول میو ہسپتال، چلڈرن ہسپتال اور لیڈی ایچی سن وغیرہ کے لئے تقریباً 23۔ ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اسی طرح غیر سرکاری ہسپتالوں اور تنظیموں کے لئے تقریباً 15 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ مفت علاج کی سہولت جو اس حکومت کا ایک زریں باب اور کارنامہ ہے کہ جب یہ حکومت شروع ہوئی تھی تو مفت ادویات کی فراہمی کے لئے 2۔ ارب روپے مختص کئے گئے تھے جسے بڑھا کر اب 6۔ ارب روپے کر دیئے گئے ہیں۔ میرے ایک دوست نے سوال کیا تھا کہ کتے اور سانپ کے کاٹنے کے لئے علیحدہ allocation نہیں ہوتی جبکہ 5.50۔ ارب روپے میں یہ تمام سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں اور تمام DHQ's میں سانپ اور کتے کے کاٹے کے لئے vaccine خریدنے کے لئے رقم موجود ہے۔ اس سال بھی 5.50۔ ارب روپیہ مفت ادویات کے لئے مختص کیا گیا ہے جبکہ ضلعی حکومتوں کے فنڈز اس سے علیحدہ ہیں جو تقریباً 2800 ملین روپے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! گردوں کی صفائی کے لئے 30 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جس میں چند ممبران نے اعتراض کیا تھا کہ گزشتہ سال یہ رقم 50 کروڑ روپے تھی اور اس دفعہ 30 کروڑ روپے کیوں کی گئی ہے جس کا جواب یہ ہے کہ 50 کروڑ روپے کی رقم اس لئے تھی کہ اُس وقت ڈائیلسز مشینیں نصب کی جا رہی تھیں جس میں اُن کی قیمتیں بھی شامل تھیں لیکن اس سال صرف گردوں کے علاج کی سہولتوں کی فراہمی کے لئے 30 کروڑ روپے دیئے جا رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہسپتالوں میں طبی آلات اور مشینری کی دیکھ بھال کے لئے 15کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں تاکہ مشینوں کو رواں رکھا جا سکے۔ابھی میرے بھائی ڈاکٹر اختر ملک نے جنوبی پنجاب کے حوالے سے بات کی تھی تو میں اُن کے علم میں لے آؤں کہ جنوبی پنجاب اس صوبہ پنجاب کا حصہ ہے اور وہ ہماری ترجیحات میں شامل ہے اسی لئے allocation of the funds کے حساب سے جنوبی پنجاب میں صحت کے لئے 53فیصد ہے اور 47فیصد باقی پنجاب کے لئے ہے یعنی جنوبی پنجاب کے لئے 8698ملین روپے مختص کئے گئے ہیں اور باقی پنجاب کے لئے تقریباً7601ملین روپے ہیں۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت عرصہ دراز سے مختلف قسم کے طبی ادارے جو بن رہے تھے وہ مکمل ہو چکے ہیں اس لئے اس مقصد کے لئے 87 نئی SNE’s کے تحت 1153 نئی اسامیاں پیدا کی گئی ہیں جو گریڈ1 سے گریڈ 18تک ہیں۔ صوبائی سطح پر تقریباً1080اسامیاں منظور کی گئی ہیں جو گریڈ1 سے گریڈ18تک ہیں۔اس کے علاوہ یہاں میرے معزز ممبران نے چند سوال پوچھے تھے میں اُن کا جواب دیتا چلوں کہ محکمہ صحت کے شعبہ میں پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار چار ہزار میڈیکل افسروں کو regularize کیا گیا ہے جو بیس سال سے دہاڑی دار مزدور کے طور پر کام کر رہے تھے اور دو ہزار Consultants اور Specialists کو regularize کیا گیا ہے جو 1994 سے دہاڑی پر کام کر رہے تھے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے خصوصی شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے brain drain کو روکنے کے لئے تقریباً چھ ہزار ڈاکٹروں کو regularize کیا ہے، ساڑھے سات ہزار نرسوں کو بھی regularize کیا گیا ہے اور اُن کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ہے مزید انہیں گریڈ14 سے گریڈ16 دیا گیا ہے جس سے نرسیں دلجمعی سے کام کر رہی ہیں۔ اسی طرح پیرامیڈیکل سٹاف جس کی تعداد 50ہزار ہے، وزیر اعلیٰ صاحب نے اُن کے لئے خصوصی طور پر four years structure approve کیا ہے اور مزید گریڈ ایک، دو اور گریڈ پانچ کے ملازمین کے لئے بھی خصوصی پیکج کا اعلان کیا گیا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ حال ہی میں 5.2 بلین روپے پر مشتمل ایک پیکج دیا گیا ہے جس میں ڈاکٹر، نرسیں، پیرامیڈکس، ڈینٹل سرجنز اور وہ تمام ملازمین جو محکمہ صحت میں ہیں اُن کی تنخواہوں میں 8 سے 22ہزار روپے تک اضافہ کیا گیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر Burn Unit کی بات ہوئی تھی تو میں بتاتا چلوں کہ شمالی لاہور ایک محروم علاقہ تھا جہاں پر تقریباً40 فیصد آبادی رہتی ہے وہاں پر چار نئے ہسپتال تعمیر کئے گئے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کو علاج کے لئے میوہسپتال یا سروسز ہسپتال آنا پڑتا تھا مگر اب وہاں پر Burn Unit قائم کیا جا رہا ہے۔اسی طرح جناح ہسپتال میں ٹراما سنٹر قائم کیا جا رہا ہے جو تکمیل کے قریب ہے۔اس کے علاوہ

ہمارے چند اہم منصوبوں کا میں ذکر کرتا چلوں کہ بجٹ میں ہمارا اضافہ 11۔ارب روپے سے 44۔ارب روپے ہوا ہے۔ میری بہن نے ایئر کنڈیشنز کے حوالے سے بات کی تھی تو 7700 ائر کنڈیشنز تدریسی ہسپتالوں اور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتالوں میں لگائے گئے ہیں اُن کو چلانے کے لئے 181 جنریٹرز اور جنریٹروں کو چلانے کے لئے POL کی مد میں پٹرول اور ڈیزل کے لئے تین سال پہلے 87 کروڑ روپے رکھے گئے تھے لیکن اب اس کے لئے ڈیڑھ ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! شعبہ صحت کی ترقی پروگرام کے لئے اِس وقت ہمارے ایک سو بائیس منصوبہ جات شروع ہو چکے ہیں جن میں سے تقریباً اس سال پچاس مکمل ہو جائیں گے جس کی list ساتھ attach ہے اور اُس پر بات بھی ہو چکی ہے۔ جاری شدہ منصوبہ جات کے لئے تقریباً 8500 ملین روپے اور نئے منصوبہ جات کے لئے تقریباً 6400 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ وزیراعلیٰ پنجاب کے special initiative کے تحت چار میڈیکل کالج جن میں ساہیوال، گوجرانوالہ اور ڈیرہ غازی خان شامل ہیں، اُن کے لئے 400 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ جیسے میں نے پہلے بتایا کہ موجودہ سال میں جنوبی پنجاب کے لئے تقریباً 5 ہزار ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے اور بہاولپور میں چار سو دس بستروں پر مشتمل سول ہسپتال کے لئے 500 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ چار میڈیکل کالج جن میں ڈی جی خان سرفہرست ہے اِن کے لئے 1900 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ انسٹیٹیوٹ آف یورالوجی ٹرانسپلانٹیشن راولپنڈی کے لئے 350 ملین روپے کی رقم اور شاہدرہ ہسپتال لاہور کے لئے 100 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ میں عرض کرتا چلوں کہ ہمارے وہ غریب لوگ جنہیں ڈسپرین کی ایک گولی نہیں ملتی، اُن کے لئے وزیراعلیٰ نے موبائل ہیلتھ یونٹس import کئے ہیں جن میں سے سات موبائل یونٹ کام کر رہے ہیں۔ جس طرح میری بہن نے کہا کہ ایک یونٹ میں تین سو مریض نہیں دیکھے جا رہے لہذا میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ ایک کمیٹی بنائی جائے اور جہاں جہاں موبائل ہیلتھ یونٹ کام کر رہے ہیں اُن کے کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ کا معائنہ کیا جائے اور یہ verify کیا جائے کہ تین سو مریض روزانہ دیکھے جا رہے ہیں یا نہیں؟ اس کے علاوہ اُس کی قیمت اس لئے کم کی جا رہی ہے کیونکہ اسے rationalize کیا جا رہا ہے۔ اس دفعہ موبائل ہیلتھ یونٹس کے equipments مہنگے ہیں جیسے ان میں fixed ایکسرے پلانٹس اور بڑی لیبارٹریاں ہیں لہذا ان کے مقابلے میں آئندہ بجٹ میں ہم سستے موبائل ایکسرے پلانٹ اور چھوٹی لیبارٹریاں لے کر کم خرچ کریں گے اور اسی لئے اُن کی قیمت کم کی جا رہی ہے لہذا اس میں شکوک و شبہات دُور کر لئے جائیں کیونکہ اس صوبے اور حکومت کا ایک ایک پیسا

ایمانداری سے خرچ کیا جائے گا۔ جیسے پہلے بتایا گیا تھا کہ ہیپاٹائٹس کے لئے جو رقم مختص کی گئی ہے اُس میں اس دفعہ 200 ملین روپے کی رقم رکھی گئی ہے لیکن باقی تجاویز کے حوالے سے میں وزیراعلیٰ صاحب سے request کروں گا کہ اس میں اضافہ کر دیا جائے۔ بہت شکریہ۔ پاکستان زندہ باد۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری صاحب! اب میرے خیال میں سوال put کر لیا جائے؟

چودھری ظہیر الدین خان: جی، کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"26۔ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 89 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21016 خدمات صحت کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 26۔ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 89 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21015

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 25-ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے جو کہ لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، جناب شاہان ملک، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا، جناب قاسم ضیاء، سید حسن مرتضیٰ، حاجی محمد اسحاق، محترمہ نیلم جبار چودھری، چودھری محمد طارق گجر، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب تنویر اشرف کائرہ، جناب آصف بشیر بھاگٹ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب تنویر الاسلام، جناب فاروق یوسف گھرکی، جناب شاہجہان احمد بھٹی، رائے محمد اسلم خان، سردار محمد حسین ڈوگر، جناب امجد علی میو، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، ملک محمد عامر ڈوگر، سید ناظم حسین شاہ، جناب احمد حسین ڈیہر، ڈاکٹر محمد اختر ملک، سید احمد مجتبیٰ گیلانی، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب محمد حفیظ اختر چودھری، جناب شہزاد سعید چیمہ، سردار خالد سلیم بھٹی، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال!

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں کہ مداخلت کر رہا ہوں۔ اس کٹوتی کی تحریک پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ انہوں نے oppose کیا ہے۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! یہ صرف نام دیئے ہوئے ہیں اور نام والے بھی یہاں موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: ہمارے پاس نوٹس تحریری طور پر موجود ہے۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! جب آپ نے اسے ایوان کے سامنے پیش کیا تو کسی نے اس پر objection نہیں کیا۔

جناب سپیکر:oppose کرنے کے لئے پہلے لنگڑیال صاحب کھڑے ہو گئے تھے تو میں نے انہیں بتایا کہ میں نام پڑھ رہا ہوں۔ باقی ناموں میں سردار اطہر حسن خان گورچانی، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، جناب افتخار علی گھیتران، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب شاہ رخ ملک، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، میاں محمد علی لالیکا، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)، کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد، مخدوم محمد ارتضیٰ، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ نرگس فیض ملک، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ساجدہ میر، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فائزہ احمد ملک، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، جناب خرم نواب، ملک اقبال احمد لنگڑیال، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب منور حسین منج، جناب محمد یار ہراج، جناب طاہر اقبال چودھری، میاں شفیع محمد، سردار عامر طلال گوپانگ، ڈاکٹر محمد افضل، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر، سیدہ ماجدہ زیدی، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ انبساط حامد، محترمہ زوبیہ رُباب ملک، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد اور انجینئر شہزاد الٰہی کی طرف سے ہے۔ جی، پیش کریں۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"25-ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 تعلیم، کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"25-ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 تعلیم، کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

MINISTER FOR EDUCATION (Mian Mujtaba Shuja-u-Rehman): Mr. Speaker! I Oppose.

جناب سپیکر: لنگڑیال صاحب! وزیر موصوف نے اسے oppose کیا ہے اس لئے آپ اپنی بات کریں۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: جناب سپیکر!

غریب اور کہاں تک ظلم کی زد میں رہے
امیر شہر سے کہہ دو کہ اپنی حد میں رہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جب سے یہ حکومت آئی ہے تو ہم اس بات کا شور سن رہے ہیں کہ ہماری حکومت تعلیم عام کرنے کے لئے دن رات ایک کر دے گی مگر یہ دعوے اور زمینی حقائق بالکل اس کے مختلف ہیں اور اس کا تضاد ایسے ہی پایا جاتا ہے کہ جس طرح دن اور رات کا، سچ اور جھوٹ کا۔ اگر آپ وائٹ پیپر کا صفحہ 40 پڑھیں تو یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے جو حکومت کو یہ آئینہ دکھاتی ہے کہ آپ نے تعلیم کے لئے کیا کیا؟ اگر آپ پچھلے بجٹ میں دیکھیں کہ وہ 28۔ ارب اور 88 کروڑ روپے رکھی گئی تھی۔۔۔

جناب سپیکر: ایوان کی کارروائی کا وقت مزید پانچ منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: جو اس سال تعلیم کے لئے رقم رکھی گئی ہے وہ 27۔ ارب 14 کروڑ روپے ہے اور اس طرح یہ ایک ارب 70 کروڑ روپے کی کمی بنتی ہے۔ اگر ہم مطالبات زر میں دیکھیں تو وہاں 25۔ ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے کی رقم کو وائٹ پیپر میں دیکھیں تو 2۔ ارب روپے کا فرق بنتا ہے۔ یہ فرق پتا نہیں کیوں ہے تو اس بات کو وزیر موصوف ضرور واضح کریں۔ میں اتنا بتاتا چلوں کہ جہاں شرح خواندگی بالکل نہ ہونے کے برابر ہے اور ہمارا صوبہ اس لحاظ سے تعلیم کے حوالے سے بہت ہی پیچھے ہے مگر ایجوکیشن کی مد میں اتنا کم بجٹ رکھنا طلباء اور اساتذہ کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے۔ اگر ہم پچھلا بجٹ دیکھیں تو اُس میں ترقیاتی اخراجات 23۔ ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن افسوس کی بات ہے، ظلم کی بات ہے کہ اُس وقت صرف 13۔ ارب روپے خرچ کئے گئے جو 50 فیصد رقم بھی نہیں بنتی۔ ایجوکیشن میں اتنا بڑا cut لگانا تعلیم کے شعبے کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ ہم ایک شور سنتے ہیں کہ پنجاب corruption free صوبہ ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے دو سالوں میں آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے جہاں 80۔ ارب روپے کی کرپشن اور بے ضابطگیاں بتائی ہیں وہاں محکمہ تعلیم بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ ہماری پالیسی ہے کہ ہم نے 2۔ ارب 20 کروڑ روپے کی مفت کتابیں پنجاب میں تقسیم کرنی ہیں تو میں یہ بتاتا چلوں کہ ہم نے جو پہلے دو آرڈر دیئے، دوسرا آرڈر پہلے آرڈر سے 48 کروڑ روپے زیادہ تھا۔ کتابیں بھی وہی تھیں، کاغذ بھی وہی تھے، تعداد بھی وہی تھی مگر وہ دوسرا ٹھیکیدار کون تھا جس کو 48 کروڑ روپے کا زیادہ ٹھیکہ دیا گیا؟ سب سے بڑے ظلم کی بات یہ ہے کہ ایک لاکھ کتابیں ڈیلر نے اُس وقت محکمہ تعلیم کے حوالے کیں جب ان کلاسوں کے طلباء امتحان دے کر گھر جا چکے تھے،

جو ایک لاکھ کتابوں کا نقصان محکمہ تعلیم کو ہوا ہے اس کا کون ذمہ دار ہے اور اس کرپشن کا کون ذمہ دار ہے۔[********]

جناب سپیکر: انہوں نے یہ جو بات کی ہے اسے کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: اس وقت صوبہ پنجاب میں چھ ہزار سکول ایسے ہیں جو تعمیر ہو چکے ہیں، جن کی بلڈنگیں مکمل ہو چکی ہیں اور جن پر اربوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ وہ چھ ہزار سکول جو upgrade ہو چکے ہیں ان میں کلاسیں اس لئے شروع نہیں ہو سکیں کہ محکمے کے پاس رقم نہ ہے۔ ہمارے کتنے لاکھوں بچوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ وہ لاکھوں، کروڑوں بچے بھی چیف ایگزیکٹو کی محبت اور پیار کے اُسی طرح حقدار ہیں جس طرح دانش سکول کے چار پانچ سو بچے حقدار ہیں۔ ایک غریب آدمی اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کو پڑھاتا ہے، وہ میٹرک کرواتا ہے، وہ ایف اے کرواتا ہے اور اس کا خواب اس وقت پورا ہوتا ہے جب وہ اپنے بچے کو Graduation کرواتا ہے۔ یہاں jobs کی اتنی opportunity ہو سکتی ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ ہماری حکومت پنجاب نے ان کو کیا دیا ہے کہ غریب آدمی کا بچہ جب Graduate ہو گا تو اس کو پیلی ٹیکسی سکیم کے تحت کار دی جائے گی اور اس کو کار کا ڈرائیور بنا دیا جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

کیا ضرورت ہے اس کو اپنا پیٹ کاٹنے کی، کیا ضرورت ہے اس کو اپنے گھر کا نظام درہم برہم کرنے کی، اگر اس نے Graduate بن کر ایک ٹیکسی ڈرائیور ہی بننا ہے؟

جناب سپیکر! میں اپنی تقریر لمبی کرنے کی بجائے اپنے دوسرے ساتھیوں کو موقع دینا چاہوں گا اور آخر میں ان اشعار کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ:

تم نے صدیوں سے لوٹا ہمارا سکوں
اب نہ ہم پہ چلے گا تمہارا فسوں
چارہ گر میں تمہیں کس طرح سے کہوں
تم نہیں چارہ گر کوئی مانے مگر ہم نہیں مانتے ہم نہیں مانتے

جناب سپیکر: محترمہ سیمل کامران!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! انہوں نے جو اتنی موٹی موٹی رقم کی demand کی ہے اور ہم نے کہا ہے کہ اس کو cut کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ ان کی طرف سے جو book ہمیں ملی ہے یہ اس بات کی شاہد ہے، اس ایوان کے در و دیوار اس بات کے شاہد ہیں کہ انہوں نے جو رقم demand کی ہے اس میں سے صرف 29 فیصد non salary budget ہے۔۔۔

جناب سپیکر: ایوان کا ٹائم 4 بجے تک بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! باقی 71 فیصد بجٹ افسر شاہی کی خدمت میں نذرانہ کے طور پر دوبارہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ 09-2008 اور 11-2010 ان ساڑھے تین سالوں میں انہوں نے جو بجٹ سے related تقاریر فرمائی ہیں ان میں انہوں نے عوام کو بڑے سہانے خواب دکھائے۔۔۔

جناب سپیکر: خواب سہانے ہی ہیں، ڈراؤنے تو نہیں ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں آپ ہی کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنا چاہتی ہوں کہ ان کے جو مشیران، ٹاسک فورسز کے چیئرمین اور جو اس جماعت کے کرتا دھرتا ہیں جب وہ رات کو سوتے ہیں تو خواب میں کوئی چیز دیکھتے ہیں۔ وہ صبح صبح چلے جاتے ہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب کو misguide کرنے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں کہ رات کو ہم نے خواب میں یہ دیکھا ہے اس لئے اب اس کی تشہیر کر دو اور آدھا آدھا اخبار بھر دو لیکن نکلتا اس میں سے کچھ بھی نہیں۔ خواب دکھانا اور بات ہے لیکن اس کو حقیقت بنانا بالکل برعکس چیز ہے۔ جب یہ good governance اور جمہوری حکومت اس ملک میں آئی تھی تو عوام نے ان سے بہت سی توقعات وابستہ کی تھیں جو اُن کا حق تھا۔ اٹھارہویں ترمیم کے لئے تمام political parties نے بڑی struggle کی جس کے نتیجے میں، میں آپ کی خدمت میں یہ پیش کرنا چاہوں گی کہ:

> The 18th amendment of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan which receives Presidential assent on April 19th 2010 that the State shall provide free and compulsory education to all the children of the age 5 to 16 in such manner as may be prescribed in the law.

جناب سپیکر! اب یہ constitutional binding ہے، یہ اس حکومت پر لازم و ملزوم ہے کہ یہ ان بچوں کو quality education provide کرے۔ ایک رپورٹ چھپی ہوئی ہے میں اس کو پڑھ رہی تھی کہ اگر حکومت یہ provide نہیں کرے گی تو اب شہری ان کو عدالتوں میں بھی گھسیٹ سکتے ہیں، اب بلی دور نہیں ہے۔ ایک طرف باتیں کی جاتی ہیں، سہانے خواب دکھائے جاتے ہیں، good governance کے دعوے کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ہم تعلیم میں وہ reforms لے کر آئیں گے کہ علامہ اقبال اور قائداعظم کا خواب پورا ہوگا۔ مگر چند حقائق جو میری نظر سے گزرے ہیں میں چاہتی ہوں کہ ایجوکیشن منسٹر جو بہت کم اس ایوان کی زینت بنتے ہیں، آج وہ تشریف فرما ہیں تو میں آپ کے توسط سے ان کے گوش گزار کردوں۔ اسی صوبہ میں good governance کے باوجود 63 ہزار سکول ایسے ہیں جو 65 فیصد basic facilities سے محروم ہیں۔ صرف اسی لاہور شہر میں ایک سال کے اندر ایل ڈی اے نے ایک ہزار سکول بند کردیئے۔ پورے پنجاب میں policy rationalization کے نام پر ہر ڈسٹرکٹ میں چالیس سے پچاس سکول بند کردیئے گئے ہیں۔ اسی good governance والے صوبہ میں ہر سال 9 لاکھ بچے سکول نہ ہونے کی وجہ سے ورکشاپوں کا رخ کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ جنوبی پنجاب آج اس good governance سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ ان کی اس effort پر میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور سمجھتی ہوں کہ یہ effort زیادہ دن تک روکی نہیں جاسکتی۔ اُن کو اُن کا حق ملنا چاہئے کیونکہ اس good governance کی وجہ سے وہاں پر بچیوں کے drop out کی شرح 50 فیصد ہوگئی ہے اور پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ good governance ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ literacy rate 100 percent جائے گا اگر نہیں جاسکا تو کم از کم جتنا پچھلی حکومت نے چھوڑا تھا، جتنے سکول چھوڑے تھے، جتنے کالج چھوڑے تھے یہ اتنے تو رہنے دیتے۔ وہ literacy rate 62 percent سے کم ہو کر 58 فیصد پر آگیا ہے اور پھر بھی good governance ہے۔ اسی صوبہ میں ہر سال پچاس ہزار سائنس ٹیچروں کی کمی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ہائی سکول کی enrollment میں 23 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ 2009 سے اب تک نصابی کتب کی قیمتوں میں 50 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ دس سالوں میں پہلی دفعہ ہوا ہے اور یہ ریکارڈ اس حکومت نے قائم کیا ہے۔ انہوں نے ایک ریکارڈ اور قائم کیا ہے کہ اس دفعہ good governance کی وجہ سے یہ ہوا ہے کہ سکولوں میں کلاسیں شروع ہوگئیں لیکن ان کی کتابیں تین مہینے تک آئی ہی نہیں۔ پھر بچوں نے کیا پڑھنا تھا، کیا یہ بجٹ کی تقاریر پڑھنی تھی جو ساری تشہیر پر مشتمل

ہے ؟ صرف 70 فیصد سکول اس پنجاب میں ایسے ہیں جہاں پر بچوں کے پاس پینے کے لئے صاف پانی نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قوم ہماری ہے اور یہ بچے ہمارے ہیں۔ کیا ہم اپنے بچوں کو مرنے کے لئے چھوڑ رہے ہیں، گندہ پانی پینے کے لئے چھوڑ رہے ہیں اور یہ 70 فیصد سکولوں کا مطلب کیا ہے، یہاں پر سکول ہی کتنے functional ہیں؟ جو باقی functional ہیں اور چل رہے ہیں ان کو ہم نے نام نہاد "NGOs" کے سپرد کر دیا ہے جو ہمارے بچوں کی تصویریں دکھا کر foreign countries سے aid لیتی ہیں۔ وہ سکول جہاں پر upgradation کی ضرورت ہے اور جہاں missing facilities کی ضرورت ہے ان سکولوں کو "NGOs" کے حوالے کیوں نہیں کیا جاتا؟ وسائل، سکول، اساتذہ اور کتابیں ہماری حکومت دیتی ہے تو پھر وہ "NGOs" یہاں پر کیا کر رہی ہیں؟ ماسوائے اس کے کہ وہ اپنی دکانداری چمکا رہی ہیں۔ اس حکومت نے ریکارڈ good governance قائم کیا ہے جس کا ایک ثبوت میں آپ کو دینا چاہتی ہوں کہ اس دور حکومت میں سب سے زیادہ مظاہرے جو حکومت کے خلاف ہوئے ہیں وہ اساتذہ نے کئے ہیں اور اساتذہ وہ لوگ ہیں جن کو کہا جاتا ہے کہ یہ شعبہ پیغمبری سے منسلک لوگ ہیں۔ وہ آپ کے، میرے اور سب لوگوں کے بچوں کو انسان بناتے ہیں۔ ہم انہیں اس کے بدلے میں کیا دے رہے ہیں، ڈنڈے، سوٹے، مکے، ٹُھڈے اور جیلیں دے رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: Order please, order. Order in the House.

دیکھیں! مجھے مجبور نہ کریں کہ میں کوئی ایسا action لوں۔ آپ لوگوں کی بڑی مہربانی ہوگی۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں ایجوکیشن کے issue پر رپورٹ پیش کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کہتے ہیں کہ:

> Pakistan failed to recognize that having the second largest number of children out of the school in the world next to Afghanistan

یہ ان سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آج لاہور، سرگودھا اور فیصل آباد کا جلال آباد اور کندھار سے موازنہ کیا جا رہا ہے اور آج ہم یہاں پر stand کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم یہاں پر hooting کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ افغانستان سے پاکستان کا موازنہ کیا جا رہا ہے تو میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ 1979 سے They are in a state of war جن کا کچھ عرصہ پہلے ہمارے برادر ممالک اور ہمارے ملک کے دوسرے صوبے بھی ہمارے صوبہ کے ایجوکیشن پروگرام کو Follow کرتے تھے تو آج ہمیں قندھار اور جلال آباد کے ساتھ ملایا جا رہا ہے۔ ہماری آبادی کی شرح میں جس طرح سے اضافہ ہو رہا ہے اور ہم

جس تیزی سے سکولوں کو بند کر رہے ہیں، کیا اب بھی ہم سمجھتے ہیں کہ اس طرح سکولوں کو بند کر کے ہماری قوم ترقی کر سکتی ہے؟

جناب سپیکر! ایک طرف تو پچھلے مالی سال میں ہمارے صوبہ پنجاب کے سرکاری سکولوں کو کروڑوں روپے کے فنڈز release نہیں کئے گئے on the other hand مجھے بہت دکھ ہوا اور مجھے اس بات پر انتہائی تکلیف ہوئی کہ ہمارے حکمرانوں کے کتنے دُہرے معیار ہیں کہ ایک طرف تو جرنیلوں کی شان میں قصیدے بیان کرتے کرتے ہماری زبان نہیں تھکتی اور دوسری طرف چاند باغ سکول مرید کے کسی اور کا سکول نہیں ہے یہ محترم جنرل جیلانی صاحب کا سکول ہے۔اس سکول کے بچے 60ہزار روپیہ فیس ادا کرتے ہیں اور ان کی خدمت میں 60 ملین روپے پیش کر دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آگے بات کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ ہماری پالیسیاں ہیں اور مجھے حق حاصل ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی بات سنی گئی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ وہ چیزیں ہیں جو بجٹ documents میں موجود ہیں، دوسری بات یہ کہ میں سمجھتی ہوں کہ صوبہ پنجاب کا یہ نمائندہ ایوان ہے اور ہم یہاں پر لوگوں کے حقوق کے لئے fight کرتے ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ میرے صوبہ کے لوگوں کے بچوں اور سکولوں کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے کہ ایک طرف آپ جنرل جیلانی کے ساتھ اپنے اظہار عقیدت کو نبھانے کے لئے اسے 60 ملین کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں اور دوسری جانب اسی صوبہ کے 63ہزار سکولوں کے بچے ہم لوگوں کو بد دعائیں دے رہے ہیں، ہمارے لوگوں کے بچے زمین پر بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں یا لوگوں کے بچوں کے بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں ہے، بچوں کے پاس کتابیں بھی نہیں ہیں، یہ کس قسم کا انصاف ہے؟ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں ان کی بات سن رہا ہوں اور یہ مناسب نہیں ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ اس قسم کی حرکتیں کرکے اپنے لیڈر کی توہین کرتے ہیں کہ۔۔۔

MR SPEAKER: No, I say no.

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ regard کرتے ہیں اور اپنے لیڈر کو یہ respect دیتے ہیں shame on you people. (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! آپ انہیں منع کریں، یہ ایوان چلانے کا کون سا طریقہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، آپ مجھ سے مخاطب ہو کر بات کریں، ان کو چھوڑیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بڑی خوشی کی بات ہے کہ جب وزیراعلیٰ صاحب تشریف لاتے ہیں تو ہمیں بھی ایسی ایسی آوازیں سننے کو مل جاتی ہیں جو ہم سارا سال سننے کو ترستے ہیں کہ شاید ان کے منہ میں بھی زبانیں ہیں۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، آپ لوگ ایوان چلنے دیں گے یا نہیں؟ آپ کی مہربانی، آپ لوگ خاموش رہیں۔ جی!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اسی حکومت نے model colleges کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا اور انہوں نے چالیس کالجوں کو model colleges declare کیا تھا۔ وہاں پر تین سو لیکچرار اور پروفیسروں کی اسامیاں تھیں جو آج تک خالی پڑی ہیں۔ اگر ہمارے model colleges کا یہ حال ہے تو باقی سکولوں اور کالجوں کا تو خدا ہی حافظ ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کے گوش گزار ایک رپورٹ کرنا چاہتی ہوں جو ہمارے صوبہ پنجاب کے Education Reforms Programme پر لکھی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:

> Only 35 percent of the school children age 6 to 16 year can read a story while 50 percent can not.

یہ ہمارے پر نصاب کا standard ہے۔(قطع کلامیاں)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہماری بہنیں تھوڑا صبر کے ساتھ سن لیں، یہ صرف تجاویز ہیں اور بہتری کے لئے باتیں کی جارہی ہیں کیونکہ ان کے اس روّیہ سے کوئی اچھا تاثر پیدا نہیں ہو رہا۔

جناب سپیکر: جی، ان کو خود سوچنا چاہئے کہ یہ بھی اس معزز ایوان کے معزز ممبران ہیں اور کچھ خدا کا خوف کھائیں۔ جی، محترمہ!

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! یہ کون سی یونیورسٹی کی بات کر رہی ہیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! مستی خیل صاحب کے لئے ایک ہی نعرہ لگائیں گے تو وہ دوڑ جائیں گے۔ وزیراعلیٰ مستی خیل کو چپ کرایا جائے۔

جناب سپیکر: جی، آپ اپنی بات کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری ایک humble submission ہے کہ اتنی بڑی بڑی رقوم جو آپ نے رکھی ہوئی ہیں اور جس طرح کہا جاتا ہے کہ First deserve then desire۔

جناب سپیکر: منٹ! Let me finish this agenda! جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کس قسم کا vision ہے، یہ کس قسم کی پالیسیاں ہیں کہ بیٹھنے کو ڈیسک نہیں ہیں، پھر بھی سکول ہیں، پڑھنے کو کتابیں نہیں ہیں، بسیں ہیں چلانے کو ڈرائیور نہیں ہیں، آئی ٹی لیب بنا دی گئی ہیں اور آئی ٹی ٹیچرز نہیں ہیں۔ ہم سائنس پڑھا رہے ہیں لیکن سائنس کے ٹیچرز نہیں ہیں۔ یہ کس قسم کا vision ہے؟ اس طرح کے سہانے خواب دکھانے کے بجائے حسرتیں بہتر ہیں۔ اس حکومت کو ساڑھے تین سال ہو گئے ہیں اور یہ کہتے تھے کہ تعلیمی شعبہ میں اصلاحات لے کر آئیں گے۔

جناب سپیکر! میں کسی figures میں نہیں جانا چاہتی۔ میں ایک بات کرنا چاہتی ہوں کہ جب ہماری حکومت نے 2002 میں take over کیا تھا تو اس وقت لٹریسی ریٹ 42 فیصد تھا۔ ہم نے اپنی good governance اور پالیسیوں کی وجہ سے اس کو 2007 میں increase کر کے 62 فیصد کر دیا۔

جناب سپیکر! آپ کے توسط سے وزیر خزانہ سے ایک درخواست ہے کہ جب وہ اپنی ابھی speech فرمائیں گے تو مجھے صرف یہ بتا دیں اور میں زیادہ حساب کتاب میں نہیں جانا چاہتی کہ ان ساڑھے تین سالوں میں لٹریسی ریٹ کو انہوں نے کتنا increase کیا اور کہاں تک لے کر آئے ہیں؟ صرف مجھے یہ figures چاہئیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتی ہوں اور میرا یہ خیال ہے کہ اگر کسی حکومت کی کوئی achievement ہے تو ہم سب کو مل کر اس کو appreciate کرنا چاہئے۔ اس side پر بیٹھے کسی بھی بندے کو دانش سکول پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میری تو دلی خواہش ہے کہ یہ 63 ہزار سکول جن کا ہم رونا رو رہے ہیں۔ یہ سارے سکول دانش سکولوں میں convert ہو جائیں، جس دن وزیر اعلیٰ پنجاب یہ کر دیں گے تو میں خود اپنی سیٹ سے کھڑی ہو کر اور اپنی سیٹ سے جا کر ان کو سلیوٹ پیش کروں گی لیکن چند یتیموں کے سر پر دست شفقت رکھنا یہ انصاف نہیں ہے۔ آج یہ خوشاب کے بچے کو میانوالی، بکھر، لیہ بھیج رہے ہیں کہ وہاں جا کر معیاری تعلیم حاصل کرے اور کیوں؟ اس کے اپنے گاؤں اور ضلع کا جو

سکول ہے وہ دانش سکول کیوں نہیں بن رہا؟ اتنی موٹی موٹی رقمیں دانش سکولوں کے لئے رکھی جارہی ہیں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اب آپ wind up کریں اور کسی دوسرے کو بھی موقع دیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں بالکل اپنی بات ختم کرتی ہوں اور یہ میں نہیں کہہ رہی بلکہ آپ کا ریکارڈ کہہ رہا ہے۔ جب Hon'able Minister نے On the floor of the House جوابات دیئے تھے جن میں صرف ایک تحصیل بھلوال کا ذکر ہے۔ انہوں نے own کیا ہے اور حکومت کی جانب سے آنے والا جواب ہے کہ ستائیس سکول بغیر عمارت کے ہیں اور خطرناک حالت میں ہیں پھر انہوں نے کہا کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے چوہتر سکول صرف تحصیل بھلوال میں ہیں۔ یہ خود کہتے ہیں کہ خطرناک ہیں تو پھر ان سکولوں کا کیا مستقبل ہے، ان سکولوں میں پڑھنے والے ہمارے بچوں کا کیا مستقبل ہے؟ کیا آپ انہیں خدا کے رحم وکرم پر چھوڑ رہے ہیں، کیا اس بات کا انتظار کیا جارہا ہے کہ کب چھتیں اور دیواریں گریں اور یہ بچے لقمہ اجل بن جائیں، یہ کس قسم کے دعوے ہیں، آپ deserve نہیں کرتے تو پھر اتنی موٹی موٹی رقمیں کیوں مانگتے ہیں؟ یہ کتابیں پکڑلیں، مجھے تو آپ اجازت نہیں دیں گے کیونکہ اس دن بھی جب میں general administration پر آئی تھی۔۔۔

جناب سپیکر: یہ آپ کو پڑھ کر بتانا چاہئے تھا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہاں پر ایک، ایک صفحے پر دس، دس قسم کی administrations ہیں جن کے لئے کروڑوں روپے رکھے گئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! اب کسی اور کو بھی بات کرنے دیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری بات مکمل ہو جائے گی تو وہ بات کر لیں گے۔

جناب سپیکر: دیکھیں، میں نے 4 بجے تک ٹائم بڑھایا ہے، آپ اب مہربانی فرمائیں۔ چودھری صاحب! آپ ذرا اس معاملہ کو دیکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اپنی wind up speech کر رہی ہوں۔ ایک، ایک صفحے پر دس، دس قسم کی administrations پھر ان کی جو شاہی خدمت گزار بیوروکریسی ہے اس کے لئے سو طرح کے Special Allowances, Stipends and Honourariums رکھے گئے ہیں۔ یہاں پر "ہاں" یا "ناں" کرنا بہت آسان ہے لیکن میں صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا کبھی کسی نے اپنے

دل پر ہاتھ رکھ کر، اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ سوچا ہے کہ ہمارے بچے جو ہماری قوم کا مستقبل ہیں ہم انہیں کس تاریکی میں دھکیل رہے ہیں، ان کا مستقبل کیا ہو گا؟ آج ہم نے ان کا یہ حال کر دیا ہے کہ ہمارے غریبوں کے ذہین بچے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور elite class کے نکمے بچے ہاتھوں میں انجینئرنگ اور ڈاکٹری کی ڈگریاں لے کر پھر رہے ہیں اور ان کا منہ چڑا رہے ہیں۔ میں اس بات سے اپنی wind up speech کر رہی ہوں کہ پھر جب آپ اس کو پاس کرانے کے لئے "ہاں" یا "ناں" کرائیں گے تو مجبوراً اس minority کی حکومت کو جن لوگوں کا سہارا لینا پڑے گا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اب آپ تشریف رکھیں۔ ان کا mike بند کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اپنی بات ختم کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ ایک شعر سُن لیں۔

اصول بیچ کر منصب خریدنے والو
نگاہ اہل وفا میں بہت حقیر ہو تم
وطن کا پاس تمھیں تھا نہ ہو سکے گا کبھی
اپنی ہوس کے بندے ہو بے ضمیر ہو تم

جناب سپیکر: جی، عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہمیشہ کہا جاتا ہے کہ تعلیم اور صحت دو ایسے شعبے ہوتے ہیں۔۔۔

محترمہ دیبا مرزا: ریمنڈ ڈیوس، ریمنڈ ڈیوس۔

جناب سپیکر: محترمہ! میری بات سنیں، آپ بار بار interrupt کر رہی ہیں، یہ اچھی بات نہیں ہے، میں پھر آپ کو اور بھی کچھ کہہ سکتا ہوں۔ آپ کی مہربانی۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

MR SPEAKER: Order please, order please.

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! مجھے حیرت یہ ہے کہ چیف منسٹر صاحب یہاں پر خود موجود ہیں اور وہ اگر ان کو منع نہیں کر رہے، اگر اس طرح سے ایوان چلانا ہے تو پھر کوئی بات نہیں کر سکے گا۔

جناب سپیکر: یہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے، آپ بات کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! ہم نے یہاں پر جھوٹ اور سچ کے سب افسانے سنے جن میں صوبہ پنجاب کی پولیس کو امن کا گہوارہ کہا گیا۔ میں صحت پر بات کروں گی۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "ریمنڈ، ریمنڈ" کی آوازیں)

جناب سپیکر: آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! صحت اور تعلیم ایسے شعبے ہوتے ہیں جو کسی قوم کے آگے بڑھنے کے لئے اور اس قوم کو ترقی کی راہ پر لے جانے کے لئے اہم ہوتے ہیں۔ شروع میں اس بات سے کروں گی کہ اس سال کی بجٹ تقریر میں صفحہ نمبر 16 اور سیریل نمبر 35 پر لکھا ہے کہ "وزیر اعلیٰ پنجاب کی خصوصی ہدایت پر آئندہ مالی سال میں سکول جانے کی عمر کے ہر بچہ کو تعلیم تک رسائی مہیا کی جائے گی یعنی 100% enrollment and 100% retention یقینی بنائی جائے گی۔" بجٹ تقریر بہت اہم document ہوتا ہے اور اس پر اتنی بڑی commitment وہ بھی وزیر اعلیٰ پنجاب کے نام سے کی جا رہی ہے تو میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ اگلے سال تک، میں یہ نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ کس کو حیات رکھے گا کون نہیں ہوگا لیکن اگر اگلے سال یہ 100 percent enrollment and 100 percent retention پوری نہ ہو اور کوئی ایک بھی بچہ پنجاب میں تعلیم سے محروم رہ گیا تو کیا وزیر اعلیٰ صاحب اس کا onus لینا پسند فرمائیں گے؟

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے، میں نے پہلے بھی اپنی بجٹ تقریر میں vision کی بات کی تھی اور جب بجٹ تقریر wind up ہوئی مجھے تو میرے کسی سوال کا جواب نہیں ملا۔ بڑی خوشی کی بات ہے میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن صاحب یہاں پر موجود ہیں جو اپنے بڑوں کی طرح اس ایوان کو کم ہی رونق بخشتے ہیں۔ تعلیم کے شعبے میں عجیب vision یہ ہے کہ ہم laptops دے رہے ہیں جو بچے وظائف لیتے ہیں اچھی بات ہے لیکن یہ بتائیں کہ آپ بنیادی تعلیم کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ اصل چیز تو بنیادی تعلیم ہے۔ جو بچے سکول نہیں جاتے یا پرائمری ایجوکیشن کے لئے آپ کا vision کیا ہے وہ مجھے اس پوری بجٹ تقریر میں نظر نہیں آیا اور 63000 جو سکول ہیں ان میں سے 43000 سکول on record موجود ہیں جن کے اندر missing facilities ہیں اور میں صرف دو تین چیزیں رپورٹ کروں گی اور مستی خیل صاحب کو بتا دوں کہ یہ وہ رپورٹس ہیں جو میڈیا میں آچکی ہیں اور سب نے دیکھیں، خاص طور پر ایک ٹی وی پروگرام جو ایجوکیشن پر تھا اس میں مجتبیٰ شجاع

الرحمٰن صاحب تشریف نہیں لائے تھے۔اس میں وزیر تعلیم مجتبیٰ شجاع الرحمٰن صاحب کے اپنے حلقے میں،ان کی وزارت کے دفتر کی back side پر جو سکول ہے اس کی حالت ایکسپریس ٹی وی پر دکھائی گئی۔ شرم آتی تھی کہ اگر لاہور کے اندر،وزیر تعلیم کے اپنے حلقہ انتخاب کے اندر سکولوں کی یہ حالت ہے تو راجن پور اور لیہ کے لوگ صحیح روتے ہیں،وہ حق بجانب ہیں۔اس کے بعد محترم قائد حزب اختلاف قومی اسمبلی،چودھری نثار احمد خان صاحب وہ ہمیں قومی اسمبلی میں بیٹھ کر good governance پر بڑے لیکچر دیتے ہیں ان کے اپنے حلقہ انتخاب کے اندر گلیوں میں بچے نالیوں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں کیونکہ ان کا سکول ایک rented building میں تھا،اس کا rent ادا نہیں کیا گیا،ان بچوں کو اُٹھا کر باہر پھینک دیا گیا،یہ ہے good governance۔اگر ہمارے حلقہ انتخاب میں آپ سکولوں کو نہ پوچھیں بات سمجھ میں آتی ہے۔ سائرہ افضل تارڑ صاحبہ جو ایم این اے ہیں جو سابق صدر پاکستان کی بہو ہیں ان کے حلقہ میں بچے قبرستان میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔یہ آپ کے سکولوں کی اصل situation ہے۔ فیصل آباد میں بہت بڑے بڑے لوگ جو ہیں ان کے حلقہ انتخاب میں گدھے اور بچے اکٹھے گراؤنڈ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ پنجاب کی تعلیم کی اصل situation ہے۔ابھی جو facts and figures دکھائے جائیں گے،سہانی باتیں کی جائیں گی اور ہمیشہ کی طرح ایک کاغذی کارروائی تو ہو گی لیکن جو اصلیت ہے وہ میڈیا بھی دِکھا رہا ہے اور لوگوں کو بھی نظر آ رہی ہے۔

جناب سپیکر: جلدی wind up کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! مجھے بات کرتے ہوئے hardly تین یا چار منٹ ہوئے ہوں گے میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گی۔ مجھے اندازہ ہے کہ انہوں نے wind up کرنا ہے لیکن اب سکولوں کی upgradation کے لئے ایک ارب روپے سے زائد رقم دی گئی ہے اور جو 2500 بنیادی سکول ہیں جس میں missing facilities کے لئے 4۔ارب روپے رکھا گیا ہے،43 ہزار سکول on record موجود ہیں جن کے اندر پنجاب میں missing facilities ہیں اگر میں اس کو تقسیم کرنے لگوں کہ پچھلے تین سال میں کیا ہوا، چار سال میں کیا ہوا، میں ان سے اس کا کیا حساب مانگوں اور یہ بھلا کیا حساب دیں گے ؟ اگلے سال جب اس جمہوری حکومت کے پانچ سال پورے ہونے جا رہے ہیں اگر میں مان بھی لوں کہ ان 2500 سکولوں میں missing facilities پوری کر دی جائیں گی تو کیا پنجاب کے لوگ اور پنجاب کی عوام کو 43000 سکولوں میں سے صرف 5000 سکولوں کو missing facilities دی

جائیں گی؟ کیا یہ بہت بڑا double standard اور منافقانہ سیاست نہیں ہو گی۔ایک طرف 2 فیصد بچوں کے لئے آپ دانش سکول بنانے جا رہے ہیں جہاں آپ کو grass root level پر تعلیم دینی ہے، جہاں ہر گلی محلہ میں پہلے ہی سے سکول موجود ہیں وہاں پر 144 سکولوں کو Centre of Excellence بنانا تھا وہ کہیں نظر نہیں آیا اور نہیں ہوا اور جو آپ نے کمپیوٹر دیئے ہیں، میں نے ایک جگہ categorically اس کا ذکر کیا ایک بہت ذمہ دار صاحب میرے ساتھ حکومت پنجاب کی طرف سے موجود تھے اور میں نے ان کو اس وقت بھی چیلنج کیا تھا، میری خواہش ہو گی کہ جب وزیر تعلیم wind up کریں تو وہ یہ فرمادیں کہ کون کون سے ڈسٹرکٹ میں کمپیوٹر لیب تیار ہیں اور functional ہیں؟ سب سے بڑی بات functional ہونے کی ہے کیونکہ میں چیلنج سے کہتی ہوں کہ جہاں کمپیوٹر دیئے گئے وہاں اب غائب ہو چکے ہیں نہ کمپیوٹر لیب اُس طرح سے کام کر رہی ہیں۔ اربہا روپیہ کمپیوٹر لیب کے نام پر لگایا جا رہا ہے یہ بھی ایک حیرت انگیز بات ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "جھوٹ، جھوٹ" کی آوازیں)

جناب سپیکر: بڑی مہربانی، بس اب آپ wind up کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں صرف ایک دو باتیں کر کے اجازت چاہوں گی۔

جناب سپیکر: محترمہ! ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: ٹائم بالکل ختم ہو گیا ہے۔ میں بس wind up کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: میں نے اُن سے جواب لینا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "ریمنڈ، ریمنڈ" کی آوازیں)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! پنجاب حکومت کی ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے جو advertisement and publicity ہے اس کے لئے 15 کروڑ روپے علیحدہ رکھے گئے ہیں اور اس کے بعد advertisement and publicity charges, allocation for awareness campaign یعنی 30 کروڑ روپے شہباز شریف صاحب کی publicity کے لئے ہم حکومت پنجاب کو ادا کریں گے، یہ کتنی بڑی منافقت ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے اب بس کریں، بڑی مہربانی۔ کوئی relevancy نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے

"ریمنڈ کا جو یار ہے غدار ہے، غدار ہے" کی آوازیں)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! مجھے بات کر لینے دیں آپ نے باقی لوگوں کو unlimited time دیا ہے۔

جناب سپیکر: جی نہیں، ایسے نہیں ہوا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں نے کوئی irrelevant بات نہیں کی۔ میں ایک منٹ میں wind up کرتی ہوں، آپ مجھے ٹائم دیں۔

جناب سپیکر: نہیں، میں پابند تو نہیں ہوں۔ میں نے اُن کی بات بھی سُننی ہے۔ مہربانی کریں، ایوان کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! وزیر صاحب کے لئے بھی تو آپ ایوان کا ٹائم بڑھائیں گے وہ اس ایوان کے ممبر ہیں تو آپ میرے لئے کیوں نہیں بڑھا سکتے؟

جناب سپیکر: جی، میں نے ان سے جواب لینا ہے۔ (قطع کلامیاں)

اگر آپ اسی طرح بحث کرنا چاہتی ہیں تو آپ کی مرضی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں نے آپ سے ایک منٹ مانگا ہے، مجھے ایک منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ایک منٹ سے زیادہ میں آپ کو ٹائم نہیں دوں گا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! چیف منسٹر مانیٹرنگ فورس جس کے اندر اکسٹھ ملازمین ہیں یہ مانیٹرنگ فورس کیا کر رہی ہے؟ مجھے اس کی سمجھ نہیں آتی اور بے تحاشا باتیں میں کرنا چاہتی ہوں محکمہ تعلیم میں ہیلی کا پٹر کون استعمال کرتا ہے؟ اس کی مدات میں لاکھوں روپے رکھے گئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی، آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ ایوان کا وقت دس منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! میری یہ گزارش ہو گی کہ دو ممبران کو اگر دو دو منٹ دے دیئے جائیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: یہ دو منٹ کا مطلب کیا ہو گا؟

چودھری ظہیر الدین خان: صرف دو منٹ ہی ہو گا۔

جناب سپیکر: دیکھیں، چودھری صاحب! آپ نے جو commitment کی ہے---

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! وہ بھی اگر آپ اجازت دیں گے تو---

جناب سپیکر: کل جو آپ کے پاس ٹائم ہو گا اس میں بول لیں۔ آج مہربانی فرمائیں اور مجھے ان سے wind up کرانے دیں۔ جی، وزیر تعلیم!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! میں ایجوکیشن پر اپنے points دینا چاہتی تھی۔

جناب سپیکر: مجھے اب ان کی بات سننے دیں، بڑی مہربانی۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ---

جناب سپیکر: آپ ذرا جلدی مہربانی کریں، ٹائم بہت short ہے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! جس طرح سے اپوزیشن نے محکمہ تعلیم کی cut motion پر بات کی، میرا یہ خیال تھا کہ حکومت کو کوئی اچھی تجاویز دیں گے مگر انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے تنقید برائے تنقید پر عمل پیرا ہوتے ہوئے باتیں کیں۔ حکومت پنجاب کے متعلق میں آپ کی وساطت سے یہ بتانا چاہوں گا کہ حکومت پنجاب اور میاں محمد شہباز شریف کی یہ top priority ہے اور ہم پنجاب کے 9 کروڑ عوام کو quality education provide کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر پڑھے لکھے پنجاب کی بھی بات کروں گا، وہ لوگ جو یہاں پر پڑھے لکھے پنجاب کی بات کرتے تھے میرا ان سے یہ سوال ہے کہ آج پنجاب کے ہزاروں سکولوں میں missing facilities ہیں، کیا پچھلے پانچ سالہ دور میں جب ایک آمر، جابر اور ڈکٹیٹر کو دس دس دفعہ صدر بنانے کی بات کرتے تھے تو اس وقت ان کو ان چیزوں کا خیال نہیں آیا؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج انہوں نے یہاں پر کھڑے ہو کر جنرل جیلانی کے سکول کی، بات کی وہ جنرل جیلانی کا سکول نہیں ہے۔ میں ریکارڈ درست کرنا چاہتا ہوں اور ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں، چاند باغ سکول ایک ٹرسٹ کا سکول ہے اور اس میں چھ سو سے زیادہ بچے پڑھتے ہیں اور وہاں پر غریبوں، یتیموں کے بچے بھی پڑھتے ہیں اور وہاں پر quality education provide کی جاتی ہے، وہ ایک اچھا ادارہ ہے اور وہاں پر وہ positions hold کرتے ہیں۔ میں ان کو یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ پچھلے دور میں---

جناب سپیکر: آپ اپنی بات کریں، ان کو چھوڑیں۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! پچھلے دور میں ان کے چیف منسٹر نے کروڑوں روپے LUMS اور University of Management(UMT) دیئے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! یہ پچھلے دور پر ہی بات کرتے رہیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: ان کو بات کرنے دیں۔ آپ کی بات کا انہوں نے جواب نہیں دینا۔ آپ آرام سے سنیں، مہربانی کریں۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! اس معزز ایوان کو میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ یہاں پر بات کی گئی کہ پچھلے سال پنجاب کا جو بجٹ تھا اس میں revised allocation کر کے کمی کی گئی۔ آپ کو پتا ہے کہ پچھلے سال جو سیلاب آیا تھا اور اس میں جو تباہی ہوئی تھی پنجاب کے لاکھوں لوگ گھروں سے بے گھر ہو گئے تھے اور واحد صوبہ پنجاب ہے جس نے سیلاب میں جتنے سکول اور کالج damage ہوئے تھے ان سب کو repair کیا۔ وہاں پر چھ لاکھ سے زیادہ بچوں کو دوبارہ سے کتابیں فراہم کیں جن کی کتابیں اس سیلاب میں بہہ گئی تھیں جس کی وجہ سے ہمیں بجٹ میں کٹوتی کرنی پڑی اور رقم کم ہوئی۔ ہم نے جو پچھلے سال کا بجٹ رکھا تھا اس سال کے بجٹ میں 16 فیصد اضافہ کیا۔ یہاں پر یہ بھی بات کی گئی کیونکہ میں یہاں پر ان کی کچھ باتوں کا جواب دینا چاہوں گا۔ یہاں پر SNE کے حوالے سے بات ہوئی، میرے خیال میں نوشیر خان لنگڑیال صاحب نے بات کی تھی، میں ان کو بتانا چاہوں گا کہ 04-2003 میں جو سکول بنے تھے ان کی عمارتیں کھڑی تھیں یہ تو اپنے دور میں ایک بھی SNE approve نہیں کرا سکے اس سال ہم نے تمام SNEs approve کر دی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس وقت محکمہ خزانہ سے SNEs approve ہو چکی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ان چھٹیوں کے دوران ہم آٹھ ہزار سے زائد Teachers recruit کریں گے اور ان سکولوں میں provide کر دیئے جائیں گے۔ گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"غریبوں کو پڑھانا ہے، پاکستان کو بچانا ہے" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: بس کریں، مہربانی۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب والا! یہاں پر rationalization کے حوالے سے بات کی گئی، میں یہاں پر یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ rationalization میں ہم نے 1.35 کے حساب سے تمام پنجاب میں students teachers ratio کو ملحوظ خاطر رکھا اور تمام سکولوں میں Teachers provide کئے کوئی سکول rationalization کی وجہ سے بند نہیں ہوئے صرف وہ سکول جن میں طلباء کی تعداد کم تھی اور جہاں پر طلباء نہیں تھے اور جہاں اگر Teachers بیٹھے تھے اور students نہیں تھے اور کہیں پر students کی تعداد بہت کم تھی تو ان سکولوں کو ہم نے merge کیا ہے اس پر جو ہماری cost زیادہ آ رہی تھی اور وہ سکول properly نہیں چل رہے تھے تو ہم نے دوسرے سکولوں کے ساتھ اس کو merge کیا ہے۔اس وقت ہمارے اکسٹھ ہزار سکول پنجاب میں ہیں اور یہاں پر یہ بات بھی کی گئی کہ تینتالیس ہزار سکولوں میں missing facilities ہیں میں ان کو یہ کہوں گا کہ آپ اپنا ریکارڈ درست کیجئے اس وقت پنجاب میں تقریباً اٹھارہ ہزار سکول ایسے ہیں جو missing facilities کی مد میں آتے ہیں۔ میں ان کو یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ ان اٹھارہ ہزار سکولوں کے لئے اگر ہم تمام missing facilities provide کریں تو اس کے لئے ہمیں ڈیڑھ سو ارب روپیہ درکار ہے۔ پنجاب کا جو ٹوٹل ڈویلپمنٹ بجٹ ہے وہ آپ جانتے ہیں کہ اس سال 220۔ارب روپے کا ہے اور پچھلے سال 190۔ارب روپے کا تھا اس کے علاوہ ہماری اتنی capacity بھی نہیں ہے کہ ہم اس مد میں اضافہ کر سکیں۔اس سال بھی ہم نے 4۔ارب روپیہ سکولوں کی missing facilities کے لئے رکھا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس سے پچیس سو سکولوں میں missing facilities provide کریں گے یہاں پر اساتذہ کے حوالے سے بھی بات کی گئی انہوں نے کہا کہ اساتذہ کو ہمارے دور میں بہت تکلیفیں پہنچائی گئیں تو میں یہاں on record یہ بتانا چاہوں گا کہ ہمارے دور میں ڈیڑھ لاکھ ملازمین کو جو کہ پچھلے دور حکومت میں contract پر تھے ان کو regularize کیا گیا جس میں تقریباً پچاس ہزار اساتذہ بھی شامل ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جو ہمارے پرائمری PST Teachers تھے ان کو گریڈ 7 سے upgrade کر کے گریڈ 9 میں کر دیا، اسی طرح جو ہمارے EST Teachers تھے جو گریڈ 9 میں تھے ان کی پوسٹ کو بھی گریڈ 14 میں upgrade کر دیا اور پچھلے سال ہماری حکومت نے، وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے خصوصی طور پر ان کی پوسٹوں کو اپ گریڈ کیا جس سے اساتذہ کرام بہت زیادہ facilitate ہوئے۔ کالجوں میں جو پچھلے دور میں لوگ contract پر بھرتی ہوئے تھے ان کو بھی ہم نے

regularize کیا اور ان اساتذہ کو بھی جن کے پانچ سال ہو گئے تھے ان کو بھی ہم نے regularize کر دیا ۔یہاں پر کمپیوٹر لیب کے حوالے سے بھی بات کی گئی میں معزز ممبر کو یہ بتانا چاہوں گا کہ ہمارے چھتیس اضلاع میں 4ہزار 286 کمپیوٹر لیب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان میں سے 90 فیصد لیب اس وقت operational ہیں اور ہمارے کمپیوٹر کے اساتذہ کرام بھی available ہیں---

محترمہ سیمل کامران: یہ غلط بات ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! cross talk منع ہے۔ Please carry on. پانچ منٹ کے لئے ایوان کا ٹائم بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہاں مفت کتب کے حوالے سے بات کی گئی میں اس سلسلے میں بتانا چاہوں گا کہ ہم نے اس سال کے بجٹ میں مفت کتب کے لئے 2۔ارب 20 کروڑ روپیہ مختص کیا ہے۔ہم نے پچھلے سال ایک کروڑ بیس لاکھ طلباء کو مفت کتابیں مہیا کی تھیں---

محترمہ سیمل کامران: بھل گئے نیں---

جناب سپیکر: وہ میری طرف دیکھ رہے ہیں کہ ٹائم نہیں بڑھا۔میں نے پانچ منٹ ٹائم بڑھا دیا ہے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! انہوں نے non development side پر cut motion دی تھی اس میں انہوں نے جو چیزیں پوچھی ہیں میں ان کا جواب دینا چاہ رہا ہوں۔ یہاں پر یہ بات کی گئی کہ اس سال کے بجٹ میں کمی ہوئی ہے میں اس سلسلے میں بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا بجٹ 4.5 billions تھا اور یہ non development side پر تھا لیکن اس دفعہ بجٹ میں 6۔ارب روپیہ رکھا گیا اور اسے development side پر لے کر گئے ہیں۔ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کے تحت سکولوں میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے اور ہم پرائیویٹ سکولوں کو ساتھ لے کر آتے ہیں، جہاں پر سرکاری سکول available نہیں ہیں وہاں پر ہم غریبوں کے بچوں کو ان پرائیویٹ سکولوں میں پڑھاتے ہیں۔ پچھلے سال جو 4.5 billions تھا اس سال اسے بڑھا کر 6 billions کر دیا ہے۔ اس وقت پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت جو دس لاکھ بچے تعلیم حاصل کر رہے تھے جنہیں ہم مفت کتب بھی مہیا کر رہے تھے ان کی فیسیں بھی ادا کر رہے تھے، ہم اس سال اس 6۔ارب روپے سے انشاء اللہ پندرہ لاکھ بچوں کو پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت تعلیم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ہم اس سال بجٹ میں اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کے حامل ہونہار طلباء کو 2۔ارب روپے کی خطیر رقم سے ایک لاکھ لیپ ٹاپ کمپیوٹر دے رہے ہیں۔ میں یہاں پر بتانا چاہوں گا کہ ہماری حکومت نے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کی سربراہی میں پچھلے تین سالوں میں ایجوکیشن سیکٹر میں جو initiatives لئے ہیں، جو reforms لے کر آئے ہیں ان کی پاکستان کی تریسٹھ سالہ تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں پر ذکر کروں گا کہ Punjab Endowment Fund پنجاب حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس طرح ہم schools side پر بچوں کو کلاس اول سے میٹرک تک مفت تعلیم مہیا کر رہے ہیں۔ میں یہاں پر لٹریسی ریٹ کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہوں گا کہ ہم اس Primary Enrollment School Massive کے road map کے تحت enrollments کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے پنجاب کے چھتیس اضلاع میں جو سروے کیا تھا اس میں تینتیس لاکھ ایسے بچے تھے جن کی عمریں پانچ سے نو سال تھی اور وہ سکولوں سے باہر تھے۔ میں نے آج اپنے محکمے سے اس کا ریکارڈ لیا ہے اس کے مطابق جب ہم نے اس سال 7۔اپریل کو Primary Enrollment drive شروع کی تھی تو اس سے ہم 80 فیصد تک بچوں کو سکولوں تک لے آئے ہیں اور ہمارا یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ یہاں پر لٹریسی ریٹ کے حوالے سے بات کی گئی اور یہاں جو quote figures کر رہے تھے پتا نہیں یہ کس NGO کی غلط figures یہاں معزز ایوان میں quote کر رہے تھے میں ان سے کہوں گا کہ یہاں پر حقائق بیان کریں اس معزز ایوان میں غلط quote figures نہیں کرنی چاہئیں۔

جناب سپیکر! پچھلے سال اور اس سال بھی ہمارے وزیر اعلیٰ نے talented students جنہوں نے امتحانات میں اعلیٰ کارکردگی دکھائی ان کے لئے cash prizes رکھے اور طلباء کو study tours پر بھی بھیجا، وزیر اعلیٰ کے تقریری مقابلہ جات کے انعقاد کے لئے جو یونین کونسل سے شروع ہو کر صوبائی سطح پر ختم ہوتے ہیں ان کے لئے 445 ملین روپے رکھے ہیں۔ ہم نے کالجوں میں اساتذہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے 3998 لیکچراروں کی بھرتی کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو سفارشات بھجوا دیں اور انشاء اللہ یہ بھرتی بھی ہو جائے گی اور ہم نے اس سال کالج کے 2024 اساتذہ کو بھرتی کیا ہے جن کی تعیناتی کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ یہ ہمارے بہت سارے initiatives ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ایوان کا ٹائم مزید پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ ہم اگلے سال میں Punjab Endowment Fund سے دس طالب علموں کو ترکی کی اعلیٰ یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج رہے ہیں اور دس طالب علموں کو دنیا کی top hundred universities جو کہ IV league universities ہیں میں بھیج رہے ہیں۔ میں یہاں پر یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ اس وقت پنجاب کا literacy rate 62 percent ہے، 2007 میں پنجاب کا literacy rate 54 percent تھا، اب جس طرح ہم پنجاب میں تعلیم کے شعبے کے لئے کام کر رہے ہیں ہم پنجاب کے ایک ایک بچے اور بچی کو جس طرح تعلیم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب ہم millennium development goal achieve کریں گے اور انشاء اللہ پنجاب کا literacy rate 100 percent ہوگا۔

جناب سپیکر: یہ بتائیں کہ ان کی تحریک کا کیا کیا جائے۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں یہی کہوں گا کہ ان کی تحریک کو خارج کیا جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 "تعلیم" کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 25۔ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 22۔ جون 2011 صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

758

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 22۔ جون 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

مطالبات زر برائے سال 2012-2011 پر بحث اور رائے شماری

مطالبہ نمبر PC-21001	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 44 لاکھ 34 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد افیون برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 20-2011 جلد اول کے صفحات 1 تا 9 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21002	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک ارب 96 کروڑ 71 لاکھ 54 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 11 تا 45 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21003	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 50 لاکھ 1 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 47 تا 62 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21004	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 17 کروڑ 62 لاکھ 24 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 ے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 63 تا 72 ملاحظہ فرمائیں۔

اسٹامپ برداشت کرنے پڑیں گے۔

759

مطالبہ نمبر PC-21005	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک ارب 47 کروڑ 8 لاکھ 22 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 73 تا 98 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21006	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 96 لاکھ 63 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 99 تا 110 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21007	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 82 لاکھ 11 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 111 تا 124 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21008	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 36 کروڑ 76 لاکھ 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 125 تا 146 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21009	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 9۔ارب 63 کروڑ 69 لاکھ 80 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی وبحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 147 تا 290 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21010	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 16۔ارب 26 کروڑ 64 لاکھ 82 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 311 تا 795 ملاحظہ فرمائیں۔

760

مطالبہ نمبر PC-21011	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 6۔ارب 74 کروڑ 21 لاکھ 19 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظام عدل برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 797 تا 858 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21012	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4۔ارب 6 کروڑ 87 لاکھ 30 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اخراجات برائے جیل خانہ جات وسزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 859 تا 897 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21013	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 52۔ارب 11 کروڑ 67 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 899 تا 992 ملاحظہ فرمائیں۔
	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 86 لاکھ 68 ہزار روپے	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال

مطالبہ نمبر PC-21014	سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عجائب خانہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔	12-2011 جلد اول کے صفحات 993 تا 1005 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21015	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 25- ارب 59 کروڑ 45 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد اول کے صفحات 1007 تا 1247 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21016	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 26-ارب 40 کروڑ 28 لاکھ 89 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 1 تا 302 ملاحظہ فرمائیں۔

761

مطالبہ نمبر PC-21017	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2-ارب 11 کروڑ 79 لاکھ 46 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صحت عامہ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 303 تا 339 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21018	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4- ارب 77 کروڑ 98 لاکھ 57 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 341 تا 469 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21019	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 33 کروڑ 92 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011 جلد دوم کے صفحات 471 تا 486 ملاحظہ فرمائیں۔

مدماہی پروریبر داشت کرنے پڑیں گے۔

مطالبہ نمبر PC-21020

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو2۔ ارب35 کروڑ41 لاکھ52ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔ جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگراخراجات کے طور پر بسلسلہ مدویٹرنریبرداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 487تا 603ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21021

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو11 کروڑ76لاکھ49ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداخراجات کے ماسوادیگراخراجات کے طور پر بسلسلہ مدامداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 605تا 629ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21022

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6۔ ارب22 کروڑ 59 لاکھ90ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔ جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگراخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 631تا 687ملاحظہ فرمائیں۔

762

مطالبہ نمبر PC-21023

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جوایک ارب38 کروڑ71 لاکھ 25ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگراخراجات کے طور پر بسلسلہ مدمتفرق محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 689تا 785ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21024

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جوایک ارب 66کروڑ15 لاکھ13ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگراخراجات کے طور پر بسلسلہ مدسول ورکس برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 787تا 836ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3۔ارب 25 کروڑ39

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال

PC-21025	لاکھ29ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے۔	12-2011جلد دوم کے صفحات 837تا 887ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21026	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو23 کروڑ60 لاکھ 26ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 889تا907ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21027	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6 کروڑ57لاکھ 57ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ریلیف برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات909تا 922ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21028	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو40۔ارب 49 کروڑ62لاکھ 15ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پنشن برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات929 تا 934 ملاحظہ فرمائیں۔

763

مطالبہ نمبر PC-21029	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو13 کروڑ33 لاکھ59ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات 935تا 959ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21030	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو30۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے

	ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سبسڈیز برداشت کرنے پڑیں گے۔	صفحات 961 تا 965 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21031	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 75۔ ارب 60 کروڑ 34 لاکھ 61 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 967 تا 1125 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21032	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 59 لاکھ 65 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 1127 تا 1141 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13033	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 8۔ارب 45 کروڑ 46 لاکھ 44 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 1143 تا 1162 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13034	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 43 لاکھ 81 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 1163 تا 1174 ملاحظہ فرمائیں۔

764

مطالبہ نمبر PC-13035	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 10 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 1175 تا 1179 ملاحظہ فرمائیں۔

اخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدقرضہ جات برائے سرکاری ملازمین برداشت کرنے پڑیں گے۔

مطالبہ نمبر PC-13050	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو11۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرمایہ کاری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 12-2011جلد دوم کے صفحات1205 تا 1209 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-22036	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جوایک کھرب27۔ارب20 کروڑ74 لاکھ12ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال-2011 12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات) برائے سال12-2011جلد اول کے صفحات1تا720ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12037	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو10۔ارب89کروڑ10 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات) برائے سال12-2011 جلددوم کے صفحات1تا40ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12038	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو12کروڑ40لاکھ87ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدزرعی ترقی وتحقیق برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات)برائے سال-2011 12جلد دوم کے صفحات41تا45ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12040	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو1۔ارب20کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدٹاؤن ڈویلپمنٹ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات)برائے سال12-2011 جلد دوم کے صفحات 47 تا52ملاحظہ فرمائیں۔

765

مطالبہ نمبر PC-12041	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 38۔ارب 25 کروڑ 19 لاکھ 76 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات وپل برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 53 تا 171 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12042	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 42۔ارب 32 کروڑ 55 لاکھ 25 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 173 تا 399 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12043	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 10۔ارب 98 کروڑ 71 لاکھ 38 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے میونسپلٹیز/ خود مختار ادارہ جات وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 2011-12 جلد دوم کے صفحات 401 تا 411 ملاحظہ فرمائیں۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

بدھ،22۔جون2011

(یوم الاربعاء،19۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11بج کر4منٹ پر زیر

صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالغفار شاکر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ﴿٢﴾ الَّذِي هُمْ فِيهِ
مُخْتَلِفُونَ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٥﴾
أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ﴿٦﴾ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَخَلَقْنَاكُمْ
أَزْوَاجًا ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾
وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾
وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً
ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ﴿١٦﴾

سُوۡرَۃُ النَّبَاِ آیات1 تا16

(یہ)لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں؟(1)(کیا)بڑی خبر کی نسبت؟(2)جس میں یہ اختلاف کررہے ہیں (3)دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے(4)پھر دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے(5)کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں

بنایا(6)اور پہاڑوں کو (اس کی) میخیں (نہیں ٹھہرایا؟)(7)(بے شک بنایا)اور تم کو جوڑا جوڑا بھی پیدا کیا (8)اور نیند کو تمہارے لئے (موجب)آرام بنایا(9)اور رات کو پردہ مقرر کیا(10)اور دن کو معاش (کا وقت)قرار دیا(11)اور تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان)بنائے(12)اور (آفتاب کا)روشن چراغ بنایا(13)اور نچڑتے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا(14) تاکہ اس سے اناج اور سبزہ پیدا کریں(15)اور گھنے گھنے باغ(16)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبولﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبولﷺ

یہ دنیا اِک سمندر ہے مگر ساحل مدینہ ہے
ہر اِک موجِ بلا کی راہ میں حائل مدینہ ہے
زمانہ دھوپ ہے اور چھاؤں ہے بس اِک بستی میں
یہ دنیا جل کے بجھ جاتی مگر شامل مدینہ ہے
مدینے کے مسافر تجھ پہ میرے جان و دل قرباں
تیری آنکھیں بتاتی ہیں تیری منزل مدینہ ہے
شرف مجھ کو بھی حاصل ہے محمدﷺ کی غلامی کا
وہ میرے دل میں رہتے ہیں میرا بھی دل مدینہ ہے
کرم کتنا ہے فخرؔ ان کی ذات پاک کا مجھ پر
میں اتنی دور ہوں لیکن مجھے حاصل مدینہ ہے

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اب تحاریک استحقاق کا وقت ہے لیکن آج کوئی تحریک استحقاق نہیں ہے۔میں اب تحاریک التوائے کار کی طرف چلتا ہوں پہلی تحریک التوائے کار میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل صاحب اور چودھری شوکت محمود بسراء صاحب۔۔۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔جناب اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی، دیکھ لیں آپ۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔جناب سپیکر!آج سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے گورنر پنجاب نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو ایک خط لکھا ہے اور انہوں نے اس میں تفصیلات مانگی ہیں کہ پنجاب حکومت نے بیرونی امداد نہ لینے کا ذکر کیا ہے اور کچھ ممالک کا بھی ذکر کیا ہے کہ ان سے ہم امداد نہیں لیں گے اور کچھ کے متعلق کہا ہے کہ ان سے ہم امداد لیں گے۔میں یہ چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں اس ایوان کو بھی مکمل طور پر اعتماد میں لیا جائے کہ کن ممالک سے یہ امداد لی جاتی ہے اور کن سے نہیں لی جاتی اور اس کے اثرات کیا ہوں گے، کتنے منصوبے اس سے بند ہوں گے اور ان منصوبوں کو اس سے کتنا نقصان ہوگا؟ گورنر صاحب کے خط کا جواب دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی مطالبہ ہے کہ اس کی تمام تفصیلات اس ایوان کو بھی مہیا کی جائیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ خطوط کے جواب تو میرے خیال میں آپس میں ایک دوسرے کو دیتے رہتے ہیں، ایوان میں تو پہلے بھی کبھی نہ کوئی ایسی بات آئی ہے۔۔۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!آپ میری عرض تو سن لیں۔پورا صوبہ اس ایوان کی property ہے اور صوبے میں ہونے والے تمام معاملات جن سے ان منصوبوں کو نقصان یا فائدہ ہونا ہے ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم یہ پوچھ سکیں کہ اس کے کیا اثرات آئیں گے۔۔۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ دیکھ لیں، اگر آپ اپنا ٹائم پوائنٹ آف آرڈر پر صرف کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

LT.COL.(RETD) MUHAMMAD SHABBIR AWAN: Mr. Speaker! I would like to inform the House through your Chair that this…

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): اردو میں بات کریں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: اگر انگریزی سمجھ نہیں آتی تو میں اردو میں بول دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: قواعد وضوابط کے مطابق چلیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب والا! آپ مجھے اجازت دیں کہ میں انگریزی میں بولوں۔

جناب سپیکر: قواعد وضوابط کے مطابق بات کریں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! آپ مجھے انگریزی میں بات کرنے کی اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر: ہم سب آپ کو اردو میں سننا چاہتے ہیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب والا! بات یہ ہے کہ یہ جو ابھی national media میں debate شروع ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر: کون سی؟

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: یہ جو آرمی کے خلاف باتیں شروع ہو گئی ہیں۔ میں آپ کو یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ صلاح الدین ایوبی کا قول ہے کہ جس ملک کو آپ نے کمزور کرنا ہے اس کی فوج کو پہلے نشانہ بنایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی کی غلطی ہے تو in House یا اندر بیٹھ کر بات کریں، میڈیا میں بات نہ کریں۔ جب فوج والے ان کو lollipop دے رہے تھے اس وقت تو فوج والے بڑے اچھے تھے آج جب فوج اچھا کام کر رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب والا! آپ میری بات تو سنیں۔

جناب سپیکر: یہ نیشنل اسمبلی میں بات کریں۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔
لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب والا! یہ باتیں intelligence failure ہیں، لوگ ٹریڈ سنٹر کو hit کرتے ہیں، لوگ پینٹا گون کو hit کرتے ہیں وہ intelligence failure تھا۔۔۔
جناب سپیکر: نہیں، آپ تشریف رکھیں۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ کس طرف چل پڑے ہیں؟ (قطع کلامیاں)
چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب والا! یہ فوج اور عوام کو لڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔
جناب سپیکر: منڈا صاحب! آپ اپنی سیٹ پر جائیں۔
وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آج یہ فوج کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ ہم بھی الیکشن لڑ کر آئے ہیں۔
جناب سپیکر: سب الیکشن لڑ کر آئے ہیں، بغیر الیکشن کے کوئی بھی نہیں آیا۔
لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب والا! ان کو حوصلہ دیں کہ مجھے بات کرنے دیں۔
جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔
وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب والا! یہ جو کہتے ہیں کہ:

گلشن کو سنوارا ہے ہم نے
ذرا ان سے کوئی پوچھے کتنے گلستان اجاڑے ہیں

جناب سپیکر: بس تشریف رکھیں۔
وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب والا! آج یہ فوج کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں، یہ اپنی کالی کرتوتیں دیکھیں، اس ملک کے ساتھ ان کا اپنا کیا role رہا؟ میرے قائد نے، ہماری قیادت نے کوئی ایسی بات نہیں کی ہم ان جنرلوں کے خلاف ہیں۔۔۔
جناب سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی۔ شکریہ
کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: یہ وہ ہے جسے سٹیشن کے سامنے موت کا کنواں لگوانے کی میں اجازت دلواتا تھا۔
پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): یہ فوج کے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ کیا کرتے ہیں؟ تشریف رکھیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: انہوں نے سلمان تاثیر کو قتل کروایا۔ آپ مجھے بات کرنے دیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!۔۔۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: منڈا تو ویسے بھی unfit ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: کرنل صاحب! نہیں۔ کرنل صاحب! نہیں۔ پلیز مجھے ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ جو مرضی کر لیں لیکن ان کے اقتدار کے دن گنے جا چکے ہیں۔ آج کوئی بھی سازش ان کو نہیں بچا سکے گی۔ پنجاب کی عوام دیکھ رہی ہے۔

جناب سپیکر: منڈا صاحب! پلیز بیٹھیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا تھو تھو۔

جناب سپیکر: آپ کیا کرتے ہیں۔ پلیز تشریف رکھیں اور مجھے ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔ منڈا صاحب! بیٹھیں۔ رانا صاحب! آپ بھی تشریف رکھئے گا۔ آپ کی بڑی مہربانی۔ دونوں نے غبار نکال لیا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔

سید زعیم حسین قادری: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کی مہربانی، مجھے ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔ میجر ذوالفقار صاحب!۔۔ نہیں ہیں۔ شوکت بسراء صاحب!۔۔۔ نہیں ہیں تو اب اس تحریک کا کیا کیا جائے؟

معزز ممبران: اسے dispose of کر دیں۔

جناب سپیکر: میں آپ سے نہیں پوچھ رہا۔ مجھے ادھر بات کرنے دیں۔ اس تحریک التوائے کار کو till next session pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار چودھری عبداللہ یوسف صاحب اور محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی طرف سے ہے۔ کرنل صاحب! آپ کی بڑی مہربانی۔ no cross talk please

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: یہ personal remarks pass کر رہے ہیں۔

MR SPEAKER: No cross talk. Order, order in the House, order in the House.

چودھری عبداللہ یوسف صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ثمینہ خاور حیات صاحبہ!۔۔۔موجود نہیں، انجینئر شہزاد الٰہی صاحب!۔۔۔وہ بھی نہیں لہذا اس تحریک التوائے کار کو بھی Till next session pending کیا جاتا ہے۔آپ درمیان میں نہ بولیں۔آپ کی مہربانی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مذہبی امور و اوقاف (جناب افتخار احمد خان بلوچ): جناب سپیکر!میں نے تو رائے دی ہے آپ مانیں یا نہ مانیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز،آرڈر پلیز۔رانا صاحب!آرڈر۔آپ ایسے نہ کریں،آپ کی مہربانی۔اگلی تحریک التوائے کار سیمل کامران صاحبہ کی ہے لیکن انہوں نے مجھے فون کیا ہے کہ میری تحریک التوائے کار next session تک pending کروادیں۔لہذا یہ تحریک التوائے کار بھی pending till next session،اگلی تحریک التوائے کار چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب اور سیمل کامران صاحبہ کی طرف سے ہے اسے بھی till next session pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار بھی محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے اسے بھی next session کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: آپ بات کرنے سے پہلے ذرا سوچ لیا کیجئے۔آپ اپنی اور میری عمر کا خیال رکھیں۔آپ کی مہربانی۔یہ تحریک التوائے کار بھی محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے یہ بھی pending till next session اگلی تحریک التوائے کار نمبر 11/924 بھی محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے یہ بھی till next session pending کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 11/925 ڈاکٹر محمد اختر ملک صاحب کی طرف سے ہے۔

منڈی مویشیاں شیر شاہ ٹاؤن (ملتان) کی آمدنی میں حکومت کو کروڑوں روپے کے خسارے کا سامنا

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ

ہے کہ منڈی مویشیاں شیر شاہ ٹاؤن ملتان کے ٹی ایم اے نے جولائی 2010 میں آمدن مبلغ -/31,41,810روپے، ماہ اگست 2010 میں مبلغ -/16,88,685 روپے، ماہ ستمبر 2010 میں مبلغ -/545 ,11,65 روپے، ماہ اکتوبر 2010 میں مبلغ -/20,10,380 روپے، ماہ نومبر 2010 میں مبلغ -/21,27,720 روپے، ماہ دسمبر 2010 میں مبلغ -/19,83,075روپے، ماہ جنوری 2011 میں مبلغ -/22,28,265 روپے، ماہ فروری 2011 میں مبلغ -/43,40,455 روپے اور مارچ 2011 چھ یوم (ازیکم مارچ تا 6۔مارچ 2011) مبلغ -/15,43,000 روپے جبکہ نئے ٹی ایم اے کو 15۔مارچ 2011 تک صرف 15 یوم کی آمدن مبلغ -/35,000 روپے وصول ہوئی۔اس طرح تقریباً ساڑھے آٹھ ماہ کی آمدن میں تقریباً ساڑھے چار کروڑ روپے کی آمدن کا فرق سامنے آیا ہے جس کا حکومت پنجاب کو مالی خسارہ ہوا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک کا جواب آگیا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! ابھی اس کا جواب نہیں آیا لہذا استدعا ہے کہ اسے pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: کب تک pending کیا جائے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اگلے اجلاس تک pending کر دیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ایسے نہ کریں

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! next week تک کر لیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار next week تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): شکریہ

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ اسے کل تک کے لئے pending کر دیں۔

جناب سپیکر: کل تک تو جواب نہیں آسکے گا۔انشاء اللہ اگلے ہفتے تک جواب آجائے گا۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اگلی تحریک التوائے کار نمبر 933/11 بھی آپ کی ہے۔

فاطمہ جناح ہاؤسنگ سکیم (ملتان) میں ایم ڈی اے کے عملہ کی ملی بھگت سے حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ملتان میں فاطمہ جناح ہاؤسنگ سکیم ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے تیار کی ہے جس کا 90 فیصد ترقیاتی کام مکمل ہو چکا ہے۔ لوگوں کو پلاٹ الاٹ ہو چکے ہیں اور ان کی مکمل اقساط بھی گورنمنٹ کے اکاؤنٹ میں جمع ہو چکی ہیں لیکن کسی ایک فرد کو developed and allotted area نکال کر نوازا جا رہا ہے جو سراسر ناانصافی ہے۔ کچھ مزید لوگوں کے cases بھی عدالت میں ہیں جس کی زمین گورنمنٹ نے develop کر کے نکالی ہے۔ ان کا کیس بھی عدالت میں زیر التواء ہے۔ اس سے حکومت اور لوگوں کو کروڑوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ کسی ایک شخص کو جو کسی اعلیٰ حکومتی عہدیدار کا تعلق والا ہے انصاف کی دھجیاں اُڑا کر نوازا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ پر اسمبلی میں کمیٹی تشکیل دی جائے جو انصاف دلانے کے لئے ممد و معاون ثابت ہو۔ اگر ایک شخص کی زمین نکالی جا رہی ہے تو جن allottees کے cases زیر التواء ہیں ان کے ساتھ بھی مساوی سلوک کیا جائے اور انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ حکومت کے اس غیر مساویانہ روّیہ کی وجہ سے ملتان بھر کے عوام میں سخت غم و غصہ پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک محکمہ ہاؤسنگ سے متعلق ہے تو کیا اس کا جواب موصول ہو گیا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول ہو چکا ہے اگر آپ حکم دیں تو میں پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اگر یہ cases عدالت میں ہیں تو پھر آپ اس بارے میں کیا کریں گے؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! یہ cases عدالت میں ہونے کے باوجود developed area کو اس سکیم سے نکال دیا گیا ہے۔ یہ area حکومت نے develop کیا ہے اور عوام کے پیسوں سے develop ہوا ہے۔ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے۔ 124/125 کنال زمین جہاں پر سڑکیں بن چکی ہیں، سیوریج پائپ ڈالے جا چکے ہیں اس کو اس سکیم سے نکال دیا گیا ہے۔ یہ عوام اور حکومت کا پیسا

ہے۔ صرف ایک آدمی کو نوازنے کے لئے اتنا بڑا گھپلا کیا جا رہا ہے اور ملتان کے لوگوں کے ساتھ یہ بہت بڑا ظلم ہو رہا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! معزز ممبر پہلے جواب تو سُن لیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی محکمہ ہاؤسنگ کے تحت آتی ہے۔ کیا ملک ندیم کامران صاحب کے پاس اس محکمہ کا چارج ہے اور کیا اس کا notification ہو چکا ہے؟

جناب سپیکر: راجہ صاحب! جواب تو کوئی بھی وزیر دے سکتا ہے۔ جی، ملک ندیم کامران صاحب!

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس تحریک کا جو جواب موصول ہوا ہے وہ اس طرح سے ہے کہ ملتان ترقیاتی ادارہ نے فاطمہ جناح ہاؤسنگ سکیم حصہ دوئم ملتان کے لئے رقبہ تعداد 2514 کنال 2 مرلہ بروئے ایوارڈ مورخہ 16-03-2009 زیر حصول اراضی ایکٹ 1894 حاصل کیا جس میں پلاٹس ہائے کے لئے چار بلاک جی، ایچ، آئی اور جے بنائے گئے جن میں پلاٹوں کی کل تعداد 2332 ہے۔ بلاک جے پر مشتمل 534 پلاٹس رقبہ 10 مرلہ فی پلاٹ صحافی حضرات کے لئے مختص کئے گئے جس کی الاٹمنٹ Ministry of Information and Youth Affairs Government of Punjab نے کی ہے جبکہ باقی ماندہ پلاٹس تعداد 1798 کی قرعہ اندازی مورخہ 18-03-2008 کو ہوئی جو کہ عوام الناس اور سرکاری ملازمین کے لئے برابری کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ کامیاب درخواست دہندگان کو الاٹمنٹ لیٹر مارچ 2008 میں جاری کئے گئے اور الاٹمنٹ لیٹر کی شرائط کے مطابق محکمہ ایم ڈی اے الاٹیوں سے قیمت پلاٹ وصول کر چکا ہے۔ درج بالا حصول اراضی کے خلاف مندرجہ ذیل افراد نے case دائر کر کے حکم امتناعی حاصل کر لیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1	عبدالعزیز اینڈ سنز	رقبہ 24 کنال ایک مرلہ	حکومت پنجاب
2	ڈاکٹر شفیق الرحمن وغیرہ	رقبہ 107 کنال 3 مرلے	عدالت عظمیٰ
3	منظور الحق	رقبہ 31 کنال 3 مرلے	عدالت عظمیٰ
4	ناصر قریشی	رقبہ 306 کنال 10 مرلہ	عدالت عالیہ

درج بالا افراد میں سے عبدالعزیز اینڈ سنز کا رقبہ حکومت پنجاب نے مورخہ 22-04-2011 کو سکیم سے خارج کر دیا ہے۔

(اس مرحلہ پر پریس گیلری کے صحافی حضرات بائیکاٹ کر کے ایوان سے باہر چلے گئے)

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! پریس گیلری سے صحافی حضرات بائیکاٹ کر گئے ہیں۔آپ اس ایوان کی ایک کمیٹی بنا کر بھیجیں جو کہ ان سے بات کرے کہ انہوں نے کس معاملے پر بائیکاٹ کیا ہے؟

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! لاہور میں صحافی کالونی کے مینجر کو حکومتی اہلکاروں نے تشدد کا نشانہ بنایا ہے اور صحافی کالونی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے تو ہم اپنے صحافی بھائیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے ایوان سے علامتی walkout کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف علامتی walkout کر کے
ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس کے لئے ہمیں کمیٹی بنانی چاہئے۔اس کمیٹی میں چودھری عبدالغفور، جناب اللہ رکھا، رانا ارشد، سید حسن مرتضیٰ اور شفیق گجر صاحب شامل ہوں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! حزب اختلاف نے علامتی واک آؤٹ کیا ہے۔صحافی بھائیوں کے بائیکاٹ کے حوالے سے عرض کروں گا کہ یہ معاملہ آج ہی میرے نوٹس میں آیا ہے۔اس سے پہلے صحافی کالونی سے متعلق جتنے بھی معاملات ہوئے ہیں ہم نے پریس کلب کے عہدیداران، صدر صاحب، سیکرٹری صاحب اور اسی طرح پریس گیلری کے صدر اور سیکرٹری کے ساتھ بیٹھ کر ان معاملات کو بڑے احسن طریقے سے سلجھایا ہے۔میں اب بھی اپنے صحافی بھائیوں اور حزب اختلاف کے معزز ممبران کو یقین دلاتا ہوں کہ اس حوالے سے ہم آج ہی اجلاس کے بعد بیٹھ جائیں گے اور اس میں جو کوئی بھی problem ہے اسے صحافی بھائیوں کی satisfaction کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ resolve کرائیں گے۔آپ کی طرف سے جو کمیٹی بھجوائی جا رہی ہے اس کے ممبران بھی صحافی حضرات کو بنفس نفیس اس بات کی یقین دہانی کرائیں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔معزز ممبران چودھری عبدالغفور، جناب اللہ رکھا، رانا ارشد، سید حسن مرتضیٰ اور شفیق گجر صاحب پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے۔یہ حضرات جا کر صحافی حضرات سے بات کریں اور انہیں یقین دلائیں کہ ان کے معاملات ان کی تسلی کے مطابق ٹھیک کئے جائیں گے۔نولاٹیا صاحب! آپ بھی ان کے ساتھ چلے جائیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف علامتی walkout ختم کر کے
ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ وزیر قانون صاحب صحافی بھائیوں کو اس بات کی یقین دہانی کرا دیں کہ ان کی کالونی کے اوپر کوئی قبضہ وغیرہ نہیں کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! وزیر قانون نے کہا ہے کہ جب یہ اجلاس ختم ہو گا تو ہم صحافی حضرات کے ساتھ بیٹھ کر ان کے grievances سنیں گے اور اگر ان کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو اس کا نوٹس لیا جائے گا۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب آ گئے ہیں۔ میں نے پہلے بھی ایک بڑی اہم بات point out کی ہے کہ اگر محکمہ ہاؤسنگ کا چارج ملک ندیم کامران کے پاس ہے تو پھر ہی یہ اس سے متعلقہ تحریک کا جواب دے سکتے ہیں۔ اس حوالے سے آپ صرف وزیر قانون سے مشورہ کر لیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! جواب تو کوئی بھی وزیر دے سکتا ہے اس میں تو کوئی امر مانع نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کے جواب کا کچھ حصہ مجھ سے پہلے پڑھا جا چکا ہے اور اس سے آگے میں پڑھ دیتا ہوں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری بات کا ابھی تک جواب نہیں دیا گیا۔ میں نے پوچھا ہے کہ کیا ملک ندیم کامران کے پاس محکمہ ہاؤسنگ کا چارج ہے؟ اب وزیر قانون صاحب آ گئے ہیں اور وہ اس تحریک کے جواب کا باقی حصہ پڑھنے لگے ہیں۔ مجھے صرف یہ بتا دیں کہ ملک ندیم کامران صاحب پہلے جو جواب پڑھ رہے تھے کیا وہ عمل ٹھیک تھا یا غلط؟

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ on behalf of the government وہ جواب پڑھ رہے تھے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میری عدم موجودگی میں ٹھیک تھا۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! میں اس تحریک کے جواب کا باقی حصہ پڑھتا ہوں۔ درج بالا افراد میں سے عبدالعزیز اینڈ سنز کو حکومت پنجاب نے مورخہ 22-04-2011 سکیم سے خارج کر دیا ہے جس کا باضابطہ de-notification بذریعہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ کمشنر ملتان بھیج دیا گیا ہے جبکہ مالکان اراضی ایوارڈ کی

معاوضہ رقم 80 کروڑ روپے میں سے 53 کروڑ روپے محکمہ سے وصول کر چکے ہیں اور باقی ماندہ رقم برائے تقسیم خزانہ دار کے پاس امانتاً جمع ہے۔

درج بالا افراد کے حکم امتناعی کی وجہ سے رقبہ 468 کنال 17 مرلے کے علاوہ باقی سکیم 2045 کنال 5 مرلے پر ترقیاتی کام مکمل ہو چکا ہے۔ جس پر اب تک 567.31 ملین روپیہ خرچ ہو چکا ہے جو کہ کل سکیم کا تقریباً 70 فیصد ہے۔ حکومت پنجاب سے رقبہ کے اخراج کے بعد محکمہ سکیم کے layout plan میں مجاز اتھارٹی کی منظوری حاصل کر کے متاثرہ الاٹیوں کو adjust کر رہا ہے۔ بوجہ حکم امتناہی لاہور ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان ڈاکٹر شفیق الرحمٰن، منظور الحق اور ناصر قریشی کا کیس زیر بحث نہ لایا جا سکتا ہے تاہم محکمہ عدالتی حکم کے تابع ہے۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! یہ بہت بڑا گھپلا ہے۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ 125 کنال میں روڈز بن چکی ہیں اور سیوریج ڈالی جا چکی ہے یہ کہاں کا انصاف ہے کہ حکومت اور عوام کا پیسا وہاں پر لگ چکا ہے اور آپ اس کو de-notify کر رہے ہیں۔ وہاں پر پلاٹ الاٹ ہو چکے ہیں اور جو پلاٹ الاٹ ہوئے ہیں وہ پلاٹ آگے چار چار جگہ پر فروخت ہو چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملتان کے لوگوں کے ساتھ یہ بہت بڑی زیادتی ہے اور 125 کنال میں ہزاروں الاٹی آتے ہیں اس لئے میں تو کہوں گا کہ اس معاملے کو ایوان میں بحث کے لئے رکھ لیا جائے یا پھر اس پر کمیٹی بنا دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ معاملہ subjudice ہے، عدالت میں تمام فریقین موجود ہیں اور اُن کے موقف کے مطابق عدالت سے اس کا کوئی بہتر فیصلہ ہو جائے گا۔ بصورت دیگر جب stay وغیرہ خارج ہوں گے تو حکومت کوئی ایسا فیصلہ کرے گی جس سے الاٹیوں کے حقوق متاثر نہ ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ اور ملک صاحب بیٹھ کر اس کا کوئی مناسب حل نکال لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! جس کا رقبہ نکالا گیا ہے اس کا کوئی subjudice case نہیں ہے اس پر آپ بحث بھی کر سکتے ہیں اور اس پر حکومت کوئی فیصلہ بھی کر سکتی ہے تو آپ نے جیسے فرمایا ہے میں رانا صاحب کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں اور اس معاملہ کو دیکھ لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 11/937۔ محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ!

پی ایچ اے کی طرف سے زمین کی لیز میں متعلقہ قوانین کی خلاف ورزی

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ڈسپوزل آف لینڈ بائی ڈویلپمنٹ اتھارٹیز ایکٹ 1998۔ (The Disposal of Land by Development Authorities (Regulation) Act 1998) کی دفعہ 5 کے مطابق مفاد عامہ کے لئے مخصوص کسی بھی پلاٹ یا قطعہ یا رقبہ کو کسی دیگر مقصد کے لئے استعمال نہ کیا جا سکتا ہے۔ اس ایکٹ کا اطلاق تمام ترقیاتی اداروں بشمول ان اداروں کے، جو پنجاب ڈویلپمنٹ آف سٹیز ایکٹ 1976 (The Punjab Development of Cities Act 1976) کی دفعہ 4 کے تحت قائم کئے گئے ہیں، پر بھی ہوتا ہے اور کیونکہ پارکس اینڈ ہارٹی کلچر اتھارٹی لاہور بھی پنجاب ڈویلپمنٹ آف سٹیز ایکٹ 1976 کی دفعہ 4 کے تحت قائم کی گئی ہے لہذا PHA بھی پارک یا گرین بیلٹ کے لئے مخصوص قطعہ اراضی کو کسی دوسرے مقصد کے لئے نہ تو استعمال کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنے کو بمطابق قانون دے سکتی ہے۔

(اس مرحلہ پر وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف ایوان میں تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: جی، محترمہ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: PHA لاہور نے نیشنل پارک واقع مین بلیوارڈ گلبرگ میں کچھ لوگوں کو پارک کا رقبہ برائے کام کرایہ پر دے رکھا ہے جو کہ پختہ تعمیرات کر کے اس جگہ کو کمرشل مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ سابقہ دور حکومت میں حکمران اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنے حواریوں کو نوازنے کے لئے اس پارک کی زمین کی بابت کئے گئے Lease Agreements جو کہ ابھی ختم بھی نہ ہوئے تھے کی مدت میں 18۔فروری 2008 کے الیکشن کے نتیجے میں قائم ہونے والی حکومت کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہی ان میں لمبی لمبی مدتوں کے لئے توسیع کر دی تھی جو کہ قانونی طور پر بالکل ہی غلط اقدام تھا۔ میں سمجھتی ہوں کہ ایوان میں اس معاملے کو زیر غور لا کر اس مسئلے کا حل نکالنا چاہئے۔ وہ لوگ اور افسران جو اس ڈاکازنی کی واردات میں شامل ہیں کے خلاف سخت قانونی کارروائی بھی ہونی چاہئے

کیونکہ گلبرگ مین بلیوارڈ میں کمرشل جائیداد کی مالیت شاید ہی 40 یا 50 کروڑ روپیہ کنال سے کم ہو گی جبکہ سرکاری خزانہ اور وسائل کو شیر مادر سمجھنے والے پارک کے انتہائی قیمتی رقبہ کو چند سو یا ہزار روپوں کے عوض تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ ان میں ایک کرایہ دار وہ بھی شامل ہے جس کو کچھ انتہائی طاقتور بیورو کریٹس کی پشت پناہی حاصل ہے اور اس نے اپنے ناجائز مفادات کو آزاد عدلیہ سے زک پہنچنے پر اور سابق صدر پرویز مشرف کی خوشنودی کے لئے چیف جسٹس آف پاکستان کی کردار کشی کی مذموم مہم میں بھرپور حصہ لیا تھا لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک التواء کا جواب موصول ہو گیا ہے۔ محکمہ کے جواب کے مطابق چند حقائق پیش خدمت ہیں تاکہ صورتحال کا بہتر طریقہ سے ادراک ہو سکے۔ اس وقت مختلف عدالتوں میں ایل ڈی اے کے 7387 مقدمات زیر التواء ہیں جن میں 170 سپریم کورٹ۔۔۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار کا نمبر 937/11 ہے جبکہ محترم وزیر قانون کسی اور تحریک کا جواب پڑھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کون سی تحریک کا جواب پڑھ رہے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 936/11 اور 937/11 دونوں تحاریک ایل ڈی اے سے متعلق ہیں۔ 937/11 کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا لہذا اس تحریک کو next week تک کے لئے pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: زیر غور تحریک کو next week کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اب تحاریک التوائے کار کا ٹائم ختم ہوا۔

رپورٹ
(جو پیش ہوئی)

جناب سپیکر: اب جناب عامر حیات ہراج مجلس قائمہ برائے خوراک کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں اُنہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون پنجاب فوڈ سیفٹی اینڈ سٹینڈرڈ اتھارٹی مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے خوراک کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

جناب عامر حیات ہراج: جناب سپیکر! شکریہ میں

The Punjab Food Safety and Standard Authority Bill 2011.(Bill No. 29/2011.)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے خوراک کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹ پیش ہوئی)

جناب سپیکر: اب ہم بجٹ کی طرف چلتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! گورنر پنجاب نے چیف منسٹر پنجاب کو ایک خط لکھا ہے---

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ چیف منسٹر اور گورنر صاحب کی آپس میں خط و کتابت چلتی رہتی ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ پنجاب کے منتخب نمائندوں کا ایوان ہے۔ ہم صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اُس خط میں جو تفصیلات مانگی گئی ہیں وہ اس ایوان کو بھی مہیا کی جائیں اور بیرونی امداد نہ لینے سے صوبہ پنجاب کے جو منصوبے رُکنے ہیں ہمیں صرف اُن کی تفصیلات بتا دی جائیں۔ ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں اور ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس ایوان کو گورنر صاحب کے خط کے جواب کی تفصیلات کے بارے میں بتایا جائے اور گورنر صاحب کے خط کا جواب بھی دیا جائے۔

جناب سپیکر: چیف منسٹر صاحب اُس خط کا جواب دیں گے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے خطوط کے جوابات دیتے رہتے ہیں۔ یہ irrelevant بات میرے متعلقہ نہیں ہے لہذا آپ تشریف رکھیں۔ جی، قائد ایوان!

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔ معزز قائد حزب اختلاف نے جس خط کا حوالہ دیا، جس امداد کا ذکر کیا اور پنجاب کو جس نقصان کے اندیشے کا اظہار کیا میں چاہوں گا کہ اس معاملے پر آپ بجٹ کے فوراً بعد ایک دن مقرر کر دیں۔ ہمیں اس ایوان میں اس امداد کے اوپر بھرپور بحث کرنی چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں اس امداد کی بات کر رہا ہوں جو اس ملک کے بے گناہ لوگوں کے خون میں بھیگی ہوئی ہے۔ میں اس امداد کی بات کر رہا ہوں جس سے پاکستان کی عزت کو خاک میں ملایا جا رہا ہے۔ میں اس امداد کی بات کر رہا ہوں جس کے چند ٹکڑوں کے عوض ہماری آزاد فضاؤں کو محکوم کیا جا رہا ہے۔ میں اس امداد کی بات کر رہا ہوں کہ جس کی وجہ سے آج دنیا میں جو ہماری عزت کا مقام ہے وہ پورے پاکستان کے سامنے ہے۔ میں اس امداد کی بات کر رہا ہوں کہ جس کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ پاکستانیوں کا خون پورے پاکستان کی گلیوں اور محلوں میں بہا ہے۔ کیا اس امداد کو لینا اور اس نقصان کے مقابلے میں اس کا ذکر کرنا جس امداد سے شاید کوئی عمارت بن جائے، کوئی اور سڑک بن جائے لیکن خدا گواہ ہے کہ وہ عمارت اور وہ سڑک جس میں ہزاروں پاکستانیوں کا بے گناہ خون شامل ہے وہ پکار پکار کر کہے گی کہ کاش اے پاکستانیو! آپ ایسی امداد سے معافی مانگ لیتے جس سے آپ اس عمارت کو بنا کر ہمارے خون کی توہین کر رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! مجھے پورا یقین ہے بلکہ یقین کامل، یقین محکم اور یقین واثق ہے کہ یہ معزز ایوان سو فیصدی یک زبان ہو کر کہے گا کہ ایسی امداد اور ایسے چند ٹکڑوں کو جس سے پاکستان کی عزت اور غیرت خاک میں مل جائے ہماری آزادی کا گلہ گھونٹا جائے اور ایسی امداد جو بے گناہ پاکستانیوں کے خون سے بھیگی ہو تو مجھے پورا یقین ہے کہ ہمیں یہ امداد نہیں چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج کیونکہ Cut Motions کا دن ہے اس لئے میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میں معزز قائد حزب اختلاف کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ایک دن مقرر کر لیں اور آئیے امداد کے اوپر بحث کر لیں، آئیے غیرت کو کس طرح بچانا ہے اس پر بحث کر لیں اور آئیے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(معزز ممبران حزب اقتدار کی جانب سے شیر، شیر کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! شکریہ۔ قائد ایوان نے اس پر جو ایک دن مقرر کیا ہے---

جناب سپیکر: میں نے دن مقرر کرنا ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): انہوں نے تجویز دی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ بھی اس معاملہ پر بحث کے لئے دن ضرور مقرر کریں گے کیونکہ دونوں اطراف سے یہ sense آئی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ اللہ کا شکر ہے چار سال بعد وزیر اعلیٰ صاحب کو نظر آ گیا کہ یہ امداد پاکستانیوں کے خون کے بدلے میں مل رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میری یہ بھی گزارش ہو گی کہ جس دن یہ بحث ہو اگر وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لے آئیں تو زیادہ بہتر ہو گا اور دونوں اطراف سے بات سننے کا انہیں موقع مل جائے گا۔

جناب سپیکر: وہ ضرور تشریف لائیں گے۔ انہوں نے ہی ساری بات سنانی ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں وزیر اعلیٰ صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ نہایت ہی احسن بات ہے کہ کوئی بھی فیصلہ کرنے کے لئے ایوان کے فیصلے پر بات چھوڑ دی گئی ہے، یہی جمہوری طریق کار ہے اور یہی جمہوریت ہے۔ میں یہ جمہوری طریق کار اختیار کرنے پر سمجھتا ہوں کہ آج بہت احسن بات ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! میں دوسری بات یہ کرنا چاہتا ہوں اور میری تجویز ہے کہ اس وقت زرعی ریسرچ کے اندر 52۔ارب روپے کی امداد سے 14 منصوبہ جات جاری ہیں۔ یہ ایوان جب تک فیصلہ نہیں کرتا کہ وہ امداد جو زراعت کے لئے ہے وہ زہر قاتل ہے یا امرت ہے اس وقت تک ان تحقیقاتی منصوبہ جات کو جاری رکھا جائے۔ اس کے بعد ایک جمہوری طریق کار کے مطابق ایوان جو فیصلہ کرے گا وہ ہمیں قبول ہو گا۔

سرکاری کارروائی

بحث

مطالبات زر بابت سال 12-2011 پر بحث اور رائے شماری

(---جاری)

جناب سپیکر: اب ہم بجٹ کی طرف چلتے ہیں۔ میں آپ کو دو گھنٹے یعنی ایک بج کر 55 منٹ تک وقت دوں گا۔ اس دوران آپ جو بات کرنے چاہیں گے وہ کر لیں اس کے بعد guillotine apply ہو جائے گا۔ اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-13033 غلہ اور چینی کی سرکاری تجارت کی تحریک پیش کریں گے۔

مطالبہ زر نمبر PC-13033

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو ایک کھرب 8-ارب 45 کروڑ 46 لاکھ 44 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "غلے اور چینی کی سرکاری تجارت" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کھرب 8-ارب 45 کروڑ 46 لاکھ 44 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "غلے اور چینی کی سرکاری تجارت" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

اس میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل ممبران کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، جناب شاہان ملک، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا، جناب قاسم ضیاء، سید حسن مرتضیٰ، محترمہ نیلم جبار چودھری، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب آصف بشیر بھاگٹ، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب فاروق یوسف گھرکی، رائے محمد اسلم خان، جناب امجد علی میو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، سید ناظم حسین شاہ، ڈاکٹر محمد اختر ملک، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب شہزاد سعید چیمہ، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، راجہ طارق کیانی، رانا منور حسین، رائے محمد شاہجہان خان، ڈاکٹر اسد معظم، حاجی محمد اسحاق، چودھری محمد طارق گجر، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، جناب تنویر الاسلام، جناب شاہجہان احمد بھٹی، سردار محمد حسین ڈوگر، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، ملک محمد عامر ڈوگر، جناب احمد حسین ڈیہر، جناب احمد مجتبیٰ گیلانی، جناب محمد حفیظ اختر چودھری، سردار خالد سلیم بھٹی، سردار اطہر حسن خان گورچانی، جناب افتخار علی کھیتران، جناب شاہ رخ ملک، میاں محمد علی لالیکا، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)، مخدوم محمد

ارتضیٰ، جناب جاوید حسن گجر، محترمہ نرگس فیض ملک، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ فائزہ احمد ملک، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، ملک اقبال احمد لنگڑیال، کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب محمد یار ہراج، میاں شفیع محمد، ڈاکٹر محمد افضل، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، محترمہ آمنہ الفت، محترمہ سیمل کامران، سیدہ ماجدہ زیدی، کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ ساجدہ میر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، جناب خرم نواب، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، جناب منور حسن منج، جناب طاہر اقبال چودھری، سردار عامر طلال گوپانگ، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، ڈاکٹر سامیہ امجد، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ خدیجہ عمر، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ انبساط حامد، محترمہ زوبیہ رباب ملک، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد، انجینئر شہزاد الہیٰ۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں بات کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، عامر سلطان چیمہ صاحب!

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! پریس گیلری خالی ہے جس کے لئے آپ نے ہمیں باہر بھیجا تھا میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، وہ آجائیں گے۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اس حوالے سے بات کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری عبدالغفور صاحب! کیا آپ باہر نہیں گئے تھے؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! ہم باہر گئے تھے مگر اُن کے کچھ مطالبات تھے جو لاء منسٹر صاحب کو میں نے convey کر دیئے ہیں۔ اُس پر ابھی انشاء اللہ بات ہوتی ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! چودھری عبدالغفور صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں نے لاء منسٹر کو بات convey کر دی ہے مگر انہیں اس ایوان نے بھیجا تھا لہذا وہ ایوان کو ہی بتائیں کہ پریس والے کیا مطالبات کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وہ مکمل مشورہ کر کے ابھی بتا دیتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ اس طرح نہ کریں۔ اس ایوان نے بھیجا تھا لہذا وہ ایوان اور آپ کو بتائیں کہ اُن کے کیا مطالبات ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اِس پر کچھ عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میرے خیال میں پہلے چودھری عبدالغفور صاحب کو بتا لینے دیں کیونکہ اُن پر ان کی تسلی ہے اور آپ کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی تسلی نہیں ہے۔ جی، چودھری عبدالغفور صاحب!

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں نے اُن سے بات کی ہے تو وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگوں نے زیادتی کی ہے اور پہلے بھی اس طرح کے معاملات ہوئے ہیں۔ ہمارا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ متعلقہ ایس ایچ او کو suspend کیا جائے اور انکوائری کی جائے کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی ہے۔ مزید ڈی ایس پی کو بھی وہاں سے remove کیا جائے۔ مجھے ایوان میں آ کر بتانے میں کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن لاء منسٹر صاحب سے میں نے یہ عرض کی ہے جس پر انہوں نے ابھی فیصلہ کرنا تھا اور میری یہ خواہش تھی کہ میں اُس وقت ایوان کو بتاؤں جب وہ بات کسی نتیجے پر پہنچ جاتی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ معاملہ جو ہمارے صحافی بھائیوں سے متعلق ہے اس حوالے سے میں نے پہلے بھی یقین دہانی کرائی ہے اور قائد ایوان سے بھی اس بارے میں بات ہوئی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اگر کسی بھی اہلکار خواہ اُس کا قصور انکوائری میں ثابت بھی ہو جائے، بغیر انکوائری ہم اُس کو سزا دیں گے تو وہ اس معزز ایوان کے اور ہمارے پریس گیلری کے بھائیوں کے بھی شایانِ شان نہیں ہوگی۔ میں ابھی باہر جا کر پریس گیلری کے صدر اور سیکرٹری سے بات کرتا ہوں اور انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملے کو inquire کرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ان کے جائز مطالبات بھی پورے کئے جائیں گے اور جو لوگ ذمہ دار ہوں گے اُن کے خلاف سخت تادیبی کارروائی بھی کی جائے گی۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ہم نے جو بات صحافیوں سے کی ہے وہ سامنے آنی چاہئے جو ابھی تک نہیں آئی۔ صحافی یہ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک گورنمنٹ سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جب تک اِن دو افراد کو suspend یا remove نہیں کیا جائے گا۔ میں نے اُن سے یہ بات کی ہے کہ اگر تو آپ اس سے پہلے یہی معاملہ حکومت کے علم میں لا چکے ہیں اور پھر عملدرآمد نہیں ہوا تو آپ کا مطالبہ جائز ہے لیکن اگر رات کو واقعہ ہوا ہے اور صبح ہی آپ کہیں کہ ہم بات کرنے سے پہلے لوگوں کی suspension چاہتے ہیں تو مناسب نہیں ہے۔ میں نے جب اُن سے بات کی تو صحافیوں کے تمام نمائندوں نے یہ بات کہی کہ بارہا پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور حکومت کے ممبران کو ملاقاتوں میں یہ بات کی گئی ہے کہ صحافی کالونی کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ صحافی کالونی کے کئی پلاٹوں پر لوگ قبضہ کر رہے ہیں اور انہوں نے خاص طور پر نام لے کر حکومتی پارٹی کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ لوگ یہ قبضے کروا رہے ہیں۔ صحافیوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم ایوان کا بائیکاٹ جاری رکھیں گے جب تک دونوں افراد کو remove نہیں کیا جاتا۔ اب آپ نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کیا ایوان کو بغیر صحافیوں کے چلایا جائے یا اُن کو ایوان میں لایا جائے۔ اگر دوبارہ لایا جائے تو کم از کم اُن ذمہ داران ارکان کابینہ کو بھیجیں جن کی ذمہ داری کو وہ تسلیم کرتے ہوئے ایوان میں آ جائیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ایوان کو پریس کے بغیر چلایا جا سکتا ہے اور نہ ہی چلایا جانا چاہئے۔ اگر انہوں نے پانچ منٹ، پندرہ منٹ یا چھ دن غور کرنا ہے تو اِس کا فیصلہ حکومت کرے مگر صحافیوں نے دو مطالبات رکھے ہیں، اگر وہ ثابت کرتے ہیں کہ گزشتہ دو مہینوں میں ہم بار بار حکومت کو بتا چکے ہیں تو پھر ہماری حکومت کو اس پر دردمندانہ غور کرنا چاہئے۔ شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں اس سے پہلے جو واقعات ہوئے ہیں اُن پر باقاعدہ قانونی کارروائی کی گئی ہے۔ اب بھی صحافی بھائیوں کے ساتھ بیٹھ کر اس معاملے کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ resolve کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہم بیٹھ کر اس معاملے کو طے کر لیتے ہیں اور اُس کے مطابق ہی عمل کریں گے۔ اب میرے خیال میں صحافیوں کو آ جانا چاہئے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! یہاں سے دوبارہ کمیٹی جائے اور مطالبہ بتائے تو پھر ہی وہ واپس آئیں گے ناں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے یہ عرض کیا ہے کہ میں پریس گیلری کے صدر، سیکرٹری اور پریس کلب کے صدر سے ابھی میٹنگ کرتا ہوں اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس معاملے کو resolve کر لیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اب اُن کو جلدی سے بلائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ آپ آدھ گھنٹہ کے لئے ایوان ملتوی کر دیں کیونکہ یہ پارلیمانی روایات کے خلاف ہے کہ پریس گیلری خالی ہے اور ہم یہاں اپنی کارروائی چلا رہے ہیں۔ پہلے اُن سے بات ہو جائے تو پھر کارروائی چلا لیں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ House adjourn کر دیں۔

جناب سپیکر: مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن آپ کا وقت ہی صرف ہو گا۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جی، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کوئی حرج نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے لیکن مجھے پہلے مشورہ کرنے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! رانا ارشد صاحب اور اللہ رکھا صاحب گئے تھے تو ہمارے معزز صحافیوں کی قیادت اِس بات پر راضی ہے اور انہوں نے میرے متعلق کہا ہے کہ وہ آ جائیں تو ہم اُن کے ساتھ بیٹھ کر بات کر کے اپنا بائیکاٹ ختم کر دیتے ہیں۔اب میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی جاری رہنی چاہئے کیونکہ یہ معاملہ اگلے پانچ دس منٹ میں resolve ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ایوان کی کارروائی چلنی چاہئے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! وہ کہتے ہیں کہ جب تک دونوں افراد remove نہیں ہوں گے تب تک ہم کمیٹی میں بھی نہیں بیٹھیں گے۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! اس بات کو خواہ مخواہ مسئلہ نہ بنایا جائے کیونکہ یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ لاء منسٹر صاحب ابھی اُن سے بات کر لیں گے Because it's not a big deal

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کمیٹی میں اور بھی ممبران تھے۔ ابھی جب رانا صاحب نے نام لیا تو انہوں نے "راناز کمیٹی" announce کر دی ہے کہ رانا ارشد، رانا فلاں، رانا فلاں۔ ہم بھی اُس کمیٹی میں ممبر تھے جو عبدالغفور صاحب کی سر براہی میں کمیٹی بنا کر پریس والوں کو ملنے کے لئے بھیجی تھی لیکن ہمارا نام تک نہیں لیا گیا۔ جب رانا صاحب نے نام لیا ہے تو انہوں نے صرف "راناز کمیٹی" کہہ دیا ہے جو کہ زیادتی ہے۔

جناب سپیکر: کون سی کمیٹی؟

سید حسن مرتضیٰ: راناز کمیٹی۔

جناب سپیکر: یہ بات کس نے کی ہے؟ آپ خود ہی سنتے ہیں۔ اب میں آپ کو کیا کہوں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہوں نے دو تین باتیں کرنی ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! خود ہی قاتل اور خود ہی منصف۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! اگر شاہ صاحب اسے join کرنا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ ہمارے بھائی ہیں، بالکل تشریف لائیں۔

جناب سپیکر: یہ کسی اور کمیٹی میں جاتے ہیں اس لئے ادھر مشکل ہی جاتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ یہ پہلا واقعہ نہیں ہے اور اس سے پہلے کئی دفعہ یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ قائد ایوان اسی لئے اٹھ کر چلے گئے ہیں کہ مسلم لیگ (ن) یہ قبضے کروا رہی ہے اور بار بار واقعہ پیش آ رہا ہے اور جب تک کوئی کارروائی نہیں ہو گی وہ یقیناً اس بات پر راضی نہیں ہوں گے کیونکہ حکومت کے کہنے پر وہ ایس ایچ او گیا ہے ورنہ ایس ایچ او کو کیا ضرورت ہے کہ وہ جا کر صحافیوں کے ساتھ لڑائی کرے۔ وہ کس کی ہدایت پر گیا ہے؟ وہ یقیناً مسلم لیگ (ن) کی قیادت کی ہدایت پر گیا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس پر کمیٹی تشکیل دیں۔ آپ بھی کچھ فیصلہ کر لیا کریں اور ادھر ہی نہ دیکھتے رہا کریں۔ ہمیں آپ کے فیصلے کی ضرورت ہے اور ہم آپ کی وجہ سے یہاں پر بیٹھے ہیں تو آپ مہربانی کر کے ایک کمیٹی تشکیل دیں۔

جناب سپیکر: یہ کام ان کے کرنے کا ہے، میرے کرنے کا نہیں ہے اور وہ اپنا کام کر رہے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ نے کمیٹی بنائی تھی اور اس کے ممبر ہم بھی تھے لیکن آپ کی مرضی کے بغیر ہمیں اس کمیٹی سے نکال دیا ہے۔

جناب سپیکر: کس نے نکالا ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ کے حکم کی تعمیل نہیں ہو رہی۔

جناب سپیکر: کیسے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ نے کمیٹی میں مجھے صحافیوں کے ساتھ بات کرنے کے لئے بھیجا تھا؟

جناب سپیکر: جی، بالکل۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اب جب وہ کمیٹی صحافیوں سے بات کرنے گئی ہے تو مجھے انہوں نے کیوں نہیں بلایا؟ جناب سپیکر! آپ نے لاء منسٹر صاحب کو اس کمیٹی میں شامل نہیں کیا تھا اور وہ خود "رانوں" کی سربراہی کرتے ہوئے چلے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! کمیٹی کے ممبران تو ادھر بیٹھے ہیں۔ آپ کیا بات کرتے ہیں؟ ان کے دو نمائندے آ گئے ہیں اور رانا ثناء اللہ صاحب کے ساتھ بات کر رہے ہیں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! ہم صحافی حضرات سے بات کرنے کے لئے آپ کے حکم کے مطابق گئے تو ان کا مطالبہ تھا کہ وہ لاء منسٹر صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں تو ان کی demand کے مطابق لاء منسٹر صاحب چلے گئے ہیں۔ وہ اپنے چیمبر میں بیٹھ کر ان سے بات کر رہے ہیں اور ابھی تھوڑی دیر تک انشاء اللہ صحافی حضرات پریس گیلری میں تشریف لے آئیں گے۔

رائے محمد اسلم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! میں [***] ہونے کے ناتے یہ کہتا ہوں کہ ایوان کی کمیٹی واقعی اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتی تھی اور اب [***] کمیٹی گئی ہے تو انشاء اللہ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ [***] کے الفاظ کو حذف نہ کرائیں کیونکہ رائے صاحب باقاعدہ [***] خود own کرتے ہیں تو آپ کیوں حذف کرا رہے ہیں؟

جناب سپیکر: میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔ جی، عامر سلطان چیمہ صاحب!

چودھری عامر سلطان چیمہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک کھرب 8۔ارب 45 کروڑ 46 لاکھ 44 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC- 13033 غلے اور چینی کی سرکاری تجارت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک---

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ایسے نہ کریں بلکہ صحافیوں کے ساتھ بات کرنے کے لئے اجلاس آدھے گھنٹے کے لئے adjourn کر دیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ کی مرضی ہے اور آپ بار بار مجھے مجبور کر رہے ہیں۔ انہیں بات کرنے دیں کیونکہ وہ بحث کرنا چاہتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میڈیا کے نمائندوں کو تو آلینے دیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! میڈیا والے ہمارے بھائی ہیں اور وہ سن رہے ہیں آ جائیں گے کیونکہ ٹی وی پر پروگرام چل رہا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اس کی رپورٹ میڈیا میں نہیں آئے گی اور آپ اس طرح انہیں ignore کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ ہم ignore نہیں کر رہے بلکہ میڈیا کے پاس ہماری خبر جا رہی ہے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک کھرب 8۔ارب 45 کروڑ 46 لاکھ 44 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-13033 غلے اور چینی کی سرکاری تجارت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! I oppose

جناب سپیکر: چیمہ صاحب! منسٹر نے اسے oppose کیا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! بہتر تو ہے کہ صحافی بھائیوں کے مسئلے کو فوراً حل کیا جائے۔

جناب سپیکر: مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ دیکھ لیں اور سوچ لیں کیونکہ آپ کا وقت ہے اور پھر آپ نے کہنا ہے کہ guillotine apply کر دیا ہے اور 55-1 پر میں نے guillotine apply کر دینی ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! ٹھیک ہے ہم اس پر بات کر لیتے ہیں لیکن اس مسئلے کو فوراً حل کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کا کام ٹی وی کے ذریعے چل رہا ہے۔ آپ اپنی بات کریں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! گندم، آٹا اور چینی وغیرہ کی قیمتوں کو کنٹرول نہ کرنے، باردانہ کی عدم دستیابی، گندم کی خریداری اور ذخیرہ اندوزی کے حوالے سے حکومت نے اتنی رقم اس مد میں رکھی ہے لیکن اس کے باوجود حکومت عوام کو بہتر پالیسیاں دینے اور عوامی مسائل حل کرنے میں بُری طرح ناکام ہوئی ہے اس وجہ سے میری یہ کٹوتی کی تحریک ہے۔ محکمہ خوراک کا خرچہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے لیکن پالیسیوں کی ناکامیاں سامنے آ رہی ہیں جبکہ کارکردگی بھی زیرو ہے۔ اس سال بھی کسان پریشان رہا کیونکہ وہ گندم کی خریداری کے حوالے سے باردانہ کی عدم دستیابی کا شکار رہا اور حکومت نے جو ٹارگٹ خود بنائے تھے ان کے مطابق حکومت کسانوں سے گندم مکمل طور پر نہیں خرید سکی۔ اس سلسلے میں بڑے زمینداروں کے اثر و رسوخ کا استعمال ہوا، پٹواریوں اور محکمہ مال نے اپنا اثر و رسوخ استعمال

کرتے ہوئے چھوٹے کسانوں کو آڑھتیوں کے ہاتھوں گندم فروخت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس حوالے سے یقیناً یہ محکمہ بری طرح ناکام ہوا، عوام کو اور خاص طور پر چھوٹے کسانوں کو حکومت نے جو ریلیف دینا تھا وہ انہیں نہیں مل سکا اور یہ محکمہ آڑھتی اور محکمہ مال کے عملہ کے تابع بن کر رہ گیا۔

جناب سپیکر! گنے کے کاشتکاروں کے ساتھ بھی اسی طرح سلوک ہوا اور آج چینی کی قیمت کو بھی حکومت کنٹرول کرنے میں ناکام ہوئی ہے اور کسان گندم و چینی کے معاملے میں ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ حکومت نے کچھ عرصہ قبل گندم کو ذخیرہ کرنے کے لئے گودام بنانے کے منصوبے بنائے، فنڈز بھی رکھے لیکن محکمہ C&W نے انہیں بنانے سے معذرت کر لی اور یہ فنڈز اب اپنے وسائل میں دستیاب نہ ہیں اور حکومت ان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے گندم کو سٹور کرنے کے مناسب اقدامات نہ کر سکی۔

جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان صرف اس مد میں اٹھانا پڑ رہا ہے۔ 2011 میں کسانوں اور زمین داروں کو باردانے کے حوالے سے ذلیل کیا گیا ہے اور من پسند افراد کو ہی باردانہ دیا گیا جبکہ پچھلی فصل بھی ابھی تک پڑی ہوئی ہے اور محکمہ اسے export کرنے کے خاطر خواہ انتظامات نہیں کر سکا جس کی وجہ سے حکومت اسے export نہ کر سکی اور کسانوں سے ان کی مکمل اجناس نہیں خریدی گئی۔ کسان بے چارے مجبور ہو کر امدادی قیمت سے کم قیمت پر آڑھتی کو گندم دینے پر مجبور ہے جو کہ دکھ کی بات ہے۔ اگر یہی حال رہا تو ہمارے کسان آئندہ اس طرح فصل نہیں اگائیں گے۔ اگر کسان کو proper اس کی قیمت نہ ملی، کسانوں کی دیکھ بھال نہ ہو سکی تو پھر ہماری حکومت کا کیا فائدہ؟ ہم دیہاتی علاقوں سے منتخب ہو کر آتے ہیں اور یہاں پر ممبران اسمبلی کی اکثریت دیہی علاقوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ہمارے کسان جو کہ دیہی اور شہری لوگوں کی غذائی ضروریات پوری کرتے ہیں تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ غذائی اجناس کی قیمتوں کو متوازن رکھنے کے لئے کسانوں کو سبسڈی دے تاکہ شہری اور دیہاتی فرق کو پورا کیا جا سکے لیکن ان معاملات کے حوالے سے حکومت بُری طرح ناکام ہے۔

جناب سپیکر! دکھ کی بات یہ ہے کہ سٹیٹ بنک آف پاکستان سے 174۔ ارب روپے کا قرضہ محکمہ خوراک نے لیا ہوا ہے جس پر سود پڑ رہا ہے جبکہ پنجاب حکومت سٹیٹ بنک کی مقروض ہو چکی ہے لیکن ہم پچھلے سال کے قرضہ جات بھی ادا نہیں کر سکے اور وہ اسی طرح سے stand کر رہے ہیں۔ ہم سٹیٹ بنک کے تقریباً defaulter بن چکے ہیں اور یہی وہ بوجھ ہے جو ایک غریب کسان پر اوپر سے نیچے تک جائے گا۔

جناب سپیکر! اسی طرح سستی روٹی اور مکینیکل تنوروں کا مسئلہ بھی حل نہ ہو سکا اور اس سے مسلم لیگ (ن) کے کارکنوں نے فائدہ اٹھایا جبکہ ایک عام آدمی کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اسی طرح سستا آٹا، دالیں، نمک، گھی، مرچیں جیسی روزمرہ اشیاء کی چیزوں کی قیمتوں پر کنٹرول نہیں کیا جا سکا اور پرائس کنٹرول کمیٹیاں بری طرح ناکام ہو چکی ہیں۔ میں یہی گزارش کروں گا کہ موجودہ حکومت کی سستی روٹی سیلاب کی نذر ہو گئی تو میری استدعا ہے کہ میری اس کٹوتی کی تحریک کو accept کیا جائے کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت کم از کم اپنی ناکام ہونے والی ان پالیسیوں پر نظر ثانی کرے اور انہیں بہتر کرے تاکہ کسان اور غریب ووٹرز جو کہ پنجاب کے باشندے ہیں ان کو سہولتیں میسر آ سکیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، بھاگٹ صاحب!

جناب آصف بشیر بھاگٹ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اپنے مسلم لیگ (ن) کے ساتھیوں، بالخصوص کیبنٹ کے ممبران اور آج ایوان میں چند لمحوں، چند ساعتوں کے لئے آئے ہوئے محترم چیف منسٹر صاحب کی نظر اور توجہ چاہتا ہوں۔ ہمارے مسلم لیگ (ن) کے دوست، ان کی تھنک ٹینک اور اُن کی کچن کیبنٹ اکثر اس چیز کا برملا اظہار کرتے ہیں کیونکہ مسلم لیگ (ن) ایک شہری پارٹی ہے اور ان کے زیادہ تر لوگ شہروں سے منتخب ہو کر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اس بات پر بڑا فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہماری جماعت تاجروں اور سرمایہ داروں کی ایک جماعت ہے۔ یہاں پر میں یہ گزارش کرتا چلوں کہ پنجاب میں بسنے والے تقریباً 80 فیصد وہ لوگ جن کا تعلق دیہاتوں سے ہے، جن کا تعلق زراعت سے ہے، جن کا تعلق کھادوں سے ہے اور جن کا تعلق گندم سے ہے ان بے چاروں کا کیا قصور ہے؟ آپ اس دفعہ کا بجٹ دیکھ لیں بلکہ اس سے پہلے کے تین بجٹ بھی دیکھ لیں تو ان میں ایک چیز بالکل واضح ہے، یہاں پر جتنے بھی بجٹ پیش کئے گئے اور بالخصوص اس دفعہ کا بجٹ تو انہیں بالکل free میں ملا ہے۔ یہاں پر ہمارے دوست، ساتھی جو پچھلی دفعہ بجٹ کی کچھ تجاویز دے سکتے تھے یا جو ہمارے فنانس منسٹر تھے جن سے پوچھ کر یہ بجٹ بالکل بھی نہیں بنایا جاتا تھا لیکن اس دفعہ تو انہیں بالکل free hand ملا ہے۔ انہوں نے ایسا بجٹ بنایا جو خالصتاً ایک کسان دشمن بجٹ ہے۔ یہاں پر میں یہ گزارش کروں کہ آپ اس بجٹ کا اگر بغور جائزہ لیں تو اس میں زراعت کی ترقی کے لئے راجن پور سے لے کر اٹک تک۔۔۔

جناب سپیکر: وہ تو بات آگے آئے گی، ابھی آپ چینی اور غلے کی بات کریں۔

جناب آصف بشیر بھاگٹ: جناب سپیکر! میں اسی ایجنڈے پر بات کر رہا ہوں۔ کسانوں کی ترقی کے لئے، زراعت کی ترقی کے لئے، زمیندار کو support مہیا کرنے کے لئے صرف 3۔ارب روپے کی ایک چھوٹی سی رقم اس بجٹ میں مختص کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہاں باردانے کی بات کرتا چلوں کہ جو ہمارا پچھلا گندم کی خریداری کا سیزن تھا اس حوالے سے میرے دوست وزیر خوراک یہاں تشریف فرما ہیں۔ پچھلے سال جب گندم کی خریداری کا وقت آیا تھا تو چیف منسٹر صاحب نے خریداری سے پہلے ہی میڈیا پر آ کر یا شاید وہ کبھی اسمبلی میں آئے تھے، انہوں نے دعوی کیا تھا کہ پنجاب کے کسانوں سے ایک ایک دانہ خریدا جائے گا۔ پچھلے سال ہر food کے سنٹر پر تین تین ہیلی پیڈ بنے ہوئے تھے اور چیف منسٹر صاحب صبح اپنے ہیلی کاپٹر کو on air کرتے تھے اور کسی نہ کسی سنٹر پر جا کر اترتے تھے۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ گندم کی خریداری کو شفاف بنانے کے لئے اس غریب صوبہ کو جو قرضوں میں جکڑا ہوا ہے، اس صوبے کے پیسوں سے ہیلی کاپٹر کا fuel استعمال کر کے اپنی کوشش کرتے رہے۔ اگر پچھلے سال ان کی یہ پالیسی بہتر تھی یا وہ سمجھتے تھے کہ اگر میں سارے سنٹروں پر جاؤں گا تو باردانے کی فراہمی بہتر اور مساوی ہوگی تو پھر اس دفعہ انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ اس دفعہ پورے گندم کا سیزن گزر گیا۔ گندم کی خریداری کے پورے سیزن کے دوران چیف منسٹر صاحب نے، آپ ریکارڈ نکلوا کر دیکھ لیں کہ انہوں نے ایک سٹیٹمنٹ بھی یہ نہیں دی کہ میں پنجاب کے غریب کسانوں سے گندم کا ایک ایک دانہ خریدوں گا اور پنجاب میں باردانے کی تقسیم مساوی ہوگی۔ میں اس فورم سے آپ کے توسط سے، میرے بھائی وزیر خوراک یہاں پر تشریف فرما ہیں میں چیلنج کرتا ہوں اور اپنے ڈسٹرکٹ منڈی بہاؤالدین کی بات کرتا ہوں۔ یہ اگر میرے ساتھ وہاں جانا چاہیں تو میں ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں کہ وہاں آج بھی اگر گندم کی خریداری کے سنٹروں کے آڈٹ کروائیں کیونکہ یہ واحد حکومت ہے، ساڑھے تین سال گزر چکے ہیں یہاں آڈٹ کا کوئی رواج نہیں ہے۔ یہاں پر سستی روٹی کے نام پر اربوں روپے اڑائے گئے، ہم یہاں پر چیختے رہے مگر کسی نے آڈٹ نہیں کیا۔ یہاں پر سستے رمضان بازار میں اربوں روپے اڑائے گئے لیکن کسی نے آڈٹ نہیں کیا۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ یہ اس دفعہ میرے ساتھ چلیں وہاں پر جتنے بھی گندم کی خریداری کے سنٹر تھے، یہاں پر میرے کافی دوست زمیندار بیٹھے ہیں وہ میری بات اس لئے دھیان سے سن رہے ہیں کیونکہ ان سب کو پتا ہے کہ وہاں پر ٹوکن دینے والا پٹواری تھا۔ آپ اندازا لگا لیں کہ انصاف کرنے والا پٹواری، تحصیلدار اور گرداور تھا۔ انہوں نے ٹوکن دے دیئے۔ میرے سنٹر میں ایک سے لے کر 2ہزار تک ٹوکن دیئے گئے لیکن اس کا طریق کار یہ تھا کہ پہلے ایک نمبر والا آئے گا،

پھر2 نمبر والا آئے گا اور اسی طرح وہ نمبروں کی ترتیب سے آئیں گے۔ وہاں ہوا یہ کہ جب تقریباً500 نمبر چلے گئے تو کہیں سے ہدایات آئیں کہ مسلم لیگ (ن) کی مقامی تنظیموں اور ورکروں کے لئے یہ کھول دیا جائے۔ جب انہوں نے کھولا تو اُس کی آڑ میں 500 نمبر کے بعد ایک دم 1700 نمبر والا آگیا اور ایک دم 1800 نمبر والا آگیا۔ آپ یہ اندازا لگالیں کہ وہاں کس طریقے سے کام ہوا۔ یہاں پر میرے بھائی نے جس دن گندم کی خریداری پر بحث تھی جو ہم نے بڑی مشکل سے یہاں کروائی تھی تو یہ بڑے جذباتی تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ جو ایسا کرے گا میں یہ کر دوں گا، میں وہ کر دوں گا۔ ان سنٹروں میں جانے کے لئے ہمیں چیف منسٹر صاحب نظر آئے اور ہمارے دوست موصوف وزیر خوراک وہاں پر تشریف لے گئے۔ بات کرنا، میڈیا پر آکر سستی شہرت حاصل کرنا یا اپنے گرتے ہوئے گراف کو پھر اوپر لے جانا اور اس قسم کے دعوے کرنا کہ ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے۔ خدارا اس غریب کسان نے ایسا کوئی گناہ نہیں کیا، اگر اس نے آپ کی جماعت کو ووٹ نہیں دیا تو اس بے چارے کا یہ قصور نہیں کہ اس کو پنجاب سے نکال کر دور پھینک دیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ وہ محرومی ہے جس کی وجہ سے ہمارے جنوبی پنجاب کے دوستوں نے یہ بات کی تھی کیونکہ جنوبی پنجاب میں دیہاتی آبادی اور شہروں کی آبادی میں بہت زیادہ فرق ہے۔ میرا تعلق سنٹرل پنجاب یا اَپر پنجاب سے ہے، ہمارے ہاں آبادی کی شرح اتنی زیادہ نہیں ہے۔ جس طرح جنوبی پنجاب میں محرومی ہے۔ یہاں پر میں یہ عرض کر دوں کہ اس تخت لاہور کے جو اڑوس پڑوس میں بیٹھے ہیں یعنی ہمارے دیہاتوں میں بھی یہ محرومی ہے۔ یہ حکومت جب بھی آتی ہے اور اس نے جو بجلی گرانی ہوتی ہے یہ غریب کسان پر گراتی ہے۔ یہاں پر بیٹھے ہوئے مسلم لیگ (ن) کے میرے جتنے زمیندار دوست ہیں جن کا زمینداری سے تعلق ہے میں انہیں کہتا ہوں کہ خدارا آپ لوگ ضرور اپنی لیڈر شپ کی خوشامد کریں، آپ ان کو داد بھی دیں لیکن زمینداری کے معاملے پر، کاشتکار کے معاملے پر۔۔یہاں پر میں گزارش کروں کہ فیڈرل گورنمنٹ نے agriculture accessories پر کچھ ٹیکس propose کیا تو پاکستان پیپلز پارٹی کے چالیس حکومتی ارکان نے ایک گروپ بنا کر پرائم منسٹر صاحب سے جا کر ملاقات کی اور وہاں پر انہوں نے واہ واہ اور خوشامد نہیں کی بلکہ انہوں نے بالکل straightaway پرائم منسٹر صاحب کو کہا کہ زمیندار پر جو ٹیکس لگایا جا رہا ہے اس پر ہم اعتراض کرتے ہیں اور خدارا آپ اس ٹیکس کو واپس لیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں پر میرے بڑے بڑے محترم دوست بیٹھے ہیں، ان کی یہاں پر بڑی بڑی contributions بھی ہیں لیکن جرأت کوئی نہیں کرتا کہ وہ چیف منسٹر صاحب کے سامنے جا کر بول سکیں۔ بیوروکریسی تو پہلے ہی نہیں

بولتی۔ بیوروکریسی والے میرے دوستوں کو تو چیف منسٹر صاحب نے جو کہہ دینا ہے تو انہوں نے کہنا ہے کہ واہ آپ کا vision تو کمال کا ہے۔ یہاں بیٹھے ہوئے میرے دوست جو زمیندار ہیں ساڑھے تین سال اس زمیندار کو جو رگڑا لگانا تھا لگا لیا ہے خدارا اب اس زمیندار کے لئے کچھ کریں۔ یہاں جب بھی بولا جاتا ہے تو یہی کہا جاتا ہے کہ پچھلا دورِ حکومت بڑا خراب تھا اور جب (ق) لیگ کی حکومت تھی تو یہ کچھ ہوتا تھا۔ آپ بھی زمیندار ہیں، آپ کو پتا ہو گا کہ جب دھان کی کاشت ہوتی تھی تو صوبے کی طرف سے پچاس فیصد بجلی پر سبسڈی دی جاتی تھی۔ پچھلے پانچ سالہ (ق) لیگ کے دور میں جس کو آپ یہاں پر ڈکٹیٹر کا دور بھی کہتے ہیں اور سارا کچھ کہتے ہیں لیکن ان کے دورِ حکومت میں زمیندار کو زرعی ٹیوب ویل پر اڑھائی روپے فی یونٹ سبسڈی ملتی تھی۔ -/5 روپے فی یونٹ بنتے تھے جس پر اڑھائی روپے سبسڈی دی جاتی تھی۔ ان سیٹھوں اور سرمایہ داروں کی حکومت نے آ کر وہ اڑھائی روپے سبسڈی بھی واپس لے لی ہے، فرٹیلائزر پر جتنی سبسڈی تھی وہ بھی واپس لے لی ہے اور اس دفعہ آپ کبھی بجٹ اٹھا کر دیکھیں تو 3,3۔ ارب روپے، آپ کے صوبے کی ساری agriculture based پر ہے۔ آپ اگر انڈسٹریز کے لئے، لاہور میں پارکس اینڈ ہارٹیکلچر کے لئے، لاہور کے اوور ہیڈ برج کے لئے یا لاہور کے رنگ روڈ کے لئے اربوں روپے رکھ سکتے ہیں تو وہ زمیندار جو اس صوبے کو چلاتا ہے، آپ یہ اندازہ کریں کہ اس دفعہ وفاقی حکومت کی جتنی بھی برآمدات تھیں ان میں سے صرف major portion نہیں بلکہ more than 90 percent portion زراعت سے وابستہ تھا اور اس صوبہ پنجاب سے وابستہ تھا۔ آپ یہ اندازہ لگا لیں کہ یہاں تختِ لاہور میں بڑے بڑے خوبصورت اوور ہیڈ برج، یہاں پر 80,80۔ ارب روپے سے بنائی گئی رِنگ روڈ یا اس سے بڑھ کر ملتان روڈ یا جاتی عمرہ روڈ یا رائے ونڈ یا ہر قسم کی روڈز ہیں۔ آپ انہیں ضرور بنائیں لیکن وہ زمیندار جن کی طرف سے آپ کے پاس یہ پیسے آتے ہیں اور خدارا اس 6 سے 7۔ ارب روپے کے بجٹ میں سے 3۔ ارب روپے اس کسان کے آنسو پونچھنے کے لئے رکھے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ وہ وقت کب آئے گا جب کوئی اس زمیندار کی سنے گا؟ سپیکر صاحب آپ بھی کچھ لمحہ کے لئے خاموش ہو جاتے ہیں لیکن دوسری طرف بیٹھے ہوئے میرے بہت سارے مسلم لیگ (ن) کے زمیندار دوست آج غصہ کریں گے اور ابھی جا کر چیف منسٹر صاحب سے ان کے چیمبر میں علیحدگی میں بیٹھ کر بات کریں گے کہ خدارا اس صوبہ پنجاب کے مظلوم زمیندار اور کاشتکار کا کیا قصور ہے؟ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی،آپ نے بھی بات کرنی ہے؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! جی۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ ماجدہ زیدی صاحبہ اگر حصہ لیتی ہیں تو یہ آخری مقرر ہوں گی۔ You will be the last.

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! دونوں کو ٹائم دے دیں اور دونوں ذرا تھوڑا تھوڑا ٹائم لے لیں گی۔

جناب سپیکر: مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن 1:55 منٹ پر گلوٹین پر آ جائیں گی۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! مجھے اس چیز کا ادراک ہے کہ ہمیں 2:00 بجے سے پہلے ختم کرنا ہے۔ انشاء اللہ اس کے اندر ہی wind up کریں گے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ صاحبہ!

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! یہاں میں سب سے پہلے سستی روٹی کی بات کرنا چاہتی ہوں کہ جس میں 44۔ارب روپے تنوروں میں جھونکے گئے ہیں جس کا ابھی تک کوئی حساب نہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب سے اس ایوان میں کئی بار مطالبہ کیا گیا کہ سستی روٹی کے بارے میں بتائیں کہ اس سکیم میں کیا کرپشن ہوئی، اس کو کیوں بند کیا گیا لیکن افسوس ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی پراسرار خاموشی بہت سارے سوالات کو جنم دیتی ہے۔ میں یہاں پر مطالبہ کروں گی کہ سستی روٹی اور فوڈ سٹیمپ پروگرام جو آج کل زیر بحث ہے کہ اس میں انتہائی کرپشن کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: وہ خاموش رہنے والی چیز نہیں ہیں، وہ خاموش نہیں رہیں گے، آپ کو سب کچھ بتائیں گے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں ابھی اپنی بات کر رہی ہوں اور میں چاہوں گی کہ میری اس بات کا جواب خود وزیر اعلیٰ صاحب دیں۔ میں چاہتی ہوں کہ حکومت پنجاب کو سستی روٹی کے 44۔ارب روپے اور فوڈ سٹیمپ پروگرام کا آڈٹ کرانا چاہئے اور اس کی رپورٹ اس ایوان میں پیش کئے جانے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! یہاں میں یہ بات بھی کرنا چاہوں گی کہ صوبہ پنجاب میں گندم کو سٹور کرنے کے لئے گودام موجود نہیں ہیں اور اس ایوان میں تین سال سے مسلسل مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ گندم سٹور کرنے کے لئے گودام بنائے جائیں لیکن افسوس ہے کہ اس سال بھی بجٹ میں گودام بنانے کے کوئی رقم نہیں رکھی گئی ہے۔ ماڈل گودام بادامی باغ جو ایک بڑا گودام ہے اس کو بھی بیچا جا رہا ہے اور اس کے لئے حکومت پنجاب اشتہار بھی دے چکی ہے۔

جناب سپیکر! گندم کی خریداری کے وقت باردانے کی تقسیم پر جو لڑائیاں ہوئیں، اتوار بازاروں اور رمضان بازاروں میں جو لوگوں کی ہلاکتیں ہوئیں۔ حکومت پنجاب اس پر کنٹرول کرنے میں بالکل ناکام رہی ہے اور اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! اب میں یہاں پر گنے کی بات کرنا چاہوں گی کہ crushing season شروع ہوتا ہے تو اسے جان بوجھ کر لیٹ کیا جاتا ہے اور گنے کی ٹرالیاں کئی کئی دنوں تک ملوں کے باہر کھڑی رہتی ہیں جس سے کاشتکاروں پر اضافی بوجھ پڑتا ہے اور گنا سوکھ کر اس کا وزن بھی کم ہو جاتا ہے جس سے ہمارے کاشتکاروں کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہاں میں ایک اور مطالبہ بھی کروں گی کہ جو اربوں روپے خرچ کر کے ہیلی پیڈ بنائے گئے ہیں اگر اس سے ہم مزید باردانہ خرید لیتے تو ہمارے کسانوں کا کچھ بھلا ہو جاتا۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اج دی ایس اُچی سُچی بھاگاں والی، دودھ پت والے، دانیاں، سیانیاں تے پکے پیرھیاں دی پرے وچ، جیہڑا رولا، جیہڑا سیاپا تسیں نیاں لئی، نتارے لئی تے ٹاکرے لئی رکھیا اودھے آکھڑاں دی ونڈاے خوراک۔ میں گل کرناں چاہنی آں پنجابی وچ ایس واسطے کہ ایہہ کساناں نوں represent کر دی اے لیکن اگر اجازت نہیں دیندے تے اردو وچ میں فوراً شروع کر دینی آں۔

جناب سپیکر: آپ اردو میں بات کریں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ کھانا، فوڈ، انگریزی اور اردو یا پنجابی میں کہیں تو بہت زور سے جا کر ہر شخص اس مسئلہ پر پہنچتا ہے۔ مجھے بات کرنی ہے خواتین کی طرف سے جن کو ہانڈی پکانے اور گھر کا بجٹ maintain کرنے میں بہت مشکل ہے۔ مجھے بات کرنی ہے -/150 روپے کلو بھنڈیوں اور -/150 کلو روپے توریوں کی۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

مجھے بات کرنی ہے-/550روپے کلو گوشت کی جس میں پُٹھ کی بوٹیاں ہوتی ہیں اور وہ ڈال کر سالن بنتا ہے۔ مجھے گھی کی بات کرنی ہے اور مجھے الائچی کی بات کرنی ہے جو-/2000روپے میں خوشبو آپ لوگ بانٹ رہے ہیں۔ یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ ایک بچھو بازار یا ایک intermediate بازار، میں ایک بہت بڑا مافیا جو فوڈ مافیا کی صورت میں موجود ہے اس کے لئے کہیں پر بھی کوئی پکڑ نہیں، یہ جو intermediate factor یا آڑھت ہے یا جو کچھ بھی ہے جس کو بچھو بازار کہتے ہیں۔ ایک مہنگائی کچھ ریٹ پر ہوتی ہے لیکن کچھ ایسی مہنگائی ہے جس میں لوگوں نے لوگوں کا گلا کاٹا ہے۔

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اگر مارکیٹ میں کوئی چیز مہنگی کی بھی جاتی ہے تو اس کے check and balance کا کوئی طریق کار نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ شہباز شریف صاحب نے بڑے vision کے ساتھ یہ کہا تھا کہ ہم فوڈ کنٹرول کی ایک اور اتھارٹی بنائیں گے جو اس فوڈ کو کنٹرول کرے گی اور اس کو چیک کرے گی مگر ابھی تک budget document میں اس کا کوئی وجود، کوئی نام اور کوئی scansion میری نظر سے نہیں گزری۔ یہ فوڈ کنٹرول اتھارٹی وہ اتھارٹی ہے جو آپ کی طرف سے جاری کی ہوئی سرکاری قیمتوں پر check and balance ہے۔ اس میں، میں بہت ہی جلدی ایک چھوٹے سے بچے کی پاکٹ منی کی بات کروں گی۔ آپ branded چیزوں کی بات کریں جس پر GST کے نام پر ابھی سے چپس اور مونگ پھلی والوں نے brand لگا کر بیچنا شروع کیا ہے۔

جناب سپیکر! آپ ایک چھوٹے بچے کا سوچیں جو سکول جاتا ہے اور-/10روپے پاکٹ منی سے ایک مونگ پھلی کا پیکٹ خریدتا ہے۔ اس میں سے چالیس دانے نکلتے ہیں باقی میں صرف ہوا بھری ہوتی ہے۔

(اس مرحلہ پر میڈیا والے واک آؤٹ ختم کرکے پریس گیلری میں واپس تشریف لے آئے)

MR SPEAKER: Welcome back.

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں بھی پورے ایوان کے behalf پر میڈیا کو welcome کہتی ہوں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں بات کر رہی تھی ان بچوں کے چپس یا پاکٹ منی کی جس پر میں نے پہلے بھی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی تھی تو رانا ثناء اللہ خان صاحب نے کہا تھا کہ لکھ کر دیں۔ ڈیڑھ سال کی وہ پاکٹ منی بڑی مہنگی پڑ رہی ہے۔ آپ خود سوچیں کہ ایک چھوٹا سا بچہ جب-/10روپے کا چپس یا

مونگ پھلی کا پیکٹ لیتا ہے تو اس میں سے چالیس دانے مونگ پھلی نکلتی ہے اور باقی بہت ساری ہوا بھری ہوتی ہے، اس کا وزن پورا کیا ہوتا ہے اور پورا ٹھپا لگا ہوتا ہے کہ GST-Added ٹیکس دینے والے یہ ننھے منے بچے ایک مونگ پھلی کم از کم 25 سے 40 پیسے میں کھاتے ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے صرف ان بچوں کی Bubblegum اور اس کی خوشبو سے اپنی یہ اس بڑی بڑی انڈسٹری کو چلانا ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ کب بنے گی وہ فوڈ کنٹرول اتھارٹی ؟ ان Bubblegum اور branded چیزوں پر کنٹرول کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! یہاں آپ دیکھیں کہ ADP پر 230 ملین روپے رکھے گئے کہ Silos بنائے جائیں گے۔ ایک لاکھ ٹن گندم یا فوڈ گرین اس میں سٹور ہو گی لیکن یہ بھی ایک one line of allocation ہے اور blocked allocation ہے جس کی تفصیل ضروری تھی۔ میں اس وقت اپنی تقریر کو صرف گلوٹین کی وجہ سے مختصر کر رہی ہوں لیکن میں اس گھر میں بیٹھی خاتون کی اپیل کروں گی ،اس پسینے والے کسان کی طرف سے، اس بازار کی طرف سے،۔ اربن ایریا کی طرف سے اور اس ننھے منے کنٹین پر جانے والے اور پاکٹ منی غرق کرنے والے بچوں کی طرف سے کہ جب تک فوڈ کنٹرول اتھارٹی نہیں بنے گی تو یہاں کے بڑے بڑے چپس اور wafer biscuits owners کی جیبیں اور ان کی نیت نہیں بھرے گی۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ اور بڑی مہربانی۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! صرف ایک second کی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، second نہیں آپ کے لئے دو منٹ ہیں۔ جی، رائے صاحب!

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! شکریہ۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ نے Cut Motion پر بات کرنی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کے علم میں اور معزز ایوان کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں اور صحافی بھائیوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اپنا بائیکاٹ ختم کر دیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

On the behalf of the Governmentان سے یہ وعدہ ہے کہ آج جونہی اجلاس2:00 بجے ختم ہوتا ہے تو "آئی جی پولیس"، "سی سی پی او" لاہور اور متعلقہ ڈویژن کے ایس پی کی ان کے ساتھ صحافی بھائیوں کی ایک پانچ رکنی کمیٹی بیٹھے گی اور بیٹھ کر وہاں پر قبضہ گروپ اور اس سے متعلق جتنی بھی شکایات ہیں وہ سنی جائیں گی اور میں خود اس چیز کوmonitorکروں گا، تمام شکایات کا ازالہ کیا جائے گا اور جو متعلقہ لوگ ذمہ دار یا ملزمان ہیں ان کو گرفتار کیا جائے گا اور جس اہلکار نے اس سارے واقعہ میں اپنی حیثیت یا اپنے اختیارات کا غلط استعمال کیا ہے اس کے خلاف بھی محکمانہ کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: چلیں ٹھیک ہے، مہربانی۔ جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں اپنے میڈیا کے بھائیوں اور پریس گیلری کو خوش آمدید کہتا ہوں اور یہاں پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کبھی بھی ایسا موقع نہیں آیا کہ ہمارے میڈیا کے ساتھیوں نے یہاں سے بلاجواز غیر حاضری کی ہو اس لئے میری استدعا ہے کہ اس کے لئے Information Coordination Committeeکی گورنمنٹ کی طرف سے ہو جائے جو immediatelyجیسے ایوان شروع ہوتا ہے اس سے پہلے اگر صحافی بھائیوں کے کوئی grievances ہوتے ہیں تو اس کے لئے تشکیل دے دی جائے، وہ ان کو آکر ملے تاکہ یہ نوبت نہ آئے کہ وہ واک آوٹ کریں اور ان کے redress grievancesکرنے میں میری تجویز ممد و معاون ثابت ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، موقع کے مطابق دیکھا جائے گا۔ ہو سکتا ہے وہ اس وقت غیر حاضر ہوں، پھر کیا کریں گے؟ جی، رائے صاحب!

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! بابا بلھے شاہ نے فرمایا ہے:

پنج ممبر اسلام دے تے چھیواں بُلھیا ٹک
جے نہ ہووے ٹک تے سبھے جاندے مک

اس دفعہ غلے کی تجارت کے لئے ایک کھرب 8۔ارب 45کروڑ 46لاکھ 44ہزار روپے مختص کئے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس کو منظور فرمایا جائے۔

جناب سپیکر: آپ چاہتے ہیں کہ اس کو منظور فرمایا جائے؟

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! نہیں، جو سوال ہے اس کو پڑھ رہا ہوں۔ پنجاب حکومت کا جو bad visionہے اس کو میں exposeکرنا چاہتا ہوں۔ اس دفعہ کسان کی جو پت رولی گئی ہے، جس

طرح سے آڑھتیوں کو نوازا گیا ہے، جس طرح خوراک کے محکمے نے کرپشن کے بندوبست کئے ہیں اپنے آپ کو سنوارنے کے لئے، مڈل مین کو سنوارنے کے لئے، ان کے اوپر تنقید کرنا اپوزیشن ممبران کے لئے بہت ضروری ہے تاکہ میڈیا سمجھ سکے کہ اتنی خطیر رقم جو ہم عوام الناس کی بھلائی کے لئے رکھتے ہیں، آٹے کی قیمت کو کنٹرول کرنے کے لئے رکھتے ہیں اس میں انہوں نے کیا غدر مچایا ہے۔ اندازہ کریں ہماری تحصیل میں AFC کی ایک post ہے بھلا کیا وافر انتظامات کئے گئے، سیکرٹری خوراک نے ایک ہی تحصیل میں دو AFC تعینات کر دیئے۔ انہوں نے اس دفعہ بڑی مقدار میں گندم خریدنے کے لئے کیا اقدامات کرنے تھے، کیا policy discouraging تھی، ان کے پاس تو statistics ہی نہیں تھے، ان کے پاس تو شماریات کا نظام ہی نہیں ہے کہ ہمارے ملک کے اندر کتنا ذخیرہ ہونا چاہئے اور کتنی گندم کا ہمیں وہاں سے نکاس کرنا چاہئے تھا، حکومت پنجاب نے اس پر کوئی پالیسی نہیں بنائی جو وافر ذخیرہ ہم پچھلے سال خرید چکے ہیں، جس کے اوپر ہم اربوں روپے کا pay interest کر رہے ہیں، اس کی export کو channelize کیا جاتا تاکہ گندم کا نکاس ممکن ہو اور زمیندار جو اس دفعہ لٹ گیا، اس کی محنت کی کمائی لٹ گئی اور middlemen کی جیبوں میں چلی گئی اس کو اس سے بچایا جا سکتا تھا۔ مسلم لیگ (ن) کی حکومت کسان کا استحصال کرنے والی حکومت ہے انہوں نے اس دفعہ کی خریداری کے اندر کرپشن کو centralize کیا ماسوائے اس اقدام کے انہوں نے کوئی اقدامات نہیں اٹھائے۔ ان کو چاہئے کہ یہ جو گندم کی مد میں اربوں روپے سود دے رہے ہیں اسے ختم کرنے کے لئے export کو channelize کیا جائے۔ public and private sector کے ساتھ مل کر اس کے لئے منڈی تلاش کی جائے، غیر ملکوں میں اس کی منڈی تلاش کی جائے اور اگر ہم نے regional trade کو رواج نہیں دیا، اگر ہم نے افغانستان کے حالات کو settle نہیں ہونے دیا، اگر ہم نے Central Asia کے ساتھ تجارت شروع نہیں کی تو ہم اپنی اس production کو آنے والے وقتوں میں کہیں بھی ٹھکانے نہیں لگا سکیں گے۔ آپ کے توسط سے میری حکومت پنجاب سے استدعا ہے، میں ایک ہی نکتے پر stress کروں گا کہ خدارا گندم کی excess production جو زمیندار کی محنت سے پیدا ہوئی ہے جو وافر ذخیرہ پیدا ہوا ہے اس کی export کو channelize کیا جائے اور اپنی آنکھیں کھولنے کے لئے، اپنے vision کو صحیح کرنے کے لئے اس کے لئے کوئی اعلیٰ شماریاتی نظام بنایا جائے تاکہ آپ کو پتا چلے کہ ہمارے ملک کے اندر کتنی فصل پیدا ہو رہی ہے، کتنی ہم نے رکھنی ہے اور کتنی کو ہم نے بیچنا ہے، چینی کی تجارت میں سرکار نہیں آئی۔ اس بجٹ کے اندر سرکار نے کوئی پیسا مخصوص نہیں کیا۔ گنے کے کاشتکار کو مارنے کے لئے

شوگر ملوں نے جو مافیا بنایا ان کی payments نہیں ہوئیں۔ زمینداروں نے sugarcane کا guillotine کر دیا اور آج ہمارے جیسے زرعی ملک کے اندر بھی چینی کی قلت ہے، ہم ترس رہے ہیں اور ہمیں باہر سے چینی منگوانی پڑی ہے۔ میری آپ سے یہی استدعا ہے کہ Secretary Food, Director Food Punjab اپنی آنکھیں کھولیں اور کرپشن سے اپنی توجہ ہٹائیں اور اس کی export کو channelize کریں تاکہ زمیندار کو protection مل سکے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ وزیر خوراک! اب آپ wind up کریں اور جو باتیں ہوئی ہیں ان کے بارے میں بتائیں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے معزز بھائیوں کا بہت مشکور ہوں۔ پہلے بھی اس پر بڑی مفصل بات ہوئی تھی، میں اس کو own کرتا ہوں اور انہوں نے جو اس وقت بات کی ہے سب سے پہلے باردانہ کے حوالے سے بات ہوئی ہے۔ باردانہ کے حوالے سے میں اپنے بھائی کو بڑے ادب سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے باردانہ کے لئے ایک سسٹم بنایا تھا اور اس کے تحت پورے پنجاب میں ہمارے 375 Procurement Centres تھے اور چیف منسٹر صاحب پنجاب کے حکم پر ہم نے وہاں پر Revenue Department کے سٹاف کو اور Food Department کے اپنے سٹاف کو depute کیا اور اس کو مزید define کرنے کے لئے تاکہ کسی صورت اس میں کسی قسم کی کرپشن involve نہ ہو اس کے لئے ہم نے جو mechanism بنایا متعلقہ پٹواری اس کی زمین دیکھ کر اس کے ریکارڈ کے مطابق ان کو ایک لیٹر جاری کرتا تھا اس کے اوپر باردانہ ملتا تھا اور اس پر ہم نے پوری ایک لسٹ maintain کی۔ اس لسٹ کو ہرگز نہیں توڑا گیا۔ میں اپنے بھائی کو عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ ہمارے political workers کو باردانہ دیا گیا ہو۔ میں as a minister, on the floor یہ کہہ رہا ہوں کہ میں نے خود محکمہ خوراک سے ایک بوری بھی نہیں لی، اپنی گندم کے لئے بھی نہیں لی تو How it is possible کہ ہم اپنے ورکرز کو کہہ دیں؟ ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: تو آپ کو دینی بھی نہیں چاہئے تھی۔

رائے محمد شاہجہان خان: آپ کا چھوٹا بھائی لے گیا ہوگا؟

جناب سپیکر: .No interruptions please آپ کی بڑی مہربانی۔ جی!

وزیر خوراک(چودھری عبدالغفور):جناب سپیکر!44لاکھ ٹن کا باردانہ ہمارے پاس موجود تھا اور ٹارگٹ کی بات جو یہاں پر ہوئی ہے، ہم 7۔جون تک مارکیٹ کے اندر موجود رہے ہیں اور اسی وجہ سے گندم کی قیمتیں بھی stable رہیں، آج بھی اگر مارکیٹ میں دیکھا جائے تو گندم stable ہوئی اور جو یہ ٹارگٹ کی بات کرتے ہیں، کل میں ٹیلی ویژن پر دیکھ رہا تھا president نے بات کی کہ میں نے پنجاب کو کہا کہ آپ گندم خریدیں لیکن انہوں نے گندم نہیں خریدی۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے پاس 51لاکھ ٹن گندم موجود ہے جو ہماری ضرورت سے زیادہ ہے۔ ہم نے اپنی ضرورت سے زیادہ گندم خریدی ہے لیکن مجھے یہاں پر یہ بھی کہنے کی اجازت دیں کہ پاسکو کا بھی ایک ٹارگٹ تھا جو 13لاکھ ٹن تھا اس نے اپنا target achieve نہیں کیا۔ سندھ کا بھی ایک ٹارگٹ تھا اس نے بھی اپنا target achieve نہیں کیا۔ 15لاکھ سندھ کا ٹارگٹ تھا انہوں نے 13لاکھ اور کچھ ہزار گندم وہاں پر خریدی۔ ہم نے اس میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ ہمارا کوئی سرکاری اہلکار کسی corrupt practice میں involve نہ ہو۔ ہم نے اپنے 177 سرکاری ملازمین کو جن کا تعلق محکمہ خوراک سے ہے ان کے against کارروائی کی ہے ان کو suspend کیا گیا ہے اور ہماری ہر ممکن یہ کوشش تھی کہ at any cost زمیندار کو facilitate کیا جائے۔ میں یہاں پر یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب حکومت کی بہترین پالیسیوں کے بعد اللہ کے کرم سے یہ ممکن ہوا کہ پنجاب کے اندر ایک کروڑ 85لاکھ ٹن سے زیادہ گندم پیدا ہوئی اور اس کے اندر وزیراعلیٰ پنجاب کی جو پالیسیاں تھیں کہ کبھی زمیندار کو گرین ٹریکٹر دیئے جاتے تھے، اس دفعہ بھی ہم نے flood affected areas میں زمینداروں کو کھاد اور بیج provide کئے، جعلی ادویات کا خاتمہ کیا اور انہی چیزوں کا اثر نظر آ رہا ہے کہ آج پنجاب میں بہترین فصل پیدا ہوئی ہے اور آنے والے ٹائم میں جو میرے بھائی کہتے ہیں کہ کسان کو facilitate نہیں کیا گیا، اس دفعہ پنجاب حکومت نے گندم کا ذخیرہ کرنے کے لئے Silos بنانے کے لئے 25ملین روپے رکھے ہیں۔ علاوہ ازیں public private sector کے ساتھ مل کر 60لاکھ ٹن گندم ذخیرہ کرنے، Silos بنانے کے لئے ہم نے ایک جامع پالیسی مرتب کر لی ہے۔

جناب سپیکر! چینی کے حوالے سے بھی یہاں پر بات ہوئی، میں یہاں پر پھر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے یہ problem ہوتی تھی کہ گنے کی قیمت بروقت ادا نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت 97فیصد سے زیادہ گنے کے زمینداروں کو payments ہو چکی ہیں اور in fact sugar فیڈرل گورنمنٹ کا issue ہے، فیڈرل گورنمنٹ کا معاملہ ہے۔ ہمارے پاس پنجاب کے اندر چینی کی پنتالیس ملیں

ہیں جنہوں نے 26لاکھ ٹن چینی اس دفعہ produce کی ہے۔ جبکہ ہماری یہاں کی ضرورت 24لاکھ ٹن ہے اور اس سے پہلے شوگر کے حوالے سے جو disaster آیا وہ ہماری ذمہ داری نہیں تھی وہ فیڈرل گورنمنٹ سے related مسئلہ تھا۔TCP نے چینی import کرنی تھی انہوں نے ٹائم پر import نہیں کی۔اس وقت بھی ہم نے بروقت خطوط لکھے اور اب بھی ہماری اس پر پوری نظر ہے۔شوگر کے حوالے سے میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب کے اندر کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آنے دیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میرے معزز بھائی نے کہا کہ گندم ذخیرہ کرنے کے لئے ہمارے پاس problems ہیں۔میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 51لاکھ ٹن گندم ہمارے پاس موجود ہے،23لاکھ ٹن گندم اس وقت گوداموں کے اندر محفوظ ہے اور دوسری گندم کو بھی ہم نے proper طریقے سے محفوظ کر لیا ہے۔پچھلی دفعہ اتنا بڑا سیلاب آیا اس کے باوجود ہماری کچھ ہزار من گندم خراب ہوئی اور اس کو بھی timely ہم نے فوری طور پر auction کر دیا جس سے ہمارا محکمہ بہت بڑے نقصان سے بچ گیا۔

جناب سپیکر!یہاں پر export کے حوالے سے بھی بات ہوئی ہے، میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دس سال کے اندر 7لاکھ ٹن گندم export ہو چکی ہے۔میں یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہوں اور یہ میرے چیف منسٹر کی بہترین پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ ہم نے تین مہینے کے اندر 9لاکھ ٹن سے زیادہ گندم export کی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

پہلے پاکستان گندم import کرنے والا ملک تھا لیکن چیف منسٹر پنجاب کی بہترین پالیسیوں کی وجہ سے یہ ممکن ہو سکا کہ آج ہم گندم export کرنے والے ممالک میں شامل ہو چکے ہیں۔ہم نے اپنا کام timely complete کیا ہے۔7۔جون تک ہم مارکیٹ کے اندر موجود رہے ہیں تاکہ اس سلسلے میں کسی کو کوئی problem نہ ہو۔اس کے علاوہ میرے کسی بھی بھائی کی طرف سے کوئی تجویز ہو تو میں ہر وقت ان کے لئے حاضر ہوں، جو بہترین تجاویز یہ دیں گے ان کو ماننے کے لئے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہم بالکل تیار ہیں۔ہمارے محکمے میں کوئی کرپشن نہیں ہے اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ ہم نے کرپشن جڑ سے ختم کر دی ہے لیکن ہم نے ہر ممکن یہ کوشش کی ہے کہ کوئی بھی شخص جو ہمارے محکمہ سے متعلق ہو یا کوئی بھی سرکاری ملازم جو corrupt practice کے اندر involve ہو اس کو نہ صرف پکڑیں گے بلکہ قانون کے مطابق سزا بھی دی جائے گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پچھلی دفعہ ہم نے TCP سے شوگر کے لئے کہا تھا اس کی delay سے ایک disaster آیا اور اب پھر ٹائم آرہا ہے لیکن اب ہمارے پاس چینی وافر مقدار میں موجود ہے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر ہم نے صوبہ پنجاب کی عوام کے لئے advance چینی کے order place کر رہے ہیں تاکہ کسی بھی مشکل صورتحال سے بچ سکیں۔ یہاں پر مہنگائی کی بھی بات ہوئی یہ صرف پنجاب حکومت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ تو فیڈرل گورنمنٹ کا معاملہ ہے اور ان کی پالیسیوں پر depend کرتا ہے۔ بجلی مہنگی ہوتی ہے، گیس مہنگی ہوتی ہے تو اس سے مہنگائی پر بھی اثر پڑتا ہے۔ جب تیل کی قیمتیں بڑھتی ہیں، جب پٹرول کی قیمتیں بڑھتی ہیں۔۔۔

جناب آصف بشیر بھاگٹ: جناب والا! یہ صوبائی معاملہ ہے۔

جناب سپیکر: debate نہیں ہونی چاہئے۔ آپ نے اتنی بات کی کسی نے آپ کو interrupt کیا؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب والا! اس کو فیڈرل گورنمنٹ کنٹرول کرے جو اس ملک کے اندر اپنے کئے دھرے سے اتنا بڑا disaster لے کر آتے ہیں۔ وہاں پر کرپشن کی روزانہ نئی فیکٹریاں کھولتے ہیں اس کو بند کریں گے تو مہنگائی ختم ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ ان چیزوں پر مکمل کنٹرول کیا جائے۔

محترمہ ساجدہ میر: مہنگائی صوبائی معاملہ ہے۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میری بہن بات کر رہی ہیں تو میں انہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں حاجیوں کی جیبیں کاٹنا بند کریں تو مہنگائی ختم ہو جائے گی۔ NICL Scandal,PIA Scandal, Steel Mill Scandal... (قطع کلامیاں)

محترمہ ساجدہ میر: جناب والا! وزیر موصوف سے کہیں کہ وہ اپنے محکمہ تک محدود رہیں۔

جناب سپیکر: وزیر موصوف غیر متعلقہ بات نہ کریں۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب والا! اگر یہ بولیں گے تو میں بھی بولوں گا، صدر پاکستان نے جو بات کی ہے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب والا! یہ غیر متعلقہ گفتگو کر رہے ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب والا! یہ Cut Motion کا جواب دے رہے ہیں؟

وزیر خوراک(چودھری عبدالغفور):جناب سپیکر! I think this is not the proper way. میں تو یہ کہتا ہوں کہ صدر پاکستان اتنی غیر ذمہ دارانہ گفتگو کرتے ہیں کہ ہم نے پنجاب کو کہا لیکن انہوں نے گندم نہیں خریدی۔ میں تو اس سلسلے میں یہی کہنا چاہوں گا کہ ۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز!

وزیر خوراک(چودھری عبدالغفور):جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں یہ نظم پیش کرنا چاہتا ہوں کہ:

ہم اس طرح اپنے ہونے کا اعتراف کرتے رہے
گرد چہرے پہ تھی اور آئینہ صاف کرتے رہے
(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! آپ اس ڈیمانڈ پر put question کیجئے گا لیکن میں حسب معمول ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جناب وزیر موصوف نے جو wind up کیا ہے ان کو اپنے محکمے تک محدود رہنا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر: جی، آئندہ وہ ایسے ہی کریں گے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! آپ نے مہربانی کی کہ بتادیا کہ وہ آئندہ نہیں کریں گے۔ انہوں نے یہاں پر ایک بات کی ہے کہ پاسکو نے پوری گندم نہیں خریدی اور مرکز نے ہمیں چینی نہیں بھیجی۔ یہ چھوٹی سی بات کر کے میں بیٹھ جاؤں گا اس کے بعد آپ put question کیجئے گا۔ ہمارے محلے میں ایک شخص نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ میٹرک کے رزلٹ کا کیا بنا؟ اس نے کہا "تائے دا پتر وی فیل ہو گیا اے" تے نمبر دار دا پتر وی پاس نہیں ہویا" یہ بات انہوں نے کی ہے اب آپ grant پیش کیجئے گا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب سوال put کر دیا جائے؟

اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کھرب 8۔ارب 45 کروڑ 46لاکھ 44ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC- 13033 غلہ اور چینی کی سرکاری تجارت کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کھرب 8۔ ارب 45 کروڑ 46 لاکھ 44 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "غلہ اور چینی کی سرکاری تجارت" برداشت کرنا پڑیں پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: آپ نے جو کہہ دیا ہے آپ کی آواز ہی کافی ہے۔ اب وزیر خزانہ صاحب مطالبہ زر نمبر PC-21018 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21018

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! مطالبہ زر نمبر PC-21018 میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 4۔ ارب 77 کروڑ 98 لاکھ 57 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 4۔ ارب 77 کروڑ 98 لاکھ 57 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

اپوزیشن نے اسے oppose کیا ہے جن میں لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، جناب شاہان ملک، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا، جناب قاسم ضیاء، سید حسن مرتضیٰ، محترمہ نیلم جبار

چودھری، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب آصف بشیر بھاگٹ، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب فاروق یوسف گھرگی، رائے محمد اسلم خان، جناب امجد علی میو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، سید ناظم حسین شاہ، ڈاکٹر اختر ملک، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب شہزاد سعید چیمہ، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، راجہ طارق کیانی، رانا منور حسن، رائے محمد شاہجہان خان، ڈاکٹر اسد معظم، حاجی محمد اسحاق، چودھری محمد طارق گجر، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، جناب تنویر الاسلام، جناب شاہجہان احمد بھٹی، سردار محمد حسین ڈوگر، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، ملک محمد عامر ڈوگر، جناب احمد حسین ڈیہر، جناب احمد مجتبیٰ گیلانی، جناب محمد حفیظ اختر چودھری، سردار خالد سلیم بھٹی، سردار اطہر حسن خان گورچانی، جناب افتخار کھیتران، شاہ رخ ملک، میاں محمد علی لا لیکا، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)، مخدوم محمد ارتضیٰ، جناب جاوید حسن گجر، محترمہ نرگس فیض ملک، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ سفینہ سائمہ کھر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ فائزہ احمد ملک، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، سردار محمد یوسف خان لغاری، چودھری محمد شفیق خان، ملک اقبال احمد لنگڑیال، کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب محمد یار ہراج، میاں شفیع محمد، ڈاکٹر محمد افضل، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، محترمہ آمنہ الفت، محترمہ سیمل کامران، محترمہ سیدہ ماجدہ زیدی، کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ ساجدہ میر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، جناب خرم نواب، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، جناب منور حسن منج، جناب طاہر اقبال چودھری، سردار عامر طلال گوپانگ، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، ڈاکٹر سامیہ امجد، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ خدیجہ عمر، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ زوبیہ رباب ملک، محترمہ حمیرا اویس شاہد، محترمہ انبساط حامد، محترمہ قمر عامر چودھری، انجینئر شہزاد الٰہی کون صاحب کٹوتی کی تحریک پیش کرنا چاہیں گے؟

چودھری ظہیر الدین خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

4۔ارب 77 کروڑ 98 لاکھ 57 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21018 زراعت کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

4۔ ارب 77 کروڑ 98 لاکھ 57 ہزار روپے کی کل رقم بسلسہ مطالبہ زر نمبر PC-21018 زراعت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں اسے oppose کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج چونکہ بجٹ کی بحث کا آخری دن ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ rules کے مطابق guillotine بھی کرنی ہے۔ اس وقت ہمارے پاس تقریباً پچاس منٹ ہیں۔ چونکہ ہمارے بہت سارے ساتھی زراعت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن توجہ کے لحاظ سے زراعت بہت متروک ہو چکی ہے۔ میں تھوڑی سی گزارشات کرنے کے بعد عرض کروں گا کہ ہم نے آپ کے پاس لسٹ بھیجی ہے میری استدعا ہے کہ guillotine apply کرنے سے پہلے پہلے ہمارے تمام ممبران کو accommodate کر لیا جائے۔ میں اس تحریک کی مخالفت کی یہ وجہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ محکمہ زراعت کے ملازمین کی تعداد تیس ہزار ہے اور یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ آج یہاں گیلری میں سیکرٹری صاحب اور ان کا سارا اسٹاف تشریف فرما ہے۔ میری ان کے ساتھ چند دفعہ بریفنگ نما میٹنگز بھی ہوئی ہیں اور مجھے اس سلسلے میں ان کا کافی vision نظر آتا ہے لیکن ان کے آنے سے پہلے جو کچھ on ground ہو چکا ہے میں وہ گزارش کرنا چاہوں گا۔ (شور وغل)

جناب سپیکر: آپ گپ شپ کے لئے گیلری میں چلے جائیں تو مجھے اعتراض نہیں لیکن یہاں ایوان میں گپ شپ ٹھیک نہیں ہے اجلاس کی کارروائی چلنے دیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! مجھے توجہ چاہئے اگر House in order ہو تو میں اپنی معروضات پیش کرنے میں تھوڑے سے تھوڑا وقت لوں گا۔ ان تیس ہزار ملازمین نے گزشتہ ساڑھے تین سال میں جو کام کیا ہے اس سلسلے میں جو authentic شماریات آئے ہیں اس میں پیداواری حیثیت یہ ہے کہ ساڑھے تین سالوں کے اندر چنے کی پیداوار میں 30 فیصد کمی ہوئی ہے، دالوں کی پیداوار میں مجموعی طور پر 21 فیصد کمی ہوئی، چاول کی پیداوار میں 8 فیصد کمی ہوئی ہے، مکئی کی پیداوار میں 5 فیصد کمی ہوئی ہے اور کپاس کی پیداوار میں 10 فیصد کمی ہوئی ہے۔ صرف گندم کی پیداوار میں 5. فیصد increase ہوئی ہے۔ (شور وغل)

جناب سپیکر: میں خصوصی طور پر خواتین سے التماس کرتا ہوں کہ مہربانی فرمائیں۔اگر کسی نے گپ شپ لگانی ہے تو باہر گیلری میں جا کر لگائیں چونکہ یہاں important بات ہو رہی ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے ہماری بہنوں کو یہ ہدایت فرما دی اور یہ ضرورت بھی ہے چونکہ زراعت تو یہاں کے اور ادھر کے مرد کرتے ہیں اس لئے خواتین کو چاہئے کہ وہ ان کی تکالیف سن لیں۔وہ ہماری بہنیں ہیں، ان کی بڑی مہربانی۔ میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہر سال پنجاب کی آبادی میں 2.9 فیصد کے حساب سے اضافہ ہو رہا ہے اور ساڑھے تین سالوں میں پنجاب کی آبادی میں ایک کروڑ 20 لاکھ کا اضافہ ہوا ہے اس کے لئے یہ گندم کی 0.5 فیصد increase ناکافی ہے۔ باقی تمام چیزوں میں decrease ہے، زراعت انحطاط پذیر ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔ محکمہ زراعت کے ٹیکنو کریٹس کے ہاتھ بھی کسی وجہ سے بندھے ہوئے ہوں گے ہم اسی وجہ سے کہہ رہے ہیں کہ پنجاب میں پچیس ہزار دیہات ہیں اگر ایک ٹیکنیکل آفیسر کو پانچ دیہات دے دیئے جائیں تو وہ ایک ہفتے میں پانچ دن کام کرنے کے بعد اس کی مختلف لوگوں سے interaction ہو سکتی ہے لیکن آپ ہمارے کسی بھی زراعت سے منسلک ساتھی سے پوچھیں کہ کسی گاؤں میں، کسی دیہات میں زراعت کا کوئی آفیسر، زراعت کا کوئی ٹیکنیکل آفیسر کسی جگہ نظر آتا ہے؟ یہ کہیں بھی نظر نہیں آتے۔ زراعت والوں سے بہت عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں، نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ زراعت میں جو تیس ہزار ملازمین ہیں ان سے پولیو کے قطرے پلوائے جاتے ہیں، ان سے بینر لگوائے جاتے ہیں اور ان سے بورڈ ہورڈنگ سیدھے کروائے جاتے ہیں۔اگر ان کی صحیح رہنمائی ہو تو کسان کی جھکی ہوئی کمر تھوڑی سی سیدھی ہو سکتی ہے۔ یہ اتنا بڑا عملہ پتا نہیں کون سا کام کرتے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ محکمہ کے اندر گندم کی تقریباً ترپن ورائیٹز متعارف کرائی گئیں۔ ان میں سے "سحر" نامی ورائٹی پنجاب کے 42 فیصد رقبے پر کاشت کی گئی لیکن تین سال کے بعد اس کا decrease شروع ہو گیا اور اس کی yield گرنی شروع ہو گئی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گندم کی ایک proven قسم نہیں تھی۔ میں یہ کہوں گا کہ کسی بھی بیج کو اس وقت تک مارکیٹ نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی sustaining ability اور residual qualities دس سال سے اوپر نہیں چلی جاتیں۔ انڈیا کے کسان گندم کی yield کئی کئی سال تک اسی طرح قائم رکھتے ہیں حالانکہ وہ آج سے بیس سال پہلے ہم سے research میں بہت پیچھے ہوتے تھے۔

جناب سپیکر! محکمہ زراعت کے ذیلی wings کی تشکیل نو کی جائے۔ زراعت سے allied چیزوں میں ایک water management ہے۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ water

management کے لئے Drip and Sprinkle System introduce کرائے جا رہے ہیں۔ صرف اخباری بیان دینے سے yield بڑھ سکتی ہے اور نہ ہی کسان کی کوئی مدد ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! محکمہ زراعت کا ایک عزم ہونا چاہئے۔ ہمارے وزیر زراعت جو کہ اس وقت ایوان میں تشریف فرما ہیں بہت محنتی ہیں۔ وہ محکمہ زراعت کو چلانے کے لئے دیانت داری کے ساتھ اپنا maximum put in کر رہے ہیں۔ ایک ایسی گاڑی جسے تھوڑا سا دھکا ایک آدمی پیچھے سے لگا رہا ہو اور پانچ دس آدمی آگے سے دھکا دے رہے ہوں تو پیچھے سے دھکا لگانے والا گاڑی آگے لے جانے کے لئے بہت جلد تھک جاتا ہے۔ ہمارے منسٹر صاحب کی کارکردگی اسی صورت میں سامنے آسکے گی کہ اگر یہ کوئی target oriented کام شروع کر دیں۔ محکمہ زراعت تمام باغات کو Drip Irrigation System پر لانے کے لئے ایک عزم کا اظہار کرے۔ محکمہ زراعت کے ذریعے تمام باغات کو Drip Irrigation System کے اوپر لانا چاہئے۔ اس سے ہمارے پانی کی utility تقریباً 25 فیصد تک بڑھ جائے گی۔ ساری دنیا کے اندر Drip Irrigation System لاگو ہے، صرف ہمارا ہی بدقسمت کسان ہے کہ جس کو یہ سہولت مہیا نہیں کی گئی۔ ہمارا کسان ٹیلیویژن پر Drip Irrigation System کے حوالے سے فلمیں دیکھ رہا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ دوسرے ممالک کے کسان کے citrus کو پانی لگ رہا ہے۔ اس کے اخروٹ کو پانی لگ رہا ہے اور اس کے آم کو پانی لگ رہا ہے۔ ہمارا کسان یہ سب کچھ فلموں میں تو دیکھ سکتا ہے لیکن اپنی آنکھوں سے اپنے کھیت کو اس Drip Irrigation System کے تحت پانی لگتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ میں آپ کی وساطت سے استدعا کرنا چاہوں گا کہ اس سسٹم کی وجہ سے scarcity of water پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے۔ ہمارے کسانوں نے کسی حد تک پانی کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں کچھ اعداد و شمار آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جب پاکستان بنا تو 1948 میں پاکستان کی آبادی ساڑھے تین کروڑ تھی اور اس آبادی کو پانچ دریا سیراب کرتے تھے۔ پانی کے حوالے سے جتنے بھی اس کے catchment areas تھے وہ بھی اس کے پاس مہیا تھے۔ ریکارڈ گواہ ہے کہ 1952 میں گندم import ہوئی تھی۔ اس کے بعد پھر جب Indus Water Treaty آئی تو ہمارے تین دریا ستلج، راوی اور چناب چلے گئے اور ہمارے پاس صرف دو دریا رہ گئے۔ ہمارے کسان نے دن رات محنت کر کے، اپنی ان دس انگلیوں کی محنت سے جان مار کر کم پانی کے ساتھ 18 کروڑ کی آبادی کو گندم مہیا کی ہے اور اب ہماری گندم کی پیداوار surplus ہے۔ میں عرض کروں گا کہ پانی کی کمی کی طرف دھیان دینا بہت ضروری ہے۔ محکمہ زراعت کا فرض ہے کہ اس بارے میں منصوبہ بندی کرے۔ پچھلے پانچ سال کے

دوران پنجاب کے اندر تقریباً تمام minors lined کر دیئے گئے اگر کوئی رہ گئے ہیں تو ان کو lined کیا جائے تاکہ پانی کم سے کم ضائع ہو۔

جناب سپیکر! آج "ڈان" اخبار کے اندر ایک خبر چھپی ہے کہ منرل واٹر کی انڈسٹری 15 فیصد بڑھی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ brackish water بڑھتا چلا جا رہا ہے اور recharging کم ہوتی جا رہی ہے۔لوگوں کو پینے کے لئے پانی میسر نہیں ہے اس لئے وہ مہنگا پانی خریدنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ہمیں اپنی direct and indirect کمی اور خامیوں کو سمجھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! زراعت کو ٹیکس کے شکنجے میں جکڑنے کے لئے بہت بات کی جاتی ہے۔ٹیکس دیا جانا چاہئے۔ہمارے پنجاب میں 90/92 فیصد کسان کے پاس 12 ایکڑ سے کم زمین ہے اور 12 ایکڑ سے کم زمین رکھنے والے کسان کے لئے تو اپنی گزر اوقات کرنا مشکل ہو چکا ہے۔اس کے لئے کوئی کمیٹی تشکیل دی جائے۔کسان تو self employed ہے۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ذرا wind up کر لیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں اپنی معروضات کو یہ کہتے ہوئے ختم کرتا ہوں کہ محکمہ زراعت کھالہ جات کے لئے بندش کو ختم کرائے۔مارکیٹ میں hybrid approved seed لایا جائے۔اسی طرح جعلی زرعی ادویات، جعلی weedicide and pesticide کی فروخت کو فوری طور پر ختم کئے جانے کے بارے میں اقدامات اٹھائے جائیں۔میں اپنی انہی معروضات کی وجہ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ میری کٹوتی کی اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر منظور فرمایا جائے۔بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔اب شاہ رُخ ملک صاحب بات کریں گے۔

جناب شاہ رُخ ملک: جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میں زراعت کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا۔صوبہ پنجاب آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے اور اس کی آبادی 9 کروڑ ہے۔صوبہ پنجاب کی 70 فیصد آبادی زراعت سے وابستہ ہے۔یہاں پر جتنے بھی ہمارے بھائی اور معزز ممبران اسمبلی ہیں تقریباً 50 فیصد سے زیادہ زمیندارہ سے ہی وابستہ ہیں۔اس وقت پوری دنیا میں food crisis چل رہا ہے، دوسرے نمبر پر pollution اور تیسرے نمبر پر population کا problem ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت پوری دنیا میں سب سے زیادہ ہماری population rapidly بڑھ رہی ہے تو اُس کے لئے ہمیں سب سے زیادہ زراعت پر focus کرنا چاہئے اور پاکستان میں زراعت سے منسلک لوگوں کا living standard اتنا بہتر نہیں ہے مگر غریب کو بڑی مشکل سے دو وقت کی جو روٹی ملتی ہے اُس کی وجہ ہی یہی ہے کہ ہمارا زرعی ملک ہے اور پاکستان کو خوراک اور زراعت کے حوالے سے پنجاب ہی 70 فیصد feed کرتا ہے مگر شروع سے لے کر آج تک کبھی بھی زمیندار اور کاشتکار کو relief نہیں دیا گیا بلکہ اُس کا ہمیشہ استحصال کیا گیا اور وہ جتنی محنت کرتا ہے اُس کو اُس محنت کا صلہ نہیں ملتا۔ اس وقت پاکستان میں جتنے بھی پھل اور سبزیاں استعمال ہوتی ہیں وہ سب زراعت کی وجہ سے ہیں۔ ہم لوگ کہتے ہیں کہ 1960 میں زراعت کے حوالے سے انقلاب آیا تھا تو اُس وقت ہمارے بزرگ کاشتکاری کرتے تھے تب مشینری کا دور نہیں تھا، اُس زمانہ میں جو بیج استعمال ہوتے تھے وہ کھاد نہیں لیتے تھے، اُن پر pesticide کا استعمال بھی نہیں ہوتا تھا اور وہ بیج پانی بھی کم لیتے تھے مگر اُن کا جھاڑ کم تھا۔ 1960 میں جو سبز انقلاب آیا تھا اُس میں زمیندار کی بچت ہی بچت تھی، خرچہ کوئی بھی نہیں تھا مگر 1960 کے بعد جتنے بھی کپاس اور گندم کے بیج آئے آپ دیکھ لیں کہ پہلے گندم تین پانیوں سے پکا کرتی تھی جبکہ اب گندم چھ پانی لے کر پکتی ہے۔ 1960 میں زمیندار کی 10 من گندم کی بچت ہوتی تھی وہی 10 من کی بچت آج 2011 میں ہو رہی ہے۔ ہمارے ملک میں جتنی بھی ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں انہوں نے ہمارے غریب کاشتکار کو اپنے clutches میں پھنسایا ہوا ہے اور اُن کی محنت کی کمائی یہ کمپنیاں کھا جاتی ہیں۔ ہمارے ریسرچ سنٹرز نے کبھی ایسے بیج ہی نہیں بنائے جو کم سے کم پانی اور کم سے کم pesticide لیں اور یوریا کھاد نہ لیں۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ ہم نئی ٹیکنالوجی کی طرف جا رہے ہیں مگر وہ مافیا زمیندار کا سارا منافع اُٹھا کر لے جاتا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ریسرچ سنٹرز پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے اور وہاں پر ایسے بیج بنائے جائیں جو کم سے کم پانی لیں اور اُن پر سپرے کا استعمال نہ ہو تا کہ زمیندار کو relief ملے کیونکہ زمیندار ہی ہمیں feed کر رہا ہے اور ہم لوگ کچھ کھا رہے ہیں لیکن زمیندار کے ساتھ کبھی بھی صحیح سلوک نہیں کیا گیا۔ میں یہاں پر ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ بے چارا زمیندار مقروض سے مقروض ہوتا جا رہا ہے، کبھی وہ زرعی بنک کا مقروض ہوتا ہے تو کبھی بیوپاریوں کا مقروض ہوتا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت زمیندار کو relief دینا ہی نہیں چاہتی اور خدانخواستہ اگر زمیندار نے کاشتکاری ختم کر دی تو ہمارا پاکستان ڈوب جائے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے اس لئے اس پر خصوصی توجہ دی جائے اور جو دعوے کئے

جاتے ہیں اُن پر عمل کیا جائے۔ دعوے تو ہر شخص کر سکتا ہے مگر اُس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے اور حکومت پنجاب کا یہ فرض بنتا ہے کہ زمینداروں کو زیادہ سے زیادہ facilitate کرے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ رائے محمد اسلم کھرل صاحب!

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ زراعت کے بارے میں جو کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے سچی بات تو یہ ہے کہ زراعت سے اس ملک کی آبادی کو خوراک ملتی ہے، زراعت کو اس ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ قرار دیا جاتا ہے، زراعت کی وجہ سے پنجاب کو food basket قرار دیا جاتا ہے مگر اُس کے لئے موجودہ بجٹ میں اس پورے بجٹ کا 0.73 فیصد رقم رکھنا اس شعبہ سے مذاق ہے تو پھر کیوں نہ ایسی کٹوتی کی تحریکیں آئیں کہ یہ رقم بھی ختم کر دی جائے۔ یہ ہرے بھرے کھیت جنہیں آپ ویران کرنے پر تُلے ہوئے ہیں، یہاں بھی industries لگا دی جائیں اور یہ رقم بھی ضائع نہ کی جائے۔ آپ اگر واقعی یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری زراعت ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے تو پھر آپ کو اس کی بہتری کے لئے کام کرنا ہوگا، کاشتکار کی معیشت اور اُس کی حالت بہتر کرنی ہوگی تبھی آپ کی ملکی معیشت بہتر ہو سکے گی۔

جناب سپیکر! آج پنجاب کا کسان طرح طرح کی مصیبتوں میں پھنسا ہوا ہے، آج اگر آپ پنجاب کے کسان کی حالت دیکھیں اور مجھے دُکھ کے ساتھ یہ واقعہ سُنانا پڑ رہا ہے کہ پچھلے weekend پر میں اپنے حلقہ انتخاب میں ایک فاتحہ خوانی کے لئے گیا تو ایک دس ایکڑ کے مالک پر فالج کا attack ہوا اور اُس کی جیب میں علاج کے لئے پیسے نہیں تھے، اُن کے گاؤں کو راستہ نہیں تھا کہ اُس مریض کو شہر لے جائیں اور وہ بے چارہ اپنے ہی گھر میں بے بسی کے عالم میں فوت ہو گیا تو غلہ پیدا کرنے والے لوگوں کے یہ حالات ہیں اور شعبہ زراعت کا یہ عالم ہے۔ میری صرف یہی گزارش ہے کہ زراعت کے شعبہ پر خصوصی توجہ دیں تبھی پاک سرزمین کے باسیوں کو خوراک میسر ہو سکے گی، تبھی پاکستان کی برآمدات میں اضافہ ہو سکے گا، تبھی یہ بڑے بڑے کارخانہ دار اور ملز مالکان کی فیکٹریوں کی چمنیوں سے دُھواں نکل سکے گا۔ ابھی یہاں پر میرے دوست 1960 کی دہائی کی بات کر رہے تھے وہ ایک ڈکٹیٹر کا دور تھا لیکن اُس نے صرف نئے بیج متعارف کروائے تھے تو آج بھی اُس کا ذکر ہو رہا ہے، آج بھی اُس زرعی انقلاب کی بات ہو رہی ہے لیکن آپ جن اداروں پر کروڑوں روپیہ خرچ کرتے ہیں آپ کے یہ ریسرچ کے ادارے کوئی نیا بیج دے رہے نہ کوئی ایسی تحقیقات کر رہے ہیں کہ ایسے بیج سامنے آئیں جن پر بیماریوں کا کم سے کم حملہ ہو اور وہ بیج بہتر پیداوار دے سکیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب! آپ رائے صاحب کو interrupt نہ کریں۔ جی، رائے صاحب!

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! اگر آپ پنجاب کو خوشحال کرنا چاہتے ہیں تو پنجاب کے کاشتکار اور کسان کو خوشحال کریں انشاء اللہ ملکی معیشت بہتر اور مضبوط ہو گی۔ اگر ہر آنے والے بجٹ میں اس کے لئے اتنا فنڈ ہی رکھا جائے گا تو پھر آپ کی معیشت کا اللہ ہی حافظ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب جاوید حسن گجر صاحب!

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ آج محکمہ زراعت کے مطالبہ زر میں کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے۔ زراعت، Water Management یا Veterinary side ہو یہ سب کی سب research oriented چیزیں ہیں۔ اگر ہم Research Stations پر خرچ کریں تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ انشاء اللہ ہماری پیداوار بڑھ سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میں آج آپ کی وساطت سے وزیر زراعت صاحب کو یہ بتانا چاہوں گا اور سیکرٹری زراعت کی توجہ بھی چاہوں گا کہ آپ لوگوں نے اُدھر سے پیداوار تو کم کرا دی لیکن آپ نے یہ نہیں سوچا کہ پیداوار کم کیوں ہوئی ہے؟ پیداوار کم ہونے کی کچھ وجوہات ہیں اس میں ایک وجہ تو یہ ہے کہ تمام کے تمام inputs مہنگے ہیں، زرعی آلات بہت مہنگے ہیں چھوٹا کاشتکار ایک مربع یا دو مربع کا مالک ان آلات کو نہیں خرید سکتا۔ آج مجھے کہتے ہوئے آٹھ سال ہو گئے ہیں۔ آپ یوریا کو دیکھیں کہ ایک تھیلا 1500/- روپے کا ہے، غریب آدمی کہاں سے لے گا؟ DAP کے ایک تھیلے کی قیمت 4200/- روپے ہے، زمیندار کہاں سے DAP ڈالے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر زراعت سے عرض کروں گا کہ اس پر توجہ دیں اور جتنے بھی fertilizer producers ہیں ان کی میٹنگ بلائیں کہ وہ ان کی قیمتوں میں کمی لائیں۔

جناب سپیکر! Water Management والے اپنی side پر بالکل توجہ نہیں دے رہے۔ سیکرٹری کیپٹن ریٹائرڈ ہیں وہ اس معاملے میں سختی کریں۔ اس محکمہ کے تمام لوگ اپنے دفاتر میں بیٹھ کر تنخواہیں لے رہے ہیں اور فیلڈ میں بالکل نہیں جا رہے۔ اس کے بعد Extension Department کے دو wings بہت اہم ہیں ایک فیلڈ اسسٹنٹ کلاس اور دوسرا ایگریکلچر انسپکٹر کلاس ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ فیلڈ اسسٹنٹ اگر ایک یونین کونسل میں ایک ہے تو وہاں پر کم از کم دو فیلڈ اسسٹنٹ دیئے جائیں تاکہ وہ زیادہ بہتر طریقے سے کام کر سکیں۔ اس کے بعد میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ ایگریکلچر انسپکٹر کا mobile ہونا بہت اہم ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ جہاں آپ نے DDO

ایگریکلچر کو wheels 4 گاڑی دی ہوئی ہے اور بہت بجٹ دیا ہے اس بجٹ میں سے کم از کم ایگریکلچر انسپکٹر جو آدھی تحصیل کو دیکھتا ہے اس کو بھی mobile کریں اور wheels 4 گاڑی دیں تاکہ وہ فیلڈ میں جا کر اپنا اپنا کام کر سکیں۔

جناب سپیکر! آپ نے irrigation کو تو consult نہیں کیا لیکن میں کہوں گا کہ Irrigation اور ایگریکلچر انسپکٹرز کی ایسی coordination کریں جو اپنی Water Management بتا سکیں۔ میں جو بات کہنا چاہ رہا ہوں ڈی جی زراعت اس کو سمجھ رہے ہیں میری ان سے پہلے بھی بات ہو چکی ہے کہ محکمہ زراعت کے ماہرین محکمہ آبپاشی کے لوگوں کو ٹریننگ دیں کہ ہمارے ایک ایکڑ میں کتنا پانی چاہئے آیا کہ flood irrigation چاہئے یا systematic irrigation چاہئے تاکہ ہمارے پانی کی بچت ہو سکے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ شعبہ زراعت ریسرچ کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! Veterinary Animal Husbandry University Lahore نے اپنا ایک Campus بیدیاں روڈ پر Husbandry Bio Technical Veterinary Animal کھولا ہے اس کا رقبہ 275 ایکڑ ہے۔ آج آشیانہ سکیم والے ان سے وہ اراضی مانگ رہے ہیں اور وہ طالبعلم احتجاج کر رہے ہیں کہ ہم نے وہاں سے نہیں نکلنا۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ کہوں گا کہ ہمارے طالبعلموں، کلاس فیلوز اور جونیئرز کو وہ جگہ دی جائے اور ان کو وہاں سے نہ نکالا جائے۔ آپ آشیانہ سکیم کسی اور جگہ منتقل کر دیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، گجر صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ کے آنے سے پہلے زرعی ریسرچ کے بارے میں بات ہو رہی تھی تو میں کہتا ہوں کہ زراعت زرعی ریسرچ کے بغیر بالکل کامیاب نہیں ہے۔ وزیر زراعت تمام ریسرچ ڈیپارٹمنٹ اور تمام ریسرچ ڈائریکٹوریٹ میں ڈی جی صاحب کو بھیجیں کیونکہ وہاں پر بالکل ریسرچ نہیں ہو رہی۔ اگر کسی نے پہلے جو ریسرچ کی ہوئی ہے اسی کو دوبارہ لے رہے ہیں اور جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری دن بدن نئی اقسام آ رہی ہیں تو وہ اقسام نہیں ہیں بلکہ وہ line of selection ہے، اقسام تو آٹھ نو سال کے بعد کامیاب ہوتی ہیں جبکہ یہاں ہر دو سال کے بعد نئی قسم آ جاتی ہے وہ قسم نہیں ہوتی بلکہ line of selection ہوتی ہے۔ میں نے پچھلے سال بھی یہ کہا تھا کہ حکومت کو اس پر توجہ دینی چاہئے اور اب بھی میں کہتا ہوں کہ اس شعبہ کی طرف توجہ دینی

چاہئے، ریسرچ کرنے والے ماہرین پر توجہ دینی چاہئے اور جو مفت تنخواہیں لے رہے ہیں ان کو line up کرنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ جتنے botanists ہیں وہ تمام کے تمام اپنی اقسام کو خود بیچ رہے ہیں اور کسانوں کو trial کے لئے نہیں بھیج رہے۔ اس لئے وزیر زراعت کو چاہئے کہ وہ زرعی یونیورسٹی والوں سے coordinate کریں اور ریسرچ کے شعبہ پر توجہ دیں۔

جناب سپیکر! ابھی ہمارے ایک ساتھی کہہ رہے تھے کہ ایسی اقسام پیدا کی جائیں جو پانی کم لیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ کم از کم چار اقسام ابھی بھی فیلڈ میں موجود ہیں جو پانی کم لے رہی ہیں اور ان کی پیداوار بھی فی ایکڑ بہت زیادہ ہے۔ یہاں لابی میں ڈی جی زراعت بیٹھے ہیں جو ٹیکنیکل آدمی ہیں انہیں چاہئے کہ ان اقسام کو دوبارہ چیک کریں کہ کہیں وہ line of selection تو نہیں ہے۔ میں اس کے ساتھ ہی آپ سے اجازت چاہوں گا۔ بہت شکریہ

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ بھی بات کرنا چاہ رہے ہیں؟

رائے محمد شاہجہان خان: جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

رائے محمد شاہجہان خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ میں فیض احمد فیض کے چند اشعار آپ کی نذر کرتا ہوں مگر ذرا متوجہ ہوں۔۔۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ہم نے بات کرنے کے لئے لسٹ بھی دی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: Sorry میں نے لسٹ ابھی دیکھی ہے۔ رائے صاحب! پلیز تشریف رکھیں کیونکہ already لسٹ میں حسن مرتضیٰ صاحب کا نام ہے۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! مجھے صرف ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، بس شعر سنا کر ختم کر دیں۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! صرف ایک منٹ کے لئے بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کو پتا ہے کہ guillotine apply ہونی ہے پھر دوستوں کے بولنے کے لئے صرف 15 منٹ کا ٹائم رہ گیا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ایک منٹ رائے صاحب کو دینے کے بعد guillotine apply ہونے سے پہلے دو دو منٹ ہمارے تمام ممبران کو دے دیں اور اسے آپ جس طرح مرضی manage کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، اس پر متعلقہ وزیر نے بھی بات کرنی ہے اس لئے میں کوشش کروں گا کہ اگلے دس منٹ میں سب کی بات ختم ہو جائے پھر منسٹر صاحب بات کر لیں گے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ for guillotine purpose پانچ منٹ extra منسٹر صاحب کو دے دیجئے گا ہمیں اُس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، ایسا نہیں ہو گا کیونکہ قانون کو مد نظر رکھنا ہے۔ رائے صاحب! آپ شعر سنائیں اور تشریف رکھیں۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! میں شعر نہیں سناؤں گا جب تک آپ متوجہ نہیں ہوں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو پوری توجہ دے رہا ہوں۔

رائے محمد شاہجہان خان: شعر عرض ہے کہ:

ان گنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کمخاب میں بُنوائے ہوئے
خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے
جابجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم
لوٹ جاتی ہے اُدھر کو بھی نظر کیا کیجئے
اب بھی دلکش ہے ترا حُسن مگر کیا کیجئے

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ تشریف رکھ لیجئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! صرف ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رائے صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ جی، حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ابھی میرے محترم بھائی "امراؤ جان ادا" کا گانا گا رہے تھے۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ ہماری حکومت کی جو کسان اور کاشتکار دشمن پالیسیاں ہیں، آپ اگر پچھلے سال 11-2010 کا بجٹ دیکھیں تو 800 ملین روپے گرین

ٹریکٹر سکیم میں رکھے گئے تھے مگر اس سال صرف 9 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح پچھلے سال ایگریکلچر ڈویلپمنٹ پروگرام میں تقریباً 3000 ملین روپے تھے جسے بعد میں cut کر کے 1500 ملین روپے کر دیا گیا۔ اب پھر اس کے لئے تقریباً 3000 ملین روپے رکھے گئے ہیں جو حسب ضرورت یا وقت آنے پر اُس پر بھی cut لگا یا جائے گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت چونکہ کاشتکاروں کی نمائندہ حکومت نہیں ہے بلکہ سرمایہ داروں، مل مالکان اور پیسے والوں کی حکومت ہے اور جہاں کاشتکار کے مفاد کی بات آتی ہے وہاں پر وہ سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ میں نے اسی ایوان میں کھڑے ہو کر عرض کیا تھا کہ کوئی ایگریکلچر پالیسی کا اعلان کیا جائے، کاشتکاروں کو facilitate کرنے کا پروگرام بنایا جائے مگر اس پنجاب کے کاشتکار کو لوٹنے کے لئے اور دلال کو فائدہ پہنچانے کے لئے یہاں پر ایک پروگرام بن چکا ہے اور میری بات کو بھی مذاق میں اڑا دیا گیا۔ جب کرشنگ سیزن شروع ہونے والا تھا تو میں نے اسی floor پر کھڑے ہو کر یہ کہا تھا کہ کاشتکار کو لوٹنے کے لئے مل مالکان تیار بیٹھے ہیں۔ میں اس ایوان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ یہاں پر ایسے قوانین بنائے جس سے کاشتکار کو نہ لوٹا جا سکے۔ ہمارے CPRs جس پر ہمیں مل payment کرتی ہے اُس کو cheque کا درجہ دیا جائے اور اگر کسی کاشتکار کا cheque dishonour ہو تو مل والے کے خلاف پرچہ درج کروایا جا سکے لیکن کسی شخص نے توجہ نہیں دی تھی۔ میرے اُدھر بیٹھے ہوئے بھائی بھی میری ان باتوں سے اتفاق کریں گے کہ آج بھی مل والوں کے ذمہ کاشتکاروں کے اربوں روپے کے بقایا جات ہیں۔ یہ بات میں منسٹر صاحب سے پوچھتا ہوں مگر اُن کو سمجھ نہیں آتی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! اب آپ wind up کر دیں کیونکہ باقیوں کا بھی حق ہے جنہوں نے نام دیئے ہوئے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں اس احتجاج کے ساتھ بیٹھ رہا ہوں کہ آج پھر ایک کاشتکار کے بیٹے کو on the floor of the House بات کرنے نہیں دی گئی اور پھر سرمایہ دار کی نمائندہ حکومت کا ثبوت دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلے مقرر ڈاکٹر اختر ملک صاحب ہیں لیکن اگر انہوں نے اپنا ٹائم آپ کو دینا ہے تو پھر آپ دو منٹ بول لیں۔ جی، کاشتکار کے بیٹے کو بول لینے دیں؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب! آپ کو انہوں نے اپنا ٹائم دیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! وہ بھی میرے بھائی ہیں اور اُن کا بھی کاشتکاری سے ہی تعلق ہے۔ میں بھیک میں ملنے والے ٹائم پر لعنت بھیجتا ہوں اور احتجاجاً واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر سید حسن مرتضیٰ احتجاجاً ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: نوشیر لنگڑیال صاحب! آپ حسن مرتضیٰ صاحب کو منا کر واپس ایوان میں لے کر آئیں۔ جی، ڈاکٹر صاحب! پلیز ذرا جلدی کریں۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: شکریہ۔ جناب سپیکر! ایگریکلچر پر بات کرنے کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ کئی دن بھی ہوں تو تھوڑے ہیں۔ پاکستان کی معیشت کا بڑا حصہ زر مبادلہ ہے اور 69 فیصد پاکستان کا زر مبادلہ زراعت سے حاصل ہوتا ہے۔ حاصل ہونے والے زر مبادلہ کے مقابلے میں زمینداروں اور کاشتکاروں کو جو کچھ ملتا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر یہ اپنی پالیسیاں ٹھیک کر لیں تو ان کو 4۔ارب روپے کی بجائے 20۔ارب روپے دیں لیکن یہ محکمہ اور محکمے کے لوگ زمینداروں اور کاشتکاروں کے لئے کچھ کر کے دکھائیں۔ آج agricultural land وقت کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جا رہی ہے کیونکہ کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے کہ کہاں پر ہاؤسنگ سکیم بنی ہے، کتنی زمین اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے استعمال کرنی ہے اور کہاں پر کون سی فصل کاشت کرنی ہے؟ محکمے کا کوئی بندہ بھی کسی جگہ پر کسی کو guide کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ میں یہ عرض کرتا چلوں کہ اگر محکمہ دو steps لے لے، پہلا منصوبہ یہ کر لے کہ ہم نے کہاں کہاں کیا کیا کاشت کرنا ہے اور requirement کتنی ہے اور دوسرا منصوبہ یہ کر لے کہ ایگریکلچر کا رامٹیریل کھاد اور بیج اگر کاشتکار کو صحیح، خالص اور وقت پر مل جائے تو آپ کا یہ زر مبادلہ double ہو سکتا ہے۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ اجازت لینے سے پہلے یہی عرض کرتا ہوں کہ منصوبہ بندی کر لیں اور زمیندار کو را مٹیریل proper اور pure ملنا چاہئے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر سید حسن مرتضیٰ واک آؤٹ ختم کر کے
ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم سید حسن مرتضیٰ صاحب کو اتنی آسانی سے واک آؤٹ ختم کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ جی، سیمل کامران صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔جناب سپیکر! میں اپنی بات یہاں سے شروع کروں گی کہ:

رَج کھاندیاں نوں مستیاں آندیاں نیں
آٹا لگدا اے تے تیلے پٹاکدے نیں

جناب سپیکر! 2008میں جب قائد ایوان نے اپنی ترجیحات بیان کی تھیں تو مجھے سُن کر بڑی خوشی ہوئی تھی کہ زراعت ان کے دوسرے نمبر کی priority تھی مگر اگلے بجٹ میں چوتھے نمبر پر چلی گئی، اُس سے اگلے بجٹ میں ساتویں نمبر پر اور مزید اگلے بجٹ میں کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ میں بحیثیت ایک کاشتکار گھرانے سے تعلق رکھنے کے یہ سمجھتی ہوں کہ آج کا کسان، کاشتکار اور آج کی زراعت اس موجودہ حکومت کی good governance کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔ دوسرے محکموں کی طرح زراعت میں جتنی کرپشن ہو رہی ہے کہ ہزاروں ایکڑ اراضی پر فصلیں کاشت نہیں کی جا رہیں۔ میرے خیال میں اُس کو لوٹا کریسی کے نام کر کے minors پر لوگوں کے گھر بنا دیئے جاتے ہیں، کالج کھول دیئے جاتے ہیں یا افسران کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ اس میں اتنا احتجاج ہے کہ سنتے ہوئے ہم تھک جائیں گے، آپ تھک جائیں گے مگر یہ احتجاج ختم نہیں ہوگا۔ میں احتجاجاً واک آؤٹ کرتی ہوں کہ اس حکومت نے جس طرح سے کسان پر محبت نبھائی ہے، کاشتکاری کو فروغ دینے کے نعرے لگائے ہیں اور جس طرح سے کسان کو کبھی باردانے کے نام پر، کبھی کھاد بیج کے نام پر اور کبھی good governance کے نام پر ذلیل وخوار کیا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز خاتون ممبر محترمہ سیمل کامران ایوان سے واک آؤٹ کر گئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب! آپ ذرا سیمل کامران صاحبہ کا واک آؤٹ ختم کرا کر لائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کیا میں کاشتکار کی بیٹی کو لے آؤں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ جائیں۔ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔جناب سپیکر! بہت تگ و دو کے بعد پنجاب کے ایک کسان شہری شفیع محمد کا پیغام محترم وزیراعلیٰ صاحب کے نام ہے کہ:

بجٹ کی کہانیوں سے یہ راز کھل گیا
میں تو ایویں ایویں ای لٹ گیا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محترمہ آصفہ فاروقی صاحبہ!

محترمہ آصفہ فاروقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! اگرچہ میرا تعلق زمیندار کلاس سے تو نہیں لیکن میرا علاقہ ایسا ہے جو بہت زرخیز ہے۔ میرے ذہن میں جو تجاویز آئی ہیں تو میں نے مناسب سمجھا کہ میں آپ کے ذریعے وزیر زراعت کو گوش گزار کروں۔ کافی عرصہ سے کپاس کی فصل ہم نے منڈیوں میں آتی نہیں دیکھی۔ کیوں؟ کہا جاتا ہے کہ وائرس پڑ گیا ہے۔ دریائے نیل کا پانی ہمارے چناب، راوی، جہلم اور ستلج کے پانی کے آگے کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا اور دنیا میں بہترین کپاس پیدا کرنے والے ممالک میں سے ہماری کپاس ایک تھی مگر آج جب ہم دیکھتے ہیں کہ کپاس کا سیزن ہے اور منڈیوں میں کپاس نہیں آئی تو بہت دکھ اور افسوس ہوتا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز خاتون ممبر محترمہ سیمل کامران واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں واپس تشریف لے آئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ آصفہ فاروقی: جناب سپیکر! میں یہ درخواست کروں گی کہ کسان کو پانی، بجلی، بیج اور زرعی ادویات ضرور اچھی دی جائیں۔ جعلی کھاد اسے نہ دی جائے تاکہ وہ فصل اچھی سے اچھی پیدا کر سکے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ! آپ ایک منٹ میں اپنی بات کو wind up کریں اور اس کے بعد منسٹر صاحب! آپ کے پاس صرف 4 منٹ ہیں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا تعلق زراعت سے تو نہیں ہے لیکن میں جس علاقے میں رہتی ہوں وہاں کے کاشتکاروں کی طرف سے آنے والی شکایات کے حوالے سے کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کروں گی۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ویسے تو آپ بہت باتیں کرتے ہیں کہ زرعی ترقیاتی بنک کاشتکار کو بیج، کھاد اور زرعی آلات کے لئے پیسے دے رہے ہیں لیکن میرے پاس آنے والے لوگوں کی بنک سے جب میں نے سفارش کی تو سوائے ایک بندے کے کسی کو بھی قرض نہیں مل سکا تو اس کا کوئی proper حل کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ جو بیج کاشتکار کو ملنا چاہئے وہ اسے نہیں مل رہا جبکہ کھاد کے حوالے سے بھی دیکھ لیں کہ لوگوں کی چٹیں آتی ہیں اور کھاد صرف انہی کو ملتی ہے جن کا قیادت یا

انتظامیہ سے رابطہ ہے۔ میرے سامنے ڈی سی او صاحب کو ایک چٹ آئی کہ 2 ہزار بوری دی جائے اور اس نے وہ چٹ follow کی ہے جو کہ دوسرے کاشتکاروں کے ساتھ زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! باردانہ کے حوالے سے دیکھیں لاکھوں کاشتکار اس سے متاثر ہوئے ہیں کہ انہیں باردانہ نہیں ملا اور ابھی تک لوگوں کی فصل کھیت میں پڑی ہوئی ہے جبکہ موسم کی صورتحال بھی آپ کے سامنے ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترم منسٹر صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے محکمہ زراعت کے بارے میں آنے والی Cut Motion کے حوالے سے بات کرنی ہے تو زراعت بہت وسیع موضوع ہے جس کے لئے اتنے کم وقت میں احاطہ کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ بہت ساری غلط فہمیاں ہیں جن کا ازالہ کرنے کے لئے مجھے facts & figures بتانے پڑیں گے اس لئے ایوان کو مطمئن کرنے کے لئے مجھے facts & figures بتانا ضروری ہے۔ 2004-05 میں 712 ملین روپے کا ترقیاتی بجٹ رکھا گیا یعنی 71 کروڑ 20 لاکھ روپے تھا، 2005-06 میں 925 ملین روپے یعنی 92 کروڑ 5 لاکھ روپے، 2006-07 میں 1100 ملین روپے یعنی ایک ارب 10 کروڑ روپے، 2007-08 میں 2۔ارب 80 کروڑ روپے لیکن اب صورتحال تبدیل ہوئی ہے اور اس سال زراعت کے شعبہ میں development کے لئے 3۔ارب 40 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ بڑی خطیر رقم ہے جو کہ ADP کی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف سکیموں کے لئے الگ سے رقم رکھی گئی ہے۔

جناب سپیکر! سیلاب کے علاقوں میں متاثرین کے لئے "وطن کارڈ" کی شکل میں 12۔ارب روپے دیئے گئے اور آٹھ ہزار خاندانوں کو 20 ہزار روپے فی خاندان دیئے گئے ہیں۔ مجموعی طور پر سیلاب سے 18 لاکھ ایکڑ زمین متاثر ہوئی ہے جس سے کاشتکاروں کو تقریباً 96۔ارب روپے کا نقصان ہوا ہے جبکہ 8۔ارب روپے کی ان کی کپاس کی کھڑی فصل تباہ ہوئی ہے۔ -/2400 روپے متاثر ہونے والے کاشتکاروں کو کھاد اور بیج کے لئے دیا گیا ہے یعنی انہیں ایک تھیلا کھاد اور ایک تھیلا بیج دے کر ان کی مدد کی گئی ہے۔ دو لاکھ بارہ ہزار کاشتکاروں کو کھاد اور بیج کی یہ سہولت فراہم کی گئی ہے اور بارہ لاکھ ایکڑ زمین پر گندم کاشت کرنے کے لئے کاشتکاروں کو مدد فراہم کی گئی ہے۔ سیلاب کے علاقوں میں متاثر ہونے والے کاشتکاروں کو کھاد اور بیج کے لئے 2۔ارب 40 کروڑ روپے کی رقم فراہم کی گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے بتایا ہے کہ اب ہمارا ترقیاتی بجٹ 3۔ارب 40 کروڑ روپے رکھا گیا ہے جو کہ پہلے تقریباً برائے نام ہوتا تھا اور اس میں جو چیزیں مزید add کی گئی ہیں مثال کے طور پر گرین ٹریکٹر سکیم۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! ایک منٹ میں wind up کر دیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! پیداوار کے دیئے گئے تخمینے درست نہیں ہیں۔ میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ 91-1990 میں ہماری کپاس کی پیداوار 85 لاکھ bales تھی، 97-1996 میں 87 لاکھ bales، پھر 71 لاکھ bales اور اس کے بعد 88 لاکھ bales ہوئی۔ Sugarcane پر آ جائیں تو 92-1991 میں یہ 19 ملین ٹن، پھر 20 ملین ٹن اور اس کے بعد پھر 20 ملین ٹن تھی۔ گندم پر آ جائیں تو پنجاب میں گندم کی پیداوار 10 ملین ٹن اور پھر 11 ملین ٹن تھی۔ 92-1991 میں ایک کروڑ 14 لاکھ ٹن کل پیداوار ہوئی تھی، 93-1992 میں ایک کروڑ 17 لاکھ ٹن، چونکہ آپ مجھے وقت تھوڑا دے رہے ہیں تو میں اب ان crops کا موازنہ کرتا ہوں کہ موجودہ حکومت کے تین سالوں کے دوران جو پیدا ہوئیں۔ پہلے سال میں 18.4 ملین ٹن گندم پیدا ہوئی ہے، 08-2007 میں گندم کی پیداوار 15.6 ملین ٹن ہوئی تھی اور جب موجودہ حکومت آئی تو گندم کی پیداوار مجموعی طور پر 18.4 ملین ٹن ہو گئی، اگلے سال 18 ملین اور آخری سال جو ابھی گزرا ہے ایک کروڑ 85 لاکھ ٹن گندم پیدا ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح چاول پر آ جائیں تو ان تین سالوں کے دوران ہمارے ہاں اس سال 35 لاکھ ٹن چاول پیدا ہوا، گزشتہ سال 36 لاکھ ٹن چاول تھا اور اس سے پہلے سال 37 لاکھ ٹن چاول ہوا تھا جبکہ پچھلے دور حکومت میں 30 اور 32 لاکھ ٹن چاول کی پیداوار تھی۔ اس حوالے سے موجودہ حکومت کے دور میں دو فصلوں کی پیداوار ریکارڈ ہوئی ہے اور پاکستان کی تاریخ میں چاول کی اتنی پیداوار ہوئی اور نہ ہی گندم کی اتنی زیادہ ریکارڈ پیداوار ہوئی تو یہ ایک ریکارڈ پیداوار ہے۔

جناب سپیکر! سولر انرجی کے لئے ایک ارب 16 کروڑ روپے رکھے جا رہے ہیں اور 19۔ارب روپے کا ایک بڑا منصوبہ گندم کے لئے شروع کیا جا رہا ہے۔ چونکہ وقت کی قلت ہے اس لئے میں آخری بات کر رہا ہوں کہ انہوں نے ریسرچ کی بات کی ہے تو اس حوالے سے ہم نے گندم پر ریسرچ کے لئے 9 پراجیکٹ دیئے ہیں جن پر 20 کروڑ روپے خرچ ہوں گے، کپاس کی ریسرچ کے لئے 12 کروڑ روپے اور چاول کے لئے 13 کروڑ روپے جبکہ ایک۔ارب روپے کپاس کی C.L.C قسم پر ریسرچ کے لئے چونکہ

اس پر بیماری کم ہوئی ہے تو اس سال اس مقصد کے لئے 9 کروڑ روپے دیئے گئے ہیں جس سے کپاس کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہو گا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"4۔ارب 77 کروڑ 98لاکھ 57 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21018زراعت کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 4۔ارب 77 کروڑ 98 لاکھ 57 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب ڈپٹی سپیکر: جیسا کہ پہلے اعلان کیا گیا تھا اب ہم باقی ماندہ مطالبات زر پر قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 144 کی سب کلاز۔4 کے تابع گلوٹین کے اطلاق کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21001

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21001 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 44لاکھ 34ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "افیون" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21002

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21002 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 96 کروڑ 71 لاکھ 54 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مالیہ اراضی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21003

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21003 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 5 کروڑ 50 لاکھ ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صوبائی آبکاری" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21004

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21004 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 17 کروڑ 62 لاکھ 24 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "اسٹامپ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبرPC-21005

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-21005اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب47 کروڑ8 لاکھ22 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"جنگلات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبرPC-21006

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-21006اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو3کروڑ96لاکھ63ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"رجسٹریشن" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبرPC-21007

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-21007اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو3کروڑ82لاکھ11ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012 کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21008

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21008 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 36 کروڑ 76 لاکھ 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "دیگر ٹیکس و محصولات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21009

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21009 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 9۔ارب 63 کروڑ 69 لاکھ 80 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "آبپاشی و بحالی اراضی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21010

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21010 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 16۔ارب 26 کروڑ 64 لاکھ 82 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "انتظام عمومی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21011

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21011 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 6۔ارب 74 کروڑ 21 لاکھ 19 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "نظام عدل" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21012

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21012 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 4۔ارب 6 کروڑ 87 لاکھ 30 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "اخراجات برائے جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21014

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21014 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 4 کروڑ 86 لاکھ 68 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "عجائب خانہ جات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21017

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21017 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2۔ارب 11 کروڑ 79 لاکھ 46 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صحت عامہ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21019

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21019 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 33 کروڑ 92 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ماہی پروری" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21020

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21020 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2۔ارب 35 کروڑ 41 لاکھ 52 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد ویٹرنری" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21021

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21021 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 11 کروڑ 76 لاکھ 49 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد امداد باہمی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21022

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21022 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 6۔ ارب 22 کروڑ 59 لاکھ 90 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد صنعتیں" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21023

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21023 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 38 کروڑ 71 لاکھ 25 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد متفرق محکمہ جات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21024

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21024 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 66 کروڑ 15 لاکھ 13 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد سول ورکس" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21025

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21025 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 3۔ارب 25 کروڑ 39 لاکھ 29 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد مواصلات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21026

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21026 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 23 کروڑ 60 لاکھ 26 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21027

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-21027اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو6کروڑ57لاکھ57ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال 2011-12کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد ریلیف" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21028

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-21028اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو40۔ارب49کروڑ62لاکھ15ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال2011-12کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد پنشن" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21029

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-21029اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو13کروڑ33 لاکھ59ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال2011-12کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21030

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-21030 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 30۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سبسڈیز" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21031

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-21031 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کھرب 75۔ارب 60 کروڑ 34 لاکھ 61 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرقات" برداشت کرنا پڑیں گی۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21032

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-21032 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 4 کروڑ 59 لاکھ 65 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "شہری دفاع" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21034

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21034 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2 کروڑ 43 لاکھ 81 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد" میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21035

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21035 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 10 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-13050

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-13050 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 11۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد" سرمایہ کاری" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-22036

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-22036 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جوایک کھرب 27-ارب 20 کروڑ 74 لاکھ 12 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ترقیات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12037

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-12037 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 10-ارب 89 کروڑ 10 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعمیرات آبپاشی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12038

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-12038 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 12 کروڑ 40 لاکھ 87 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زرعی ترقی و تحقیق" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12040

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-12040 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 20 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ما سوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ٹاؤن ڈویلپمنٹ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12041

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-12041 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 38۔ارب 25 کروڑ 19 لاکھ 76 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ما سوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "شاہرات و پل" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12042

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-12042 اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 42۔ارب 32 کروڑ 55 لاکھ 25 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2012 کو ختم ہونے والے مالی سال 12-2011 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ما سوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبرPC-12043

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبرPC-12043اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو10۔ارب98کروڑ71 لاکھ38ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2012کو ختم ہونے والے مالی سال12-2011کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"قرضہ جات برائے میونسپلیٹیز/ خود مختار ادارہ جات وغیرہ"برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چیف منسٹر صاحب!

وزیر اعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف): شکریہ۔جناب سپیکر!میں سب سے پہلے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ آج اس معزز ایوان نے بجٹ12-2011اپنے بھرپور تعاون اور دعاؤں سے منظور کیا ہے۔میں اس معزز ایوان کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے انتہائی فراست اور اعلیٰ ظرفی سے اس پورے بجٹ سیشن کو چلایا اور آپ نے تمام معزز ممبران کو، تمام political parties کے Heads کو موقع دیا کہ وہ بجٹ پر اور cut motions پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔میں ان تمام ممبران کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمام political parties کے Heads کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بطور ممبر اپنی ذمہ داری نبھائی۔میں نے، میری حکومت نے اور انتظامیہ نے ان کی تمام آراء اور تجاویز کو انتہائی غور سے سُنا اور میں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ آپ کی تجاویز سے مالی سال12-2011میں بہتری لائی جاسکے گی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم ان پر بھرپور عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میں اپنی پارٹی کے قائد میاں محمد نواز شریف، اپنی پارٹیPML(N)، تمام معزز ممبران اور اپنی کابینہ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس پورے عرصہ میں Pre-Budget Sessions میں مجھے اور میری حکومت کو guide کیا، تجاویز دیں جس کی روشنی میں ہم ایک ایسا متوازن بجٹ پیش کر سکیں جو pro-poor, pro-youth and

pro-employment ہے جس سے non-development expenditures میں بے پناہ کمی کرنے میں مدد ملی، میں اپنی پارٹی کا بھرپور شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں محترم وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں انہوں نے یہاں پر بہترین بجٹ تقریر پڑھی۔ میں معزز ممبران خاص طور پر اپوزیشن اور Leader of the Opposition کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بہت اچھے انداز میں اس تقریر کو سُنا اور اس کے بعد اپنی تجاویز دیں۔ میں اس شکریہ کو مکمل نہ کر سکوں گا اگر میں نے یہاں پر چیف سیکرٹری پنجاب، چیئرمین پی اینڈ ڈی، سیکرٹری خزانہ اور تمام متعلقہ ادارے اور افراد جنہوں نے شبانہ روز محنت کر کے اس بجٹ کو یہاں پر frame کرنے کے لئے ہماری مدد کی میں ان کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آخر میں، میں ایک دو باتیں عرض کر کے آپ سے اجازت چاہوں گا اور شکریہ ادا کروں گا یہاں پر (ق) لیگ کی Honourable Member، ہماری خاتون بہن نے کل یا پرسوں اپنی جذباتی تقریر میں یہ فرمایا کہ خادم اعلیٰ پنجاب نے چاند باغ سکول جو کہ مرحوم جرنل جیلانی صاحب کا ہے ان کو 5 کروڑ روپے دے دیئے جبکہ اس سکول کو اس کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ میری بہن کا یہ اپنا خیال ہے، ان کی اپنی judgement ہے میں نے اور میرے ساتھیوں نے کل اس کا مناسب جواب دیا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ آج اختتامی الفاظ میں اس بات کا ذرا تذکرہ کر دوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ چاند باغ سکول کو ایک Board of Governors run کرتا ہے، وہ کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ میرے ذاتی علم میں ہے، وہاں پر اچھے گھرانوں کے بچے بھی آتے ہیں لیکن ان بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کرنے کے لئے بھی ایک خاص percentage رکھی ہوئی ہے جو کہ انتہائی غریب گھرانوں سے ہیں، وہاں پر یتیم کے بچے بھی پڑھتے ہیں اور بیوہ کے بچے بھی پڑھتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر حوالے سے چاند باغ سکول جو کہ اس ملک کے اندر تعلیم کی روشنی کو پھیلانے میں مصروف ہے اس کو اگر یہ donation دی گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی کا حق نہیں مارا گیا اور تعلیم کو فروغ دینے کے لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کروں گا جنہوں نے ایک دن بڑے جذباتی انداز میں دانش سکولوں کے حوالے سے مجھے یہ طعنہ دیا یا الزام لگایا کہ میں غریب اور امیر کے درمیان تفریق پیدا کر رہا ہوں۔ اس کا جواب میں پہلے راجہ ریاض کی خدمت میں دے چکا ہوں مگر آج پھر ان کی یہاں موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور خاص طور پر چودھری ظہیر الدین صاحب کی

یہاں پر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں چند حقائق اس معزز ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور میں یہ بامر مجبوری کر رہا ہوں تاکہ پتا چلے کہ کون غریب ماری کر رہا ہے اور کون امراء کو، اشرافیہ کو اس غریب قوم کے خون پسینے کی کمائی سے اس ملک کے اندر فروغ دے رہا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ان اداروں کی تعلیم کے حوالے سے جو خدمت ہے اس پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں لیکن بات ہو رہی تھی کہ یہاں پر صرف مٹھی بھر افراد کے بچوں کے لئے ایچی سن بنائے گئے، LUMS بنائے گئے، بیکن ہاؤس بنایا گیا اور اس طرح کے گرائمر سکول بنائے گئے اور یہاں اس ملک کے 90 فیصد عوام کے بچے اور بچیوں کے لئے، ٹھیک کہا میں مانتا ہوں کہ 60 ہزار سکول موجود ہیں وہاں پر ابھی بھی اگر اربوں روپے بھی لگا دیں تو بنیادی سہولتیں وہاں پر نہیں پہنچ پاتیں۔ مگر قول و فعل کا تضاد ایک بہت خطرناک علامت ہے، قول و فعل کا تضاد میں سمجھتا ہوں کہ ہر قوم کو پیچھے لے کر جائے گا۔

جناب سپیکر! آپ سے اور آپ کے توسط سے اس ایوان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دور میں جس کا دفاع کرنے کے لئے راجہ صاحب کھڑے ہوئے تھے اور راجہ صاحب کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے میں اس کو مانتا ہوں اور اس دور میں جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا میری بہن نے میرے متعلق یہ کہا کہ میں نے 5 کروڑ روپے چاند باغ سکول کو دیا اس کی جوینٹ ہے وہ میں نے بیان کر دی، یہ بات ریکارڈ پر ہے جو میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں۔ اس دور میں جب ہر چیز لٹ گئی، اس ملک کی متاع لٹ گئی، پہلی بار اس ملک کے اندر suicide bombers وجود میں آئے اور پاکستان کو خون میں لت پت کیا گیا۔ میں نے کہا ہے کہ ان تعلیمی اداروں کی جو تعلیمی مصروفیات ہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں مگر اس ایوان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کس طرح سے غریب ماری کی گئی اور کس طرح آج ہم غریبوں کے بچوں اور یتیموں کے لئے دانش سکول بنا رہے ہیں اور مجھے اس پر بھی فخر ہے کہ اس ملک میں دانش سکول بن رہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں یہ ریکارڈ سے بات کر رہا ہوں۔ بیکن ہاؤس کو 20 کروڑ روپے دیئے گئے۔ جہاں صرف امراء کے بچے جاتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے شیم، شیم کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! LUMS کو، مجھے LUMS پر کوئی اختلاف نہیں وہ ایک تعلیمی ادارہ ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے لیکن غریب کے بچے کو ٹاٹ نہ ملے اور پھر پنجاب کے فنڈ سے LUMS کو 07-2006 میں 50 کروڑ روپیہ دیا گیا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے شیم شیم کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! یہ تو بات تعلیمی اداروں کی ہو گئی اور جناب راجہ صاحب It is just tip of the eyes اس کے بعد میں عرض کروں گا کہ "جم خانہ "جہاں پر تعلیم اور نہ ہی کچھ اور، ہمیں کوئی اعتراض نہیں جم خانہ میں لوگ جائیں وہاں پر کھانا کھائیں، وہاں پر bridge یا golf کھیلیں لیکن اس غریب قوم کی قیمت پر اس صوبے کے وسائل سے نہ کھیلیں۔ پھر کہتے ہیں کہ پنجاب کس طرح سے لٹا؟ میں جب بات کرتا ہوں 75۔ارب روپے کے ڈاکے کی تو اس پر بھی بڑی تکلیف ہوتی ہے مگر حقائق ہیں میں کیا کروں، کس طرح سے چھپا لوں۔ راولپنڈی جم خانہ کو بھی اس غریب قوم کے 10 کروڑ روپے دیئے گئے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے شیم شیم کی نعرہ بازی)

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! سستی روٹی سکیم کا بھی ذکر کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں۔ Order in the House. خدیجہ عمر صاحبہ! تشریف رکھیں۔ جب قائد ایوان بات کر رہے ہوں تو ان کی تقریر میں مداخلت نہیں کرتے۔ چودھری ظہیر الدین صاحب انہیں سمجھائیں۔ Order in the House. (قطع کلامیاں)

خدیجہ عمر صاحبہ! تشریف رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب والا! میں قائد ایوان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ وہ لوگ جنھوں نے جم خانہ کے لئے پیسے منظور کئے وہ تو وزیر اعلیٰ صاحب آپ نے "لوٹے" بنا کر اپنے ساتھ بٹھائے ہوئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے شیم، شیم کی نعرہ بازی)

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب! یہ کوئی طریق کار ہے کہ جب قائد ایوان بات کر رہے ہوں یا قائد حزب اختلاف بات کر رہے ہوں تو کوئی ان کو interrupt نہیں کرتا۔ یہ ایوان کا decorum ہے، اس میں کوئی interrupt نہیں کرتا اور کوئی بات نہیں کرتا۔ ہم نے اس decorum کو maintain رکھنا ہے۔ آپ کی مہربانی۔ جی، وزیر اعلیٰ صاحب!

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ راولپنڈی جم خانہ کلب، لوگ وہاں پر جا کر کھانا کھائیں، لوگ وہاں پر جا کر Bridge کھیلیں، لوگ وہاں پر جا کر Tennis

کھیلیں، وہاں پر جا کر swimming کریں، کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہم بات کرتے ہیں یہاں پر سکولوں کی، یہاں پر ہم بات کرتے ہیں تعلیم کی، غریبوں کو ان کے پاؤں پر کھڑا کرنے کی، یہاں پر بات کرتے ہیں ان کی ادویات کی، یہاں پر بات کرتے ہیں ان کی surgery کی، خالی کہانی یہاں پر ختم نہیں ہوتی، 5 کروڑ روپے لاہور جم خانہ کلب کو دیئے گئے یہ تقریباً ایک ارب روپیہ ہے کس کی قیمت پر ادا کیا گیا، وہ صدائیں کیا ان حکمرانوں کے کانوں میں ان کے دل کو چیرتی ہوئی نہیں پہنچیں؟ جو ایک آپریشن یا دوائی کی وجہ سے سسک سسک کر اس دنیا سے چلی گئیں اور ہم نے یہ پیسا جم خانہ کو دیا، راولپنڈی جم خانہ کو دیا، لاہور جم خانہ کو دیا تاکہ وہ وہاں پر اور کمرے اور Rest Houses بنائیں، وہاں پر اور Bridge کھیلی جائے، وہاں پر اور Tennis کھیلی جائے۔ وہ لاکھوں غریب اور بیوائیں جو یہاں پر سسک سسک کر دم توڑ گئیں وہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتی رہیں کہ وہ کون سا پاکستان تھا جہاں پر ہم تو دوائی سے محروم ہو گئے، تعلیم سے محروم ہو گئے، جم خانہ راولپنڈی کو پیسا دیا گیا، لاہور جم خانہ کو پیسا دیا گیا، LUMS کو دیا گیا، جو ایک ارب روپیہ ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے شیم، شیم کی نعرہ بازی)

میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے اپنی introspection کر لی ہو گی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے ہمیں اس کا جواب دینا ہو گا۔ میں اس سے زیادہ آج اس خوشی کے موقع پر کچھ نہیں کہنا چاہتا ما سوائے اس کے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مل کر اس پورے معزز ایوان کو آپ کی سربراہی میں تمام political parties کے leaders جو یہاں پر بیٹھے ہیں ان کے ساتھ مل کر ہمیں اس صوبہ کی خدمت کے لئے مالی سال 12-2011 کے لئے اپنا راستہ اپنانا ہو گا۔ میں یہاں پر میڈیا کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس پورے process میں ہمارا مکمل ساتھ دیا، یہاں پر جو باتیں کی گئیں ان کو عوام کی رہنمائی کے لئے، عوام کی consumption کے لئے اس کو بھرپور project کیا اور آخر میں، میں اپنی بات ان اشعار کے ساتھ ختم کروں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اشعار آج اس موقع کی مناسبت سے برمحل ہیں کہ:

خوشبوؤں کا اِک نگر آباد ہونا چاہئے
اس نظام زر کو برباد ہونا چاہئے
ان اندھیروں میں بھی منزل تک پہنچ سکتے ہیں ہم
جگنوؤں کو راستہ تو یاد ہونا چاہئے

اور خواہشوں کو خوب صورت شکل دینے کے لئے
خواہشوں کی قید سے آزاد ہونا چاہئے
ظلم بچے جن رہا ہے کوچہ و بازار میں
عدل کو بھی صاحب اولاد ہونا چاہئے
(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے شیر شیر کی آوازیں)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب میری بات سن کر جائیں۔ یہ تو کوئی انصاف نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: Order in the House ڈھلوں صاحب! بس۔ جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میری یہ خواہش تھی کہ وزیر اعلیٰ صاحب یہاں تشریف فرما ہوتے تو ہم اپنی کچھ باتیں کر لیتے۔ انہوں نے آخر میں اشعار پڑھے ہیں تو میں شروع میں ایک شعر پڑھتا ہوں۔

ایک شجر محبت کا ایسا بھی لگایا جائے
جس شجر کا ہمسائے کے گھر سایہ جائے

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج اپنی عددی اکثریت کم ہونے کے باوجود جو بجٹ مسلم لیگ کے حوالے کیا گیا ہے، اس گورنمنٹ کے حوالے کیا گیا ہے ہم دعا کرتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ اس بجٹ کا صحیح استعمال ہو گا جو کہ پچھلے تین سالوں میں نہیں ہو سکا۔ میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب بنک کے بارے میں کافی دفعہ 75 کروڑ روپے کی بات کی گئی ہے یہ معاملہ ملک کی سب سے بڑی عدالت، عدالت عظمیٰ نے take up کیا ہوا ہے اور وہ اسے دیکھ رہی ہے، انصاف ہو جائے گا، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ اگر ان کی بات سچی ہے تو ہم تسلیم کریں گے اور اگر ان کی بات سچی نہ ہوئی تو یہ تسلیم کریں چونکہ اب اس کا فیصلہ عدالت عظمیٰ میں ہے۔ میری یہی آخری بات ہے کہ میری ٹیم اور میں نے اپنی قیادت کے کہنے پر اپنا role نبھایا ہے۔ ہمیں معلوم تھا کہ ہم عددی اکثریت میں کم ہیں، اگر ہم اکثریت میں ہوتے اور اس بجٹ کو فیل کرنے کی پوزیشن میں ہوتے تو پھر حکومت میں ہوتے لیکن اس کے باوجود ہم نے جمہوری طریقوں کے ساتھ rules اور آپ کے احکامات کے

مطابق اپنا کردار نبھایا ہے۔یہ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم یہ بات کریں کہ یہ تقریباً665۔ارب روپے کی خطیر رقم پنجاب حکومت کو سونپی گئی ہے۔میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ چیئرمین P&D اور چیف سیکرٹری نے اتنی محنت کرکے اتنی رقم مہیا کرنے کے بعد اس کی نوک پلک سنواری ہے اور اس نوک پلک سنوارنے کے اندر جب یہ بجٹ پاس ہو کر ان کے پاس چلا گیا تو اس کو monitor کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ آج الائیڈ اپوزیشن ہے اور قائد حزب اختلاف راجہ ریاض صاحب ہیں، اس الائیڈ اپوزیشن نے اپنا play role کیا ہے اور اسے monitor بھی ہم نے کرنا ہے اور یہ ہمارا حق بنتا ہے کہ جس طرح پہلے 1500۔ارب روپیہ خرچ ہو چکا ہے لیکن on ground کہیں پر بھی کوئی بڑا پراجیکٹ نظر نہیں آتا۔اسی طرح ایسا نہ ہو کہ پھر آنے والا سال گزر جائے۔اب کوئی زیادہ ٹائم نہیں ہے 8۔فروری 2013 کو الیکشن ہونا ہے اور اسمبلیوں نے 8۔نومبر 2012 میں dissolve ہونا ہے اس لئے اس سے پہلے جو ٹائم ہے میں کہتا ہوں کہ ان کو ہمارا دست تعاون حاصل ہو سکتا ہے اور میں ساری اپوزیشن کی منت کرلوں گا لیکن پنجاب کی ڈویلپمنٹ کے لئے یہ جو 665۔ارب روپیہ ہے وہ صحیح استعمال ہو جائے اور آخری سال میں ہی پنجاب کے عوام کے حصے میں تقریروں کے علاوہ کچھ تدبیریں آ جائیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سستی روٹی کا 11۔ارب روپیہ، پنجاب فوڈ سپورٹ کا 12۔ارب روپیہ اور رائے ونڈ کی سڑک کے جتنے بھی ارب ہیں ان کو آگے یا پیچھے کر لیں اگر ان سب کو ملائیں تو ان کا ذمہ دار کون ہے؟ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بھی ڈویلپمنٹ کا حصہ ہی سہی لیکن اس کے لئے یہاں پر جو باتیں کی گئیں میں ان میں کسی کی بھی نفی نہیں کرتا، کسی بات کو بھی متنازع نہیں بنانا چاہتا لیکن میں صرف اس بات کا جواب چاہتا ہوں اور اپوزیشن بار بار یہ بات کر رہی ہے۔آج پیپلز پارٹی نے oppose نہ کر کے اپنا وعدہ پورا کیا لیکن چونکہ ہماری قیادت کی ہدایت تھی اس لئے ہم نے اس پر cut motions دیں، اس پر debate کی اور ہم نے اسے اس خطرے کے تحت رد بھی کیا کہ پچھلے تین سال کی طرح یہ بھی برباد ہونے والا ہے اور عوام اس بات کے گواہ ہوں۔کہا جاتا ہے کہ "جب آگ لگی ہوئی تھی تو ایک چڑیا اپنی چونچ میں پانی کا قطرہ لے جا کر پھینک رہی تھی اور کچھ لوگ آگ لگا رہے تھے۔کسی نے کہا کہ تمہارے اس قطرے سے آگ بجھ جائے گی تو اس نے کہا کہ میرا نام بجھانے والوں میں لکھا جائے گا، لگانے والوں میں نہیں۔" ہم یہ چند وہ لوگ ہیں جو آگ بجھانے والوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں، آگ لگانے والوں میں شامل نہیں ہونا چاہتے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اگر نیت ٹھیک ہو تو اس ایک سال کے اندر اپنے پچھلے تین سالوں کی ساری کی ساری خامیاں دور کی جا سکتی ہیں اور ہم ان کے ساتھ ہیں یہ عوام کو کچھ دیں، عوام کی سسکیوں کی آواز کم کریں۔اس کا ثبوت کیا ہوگا؟اس کا ثبوت یہ ہوگا کہ جب 2012 چڑھے گا تو مال روڈ پر کاروبار ہو رہا ہو گا وہاں پر جلوس جلوس نہیں کھیلا جا رہا ہوگا۔اگر اس بجٹ کا صحیح استعمال ہو گیا تو وہاں پر جلوس جلوس نہیں کھیلا جائے گا بلکہ وہاں کاروبار ہوں گے۔میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نیتوں پر شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔سیاست اور جمہوریت ایک مسلسل عمل کا نام ہے یہ تو ناممکن کو ممکن کر کے دکھانے کا نام ہے۔اگر وزیر اعلیٰ اس ناممکن کو ممکن کر دکھائیں جسے وہ ناممکن کہہ رہے ہیں تو انہیں اتنا بڑا بجٹ ناممکن کو ممکن کرنے کے لئے دیا گیا ہے اور انہیں ڈویلپمنٹ اور پنجاب کو بہتر کرنے کے point of view سے ساری اپوزیشن کا تعاون حاصل ہے۔میں اس بات کو بھی سراہنا چاہتا ہوں کہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب اس دفعہ تشریف لائے ہیں انہوں نے اپنی باتیں کیں اور ہماری بھی سنیں۔میں سمجھتا ہوں کہ exchange of dialogues سے بہتر صورتحال نکلے گی۔یہاں کسی کی کوئی ذاتیات نہیں ہیں ہم تو ایک فریضے کے تحت یہاں پر آئے ہوئے ہیں۔میں قائد حزب اختلاف راجہ ریاض صاحب کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ مہلت دی کہ میں اپنی معروضات پیش کر سکوں۔ہم ایک سسٹم کے تحت یہاں پر آئے ہیں وہ جمہوریت کا سسٹم ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں پچھلے پچیس سالوں سے منتخب کروا کر یہاں بھیجا ہے ہم نے یہ ادارے اپنے رویوں سے ٹوٹتے ہوئے دیکھے ہیں۔ہم نے رویوں سے سب سے بڑے قانون ساز ادارے ٹوٹتے ہوئے دیکھے ہیں۔ان میں سب سے بڑی بات یہ ہوتی تھی کہ ان اداروں کو ایک ٹکر سے توڑنے کی کوشش کی گئی۔اس ٹکر سے ادارے تو نہ ٹوٹتے لیکن یہ ادارہ پاش پاش ہو گیا اور اس کی پیشانی خون آلود ہو گئی اور کچھ دنوں بعد لوگوں کو یہاں پر پھر یہ دیکھنا نصیب ہوا۔ایسے وقت بھی آتے رہے کہ جب روّیوں کی وجہ سے اس ادارے کو تالے لگ گئے تو مال روڈ سے گزرتے ہوئے سابقہ ممبران یہ کہا کرتے تھے کہ کاش ایسا وقت آ سکتا کہ ہم اس معزز، مؤقر اور قانون دینے والے ایوان میں آ سکیں گے۔پھر وہ وقت آیا کہ یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب سمیت جتنے بھی لوگ موجود ہیں ان کی جمہوری جدوجہد کی وجہ سے الیکشن ہوئے اور پھر لوگ یہاں پر آئے لیکن پھر ایسا نہ ہو کہ ہم مورد الزام ٹھہرائے جائیں کہ انہی لوگوں نے دوبارہ اس ایوان کو توڑا۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ حالات بہت خراب ہیں آج جس طریقے سے فوج کو target بنایا جا رہا ہے ایک سوال اٹھتا ہے کہ فوج پر تنقید کرنے میں کیا حرج ہے تنقید کی جانی چاہئے۔میں آپ کی وساطت سے حکومتی پارٹی کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ There is a very

thin line between respect and flatteryاسی طرح تنقید اور تذلیل میں ایک بہت باریک لائن ہے۔ یہ تذلیل نہیں ہونی چاہئے۔ یہ تنقید کریں اور تنقید تو ہم بھی کرتے ہیں لیکن آپ سارے کے سارے صفحات پڑھ لیں، میڈیا کی تقاریر دیکھ لیں اور میڈیا جس طریقے سے leadکر رہا ہے۔ ایک رسم چل پڑی ہے کہ "واشنگٹن پوسٹ" سے لے کر "لندن ٹائمز" کے اندر ذرائع کے ساتھ ایک خبر چھپوائی جاتی ہے اور پھر تمام میڈیا اور کچھ بڑے بڑے لیڈر بھی اسے لے کر چل پڑتے ہیں کہ وہاں یہ لکھا ہوا ہے۔ وہ کون سے گنگا نہائے ہوئے لوگ ہیں؟ میں یہ چاہتا ہوں کہ اداروں خصوصاً آرمی کی تذلیل بند کی جائے اور اس thin lineکو observeکیا جائے۔ تنقید کی جائے اس میں ہم ان کے ساتھ ہیں اور بہتری کے لئے ان کے ساتھ ہیں لیکن کسی کے خلاف نہیں ہیں۔ یہ میری آخری بات ہے کہ منتقم مزاج سیاستدان کبھی deliverنہیں کر سکتا۔ بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، راجہ ریاض صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! مجھے بھی بات کرنے کا موقع دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! تشریف رکھیں۔ پہلے قائد حزب اختلاف کو بات کرنے دیں۔

میاں محمد رفیق: ان کے بعد میری باری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، راجہ ریاض صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب ہمارے لئے قابل احترام ہیں لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ وہ بات کر کے ایوان سے چلے جاتے ہیں اور ہماری باتیں سننے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ پچھلے دور حکومت کی غلطی کو دہرانا جائز بات نہیں اگر ماضی میں کسی پرائیویٹ سکول یا ادارے کو پیسے دیئے گئے ہیں تو وہ غلطی تھی۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے موجودہ حکمران اس غلطی کو کیوں دہرا رہے ہیں اور یہ پرائیویٹ سکول کو کیوں پیسے دے رہے ہیں؟ سرکاری سکولوں کے بچے چھت نہ ہونے کے باعث درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں جبکہ حکومت کی طرف سے پرائیویٹ سکولوں کو پیسے دیئے جا رہے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ کہنا کہ پچھلی حکومت کی طرف سے جمخانہ کو پیسے دیئے گئے، میں پوچھتا ہوں کہ اس فنڈ کو کس نے منظور کیا؟ ان میں سے بہت سارے لوگ جن کے لمبے لمبے قد ہیں اور جو مشرف کے نعرے لگاتے تھے آج وہ ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج وہ نواز شریف اور شہباز شریف کے نعرے لگا رہے ہیں جبکہ کل وہ مشرف زندہ باد کہتے تھے۔ ہم تو اُس وقت بھی مشرف

مردہ باد کہتے تھے اور آج بھی مشرف مردہ باد کہتے ہیں۔اُس وقت مشرف کو زندہ باد کہنے والوں اور جم خانہ کے لئے funds منظور کرنے والوں کو کس اخلاقی جواز کے تحت وزیر اعلیٰ نے اپنی گود میں بٹھایا ہوا ہے۔وزیر اعلیٰ ہمیں اس کا جواب دیں کہ وہ کون سا اخلاقی جواز ہے جس کے تحت انہوں نے ان مشرف کے ساتھیوں کے ساتھ ملاپ کیا ہوا ہے،اس ٹیم کے لوگوں کو لوٹے بنا کر،ان کی support حاصل کر کے آج وہ اس صوبے کے وزیر اعلیٰ بن کے بیٹھے ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر!ہم نے جناب آصف علی زرداری کے حکم پر آج کسی budget demand کی مخالفت نہیں کی بلکہ ہم نے حکومت کا ساتھ دیا ہے۔ہم نے جناب آصف علی زرداری صاحب کی قیادت میں ہمیشہ جمہوریت اور جمہوری اداروں کی مضبوطی کے لئے مثبت role ادا کیا ہے۔ہم انشاء اللہ تعالیٰ محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کے جمہوری اداروں کو مضبوط کرنے کے مشن کو جاری رکھیں گے اور ہمیں اس سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔

جناب سپیکر!جیسا کہ ابھی چودھری ظہیر الدین خان صاحب نے کہا ہے کہ آپ فوج پر تنقید ضرور کریں لیکن اس کی تذلیل نہ کریں۔صلاح الدین ایوبی نے کہا تھا کہ اگر کسی ملک کو توڑنا ہو تو اس کی فوج کو کمزور کریں۔آج فوج کو کون کمزور کر رہا ہے،آج فوج پر کون تنقید کر رہا ہے؟ہم پاکستان کی افواج کو سلام پیش کرتے ہیں۔جب ان لوگوں نے ایک جرنیل کو آپ کی کرسی پر بٹھایا تھا تو اُس وقت فوج بہت اچھی تھی۔اگر ان کی کوئی ذاتی لڑائی پرویز مشرف سے ہے تو وہ اس کا نام لے کر لڑیں۔یہ لڑائی ہم ان کے ساتھ مل کر لڑنے کے لئے تیار ہیں۔آج آصف علی زرداری صاحب نے بتایا ہے کہ انہیں کہا گیا تھا کہ پرویز مشرف کو رہنے دو اور پنجاب کی حکومت لے لو لیکن انہوں نے یہ بات نہیں مانی اور تھالی میں رکھ کر مسلم لیگ (ن) کو پنجاب حکومت کا یہ تحفہ دیا ہے۔آج یہ ہمیں مولوی بن کر سیاست کرنی نہ سکھائیں۔ایک مولوی صاحب پنجاب میں بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسرے مولوی صاحب آزاد کشمیر میں درس دے رہے ہیں۔ہمیں درس دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ہم کبھی جمہوریت کو چھوڑ کر بھاگے ہیں، کبھی معافی مانگی ہے اور نہ ہی مانگیں گے۔اگر آمروں سے لڑنا ہے اور ان کے خلاف جدوجہد کرنی ہے تو آؤ ہمارے ساتھ عہد کرو کہ ہم کبھی ملک چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔انشاء اللہ تعالیٰ ہم یہ کوشش کریں گے کہ اس ملک میں دوبارہ آمر قبضہ نہ جمائیں۔میں یہ گزارش کروں گا کہ فوج کو تنقید کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ہم یہاں ایوان میں بیٹھے ہیں جبکہ پاکستان کی افواج اس ملک کی سرحدوں کی حفاظت کر رہی ہے۔اگر کسی ایک آدمی سے غلطی ہوئی ہے تو اس کا نام لے کر بات کریں۔اگر مشرف نے انہیں تکلیف

پہنچائی ہے اور کوئی زیادتی کی ہے تو اس حوالے سے ہم ان کے ساتھ ہیں لیکن جس طرح درس دینے کی کوشش کی جارہی ہے، جس طرح پوری قوم کو فوج کے خلاف گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے یہ ہم نہیں ہونے دیں گے۔ ہم فوج کے ساتھ اس لئے کھڑے ہوں گے کیونکہ وہ ہمارے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے۔ یہ ہمارے لئے جان دینے والی فوج ہے۔ افواج پاکستان نے ہمیشہ ہم سے دس گناہ بڑی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ جب بھی ملک پر کوئی مشکل وقت آیا تو ہماری افواج نے مضبوط ارادے کے ساتھ ملک کا دفاع کیا ہے۔ انہوں نے سرحدوں پر کھڑے ہو کر اپنی جانوں کی قربانیاں دی ہیں۔

ملک محمد وارث کلو: پوائنٹ آف آرڈر۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہماری بدقسمتی دیکھیں کہ جو مشرف کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے آج وہ اپوزیشن لیڈر کی تقریر کے دوران کھڑے ہو کر بات کرنے کی جرأت کر رہے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک وارث کلو صاحب! آپ تشریف رکھیں کیونکہ قائد حزب اختلاف بات کر رہے ہیں اور اس کے بعد کوئی تقریر نہیں ہوگی کیونکہ ایوان کا وقت 3-00 بجے ختم ہو جائے گا۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے میری ذات پر حملہ کیا ہے اس لئے مجھے جواب دینے دیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! پرویز مشرف کے دور میں آپ ممبر تھے، میں بھی ممبر تھا اُس وقت یہ صاحب جو حرکتیں کرتے تھے اس حوالے سے یہ پہلے قوم سے معافی مانگیں پھر بات کریں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! یہ میری ذات کے حوالے سے بات کر رہے ہیں اس لئے مجھے جواب دینے کا موقع دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وارث کلو صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس صوبے کے پیسوں کا صحیح استعمال ہو۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے اس مرتبہ اپنے دفتر کے لئے 26 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ پچھلی دفعہ انہوں نے کہا تھا کہ وزیر اعلیٰ کے دفتر کے لئے 26 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں لیکن اس میں ہم 25 فیصد بچت کریں گے جبکہ انہوں نے 32 کروڑ روپے خرچ کر دیئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جو آدمی اپنے دفتر

کے اخراجات کم نہیں کر سکتا تو اس نے صوبے کے دوسرے محکموں پر کیا کنٹرول کرنا ہے؟ اس مرتبہ پھر انہوں نے 26 کروڑ روپے رکھ کر اعلان کیا ہے کہ ہم اس میں سے 25 فیصد بچت کریں گے۔ جب اگلا بجٹ آئے گا، انشاء اللہ ضرور آئے گا، یہ پیش کریں اور پھر اس میں آپ دیکھیں گے کہ وزیراعلیٰ کے دفتر پر کتنے اخراجات اٹھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے قول وفعل میں تضاد نہیں ہے تو اس سے بڑا تضاد اور کیا ہو سکتا ہے؟ ان سب حقائق کے باوجود ہم جناب آصف علی زرداری صاحب کے کہنے پر ان کا ساتھ دیں گے کیونکہ انہیں صوبے میں اکثریت حاصل نہیں ہے۔ ان کی ایوان میں اکثریت نہیں ہے اور لوٹوں کے ووٹ یہ نہیں لے سکتے۔ قانون اور آئین میں اس کی اجازت نہیں ہے اس لئے پاکستان پیپلز پارٹی جمہوریت کی کامیابی اور مضبوطی کے لئے مسلم لیگ (ن) کا اس ایوان میں ساتھ دے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میں بھی اس معزز ایوان کو مالی سال 12-2011 کے بجٹ کو منظور کئے جانے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس معزز ایوان کے حکومتی اور حزب اختلاف کے ممبران نے بجٹ بحث میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ ان کی طرف سے جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کو بجٹ کا حصہ بنایا جائے گا۔ میں ایک مرتبہ پھر بجٹ منظور ہونے پر ایوان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 23۔ جون 2011 صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

853

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،23۔جون2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

1۔ مسودہ قانون مالیات پنجاب 2011(مسودہ نمبر37بابت2011)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون مالیات پنجاب 2011، جیسا کہ پیش کیا گیا، فی الفور زیر غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون مالیات پنجاب 2011 منظور کیا جائے۔

2۔ منظور شدہ اخراجات برائے سال 12-2011 کے گوشوارے کا ایوان میں پیش کرنا

ایک وزیر منظور شدہ اخراجات برائے سال 12-2011 کا گوشوارہ ایوان میں پیش کریں گے۔

3۔ قومی مالیاتی کمیشن 2009 سے متعلق سفارشات اور وضاحتی یادداشت پر مبنی رپورٹ کا ایوان میں پیش کرنا

ایک وزیر قومی مالیاتی کمیشن 2009 سے متعلق سفارشات اور وضاحتی یادداشت پر مبنی رپورٹ ایوان میں پیش کریں گے۔

مسودات قانون پر غور وخوض اور منظوری

1۔ مسودہ قانون لاہور رنگ روڈ اتھارٹی 2011(مسودہ قانون نمبر28بابت2011)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون لاہور رنگ روڈ اتھارٹی 2011، جیسا کہ مجلس قائمہ برائے مواصلات و تعمیرات نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، فی الفور زیر غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون لاہور رنگ روڈ اتھارٹی 2011 منظور کیا جائے۔

854

2۔ مسودہ قانون فوڈ اتھارٹی پنجاب 2011 (مسودہ قانون نمبر 29 بابت 2011)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون فوڈ اتھارٹی پنجاب 2011 پر غور و خوض اور منظوری کے لئے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت متذکرہ قواعد کے قاعدہ 95(3) اور دیگر متعلقہ دفعات کی مقتضیات کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون فوڈ اتھارٹی پنجاب 2011، جیسا کہ مجلس قائمہ برائے خوراک نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، فی الفور زیر غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون فوڈ اتھارٹی پنجاب 2011 منظور کیا جائے۔

855

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

جمعرات،23۔جون2011

(یوم الخمیس،20۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز،لاہور میں صبح 11بج کر53منٹ پر زیر

صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ
فِيمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ حَرَجٗا مِّمَّا
قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسۡلِيمٗا ﴿٦٥﴾

سورۃ النِّسَاء آیت 65

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے (65)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

معراج کی رتیاں دھوم یہ تھی اِک راج دلارا آوت ہے
لو لاک کا سہرا سر سوہت وہ احمد پیارا آوت ہے
یٰسین کی چمک ہے داتن میں طٰہٰ کا کرشمہ آنکھن میں
والفجر کا جلوہ گالن پہ وہ رب کا سنوارا آوت ہے
مازاغ کا کجلا نین بھرے وہ شمس کا بٹنا مکھ پہ ملے
ہے میم کا گھونگٹ سہرے تلے وہ عرش کا تارا آوت ہے
حوروں نے کہا جب بسم اللہ غلماں نے پکارا الا اللہ
خود رب نے کہا ماشاء اللہ محبوب ہمارا آوت ہے
جبریل امین یہ کہتے چلے اے عرشیو تم رے بھاگ جگے
تعظیم کو سب ہو جاؤ کھڑے سردار ہمارا آوت ہے

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان اور پریس گیلری میں بیٹھے معزز صحافیوں کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ کل جو معاملہ صحافیوں کے حوالے سے اٹھایا گیا تھا جس پر احتجاج کرتے ہوئے صحافی بھائیوں نے پریس گیلری سے واک آؤٹ کیا تھا۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ میں کل واک آؤٹ کے دوران ان کے پاس حاضر ہوا اور میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ کسی بھی official کے خلاف بغیر انکوائری کارروائی propose نہ کریں کیونکہ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ Rule of law کے لئے آپ کی commitment جو ہم سے بھی زیادہ ہے اس پر حرف آتا ہے۔ اس پر انہوں نے مہربانی کی اور کل واک آؤٹ ختم کر دیا۔ اس کے بعد آئی جی پولیس، سی سی پی او لاہور اور صحافی برادری کے پانچ نمائندوں نے بیٹھ کر سارے معاملے کو دیکھا پھر ایس ایس پی آپریشن لاہور کو اس معاملے کی انکوائری دی گئی جس کے result کا میں متعلقہ حصہ پڑھ دیتا ہوں:

> Keeping in view the findings of the S.S.P Operations Lahore, S.H.O P/S Harbanspura, Inspector Muhammad Akmal No-L484 has been placed under suspension and is being issued with a Show Cause Notice. Further-more, S.I Muhammad Idrees No-L1 is being posted as S.H.O P/S Harbanspura to extend all legal assistance to the Journalists Community. The D.S.P is being issued a warning so as to make his weight felt by his subordinates in the performance of their lawful duties. He is also being directed to have a close liaison with the Journalists Community and he was made focal person with them.

جناب سپیکر! اس کے علاوہ دو درخواستیں جو کل sort out ہوئی تھیں کہ وہ pending ہیں اور ان پر جو action required ہے وہ under section 154 of the Cr.P.C نہیں کیا گیا تو اس کے متعلق بھی یہ direction دی گئی ہے کہ محمد عقیل مینجر لاہور پریس کلب ہاؤسنگ سکیم ہربنس پورہ اور جناب اختر حیات، آج نیوز چینل کی طرف سے دی گئی درخواستوں پر کیس رجسٹرڈ کیا جائے۔ میں آپ کی

وساطت سے معزز صحافی برادری کو اس معزز ایوان کی طرف سے اور قائد ایوان وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کی طرف سے مکمل یقین دہانی کراتا ہوں کہ ان کے مفادات، جان و مال اور اس آزادی کا تحفظ کیا جائے گا تاکہ وہ اپنی professional ذمہ داریاں بااحسن طریقے سے نبھا سکیں۔ یہ پنجاب حکومت کی ترجیح ہے اور ہم ہر صورت میں اس کو یقینی بنائیں گے کہ وہ آزاد ماحول میں اپنا کام جاری رکھ سکیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نولاٹیا صاحب!

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں اس کمیٹی کا ممبر تھا جس کے تحت یہ بات ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کے سامنے ساری رپورٹ پڑھی گئی ہے میڈیا اور سارے ایوان نے سن لیا ہے۔ اب آپ کیا کہتے ہیں؟

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! صحافیوں کا 50 فیصد مسئلہ حل ہو گیا ہے لیکن 50 فیصد مسئلہ صحافی بھائیوں کا ابھی pending ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ایس ایچ او اور ڈی ایس پی کے خلاف action لیا، investigation کی اور اس پر findings بھی سامنے آ گئیں لیکن problem یہ ہے کہ صحافی کالونی کے لئے جو زمین acquire کی گئی ہے اس کے خسرہ نمبران کا ایک حصہ مصطفیٰ ٹاؤن اور ایک دیگر ٹاؤن کے نام سے عمران گورائیہ نامی جو مسلم لیگ (ن) کا ممبر ہے جس نے وہاں پلاٹ بنا کر عوام الناس کو بیچے ہیں اور عوام الناس سے اس نے پیسے لئے ہوئے ہیں۔ اس نے جو پیسے لئے ہوئے ہیں جب تک وہ پیسے عوام کو واپس نہیں کئے جاتے اور جب تک وہ زمین دوبارہ acquire کر کے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی بات ہو گئی ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! آپ بات تو کرنے دیں۔ یہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے۔ صحافی کالونی کی متنازعہ جگہ مصطفیٰ ٹاؤن اور ایک دوسرے ٹاؤن کے نام سے فروخت کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی بات سنی گئی ہے۔اب آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! کل یہ issue جس کے متعلق میں نے عرض کیا ہے جب یہ take up ہوا تو اس کے ساتھ ہی وہ issues جن کے متعلق نولاٹیا صاحب نے اشارہ کیا ہے یہ صحافی برادری کی leadership وہاں بیٹھی تھی انہوں نے بھی یہ چیزیں discuss کی تھیں، اسی وقت کمشنر لاہور اور ڈی سی او لاہور کو بلایا گیا اور باقاعدہ ایک کمیٹی بنادی گئی ہے جو ان تمام issues کو within a week انشاء اللہ تعالیٰ resolve کرے گی۔

جناب سپیکر: تمام معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔اب آپ تشریف رکھیں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! مجھے بات کرنے کا موقع دیں۔

جناب سپیکر: اب ضرورت نہیں ہے۔اگر معاملات ٹھیک نہ ہوئے تو ہم notice لیں گے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! سپریم کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد نوید انجم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نوید انجم صاحب!

جناب محمد نوید انجم: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم نے قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں پاکستان حاصل کیا تھا جو دو قومی نظریے پر حاصل کیا گیا کہ ہندو الگ اور مسلمان الگ قوم ہیں اور یہی پاکستان کو حاصل کرنے کی بنیاد تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح کی سربراہی میں لاالہ الااللہ کا نعرہ لگا کر یہ پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔اِس وقت پوری دنیا میں 52 مسلمان ملک ہیں جس میں پاکستان واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ میں معلم ہوں اور بطور معلم میرا یہ فرض ہے کہ میں چیزوں کو explain کروں۔ ربّ ذوالجلال کو مولا کہتے ہیں اور اسے ماننے والے کو مولوی کہتے ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا قائد مولوی ہے جو اپنے رب کو ماننے والا ہے اور انشاء اللہ ہم اُس کی قیادت پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ اُس کی قیادت میں یہ ملک انشاء اللہ ایک اسلامی سٹیٹ بنے گا اور ترقی کرے گا۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارا قائد مولوی ہے۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔اب تحاریک استحقاق take up کرتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! کل وزیر اعلیٰ صاحب اپنی بات کر کے ایوان سے تشریف لے گئے تھے۔آج دوبارہ تشریف لانے پر میں انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں دو چیزوں پر اُن سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے کل ایک point اٹھایا تھا کہ پچھلی حکومت نے کلبوں اور سکولوں کو پیسے دیئے، میں بالکل یہ سمجھتا ہوں کہ اُس حکومت نے غلط کیا جو نہیں کرنا چاہئے تھا اور وہ رقم پنجاب کے سرکاری سکول جہاں پر غریب بچے پڑھتے ہیں وہاں پر خرچ ہونی چاہئے تھی لیکن اگر انہوں نے غلط کیا ہے تو پھر ہمارے محترم وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ کوئی اختیار نہیں تھا کہ وہ بھی اُن کی غلطی کو دہرائیں اور جنرل جیلانی کے سکول کو اٹھا کر پانچ کروڑ روپیہ دے دیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! انہوں نے ساری بات explain کر دی ہے اس لئے اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ میری عرض سن لیں۔ ہمارے محترم وزیر اعلیٰ پنجاب کے 60 ہزار سکولوں میں پڑھنے والے غریب بچوں کے باپ ہیں۔ بطور وزیر اعلیٰ اس صوبہ کے سربراہ ہونے کے ناتے پنجاب کے سرکاری سکولوں میں جتنے بچے پڑھتے ہیں، ہمارے محترم وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف صاحب اُن بچوں کے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں تو کیا باپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے ایک بچے کو ایچی سن کالج میں پڑھائے اور دوسرے کو ٹاٹ والے سکول میں پڑھائے؟ میں ایک دفعہ پھر کہوں گا کہ آپ اپنی ضد چھوڑ کر اس پر نظر ثانی کریں کیونکہ پورے پنجاب کے بچے آپ کے بچے ہیں لہذا تمام بچوں کو ایک جیسی تعلیم دیں۔ شکریہ

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ شاہ صاحب! آپ کی تحریک استحقاق ہے اسے پڑھیں۔

محترمہ ساجدہ میر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں۔ شاہ صاحب! آپ پڑھیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں کیونکہ کسی کی بہتری کی بات ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، اِس وقت کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ پلیز تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب! آپ اپنی تحریک استحقاق پڑھیں۔ محترمہ! جب آپ کی باری آئے گی تب بول لیجئے گا۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں غریبوں کی بات کرنا چاہتی ہوں۔ پورے پنجاب میں Women Crisis Centres بند کئے جا رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ اُن کو کھولا جائے۔

جناب سپیکر: جی، تمام کھلوا دیں گے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ پنجاب کے پچیس Women Crisis Centres کو بند نہ کریں اور خدارا انہیں فنڈز دیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ! آپ کی بات سن لی گئی ہے، اب آپ تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب! آپ اپنی تحریک استحقاق پڑھیں۔

ایس ایچ او تھانہ منڈی فیض آباد کا معزز ممبر کے ساتھ تضحیک آمیز رویّہ

سید ابرار حسین شاہ: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں مورخہ 19۔جون 2011 کو 2 بجے دوپہر منڈی فیض آباد عوامی مسائل کے حل میں مصروف تھا کہ علاقے کے چند معززین تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ علاقے کا ایس ایچ او جانبداری پر اتر آیا ہے اور اس نے ایک پر امن شہری محمد عاشق ولد محمد بوٹا رہائشی موضع بھچو کی تحصیل و ضلع ننکانہ کو بلا جواز گرفتار کر لیا ہے اور اسے بتایا گیا ہے کہ اس نے اشتہاری کو پناہ دی ہے اور اسے گرفتار کر کے تھانہ لے گئے ہیں۔ میں نے ہر طرح تسلی کرنے کے بعد ریاض الدین، انسپکٹر/ایس ایچ او تھانہ منڈی فیض آباد ضلع ننکانہ صاحب سے بات کی اور یقین دلایا کہ کوئی اشتہاری ان کے پاس نہ رہتا ہے۔ جس پر ایس ایچ او مذکور نے مذکور محمد عاشق کو رہا کر دیا لیکن مورخہ 19 اور 20۔جون 2011 کی درمیانی رات کو نامعلوم

نادیدہ طاقتوں کے کہنے پر دوبارہ اس شخص کے گھر سیڑھی لگا کر ریڈ کیا، عورتوں اور بچوں کی موجودگی میں اسے مارا پیٹا اور کہا کہ تم ہمیں رشوت دیئے بغیر آ گئے ہو، ہم تمہارے خلاف مقدمہ درج کریں گے اور ہم کسی ایم پی اے کو نہیں جانتے ہم اپنی مرضی کریں گے۔ اس کے بعد اسے گرفتار کر لیا۔ میں نے ایس ایچ او منڈی فیض آباد سے صورتحال معلوم کی تو وہ بدتمیزی پر اتر آیا اور کہنے لگا کہ تم کون ہوتے ہو ہمیں کسی کو گناہ گار یا بے گناہ بتانے والے، اس بات کا فیصلہ ہم کریں گے ؟ اس نے یہ بھی کہا کہ ہم نے آپ جیسے بڑے ایم پی اے دیکھے ہوئے ہیں اور میں آپ کو کچھ نہیں جانتا۔ اس کے بعد اس نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ موصوف ایس ایچ او کے اس روّیہ سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! اس کا جواب آ گیا ہے ؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے اس کا notice ابھی موصول ہوا ہے لہذا جواب کے لئے آپ اس تحریک استحقاق کو next week تک pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق next week کے لئے pending کی جاتی ہے۔

سید ابرار حسین شاہ: جناب سپیکر! اس حوالے سے میری request یہ ہے کہ بحیثیت اس ایوان کے نمائندہ اُس ملازم نے پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ وہ ایک اہم محکمے کا ایک ذمہ دار گزیٹڈ آفیسر ہے لیکن اگر اُس کے روّیے سے یہ ظاہر ہو کہ ممبر پارلیمنٹ جسے عوام نے منتخب کیا ہے اُس کی کیا حیثیت ہے تو یہ اُس کا غیر قانونی فعل اور بہت بدتمیزی ہے لہذا میری یہ request ہے کہ میری تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں تاکہ اس کا صحیح فیصلہ ہو سکے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ خود legislator ہیں and none should be condemned unheard. لہذا پہلے اُن کی بات کا پتا چل جائے اُس کے بعد آپ جس طرح کہیں گے اسی طرح ہی ہو گا۔

سید ابرار حسین شاہ: جناب سپیکر! میری عرض تو سن لیں۔

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جوزیر غور لایا گیا)

جناب سپیکر: شاہ صاحب!Don't worry! اب ہم سرکاری بزنس شروع کرتے ہیں۔

Now, we take up the Punjab Finance Bill 2011 (Bill No.37 of 2011). First reading starts. Minister for Finance may move the motion for consideration of the Bill.

مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 2011

MINISTER FOR FINANCE (Mr Kamran Michael): Sir, I move:

"That the Punjab Finance Bill 2011, as introduced, be taken into consideration at once."

MR SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Finance Bill 2011, as introduced, be taken into consideration at once."

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اسے oppose کرتی ہوں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! اِدھر سے oppose کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کیسے oppose کرتے ہیں, under which provision of the law, just tell me? ذرا آرٹیکل 115 پڑھئے گا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میرے پاس oppose کرنے کے لئے solid reason ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ اسے oppose نہیں کر سکتیں۔ پہلے آپ آرٹیکل 115 پڑھیں پھر بعد میں اُس پر بات کر لیجئے گا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری بات تو سُن لیں۔

جناب سپیکر: میں کہہ رہا ہوں کہ آپ اسے oppose نہیں کر سکتیں کیونکہ یہ فنانس بل ہے۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! اگر oppose نہیں کر سکتے تو پھر پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! پوچھا کیوں گیا ہے؟

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔

Since there is no amendment in it, the motion moved and the question is:

"That the Punjab Finance Bill 2011, as introduced, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

(نعرہ ہائے تحسین)

CLAUSE-2

MR SPEAKER: Second reading starts. We take up the Bill Clause by Clause. Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-3

MR SPEAKER: Now, Clause 3 of the Bill under consideration. There is an amendment in it. The amendment is from Finance Minister.

MINISTER FOR FINANCE (Mr. Kamran Michael): Sir, I move:

"That in Clause 3 of the Bill, as introduced in sub Clause (b) the first line be substituted as under:

(b) in the Schedule-IV for the rider Clause and sub Clauses (a) and (b) the following shall be substituted."

MR SPEAKER: The amendment moved is:

"That in Clause 3 of the Bill, as introduced, in sub Clause (b) the first line be substituted as under:

(b) in the Schedule–IV for the rider Clause and sub Clauses (a) and (b) the following shall be substituted."

The amendment moved and the question is:

"That in Clause 3 of the Bill, as introduced, in sub Clause (b) the first line be substituted as under:

(b) in the Schedule–IV for the rider Clause and sub Clauses (a) and (b) the following shall be substituted."

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Now, the question is:

"That Clause 3 of the Bill, as amended, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-4

MR SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-5

MR SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-6

MR SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-7

MR SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-1

MR SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Third reading starts. Minister for Finance may move it.

MINISTER FOR FINANCE (Mr. Kamran Michael): Mr. Speaker! I move:

> "That the Punjab Finance Bill 2011, as amended, be passed."

MR SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Punjab Finance Bill 2011, as amended, be passed."
>
> The motion moved and the question is:
>
> "That the Punjab Finance Bill 2011, as amended be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بجٹ پاس ہو گیا ہے تو فارورڈ گروپ کے ممبران نے "ہاں" میں ووٹ دیا ہے کہ "ناں" میں کیونکہ یہ لوگ حکومت کے کسی بھی بل کو پاس کرانے کے لئے اپنا ووٹ نہیں دے سکتے اس لئے وضاحت کی جائے کہ انہوں نے اپنا ووٹ کاسٹ کیا ہے کہ نہیں؟

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کے معزز ممبران کی طرف سے "NO, No" کی آوازیں)

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں کیونکہ وہ معاملہ ابھی pending اور عدالت میں ہے اس لئے اس پر آپ کچھ نہیں کہہ سکتیں۔

(اس مرحلہ پر مسلم لیگ (ق) کی معزز ممبران اپنی اپنی نشستوں سے کھڑی ہو گئیں)

(شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، معزز ممبران اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں۔ Order in the House

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! معاملہ یہ ہے کہ اگر انہوں نے اس اعتراض کو اٹھانا تھا تو انہیں یہ بات clear ہونی چاہئے کہ Finance Bill نے Members present and Voting سے پاس ہونا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب Chair نے question put کیا تھا تو اس وقت انہیں اعتراض کرنا چاہئے تھا اور جب Chair نے اپنا فیصلہ announce کر دیا ہے تو اس کے بعد ان کا اعتراض نہیں بن سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری ظہیر الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری ظہیر الدین خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب کی بات کا جواب دینے سے پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب کوئی بھی اپوزیشن ممبر پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کے لئے آتا ہے تو فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ اسے ٹائم دینا ہے کہ نہیں۔ یہاں پر یونیفکیشن بلاک کے لوگ no, no کرنا شروع ہو گئے۔ اس ایوان کو آپ نے govern کرنا ہے یا انہوں نے کرنا ہے؟ یہ ہمارے لئے بڑی عجیب سی بات ہے اور سارا یونیفکیشن بلاک ہی no, no کہتا ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر اس وقت ہوتا ہے جب ایوان out of order ہو رہا ہو اور یہ ہر ممبر کا حق ہے لیکن آج یہ عجیب صورتحال دیکھنے میں آ رہی ہے۔ میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ جیسے ہی پوائنٹ آف آرڈر آتا ہے تو یونیفکیشن بلاک صرف no, no کرنے کے لئے وہاں پر بیٹھا ہوا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، avoid کیا جائے ایسے نہ کیا جائے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں یہ بات بھی کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ لاء منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ اسی وقت oppose کرنا چاہئے تھا۔ ہمارے معزز ممبر نے تو پہلے سے ہی oppose کرنا شروع کیا ہے لیکن۔۔۔

جناب سپیکر: انہوں نے جو بات کی ہے وہ آئین کے بارے میں کی ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں بڑے ادب سے بات کر رہا ہوں میری بات سنی جائے۔ جو آپ کا حکم ہو گا وہی ہو گا، جس طرح سے ہماری تمام کی تمام باتیں اور تمام کے تمام points

bulldoze ہوئے ہیں اگر ایک یہ بھی ہو جائے گا تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا کیونکہ یہ منتخب ایوان کے اندر bulldoze ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ہمیں یہ نشستیں allocate کی ہیں۔ ہماری پارٹی کی ٹکٹ پر elect ہوئے لوگوں نے اِن allocated نشستوں پر بیٹھنا ہے جبکہ انہوں نے دوسری نشستوں پر بیٹھ کر Ayes کہا ہے۔ ہم حلفاً یہ بات کریں گے اور میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ان سب نے dismember ہونے والا act کیا ہے اور انہیں dismember کیا جائے گا۔ میں on the floor of the House یہ کہہ رہا ہوں کہ میں ان کے خلاف ریفرنس لے کر آؤں گا اور ہم یہ رسم ختم کریں گے۔ ایک چلن کے ذریعے اپنی وفاداری کو بیچا جا رہا ہے اور اس رسم کو ختم کرنے کے لئے ہم اپنا پورا role ادا کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ اس میں جمہوریت سے محبت کرنے والے لوگ ہنس تو دیں گے لیکن اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔ بہت بہت شکریہ

میاں عطاء محمد خان مانیکا: پوائنٹ آف آرڈر۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے "لوٹے، لوٹے" کی شدید نعرہ بازی)

MR SPEAKER: Order in the House.

چودھری صاحب! دیکھیں، تشریف رکھیں۔ ان کی بات سننے دیں وہ اس ایوان کے معزز ممبر ہیں۔

میاں عطاء محمد خان مانیکا: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔۔۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: مانیکا صاحب! لیڈر آف دی اپوزیشن کھڑے ہیں پہلے ان کی بات سن لیں پھر میں آپ کو floor دیتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے "لوٹے، لوٹے" کی نعرہ بازی)

چودھری صاحب! جہاں تک ان کے بارے میں بات ہے جو آپ کہہ رہے تھے تو میں نے آپ کو اپنا فیصلہ پہنچا دیا ہے، وہ فیصلہ آپ نے پڑھ بھی لیا ہے اور اس فیصلے کے خلاف میرا خیال ہے کہ آپ الیکشن کمیشن میں بھی جا چکے ہیں۔ ابھی ہمیں اُن کی طرف سے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔ تاوقتیکہ وہ کوئی فیصلہ دے اُس وقت تک معزز ممبران کے بارے اس قسم کی آوازیں نہ کسی جائیں، میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے "لوٹے، لوٹے" کی شدید نعرہ بازی)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! جو آپ کا حکم ہے میں اس کو بجا سمجھتا ہوں اس لئے کہ جو معاملہ Subjudice ہو اس کو discuss نہیں کرنا چاہئے۔ وہ ہمارے 9 ممبران کے خلاف ہے لیکن میں یہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ ایک شخص نے کسی کو تھپڑ مارا تو وہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا تو مجسٹریٹ نے تھپڑ مارنے والے کو 300 روپے جرمانہ کیا۔ اس شخص نے جرمانے کے 300 روپے دیئے اور مزید 300 روپے رکھے اور اس کو ایک اور تھپڑ مار دیا کہ 300 روپے تھپڑ مارنے کا ہے۔ جتنی دفعہ violation ہو گی اتنی دفعہ ہی ہمارا right بنتا ہے کہ ہم point out کریں اور ہم اسی عدالت میں دوبارہ جائیں۔ ہم عدالت میں جائیں گے، ہمیں انصاف کی توقع یہاں سے بھی ہے کہ یہاں سے بھی انصاف کبھی نہ کبھی ملے گا اور کبھی نہ کبھی اشارہ ہو گا۔ جب بھی violation ہو گی ہم اسی وقت بات کریں گے۔ ہم کسی کو نشانہ نہیں بناتے ہم نہایت decent طریقے سے یہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے جو role ادا کرنا تھا وہ ہم نے کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! جس طرح آپ جانتے ہیں کہ الیکشن کے بعد پاکستان مسلم لیگ (ن) کے پاس 172 ووٹ تھے اور پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد کر کے ہمارے ووٹوں سے میاں شہباز شریف صاحب وزیر اعلیٰ بنے اور اب بھی ہیں۔ ہم انہیں دوبارہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اگر اس وقت ہم ان کو ووٹ نہ دیتے تو یہ اس ایوان سے منتخب نہیں ہو سکتے تھے۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): اس کے باوجود، چونکہ ان کے پاس اکثریت تھی اور اُس وقت کی جو پالیسی تھی اس کے تحت ہم نے یہاں اتحاد کیا اور یہاں alliance government بنی۔ اب اس بجٹ کے موقع پر ہم نے اپنے قائد جناب آصف علی زرداری صاحب کی ہدایت پر میاں شہباز شریف صاحب کو لکھ کر دیا کہ ہم اس فنانس بل پر آپ کو support کریں گے اور آج آپ نے دیکھا کہ ہم نے اپنی قیادت کے حکم پر، اگرچہ ہمیں بہت سارے اعتراضات تھے لیکن اس کے باوجود ہم نے آج فنانس بل کو support کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس وقت مسلم لیگ (ن) کے پاس، اگر پورے ایوان کے حساب سے دیکھا جائے تو ان کے پاس اکثریت نہیں ہے۔

معزز ممبران: ہے، ہے۔۔۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): دیکھیں، میری بات سنیں۔ اگر آپ اس طرح کریں گے تو پھر چیف منسٹر نے بھی بات کرنی ہے۔ آپ چمچہ گیری کی کوشش نہ کریں، یہ سب کچھ ہم نے دیکھا ہوا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری ظہیر صاحب میرے بھائی ہیں، قابل احترام ہیں۔ یہ جب اُس وقت وہاں ہوتے تھے تو میں اور رانا ثناء اللہ صاحب یہاں ہوتے تھے۔ جو بات آج چودھری صاحب کر رہے ہیں اُس وقت ہم بھی یہ بات کرتے تھے لیکن ان کو سمجھ نہیں آتی تھی اور آج آپ کو بھی سمجھ نہیں آنی ہے۔ آپ چمچہ گیری کی کوشش نہ کریں مجھے پتا ہے کہ چیف منسٹر صاحب موجود ہیں۔۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں relevant بات کر رہا ہوں۔ جو کرسیاں وہاں ہیں اُن پر بات آسانی سے سمجھ نہیں آتی۔ آج میں اس پورے ایوان کے سامنے چیف منسٹر صاحب کو آپ کی وساطت سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ آج پاکستان پیپلز پارٹی اپوزیشن میں بیٹھی ہے لیکن جب بھی ان کو ووٹ کی ضرورت پڑے گی ہم غیر مشروط طور پر ان کو ووٹ دینے کے لئے تیار ہیں لیکن یہ لوٹوں کو گلے سے نہ لگائیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

یہ اخلاقی طور پر، اصولی طور پر آئینی طور پر غلط ہے۔ میاں صاحب! معذرت کے ساتھ، آپ جتنے اصولوں کی بات کرتے ہیں، یہاں آپ ہمیں اتنا درس دیتے ہیں لیکن آپ کو اس طرح کے غیر آئینی اقدام سے گریز کرنا چاہئے۔ میری ان سے یہ گزارش ہے، حکومت کے دو سال رہ گئے ہیں اگر یہ ایسا کر لیں گے تو اِن کا قد بڑھے گا۔ جیسا کہ چودھری ظہیر صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہم عدالت میں جائیں گے۔ چودھری صاحب! اُس وقت ہم بھی عدالت میں گئے تھے کچھ نہیں ہوا تھا، آپ بھی جائیں گے تو کچھ نہیں ہوگا۔(قہقہے)

اگر میاں شہباز شریف صاحب جو آج اپنے اصولوں کی سیاست کا اکثر ذکر کرتے ہیں، مجھے خوشی ہے کہ یہ پاکستان کی عدالتوں پر ہنس رہے ہیں۔ اچھی بات ہے ہنسنا چاہئے۔ آپ کو ان پر اعتماد نہیں ہوگا ہم نے تو جو کچھ دیکھا ہے وہ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اگر میاں شہباز شریف صاحب آج یہ اعلان کریں کہ یہ غیر آئینی اقدام ہے اور ہم لوٹوں کو اپنے سے علیحدہ کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا سیاسی قد بڑھے گا۔ ان کی جو اصولوں کی سیاست ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ میں بے ایمانی نہیں ہونے دوں گا اور میں اصولوں

کی سیاست کروں گا۔اگر اصولوں کی سیاست کرتے ہیں تو آج یہ سائیکل پر چیتے ہوئے لوگوں کو اپنے ساتھ کیوں بٹھائے ہوئے ہیں؟(نعرہ ہائے تحسین)

میں فنانس بل پاس ہونے پر حکومت اور آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ایک دفعہ پھر میں آپ کو اور حکومت کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی اپنے قائد آصف علی زرداری کے حکم پر اپوزیشن میں بیٹھ کر جس وقت آپ کو ووٹ کی ضرورت پڑے گی ہم ووٹ دیں گے۔اگر ہم نے کوئی شرارت کرنی ہو تو ہم آج گورنر کو کہہ سکتے ہیں کہ ان سے اعتماد کا ووٹ لینے کو کہیں تو پھر آپ کو لوٹوں کے ووٹ ڈلوانے پڑیں گے اور اگلے دن ہم ان کو نااہل قرار دلوادیں گے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جمہوریت کی گاڑی چلے، ہم چاہتے ہیں کہ جمہوریت مضبوط ہو اس لئے ہم جناب آصف علی زرداری کے حکم پر انہیں اپنے مکمل تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔جی، عطا محمد خان مانیکا صاحب!

میاں عطاء محمد خان مانیکا: جناب سپیکر! شکریہ

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے معزز ممبران کی جانب سے لوٹا لوٹا کی مسلسل نعرہ بازی)

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ انہیں منع کریں ورنہ مجھے action لینا پڑے گا۔جی، مانیکا صاحب!

میاں عطاء محمد خان مانیکا: جناب سپیکر! شکریہ۔بہت ہو چکا اور اب اگر آپ انہیں نہیں روکیں گے تو میں ایک ایک۔۔۔

جناب سپیکر: .Order please order وہ ایوان کے معزز ممبر ہیں، آپ کیا کرتے ہیں؟

میاں عطاء محمد خان مانیکا: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ میں لابی میں بیٹھا تھا اور میرے بھائی چودھری ظہیر الدین صاحب تقریر فرما رہے تھے۔میں اندر آ گیا اور میں جس طرح۔۔۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے معزز ممبران کی جانب سے لوٹا لوٹا کی مسلسل نعرہ بازی)

جناب سپیکر: میاں صاحب! میں آپ کی بات سن رہا ہوں اور مجھے آپ کی آواز آ رہی ہے۔

جناب عطاء محمد خان مانیکا: جناب سپیکر! آپ تو سن لیں گے لیکن میں نے اس ایوان کو سنانا ہے۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے معزز ممبران کی جانب سے لوٹا لوٹا کی مسلسل نعرہ بازی)

MR SPEAKER: Order please, order.

ان کی بات سنی جائے اس کے بعد آپ اپنے comments کریں۔جی، آپ کی مہربانی ہو گی۔

میاں عطاء محمد خان مانیکا: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ میں نے اپنے بھائی چودھری ظہیر الدین کی بات سنی ہے کہ جس طرح ان کے لیڈر کی بات پوری قوم اور دنیا کو سمجھ نہیں آتی مجھے بھی ان کی بات سمجھ نہیں آئی لیکن گزارش یہ ہے کہ یہ بھول چکے ہیں کہ پاکستان مسلم لیگ (ق) نے اکثریت سے اس ایوان میں فیصلہ کیا ہے کہ ہماری پارلیمانی پارٹی کیا ہو گی اور ہمارا پارلیمانی لیڈر کون ہو گا؟ ہم آپ کے مشکور ہیں کہ آپ نے ہمارے فیصلہ کو تسلیم کیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ایوان میں جو معاملہ زیر بحث ہے اس کے متعلق قائد حزب اختلاف نے بات کی ہے اور میرے بھائی چودھری ظہیر الدین صاحب نے بھی بات کی ہے۔ میں محترم قائد حزب اختلاف کی خدمت میں جواباً صرف یہ عرض کروں گا کہ اگر آپ پاکستان مسلم لیگ (ن) کو یہ بات کہتے ہیں کہ آپ کے پاس اکثریت نہیں ہے اور ہم نے آپ کو support کیا تو وہ ذرا یہ بات بھی پیش نظر رکھیں کہ قومی اسمبلی میں آپ کے پاس بھی 172 کے مقابلے میں 128 ووٹ ہیں۔ جہاں تک آپ ہمیں غیر مشروط حمایت کا یقین دلاتے ہیں اور صبح دوپہر شام اس بات کی گردان کرتے ہیں کہ ہم غیر مشروط حمایت کریں گے۔ ذرا اس وقت کو بھی یاد کر لیں گے کہ جب آپ کے coalition partner مولانا صاحب اور ایم کیو ایم آپ کو blackmail کر رہے تھے اور آپ کی حکومت مرکز میں پورے اٹھارہ دن اکثریت سے محروم تھی اس وقت جمہوریت اور جمہوری اصولوں کو کس آدمی نے کندھا دیا؟ اس کا نام میاں محمد نواز شریف ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کے معزز ممبران کی جانب سے نواز شریف زندہ باد کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! میرے محترم بھائی قائد حزب اختلاف کو وہ دن اور وہ پریس کانفرنس نہیں بھولنی چاہئے کہ جس دن گورنر راج لگا کر اپنی حکومت بنا کر میرے بھائی راجہ ریاض صاحب پریس کانفرنس کر رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ ہمارے پاس 200 ممبران آ گئے ہیں۔ وہ 200 ممبران کہاں سے آئے تھے؟ اور حافظ آباد کی لیلیٰ مقدس کو جو آپ نے ساتھ بٹھا کر ارشاد فرمایا تھا تو میں اس پر نہیں جاتا لیکن میں ایک آخری بات اپنے چودھری ظہیر الدین صاحب اور قائد حزب اختلاف کی خدمت میں عرض کر دوں کہ دیکھیں کہ یہ ہماری جدوجہد کی commitment ہے ہم نے تمام تر مصائب برداشت کئے اور ہم نے جمہوریت کی خاطر Torture Cells میں آواز حق بلند کی ہے۔ ہماری یہ commitment

ہے کہ 12۔اکتوبر1999کو اس ملک پر مارشل لاء مسلط کر کے ہماری جماعت توڑ کر ایک لوٹا لیگ بنائی گئی تھی۔(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کے معزز ممبران کی جانب سے "لوٹا لیگ ٹھاہ" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر!اس لوٹا لیگ کے وجود کو ختم کرنا ہے اور اس لوٹا لیگ کو ختم کرنا عین جمہوریت ہے۔یہ جمہوریت کی جدوجہد ہے اور میں on the floor of the House.یہ بات کہتا ہوں کہ۔۔۔(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: Order please order.

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!آپ میری طرف متوجہ ہوں ان کو چھوڑیں۔یہ معزز ایوان اور یہ پریس گیلری والے سن لیں کہ اس لوٹا لیگ کا ہم نے نشان مٹانا ہے۔اس لوٹا لیگ میں صرف دو چودھری اور تین خواتین رہ جائیں گی ،باقی سب آ جائیں گے اور چودھری ظہیر الدین صاحب بھی ہمارے پاس آجائیں گے۔

چودھری ظہیر الدین خان:جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر:جی،چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان:جناب سپیکر!آپ کا شکریہ۔جناب لاء منسٹر صاحب نے جو یہاں پر باتیں کیں ہیں جس تحمل سے ہم نے ان کی باتیں سنی ہیں اور اس بجٹ کے دوران جب چیف منسٹر صاحب ایوان میں تشریف لائے اور پذیرائی ملی ہے۔(شور وغل)

جناب سپیکر:ان کی بات سُنیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "لوٹا،لوٹا" کی شدید نعرہ بازی)

MR SPEAKER: Order please, order please.

چودھری ظہیر الدین خان:جناب سپیکر!لاء منسٹر صاحب کا یہ فرض بنتا ہے کہ جس طریقے سے،جس cooperation سے اُن کو اور وزیر اعلیٰ کو سنا گیا ہماری بات بھی سُنی جائے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "لوٹا،لوٹا" کی نعرہ بازی)

MR SPEAKER: Order please, order in the House.

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں صرف ایک دو منٹ میں اپنی معروضات پیش کروں گا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"مشرف لوٹا، مشرف لوٹا" کی آوازیں)

MR SPEAKER: Order please, order in the House.

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میری اپنی بہنوں اور ساتھیوں سے گزارش ہے کہ وہ تحمل سے میری بات سُن لیں۔ لاء منسٹر صاحب نے اپنے تمام ارشادات میں ایک بات کہی ہے کہ ہم نے جیل کے cells میں بھی حق کی آواز بلند کی۔ یہ جو جمہوریت ہے یہ ارتقائی منازل سے گزر رہی ہے اور ان ارتقائی منازل میں جمہوریت کو اس ملک کے اندر پنپنے کا بہت کم موقع ملا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں ہر ایک کا role ہے۔۔۔

محترمہ انجم صفدر: لوٹا، لوٹا۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: لوٹا، لوٹا۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! اگر لاء منسٹر صاحب ان کو منع فرما دیں تو میں اپنی چند معروضات پیش کر لوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ادھر سے بھی جو پیپلز پارٹی ہمارے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے انہوں نے کوڑے کھائے، ان کے لیڈران نے شہادت قبول کی اور ایک نے پھانسی کے پھندے کو چوم کر اپنے گلے سے لگا لیا۔ آپ کی طرف سے بھی قربانیاں پیش کی گئیں لیکن میں مسلم لیگ (ن) کے لوگوں کو ایک بات بتاتا چلوں کہ چودھری ظہور الٰہی کے خون کے قطروں اور اس کے چھینٹوں کی وجہ سے کئی قیادتیں معرض وجود میں آئی ہیں۔ چودھری ظہور الٰہی کی خاندان کے اور چودھری ظہور الٰہی کی اپنی جو قربانیاں ہیں، بنیادی طور پر اُن کے خون سے جمہوریت کا پودا پروان چڑھا اور جمہوریت کا پودا جو پروان چڑھ رہا ہے اس کا پھل کھانے والی قیادتیں بہت سی ہیں۔ میں یہاں پر اپنی طرف سے اور سب کی طرف سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کسی کی قربانیوں کو بھلایا جا سکتا ہے نہ ہی رد کیا جا سکتا ہے۔ کسی کی قربانیوں کو رد کیا جائے اور نہ ہی کسی کی قربانی زیادہ افضل ہے۔ تمام لوگوں کی قربانیاں اپنی اپنی جگہ موجود ہیں مگر جان دینے والوں کی قربانی جان نہ دینے والوں اور بھاگ جانے والوں سے ہمیشہ زیادہ بڑی ہوتی ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

ڈاکٹر غزالہ رضارانا: لوٹا، لوٹا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! میں آپ کو warn کرتا ہوں، میں آپ کو آخری warning دے رہا ہوں۔(قطع کلامیاں)

محترمہ! آپ میری بات نہیں سُن رہی ہیں؟

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! مجھے آپ سے شکوہ نہیں ہے، مجھے نہایت دُکھ ہے اپنی چند ایک بہنوں اور چند ایک ایسے ساتھیوں پر جنہوں نے پہلی دفعہ اس ایوان کی شکل دیکھی ہے۔ میں ان کو کہتا ہوں کہ یہ بہت مقدس ایوان ہے، آپ دوبارہ آئیں۔ اس process سے کچھ سیکھیں، حاصل کریں اور یہ چیخ چنگھاڑ موقع پر اچھی لگتی ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ایوان کے تقدس کے لئے، اس ایوان کو آگے بڑھانے کے لئے سب کی قربانیاں اپنی جگہ ہیں لیکن جب ڈکٹیٹر شپ کی بات ہوتی ہے تو کوئی بھی ایسی پارٹی نہیں ہے جس نے GHQ کے پودے میں جنم نہ لیا ہو اور وہ وہاں سے پلے بڑھے نہ ہوں۔ اس وجہ سے اپنا بچھلا کیا ہوا سب بھولیں اور جمہوریت کو آگے لے کر چلیں۔ قربانیاں دینے میں کسی کی طرف سے کوئی کمی نہیں ہے۔ جمہوریت کے ارتقائی منازل میں ہم سب نے آگے چلنا ہے اور جمہوری اور ترقی یافتہ قوموں کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا ہے۔ بہت بہت شکریہ

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب کافی بات ہو گئی ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں اس چیز کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ چیف منسٹر صاحب آج پھر چلے گئے ہیں، پہلے بھی وہ یہی کرتے ہیں اور انہوں نے خود بات کرنے کی بجائے لاء منسٹر صاحب کو موقع دیا، بالکل ٹھیک ہے میں ان کی بات کی تائید کرتا ہوں۔ پرویز مشرف کے خلاف، ہم نے اور انہوں نے اکٹھی struggle شروع کی، ہم نے بھی مار کھائی، انہوں نے بھی مار کھائی لیکن ہماری قیادت بھاگی نہیں مگر ان کی قیادت جدہ بھاگ گئی تھی اور آپ کے سر شرم سے جھک گئے تھے۔ ان کو کوئی جگہ نہیں ملتی تھی کہ یہ کسی کو شکل دکھا سکیں اور آج یہ بات کر رہے ہیں کہ ہم نے جدوجہد کی ہے، ہم یہ کر رہے ہیں، آپ کے لیڈر تو معافی مانگ کر، وعدہ کر کے جدہ بھاگ گئے تھے۔

جناب سپیکر: دیکھیں راجہ صاحب! آپ خود start لے رہے ہیں۔ آپ ٹھیک نہیں کر رہے مجھے آپ پر افسوس ہے۔ آپ کی leadership کے بارے میں جو بات ہوئی تھی اس کو ایسے نہ کیا جائے، آپ کی مہربانی۔

ڈاکٹر غزالہ رضارانا: بے نظیر لندن چلی گئی تھی۔

محترمہ ساجدہ میر: ان کو بھی منع کریں۔

جناب سپیکر: میں دونوں اطراف کو کہہ رہا ہوں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اُس جدو جہد کو کون چھوڑ کر بھاگا تھا؟

ڈاکٹر غزالہ رضارانا: پہلے آپ کی قیادت گئی تھی۔

جناب سپیکر: آپ مہربانی کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں نے نام نہیں لیا میں نے یہ کہا ہے کہ ---

جناب سپیکر: مہربانی کریں، آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! یہ دھاندلی گروپ کو نیچے بٹھائیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی بہت مہربانی۔

MR SPEAKER: Laying of the Schedule of Authorized Expenditure for the year 2011-12. Minister for Finance to lay the Schedule of Authorized Expenditure for the year 2011-12

محترمہ خدیجہ عمر: پوائنٹ آف آرڈر۔

منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ برائے سال 2011-12

کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR FINANCE (Mr. Kamran Michael)**:** Sir, I lay the Schedule of Authorized Expenditure for the year 2011-12.

MR SPEAKER: The Schedule of Authorized Expenditure for the year 2011-12 has been laid.

محترمہ خدیجہ عمر: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ!آپ کیا کر رہی ہیں؟جب میں بول رہا ہوں تو آپ نہیں بول سکتیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر!میں اتنی دیر سے پوائنٹ آف آرڈر مانگ رہی ہوں میری بات سُن لیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!منڈا صاحب کو لگام دیں یہ خواتین کو اشارے کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: منڈا کیا کہہ رہے ہیں؟میں نے نہیں سُنا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!منڈا صاحب وہاں بیٹھ کر خواتین کو اشارے کر رہے ہیں آپ انہیں سمجھا دیں ورنہ ہم انہیں ایوان سے اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔

جناب سپیکر: آپ کیسے بھیجیں گے؟آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!منڈا صاحب اشارے کر رہے ہیں آپ انہیں لگام دیں ورنہ ہم ان کے ہاتھ توڑ دیں گے۔

جناب سپیکر: آپ مہربانی کریں،تشریف رکھیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر!میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ منڈا صاحب خواتین کو غیر اخلاقی اشارے کرتے ہیں۔۔۔(شور و غل)

جناب سپیکر: میں آپ کی بات نہیں سُن سکا ہوں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر!میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ منڈا صاحب خواتین کو غیر اخلاقی اشارے کر رہے ہیں ان کو کہا جائے کہ ان کی بہنیں،مائیں ہیں۔پلیز ایسا نہ کریں،ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ یہ ایسا نہ کریں۔اپنے شوق کو ایوان سے باہر جا کر پورا کریں۔مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر: اب میں نے سُن لیا ہے، میں اس کا نوٹس لیتا ہوں۔ منڈا صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں ان سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ایسے نہ کیا کریں۔

جناب سپیکر: جی نہیں، آپ ہاتھ نہ جوڑیں، میں خود اس کا نوٹس لوں گا۔ منڈا صاحب! اگر آپ نے کوئی ایسی حرکت کی ہے تو یہ ناقابلِ برداشت ہے اور آئندہ کے لئے۔۔۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری عرض سُن لیں۔

جناب سپیکر: میری بات سُن لیں، میں یہ نہیں دیکھوں گا کہ کوئی کیا ہے کیا نہیں۔ اگر کوئی ایسی بات میرے نوٹس میں آ گئی تو میں tolerate نہیں کروں گا۔ I am telling you this.

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری عرض تو سُن لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! کل یہ اپنے علاقے کے ایم این اے کے خلاف بھی غلط باتیں کر رہے تھے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں، مجھے ان کی بات تو سُننے دیں جو وہ جواب دے رہے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جھوٹ کا پلندا، مسٹر منڈا!

جناب سپیکر: دیکھیں آپ پھر ایسی باتیں کرتے ہیں، یہ نازیباالفاظ ہیں۔ یہ اچھے الفاظ نہیں ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! وہ کیسی حرکتیں کرتے ہیں پہلے ان کو لگام دیں۔

جناب سپیکر: میں نوٹس لے رہا ہوں، آپ تشریف رکھیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں یہ پورا ایوان گواہ ہے، cameras on ہیں۔

جناب سپیکر: میں ابھی کیمرے چلوا لوں گا، یہ آپ دیکھ لیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری عرض سُن لیں، میں بہنوں والا اور بیٹیوں والا بھی ہوں لیکن بات یہ ہے کہ۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: لیکن بات یہ ہے کہ میں بڑی بد تمیز ہوں۔

جناب سپیکر: بس اب آپ کو بھی کچھ سوچنا چاہئے۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): الحمدللہ میں نے پہلے بھی بجٹ تقریر میں یہ بات کہی تھی کہ اللہ کا فضل ہے کہ تعلیم کی کمی نہیں ہے۔ بس اتنی بات ہے۔

محترمہ سیمل کامران: دماغ پھر بھی خالی ہے۔ بڑا سر ہونے سے کچھ نہیں ہوتا دماغ بھی ہونا چاہئے۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): آپ بدتمیزی نہ کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں آپ کو بتاؤں کہ کل یہ اپنے ایم این اے رانا تنویر احمد کے بارے میں کیا ارشادات فرما رہے تھے؟ یہ ان کا caliber ہے۔ ہم اپوزیشن کی عورتیں ہیں اس لئے یہ ہمارے ساتھ بدتمیزی کرتے ہیں؟

رپورٹیں
(جو پیش ہوئیں)

جناب سپیکر: یحییٰ گل نواز صاحب!۔۔۔ تشریف فرما ہیں؟ جی، وہ مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون پارکس اینڈ ہارٹیکلچر اتھارٹی مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ واربن ڈویلپمنٹ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

جناب یحییٰ گل نواز: جناب سپیکر! "میں

The Parks and Horticulture Authority Bill 2011,
(Bill No. 36 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ واربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔"

(رپورٹ پیش ہوئی)

MR SPEAKER: Laying of the Report on the Recommendations and Explanatory Memorandum Regarding National Finance Commission 2009. Minister for Finance to lay the Report on the Recommendations

and Explanatory Memorandum Regarding National Finance Commission 2009.

نیشنل فنانس کمیشن2009کے بارے میں سفارشات

اور وضاحتی یادداشت پر مبنی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR FINANCE (Mr. Kamran Michael)**:** Sir, I lay the Report on the Recommendations and Explanatory Memorandum Regarding National Finance Commission 2009.

MR SPEAKER: The Report on the Recommendations and Explanatory Memorandum Regarding National Finance Commission 2009 has been laid.

(رپورٹ پیش ہوئی)

MR SPEAKER: The Punjab Food Authority Bill 2011 (Bill No. 29 of 2011). Minister for Law has given a notice that the requirements of rule 95(3) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and other relevant provisions of the Rules ibid may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid, for consideration and passage of the Punjab Food Authority Bill 2011.

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ ۔۔۔

چودھری ظہیر الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری ظہیر الدین صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ rules میں three clear days لکھے ہوئے ہیں، دو دن پہلے تو اس کی circulation ہوئی ہے لہذا اس بل کو move نہیں کیا جا سکتا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! اس کو dispense with کرنے کے لئے میں motion پیش کر رہا ہوں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر پر یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ This House will go so long. سو دن ہوتے ہیں، ممبران نے اس میں contribute کرنا ہوتا ہے even treasury benches کے لوگوں نے contribute کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے قائد حزب اختلاف بھی چلے گئے ہیں ورنہ وہ بھی حصہ لیتے، سارے لوگوں نے اپنی اپنی input دینی ہوتی ہے۔ وہ سارے کے سارے لوگ اس زعم میں ہیں کہ اگر rules کے اندر three clear days لکھے گئے ہیں تو ہمیں three clear days ملیں گے لیکن ہمیں three clear days نہیں مل رہے۔ Rules suspend کر کے پہلے بھی بل پاس کئے گئے تھے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون کی خدمت میں نہایت ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ پہلے بھی اسی طرح کیا گیا، مجھے نہیں معلوم کہ یہ بل اچانک sky lab کی طرح اوپر سے کیوں گرتا ہے اور کسی اپوزیشن ممبر کو اس کا علم تک نہیں ہوتا۔ Rules suspend کرنے کا آپ کو right ہے اور آپ کر بھی سکتے ہیں لیکن There are some ethics. جیسا کہ طلاق کی اجازت تو ہوتی ہے لیکن اسے مکروہ فعل قرار دیا گیا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ یہ قانونی مکروہ فعل نہ کیا جائے۔ میری استدعا ہے کہ اس بل کو Rules suspend کر کے take up نہ کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ اس کی روایت موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تقریباً 30 کے قریب ترامیم اپوزیشن کی طرف آئی ہیں اور ان سب کو ہم accommodate کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: اب آپ motion move کریں۔

مسودہ قانون زیر غور لانے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): I move:

> "That the requirements of rule 95(3) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and other relevant provisions of the Rules ibid may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid, for

consideration and passage of the Punjab Food Authority Bill 2011."

MR SPEAKER: The motion moved is:

"That the requirements of rule 95(3) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and other relevant provisions of the Rules ibid may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid, for consideration and passage of the Punjab Food Authority Bill 2011."

The motion moved and the question is:

"That the requirements of rule 95(3) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and other relevant provisions of the Rules ibid may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid, for consideration and passage of the Punjab Food Authority Bill 2011."

(The motion was carried.)

مسودات قانون

(جوزیرغورلائے گئے)

مسودہ قانون فوڈ اتھارٹی پنجاب مصدرہ 2011

MR SPEAKER: First reading starts. Now, we take up the Punjab Food Authority Bill 2011. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker! I move:

"That the Punjab Food Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Food, be taken into consideration at once."

MR SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Punjab Food Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Food, be taken into consideration at once."

There are two amendments in it from Ch. Zahir-ud-Din Khan, Ch. Aamar Sultan Cheema, Sardar Muhammad Yousaf Khan Leghari, Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, Mr. Shafiq Ahmad Khan, Mr. Khurram Nawab, Malik Iqbal Ahmed Langriyal, Mr. Khalid Javed Asghar Ghural, Dr. Muhammad Afzal, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Dr. Samia Amjad, Mrs. Amna Ulfat, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Mrs. Seemal Kamran, Mrs. Khadija Umar, Syeda Majida Zaidi, Col (Retd) Muhammad Abbas Chaudhary…

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

MR DEPUTY SPEAKER: Mr. Munawar Hussain Munj, Mrs. Samina Khawar Hayat, Mr. Muhammad Yar Hiraj, Mrs. Embesat Hamid, Mr. Tahir Iqbal Chaudhary, Mrs. Zobia Rubab Malik, Mian Shafi Muhammad, Mrs. Qamar Aamir Chaudhary, Sardar Aamir Talal Gopang, Mrs. Humaira Awais Shahid and Engineer Shahzad Elahi. Any mover may move it.

DR SAMIA AMJAD: I move:

> "That the Punjab Food Safety and Standards Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Food, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 30th July 2011."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Punjab Food Safety and Standards Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Food, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 30th July 2011."

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker! I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ ایک نہایت ہی اہمیت کا حامل بل ہے جس میں ہم نے ترامیم بھی دی ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بل پر اگر زیادہ محنت کر لی جاتی اور proper time دیا جاتا تو بہتر ترامیم آ سکتی تھیں۔ آج ہماری ایک sister opposition party اس لئے ترامیم نہیں دے سکی کہ ان کو three clear days نہیں دیئے گئے اور وہ پورے confident تھے کہ ہمیں تین دن ملیں گے۔ انہیں پورے دن مل جاتے تو وہ بھی اپنی ترامیم دے دیتے۔ میں آپ کے سیکرٹریٹ کا بھی مشکور ہوں کہ ہماری طرف سے جو ترامیم دی گئیں وہ قبول کر لی گئیں۔

جناب والا! اس بل میں ہماری ترمیم ہے کہ اس کو publish کیا جائے کیونکہ اس کا direct relation عوام کی صحت کے ساتھ ہے۔ صوبے کے بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کی صحت اور ان کی زندگی کو جو خطرات لاحق ہیں وہ سب اس بل سے منسلک ہیں۔ بہت سارے ایسے کام ہیں، جیسے ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی food processing اور food specially کی جو perishable commodities ہیں جو sustain نہیں کر سکتیں اور اس نے جلدی خراب ہو جانا ہوتا ہے۔ پنجاب کے اندر ایک عجیب سی صورتحال ہے ساری دنیا میں produce perishable commodities کرنے والوں اور بیچنے والوں کو ایک خطرہ ہوتا ہے کہ اگر ہمارا مال نہ بکا تو یہ خراب ہو جائے گا لہذا وہ اسے کم قیمت پر بیچتے ہیں یا پھر پوری پوری قیمت پر بیچ دیتے ہیں لیکن پنجاب کے اندر چونکہ کسی طریقے سے بھی ان پر کوئی انتظامی administrative check نہیں ہے اس لئے وہ بیچتے بھی مہنگا ہیں اور ان کی commodities بھی perishable ہوتی ہیں جیسے دودھ، سبزی، گوشت جو اگلے دن نہیں بیچے جا سکتے لیکن یہاں پر ایک ایسا set up آ گیا ہے، ایک ایسا مافیا create ہو گیا ہے اب اس چنگل سے نکالنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ عوام کے منتخب کردہ اس ایوان میں تشریف فرما دونوں اطراف کے ممبران ایک ایسی قانون سازی لے کر آئیں کہ وہ اس قانون سازی کے clutches سے نہ نکل سکیں اس لئے اگر تجاویز public کر لی جاتیں تو لوگوں کو پتا چلتا۔ اگر یہ بل publish ہو جاتا، publication میں چلا جاتا تو اس سے نہ صرف ہمیں اس بل میں amendment دینے میں سہولت ہوتی بلکہ آپ کو، لاء منسٹر صاحب کو ، فوڈ منسٹر صاحب کو even وزیر اعلیٰ صاحب کو اتنی زیادہ Emails، اتنی زیادہ تجاویز اور تحریریں آتیں کہ اس سے بہتر

صورتحال پیدا ہو جاتی۔میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں فوڈ انڈسٹری، دکاندار اور جو دوسرے منسلک ادارے ہیں ان کو pin down کرنے کے لئے اس میں کم سے کم چیزیں رکھی گئی ہیں۔میری تجویز ہے کہ اسے public کیا جائے اور public کرنے کے بعد پھر اس پر عمل درآمد کیا جائے تو بہتر صورتحال پیدا ہو گی۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں اس ایوان کی توجہ صفحہ نمبر 18 پر لکھے ہوئے statements of objects and reasons کی طرف دلانا چاہتی ہوں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک بڑی ڈیمانڈ رہی ہے بلکہ یہ میری بجٹ تقریر کا ایک حصہ بھی تھا کہ چیف منسٹر صاحب کے وعدے کے مطابق فوڈ ایکٹ کے check and balance کے لئے ایک اتھارٹی کی ضرورت ہے۔اس میں جو چیز ڈالی گئی تھی وہ صرف اس لئے ڈالی گئی تھی کہ جب آپ رمضان بازار، سستے بازار اور controlled price list جاری کرتے ہیں اور expect کرتے ہیں کہ مارکیٹ اس کے مطابق چلے لیکن unfortunately اگر اس fixed price کے مطابق ایک سو روپے کی چینی خریدی ہے تو سڑک پار کر کے تھوڑی ہی دیر میں وہ پچاس یا اسی روپے کے منافع پر بیچی جانی شروع ہوتی ہے۔لوگ ہی لوگوں سے دشمنی کرتے ہیں لیکن مڈل مین پر check ہے اور نہ ہی مارکیٹ driven یا دکانداروں پر کوئی check ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے لئے ایک بل کی ضرورت تھی۔مجھے سمجھ نہیں آئی کہ جب آپ یہ بل لے ہی آئے ہیں تو پھر اتنی جلدی اسے bulldoze کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تین دن دینے چاہئیں تھے کہ ہم اس پر سہل انگیز بحث کر سکتے۔

جناب سپیکر! statement of objects and reasons میں یہ واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ:

> At present different departments are responsible for dealing with food safety issues in Punjab due to which the task is not being performed in coherent and integrated manner at the district level. Health Department officials have been assigned this responsibility of checking of adulterations who are performing these functions mainly as an additional task there is hardly a system for ensuring

the people working in food outlets are not suffering from diseases etc…

اس حکومت کو معرض وجود میں آئے ہوئے چار سال ہو گئے ہیں لیکن مجھے سمجھ نہیں آئی کہ انہوں نے ہر جگہ، ہر ڈیپارٹمنٹ میں اپنے elected members پر lack of confidence کیوں show کیا ہے۔ پہلے سے موجود قانون میں انسپکٹر سسٹم تھا اس میں check and balance کرنے کی بجائے اچانک یہ لکھا جاتا ہے اور law لایا جاتا ہے کہ ایک سپیشل اتھارٹی، ایک سپیشل کمیشن اور ان میں ایسے لوگ شامل ہیں جو بیورو کریسی سے ہیں، ایگزیکٹو سے ہیں صرف وہی ہمیں control کر سکتے ہیں اور اس میں سے political will کو نکال دیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس ایک جملے میں existing وزیر خوراک، اس اسمبلی اور districts level پر قائم شدہ فوڈ کی checking Food Department کے departments پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ کیا یہ اچھا ہے کہ آپ نے پورے پنجاب کو ایک ایگزیکٹو کے حوالے کر دیا ہے؟ یہ بابو سسٹم اور یہ اتھارٹیز صرف اور صرف ایگزیکٹو کے نیچے اس لئے دی جا رہی ہیں کہ چار بجے کے بعد والا الیکشن تو بابوؤں اور ایگزیکٹوز نے ہی کرانا ہے اور اگر وہ خوش ہوں گے تو (ن) لیگ اگلا الیکشن جیت لے گی۔ ایسا نہیں ہوگا۔ صرف اس وقت ہی یہ الیکشن جیتا جاتا ہے جب لوگ بھی حکومت پر confidence کریں۔ آپ لوگوں اور منتخب نمائندوں سے چھین کر ایک ایسی اتھارٹی بنانا چاہتے ہیں جو صرف بابو چلائیں گے۔

جناب سپیکر! اس میں کوئی ہرج نہیں کہ بابو یہ سارا function کریں لیکن اس میں ایک بہت بڑا جرم ہے کہ آپ political will چھین رہے ہیں اور سارے کے سارے set up میں کہیں بھی کسی ایم پی اے، کسی ناظم یا کسی لوکل گورنمنٹ کا ذکر نہیں ہے اور آپ ان کے حوالے کرتے چلے جا رہے ہیں، کرتے چلے جا رہے ہیں چاہے زکوٰۃ ڈیپارٹمنٹ ہے، چاہے ہیلتھ یا فوڈ ڈیپارٹمنٹ ہے، آپ نے آج صبح ہی فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے لئے کھربوں روپے کا بجٹ پاس کیا ہے اور پھر اس میں سے سیاستدانوں کو نکال کر پھینک دیا۔ میں آج دعویٰ سے کہتی ہوں کہ لاہور کے جتنے بھی تاجران ہیں آپ کی حکومت کو ان کی بہت بڑی support ہے لیکن آپ ان کے ساتھ کیا انصاف کر رہے ہیں؟ اس میں جو دس لاکھ سے onward جرمانوں کا ذکر ہے جو صرف ایک بابو جا کر فوڈ کی بڑی بڑی ساری منڈیوں میں کرے گا، یہ کہیں کا بھی انصاف نہیں ہے۔ ہر بات پر check and balance ضروری ہے لیکن ہم جو بھی document اٹھائیں گے اس میں گورنمنٹ اپنے ہاتھ سے commit کر رہی ہے۔۔۔

(اذانِ ظہر)

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! سوچنے کا مقام اس وقت آتا ہے جب حکومت اور یہ اسمبلی خود ایک ایسا بل لاتی ہے جس میں یہ اپنے ہی اداروں پر no confidence کرتے ہیں۔ انہیں اپنے existing سیکرٹریٹ، سیکرٹریز پر بداعتمادی ہے اسی میں لکھا ہے کہ یہ departments ٹھیک سے چلے ہی نہیں ہیں، نہ تو ان کی کوئی coherent effort تھی اور نہ ہی integrated تھی۔ Integration اور coherent فوڈ منسٹر اور وزیراعلیٰ کی ذمہ داری تھی، کابینہ کی ذمہ داری تھی کہ ہم یہ کام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ ایک افسوس کا مقام ہے کہ ہاں بابو ہی بڑا اچھا کام کر لیں گے، ڈی سی او یہ کام کر لیں گے، اتھارٹیز کے لئے آفیسرز یا انسپکٹرز یہ کام کر لیں گے لیکن کابینہ، منسٹر اور existing جتنے بھی سیکرٹریٹ ہیں وہ incoherent ہیں وہ disintegrated ہیں اور ان میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ adulteration of food کو بالکل نہیں روک سکے۔ افسوس کی بات یہ بھی ہے کہ اس میں جو سزائیں اور اسے check کرنے کے لئے جو فوڈ اتھارٹی کو powers دی گئی ہیں ان کا ایک ایک لفظ دوبارہ revise ہونے والا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! ذرا ایک منٹ تشریف رکھیں۔ باہر Clerks' Association کا ایک جلوس آیا ہوا ہے۔ مجھے ابھی بتایا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے ٹریفک بھی block ہو چکی ہے۔ میں ملک ندیم کامران، اللہ رکھا صاحب، آصف منظور موہل صاحب، اور ڈوگر صاحب سے کہتا ہوں کہ آپ حضرات باہر جائیں، Clerks' Association کے نمائندوں سے بات کریں اور پھر اس بارے میں ایوان کو apprise کریں۔ جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں عرض کر رہی تھی کہ Caluse-13 کے تحت ایک Food Safety Officer کو superman بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ وہ کھانے کا sample لے گا، وہ کھانا ضبط کر سکے گا، apparatus or utensil اٹھا کر لے جائے گا، premises کو seal کرے گا، وہ prepared, preserved, packaged and stored food کو examine کرے گا اور وہ اس کی packaging, storing, preservation and distribution کو بھی دیکھے گا یعنی سارے کام یہ ایک آفیسر خود ہی کر لے گا۔ وہ خود ہی اس کھانے کو کھول لے گا، وہ اس کی books بھی examine کر لے گا، وہ شناختی کارڈ چیک کر لے گا، وہ Business Registration Certificate بھی دیکھ لے گا اور لائسنس بھی چیک کرے گا۔ اسی طرح یہی Food Safety Officer اس food کی

seal, mark, weigh, count or measure بھی دیکھے گا اور اس کے ساتھ کچھ vehicles کو seize بھی کر سکے گا۔اس کے بعد اگر اس کی بات نہ مانی جائے گی تو پھر پانچ لاکھ روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید کی سزا ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! یہ check and balance جب anybody کو دے دیا گیا تو پھر یہ Bill وہیں کا وہیں reject ہو جانا چاہئے تھا۔خوراک کی across the border سمگلنگ،مارکیٹوں میں uncontrolled rates کو روکنے کا یہ قطعاً کوئی طریقہ نہیں۔ میں اس چیز پر انتہائی emphasis کرتی ہوں کہ وہ کون لوگ ہیں جو وزیر اعلیٰ کو ایک stereo type Checking Officer بنانا چاہتے ہیں اور پورے inspection system پر پانی پھیر رہے ہیں۔آپ چاہے کسی محکمہ کو دیکھ لیں ہر جگہ کرپشن مافیا بیٹھا ہوا ہے۔اس Bill کی وجہ سے رشوت ستانی کا ایک نیا راستہ کھل جائے گا اس لئے میں اس ایوان میں انتہائی اعتماد کے ساتھ اس سارے Bill کو from word one to word last reject کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! یہ کیا طریقہ ہے اور وہ شخص کون ہے جس نے پچھلے چار سالوں سے وزیر اعلیٰ کو mislead کرتے ہوئے ان حالات تک پہنچایا ہے؟ اس Bill کے پاس ہونے سے تباہی ہو گی کیونکہ اس Bill میں لوگوں کا بھلا نہیں ہے۔یہاں ہر کسی نے قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ آج عوام کو اس حکومت پر قطعاً کسی قسم کا کوئی اعتماد نہیں ہے۔ حکومت آج یہ Bill لے کر آئی ہے اس چیز کا اقرار کرتے ہوئے، لکھ کر دیتے ہوئے کہ ہمارا check and balance کا سسٹم، ہمارے وزیر اور وزارتیں incoherent and ineligible ہیں تو پھر انہوں نے لوگوں کی کھانے پینے کی اشیاء پر کیا کنٹرول کرنا ہے؟

جناب سپیکر! اس Food Authority کو یقیناً حکومت کی وزارتوں کے تحت کام کرنا چاہئے اور اس میں improvement ہونی چاہئے مگر ان وزیروں اور وزارتوں پر اعتماد ہو تو پھر ہی یہ ہو سکتا ہے۔اگر وزیر اعلیٰ اور اس کی کابینہ اسی طرح چلتے رہے تو یقیناً اگلے الیکشن میں شکست ہو گی کیونکہ اس میں کوئی popularity نہیں ہے۔ حکومت کا اس وقت اپنے اداروں پر کوئی کنٹرول نہیں ہے اسی لئے میں اس پورے Bill کو totally from line one to last revise کرنے کی appeal کروں گی اور آپ سے کہوں گی کہ یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ مکھی پہ مکھی مار کر کام چلایا جائے۔ پہلے مکھی پہ مکھی مار کر

ہیلتھ کمیشن اور زکوٰۃ کمیشن بنا دیا گیا اور اب مکھی پہ مکھی مار کر Food Authority بنا رہے ہیں۔ یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور اس کے اثرات چند ہی مہینوں میں اس حکومت کے سامنے آ جائیں گے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ Bill مجلس قائمہ کے زیر غور رہا ہے اور مجلس قائمہ کو اس ایوان کا مکمل mandate حاصل ہے۔ مجلس قائمہ میں اس پر سیر حاصل گفتگو اور غور بھی ہوا ہے۔ یہ ایک new concept ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس سے عوام کو food commodities کے بارے میں بہتر چیزیں اور quality میسر ہو سکے گی۔

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved and the question is:

> "That the Punjab Food Safety and Standards Authority Bill 2011 as recommended by the Standing Committee on Food, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 30th July 2011."

(The motion was lost.)

MR DEPUTY SPEAKER: Second amendment is from Ch Zahir-ud-Din Khan, Ch Aamar Sultan Cheema, Sardar Muhammad Yousaf Khan Leghari, Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, Ch Moonis Elahi, Mr Muhammad Shafiq Khan, Mr Khurram Nawab, Malik Iqbal Ahmed Langriyal, Mr Khalid Javed Asghar Ghural, Col (Retd) Muhammad Abbas Chaudhary, Mr Munawar Hussain Munj, Mr Muhammad Yar Hiraj,. Mr Tahir Iqbal Chaudhary, Mian Shafi Muhammad, Sardar Aamir Talal Gopang, Dr Muhammad Afzal, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Dr Samia Amjad, Mrs. Seemal Kamran, Mrs Amna Ulfat, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Dr Faiza Asghar, Mrs Samina Khawar Hayat, Mrs Embesat Hamid, Ms Zobia Rubab Malik, Mrs Qamar Aamir Ch, Ms Humaira Awais Shahid and Engineer Shahzad Elahi. Any mover other than the one who has already moved, may move it.

MRS QAMAR AAMIR CHAUDHARY: I move:

"That the Punjab Food Safety and Standards Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Food, be referred to a Select Committee consisting of the following members with the instructions to report thereon by 30th July 2011:-

1. Raja Riaz Ahmad, MPA/LOP
2. Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA
3. Ch. Aamar Sultan Cheema, MPA
4. Engineer Shahzad Elahi, MPA
5. Muhammad Yar Hiraj, MPA
6. Ms Zobia Rubab Malik, MPA
7. Mrs. Ghazala Saad Rafique, MPA
8. Ch. Sarfraz Afzal, MPA
9. Ms. Amna Ulfat, MPA
10. Ch. Shaukat Mahmood Basra(Advocate), MPA"

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is

"That the Punjab Food Safety and Standards Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Food, be referred to a Select Committee consisting of the following members with the instructions to report thereon by 30th July 2011."

1. Raja Riaz Ahmad, MPA/LOP
2 Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA
3. Ch. Aamar Sultan Cheema, MPA
4. Engineer Shahzad Elahi, MPA
5. Muhammad Yar Hiraj, MPA
6. Ms Zobia Rubab Malik, MPA
7. Mrs. Ghazala Saad Rafique, MPA

8. Ch. Sarfraz Afzal, MPA
9. MS. Amna Ulfat, MPA
10. Ch. Shaukat Mahmood Basra(Advocate), MPA

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan)**:** I oppose it.

محترمہ قمر عامر چودھری: جناب سپیکر! جب یہ Bill مجلس قائمہ میں گیا تو اس وقت پیپلز پارٹی کے لوگ حکومت میں تھے اور اب وہ حزب اختلاف میں شامل ہو گئے ہیں تو definitely ان کی سوچ تبدیل ہو گئی ہے لہذا میری یہ درخواست ہے کہ اس Bill پر دوبارہ غور کیا جائے اور اس Bill کو Select Committee میں بھجوایا جائے تاکہ اس پر اچھے طریقے سے غور و فکر ہو سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں وزیر قانون سے یہ بھی پوچھنا چاہوں گی کہ مجلس قائمہ کی اس Bill کے حوالے سے کل کتنی meetings ہوئی ہیں؟ وزیر قانون صاحب مجھے ذرا اس مجلس قائمہ کی رپورٹ کی تفصیلات بتا دیں تاکہ بات واضح ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ وزیر قانون صاحب! محترمہ نے مجلس قائمہ کی meetings کی رپورٹ کے بارے میں پوچھا ہے اور دوسرا انہوں نے یہ پوچھا ہے کہ اس Bill کے حوالے سے مجلس قائمہ کی کتنی sittings ہوئی ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجلس قائمہ کی رپورٹ lay ہوئی ہے تو پھر اس کے بعد ہی یہ Bill for consideration and passage اس ایوان میں پیش ہوا ہے۔ اس حوالے سے Select Committee بنانے کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کیونکہ Standing Committee بھی اسی معزز ایوان کے معزز ممبران پر مشتمل ہے اور اس نے اس Bill کے بارے میں اپنی رپورٹ دے دی ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is

> "That the Punjab Food Safety and Standards Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Food, be referred to a Select Committee consisting of

the following members with the instructions to report thereon by 30th July 2011:-

1. Raja Riaz Ahmad, MPA/LOP
2. Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA
3. Ch. Aamar Sultan Cheema, MPA
4. Engineer Shahzad Elahi, MPA
5. Muhammad Yar Hiraj, MPA
6. Ms Zobia Rubab Malik, MPA
7. Mrs. Ghazala Saad Rafique, MPA
8. Ch. Sarfraz Afzal, MPA
9. MS. Amna Ulfat, MPA
10. Ch. Shaukat Mahmood Basra(Advocate), MPA"

(The motion was lost.)

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the motion moved and the question is:

"That the Punjab Food Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Food, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ ہم rest of the amendments withdraw کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو اس کی amendments ہیں؟ We move it without amendments.

CH ZAHIR-UD-DIN KAHN: You can move it without amendments.

MR DEPUTY SPEAKER: Thank you.

CLAUSE-2

MR DEPUTY SPEAKER: Second reading starts. We take up the Bill Clause by Clause. Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-3

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-4

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill"

(The motion was carried.)

CLAUSE-5

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

”That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill.)

(The motion was carried.)

CLAUSE-6

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-7

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill"

(The motion was carried.)

CLAUSE-8

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-9

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-10

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 10 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 10 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-11

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 11 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-12

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 12 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 12 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-13

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 13 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 13 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-14

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 14 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 14 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-15

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 15 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 15 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

کورم کی نشاندہی

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ایوان میں کورم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کورم کی نشاندہی کی گئی ہے، گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی) کورم پورا نہیں ہے۔ پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

جی، کورم پورا ہے، کارروائی کا دوبارہ آغاز کیا جاتا ہے۔

مسودہ قانون فوڈ اتھارٹی پنجاب مصدرہ 2011

(---جاری)

CLAUSE-16

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 16 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-17

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 17 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 17 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-18

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 18 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 18 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-19

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 19 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 19 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-20

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 20 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 20 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-21

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 21 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 21 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-22

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 22 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 22 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-23

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 23 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 23 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 24

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 24 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 24 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 25

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 25 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 25 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 26

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 26 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

“That Clause 26 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 27

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 27 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 27 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 28

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 28 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 28 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 29

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 29 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 29 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 30

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 30 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 30 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 31

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 31 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 31 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 32

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 32 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 32 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 33

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 33 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 33 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 34

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 34 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 34 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 35

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 35 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 35 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 36

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 36 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 36 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 37

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 37 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 37 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 38

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 38 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 38 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 39

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 39 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 39 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 40

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 40 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 40 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 41

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 41 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 41 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 42

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 42 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 42 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 43

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 43 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 43 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 44

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 44 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 44 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 45

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 45 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 45 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 46

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 46 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 46 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 47

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 47 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 47 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 48

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 48 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 48 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 49

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 49 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 49 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 50

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 50 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 50 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 51

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 51 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 51 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 52

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 52 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 52 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 53

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 53 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 53 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 54

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 54 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 54 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 55

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 55 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 55 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 56

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 56 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 56 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 57

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 57 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 57 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 58

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 58 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 58 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 59

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 59 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 59 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 2

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Sir, I move:

"That the Punjab Food Authority Bill 2011, be passed."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Food Authority Bill 2011, be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Food Authority Bill 2011, be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

MR DEPUTY SPEAKER: Now, we take up the Lahore Ring Road Authority Bill 2011. First reading starts. Minister for Law!

مسودہ قانون لاہور رنگ روڈ اتھارٹی مصدرہ 2011

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Sir, I move:

> "That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Communication and Works, be taken into consideration at once."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Communication and Works, be taken into consideration at once."

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ اس میں جو amendments دی گئی ہیں وہ ساری زائد المیعاد ہیں۔ میری چودھری ظہیر الدین صاحب سے بات ہوئی ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ ہم اس میں دو amendments take up کر لیتے ہیں اور بقایا withdraw کر لیتے ہیں۔ جن دو amendments کے متعلق چودھری ظہیر الدین صاحب کہتے ہیں اُن کو take up کر لیا جائے اور باقیوں کو rule out کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ دو amendments پر ہمارے ممبران اپنے خیالات کا اظہار کر لیتے ہیں باقی ہم withdraw کرتے ہیں۔

MR DEPUTY SPEAKER: There are four amendments in this motion. The first amendment is from Ch. Zahir-ud-Din Khan, Ch. Aamar Sultan Cheema, Sardar Muhammad Yousaf Khan Leghari, Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, Mr. Muhammad Shafiq Khan, Mr. Khurram Nawab, Malik Iqbal Ahmed Langriyal, Mr. Khalid Javed Asghar Ghural, Col. (Retd.) Muhammad Abbas Chaudhary, Mr. Munawar Hussain Munj, Mr. Muhammad Yar Hiraj, Mr. Tahir Iqbal

Chaudhary, Mian Shafi Muhammad, Sardar Aamir Talal Gopang, Dr. Muhammad Afzal, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Dr. Samia Amjad, Mrs. Amna Ulfat, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Mrs. Seemal Kamran, Mrs. Khadija Umar, Syeda Majida Zaidi, Dr. Faiza Asghar, Mrs. Samina Khawar Hayat, Mrs. Embesat Hamid, Ms. Zobia Rubab Malik, Mrs Qamar Aamir Chaudhary, Ms. Humaira Awais Shahid and Engineer Shahzad Elahi. Any mover may move it.

DR SAMIA AMJAD: Sir, I move:

> "That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Communications and Works, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 30th July 2011."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Communications and Works, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 30th July 2011."

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Sir, I oppose.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر!

بعد مدت اسے دیکھا لوگو وہ ذرا بھی نہ بدلا لوگو
دوست تو خیر کون کس کا ہے اُس نے دشمن بھی نہ جانا لوگو
رات وہ دَرد میرے دل میں اٹھا صبح تک چین نہ آیا لوگو
پیاس صحراؤں کی پھر تیز ہوئی اَبر پھر ٹوٹ کے برسا لوگو

جناب سپیکر!اس شعر میں میری بات اور فلسفہ پنہاں ہے۔اگر صحراؤں کی پیاس کو اِس شدت سے ہی تیز کرتے رہنا ہے تو پھر ابر ہی ہے جب وہ اللہ کی رحمت سے ٹوٹ کر برسے گا تو برسے گا۔آج کا سورج تو اس قدر گرم ہے کہ جو تھوڑی بہت fertility تھی وہ بھی پاش پاش اور ریزہ ریزہ ہو کر لوگوں کی امیدوں کو ایک صحرا بنا کر رہ گئی ہے۔

جناب سپیکر!آج یہاں پر لاہور رِنگ روڈ اتھارٹی کو قائم کرنے کی بات ہو رہی ہے۔آپ جانتے ہیں کہ لاہور رِنگ روڈ کے لئے 2004 میں محکمہ مواصلات و تعمیرات نے ایک project بنایا تھا اور لاہور کی بڑھتی ہوئی آبادی اور ٹریفک کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک project تیار کیا گیا تھا۔اس میں ایک Northern loop کی طرف رِنگ روڈ کا ایک circle تھا اور دوسرا Southern loop تھا۔Northern loop میں گلشن راوی، فیروزپور روڈ، سگیاں پُل، نیازی چوک، محمود بوٹی، لکھو ڈیر، ہر بنس پورہ، محفوظ شہید گیریژن، ایئرپورٹ کے سامنے والی جگہ، ڈی ایچ اے فیز 8 اور اسی طرح Sui Gas Society was divided in seventeen packages. 44۔ارب روپے کی لاگت سے انتہائی محنت سے اس رِنگ روڈ کے نقشے پر 2004 میں ایک project شروع کر دیا گیا جو 2007 میں موجودہ حکومت میں take up ہوا جس میں انہوں نے اپنے حساب سے کچھ تبدیلیاں لاتے ہوئے improve کیا۔میں یہاں پر وضاحت سے کہنا چاہتی ہوں کہ میں سیاست سیاست نہیں کھیلوں گی بلکہ یہ کہوں گی کہ انہوں نے اپنی نیت سے improve کیا اور اس project کو آگے لے کر چلے۔یہ 44۔ارب روپیہ تو ختم ہو گیا اور اس بجٹ میں 38۔ارب روپے کا ذکر ہے جو انہوں نے roads کی construction کے لئے رکھا ہے۔مختلف اور بھی سڑکیں ہیں مگر اس بجٹ میں سے مزید پیسے بھی اس project میں ڈالے گئے ہیں۔over all اتنی رقم کے بعد آج پھر وہی بات ہوئی جسے آپ اس اتھارٹی کے objects and reasons کو پڑھیں جس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ:

> Keeping in view the current financial scenario prevailing in the country, it may not be possible to complete the Ring Road i.e. construction of Southern loop out of our sources. On the other hand, the basic purpose of the Ring Road cannot be achieved until or unless the Ring Road is not completed. Similarly operation and maintenance of the completed portion is a big task which cannot be handled through ordinary municipal facilities available

with the City District Government or with the Communication & Works Department.

جناب سپیکر! یہ short handedness اور ارادہ جو انہوں نے اس میں واضح کر دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ Northern والی آدھی سڑک ہم نے بنا لی ہے لیکن Southern part ہم اُس وقت تک نہیں بنائیں گے جب تک ہمیں مزید پیسے نہیں ملتے۔ بتایا جائے کہ یہ پیسے کہاں سے ملیں گے کیونکہ انہوں نے foreign aid تو لینی نہیں ہے اس لئے دیکھنا ہو گا کہ یہ resources کہاں سے ہوں گے؟ اس کے علاوہ اس تمام رِنگ روڈ کی اتھارٹی کو لاہور رِنگ روڈ اتھارٹی کے ماتحت لانے کا یہ Bill سامنے آیا ہے۔ اس میں یہ بھی provide کیا گیا ہے کہ and other roads of Punjab, it will extend into Punjab at once. یعنی لاہور رِنگ روڈ اتھارٹی صرف لاہور رِنگ روڈ کو نہیں بلکہ پورے پنجاب کی تمام رِنگ روڈز جیسے بجٹ میں دیا گیا ہے کہ راولپنڈی رِنگ روڈ، فیصل آباد رِنگ روڈ اور مزید جتنی بھی رِنگ روڈز اور extensions ہوں گی اُن کو لاہور رِنگ روڈ اتھارٹی ہی کنٹرول کرے گی۔ میں یہ کہتی ہوں کہ اس کا نام ہی پنجاب رِنگ روڈ اتھارٹی رکھ دیجئے۔ جہاں نیت اور بہتر functioning پر کسی کو شک نہیں وہاں پر کافی سارے ایسے loopholes ہیں جن کو اگر سیاست سے بالاتر رکھ کر صرف executive اور functional پر لایا جائے تو اس میں improvement کی کافی ساری گنجائش ہے۔ بعد میں بھی maintenance and repair کے under specification اس میں موجود ہونی چاہئے کہ one line budgets, one line authorities اور Bill کو ایک دم rule کر کے پورے پنجاب کو اِس اتھارٹی کے under کرنے کی نیت ہے تو اِس کو دوبارہ پڑھنے کی یقیناً ضرورت ہے، اس پر discussion کرنے اور اِس کو circulate کرنے کی ضرورت ہے تاکہ سب لوگ پڑھیں اور پورا پنجاب aware ہو اور فیصل آباد کو بھی پتا چلے کہ کہاں سے overpass گزرنا ہے اور کہاں سے underpass گزرنا ہے؟ میں اس دعا کے ساتھ صرف یہ کہوں گی کہ ہر حکومت اس کی continuity میں رکاوٹ نہ لائے۔ اگر یہ پراجیکٹ 2004 میں شروع ہوا اور آج 2011 میں مکمل ہوتا ہے تو پھر بھی ہمیں خوشی ہو گی لیکن جب آپ اتھارٹی کو float کرتے ہیں تو یاد رکھیں کہ اِن سڑکوں اور اسی رِنگ روڈ پر اربوں کھربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور آگے بھی ہونے ہیں۔ میں آپ کو اس تقریر کی وساطت سے یہ emphasize کرنا چاہتی ہوں کہ اگر آپ نے اس Bill کی domain اتنی

بڑی کر دی ہے کہ آدھا کام کرنے کے بعد جلد نکلنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں تو بہتر ہو گا کہ اِس کو reviseکر لیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جہاں تک لاہور رنگ روڈ کے نام کے حوالے سے اعتراض کی بات ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ لاہور پاکستان کا دل اور پنجاب کا تاج ہے اور ایسے ہی خوامخواہ لوگوں کو لاہور سے کوئی مخاصمت سی ہوئی ہوئی ہے۔ اگر لاہور ہائیکورٹ پورے پنجاب کا ہائیکورٹ ہو سکتا ہے تو اگر رنگ روڈ کے ساتھ لاہور کا نام ہو گا تو اس سے otherwiseمعنی نہیں لئے جا سکتے۔ باقی سٹینڈنگ کمیٹی ایک competent forumہے جہاں اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ غور ہوا ہے اور furtherاس کی تشہیر کرنے سے وقت کے ضیاع کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is:

> "That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Communication and Works, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 30th of July 2011.

(The motion was lost.)

MR DEPUTY SPEAKER: The second amendment is from Lt. Col (Retd) Muhammad Shabbir Awan, Raja Tariq Kiani, Mr. Shahan Malik, Malik Khurram Ali Khan, Rana Munawar Hussain, Major (Retd) Abdul Rehman Rana, Rai Muhammad Shahjahan Khan, Mr. Qasim Zia, Dr. Assad Muazzam, Syed Hassan Murtaza, Haji Muhammad Ishaq, Mrs. Neelam Jabbar Chaudhary, Mr. Qaiser Iqbal Sindhu, Mr. Tanvir Ashraf Kaira, Mr. Tariq Mehmood Sahi, Mr. Asif Bashir Bhagat, Mr. Zulfiqar Ali Gondal, Mr. Tariq Mehmood Alloana, Mr. Shahjahan Ahmad Bhatti, Rai Muhammad Aslam Khan, Mr. Amjad Ali Mayo, Mrs. Rubina Shaheen Wattoo, Mr. Muhammad Ashraf Khan Sohna, Syed Nazim Hussain Shah, Ahmad Hussain Deharr, Malik Muhammad Abbas Raan,

Dr. Muhammad Akhtar Malik, Mr. Ahmad Mujtaba Gillani, Mr Muhammad. Shafiq Arain, Mr. Muhammad Hafeez Akhtar Chaudhary, Mr. Shahrukh Malik, Mr. Muhammad Tariq Amin Hotiana, Mian Muhammad Ali Laleka, Chaudhary, Mr. Shaukat Mehmood Basra(Advocate), Col. (Retd) Naveed Iqbal Sajid, Mian Muhammad Aslam (Advocate), Makhdoom Muhammad Irtaza, Engineer Javed Akbar Dhilloon, Mr. Javed Hassan Gujjar, Syed Abdul Qadir Gillani, Mrs. Nargis Faiz Malik, Mrs. Najmi Saleem, Mrs. Fouzia Behram, Mrs. Sajida Mir, Mrs. Nargis Parveen Awan, Mrs. Safina Saima Khar, Dr. Amna Buttar, Mrs, Azma Zahid Bukhari, Mrs. Faiza Ahmad Malik, Miss Samina Naveed (Advocate) and Mr Pervez Rafique.

Since this amendment is substantially identical to the amendment which has been lost therefore same is inadmissible under rules 106 Clause (b) and 198 Sub Clause 4 and it is ruled out of order.

The third amendment is from…

چودھری صاحب!اسے take up کرنا ہے؟

چودھری ظہیر الدین خان: جی، ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اچھا ٹھیک ہے۔ چودھری ظہیر الدین خان، ڈاکٹر محمد افضل، چودھری عامر سلطان چیمہ، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، سردار محمد یوسف خان لغاری، ڈاکٹر سامیہ امجد، جناب محمد محسن خان لغاری، محترمہ آمنہ الفت، جناب محمد شفیق خان، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، جناب خرم نواب، محترمہ سیمل کامران، ملک اقبال احمد لنگڑیال، محترمہ خدیجہ عمر، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، سیدہ ماجدہ زیدی، کرنل(ر) محمد عباس چودھری، ڈاکٹر فائزہ اصغر ، جناب منور حسین منج، محترمہ ثمینہ خاور حیات، جناب محمد یار ہراج، جناب طاہر اقبال چودھری، محترمہ زوبیہ رباب ملک، میاں شفیع محمد، محترمہ قمر عامر چودھری، سردار عامر طلال گوپانگ، محترمہ حمیرا اویس شاہد اور انجینئر شہزاد الٰہی Any mover may move it

MRS KHADIJA UMAR: I move:

"That Lahore Ring Road Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on

Communication and Works, be referred to a Select Committee consisting of the following members with instructions to report thereon by 30th of July 2011:-

1. Raja Riaz Ahmad, MPA/LOP
2. Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA
3. Ch. Aamar Sultan Cheema, MPA
4. Engineer Shahzad Elahi, MPA
5. Muhammad Yar Hiraj, MPA
6. Ms Zobia Rubab Malik, MPA
7. Mrs. Ghazala Saad Rafique, MPA
8. Ch. Sarfraz Afzal, MPA
9. Ms. Amna Ulfat, MPA
10. Ch. Shaukat Mahmood Basra(Advocate), MPA"

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

"That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Communication and Works, be referred to a Select Committee consisting of the following members with instructions to report thereon by 30th of July 2011:-

1. Raja Riaz Ahmad, MPA/LOP
2. Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA
3. Ch. Aamar Sultan Cheema, MPA
4. Engineer Shahzad Elahi, MPA
5. Muhammad Yar Hiraj, MPA
6. Ms Zobia Rubab Malik, MPA
7. Mrs. Ghazala Saad Rafique, MPA
8. Ch. Sarfraz Afzal, MPA
9. Ms. Amna Ulfat, MPA
10. Ch. Shaukat Mahmood Basra(Advocate), MPA"

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: (Rana Sana Ullah Khan): I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کون بات کریں گے؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! اس اتھارٹی کے قیام کی ضرورت اور اس کے فوائد و نقصانات پر سیر حاصل بحث کی ضرورت ہے کیونکہ یہ دیکھنا پڑے گا کہ آپ ایک سڑک کے لئے پورا ایک محکمہ بنا رہے ہیں جس پر اتنے اخراجات کر رہے ہیں۔ میں یہاں پر یہ پوچھنا چاہوں گی کہ کیا اسے محکمہ ہائی وے کے سپرد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہائی وے کی صورت میں آپ کے پاس پورا ایک نظام ہے جس کے تحت یہ سڑک بھی بنائی جا سکتی ہے۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ رنگ روڈ کے اندر ہم سفید ہاتھی پال رہے ہیں جس سے عوام پر بڑا بوجھ پڑے گا اس لئے کمیٹی کے اندر جو لوگ ہیں وہ اس پر غور کریں اور اس کی رپورٹ ایوان میں پیش کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس حوالے سے Select Committee کا کہا گیا ہے اور معزز ممبران کے نام دیئے گئے ہیں سٹینڈنگ کمیٹی میں بھی اسی معزز ایوان کے معزز ارکان ہیں اور یہ کمیٹی اسی محکمہ سے متعلق تھی جس نے اس پر اچھی طرح غور و خوض کر کے بل کو clear کیا ہے اس لئے اس پر further کسی Select Committee کا بنانا وقت کے ضیاع کے علاوہ کچھ نہیں ہو گا۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is:

> "That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Communication and Works, be referred to a Select Committee consisting of the following members with instructions to report thereon by 30th of July 2011:-
>
> 1. Raja Riaz Ahmad, MPA/LOP
> 2. Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA
> 3. Ch. Aamar Sultan Cheema, MPA

4. Engineer Shahzad Elahi, MPA
5. Muhammad Yar Hiraj, MPA
6. Ms Zobia Rubab Malik, MPA
7. Mrs. Ghazala Saad Rafique, MPA
8. Ch. Sarfraz Afzal, MPA
9. Ms. Amna Ulfat, MPA
10. Ch. Shaukat Mahmood Basra(Advocate), MPA"

(The motion was lost.)

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! چوتھی ترمیم آپ نے پہلے ہی واپس لے لی ہے؟

چودھری ظہیر الدین خان: جی، اسے ہم نے withdraw کر لیا ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the motion moved and the question is:

"That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, as recommended by the Standing Committee on Communication and Works, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

CLAUSE-3

MR DEPUTY SPEAKER: Second reading starts. We take up the Bill Clause by Clause: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-4

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-5

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-6

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-7

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment, in it, the question is:

"That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-8

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-9

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-10

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 10 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 10 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-11

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 11 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-12

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 12 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment, in it, the question is:

"That Clause 12 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-13

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 13 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment, in it, the question is:

"That Clause 13 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-14

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 14 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 14 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-15

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 15 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 15 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-16

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 16 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-17

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 17 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 17 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-18

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 18 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 18 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-19

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 19 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 19 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-20

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 20 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 20 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-21

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 21 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 21 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-22

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 22 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 22 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-23

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 23 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 23 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-24

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 24 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 24 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-25

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 25 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 25 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-26

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 26 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 26 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-27

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 27 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 27 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-28

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 28 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 28 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-29

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 29 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 29 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-30

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 30 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 30 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-31

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 31 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 31 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-32

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 32 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 32 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-33

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 33 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 33 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-34

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 34 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 34 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-35

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 35 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 35 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-36

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 36 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 36 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-37

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 37 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 37 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-38

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 38 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 38 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-39

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 39 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 39 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-40

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 40 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 40 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-41

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 41 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 41 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-42

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 42 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 42 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

FIRST SCHEDULE

MR DEPUTY SPEAKER: Now, First Schedule of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That First Schedule of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

SECOND SCHEDULE

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Second Schedule of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Second Schedule of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-2

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker! I move:

"That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, be passed."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

"That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Lahore Ring Road Authority Bill 2011, be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اتنی speed سے پڑھنے پر آپ کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتی ہوں ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے fast forward press کیا ہوا ہے۔ میں بہت اہم بات یہ کرنا چاہتی ہوں کہ آج اس ایوان میں جس طرح سے گورنمنٹ بزنس آگیا ہے، اسی session کے شروع میں قائمہ کمیٹیوں کے بارے میں میری ایک Privilege Motion تھی جس کو سپیکر صاحب نے dispose of کر دیا تھا اور مجھے یہ جواب دیا گیا تھا کہ اس کی رپورٹ آچکی ہے۔ اگر اس کی رپورٹ ایوان میں پیش نہیں کی جائے گی تو میں پھر اس کو دوبارہ سے pursue کر سکتی ہوں۔ اتنے دن گزر گئے ہیں اور آج تو بجٹ والا بھی سارا سسٹم ختم ہو گیا ہے۔ اگر یہاں پر گورنمنٹ کا بزنس آسکتا ہے تو کمیٹیوں کی وہ رپورٹ جو اس معزز ایوان کا privilege ہے ان کو یہاں پر lay کیوں نہیں کیا گیا؟ حکومت اور لاء منسٹر کی جانب سے جو assurance دی گئی تھی آج خود ہی اُس کی نفی کر کے اس معزز ایوان کا ایک دفعہ پھر استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔ صرف بیوروکریسی کو protect کرنے کے لئے، اپنے محکموں کو بچانے کے لئے جس طرح سے اس معزز ایوان کا تمسخر اڑایا جاتا ہے میں اس پر احتجاج کرتی ہوں اور میں اپنا احتجاج ریکارڈ کراتے ہوئے لاء منسٹر صاحب سے time barred لینا چاہتی ہوں۔ وہ مجھے بتا دیں کہ وہ رپورٹ کتنے دن کے اندر ایوان میں آجائے گی؟ otherwise میں اپنا حق محفوظ رکھتی ہوں کہ میں دوبارہ تحریک استحقاق move کروں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل لاء منسٹر صاحب اس پر reply کریں گے۔ جی، گجر صاحب! آپ کچھ بات کرنا چاہ رہے تھے۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں گزارش کروں گا کہ جو میں بات کرنے والا ہوں اس میں کوئی سیاسی تنقید ہے اور نہ ہی کسی پر کیچڑ اچھالنے کا کوئی میرا ارادہ ہے لیکن میں ایک ایسے واقعہ پر آپ کی وساطت سے تمام معزز ممبران کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا جو پنجاب میں ہو رہا ہے۔ میں یہ بھی چاہوں گا کہ ہمارا یہ پورے کا پورا ایوان اس بات کی تائید کرے جو بات میں کرنے والا ہوں تو آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ اور وزیر قانون صاحب سے درخواست کریں کہ پنجاب میں جو قانون کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں اور قانون کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اس کا سختی سے نوٹس لیں۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقے، ہمارے پنجاب یا ہمارے فیصل آباد یا ہماری پوری سوسائٹی میں سب سے اہم role ایجوکیشن کا ہے خواہ وہ پرائمری، سیکنڈری، انٹرمیڈیٹ یا یونیورسٹی level کا ہو۔ اگر یونیورسٹیوں میں کوئی لاقانونیت ہو رہی ہے تو اس کا نوٹس لینا ہمارا فرض اور حق ہے اور ہمیں اس کا نوٹس لینا چاہئے۔ پورے ایک سال سے ایک ایسی یونیورسٹی میں لاقانونیت ہو رہی ہے، ایک ایسی یونیورسٹی میں طالبعلموں پر سختی ہو رہی ہے، طالبعلموں کو باہر نکالا جا رہا ہے جو یونیورسٹی international level پر ہمارا مان ہے اور پروفیشنل یونیورسٹی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ جس پروفیشنل ایجوکیشن یونیورسٹی میں اس طرح کا سلسلہ ہو وہاں پر professional students کیا تعلیم حاصل کریں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: کون سی یونیورسٹی؟

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! میں ابھی بتاتا ہوں کیونکہ میں نے پہلے بتا دیا تو شور مچ جائے گا اس لئے میں یہ چاہوں گا کہ اس وائس چانسلر کے خلاف فوری action لیا جائے اور اس وائس چانسلر کو Show Cause Notice دے کر اس کو چیف منسٹر صاحب کے سامنے پیش کریں جس نے 165 طالبعلموں کو at a time نکالا۔ چودھری عبدالغفور صاحب آپ جذباتی ہو جاتے ہیں اور یہ سننے والی بات ہے کہ ایک پروفیسر جو کہ ان کی مخالف برادری سے تعلق رکھتا ہے اس کو پروموشن نہ دینے کی غرض سے باقی دوسرے پروفیسر کو بھی نکال دیا گیا تاکہ اس کو پروموشن نہ مل سکے۔ اس میں جو کرپشن کی گئی ہے Voice of Pakistan کے نام سے ایک Website ہے 165 طالبعلم جن کو انہوں نے نکالا اس کی website پر لسٹ موجود ہے اور آپ دیکھ سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اب نام بھی لے لیں۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! وہ ایگریکلچر یونیورسٹی فیصل آباد ہے اور ڈاکٹر رانا اقرار صاحب اس کے وائس چانسلر ہیں۔ اس حوالے سے میں کہوں گا کہ پچھلے دنوں Express News اور پریس میں یہ دکھایا گیا کہ اس یونیورسٹی کے ہاسٹل وارڈن پر الزامات لگے ہیں کہ انہوں نے لیڈیز کے معاملے میں کرپشن کی ہے وہ بھی indirectly وائس چانسلر پر آتی تھی لیکن وائس چانسلر ڈاکٹر اقرار خان نے اس کو بھی cover کر دیا اور اس کے علاوہ بھی اس کے خلاف بہت سے کرپشن کے الزامات ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ میری بات سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ بات ایک ایجنڈے کے تحت ہو رہی ہے اور یہ قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد ہے۔ انہوں نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے ان واقعات کی باقاعدہ appropriate level پر انکوائری ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل بے بنیاد بات ہے اور انہیں ایوان میں کرتے وقت بھی اسے دیکھنا اور سوچنا چاہئے تھا۔ ایگریکلچر یونیورسٹی دنیا کی بہترین یونیورسٹی ہے اور پچھلے تین سالوں میں آپ اس کی upgrading دیکھیں کہ وہ کہاں سے کہاں گئی ہے؟ وہاں پر لوگوں کو بہترین تعلیم دی جاتی ہے اور وہاں کے کچھ عناصر کے متعلق شکایت موصول ہوئی ہے اور اس مسئلہ کو sort out کر دیا گیا ہے۔ اب یہ رام کہانی بالکل ایک پراپیگنڈا ہے جو کہ لوگ مذموم مقاصد کے تحت کر رہے ہیں اگر محترم گجر صاحب کو کوئی شکایت ہے تو یہ لکھ کر لائیں۔ ان کے ایک ایک پوائنٹ کا with facts and figures جواب دیا جائے گا اور یہ اس طرح سے پوائنٹ آف آرڈر پر کرنے والی بات نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ایک منٹ تشریف رکھیں جب انہوں نے آپ کو یہ کہہ دیا ہے کہ آپ لکھ کر لائیں تو آپ کے ہر پوائنٹ کا جواب دیا جائے گا۔

(اس مرحلہ پر معزز حزب اختلاف کے ممبران کھڑے ہو کر احتجاج کرنے لگے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! کتنے شرم کی بات ہے کہ یہ لوگ خود اپنے عزیزوں کے پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر یہاں پر یہ بات کر رہے ہیں اور مجھے یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ ان کا عزیز ہے لیکن جب وہ ایگریکلچر یونیورسٹی کا وائس چانسلر select ہوا تو اس وقت ہماری گورنمنٹ نہیں تھی۔ یہ لوگ ریکارڈ کو دیکھ لیں اور یہ facts and figures سے بات کریں جب میں نے یہ بات کی ہے کہ آپ ایک ایک چیز لکھ کر لائیں تو جب اس کا آپ کو جواب دیا جائے گا تو آپ خود اپنے پراپیگنڈا پر شرم محسوس کریں گے۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! باہر جلوس کے حوالے سے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی تو اس کا ابھی تک کچھ پتا نہیں۔۔۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ملک صاحب!

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! آپ نے ہماری ایک کمیٹی بنائی تھی باہر اپیکا کے لوگوں کا جلوس آیا ہوا تھا تو اس سلسلے میں، میں نے بھی رانا صاحب سے بات کی تھی تو انہوں نے ایک کمیٹی بنائی تھی جس میں ہمارے اریگیشن کے منسٹر جناب ملک احمد علی اولکھ صاحب اور ایجوکیشن منسٹر صاحب تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ گیا تھا اور ان کے ساتھ ان کی meeting بھی کروا دی تھی تو وہ معاملہ طے ہو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے بہت ضروری دو باتیں کرنی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ادھر سے تو آپ ایک کہہ رہی تھی۔ چلیں! بات کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! مجھے تو کافی عرصہ سے پوائنٹ آف آرڈر بھی نہیں ملتا اور چپ کا روزہ رکھوا دیا گیا ہے۔ آپ بے شک گزشتہ کارروائی نکال کر دیکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں! آپ بات کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! مجھے تو بولنے ہی نہیں دیا گیا اور میں ڈرتے ڈرتے عرض کر رہی ہوں کہ آپ کو برا بھی نہ لگے اور میرا مقصد بھی حل ہو جائے۔

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اٹھارہویں ترمیم کے تحت وزارتیں صوبوں کو منتقل ہو رہی ہیں جس میں Women Ministry کے under آنے والے Crisis Centres بھی صوبوں کو منتقل کئے جا رہے ہیں۔ میری humble request ہے کہ اگر وزیر قانون صاحب متوجہ ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! ذرا آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہیں آپ ان کی بات سنیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میری humble request ہے کہ ہم ان Crisis Centres کا دارالامان سے موازنہ نہیں کر سکتے۔ لاہور کے پہلے Crisis Centre کی میں چیئرپرسن تھی اور ہم نے اسے بڑے ہی اچھے انداز سے بنایا تھا۔ جس میں ان کو legal aid, medical aid، ان کی counseling، ان کا temporary stay اور اس کے علاوہ ان کو ان کے گھر والوں کے ساتھ بٹھا کر ان کے معاملات طے کروانا اور ہم ان کے لئے بڑی محنت کرتے تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ خواتین کا حق ہے کہ ایک عورت جب گھر سے نکال دی جاتی ہے اور اس کے بعد کوئی گھر نہیں بچتا جہاں پر وہ رات پناہ لے سکے اس کے ساتھ میں ایک اور بات بھی کرنا چاہتی ہوں کہ اس وقت گورنمنٹ نے آشیانہ سکیم بھی بنائی ہے اور لوگوں کو مکان دینے کی بات ہو رہی ہے۔ میری اس حوالے سے پھر humble request ہے، میں مانتی ہوں کہ بہت ساری کچی آبادیوں میں لوگوں کے پاس مالکانہ حقوق نہیں ہوں گے ایسی ہی ایک آبادی جیون ہانہ میں بھی ہے اور وہاں پر ایل ڈی اے اس کو مسمار کر رہا ہے اور اس کی plea کیا لی گئی ہے کہ ان کے آگے جو سڑک ہے اس کو چوڑا کیا جا رہا ہے۔ میری استدعا یہ ہے کہ اس وقت ان کی عورتیں اور بچے سڑک پر بیٹھے ہوئے ہیں، میں کل تصویریں بھی لے کر آئی تھی اور میں آپ کو دکھانا چاہتی تھی کہ وہاں پر اس وقت بجلی ہے پانی ہے اور نہ ہی گیس ہے اور ان میں بیمار عورتیں اور بزرگ ہیں۔ ان کے گھر گرا دیئے گئے ہیں جبکہ وہ وہاں پر 110 سال سے رہائش پذیر تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اس کو دیکھ لیتے ہیں۔

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب والا! آخر میں بسلسلہ نصیحت ایک شعر عرض ہے:

خیالِ حلقہ زنجیر سے عدالت کھینچ
عذاب بارِ نفس ہے تو پھر ندامت کھینچ

ہوائے حرص و ہوس سے نکل کر دیکھ ذرا
ضمیرِ رشتہ احساس سے ملامت کھینچ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی،رانا صاحب!

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: شکریہ۔جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب کو دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ایک تو پرسوں دِن دہاڑے دوپہر دو بجے میرے حلقہ میں سلانوالی شہر آتا ہے وہاں پر ایک زرگر حاجی غلام رسول صاحب کا قتل ہوا ہے۔دن دہاڑے وہاں پر ڈاکو آئے ہیں انہوں نے 80لاکھ روپے کے ان سے زیورات چھینے ہیں اور ایک بزرگ آدمی کو وہاں پر قتل کر دیا ہے۔ان کی دکان سے ملحقہ تھانہ ہے اس کے باوجود ابھی تک پولیس کی طرف سے کوئی پیشرفت نہیں ہوئی ہے۔ میری آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ گزارش ہے کہ وزیر قانون اور وزیراعلیٰ اس کا فوری طور پر نوٹس لیں اور ان قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔ میرے حلقہ کے لوگوں میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑی ہوئی ہے،لوگ اس سلسلے میں پریشان ہیں کیونکہ آئے دن وہاں پر ڈکیتیاں ہو رہی ہیں۔

آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے میری دوسری گزارش یہ ہے کہ محکمہ معدنیات کا revenueکم از کم 2۔ارب روپے حکومت پنجاب کو سرگودھا سے وصول ہوتا ہے اور وہاں پر وقتاً فوقتاً explosiveجو کہ controlled explosiveہے وہاں کے DCOکی وساطت سے magazines کو سپلائی کیا جاتا ہے اور وہ معدنیات کے ٹھیکیداروں کو دیتے ہیں جو کہ پچھلے کئی مہینوں سے بند ہے۔اس کی وجہ سے وہاں کی crushing industryبند ہو رہی ہے اور پہاڑوں کے مزدور بے روزگار ہو رہے ہیں۔ میری پنجاب حکومت سے یہ گزارش ہے کہ فوری طور پر وہاں پر explosiveشروع کرایا جائے اور DCOسرگودھا کو ہدایت جاری کی جائے کہ وہ explosive controlکو فوری طور پر ensure کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی،چودھری عبدالغفور صاحب!

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب سپیکر! میرے پوائنٹ آف آرڈر کا جواب نہیں آیا۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی آپ کو موقع دیا جاتا ہے۔

وزیر خوراک(چودھری عبدالغفور):بہت شکریہ۔جناب سپیکر!سب سے پہلے تو میں آپ کو appreciateکرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جس طرح سے ایوان کو conductکیا، جس طرح سے آپBusiness چلا رہے ہیں اورparticularly Law Ministerکی جس طرح سے performanceہے میں اس کو بھی appreciateکرنا چاہتاہوں۔اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کرنا چاہتاہوں کہ اس وقت پاکستان کی جو فضا بنی ہوئی ہے، جس طرح سے سازشوں نے اس ملک کو گھیرا ہوا ہے،اغیار نے پنجے جمائے ہوئے ہیں، سازشی لوگ اسلام کےagainstاور ہمارے ملک پاکستان کے against ہیں۔پوری دنیا میں دیکھیں اگر کہیں بھی خون بہایا جارہا ہے تو صرف مسلمان کا خون بہایا جا رہاہےI think this is the proper time کہ ہم اپنے اداروں کو مضبوط کرنے کی بات کریں اورsometimeجب کہیں سے یہ بات نکلتی ہے، خود تو یہ لوگ گند اورcorruptionمیں involvedہوں بلکہ corruptionکی فیکٹریاں بنی ہوئی ہیں جیسے یہ ملک بنا ہی صرف اِن کے لئے تھا اور پھر اداروں پر ایک ایسی بات ہوتی ہے،ایک تہمت لگائی جاتی ہے اور کبھی کسی ادارے کے ساتھ بیٹھ کر دوسرے پر کیچڑ اُچھالا جاتا ہے،as a political workerمیں on the floorیہ کہنا چاہتا ہوں کہ فوج اور یہ ادارہ ہمارے ملک کا ایک معتبر ادارہ ہے،اس ملک کی ایجنسیاں ہمارے ملک کی معتبر ایجنسیاں ہیں۔ ہم نے جو بات کی ہے یا میری قیادت کی طرف سے جو بات آئی ہے۔ہم نے ان جنرلوں کے بارے میں بات کی ہے جنہوں نے اس ملک کے آئین اور قانون کو توڑ کر اس ملک کے اندر ایک عذاب کھڑا کیا، جنہوں نے اس ملک کے اندر suicide attacks، bomb blastsاورdrone attacksکوintroduceکرایا۔ ہمیں اپنے اداروں سے،اپنے جنرلوں سے محبت ہے لیکن ہمیں نفرت ہے ان جنرلوں سے جو کبھی پرویز مشرف کی صورت میں، کبھی یحییٰ خان اور ایوب خان کی صورت میں اس ملک میںgunpointپر قابض ہوتے ہیں۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: کبھی جنرل جیلانی کی صورت میں۔۔۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: کبھی ضیاء الحق کی صورت میں۔۔۔

وزیر خوراک(چودھری عبدالغفور): جی، میں نام لیتا ہوں اس کا بھی، ہمیں محبت ہے اپنے اداروں سے، میں کہتا ہوں کہ وہ جنرل جنہوں نے آئین توڑا، جس طرح میرے قائد نے کہا کہ ان کے ہاتھ توڑنے کی بجائے آئین کے آرٹیکل 6 کے تحت انہیں پھانسی ہونی چاہئے۔ ہمیں آج پاکستان کے اندر اچھے

فوجی اور اچھا ادارہ چاہئے۔ ہمیں میجر شبیر شریف (شہید) کی ضرورت ہے، میجر عزیز بھٹی (شہید) کی ضرورت ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: کبھی ضیاء الحق کی ضرورت ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! ہم ان اداروں سے پیار کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کا فوج کے ساتھ ان کا جو conduct رہا، جو behaviour رہا آج وہ لوگ بڑے سگے بنتے ہیں کہ ہمیں محبت ہے اپنے ان اداروں سے۔ ہمیں نفرت ہے ان جنرلوں سے کہ جن کے ساتھ بیٹھ کر کوئی سازش کرتا ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ آج کے اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس کل بروز جمعۃ المبارک مورخہ 24۔جون 2011 صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ کل سپلیمنٹری بجٹ پر بحث ہو گی جو معزز ممبران اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنا نام سیکرٹری اسمبلی کو بھجوا دیں۔ پچھلی لسٹ میں سے جن کے نام رہ گئے تھے ان کو کل priority دی جائے گی۔ بہت شکریہ

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

(جمعتہ المبارک 24، سوموار 27، منگل 28۔جون،
جمعتہ المبارک 22۔جولائی، جمعرات 11۔اگست 2011)
(یوم الجمع 21، یوم الاثنین 24، یوم الثلاثہ 25۔رجب المرجب
یوم الجمع 9۔شعبان المعظم، یوم الخمیس 10۔رمضان المبارک 1432ھ)

پندرھویں اسمبلی: ستائیسواں، اٹھائیسواں اور انتیسواں اجلاس

جلد 27 (حصہ سوئم): شمارہ جات : 11 تا 13،

جلد 28 اور جلد 29

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

مندرجات

ستائیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک، 24۔جون 2011

جلد 27: شمارہ 11

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1۔	ایجنڈا	932
2۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	934
3۔	نعت رسول مقبول ﷺ	935

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
4۔	ضمنی بحث بابت سال 11-2010 پر عام بحث ------------	936
	رپورٹیں (میعاد میں توسیع)	
5۔	قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ------------	963
6۔	نشان زدہ سوال نمبر 3217 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ------------	964
7۔	تحریک التوائے کار نمبر 11 اور 117 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ------------	965
8۔	نشان زدہ سوال نمبر 3204 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ------------	965
9۔	ضمنی بحث بابت سال 11-2010 پر عام بحث (---جاری) ------------	966
	سوموار، 27۔جون 2011	
	جلد 27: شمارہ 12	
10۔	ایجنڈا ------------	993
11۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ ------------	995
12۔	نعت رسول مقبول ﷺ ------------	996
	پوائنٹ آف آرڈر	
13۔	ملتان میں بھتہ مافیا اور قبضہ گروپ کے خلاف مقدمہ درج کرنے پر متعلقہ ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کا معطل کیا جانا ------------	997
	تحاریک استحقاق	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
14۔	ایس ایچ او تھانہ منڈی فیض آباد کا معزز ممبر کے ساتھ تضحیک آمیز روّیہ (۔۔۔جاری) -----------	1007
15۔	ایس ایچ او تھانہ ستوکتلہ لاہور کا اپوزیشن کی ممبر ہونے کے ناتے معزز خاتون ممبر سے نامناسب روّیہ -----------	1013
	سرکاری کارروائی	
	بجٹ	
16۔	ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پر عام بحث (۔۔۔جاری) -----------	1014
	رولنگ	
17۔	جاری ترقیاتی سکیموں کو موجودہ بجٹ میں شامل نہ کرنے کے بارے میں پوائنٹ آف آرڈر پر جناب ڈپٹی سپیکر کی رولنگ -----------	1030
	رپورٹ (میعاد میں توسیع)	
18۔	پرائیویٹ سکولوں میں فیس کی ادائیگی کے حوالے سے معاملے پر غور کے بارے میں خصوصی کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع-----------	1060
19۔	ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پر عام بحث (۔۔۔جاری) -----------	1061
	منگل،28۔جون2011	
	جلد 27: شمارہ 13	
20۔	ایجنڈا -----------	1069
21۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ -----------	1077
22۔	نعت رسول مقبول ﷺ -----------	1078
	پوائنٹ آف آرڈر	
23۔	ضلع سرگودھا میں control explosive نہ ہونے سے پتھر کی کرشنگ کا کام بند ہونے سے ہزاروں مزدور بے روزگار ہونے کا خدشہ-----------	1079
24۔	ٹی ایچ کیو ہسپتال کلر سیداں میں ادویات کی عدم دستیابی -----------	1082

تحاریک التوائے کار

25۔ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال سرگودھا کے بالمقابل پیڈسٹرین برج
کی تعمیر میں تاخیر سے عوام کو مشکلات کا سامنا(۔۔۔جاری) ------------ 1083

26۔ منڈی مویشیاں شیر شاہ ٹاؤن (ملتان) کی آمدنی میں حکومت
کو کروڑوں روپے کے خسارے کا سامنا(۔۔۔جاری) ------------ 1084

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
27۔	پی ایچ اے کی طرف سے زمین کی لیز میں متعلقہ قوانین کی خلاف ورزی(۔۔۔جاری)	1085
28۔	سرگنگارام ہسپتال لاہور میں مفت ٹیسٹوں کی سہولت کو ختم کرنا	1085
29۔	وفاق سے صوبہ کو منتقل ہونے والا محکمہ نیشنل کمیشن فار ہیومن ڈویلپمنٹ کے ملازمین کو تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے پریشانی کا سامنا	1087
30۔	معزز ممبران اسمبلی کی درخواست ہائے رخصت	1089
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
31۔	ضمنی مطالبات زر بابت سال 11-2010 پر بحث اور رائے شماری	1100
32۔	منظور شدہ اخراجات بابت سال 11-2010 کا ضمنی گوشوارہ ایوان کی میز پر رکھا جانا	1156
33۔	اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ	1156
	اٹھائیسواں اجلاس	
	جمعتہ المبارک، 22۔جولائی 2011	
	جلد 28	
34۔	اجلاس کی طلبی کا اعلامیہ	1158
35۔	ایجنڈا	1160

36۔	ایوان کے عہدے دار	1162
37۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	1166
38۔	نعت رسول مقبولﷺ	1167
39۔	چیئرمینوں کا پینل	1168
	پوائنٹ آف آرڈر	
40۔	جناب سپیکر سے معزز ممبر کے پروڈکشن آرڈر جاری کرنے کا مطالبہ	1168

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سوالات (محکمہ سکولز ایجوکیشن)	
41۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	1178
42۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	1199
	پوائنٹ آف آرڈر	
43۔	ضلع منڈی بہاؤالدین میں (ن) لیگ کا کوئی بھی ایم این اے اور ایم پی اے نہ جیتنے کی وجہ سے اسے سالانہ ترقیاتی منصوبوں سے محروم کرنا	1221
44۔	سوسائٹی کی رقم دوسرے اکاؤنٹ میں منتقل کرنے پر ہونے والی انکوائری سے متعلق ایوان کی کمیٹی بنانے کا مطالبہ	1229
45۔	کورم کی نشاندہی	1233
46۔	اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ	1234

انتیسواں اجلاس

جمعرات،11۔اگست2011

جلد 29

47۔	اجلاس کی طلبی کا اعلامیہ	1236
48۔	ایجنڈا	1238
49۔	ایوان کے عہدے دار	1240

50۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	1244 ------------
51۔	نعت رسول مقبولﷺ	1245 ------------
52۔	چیئرمینوں کا پینل	1246 ------------
	پوائنٹ آف آرڈر	
53۔	جنوبی پنجاب کو الگ صوبہ بنانے کے حوالے سے قرارداد کو	
	out of turnایوان میں پیش کرنے کا مطالبہ	1247 ------------

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سوالات(محکمہ صحت)	
54۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	1262 ------------
	پوائنٹ آف آرڈر	
55۔	جنوبی پنجاب کو الگ صوبہ بنانے کے حوالے سے قرارداد کو	
	out of turnایوان میں پیش کرنے کا مطالبہ (۔۔۔جاری)	1296 ------------
56۔	اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ	1299 ------------
57۔	انڈکس	

932

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 24۔ جون 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پر عام بحث

934

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک،24۔جون 2011

(یوم الجمع،21۔رجب المرجب 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 22 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا۟
وَإِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ ٱلَّذِينَ أُخْرِجُوا۟ مِن دِيَٰرِهِم
حَقٍّ إِلَّآ أَن يَقُولُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعْضَهُم
بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَٰمِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَٰتٌ وَمَسَٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا
ٱسْمُ ٱللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِىٌّ
عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟
ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا۟ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَٰقِبَةُ
ٱلْأُمُورِ ﴿٤١﴾

سُوۡرَۃُ الحَجّ 39 تا 41

جن مسلمانوں سے (خوامخواہ) لڑائی کی جاتی ہے اُن کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (اُن کی مدد کرے گا وہ) یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے (39) یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے گرجے) اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت ساذکر کیا جاتا

ہے ویران ہو چکی ہوتیں اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے۔بے شک اللہ توانا (اور) غالب ہے (40) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم اُن کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے (41)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسولِ مقبول ﷺ الحاج اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسولِ مقبول ﷺ

ہم سُوئے حشر چلیں گے شہِ ابرار کے ساتھ
قافلہ ہو گا رواں قافلہ سالار کے ساتھ
یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر دَر و دِیوار کے ساتھ
رہ گئے منزلِ سدرہ پہ پہنچ کر جبریل
چل نہیں سکتا فرشتہ تیری رَفتار کے ساتھ
پُل سے مجھ سا بھی گنہگار گزر جائے گا
ہو گی سرکار کی رَحمت جو گنہگار کے ساتھ

سرکاری کارروائی

بحث

ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پر عام بحث

جناب ڈپٹی سپیکر: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آج ایک ہی تحریک استحقاق محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی تھی ان کا فون آیا تھا چونکہ آج وہ مصروف ہیں لہذا یہ تحریک استحقاق پیر تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب ہم ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پر عام بحث شروع کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ضمنی بجٹ پر بحث کے لئے دو دن مختص کئے گئے ہیں۔ آج کے دن میرے پاس اٹھائیس معزز ممبران کی فہرست موجود ہے۔ ممبران سے استدعا ہے کہ مختصر وقت میں اپنی بات کو مکمل کریں۔ یہ بات میں پہلے ہی بتا دوں کہ کوئی چٹ نہ بھیجئے گا، ہم نے یہ decide کیا ہے کہ جو معزز ممبران main budget پر تقریر کرنے سے رہ گئے تھے ان کو پہلے accommodate کیا جائے گا اس کے بعد باقی ساتھیوں کی باری آئے گی۔ ضمنی بحث کا آغاز اپوزیشن کی طرف سے چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا صاحب کریں گے۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب والا! یہ سالانہ بجٹ پر تقریر کر چکے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اپوزیشن کا right ہے، انہوں نے آج کے لئے ان کو nominate کیا ہے۔ اس کے بعد list شروع ہوگی۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! شکریہ

سنا تھا جشن ہوگا اور گھر گھر روشنی ہوگی
نہیں معلوم یہ تقریب کب تک ملتوی ہوگی
تقاضا وقت کا اقبال کیا ہے میں سمجھتا ہوں
میں اپنے ہونٹ سی تو لوں مگر یہ خودکشی ہوگی

ہمارے قائد ایوان کے نام ایک شعر ہے کہ:

یہ بے مقصد سفر اب ختم ہو جاتا تو اچھا تھا
نہ تم سے راہبری ہوگی نہ ہم سے پیروی ہوگی

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! بنیادی طور پر کسی بھی اچھی ریاست یا کسی بھی اچھی حکومت کے لئے پانچ یا سات فیصد تک maximum اضافہ اور وہ بھی justifiable ہو اس کی ضمنی بجٹ میں اجازت دیتا ہے۔ ایک ایک لائن، ایک ایک لفظ کی justification موجود ہو کہ ان مجبوریوں کی وجہ سے حکومت نے منظوری لئے بغیر یہ بجٹ پیش کیا ہے اور یہ روایت ہونی چاہئے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ موجودہ حکومت کے ساتھ ساتھ گزشتہ تیس سالوں تک بھی اگر نظر دوڑائیں تو ضمنی بجٹ کے اندر اسی قسم کی irregularities ہوتی رہی ہیں لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہ کوئی justification نہیں ہونی چاہئے کہ چودھری پرویز الہیٰ صاحب کے دور میں ایسا تھا، میاں محمد نواز شریف صاحب کے دور میں ایسا تھا، غلام حیدر وائیں صاحب کے دور میں ایسا تھا یا محمد حنیف رامے صاحب کے دور میں ایسا تھا اس لئے ایک بُری روایت کو اتنے سالوں تک زندہ رکھا جائے جس طرح پینسٹھ سالوں بعد legislative authorities کو، انتخابی اداروں کو اٹھارہویں ترمیم کے ذریعے، انیسویں ترمیم کے ذریعے مضبوط کیا گیا ہے اور provincial autonomy کو ensure کیا گیا ہے میری اس سلسلے میں رائے یہ ہے کہ صوبائی حکومتوں کو اپنے finances کو Financial Rules کے پابند کرنے کی تگ و دو کی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر! 87۔ارب 43 کروڑ 7 لاکھ اور 60 ہزار روپے کا یہ ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے اور اس کے اندر 20۔ارب روپیہ جو کہ میں سمجھتا ہوں genuine ہے اور اسے واقعتاً ضمنی بجٹ میں آنا چاہئے۔ جہاں unexpected سیلاب آئے وہاں پر relief, betterment of irrigation, roads and bridges کے لئے جو پیسا unforeseen expenditure میں آتا ہے، جو پہلے سے مختص نہیں تھا وہ استعمال کیا گیا وہ genuine ہے اس کو پاس کیا جانا چاہئے لیکن 87۔ارب روپے میں سے 67۔ارب روپے کی رقوم rules کو violate کر کے قوانین اور ضوابط کو توڑ کر یہاں پر خرچ کی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! بجٹ کی 4 Punjab Financial Rules Book No. جسے Punjab Budget Manual کے نام سے یاد کیا جاتا ہے انہوں نے ضمنی بجٹ کی definition کرتے ہوئے بیس لفظ لکھے ہیں۔ میں صرف ان بیس لفظوں کی تشریح کرکے اجازت چاہوں گا کہ یہ book کہتی ہے کہ سپلیمنٹری بجٹ پر in principle object کیا جانا چاہئے اس کو روایت نہیں بنانا چاہئے۔ پھر یہاں پر یہ کہا گیا کہ supplementary budget bad estimation of the finances of the provinces. ہے، پھر یہاں پر یہ کہا گیا کہ improvident administration of

finances in the province کبھی بھی اس کو بہتری کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ جو proper management of provincial finances ہے اس کے اندر سب سے بڑی impair انہوں نے ضمنی بجٹ کو قرار دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ضمنی بجٹ کن کن circumstances کے اندر، کن کن حالات کے اندر پیش کیا جا سکتا ہے، منظوری کے بغیر پیسا تب خرچ کیا جا سکتا ہے جب ان demands کی special reasons موجود ہوں، unavoidable circumstances ہوں، unforeseen circumstances ہوں اور sudden needs arise کر دی جائیں، کوئی sudden demands آ جائیں یا unexpected demands آ جائیں یا کوئی urgent needs پیدا ہو جائیں، سیلاب زدگان کے لئے relief تو urgent needs ہو سکتی ہے، irrigation کی maintenance تو urgent needs ہو سکتی ہے، پلوں اور سڑکوں کا ٹوٹ جانا بھی urgent needs ہو سکتا ہے لیکن آج یہ آپ کی supplementary book ہمارا منہ چڑا رہی ہے کہ پنشن کی مد کے اندر 7۔ارب 80 کروڑ روپے کیسے unforeseen ہو سکتا ہے؟ گزشتہ بجٹ پیش کرتے وقت 7۔ارب 80 کروڑ روپے کی پنشن کی جو مد ہے اس کی ایک، ایک لائن کی تشریح کی جانی چاہئے تھی۔ اگر آپ یہ کریں کہ receipt کی betterment کر کے 114۔ارب روپے کی بجائے 180۔ارب روپے کر لیں تو rules یہ کہتے ہیں کہ پھر بھی ان 70۔ارب روپوں کو ضمنی بجٹ میں utilize نہیں کر سکتے۔

Betterment in receipts is neither a sufficient ground nor a justification for the supplementary grant.

یہاں یہ کہا گیا ہے کہ جب آپ منظوری کے بغیر کوئی پیسا خرچ کرنا چاہتے ہیں تو اس بات کی وضاحت کریں کہ اگر وہ پیسا خرچ نہ کیا جائے تو حکومت کو بڑی serious قسم کی inconvenience پیش آئے گی یا کوئی serious قسم کا loss آنے کی توقع ہے یا کوئی serious قسم کا damage آنے کا تصور ہے۔ اگر یہ تین چیزیں serious inconvenience, serious loss or serious damage ہونے کی توقع نہ ہو تو کوئی رقم supplementary کے طور پر استعمال نہیں کی جا سکتی۔

جناب سپیکر! Fundamentally supplementary budget is objectionable اور اس بجٹ کو استعمال کرنے سے پہلے administrative department جو اپنی proposal فنانس ڈیپارٹمنٹ کو put کرتا ہے اس کو وضاحت کرنی چاہئے each and every line and every word کی justification دینا انتہائی ضروری ہے یا پھر supplementary grant وہاں

استعمال کی جا سکتی ہے جب کوئی court of law کوئی state یا کوئی اتھارٹی حکومت کو کوئی fine کرتی ہے یا حکومت کو ادائیگی کے لئے کہتی ہے تو ایسی رقم کو ضمنی گرانٹ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ایسی urgent necessary سامنے آ جائے جس کو نہ کرنے کی وجہ سے سٹیٹ کو زیادہ loss ہونے کا خطرہ ہو وہاں پر ضمنی گرانٹ استعمال کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر! receipts کی وصولی کے لئے، محصولات کو بہتر کرنے کے لئے اگر ضمنی گرانٹ کے طور پر کچھ رقوم رکھی جانا ضروری ہوں کہ اگر یہ رقوم supplementary کے طور پر استعمال نہ کی جائیں تو محصولات میں 10 یا 12۔ارب روپے کی کمی ہونے کا خطرہ ہو تو ان محصولات کو بچانے کے لئے حکومت اتنی رقم کو supplementary کے طور پر لگا سکتی ہے لیکن بات پھر وہی ہے کہ ایڈمنسٹریٹو ڈیپارٹمنٹ سے وہ ضمنی گرانٹ پراونشل فنانس ڈیپارٹمنٹ کو جانے سے پہلے اس کی پوری justification سامنے آ جانی چاہئے۔صوبائی اسمبلی fully authorized ہے کہ جب آپ ضمنی گرانٹ کے طور پر کوئی رقم مقرر کریں تو جو earliest session ہے اس میں وہ ضمنی گرانٹ پیش کر کے پاس کروائی جانی ضروری ہے۔جیسے اگست نومبر میں سیلاب آیا تو انہوں نے ریلیف کے اندر اریگیشن کینال سسٹم کی betterment کے لئے، roads and bridges کو بہتر کرنے کے لئے جو رقم خرچ کی ہے اس رقم کو نومبر، دسمبر اور جنوری کے سیشن میں پاس کروایا جانا ضروری تھا لیکن انہوں نے یہ کیا کہ گزشتہ سال جون کے اندر جو بجٹ پاس ہوا اس کے بعد جولائی میں انہوں نے supplementary grants کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔اگر انہوں نے ایسے کرنا تھا تو پھر جون میں اسمبلی سے منظوری لے لیتے۔اس کے باوجود اگر انہوں نے کر دیا ہے تو According to rules and regulation اگست اور ستمبر کے اجلاس میں ان کی منظوری لینا انتہائی ضروری تھا۔

جناب سپیکر! میں دو باتوں کی طرف توجہ دلا کر اجازت چاہوں گا کہ budget rules, budget manual میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر ہے کہ approved schemes کے against ضمنی بجٹ دیا جا سکتا ہے لیکن نئی سکیموں کے against ضمنی بجٹ نہیں دیا جا سکتا۔آج وزیر خزانہ کو کلمہ چوک کے overhead bridge کی وضاحت کرنا ہو گی کہ انہوں نے Chapter 15 کے rule 3 کی violation کیوں کی ہے کہ ایک ایسی سکیم جو گزشتہ بجٹ میں پاس نہیں کی گئی تھی اس کو ضمنی بجٹ میں پیسے دے کر شروع کروا دیا گیا اور rules یہ ہیں کہ Re-appropriation should not be made except for approved scheme میں یہاں یہ وضاحت

کرنا چاہتا ہوں کہ Irrigation and Reclamation کے 3۔ارب 46 کروڑ روپے کا ایک حصہ سیلاب کی وجہ سے استعمال کیا گیا جس میں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ایک حصہ جو منظوری کے بغیر عام نہروں کی بہتری کے لئے استعمال کیا گیا یہ بجٹ پیش کرتے وقت اس کی منظوری کیوں نہ لی گئی؟ ریلیف کے لئے 7۔ارب 22 کروڑ روپے genuine ہے، rules کے مطابق ہے اور rules اس کی اجازت دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! کمیونیکیشن کے لئے ایک ارب 83 کروڑ روپیہ ہے اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں چونکہ یہ بھی فلڈ کی وجہ سے ہے لیکن پنشن کے جو 7۔ارب 80 کروڑ روپے ہیں وزیر خزانہ کو اس کی وضاحت کرنی چاہئے۔انہوں نے اس کے علاوہ دو heads پیش کئے ہیں، ایک miscellaneous department کے لئے 19 کروڑ روپے اور دیگر total governance کی miscellaneous کے لئے 42 کروڑ روپے ہیں۔یہ بہت بڑی amount ہے لہذا وزیر خزانہ کو اس طرف توجہ دینی چاہئے اور اگر ملک کی بہتری کے لئے ریسرچ کے ادارے کو supplementary کے طور پر کچھ دینا پڑے تو ٹھیک ہے لیکن ہماری حکومت کا یہ حال ہے کہ زراعت کی improvement and research کے لئے صرف 68 لاکھ روپے دے رہے ہیں یعنی ریسرچ کے لئے تو 68 لاکھ روپے ہیں اور باقی جہاں بھی ہے وہ figure اربوں روپے میں ہے۔میں ایک اور وضاحت چاہوں گا کہ وزیر خزانہ اس کی وضاحت کریں کہ floating debt discharge جو گندم کی sale کے معاملے میں 61۔ارب 29 کروڑ روپیہ debt واپس کرنے کے لئے خرچ کیا ہے اس کی وضاحت کی جائے کہ کیا ہماری حکومت کو یہ پتا نہیں تھا کہ گندم کی فصل آنے والی ہے، کیا اس چیز کا پتا نہیں تھا کہ ہم نے گندم کی فصل خریدنی بھی ہے یا اس بات کا پتا نہیں تھا کہ ہم نے اسے واپس بھی کرنا ہے اگر ان ساری چیزوں کا پتا تھا تو اس کو بجٹ کے اندر reflect کیوں نہیں کیا گیا؟ اگر اتنی بڑی رقم کو بجٹ کے اندر reflect کر دیتے تو اس چیز سے بچا جا سکتا تھا۔

جناب سپیکر! interest on debt and other obligations کے اندر 31 کروڑ کی رقم ہے اور administration of justice کے لئے 17 کروڑ روپے announce کئے گئے ہیں۔گزشتہ سال administration of justice کے لئے 17 کروڑ ضمنی گرانٹ کے طور پر استعمال کیا ہے اور اگلے سال کے لئے expect کر رہے ہیں کہ ہمیں اس مد کے اندر ایک روپیہ بھی نہیں چاہئے اور میں نے یہ بات بجٹ پر عام بحث کے دوران بھی کی تھی۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔چونکہ openingاپوزیشن نے کرنی ہوتی ہے اس کے بعد اب تمام ممبران کے لئے پانچ منٹ کا ٹائم ہے۔سید ناظم حسین شاہ صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔سردار قیصر عباس خان مگسی صاحب!

لیفٹیننٹ کرنل(ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔جو پہلے بات نہیں کر سکے اب ان کا ٹائم ہے انہیں بات کرنے دیں۔

لیفٹیننٹ کرنل(ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! بہت ضروری بات ہے اور ایوان سے متعلق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پلیز! کرنل صاحب! آپ کو پتا ہے کہ میں accommodate کرتا ہوں۔اس میں بھی House کا interest ہے کہ میں معزز ممبران کی بات کرالوں۔

لیفٹیننٹ کرنل(ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! پہلے تو آپ نے ایک ماسٹر بٹھا دیا اور ابھی دو حوالدار میجر باہر کھڑے کئے ہوئے ہیں کہ کوئی اندر آئے اور نہ باہر جائے۔آپ لوگوں نے اس House کو کتنا نیچے کرنا ہے اور آپ نے پارلیمنٹیرین کو کتنا نیچے کرنا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: باہر آئے، نہ جائے کا کیا مطلب ہے؟

لیفٹیننٹ کرنل(ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! باہر دو حوالدار میجر کھڑے ہیں I would not name them you go and check them کہ جو بھی ایم پی اے نکلتا ہے وہ پوچھتے ہیں کہ آپ کدھر جا رہے ہو of course they did not ask me لیکن باقیوں کو کرتے ہیں۔ایک تو آپ نے حاضریوں کے لئے ہیڈ ماسٹر بٹھا لیا۔آپ ایم پی ایز اور پارلیمنٹیرین کو کتنا humiliate کریں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ہم اسے دیکھتے ہیں۔سردار قیصر عباس خان مگسی صاحب!

سردار قیصر عباس خان مگسی: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور رہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔بجٹ پر میرے تمام دوستوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ہمیں عوام نے اپنا نمائندہ بنا کر یہاں ایوان میں بھیجا اور اس توقع کے ساتھ بھیجا کہ ہم یہاں آ کر اپنی عوام اور ووٹروں کا، ان کے حقوق کا تحفظ کریں گے اور ان کی بہتری کے لئے اقدامات کریں گے۔میں سب

سے پہلے خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو، ان کی ٹیم کو، جناب کامران مائیکل وزیر خزانہ پنجاب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اگر ان کے ساتھ سیکرٹری فنانس اور چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کا ذکر نہ کیا جائے تو میرے خیال میں یہ ناانصافی ہو گی۔ انہوں نے شبانہ روز محنت کر کے اس بجٹ کو تیار کیا ہے۔ میرے خیال میں پنجاب کی تاریخ میں اس سے بہتر عوام دوست اور متوازن بجٹ پہلے کبھی پیش نہیں ہوا۔ اس بجٹ میں کسانوں، زمینداروں، پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں اور خواتین کے لئے بہت زیادہ رقوم مختص کی گئی ہیں۔ ہمارے وزیر اعلیٰ غریب لوگوں کے بچوں کو تعلیم دلانے کے لئے دانش سکولوں کا قیام عمل میں لائے لیکن انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ہمارے حزب اختلاف کے ساتھیوں نے اس احسن کام کو appreciate کرنے کی بجائے اس پر اعتراضات اٹھائے ہیں۔ ہمارے دوستوں نے اعتراض کیا کہ غریبوں کو روزگار مہیا کرنے کے لئے پیلی ٹیکسیاں کیوں دی جا رہی ہیں اور ہمارے دوستوں نے یہ بھی اعتراض کیا کہ نوجوانوں کی بے روزگاری ختم کرنے کے لئے رقم کیوں رکھی گئی ہے؟ انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ حزب اختلاف کے دوست ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کی عوام دوست پالیسیوں کو follow کرنے کی بجائے ان پر تنقید کر رہے ہیں۔ وفاقی حکومت نے گرین ٹریکٹر سکیم میں ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کی تقلید کی ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے جب گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی تو اس میں transparency کو ensure کیا گیا اور بلا تفریق یہ ٹریکٹر کاشت کاروں کو مہیا کئے گئے۔ اس کے برعکس جب وفاقی حکومت کی طرف سے ٹریکٹروں کی تقسیم کی گئی تو اپنے من پسند لوگوں کو نوازا گیا۔

جناب سپیکر! ہم نے فوڈ سٹیمپ پروگرام شروع کیا تو ہمارے دوستوں نے اس کی بھی تقلید کی ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ نے نوجوانوں کی بے روزگاری ختم کرنے کے لئے بہت سے پروگرام شروع کئے ہیں، بجائے اس کے کہ وفاقی حکومت بھی نوجوانوں کی بے روزگاری ختم کرنے کے لئے کوئی پروگرام شروع کرتی انہوں نے ہمارے پروگراموں کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ میاں محمد شہباز شریف کا یہی جرم ہے کہ انہوں نے نوجوانوں کی بے روزگاری ختم کرنے کے لئے اقدامات اٹھائے ہیں۔ وزیر اعلیٰ نے پیلی ٹیکسی سکیم شروع کی، نوجوانوں کو بلا سود قرضے اور زرعی گریجویٹ کو زمینیں دینے کا اعلان کیا ہے لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے دوستوں نے اس قسم کا کوئی پروگرام شروع کرنے کی بجائے ہمارے اچھے پروگراموں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

جناب سپیکر! عوام نے دیکھا ہوگا اور میرے پریس کے بھائیوں نے بھی observe کیا ہوگا کہ دانش سکولوں میں غریبوں کے بچے بھی اس طرح کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں کہ جس طرح ایک بزنس مین یا بیوروکریٹ کا بچہ ایچی سن، لاہور گرائمر سکول اور بیکن ہاؤس میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ پہلے غریب آدمی بے چارگی اور بے بسی سے دیکھتا تھا کہ اس کا ذہین اور قابل بچہ اچھے سکول میں نہیں پڑھ سکتا لیکن اب دانش سکولوں کی وجہ سے اس غریب کا بچہ بھی بیکن ہاؤس جیسی تعلیم حاصل کر سکے گا۔

جناب سپیکر! اس صوبہ میں جب سیلاب آیا تو ہمارے وزیر اعلیٰ نے سیلاب متاثرین کے لئے دن رات کام کیا، انہوں نے اپنی صحت اور نہ ہی اپنے آرام کا خیال کیا بلکہ دن رات کوشش کر کے ان سیلاب زدہ لوگوں کے لئے relief فراہم کیا۔ خصوصاً جنوبی پنجاب کے لوگوں کے لئے انہوں نے بہت محنت کی ہے۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ اس پر بھی ہمارے دوستوں نے اعتراض کیا ہے کہ وزیر اعلیٰ کے وہاں جانے سے بے جا اخراجات ہوئے ہیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کیا کوئی معزز ممبر پریس گیلری میں بیٹھ سکتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا پریس گیلری میں کوئی ممبر بیٹھے ہوئے ہیں؟

جناب عبدالوحید چودھری: جی، پریس گیلری میں کرنل صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیکرٹری صاحب! پریس گیلری میں جو بھی ممبر ہیں ان کو فوراً نیچے بلائیں اور دیکھیں کہ کون سے ممبر ہیں؟

سردار قیصر عباس خان مگسی: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اعتراض اس بات پر کیا گیا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے جنوبی پنجاب میں جو دورے کئے ہیں ان پر بے جا اخراجات آئے ہیں۔ اگر کسی ممبر صوبائی اسمبلی کے بچے پانی میں ڈوب رہے ہوں اور وہ یہاں بیٹھ کر اپنے نوکر کو حکم دے کہ میں تو ادھر مصروف ہوں اور میرے وہاں آنے پر خرچہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے میرے بچوں کو تم بچا لینا کیا ایسا ممکن ہے؟ ہمارے وزیر اعلیٰ نے پنجاب کے عوام کی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے اور کسی بھی غریب کو اگر کوئی کانٹا بھی لگتا ہے تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ وہاں خود پہنچ کر اس کے دکھوں کا مداوا کریں۔ اس پر بھی تنقید کی گئی کہ وزیر اعلیٰ جنوبی پنجاب گئے ہیں تو اس پر بے جا اخراجات آئے ہیں۔ میں آخر میں آپ کا

بے حد مشکور ہوں، وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم کو میں سلام پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کے عوام کے لئے ایک بہت بہتر اور متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مہربانی۔ جناب محمد شفیق خان صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ عارفہ خالد پرویز صاحبہ!

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آج ایک balanced budget کی تعریف کرنے کا مجھے موقع ملا ہے۔ میں سب سے پہلے آپ، کامران مائیکل صاحب اور میاں محمد شہباز شریف صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے اس مرتبہ جو بجٹ بنایا ہے اس بارے میں سب سے مشورہ کیا گیا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا ہے کہ ایم پی اے صاحبان اور کابینہ کے ممبران سے مشورہ کر کے بجٹ بنایا گیا ہے۔ اس بجٹ کی تیاری میں political لوگ شامل تھے اسی وجہ سے اس بجٹ کے اندر ایسی چیزوں کا خیال رکھا گیا جو کہ ہمارے لئے انتہائی ضروری تھیں۔

جناب سپیکر! مجھے ایک اور فخر یہ ہے کہ ہم نے string attached with foreign aid سے انکار کیا لیکن اس کے باوجود ہم نے ایک متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ سیلاب کی تباہ کاریوں اور مسائل کے باوجود ہمارا بجٹ black میں رہا اور red or deficit میں fall نہیں کیا اس لئے that is a big achievement اور اس کو appreciate کرنا صوبہ کے ہر فرد کا فرض بنتا ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے ترقیاتی کاموں کے لئے 220 billions روپے کی رقم رکھی ہے۔ اگر میں اس کو compare کروں تو صوبہ سندھ میں 161 billions روپے رکھے گئے ہیں اس لئے یہ اقدام انتہائی appreciate کرنے والا ہے۔ اسی طرح شعبہ تعلیم کے لئے ہماری حکومت نے تقریباً 68 billions روپے مختص کئے ہیں۔ 40۔ارب روپے straightaway تعلیم کے فنڈ میں رکھے گئے ہیں، 3۔ارب روپے دانش سکولوں کے لئے اور پھر TEVTA کے لئے علیحدہ رقم مختص کی گئی ہے اس طرح یہ overall، 68۔ارب روپے بنتے ہیں جو کہ شعبہ تعلیم کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ میں یہاں یہ بات کہنا چاہوں گی کہ United Nations Charter کے مطابق پاکستان کو اپنا 4 فیصد بجٹ تعلیم کے لئے spend کرنا چاہئے۔ باقی صوبے 2 فیصد تک بھی نہیں پہنچے جبکہ پنجاب 4 فیصد کے قریب قریب ہے۔ جب ہم ایسا کوئی بھی step لیتے ہیں کہ جس میں پنجاب lead کر رہا ہوتا ہے تو وہ سارے صوبے کے لئے ہوتا ہے اس لئے حزب اختلاف اور باقی سب لوگوں کو اس چیز کو appreciate کرنا چاہئے۔ ہماری حکومت نے تعلیم کو انتہائی اچھے level پر لانے کی کوشش کی ہے۔

جناب سپیکر! ہم نے کسی بھی ایسے fund سے انکار نہیں کیا کہ جس میں اس صوبے کا فائدہ ہو جیسے U.K Government یا دوسرے بہت سے ادارے ہیں جو کہ ہمارے projects کی development میں مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہم لوگوں نے Asian Development and World Bank کی کسی بھی ایسی امداد کو No نہیں کہا جو کہ ہمارے صوبہ کے فائدے میں ہے provided that there are no political strings attached with it. لیکن اور میں اس چیز کو اس وقت اپنے دل سے appreciate کرنا چاہتی ہوں۔ صوبہ پنجاب کا بجٹ basically Federal Government پر dependant ہوتا ہے یعنی انہی سے funds transfer ہوتے ہیں تو پنجاب حکومت کا بجٹ بنتا ہے لیکن اس کے باوجود ہم نے کوشش کی ہے کہ elite class, elite clubs, circus and fashion shows پر ٹیکس لگائے جائیں اس سے ہم نے Punjab Fund میں 88 بلین روپیہ increase کیا ہے، That is a big achievement اور میں سمجھتی ہوں کہ جو لوگ ہمیں سستی روٹی اور دانش سکول کا طعنہ دے رہے تھے وہ یہ دیکھیں کہ ان انقلابی سکیموں سے ہمارا بجٹ upset نہیں ہوا بلکہ ہم نے اپنی عوام کو subsidies دیں جبکہ وفاقی حکومت نے subsidies ختم کیں اس لئے ہمیں اس چیز کو definitely appreciate کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ add کرنا چاہوں گی کہ جب کسی ملک کی problems دیکھی جاتی ہیں تو اُس میں ہم unemployment versus funds کو compare کرتے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بہت سے لوگ lay off ہو رہے ہیں اور جب آپ کے بہت سے لوگ سڑکوں پر آ جاتے ہیں تو automatically بے روزگاری ایک بہت بڑا مسئلہ بن جاتی ہے اور law and order کے problems بھی شروع ہو جاتے ہیں۔ ہم ایک طرف education کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف uneducated and even educated لوگوں کو اگر روزگار فراہم نہیں کر سکتے تو اس سے ایک دوسرا problem کھڑا ہو جاتا ہے جس کو handle کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس وقت بے روزگاری کے خاتمہ کے لئے 800CC ٹیکسی کی سکیم بنائی گئی ہے جس کو ہم خود fund کریں گے اور اسی طرح سے micro finance کیا جا رہا ہے جس میں ہم بے روزگار لوگوں کو business opportunity دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ان کو کچھ نہ کچھ زرعی پلاٹس دے رہے ہیں اور ایسی بہت سی سکیمیں بے روزگاری کو ختم کریں گی۔ یہ ابھی شروعات ہیں

اور مجھے یقین ہے کہ میرے فاضل ممبران حتٰی کہ اپوزیشن کے فاضل ممبران بھی اچھی چیزوں کو appreciate کرنے کے لئے ایک بڑا دل رکھتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر آمنہ بٹر: پوائنٹ آف آرڈر۔

MR DEPUTY SPEAKER: No point of order.

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! میری فاضل ممبر نے اپنی تقریر میں صوبہ پنجاب کو صوبہ سندھ کے ساتھ compare کیا ہے تو یہ ہمارا negative point بنتا ہے کیونکہ population کے حساب سے 160۔ارب روپیہ بہت زیادہ رقم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! میری بات سُنیں۔ آپ ماشاء اللہ پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ اس بحث کے اندر جب آپ کی پارٹی کا کوئی ممبر کھڑا ہو گا تو آپ یہ بات اُس کو بتا دیں وہ اپنی تقریر میں یہ بات کر لے۔ جی، محترمہ ناظمہ جواد ہاشمی صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ چودھری عبداللہ یوسف صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ طارق محمود باجوہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ نجمی سلیم صاحبہ!

محترمہ نجمی سلیم: جناب سپیکر! میں آپ کی بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس معزز ایوان میں بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل کو پر جوش انداز میں بجٹ تقریر پڑھنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں لیکن جناب کامران مائیکل کا بطور وزیر خزانہ نوٹیفکیشن ہونے کے بعد اُن کے ساتھ جو آنکھ مچولی کھیلی گئی وہ ایک انتہائی افسوسناک امر ہے اور یہ چیز پنجاب حکومت کی سوچ کو بھی ظاہر کرتی ہے کہ انہوں نے کس طرح سے دوغلی پالیسی کو ابھارا کیونکہ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ ہم اقلیتوں کو قومی دھارے میں شامل کرنا چاہتے ہیں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ انہیں دوسری طرف کس چیز کا ڈر تھا کہ کامران مائیکل کے وزیر خزانہ ہوتے ہوئے بھی وہ اس چیز سے ڈر رہے تھے کہ انہیں بجٹ تقریر پڑھانی چاہئے یا نہیں۔ بہر حال پنجاب حکومت کے اس اقدام سے اقلیتوں کے حوالے سے دوغلی پالیسی نمایاں ہو گئی۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں اقلیتوں کے لئے 22 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اس کے لئے میں جناب کامران مائیکل اور پنجاب حکومت کو بھی مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے اقلیتوں پر اتنا احسان کیا ہے کہ گزشتہ سال کے مقابلے میں اقلیتوں کے اس فنڈ میں 50 لاکھ روپیہ کا اضافہ کیا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اقلیتوں کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے لئے حکومت پنجاب کا یہ بہت بڑا احسان

ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ اقلیتوں کی ترقیاتی سکیموں اور اقلیتوں کے طلباء کے لئے وظائف میں 50 لاکھ روپے کا فنڈر کھا گیا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ 22 کروڑ روپیہ مزید جن سکیموں میں خرچ کرنا ہے وہ بھی بتانا چاہئے تھا۔ میں ایک اور بات کرنا چاہوں گی کہ ہماری طرف سے جو لوٹے بن کر اُدھر گئے ہیں تو اقلیتوں کے اس فنڈ سے ان کو facilitate کیا جاتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اقلیتوں کے ساتھ اُن کا کسی قسم کا کوئی contribution نہیں ہوتا اور یہ افسوسناک امر ہے کہ ان لوٹوں کو صرف اپنے ساتھ شامل کرنے کے لئے اقلیتوں کے فنڈ کی بندر بانٹ کر لی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم، جناح آبادی سکیم اور ییلو کیب سکیم میں اقلیتوں کے لئے کوئی کوٹا مخصوص نہیں کیا گیا۔ میں یہاں پر جناب کامران مائیکل سے گزارش کروں گی کہ وہ میری اس تجویز کو اپنے چیف منسٹر تک پہنچائیں کہ ان سکیموں میں اقلیتوں کو نظر انداز نہ کریں اور اُن کے لئے کوٹا مخصوص کریں۔ میری ایک اور تجویز ہے کہ اقلیتوں کے لئے جو 22 کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے بجائے اس کے کہ اس پیسے کی بندر بانٹ کی جائے، اقلیتوں کے غریب لوگوں کو تین تین مرلہ کے گھر بنا کر دیئے جائیں تاکہ وہ غریب لوگ آپ کو دعا بھی دیں۔ کچھ لوگ پہلے پانچ سال کافی لوٹ مار کر چکے ہیں تو اُن کے پاس کافی کچھ جمع ہو چکا ہے اس لئے اب اُن غریبوں کا سوچیں جن کے لئے آپ نے یہ fund allocate کیا ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب میں ملازمتوں میں اقلیتوں کے لئے پانچ فیصد کوٹا رکھا جاتا ہے تو sweepers کے سوا as such اس کی کہیں بھی implementation نہیں ہو رہی تو میں گزارش کروں گی کہ وزیر صاحب اس کو خود monitor کریں۔ میں یہاں پر تعلیم کے حوالے سے بھی تھوڑی سی بات کرنا چاہوں گی کہ دانش سکول ایک انتہائی غیر دانشمندانہ اقدام ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے صوبہ پنجاب کے اندر 35 ہزار سکول facilities missing والے ہیں یعنی وہاں پر نام کے سکول ہیں اور وہاں پر سٹاف، بلڈنگ، فرنیچر، کمپیوٹر لیب اور سائنس لیب بھی نہیں ہے۔ حکومت کو پہلے سے موجود سکولوں کی حالت کو بہتر بنانے کو priority دینی چاہئے تھی۔ ان سکولوں کی حالت کو بہتر بنایا جائے جہاں ایک ایک استاد دس پندرہ بیس بچوں کو لے کر بیٹھا ہوتا ہے، پورے سکول کا ایک ہی استاد سائنس، آرٹس اور سارے مضمون پڑھا رہا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر آپ ایجوکیشن کے لئے مخلص ہیں اور اسے promote کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہئے تھا کہ جو سکول موجود ہیں، جن میں سہولیات کی کمی ہے تو ان

میں وہ سہولیات فراہم کرتے اور بعد میں نئے منصوبوں کا آغاز کرتے لیکن افسوس کی بات ہے کہ اربوں روپیہ دانش سکولوں کے منصوبے پر خرچ کر دیا جو میں سمجھتی ہوں کہ انتہائی غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔

جناب سپیکر! مجھے پنجاب حکومت کی سمجھ نہیں آتی کہ وہ کون سی ایجوکیشن promote کرنا چاہتے ہیں کہ پرائمری اور مڈل کے بورڈ کے امتحانات لے کر بچوں کو خوار کیا گیا۔ اس میں ایک انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ امتحانات کے نتائج آنے سے پہلے ہی اخبارات میں اعلان کیا گیا کہ تمام بچے کامیاب قرار دیئے جائیں گے۔ میرے خیال میں یہ گدھے اور گھوڑے کو ایک ساتھ باندھنے والی بات ہے کہ ایک طرف وہ بچے تھے جنہوں نے بہت محنت کی اور دوسری طرف وہ بچے بھی تھے جنہوں نے محنت نہ کی ہو گی، جب یہ بات واضح ہو جائے کہ آپ سب بچے کامیاب ہیں تو پھر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آخر ان امتحانات کا کیا فائدہ ہے اور محکمہ تعلیم کی پالیسی کیا ہے؟ اسی طرح ایک انتہائی اہم اور توجہ طلب مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب میں پرائمری اور مڈل کے امتحانات میں غیر مسلم بچوں کے لئے Ethics کا کوئی کتابی نصاب نہیں تھا جس کے ذریعے وہ امتحانات کی تیاری کرتے۔ اس میں افسوسناک بات یہ ہے کہ کرسچئن بچوں یا غیر مسلم بچوں کو امتحانات میں appear کرایا گیا اور اس کے بعد ان کی marks sheets پر star لگوایا گیا۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہوں گی کہ آخر ان بورڈ کے امتحانات کی ایسی کون سی مصیبت تھی کہ اسے بچوں پر لادا گیا کہ آپ نے یہ امتحانات ہر صورت دینے ہیں۔ یہاں اس وقت وزیر تعلیم نہیں بیٹھے میں آپ کی وساطت سے کامران مائیکل صاحب کے گوش گزار کروں گی کہ آپ پرائمری اور مڈل کے بورڈ کے امتحانات کو ختم کریں کیونکہ اس کا کوئی تک نہیں بنتا کہ بچوں کو ان امتحانات میں خوار کیا جائے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بہت رونا رویا جاتا رہا ہے کہ یہ بہت balanced budget ہے لیکن افسوسناک بات ہے کہ اس بجٹ میں 1072۔ارب روپے کا overdraft ہے، 23۔ارب روپے ملازمین کے provident fund سے نکالے گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ میں اگلے معزز ممبر کو بلانے سے پہلے یہ بات کرنا چاہوں گا کہ ابھی ہاؤس میں point out کیا گیا تھا کہ ہمارے ایک معزز ممبر جا کر پریس گیلری میں بیٹھ گئے تھے۔ Rules of Procedure کا Rule 223 ہے کہ:

223. Rules to be observed by members while present in Assembly.

(j) shall neither occupy a seat in the Galleries nor, while in the Chamber, engage himself in conversation with any Visitor in a Gallery;

اس وقت House میں سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب سب سے سینئر ممبر ہیں۔ یہاں بہت عام ہو گیا ہے کہ ممبران یہاں بیٹھ کر Visitors Gallery میں بات کرتے ہیں، اشارہ کرتے ہیں اور Press Gallery کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ ہم جب norms کی بات کرتے ہیں، decorum of the House کی بات کرتے ہیں اور اسمبلی کے استحقاق کی بات کرتے ہیں تو میرے خیال میں ہم سب کو مل کر اس اسمبلی کے استحقاق کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ میں اس پر سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کا point of view چاہوں گا کہ ہم کس طرح اس کو maintain رکھ سکتے ہیں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سارا کچھ lack ہوتا جا رہا ہے۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! میں آپ کی اس رائے سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں۔ ممبران کی بڑی تعداد موجودہ ایوان میں ایسی ہے جو پہلی دفعہ منتخب ہو کر آئی ہے، ان کو غالباً اسمبلی کی روایات اور تقدس کا احساس نہیں ہے۔ آپ کو یاد ہو گا آپ اس وقت ایوان میں بیٹھے ہوئے تھے اور اجلاس کو جناب سپیکر Chair کر رہے تھے۔ میں نے تجویز دی تھی کہ ہم اسمبلی کے اندر کمیٹی روم (اے) میں prominent constitutional lawyers اور جو اسمبلی کے سابقہ سیکرٹری رہے ہیں ان سے ایک گھنٹہ لیکچر کا انتظام کریں گے اس میں جو خواتین و حضرات شرکت کرنا چاہیں وہ اپنا نام دے دیں۔ وہ بھی دوران اجلاس تھا نہ کہ آگے پیچھے ممبران کو گھروں سے آنا پڑے لیکن سوائے ایک خاتون ممبر اور ایک مرد ممبر کے کسی اور ممبر نے اپنا نام نہیں دیا تھا۔ میں تو اب بھی یہ تجویز کروں گا کہ دوران اجلاس ہی اور اگر چاہیں تو آگے پیچھے بھی لیکچر کا انتظام ہو سکتا ہے جس میں ممبران اسمبلی کو یہاں کے آداب، روایات اور rules کے بارے میں بتایا جا سکتا ہے۔ کچھ ایسی روایات بھی ہیں جو rules میں نہیں لکھی ہوئیں جیسے برطانیہ کا unwritten Constitution ہے۔ ہماری بھی وہ روایات ایسی ہیں جن کو توڑا نہیں جا سکتا لیکن یہاں توڑا جاتا ہے۔ میں آپ کی رائے کا سو فیصد احترام کرتا ہوں اور اپنی پارٹی کے ممبران کو ضرور یہ request کروں گا کہ ان روایات کا احترام کیا جائے۔ اس وقت قائد حزب اختلاف اور چوہدری ظہیر الدین صاحب موجود نہیں ہیں، ان دونوں حضرات کی بھی ذمہ داری

بنتی ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت کو ان روایات کا پابند رکھیں اور خاص طور پر rules کی پابندی کی جائے۔ بہت شکریہ

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جاوید حسن گجر صاحب!

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے بتانا چاہتا ہوں کہ سردار صاحب نے جو کہا ہے ہم بھی اس چیز کی تائید کرتے ہیں کہ تمام ممبران کو ایک گھنٹہ کی ٹریننگ دینی چاہئے لیکن اس میں آپ نے ممبران کو جو rules and regulations بتانے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سینئر وزراء ہوں، جونیئر وزراء ہوں یا ممبران اسمبلی ہوں انہیں یہ بھی بتانا چاہئے کہ اگر ہم نے اپوزیشن کا جواب دینا ہے تو اس جواب کی language بھی proper ہونی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جاوید صاحب! آپ ایک منٹ میری بات سنیں۔ اگر آپ پچھلی proceedings دیکھیں گے تو جب سپیکر بولنا شروع کرتا تھا تو معزز ممبران خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ میں آپ کو روک نہیں رہا۔ میں جب parliamentary procedure کی کتابیں پڑھتا ہوں تو آپ یقین کریں کہ جن کو ہم ان پڑھوں کی اسمبلی کہتے تھے وہاں جب سپیکر بات کرتا تھا یا کوئی دوسرا معزز ممبر بات کرتا تھا تو ممبران بات سننے کے لئے بیٹھ جاتے تھے یعنی آپس میں ایک احترام کا رشتہ تھا۔ آپ جس بھی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں اس ایوان میں آپ سب برابر ہیں اور سب کا status برابر ہے۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! اگر ہمارا اپوزیشن کا کوئی ممبر صحیح بات بھی کرتا ہے تو وزیر قانون ہمیشہ اسے اس طرح سے tease کرتے ہیں کہ جس طرح کوئی جاہل اور گنوار بندہ بات کرتا ہے اس لئے اس چیز کی بھی ٹریننگ ہونی چاہئے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ نے بہت اچھی بات کی ہے اگر ہم واقعی ایک پڑھا لکھا culture متعارف کرانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے۔ میری شروع سے یہ عادت رہی ہے اور میری کوشش ہوتی ہے کہ تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے بات کی جائے لیکن بعض اوقات میں نے بھی محسوس کیا کہ میں بھی track سے ہٹ رہی ہوں۔ اس کی وجہ کیا ہوتی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب دوسری جانب سے تلخ جملے آتے ہیں تو اپنے اندر ایک تلخی پیدا ہونے لگتی ہے جو جملوں

میں نظر آتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ حکومتی بنچوں کی جانب سے ہر حال میں مصالحانہ رویہ ہونا چاہئے اور تہذیبی انداز سے جملوں کی ادائیگی ہونی چاہئے تاکہ اپوزیشن میں بیٹھے ممبران کے جذبات میں بھی تلخی نہ بڑھے اور وہ ہمارے جملوں سے عیاں نہ ہو۔ یہ میری استدعا ہے کہ اگر آپ اس چیز کو لاگو کرنا چاہتے ہیں تو یہ بہت اچھی بات ہے اور ہماری ٹریننگ بھی ہونی چاہئے۔ ہمیں بھی پتا ہونا چاہئے کہ ہم نے کن حدود و قیود میں رہ کر بات کرنی ہے۔ میں اس سلسلہ میں اپنے سب ساتھیوں سے اتفاق کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اِس پر ہم بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں کچھ سینئر ممبران کو بلا کر بات کریں گے۔ اگلے مقرر مہر اشتیاق احمد صاحب ہیں، موجود نہیں ہیں۔ محترمہ قمر عامر چودھری صاحبہ!

محترمہ قمر عامر چودھری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! چونکہ بجٹ تقریر میں باری نہیں آسکی تو اب آپ نے ضمنی بجٹ پر بولنے کا موقع دیا اُس پر میں آپ کی مشکور ہوں۔ بجٹ پر بہت بحث و مباحثے اور تقاریر ہو چکی ہیں لیکن میں اس مقدس ایوان کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ ہمارا المیہ ہے کہ ہم سب پاکستانی ہیں لیکن پاکستانی ہونے کے باوجود ہم ایک قوم کی حیثیت سے کبھی بھی اُبھر کر سامنے نہیں آسکے اور یہی سوچ اور اناء پرستی اس بجٹ سے ظاہر ہے۔ اپنی غلطی کو مان لینا بھی بہت بڑی بات ہے لیکن اگر اپنی غلطی ملکی مفاد یا عوام کے مفاد میں ہو تو کیا ہی اچھی بات ہے کیونکہ اِس سے بہت دُور رس نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں تعلیم کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی کہ اس بجٹ میں سرکاری سکولوں اور کالجوں کو پھر نظر انداز کر دیا گیا ہے اور لاوارث چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں آپ کی توجہ دلانا چاہوں گی کہ ان سرکاری سکولوں اور کالجوں میں غریبوں کے بچے ہی پڑھتے ہیں کیونکہ امیروں کے بچے پرائیویٹ سکولوں میں اپنی من چاہی فیسیں دے کر اچھے ماحول میں پڑھتے ہیں لہذا سرکاری سکولوں کی طرف کس نے غور کرنا ہے؟ جس طرح سستی روٹی پر اربوں روپے ضائع کئے گئے اسی طرح یہ حکومت دانش سکولوں پر اربوں روپے ضائع کرنے کے چکروں میں ہے۔ لاکھوں کی آبادی والے علاقوں میں صرف ایک دانش سکول کیا کام کرے گا اور کتنے بچے وہاں سے مستفید ہو سکیں گے؟ میری تجویز ہے کہ وہاں پر موجود سرکاری سکولوں کو بند کر دیں اور تالے لگا دیں کیونکہ خواہ مخواہ وہاں کے اساتذہ کو تنخواہیں دی جا رہی ہیں۔ میں نے خود کئی دفعہ سرکاری سکولوں کا سروے بھی کیا ہے جن میں سے بعض سکول ایسے ہیں جہاں پر پندرہ اساتذہ ہیں اور صرف بیس بچے ہیں لہذا اس کی طرف بھی غور کیا جانا چاہئے کہ ہم سرکاری سکولوں پر خواہ مخواہ پیسے ضائع کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں گورنمنٹ کے

ماتحت سکولوں کو بند کر کے انہیں دانش سکولوں کا نام دے دیا جائے تو ٹھیک ہے کیونکہ دوسرے سکولوں کا فائدہ ہی نہیں ہے۔ اگر ہم اپنا نظامِ تعلیم بہتر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم یکساں نظامِ تعلیم لے کر آئیں۔ ایک ایسا نظامِ تعلیم جو پرائیویٹ سکولوں میں بھی وہی ہو۔ ہم اپنے بچوں کو motivate کریں اور ایسے سکول ہونے چاہئیں کہ ہم سرکاری سکولوں میں اپنے بچوں کا داخلہ کروائیں تاکہ پرائیویٹ سکولوں والے بھی مجبور ہو کر اپنی فیسیں کم کر دیں۔ اس سے اُن کی فیسیں بھی کم ہو جائیں گی جو عام آدمی کی پہنچ میں ہوں گی۔ اس کے علاوہ دانش سکول کے قیام سے جو طبقاتی تفریق پیدا ہو رہی ہے یہ بھی ختم ہو جائے گی لہذا اس پر ہمیں غور کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! ہمارے ہاؤس میں ہمیشہ قومی سوچ اور ملکی مفاد کے حوالے سے باتیں کی جاتی ہیں لیکن افسوس کہ یہاں پر عملی طور پر کبھی بھی کچھ ہونے کا مظاہرہ نظر نہیں آتا اور ہر آنے والی حکومت اپنے نام کی خاطر پچھلی حکومت کا عوام کی فلاح و بہبود کا کوئی بھی منصوبہ چلنے نہیں دیتی۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جو بھی نئی حکومت آتی ہے وہ گزشتہ حکومت کے اچھے کاموں کو آگے لے کر چلے لیکن اگر اُن کاموں میں کوئی خامیاں ہیں تو اُن کو دُور کر کے بہتر طریقے سے آگے لے کر آئے تاکہ ادارے مضبوط ہوں اور ملک ترقی کرے۔ بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جیسے موجودہ حکومت نے بھی 1122، وارڈنز اور 8۔کلب جیسے بہت سے منصوبوں پر بے جا تنقید کی لیکن تین سال کے عرصے میں کیا ہو رہا ہے؟ اب وہی ادارے عوام کی خدمت کر رہے ہیں لہذا ہمیں تنقید برائے تنقید سے تھوڑا ہٹنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اور issue پر دلانا چاہوں گی کیونکہ میرا تعلق گجرات سے ہے۔ چودھری پرویز الٰہی صاحب نے وزیر آباد میں کارڈیالوجی ہسپتال کے قیام کا منصوبہ بنایا تھا مگر اِس حکومت نے آتے ہی اُس منصوبے کو بند کر دیا اور اسے جنرل ہسپتال میں تبدیل کر دیا۔ ہر علاقے میں گورنمنٹ ہسپتال موجود ہے مگر وہاں پر کارڈیالوجی ہسپتال کا منصوبہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے بنایا گیا تھا۔ اب گجرات، سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے دِل کے مریضوں کو ڈاکٹر حضرات لاہور میں refer کرتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے مریض یہاں آتے ہوئے expire ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل main GT Road پر منصوبہ تھا جسے انہوں نے ختم کر کے جنرل ہسپتال میں تبدیل کر دیا جو بہت افسوس کی بات ہے۔ انہیں دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کی بجائے عملی طور پر بھی ملک کی خدمت کی خاطر روایت کو اپنانا چاہئے اور اپنے نام کی نمود و نمائش نہیں کرنی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! پلیز اب آپ wind up کر دیں۔

محترمہ قمر عامر چودھری: جناب سپیکر! مجھے صرف تین منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، main budget میں بھی پانچ منٹ رکھے تھے اور ضمنی بجٹ میں بھی پانچ منٹ ہی رکھے ہیں۔ اب آپ wind up کر لیں۔

محترمہ قمر عامر چودھری: ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! میں پیلو کیب سکیم پر بات کرنا چاہوں گی۔ جیسے کہا گیا کہ یہ پیلو کیب 35 سال کی عمر سے اوپر کے گریجویٹس کو دی جائے گی۔ مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے اسمبلی کے الیکشن کے لئے بی اے کی شرط لگائی گئی تھی اسی طرح انہوں نے پیلو کیب کے لئے بھی یہی کام شروع کر دیا ہے۔ ہمارے ملک میں دہشت گردی کے علاوہ سب سے بڑا مسئلہ power sector کا ہے اور اس صوبہ میں اب تک اپنی مدد آپ کے تحت کوئی بھی power sector کا منصوبہ بننے میں نہیں آیا۔ اس حکومت نے عوام سے بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ کو ختم کرنے کے جھوٹے وعدوں پر ووٹ لئے اور آج اسی وجہ سے ایوان میں بیٹھے ہیں جو بڑے دکھ کی بات ہے۔ اگر اُن وعدوں کو پورا کرنے کے لئے پہلے بجٹ میں ہی یہ کوئی میگا پراجیکٹ لاتے تو آج تین سال میں ان کا کوئی نہ کوئی پراجیکٹ مکمل ہونے کے قریب ہوتا لیکن انہوں نے سوائے گزشتہ حکومت کو رونے کے اور اُس پر ہر چیز کا الزام لگانے کے کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں ایک mismanagement کی طرف اشارہ کرانا چاہوں گی کہ ہمیشہ گیس کی سپلائی کو وفاق کا مسئلہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے۔ زیادہ revenue دینے والے علاقے جیسے فیصل آباد، گوجرانوالہ، گجرات اور دوسرے چھوٹے صنعتی شہر ہیں جہاں پر گیس کی سپلائی بالکل ہی نہیں ہے اور ہماری صنعتیں بالکل برباد ہوتی جا رہی ہیں۔ میں ایک تجویز دینا چاہوں گی کہ بسوں اور Toyota Hiace کو جو سی این جی دیتے ہیں اسے روکا جائے کیونکہ ایک بس اور Hiace میں 5 سے 8 سی این جی سلنڈر ہوتے ہیں۔ اگر بسوں وغیرہ کو اتنی زیادہ سی این جی دیتے ہیں تو کرایوں میں بھی کمی کریں۔ حکومت کو اس پر غور کرتے ہوئے بسوں اور Hiace کو دی جانے والی گیس مکمل طور پر بند کر دینی چاہتے چونکہ وقت کم ہے اس لئے میں اپنی تقریر کو ایک شعر کے ساتھ ختم کرنا چاہوں گی کہ:

میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی
وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔جناب محمد سعید مغل!

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج ویسے پوائنٹ آف آرڈر روکے ہوئے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ آپ اپنی بات کا اتنا تو regard کریں کہ آپ نے پنجاب ہاؤس کی کمیٹی بنائی تھی جس حوالے سے آپ نے اُس دن سیکرٹری صاحب سے بھی فرمایا تھا مگر آج تک اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا۔ میں یہی point out کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس حوالے سے میں نے کہہ دیا ہوا ہے۔ ہم میٹنگ بلا لیتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ کے کہہ دینے کا مقصد یہی ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم نے اس کمیٹی کا چیئرمین ڈاکٹر طاہر علی جاوید کو بنایا تھا لیکن وہ absent ہیں اور ہمیں اُن کا ہی انتظار ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! دیکھیں، یہ میرا ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ سب کا مسئلہ ہے۔ پختونخواہ والے آکر رہیں تو اُن کے لئے without any charges ہے، بلوچستان والوں کے لئے free ہے اور سندھ کا ممبر آکر رہے تو اُس کے لئے بھی free ہے مگر اُس کی family رہے تو -/200 روپے ہے لیکن ہمارا پنجاب اسمبلی کا ممبر جائے تو اُس کو -/500 روپے دینا پڑتے ہیں اور اگر اُس کی family رہے تو -/2000 روپے دینا پڑتے ہیں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ تفاوت کس لئے ہے؟ آپ مجھے اس نکتے کی وضاحت کر دیں کہ ہمارا جو prerogative ہے کیا ہمارا جو prerogative ہے اور ہمارے جو privileges ہیں تو ان میں ہماری فیملی کو یہ privilege ہے کہ نہیں، اگر ہے تو پھر یہ بتائیں کہ یہ کس حساب سے -/2000 روپے لیتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! اسی بات پر باقاعدہ House کی کمیٹی بنائی اور announce کیا۔ اب میٹنگ تو اس کمیٹی کے کنوینر نے بلانی تھی لیکن وہ اس وقت موجود نہیں ہیں، جیسے ہی وہ آتے ہیں تو میٹنگ بلا کر اسے take up کر لیں گے۔ آپ ماشاء اللہ سینئر ممبر ہیں اور جب آپ نے ایک بات point out کی تو ایک طریق کار کو اپناتے ہوئے Chair نے فوری طور پر کمیٹی بنائی اور کنوینر بھی مقرر کر دیا جو کہ House کی consent سے کیا ہے۔ کنوینر جیسے ہی آتے ہیں تو ہم اسے take up کراتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! اگر وہ serious نہیں ہیں تو ہم آپ کی سربراہی میں بیٹھنے کے لئے تیار ہیں اور آپ فیصلہ کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ ہم اسے دیکھ لیتے ہیں کیونکہ پہلے ایک کنوینر بنایا تھا۔

جناب شاہد محمود خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب شاہد محمود خان: جناب سپیکر! شاہ صاحب! نے جو بات کی ہے مہربانی کر کے اس کا حل نکالا جائے کیونکہ پوری اسمبلی کا یہ معاملہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہد صاحب! میں اسے دیکھ لیتا ہوں۔ جب ایک کمیٹی بن جائے تو جب تک اس کی proceeding House میں نہیں آجاتی تو اس پر ہم یوں کیسے بات کر سکتے ہیں؟

جناب شاہد محمود خان: ہاسٹل میں ممبران کے کمروں کے سلسلے میں بھی کمیٹی بنی تھی لیکن ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہد صاحب! اسے دیکھ لیتے ہیں، اب آپ تشریف رکھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اس کے لئے کوئی time frame بھی مقرر فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ رانا صاحب! ہم اسے دیکھتے ہیں۔ محمد سعید مغل صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور ان کی کابینہ کے اقلیت سے تعلق رکھنے والے ہمارے معزز ممبر اور وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل صاحب کو عوام دوست اور ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خاص طور پر ان کی تقریر کا انداز جس جوش اور ہوش کے ساتھ تھا کیونکہ آج تک تو یہی سنتے آئے تھے کہ جہاں جوش ہوتا ہے وہاں ہوش نہیں ہوتا اور جہاں ہوش ہو وہاں جوش نہیں ہوتا لیکن ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ کامران مائیکل صاحب نے جوش اور ہوش دونوں کا دامن پوری برابری سے تھامے رکھا۔ بجٹ کی جزئیات کے اوپر میرے تمام دوستوں نے

اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ میں ان باتوں کو دہرانا زیادہ مناسب نہیں سمجھتا لیکن چند ایک باتیں جو مجھے کھٹکتی ہیں میں وہ ضرور کروں گا۔

جناب سپیکر! ایک بات یہ کی گئی ہے کہ ایکسائز کی مد میں اضافہ اور خاص طور پر موٹر وہیکل کے ٹوکن ٹیکس تقریباً double ہو گئے تو اس کے بدلے میں عوام کو کچھ ریلیف بھی ملنا چاہئے تھا۔ یہ سڑکوں پر جا بجا ٹول ٹیکس لگے ہوئے ہیں ان پر وصول کئے جانے والے ٹیکس کس مد میں جاتے ہیں اور جو ٹوکن ہم سالانہ ادا کرتے ہیں وہ کس مد میں جاتے ہیں؟ اگر ایک ہی مد میں جاتے ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ جگہ جگہ چونگی ٹیکس اور ضلع ٹیکس کی طرح عوام کو لائنوں میں کھڑے کر دینا کوئی مناسب اور عقلمندانہ اقدام نہیں۔ اگر یہ وفاقی حکومت کا ہے تو اس ٹوکن اور ٹول ٹیکس کی پوری رقم کو سالانہ جمع کر لیا جائے اور گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس پر divide کر دیا جائے تاکہ لوگوں کا وہاں پر وقت ضائع نہ ہو جبکہ وہاں پر کھڑے ہونے سے پٹرول بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! ایک بات اور مجھے جو کھٹکتی ہے وہ یہ کہ میرا تعلق بھی زراعت سے ہے اور باقی بھی 80/90 فیصد لوگوں کا تعلق زراعت کے پیشہ سے ہے۔ ہم انڈسٹری کے خلاف بات کرتے ہیں اور جو بھی یہاں زبان کھولتا ہے یا اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے تو وہ انڈسٹری کے خلاف ہی بولتا ہے، کیا زراعت انڈسٹری کے بغیر ترقی کر سکتی ہے؟ وہ کون سا ایسا کھیت ہے جہاں پر بیج پھینک دیا جائے اور ٹریکٹر اگنا شروع ہو جائیں یا ہارویسٹر نکلنا شروع ہو جائیں اور وہ کون سا درخت ہے جس کے ساتھ ایسا کوئی اسلحہ لگنا شروع ہو جائے جو ہماری حفاظت کے لئے ضروری ہے؟ ہندوستان کو آپ نے اپنا ازلی دشمن قرار دے رکھا ہے تو کیا ہماری زراعت کوئی ایسی چیز پیدا کر سکتی ہے جو ہمارا دفاع کر لے؟ خدا کے لئے انڈسٹری کو متحارب سیکٹر نہ سمجھیں کیونکہ انڈسٹری کے بغیر زراعت بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ آج کل خاص طور پر جب ہمارے ملک میں پانی کا بحران ہے تو نہ ہی ڈیم بنانے کی طرف ہمارا کوئی consensus ہوتا ہے کہ ہم ڈیم بنانے پر متفق ہو جائیں، کہیں یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ پنجاب پانی میں سے بجلی نکال لیتا ہے اور باقی پانی پھوکا کر دیتا ہے۔ اس طرح کے غیر عقلمندانہ اور نامناسب سے پروپیگنڈے شروع ہو جاتے ہیں جن کا شکار ہمارے قومی پراجیکٹ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں سنجیدگی کے ساتھ کم از کم چار سیکٹروں پر ایسی قومی پالیسی وضع کرنی چاہئے جس کے اندر تبدیلی نہ ہو سکے۔ نمبر 1 انڈسٹری سے متعلق پالیسی، تعلیمی پالیسی، صحت پالیسی اور چوتھے نمبر پر دفاع جس پر کسی قسم کا کوئی compromise اور change نہیں آنی چاہئے۔

جناب سپیکر! ایک طرف قومی ترقی کے لئے موٹر وے شروع ہوتا ہے اور جب دوسری حکومت آتی ہے تو اس کی دو لائنیں کم کر دیتی ہے یا اسے بند کر دیتی ہے جس سے اربوں روپے کے سرمائے سے شروع کیا ہوا پراجیکٹ التواء کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر قومی ترقی رک جاتی ہے۔ کچھ ایسی پالیسیاں ہوں جن پر کوئی بھی پارٹی آکر تبدیلی نہ کرے، بنیادی خدوخال تبدیل نہ کرے اور اس کے بنیادی اغراض و مقاصد تبدیل نہ کرے۔ اپنی ترجیحات ضرور اس میں insert کرے جو قومی مفاد اور ملک کے مفاد میں ہوں لیکن بنیادی طور پر ایسے اقدامات ہونے چاہئیں کہ اسے reject کرنا ممکن نہ ہو۔

جناب سپیکر! میں وہ باتیں دہرانا نہیں چاہتا جو میرے دوستوں اور معزز بھائیوں نے یہاں پر کی ہیں۔ دہشت گردی کے بارے میں بات ہوتی ہے تو ہم نے پچھلے سال پولیس کی تنخواہوں میں زبردست اضافہ کیا اور عدلیہ کی تنخواہوں میں اضافہ کیا لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو نتائج ہم توقع کرتے تھے وہ برآمد نہیں ہو سکے۔ عوام کو وہ ریلیف نہیں ملا جس کے لئے اتنی بڑی رقم پولیس کے لئے خرچ کی گئی اور ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا۔ اس کے اندر ان اقدامات کو سنجیدگی کے ساتھ متعارف کرانا چاہئے جو عوام کو ریلیف دے سکیں۔

جناب سپیکر! ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ سات دہشت گرد لاہور میں داخل ہو گئے۔ یہ کس نے بتایا اور جنہوں نے بتایا انہوں نے پکڑا کیوں نہیں؟ یہ صرف گن لئے ہیں کہ اتنے ہیں، اتنی عمر کے ہیں اور اتنی تعداد میں ہیں لیکن یہ بات آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں اپنی بات کو زیادہ لمبا نہیں کروں گا کہ:

تو کیوں بے دخل کرتا ہے مکانوں سے مکینوں کو
وہ دہشت گرد بن جاتے ہیں جن کے گھر نہیں رہتے
یقیناً یہ رعایا بادشاہ کو مار ڈالے گی
مسلسل جبر سے ان کے دلوں میں ڈر نہیں رہتے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میرے دوستوں نے بجٹ کے اندر اٹھائے گئے اقدامات پر تنقیدی نظر سے تبصرہ کیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہر قدم عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہی اٹھایا جاتا ہے۔ یقیناً اس کے اندر کچھ loops بھی ہوتے ہیں اور sharp minded لوگ، negative سوچ رکھنے والے ان loops کو ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ ییلو کیب کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ بڑا زر مبادلہ ضائع ہوا اور

اس دفعہ ایک بار پھر نئے سرے سے practice شروع کر دی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت گاڑیاں imported تھیں لیکن یہ گاڑیاں local ہیں۔ اس میں زر مبادلہ کا ایک پیسا بھی ضائع نہیں ہو گا لیکن آج کل بے روزگار لوگ جگہ جگہ روک کر گاڑیاں چھین لیتے ہیں، آپ کے ہاتھوں سے پرس چھین لیتے ہیں اور کئی قسم کی ایسی وارداتیں کرتے ہیں تو انہیں اگر روزگار مل جائے گا تو یقیناً اس سے بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔ آخر میں میاں محمد شہباز شریف صاحب نے جو اقدام اٹھائے ہیں تو اس کے لئے صرف اتنا کہوں گا کہ:

چلتا رہا جو آبلہ پائی کے باوجود
منزل کا مستحق وہی صحرا نورد ہے

شکریہ

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ کے علم میں بھی ہے کہ میں جو بات کرنے والا ہوں تو بات یہ ہے کہ ایل ڈی اے بلڈنگ کے جو by laws ہیں وہ لاہور کے property owners کے لئے قتل عام ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ 30 feet set back اور 10,10 feet سے left, right اور 15 feet back set یعنی ایک کنال میں صرف سات یا آٹھ مرلے جگہ رہ جاتی ہے۔ اگر تو بلڈنگ بنانی ہے تو ایل ڈی اے کے عملے سے مل لیا جائے اور میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ ایک کنال پر 40 لاکھ روپیہ Commercialization Fee لینے کے باوجود ایل ڈی اے نقشے پاس نہیں کر رہا یا تو ان کے ساتھ setting کر لی جائے اور دوسرا بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ جن developers، جن builders کو یہ کہہ کر بلایا جاتا ہے کہ یہ stakeholders ہیں ان کا property owner سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آج اس پر ایک کمیٹی بنائیں اور میں یہ ثابت کروں گا کہ ایل ڈی اے والے لاہور کے property owners کے ساتھ کیا ظلم کر رہے ہیں؟ دوسری طرف جو haphazard constructions ہو رہی ہیں ان کی وجہ بھی یہی لوگ ہیں۔ انہوں نے ایسے laws بنا دیئے ہیں کہ وہ ایک طرح سے پل صراط ہے اور اُن پر سے کوئی نہیں گزر سکتا۔ اِس وقت بھی constructions ہو رہی ہیں اور میں ثابت کر سکتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس پر کمیٹی بنائیں اور اس کو آپ خود بھی monitor

کریں۔ زیادہ سے زیادہ ان کو پندرہ دن میں بلائیں اور میں ثابت کرتا ہوں کہ یہ لاہور کے ساتھ کر کیا رہے ہیں؟

چوہدری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں بھی اسی پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایل ڈی اے پر؟

چوہدری احسان الحق احسن نولاٹیا: جی، ہاں۔ جو بات شیخ علاؤالدین نے کی ہے وہ بالکل اسی طرح سے ہے۔ حالت یہ ہے کہ جب سے آپ نے پلازے توڑے ہیں یہاں کوئی بھی کچھ بنانا ہی نہیں چاہتا۔ 170 تاجر جن کا تعلق construction اور real estate agency کے ساتھ ہے، جن کی تمام investment یورپ، امریکہ اور کینیڈا سے آیا کرتی تھی آپ نے ان کے اعتماد کو اتنی ٹھیس پہنچائی ہے کہ وہ سارے تاجر ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ ایل ڈی اے بھی نقشے پاس نہیں کرتا لیکن پلازے توڑنے کے بعد یہ انڈسٹری بالکل بیٹھ گئی ہے اور لاہور شہر کے تاجروں کو آپ نے کنگال کر دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں بھی اسی کے متعلق ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔ یہ بہت اہم بات ہے جو میں نے کل بھی کی تھی کہ جیون ہانہ میں ان لوگوں کے پاس مالکانہ حقوق بھی ہیں، سڑک کھلی کرنے کے نام پر ان کی آبادی جس طریقے سے گرائی جا رہی ہے، خدا کے لئے ایل ڈی اے والوں کو ذرا چیک کر لیں۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری صرف ایک عرض سن لیں اور مجھے صرف ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر کرنا ٹھیک نہیں۔ ذرا صبر کر لیا کریں۔ جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ خود فیصلہ کریں کہ جو میں نے آپ کے سامنے گزارش کی ہے اس کو بالکل deviate کر دیا گیا ہے اور جو میرے بھائی نولاٹیا صاحب نے بات کی ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ میں کوئی اور بات کر رہا ہوں کہ اس وقت جو Building by Laws ہیں ان کے مطابق construction ہونا بالکل ناممکن ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔یہاں جو بات ہوئی ہے، یہ بات پہلے بھی چلتی رہتی ہے کہ منتخب ممبران میں anxiety ہے کہ جو پالیسی بن رہی ہے اس پر انہیں اعتماد نہیں ہے اور ان کو پتا بھی نہیں ہے کہ وہ پالیسی کیا آرہی ہے؟ شیخ صاحب کی بات اور یہاں جو گفتگو ہوئی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے میں آج ہی ایک کمیٹی بنادوں گا اور اس کمیٹی کو Monday کو ہاؤس میں announce کر دیں گے۔وہ کمیٹی پندرہ دن میں اپنی رپورٹ دے گی۔اس کمیٹی کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ جس جس کو بلانا چاہتی ہے بلائے گی اور ان سب کی input لے کر پھر ہاؤس کو apprise کرے گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ راحت اجمل!۔۔۔موجود نہیں ہیں، رانا منور غوث!

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: شکریہ۔جناب سپیکر! آج آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بولنے کی اجازت دی ہے۔میں نے بجٹ تقریر میں بارہا کوشش کی کہ موقع ملے لیکن وقت کی کمی کے باعث اور جو لسٹ آپ کو پارٹی کی موصول ہوئی اس میں شاید میرا نام نہیں ڈالا گیا۔

جناب سپیکر! پنجاب حکومت نے جو ضمنی بجٹ ہاؤس میں پیش کیا ہے وہ 87۔ارب روپے کا ہے۔اس میں سے 20۔ارب روپے تو سیلاب کی مد میں خرچ ہوگئے۔کہا گیا کہ سیلاب آ گیا تھا، ملک میں آفت آئی، صوبہ میں آفت آئی اور لوگوں کو facilitate کرنے کے لئے پنجاب حکومت نے 20۔ارب روپے خرچ کئے۔ پنجاب حکومت نے 20۔ارب روپے کے علاوہ بقیہ 67۔ارب روپے اڑتیس مدات میں خرچ کئے۔مجھے بڑا افسوس ہو رہا تھا جب میں حکومتی بنچوں کی تقریریں سن رہا تھا کہ وہ وزیر اعلیٰ پنجاب کو 87۔ارب روپے deficit کرنے پر مبارکباد دے رہے تھے۔ یہ حکومتی بنچوں کے لئے افسوسناک لمحہ فکریہ ہے۔پنجاب حکومت نے سیلاب میں تو 20۔ارب روپیہ خرچ کر دیا لیکن پنجاب کے عوام، پنجاب کا یہ معزز ہاؤس وزیر اعلیٰ پنجاب سے 67۔ارب روپے کے deficit کا حساب مانگتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں آپ کی وساطت سے پنجاب حکومت سے یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے سالانہ بجٹ میں پنشن فنڈ پیش کیا ہے۔بتایا گیا ہے کہ 50 فیصد تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں اور اتنی فیصد پنشن بڑھائی گئی ہے۔پھر پنشن فنڈ میں deficit کیسے آ گیا؟ اس کے لئے پنجاب حکومت کو سوچنا چاہئے اور جب وزیر خزانہ اپنی concluding speech کریں تو وہ مجھے apprise کریں اور آپ بھی ensure کریں کہ وہ پنجاب اسمبلی کے اس معزز ایوان میں اس کا جواب ضرور دیں کہ پنشن میں اتنی خطیر رقم کیوں خرچ کی گئی ہے؟

جناب سپیکر! یہاں پر بتایا گیا ہے کہ محکمہ جنگلات نے 24 کروڑ 89 لاکھ 86 ہزار روپے زائد خرچ کئے ہیں۔ پچھلے کئی سالوں سے محکمہ جنگلات میں کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ جو درخت لگائے گئے ہیں، پنجاب میں مختلف جگہوں پر جو green area کیا گیا ہے آپ اس کی حالت زار دیکھ لیں، آپ بھی روزانہ سفر کرتے ہیں اور ہم بھی روزانہ سفر کرتے ہیں۔ میں روز یہاں پر اپنے بھائی شیخ علاؤالدین کی باتیں سنتا ہوں کہ چھانگا مانگا جنگل کو کاٹ دیا گیا اور لوگ چھانگا مانگا جنگل کو لوٹ کر لے گئے ہیں۔ یہ محکمہ جنگلات کی نااہلی ہے، ان کے کارکنوں کی نااہلی ہے اور وہاں کی انتظامیہ کی نااہلی ہے۔ آپ مری میں دیکھ لیں، راولپنڈی میں دیکھ لیں، چکوال میں دیکھ لیں، سرگودھا میں دیکھ لیں، رحیم یار خان اور ڈی جی خان میں دیکھ لیں کہ محکمہ جنگلات نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے اتنی خطیر رقم زائد خرچ کر دی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ یہ بتاتے کہ ہم نے جو 67۔ارب روپے زائد خرچ کئے ہیں وہ ہم نے پنجاب کی تعلیمی سہولیات کو بہتر کرنے کے لئے خرچ کئے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وزیر خزانہ اپنے ضمنی بجٹ میں یہ بتاتے کہ ہم نے پنجاب میں صحت کی سہولیات کو بہتر کرنے کے لئے، زچہ وبچہ سنٹر کو بہتر کرنے کے لئے، وہاں پر ادویات فراہم کرنے کے لئے اور BHUs سنٹروں کو بہتر کرنے کے لئے، ان کی صلاحیت کو بڑھانے کے لئے، وہاں پر سٹاف اور ڈاکٹروں کو provide کرنے کے لئے یہ پیسا خرچ کیا ہے۔ ایسی کوئی بات بھی ضمنی بجٹ میں نہیں بتائی گئی۔ میں آپ کی وساطت سے پنجاب حکومت سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے آپ جتنے مرضی دانش سکول بنائیں، ہر ضلع میں بنائیں، ہر تحصیل اور ہیڈ کوارٹر میں بنائیں۔ آپ نے 1985 میں بھی ڈویژنل پبلک ماڈل سکول بنائے تھے جب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعلیٰ پنجاب تھے۔ آج ان ڈویژنل پبلک ماڈل سکولوں کا حال دیکھیں کہ وہاں پر بسیں چل رہی ہیں، بلڈنگ ہے، وہاں پر سٹاف آنے کے لئے تیار ہے، وہاں ہوسٹلوں کی اچھی سہولیات میسر ہیں اور نہ ہی وہاں کوئی اپنے بچوں کو داخل کرانے کے لئے تیار ہے۔ انہوں نے دانش سکول بنائے ہیں لیکن ہم rural areas سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے حلقوں کے لوگ ہم سے یہ demand کرتے ہیں کہ ہمارے سکولوں کی چار دیواری نہیں ہے، جو بچوں اور بچیوں کے سکول ہیں وہاں پر پینے کا پانی نہیں ہے، دیہاتوں میں رہنے والے اور چھوٹے شہروں میں رہنے والے لوگ ہم سے یہ demand کرتے ہیں کہ ہمیں ان سکولوں میں سہولیات چاہئیں۔

جناب سپیکر! پنجاب حکومت ایم پی ایز کو کیا دیتی ہے؟ جب ہم حکومتی بنچوں پر تھے تو ہمیں سال میں ایک کروڑ روپیہ دیا جاتا تھا اور بیوروکریسی اس ایک کروڑ روپے میں بھی لیت ولعل سے کام لیتی تھی۔ اس طرح سے کبھی 50 لاکھ روپے خرچ ہوتے تھے اور کبھی 25 لاکھ روپے خرچ ہوتے تھے۔ یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ جو دیہاتوں کے لوگ ہیں، چھوٹے شہروں کے لوگ ہیں وہ ان سہولیات سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ حکومت پنجاب اس پر خصوصی توجہ دے۔ اس وقت جو پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال ہے میں اس پر تنقید نہیں کروں گا لیکن میں facts and figures ضرور بتاؤں گا کہ اس وقت آپ اپنے لاہور شہر کی صورتحال دیکھیں کہ بھتہ خوروں نے یہاں پر لوٹ مچائی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! چند روز پہلے مجھے ساجدہ میر صاحبہ کے گھر جانے کا اتفاق ہوا تو میں اس محلہ میں گیا جس کو پرانا لنڈا بازار کہتے ہیں۔ وہاں کے ہمارے کاروباری حضرات پیٹ اٹھے اور انہوں نے بتایا کہ یہاں پر دن دہاڑے اور شام کو لوگ لوٹے جاتے ہیں۔ میرے ضلع سرگودھا کی تحصیل سلانوالی میں پرسوں دن دہاڑے ایک تاجر کو شہر کے مرکز میں لوٹ کر قتل کر دیا گیا۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے آپ پولیس کو نئی گاڑیاں دیں، ان کو seclude کریں، ان کی تربیت کریں، ان کو اچھا بجٹ دیں اور ان کو زیادہ تنخواہیں دیں اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر ہونی چاہئے۔ پنجاب کے اضلاع میں پنجاب کی عوام کو امن وامان کی صورتحال بہتر میسر آنی چاہئے۔

جناب سپیکر! پنجاب میں اس وقت لاء اینڈ آرڈر کی جو صورتحال ہے اس سے لوگ، پولیس اور حکومت کی کارکردگی سے مایوس ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کو بہتر کرنے کے لئے پنجاب حکومت کو خصوصی توجہ دینی چاہئے اور پولیس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے ان کو اچھی سہولیات ضرور دیں، ان کو فنڈز مہیا کریں اور ان کو تربیت دیں لیکن ان سے کام ضرور لیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ چودھری جاوید احمد صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ میاں محمد شفیق ارائیں!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، چودھری عرفان الدین صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، جناب آصف بشیر بھاگٹ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ اچھا پھر ہم اس سے پہلے کچھ اور کر لیتے ہیں۔ مہر اشتیاق احمد صاحب سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

رپورٹیں
(میعاد میں توسیع)

قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 پیش کردہ سید حسن مرتضیٰ ایم پی اے کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 پیش کردہ سید حسن مرتضیٰ ایم پی اے کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 پیش کردہ سید حسن مرتضیٰ ایم پی اے کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب جناب اللہ رکھا مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

نشان زدہ سوال نمبر 3217 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"Starred question No: 3217 asked by Mrs Ayesha Javed (MPA-W-355)

کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"Starred question No: 3217 asked by Mrs Ayesha Javed (MPA-W-355)

کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"Starred question No: 3217 asked by Mrs Ayesha Javed (MPA-W-355)

کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ڈاکٹر اسد اشرف صاحب سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

تحریک التوائے کار نمبر 11 اور 117 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر 11/117 کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر 11/117 کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر 11/117 کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب میاں نصیر احمد مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ توسیع کی تحریک ایوان میں پیش کریں۔

نشان زدہ سوال نمبر 3204 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"نشان زدہ سوال نمبر 3204 جو محترمہ عائشہ جاوید ایم پی اے نے کیا تھا کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"نشان زدہ سوال نمبر3204 جو محترمہ عائشہ جاوید ایم پی اے نے کیا تھا کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"نشان زدہ سوال نمبر3204 جو محترمہ عائشہ جاوید ایم پی اے نے کیا تھا کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پر عام بحث

(---جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ سکینہ شاہین خان صاحبہ!

محترمہ سکینہ شاہین خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ بجٹ کے دوران تو مجھے بحث میں ٹائم نہیں ملا۔ بہر حال میں all over شکر گزار ہوں۔ میاں محمد شہباز شریف صاحب کی بہت اچھی کوشش تھی۔ ان کی پوری ٹیم اور وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جس طرح کے حالات میں بجٹ پیش ہوا میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت اچھا اور عوام دوست بجٹ تھا۔ All over اس پر بحث بھی بہت ہو چکی اور بڑی تفصیل سے اس پر تنقید بھی کی گئی اور اس کو سراہا بھی گیا۔

جناب سپیکر! مجھے صرف آپ سے یہ گزارش کرنی ہے کہ ووکیشنل انسٹیٹیوٹ کے حوالے سے چونکہ ووکیشنل ادارے بھی بہت پرانے ادارے ہیں میں نے پچھلی دفعہ بھی گزارش کی تھی کہ جو بچیاں مڈل پاس آتی ہیں اور اس ادارے میں چار سال لگانے کے بعد وہ بچیاں پھر مڈل ہی رہتی ہیں۔ میری آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ گزارش ہے کہ وہ ان بچیوں کی ایجوکیشن کو بھی ذرا promote کریں تاکہ وہ بچیاں جب دو یا چار سال کا ٹریننگ کورس کر لیں تو ان کی ایجوکیشن بھی ساتھ improve ہو۔

جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے اس دن میاں محمد شہباز شریف صاحب سے بات کی تھی کہ نمکین پانی کے جوا یریاز ہیں میں سمجھتی ہوں کہ واٹر سپلائی سکیموں میں ان علاقوں کو priority پر رکھا جائے، جہاں کھارا پانی ہے اور جن علاقوں کی زمینیں کھاری ہیں ان علاقوں میں واٹر سپلائی سکیمیں priority پر دی جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! میں دوبارہ وزیر اعلیٰ صاحب، ان کی ٹیم اور کامران مائیکل صاحب کو ایک اچھا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ وہ لوگ جو سستی روٹی پر تنقید کرتے ہیں، جو لوگ کرپشن پر تنقید کرتے ہیں آئیے ہم اپنے اندر قومیت کی سوچ پیدا کریں۔ کرپشن تو ہر جگہ ہو رہی ہے اس کرپشن کو ختم کرنے کا تہیہ کریں۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سستی روٹی میں کرپشن ہوئی انہیں اپنی کرپشن یاد نہیں ہے، ان کو حج کرپشن یاد نہیں ہے۔ میں یہاں پر دعوے سے کہتی ہوں کہ "بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام" میں میرے پاس کرپشن کے documental ریکارڈ موجود ہیں اس پروگرام میں بھی کرپشن ہو رہی ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جب آپ کی باری آئے گی تو آپ بولنا، اب آپ تشریف رکھیں اور ان کی بات سنیں۔

محترمہ سکینہ شاہین خان: جناب سپیکر! اس سکیم کے ذریعے پیسے مستحقین تک نہیں جاتے اور وہ پیسے ایم این اے اور ایم پی ایز کے کہنے پر دیئے جاتے ہیں اس پر کمیٹی قائم کی جائے۔ میں آپ کو documentary proof دوں گی کہ پیسے کہاں جاتے ہیں اور کس کے ہاں جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! تنقید کرنا بہت آسان ہے اور تنقید سننی بھی چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر پاکستان پیپلز پارٹی کی معزز خواتین ممبران
اپنی سیٹوں سے کھڑی ہو کر احتجاج کرنے لگیں)

آپ لوگ صرف الزام لگاتے ہیں۔ میں آپ کو فون کے ریکارڈ دوں گی اور باقاعدہ ریکارڈنگ کی کیسٹ دوں گی، سی ڈیز دوں گی اور وہ لوگ جو کرپشن کرتے ہیں ان کو بے نقاب کروں گی۔ (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: Order in the House.

محترمہ سکینہ شاہین خان: جناب سپیکر! آپ ایک کمیٹی بنا دیں کہ جو کرپشن صرف "بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام" میں ہو رہی ہے میں اس کے فون کے ریکارڈ پیش کروں گی۔

جناب سپیکر! کرپشن ہر جگہ ہوتی ہے، اگر جسم کے کسی حصہ میں کینسر ہوتا ہے تو اس حصہ کو کاٹ دیا جاتا ہے نہ کہ پورے جسم کو گولی مار دی جاتی ہے۔ قومیت کی سوچ اپناتے ہوئے کرپشن کو ختم کرنے کی بات کریں۔ اچھے پروگراموں پر تنقید مت کریں۔ سستی روٹی اور ماڈل ویلجز غریبوں کے پروگرام تھے جو شروع رہنے چاہئیں۔ دانش سکول سسٹم، ہر سکول دانش سکول بنے گا۔ اس کے ساتھ ہی میں پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں اور میں نے جو کہا ہے میں اس پر قائم ہوں۔ "بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام" میں جو کرپشن ہوئی اس کے documentary proofs ہیں اور I have a film.

جناب سپیکر: بہت شکریہ

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! یہ ہماری قیادت کے بارے میں کیوں بات کر رہی ہیں، ان کو کس نے یہ سب کہنے کا حق دیا ہے؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: تو آپ سستی روٹی سکیم دوبارہ شروع کر لیں۔

محترمہ سکینہ شاہین خان: آپ تنقید کرتی رہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! خواتین کو تین سال سے ہوسٹل نہیں ملا۔ یہ نہ ہو کہ یہاں کی عورتیں عدالت میں چلی جائیں۔ آپ نے مرد حضرات کو ہوسٹل دیئے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کی باری آ رہی ہے، اس پر آپ اپنی بات کر لیں۔

چوہدری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں یہ طے ہوا تھا کہ کسی کی قیادت کے بارے میں بات نہیں ہوگی۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ان کو بات کرنے دیں۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! بے نظیر شہید بھی ہو گئی ہیں پھر بھی انہوں نے ان کی جان نہیں چھوڑی۔

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی، میں نے ان کو کہہ دیا ہے۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! "بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام" ایک شفاف پروگرام ہے اس سے غریبوں کا بھلا ہو رہا ہے۔ یہ جھوٹ پر مبنی باتیں کر رہی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر!اس میں کوئی شک نہیں کہ "بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام" میں کرپشن ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: دیکھیں، آپ کو دنیا دیکھ رہی ہے، میں دونوں اطراف کو کہہ رہا ہوں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: فوڈسٹیمپ پروگرام "کرپٹ نہیں ہے؟اس میں کوئی کرپشن نہیں ہوئی؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!مسلم لیگ(ن) بے نظیر بھٹو کی قبر سے بھی خوف محسوس کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! مجھے بولنے دیں، یہ کیا طریقہ ہے؟آپ کی یہ بات مناسب نہیں ہے۔(قطع کلامیاں)

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر!"بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام"ایک شفاف پروگرام ہے۔ یہ جھوٹ پر مبنی باتیں کر رہے ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جھوٹے جھوٹ بول رہے ہیں، جھوٹے الزام لگا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: مجھے بات کرنے دیں۔ جو جھوٹے ہیں ان کو جھوٹے رہنے دیں، کیا اس میں کوئی سچ ہو جائے گا؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!ہماری قیادت کا نام لیا گیا ہے۔بے نظیر کے بارے میں اگر کوئی غلط بات کرے گا تو ہم برداشت نہیں کریں گے۔ پھر ہم بھی بولیں گے۔

جناب سپیکر: محترمہ! بات سُنیں۔ Order ,order ,order please.

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! بے نظیر کا نام کیوں لیا گیا ہے؟میں یہ برداشت نہیں کروں گی۔

محترمہ سکینہ شاہین خان: ہر کسی کو پتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام میں کرپشن ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر!۔۔۔

محترمہ ساجدہ میر: بے نظیر بھٹو خواتین کے لئے role model تھیں۔ وہ سیاست میں نہ آتیں تو آج تم گھر میں روٹیاں پکا رہی ہوتیں۔

جناب سپیکر: محترمہ!آپ تشریف رکھیں، میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا، یہ مناسب نہیں ہے۔ میں دونوں اطراف کو کہہ رہا ہوں کہ مہربانی کریں اپنی بات کریں، طریقے سے کریں، تنقید ہونی چاہئے مگر healthy تنقید ہونی چاہئے۔(قطع کلامیاں)

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!نواز شریف ہسپتال بند کر دیں، نواز شریف کالج بند کر دیں وہ قوم کے پیسے سے بنا ہے۔

جناب سپیکر: آپ ایسی بات کریں گے تو میں نہیں سنوں گا۔ آرڈر پلیز، آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔

MR SPEAKER: No Sir, no point of order.

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر!بات یہ ہے کہ یہ ایک پروگرام کا نام ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ اس میں کرپشن ہوئی ہے تو ہو سکتی ہے۔ یہ اتنا شور کیوں مچا رہے ہیں، قیادت کے بارے میں بات نہیں کی گئی۔ ایک Honourable Member بات کر رہا ہو تو اس کو interrupt کرنا مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: بس، آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر!یہ بات مناسب نہیں ہے کہ جب ایک Honourable Member بات کر رہا ہو تو دوسرے کو سُننا چاہئے، تنقید کرنا ہر ایک کا حق ہے۔(شور وغل)

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر مسرت حسن صاحبہ!

مخدوم محمد ارتضیٰ: جناب سپیکر!اگلا سپیکر بلائیں اور کارروائی کو آگے چلائیں۔

جناب سپیکر: میں نے ڈاکٹر صاحبہ کو بلا لیا ہے۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر مسرت حسن: جناب سپیکر!بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کی اجازت دی۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: یہ سیر ہیں تو ہم سوا سیر ہیں۔(شور وغل)

MR SPEAKER: Order please, order please. Order in the House.

جی، ڈاکٹر صاحبہ!آپ بات کریں۔

ڈاکٹر مسرت حسن: جناب سپیکر! آپ نے note کیا ہو گا کہ اسمبلی میں ہر روز کتنا زیادہ شور ہوتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو الزام دیتے ہیں اور یہ شور کئی بار نازیبا صورت اختیار کر جاتا ہے۔ میں آپ سے صرف یہ کہتی ہوں کہ یہ جو شور ہے اس کے پیچھے کیا ہے؟ سب Parliamentarians کو اس کی تفتیش کرنے کی ضرورت ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں سمجھتی ہوں کہ سکیمیں بذات خود اچھی بُری نہیں ہوتیں، ان کا اطلاق اچھا یا بُرا ہوتا ہے۔ جن سکیموں کا اطلاق بُرا ہوتا ہے وہ بند ہو جاتی ہیں، جن کا اطلاق اچھا ہوتا ہے وہ چلتی رہتی ہیں۔ یہاں پر ہمیں لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (شور و غل)

MR SPEAKER: Order please, order please. Order in the House.

ڈاکٹر مسرت حسن: جناب سپیکر! ہمیں صرف اس چیز کی تفتیش کرنے کی ضرورت ہے کہ جو پیسا صحیح طریقے سے خرچ نہیں ہوا وہ کہاں گیا؟ میں سمجھتی ہوں کہ آج بھی عوام کا پیسا دفتری زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ خدارا میں سب Parliamentarians سے گزارش کرتی ہوں کہ اس عوامی پیسے کو انتظامی اور دفتری زنجیروں سے آزاد کرائیں۔ یہ پیسا ہمارا ہے ہمیں اس کو monitor کرنا چاہئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ نئی سکیموں پر پیسا لگانے کی بجائے آج اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہمیں monitoring کا نظام درست کرنا چاہئے جس سے عوامی پیسے کی تفتیش ہو سکے کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟ یہ کام ہمیں ہنگامی بنیادوں پر کرنا ہوگا اور grass root level پر کرنا ہوگا۔ ہمیں وہاں پر لوگوں کو training دینی ہوگی کہ وہ اس قابل ہو سکیں اور تفتیش کر سکیں کہ ان کے علاقے کے لئے جو رقوم مختص کی گئی ہیں ان رقوم کا استعمال صحیح ہو رہا ہے یا نہیں؟ میں یہ سمجھوں گی کہ یہ بجٹ کی اچھی منصوبہ بندی ہوگی، اگر ہم یہ منصوبہ بنائیں کہ کس طرح عوام کی آواز direct ہم تک پہنچ سکے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اسمبلی میں ایک چیز کی تصحیح کی ضرورت ہے اور وہ Committees کی functioning ہے جس کو بہتر بنایا جائے۔ کمیٹی اور عوام میں جو رابطہ ہونا چاہئے وہ نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں میری یہ بھی گزارش ہے کہ اس کے لئے funding کی جائے، اس کی ٹریننگ کی جائے، اس کے لئے منصوبہ بندی کی جائے تو اس پیسے کا صحیح استعمال ہوگا۔ میں ایک اور تجویز دینا چاہتی ہوں جس کی اس وقت بہت ضرورت ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! اِن کی بات غور سے سُنئے گا۔ محترم! آپ ان کو اس طرح مصروف نہ کریں، انہوں نے notes لینے ہوتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتی امور(جناب خلیل طاہر سندھو):جناب سپیکر!وہ notesلے رہے ہیں۔

جناب سپیکر:آپ مہربانی کریں۔جی،ڈاکٹر مسرت حسن صاحبہ!

ڈاکٹر مسرت حسن:جناب سپیکر!میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت ہمیں ہنگامی بنیادوں پر سیلاب کے لئے منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔آج سے پانچ ہزار سال پہلے کی جو تہذیبیں تھیں،Indus Valley کی تہذیب،مصر کی تہذیب،Mesopotamia کی تہذیب،ان تہذیبوں کی خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے دریاؤں کے پانی پر قابو پالیا تھا اور اس پانی کو وہ as a resourceاستعمال کرتے تھے۔جب سیلاب آتا تھا تو اس کے لئے reservoirs بنائے جاتے تھے تاکہ وہ قیمتی پانی بوقت ضرورت کام آسکے۔ہمیں بھی ایسی منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہے،ہماری خوشحالی ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔سُنا ہے کہ اس سال اور زیادہ بڑے سیلاب آنے والے ہیں کیا ہم نے اس کی کوئی منصوبہ بندی کی ہے،کیا اس کے لئے پانی جمع کرنے کے کوئی انتظامات کئے گئے ہیں؟وہی قیمتی پانی تباہیاں مچاکر سمندر میں بہہ جائے گا۔اگر اس قیمتی پانی کو ہم reservoirs میں جمع کر لیں تو وہ ہماری کاشت کاری میں بہت کام آئے گا۔شکریہ

جناب سپیکر:بہت مہربانی۔روبینہ شاہین وٹو صاحبہ!۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔محترمہ رعنا رضوی صاحبہ!

محترمہ رعنا رضوی:جناب سپیکر!آج پہلی بار میں اس ایوان میں بجٹ پر بول رہی ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ آپ مجھے پورا موقع دیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس کے ساتھ ہی میں عرض کروں گی کہ ضمنی بجٹ کیوں بنتا ہے اور کیوں پیش ہوتا ہے؟یہ بیوروکریسی کی مالی بے ضابطگیوں اور حکومت کی bad governance کا منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے۔ضمنی بجٹ صرف اور صرف ایمرجنسی کی صورت میں بنتا ہے اور مجبوری کے عالم میں پیش کیا جاتا ہے اور وہ بھی کسی ایک مد میں،مگر یہاں تو سالانہ بجٹ اور ضمنی بجٹ کو لازم وملزوم بنا دیا گیا ہے۔تقریباً ہر مد میں ضمنی رقم رکھی گئی ہے تو اسے حکومت کی bad governance ہی کہا جا سکتا ہے جو good governance کے دعوے کرتے کرتے نہیں تھکتے،یعنی کہ جھوٹ اتنا بولو جس پر سچ کا گمان ہو۔بجٹ پر پیشگی تجاویز لینے کا کوئی فائدہ ہوا ہے تو کوئی معزز ممبر اس کی نشاندہی کرے کیونکہ پیشگی بجٹ تجاویز کا فائدہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب بجٹ سازی میں سٹینڈنگ کمیٹی برائے فنانس کو بھی شامل کیا جائے۔

عوامی نمائندگان کو بجٹ سازی میں شامل کیا جائے۔آئندہ کے لئے پابندی لگادی جائے کہ بجٹ صرف اور صرف سٹینڈنگ کمیٹی برائے فنانس کی سفارشات کی روشنی میں ہی تیار ہو اور ضمنی بجٹ کی روایت کو ختم کیا جائے۔ جیسا کہ حکومت نے بیرونی امداد نہ لینے کا نعرہ لگایا ہے، دیکھتے ہیں کہ اس نعرے پر کب تک عمل ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے بھی متعدد بار سستی روٹی، فوڈ سٹیمپ پروگرام کے نعرے بُری طرح ناکام ہو چکے ہیں اس لئے کہ نااہل حکمرانوں کے مشیر بھی نااہل ہیں جن میں نقل کرنے کی بھی عقل نہیں کیونکہ نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں تو یہ کہوں گی کہ جس جس مشیر نے مذکورہ سکیموں کا مشورہ دیا ہے ان کو مینار پاکستان پر عوام کے سامنے سزا دی جائے جنہوں نے قومی خزانے کو برباد کرنے کا مشورہ دیا۔ جمہوری سوچ، جمہوری رویے اور جمہوری لوگ ہی عوام کی بہتری، بھلائی اور فلاح کے لئے کام کر سکتے ہیں۔ایک factor یہ بھی ہے کہ متوسط طبقے کے افراد ہی غریب اور بے سہارا لوگوں کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: آج تو میں آپ کو کچھ نہیں کہتا لیکن آئندہ کے لئے لکھی ہوئی تقریر نہ پڑھی جائے۔آپ points لکھ کر لایا کریں۔آج چونکہ معزز ممبر کا پہلا دن ہے اس لئے میری تمام ممبران سے گزارش ہے کہ ان پر کوئی objection نہ کریں۔ مہربانی۔

محترمہ رعنا رضوی: خدارا اس صوبہ کو آپ جمہوری انداز میں چلائیں اور ہر ایک کے مشورے سے چلائیں جو یہاں کے نمائندگان ہیں ان کے مشورے سے چلائیں۔اس کے ساتھ ہی مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت کی بدنظمی کا یہ عالم ہے کہ عوام کی بہو بیٹیوں کو اشیاء ضروریہ کے لئے لائنوں میں لگایا جاتا ہے تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ حکومتی بنچوں کے کتنے ایسے لوگ ہیں جن کی بہو بیٹیاں اپنی ضروریات زندگی لینے کے لئے لائنوں میں لگتی ہیں؟ حکمرانوں کو شرم کرنی چاہئے کہ جس عوام نے ان کو حکمران بنایا ہے آپ کا ان کے ساتھ یہ سلوک ہے کہ ان کو آپ اس طرح سے ذلیل و رُسوا کرتے ہیں۔ اس کا حق آپ کو کس نے دیا؟ اس بارے میں آپ کو تھوڑا سا سوچنا چاہئے کہ اس طرح کی چیزیں جو عوام کو روزانہ درپیش ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا جاتا ہے اس طریقے کو ٹھیک کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! اب میں صوبہ کے سب سے اہم مسئلے کی طرف آتی ہوں۔ ہمارے صوبہ کے لوگ جہاں امن محبت اور بھائی چارے کے ساتھ رہتے تھے اب یہ حال ہے کہ جگہ جگہ چوریاں، ڈکیتیاں اور ایک دوسرے سے مار دھاڑ شروع ہو چکی ہے اس پر بھی تھوڑا کنٹرول کرنا چاہئے۔اس صوبہ کو دہشت گردوں، ڈاکوؤں، چوروں اور لٹیروں کے سپرد کر دیا گیا ہے، اس صوبہ کا کوئی گلی کوچہ ان لوگوں

سے محفوظ نہیں۔ ہم اپنے بجٹ میں پولیس اور انتظامیہ کے لئے کثیر رقم مختص کرتے ہیں مگر مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ ساری رقم VIPs اور protocol پر خرچ کر دی جاتی ہے۔ ہم آئے دن پولیس کی وردیاں اتارنے کی تو بات کرتے ہیں لیکن ان کی پریشانیوں کو نہیں دیکھتے۔ ان کو اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کے لئے ڈیوٹی پر لگا دیا جاتا ہے تو جس طرح اور لوگوں کو protocol دیا جاتا ہے تو تھوڑا سا ان پولیس والوں کے لئے بھی سوچنا چاہئے جو ہمارے لئے اتنا کام کرتے ہیں، ان کی ڈیوٹی بھی آٹھ گھنٹے ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی، آپ کا بہت شکریہ۔ اب اس کے بعد ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ) صاحبہ!

محترمہ رعنا رضوی: جناب والا! ایک چھوٹی سی بات میں اپنی خواتین کے بارے میں کہنا چاہوں گی کہ 51 فیصد۔۔

جناب سپیکر: اب محترمہ ثمینہ صاحبہ کا ٹائم ہے۔ آپ مہربانی فرمائیں، وہ آپ کی بھی بات کر دیں گی۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں خواتین کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی کہ پنجاب اسمبلی کی نئی بلڈنگ جو انشاءاللہ مکمل ہونے والی ہے۔ پرانی بلڈنگ میں جو MPAs Hostel ہے وہ آپ صرف males کو دیتے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ خواتین کو دیا جائے تاکہ خواتین بروقت اسمبلی میں پہنچ سکیں کیونکہ بہت ساری خواتین کو رہائش کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خواتین بروقت نہیں پہنچ سکتیں اور ان کی رہائش کا مسئلہ بھی ان کے لئے رکاوٹ بنتا ہے۔ ابھی ڈیوٹی کے حوالے سے بھی یہاں پر بات ہو رہی تھی، آپ اپنے لفٹ آپریٹر کو ہی دیکھ لیں کہ صبح 7:00 بجے سے رات 11:00 بجے تک وہ بے چارہ کھڑا رہتا ہے۔ ابھی اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ باجی مجھے کھانا کھانے کے لئے ٹائم نہیں ملتا، مجھے چائے پینے کے لئے ٹائم نہیں ملتا اور میں سارا دن کھڑے ہو کر ڈیوٹی دیتا ہوں۔ پلیز اس کو بھی ذرا نوٹ کریں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ گورنمنٹ کی بات کریں، یہ تو آپ میرے متعلق بات کر رہی ہیں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! آپ کے علم میں لانا ضروری ہے کہ جو سٹاف آپ کے لئے کام کر رہا ہے، جو آپ کے لئے ڈیوٹی دے رہا ہے کم از کم آپ کو ان کے لئے سوچنا چاہئے۔

جناب سپیکر: میں بھی انہی کی طرح ہوں، میں بھی ان کی طرح پورے ٹائم پر آتا ہوں اور پورے ٹائم پر جاتا ہوں۔

محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!میں دانش پبلک سکول کے حوالے سے بات کروں گی کہ آپ نے بہت سارا پیسا ان سکولوں پر لگایا ہے، بہت اچھی بات ہے لیکن آپ یہ دیکھیں، آپ نے جو یہ پابندی لگائی ہے کہ صرف پرائمری پاس بچوں کو لیا جائے گا تو یہ زیادتی ہے۔جب آپ کوئی بلڈنگ بنانا چاہتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر:یہ بات آپ گورنمنٹ کو کہیں، مجھے نہ کہیں۔میں زیادتی نہیں کر رہا، گورنمنٹ آپ کے حساب سے زیادتی کر رہی ہو گی۔۔۔

محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ):جناب!آپ بھی گورنمنٹ کا حصہ ہیں اس لئے آپ سے بات کرنا ضروری ہے اور آپ کے توسط سے ہی۔۔۔

جناب سپیکر:میں گورنمنٹ کا حصہ ہوں؟

ڈاکٹر آمنہ بٹر:جناب والا!وہ آپ کے توسط سے گورنمنٹ کو بتا رہی ہیں۔

جناب سپیکر:گورنمنٹ والے سن رہے ہیں۔

محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!دانش پبلک سکول کے حوالے سے یہ جو آپ نے پابندی لگائی ہے کہ پرائمری پاس کو ہی لینا ہے تو یہ بہت زیادتی ہے کیونکہ جب آپ کوئی بلڈنگ بناتے ہیں اس کی بنیاد جتنی مضبوط ہو گی بلڈنگ اتنی ہی مضبوط ہو گی۔بچوں کے لئے پرائمری تعلیم ان کے future کے لئے سب سے بڑی بنیاد ہوتی ہے، اگر ان کی بنیاد ہی کمزور ہے تو ان کا future کیا ہو گا؟اگر آپ بچوں کی فلاح کے لئے کچھ کرنا ہی چاہتے ہیں تو اس پابندی کو ختم کریں۔پچھلے دنوں وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی request کی ہے اور میں آپ کی وساطت سے بھی گزارش کرتی ہوں کہ آپ Nursery, Prep سے کلاسیں لیں تاکہ ان کا مستقبل بہتر ہو سکے، ان کی بنیاد بہتر بن سکے۔آپ نے جو پیسا لگایا اس کی صورتحال یہ ہے کہ ابھی سکول مکمل نہیں ہوا لیکن اس کی دیواروں میں cracks آنا شروع ہو گئے ہیں اور جب میڈیا والے اس کو check کرنے کے لئے وہاں پر گئے ہیں تو میڈیا والوں کو چار گھنٹے تک یرغمال بنا کر کمرے میں بند رکھا گیا اور ان کے کیمرے بھی توڑ دیئے گئے۔ہمارے ڈسٹرکٹ بہاولنگر میں چشتیاں کے مقام پر آپ نے ایک پبلک سکول بنایا ہے یہ اس کی مثال ہے۔اس سکول میں مربعوں کے حساب سے فالتو زمین دی گئی ہے،یہی زمین اگر آپ پانچ پانچ مرلے پلاٹ بنا کر بے گھر لوگوں کو دیتے تو میرے خیال میں اس سے بڑا credit اور کوئی نہ ہوتا۔

جناب سپیکر! بیت المال کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی کہ تین سال سے آپ کی حکومت ہے لیکن اس دوران کسی کو single penny تک نہیں ملی۔ محکمہ زکوٰۃ و عشر نے کچھ دیا اور نہ ہی محکمہ بیت المال نے کچھ دیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تین سال بعد وہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ جو بہاولنگر کے محکمہ بیت المال کے پاس پڑا ہوا تھا اس کو واپس منگوا لیا گیا ہے اور اب 2011 کے بجٹ میں ان کو دوبارہ دیا جا رہا ہے اور یہ احسان کیا جا رہا ہے کہ پنجاب حکومت بیت المال کی مد میں ڈیڑھ کروڑ روپیہ دے رہی ہے۔ عوام کو اس طرح بے وقوف نہ بنایا جائے، اس طرح ان کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے۔ پہلے تو یہ بہانہ تھا کہ کمیٹیاں نہیں بن رہیں، حکومت نے تین سالوں میں کیا کیا ہے، انہوں نے ان تین سالوں میں کتنی کمیٹیاں بنائی ہیں؟ کمیٹیاں نہ بنانے کی وجہ سے یہ فنڈ pending رکھا گیا ہے اور یہ اب دیا گیا ہے۔ اب مزید دیکھیں کہ یہ کیا کرتے ہیں؟ زکوٰۃ و عشر کی بھی یہی صورتحال ہے۔

جناب سپیکر! حکومت پنجاب ناجائز تجاوزات ہٹانے کے بہانے سے جو سڑکیں کھلی کر رہی ہے یہ سب سے بڑی زیادتی ہے۔ اگر آپ عوام کو گھر نہیں دے سکتے، روزگار نہیں دے سکتے تو کم از کم ان کی دکانیں تو نہ گرائیں، ان کے گھر تو نہ گرائیں۔ میرا تعلق بہاولنگر سے ہے جب encroachment والے آئے تو انہیں یہ بھی پتا نہیں تھا کہ یہاں سے ہائی وے کی جگہ کتنی ہے اور محکمہ انہار کی جگہ کتنی ہے، جو ٹیم چیک کرنے کے لئے آئی تھی ان کو یہ بھی پتا نہیں تھا کہ یہاں پر کتنے فٹ کی نہر تھی اور کہاں تھی اور وہ کمیٹی واپس چلی گئی۔ خدا کا خوف کریں، اگر آپ لوگوں کو روزگار نہیں دے سکتے، گھر نہیں دے سکتے تو کم از کم encroachment کے بہانے ان کو پریشان تو نہ کریں۔ اس سے آپ کی حکومت کے لئے زیادہ دعائیں نہیں ہوں گی۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم آ گئی ہے اگر تو آپ اسے ضلع level پر divide کریں گے پھر تو کچھ بن جائے گا لیکن آپ پنجاب level پر بیٹھ کر قرعہ اندازی نہ کریں۔

جناب سپیکر: محترمہ! جلدی سے wind up کریں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! مجھے پتا ہے کہ bell ہو گئی ہے لیکن میری بات تو سن لیں۔ اگر آپ نے صرف پنجاب level پر بیٹھ کر کرنا ہے پھر تو آپ اپنے لوگوں کو ہی oblige کریں گے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پنجاب کے جتنے اضلاع ہیں ان پر divide کریں کہ ہم نے کتنے کتنے گھر کس کس ضلع کو دینے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے مہربانی۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! پاپولیشن ڈیپارٹمنٹ آپ کے پاس آ چکا ہے۔ پہلے یہ فیڈرل میں تھا تو وہ فنڈز دیا کرتے تھے اب آپ کے پاس آگیا ہے لیکن جو لوگ کنٹریکٹ پر تھے آپ نے ابھی تک انہیں regular نہیں کیا۔ میری استدعا ہے کہ آپ انہیں regular کریں۔ چار چار ماہ تک ان کی تنخواہیں بند کر دی جاتی ہیں یہ ان کے ساتھ بہت زیادتی ہے۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ غریب بندہ کیا کرے گا اس کا آسرا تو ایک تنخواہ ہوتی ہے اور وہ ادھار لے کر مہینہ بھر کھاتا رہتا ہے اور اسے امید ہوتی ہے کہ مہینے کے بعد تنخواہ ملے گی تو وہ ادھار واپس کر دے گا۔

جناب سپیکر! آپ سکولوں کے حوالے سے مسائل دیکھیں کہ دانش سکول پر تو اتنا زیادہ پیسا لگا رہے ہیں لیکن آپ کے سرکاری سکولوں میں پانی نہیں ہے، وہاں فرنیچر نہیں ہے، بلڈنگ ناکافی ہے، سٹاف ناکافی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ باتیں بہت ہو چکی ہیں۔ آپ کی بڑی مہربانی، اب اپ اپنی بات کو wind up کریں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): چلیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، قاضی احمد سعید صاحب!

قاضی احمد سعید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور خاص طور پر کامران مائیکل صوبائی وزیر خزانہ کو جنہوں نے 12-2011 کا بہترین بجٹ پیش کیا۔ میرے خیال میں بجٹ پر بحث کا وقت گزر گیا ہے اور بجٹ پاس ہو گیا ہے لیکن آپ کی مہربانی کہ آپ نے آج ضمنی بجٹ پر مختصر بحث کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ میں صرف ایک point پر بات کروں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ 2010 میں جو سیلاب آیا اس نے اتنی تباہ کاریاں کیں جن سے تمام House بخوبی واقف ہے۔ میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اگر پنجاب کی ترقی کے لئے، پنجاب کی بہتری کے لئے میاں محمد شہباز شریف آسمان سے تارے بھی توڑ کر لائیں تو اپوزیشن پھر بھی تنقید ضرور کرے گی۔ میں آپ کے توسط سے جاوید حسن گجر صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ ابھی بیٹھے تھے لیکن اب چلے گئے ہیں۔ وہ سیلاب پر بحث کر رہے تھے، ماڈل ویلجز پر بحث کر رہے تھے اور سیلاب میں جو ریلیف دیا گیا ہے اس پر بحث کر رہے تھے۔ میں آپ کے توسط سے ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ بتائیں کہ پچھلے سال جو فلڈ آیا کیا ان کے حلقے کی ایک انچ زمین بھی فلڈ سے متاثر ہوئی، کیا ان کا حلقہ فلڈ زدہ ایریا کے ساتھ ہے؟ بالکل نہیں۔ ان کی ایک انچ زمین بھی فلڈ میں نہیں آئی اور وہ اس پر

بحث کر رہے تھے۔انہوں نے ماڈل ویلج کی بات کی کہ ماڈل ویلج بنانے کی کیا ضرورت ہے۔سیلاب آیا تو اس میں ریلیف کا کام کیا گیا،boatsدی گئیں،وزیر اعلیٰ پنجاب رحیم یار خان میں آئے اور عارضی طور پر ڈسپنسریاں،ویٹرنری ڈسپنسریاں بنائی گئیں اور تمام حاکم حرکت میں آئے المختصر آخر میں لوگوں کے ریلیف کے لئے وطن کارڈ کا اجراء کیا گیا جو وزیر اعلیٰ کی خدمات سمجھیں،vision سمجھیں،ان کی مہربانی سمجھیں،معاملہ یہاں تک تھما نہیں لیکن ان کی خدمات جو بجٹ میں پیش کی گئیں،بجٹ پر بحث کی گئی لیکن میں صرف ماڈل ویلج پر بات کروں گا کہ میرے حلقہ پی پی۔286 رحیم یار خان جس کے دس مواضعات دریا برد ہوئے،ہزاروں لوگ بے گھر ہوئے، سینکڑوں ہزاروں جانور مر گئے۔وزیر اعلیٰ پنجاب تشریف لائے تو انہوں نے میرے حلقے میں ایک ماڈل ویلج کا اعلان کیا۔الحمدللہ دو سو چالیس گھروں پر مشتمل وہ ماڈل ویلج آخری مراحل میں ہے۔میرا حلقہ ایسا حلقہ ہے جس کی سرحدیں راجن پور اور مظفر گڑھ سے ملتی ہیں یہ دریائی علاقہ ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کا تاریخی کارنامہ ہے،ہمارے لوگوں پر ایک احسان ہے کہ انہوں نے ماڈل ویلج دیا۔اس ماڈل ویلج بنانے کے لئے سب سے پہلے بیس ایکڑ زمین قبضہ گروپوں سے حاصل کی گئی اس میں بہترین کردار ڈی سی او رحیم یار خان اور کمشنر بہاولپور کا رہا۔ماڈل ویلج میں یہ نہیں ہے کہ مکان بنا کر لوگوں کے حوالے کر دیں گے۔میرے حلقے میں جو ماڈل ویلج بنایا جا رہا ہے میں نے جا کر مشاہدہ کیا ہے اور میں نے اس کا سارا پروگرام دیکھا ہے۔اس ماڈل ویلج میں جو آخری مراحل میں ہے گھر کے اندر جو سہولیات دی جا رہی ہیں ان میںUPS،Electrification،واٹر سپلائی اور پورے ماڈل ویلج میں جو کام ہو رہا ہے اس کی خصوصیات دیکھیں کہ ماڈل ویلج میں روڈز، ویٹرنری ڈسپنسری قائم کی جا رہی ہے،لوگوں کی صحت کے لئے بہترین ڈسپنسری بنائی جا رہی ہے، بائیو گیس کا انتظام کیا جا رہا ہے،ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ قائم کیا جا رہا ہے،کھیل کا میدان بنایا جا رہا ہے،پولیس چیک پوسٹ قائم کی جا رہی ہے،پٹوار خانہ بنایا جا رہا ہے اور ان لوگوں کے مال مویشیوں کے لئے ایک مشترکہ میدان مختص کیا گیا ہے جہاں وہ اپنے مویشی باندھیں گے۔میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے جو انہوں نے ایک پسماندہ علاقے کے لئے کیا ہے اور ان کا نام تاریخ میں سنہری الفاظ میں لکھا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ ڈاکٹر صاحبہ! دیکھیں، آپ کتنی دفعہ بول چکے ہیں۔اب دوسروں کو بھی موقع ملنا چاہئے۔اسHouseکے تمام ممبران کا حق ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں سیکرٹری صاحب کی بہت شکر گزار ہوں کہ ان کی وجہ سے مجھے بجٹ میں بالکل موقع نہیں ملا۔ بجٹ تقاریر میں بھی ہر لسٹ میں میرا نام آگے چلتا گیا۔ میں نے کل انہیں کہا تھا کہ جو بچ گئے ہیں ان میں میرا نام سب سے اوپر لکھنا۔ میں نے سب سے آخر تک تو صبر کیا ہے، میں اس کی خاطر ہی اپیل کروں گی کہ آپ مجھے چند منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: چلیں، بات کریں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے شعر تو یہی پڑھا تھا کہ:

بجٹ کی کہانیوں سے ظاہر ہو گیا
میں تو ایویں ای ایویں ایویں ایویں لٹ گیا

یہ شفیع محمد نے شعر بھیجا ہے جو ایک شہری ہے اس نے یہ کہا کہ یہ اتنی کہانیاں سننے کے بعد پھر وہ گانا ہی ہے کہ میں ایویں ای لٹ گیا۔ میں ضمنی بجٹ پر بہت جلدی سے چند ایک points پر بات کرنا چاہتی ہوں کہ ضمنی بجٹ میں جو financial language استعمال کی گئی ہے وہ انتہائی poor ہے اس لئے کہ جب اس میں miscellaneous, etc, support کچھ mini print میں چھوٹا چھوٹا لکھ دیں تو اس سے اس بجٹ کی un-predictability سامنے آئی ہے۔ سترہ open heads ایسے ہیں جن میں صرف ہزار روپیہ رکھا گیا ہے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہزار روپیہ اربوں میں چلا جائے اور اس mini budget میں جہاں بہت چھوٹا چھوٹا لکھا گیا ہے مجھے یہ کہنا ہے کہ اگر آپ Demand No PC-16047. کو دیکھیں تو اس میں 61۔ارب روپے کا Excess Expenditure لکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اگر آپ Demand No.16047 کو دیکھیں تو اس میں 61۔ارب روپے کا Excess Expenditure لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے چھوٹا چھوٹا، مُنّا مُنّا لکھا گیا ہے کہ increase in sale of wheat etc چلو جی، increase in sale of wheat تو ہوئی، 150۔ارب روپے کی گندم خریدی، اس کے لئے 90۔ارب روپے بجٹ میں سے دیئے گئے جبکہ 61۔ارب روپے ضمنی گرانٹ کے طور پر مانگے جا رہے ہیں اور اس کے نیچے لکھا جاتا ہے and for increase in sale of wheat etc. تو اس etc کا کیا مطلب ہے؟ دل پہ اتنی چوٹ نہ لگائی جائے۔ اس کے بعد Demand No.24044 پر سُود کی کل رقم جو واپس کی جا رہی ہے وہ 2۔ارب

روپے ہے۔2۔ارب روپے میں سے 1.7۔ارب within this grant ہے اور باقی اعشاریہ تین ارب next total بنتا ہے۔اس حوالے سے میں حمیرا اویس شاہد کی ،بیج سلم banking والی تجویز کی طرف حکومت کی توجہ دلاؤں گی کیونکہ یہی ایک راستہ ہے کہ جس پر چل کر ہم سُود کی اتنی بڑی رقم سے بچ سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ بات پہلے بھی point out ہوئی ہے کہ ہماری طرف سے جو تجاویز دی گئی تھیں وہ نہ صرف یہاں پر monitor ہو رہی ہیں بلکہ PILDAT جو کہ ایک بین الاقوامی ادارہ ہے انہوں نے بھی ناموں کے ساتھ اس کو شائع کیا ہے کہ بجٹ کے حوالے سے ممبران کی طرف سے یہ تجاویز دی گئی تھیں۔ میں یہ document آپ کی طرف بھجوا دیتی ہوں اور آپ خود اس کو دیکھ لیں۔

آپ نے pre-budget session کیا جو کہ بہت خوش آئند بات ہے اس میں ممبران کی طرف سے بہت سی تجاویز دی گئیں۔اس حوالے سے ایک international screening بھی ہو رہی ہے۔ بین الاقوامی ادارے اس کو monitor کر رہے ہیں کہ آیا ان تجاویز کو بجٹ میں reflect کیا گیا ہے یا نہیں؟ کہیں یہ بات سچ ثابت نہ ہو جائے کہ "وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔"

جناب سپیکر! اس میں write off of loans کا بہت ذکر ہے۔ ہم سارا سال یہ سوچ کر پیسے خرچ کرتے رہے کہ یہ loan ہے اور پھر اس loan کو write off کر دیا گیا شاید یہ کوئی red-tapism or procedure ہے۔ مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ اگر آپ نے بیواؤں کو grant in aid دینی ہے، آپ کو پتا ہے کہ یہ ایک مستقل trend ہے تو اس کو باقاعدہ main بجٹ میں لے آئیں اور اسے باقاعدہ ایک شکل دے دینی چاہئے۔ وہاں سے گرانٹ چلی پھر سی۔ایم سیکرٹریٹ سے approved ہوئی اور اس کے بعد وہ محکمہ خزانہ میں گئی یعنی وہ grant جس کو وزیر اعلیٰ نے از راہ ہمدردی، آنسو صاف کرنے کے لئے بڑا gracefully announce کیا ہوتا ہے اس کو گورنمنٹ کی یہ red-tapism منظور کرتے ہوئے ایک سال لگا دیتی ہے تو اتنے لمبے اور مشکل procedure کو بھی ضرور آسان بنانا چاہئے۔

جناب سپیکر! مجھے یہاں پر ایک appeal کرنی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم خواتین حزب اختلاف سے تعلق رکھتی ہیں۔ حزب اقتدار کی خواتین ممبران کو 80 لاکھ روپے development grant دی گئی جبکہ یہ grant ہم حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والی خواتین ممبران تک نہیں پہنچی۔ ہر سال لوکل گورنمنٹ یا concerned department ہمیں خطوط بھیج دیتا ہے کہ آپ 80 لاکھ روپے تک development کے منصوبوں کی نشاندہی کریں۔ مجھے پچھلے تین سالوں میں اس حوالے سے کوئی پیسے

نہیں مل سکے۔ میوہسپتال میں Ophthalmology یعنی نابینالوگوں کے لئے قائم آپریشن تھیٹر کی حالت بہت خراب ہے۔ آپ یقین کریں کہ آٹھ آٹھ سو مریض آپریشن کرانے کے انتظار میں بیٹھے ہیں کیونکہ وہاں مائیکروسکوپ اور آپریشن تھیٹر کا دوسرا سامان پورا نہیں ہے۔ میں officially اپنی اس 80 لاکھ روپے کی grant کو آپ یعنی سپیکر پنجاب اسمبلی کی نذر کرتی ہوں۔ آپ ان پیسوں کو لیجئے اور اپنے ہاتھوں سے مائیکروسکوپ خرید کر ان نابینالوگوں کو دے دیں تاکہ ان کا کچھ بھلا ہو سکے۔ میں پھر سے کہتی ہوں کہ میں اپنی اس grant کو آپ کے حوالے کرتی ہوں کہ شاید اسی طریقے سے ہی پنجاب کے نابینالوگوں کا کوئی بھلا ہو جائے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں زکوٰۃ کے حوالے سے عرض کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کی تھی کہ حکومت پنجاب کی طرف لوگوں کی تین سال کی زکوٰۃ واجب الادا ہے۔ اس حوالے سے ایک mistrust چلا ہے کہ یہ زکوٰۃ کمیٹیاں غالباً اعتماد کے قابل نہیں ہیں اور زکوٰۃ کو institutionalized کر دیا گیا۔ اس institutionalization میں پچھلی دفعہ 100 نئے V.T.I's بنائے گئے تھے۔ ان 100 نئے V.T.I's اور 134 پرانے V.T.I's کو upgrade کرنے کے لئے 72۔ارب روپے صرف کئے گئے لیکن اس مرتبہ 50 نئے V.T.I بنانے کے لئے 425 ملین روپے رکھے گئے۔ پچھلی دفعہ 100 نئے V.T.I پر 72۔ارب روپے صرف ہوئے تو اب 50 V.T.I پر 425 ملین روپے کیسے خرچ ہو گئے، یہ اتنا بڑا exaggerated figure کیسے آ گیا؟ آپ زکوٰۃ کی رقم پر رحم فرمائیں۔ کمیٹیاں ختم کرنے والا معاملہ بھی ٹھیک نہیں تھا لیکن اگر آپ نے اس کو institutionalized ہی کرنا ہے تو پھر اسے rationalized بھی کریں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ 100 V.T.I تو 72۔ارب روپے میں بن جائیں جبکہ 50 V.T.I جو ہیں وہ 425 millions میں بنیں۔ قرضہ سکیم میں بھی اسی طرح آپ نے announce کیا کہ ہم دس ہزار لوگوں کو یہ قرضہ دیں گے۔ اس حساب سے آپ کو 2۔ارب روپے رکھنے چاہئیں تھے۔ آپ نے اس میں ایک ارب روپیہ کیوں رکھا؟ ایک لاکھ لوگوں کو 20 ہزار روپے کے حساب سے 2۔ارب روپے ملنے چاہئیں تھے۔ اگر آپ نے یہ قرض پچاس ہزار لوگوں کو دینا ہے تو پھر پچاس ہزار لوگوں کا ہی کہیں اس میں اپنی political شہرت کی خاطر آپ کیوں غلط وعدہ کر رہے ہیں کہ ہم 20 ہزار روپے کا loan ایک لاکھ لوگوں کو دیں گے۔ اگر ایک لاکھ لوگوں کو loan دینا ہے تو پھر اس کے لئے 2۔ارب روپے رکھیں۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔اب تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! آخر میں صرف ایک شعر پڑھنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں، شعر پڑھ لیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ شعر آپ کے حکومتی بنچوں کے لئے ہے۔

وہ جہاں بھی گیا،لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات ہے اچھی میرے ہرجائی کی

جناب سپیکر: جی، شیر علی گورچانی صاحب!

سردار شیر علی خان گورچانی: جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا ہے۔سب سے پہلے تو میں خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب،وزیر خزانہ کامران مائیکل اوران کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمیں ایک عوام دوست بجٹ دیا ہے۔میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمیں جنوبی پنجاب دوست بجٹ دیا ہے۔پچھلے سال ضلع راجن پور میں سیلاب آیااور سب سے زیادہ میرا حلقہ متاثر ہوا۔جام پور دو لاکھ آبادی کا شہر ہے جہاں پر دریائے انڈس سے سیلاب آیا۔اُس وقت وہاں پر افراتفری اور قیامت کا عالم تھااور یہ منظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔جس وقت شہر کی گلیوں میں پانی داخل ہو رہا تھا تو باپ کو اپنے بیٹے کا پتا تھااور نہ ہی ماں کو اپنی بیٹی کی خبر تھی۔ہر آدمی اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا۔اس وقت خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب صرف آدھے گھنٹے کے بعد جام پور میں پہنچ گئے اور تین تین فٹ پانی میں کھڑے ہو کر اس ساری تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھااور وہیں پر کھڑے ہو کر انہوں نے یہ اعلان کیا تھاکہ جب تک جام پور شہر میں پانی کاآخری قطرہ موجود ہے شہباز شریف اپنے گھر میں نہیں بیٹھے گا۔چنانچہ میاں محمد شہباز شریف صاحب بیس مرتبہ جام پور شہر میں آئے۔جس شہر کی گلیوں سے لوگوں کو موٹر بوٹ کے ذریعے نکالا گیا تھا،جہاں پر سات سات،آٹھ آٹھ فٹ پانی بہہ رہا تھا وہاں ایک مہینے بعد یہ آثار نہیں تھے کہ یہاں پر سیلاب آیا ہے اور لوگ دوبارہ جام پور شہر میں آباد ہو گئے تھے۔

جناب سپیکر! میں اپنے حزب اختلاف کے دوستوں سے پوچھتا ہوں کیونکہ ان کے وزیراعظم کا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے اور یہ صدر پاکستان کے بڑے گُن گاتے ہیں۔یہ مجھے حلفاً بتائیں کہ ان کے

لیڈروں نے جام پور اور ضلع راجن پور کے کتنے دورے کئے ہیں؟ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان کے کسی خیر خواہ نے صدر پاکستان کو مشورہ دیا کہ شہباز شریف تو ہر روز ضلع راجن پور میں پہنچا ہوتا ہے خدا کے لئے آپ بھی اس علاقے کا کوئی دورہ کر لیں۔ یہ حقیقت ہے، on record ہے آپ بے شک چیک کر الیں کہ صدر آصف علی زرداری سینیٹر جان کیری کو اپنے ساتھ ہیلی کاپٹر پر بٹھا کر ایک کیمپ کا دورہ کرنے کے لئے گئے۔ وہاں پر چالیس پچاس بچے اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے سمجھا کہ شاید ہیلی کاپٹر میں شہباز شریف آ گیا ہے۔ خدا کی قسم انہوں نے شہباز شریف زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے صدر پاکستان وہاں پر پندرہ منٹ بھی نہیں ٹھہرے اور واپس چلے گئے۔ یہ حقیقت ہے۔ ایک دن ان کے وزیر اعظم گیلانی صاحب وہاں پر آئے۔ وہ وہاں پر پانچ منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکے اور آج یہ جنوبی پنجاب کے دعویدار ہو گئے ہیں۔ اُس کے بعد ان لوگوں کی وہاں پر آنے یا اُن لوگوں کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "جھوٹ، جھوٹ" کی نعرہ بازی)

یہاں پر چودھری ظہیر الدین خان موجود نہیں ہیں تو معزز ممبران مسلم لیگ (ق) سے پوچھتا ہوں کہ ان کے لیڈروں نے جنوبی پنجاب کا نعرہ لگایا ہے تو انہوں نے کتنی دفعہ جنوبی پنجاب کے دورے کئے؟ ہمارے لیڈر نے کبھی نئے صوبے بنانے کی مخالفت نہیں کی لیکن ہم ان کی یہ سازش کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے اپنے پانچ سالہ دور حکومت میں جنوبی پنجاب کے لئے کیا کیا ہے اور میں یہاں پر اس تین سالہ حکومت کے دوران اپنے ضلع کی مثال دینا چاہتا ہوں کہ میاں محمد شہباز شریف نے جام پور شہر بلکہ ضلع راجن پور کو محفوظ بنانے کے لئے ایک ارب سات کروڑ کا سپر بند اور بائی پاس منظور کیا جس کا موقع پر کام شروع ہو چکا ہے۔ 2005 میں بھی ایک سیلاب آیا تھا اُس دوران ان کے چیف منسٹر چودھری پرویز الٰہی فرید ائیر بیس پر اُترے تھے اور آٹے کے دو تھیلے دے کر فوٹو سیشن کرایا اور وہیں سے ہی واپس آ گئے تھے اور یہ جنوبی پنجاب کے دعویدار بنتے ہیں۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "جھوٹ، جھوٹ" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: .No, no یہ آپ کا کیا طریقہ ہے؟ آپ لوگ تشریف رکھیں۔ جی، گورچانی صاحب!

سردار شیر علی خان گورچانی: جناب سپیکر! میرے بھائی ابھی جھوٹ جھوٹ کا نعرہ لگا رہے تھے تو میں اُن سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے میاں محمد شہباز شریف سے request کی کہ میاں صاحب دانش سکول میرے حلقہ جام پور میں بنا دیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں، جہاں پر عوام کا فائدہ ہو گا میں

دانش سکول وہاں بناؤں گا اور اپوزیشن کے یہ معزز ممبر جو اُٹھ کر ایوان سے باہر جا رہے ہیں ان کے حلقہ میں وہ دانش سکول بنایا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے اپوزیشن کے دوست پولیس کے حوالے سے ہم پر تنقید کر رہے تھے تو میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ روجھان میں کچے کا علاقہ no go area یعنی سٹیٹ کے اندر سٹیٹ بنا ہوا تھا جہاں سندھ، رحیم یار خان، راجن پور اور اوکاڑہ سے بندے اغواء کر کے لے جائے جاتے تھے اور آج تک کسی کو وہاں پر آپریشن کرنے کی جرأت نہیں ہوئی تو ہمارے چیف منسٹر میاں محمد شہباز شریف نے وہاں پر آپریشن کرایا اور وہاں پر پاکستان کا جھنڈا لہرایا۔

جناب سپیکر! خادم اعلیٰ پنجاب نے راجن پور اور جنوبی پنجاب کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ ماڑی گورچانی ہمارا ایک صحت افزاء مقام ہے جس کی اونچائی فورٹ منرو اور مری جتنی ہے۔ میری حکومت سے گزارش ہے کہ اُس کو صحت افزاء مقام declare کر کے وہاں پر development کروائی جائے۔ Tribal areas کے لئے 3.5۔ارب روپیہ کا جو فنڈ رکھا گیا ہے یہ جنوبی پنجاب کی عوام پر خادم اعلیٰ کا ایک اور بہت بڑا احسان ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! کہتے ہیں کہ کسی بھی ملک میں محکمہ پولیس بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارے اس بجٹ میں 52۔ارب روپیہ محکمہ پولیس کے لئے رکھا گیا ہے۔ مجھے اس بات پر اعتراض نہیں ہے کہ پولیس کے لئے کتنا فنڈ مختص کیا گیا ہے، اُنہیں اس سے بھی زیادہ فنڈ دیا جائے لیکن کاش! جرائم کی شرح میں کمی آتی تو اس سے زیادہ فنڈ دینے میں بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔ دہشت گردی میں کوئی فرق پڑا، نہ جرائم کی شرح کم ہوئی۔ لوگوں کو پولیس مقابلہ میں مار دیا جاتا ہے اور ہائی کورٹ نے بھی اس کا نوٹس لیا ہے۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

ہوتا یہ ہے کہ جھوٹی FIRs درج کر دی جاتی ہیں لیکن جو لوگ FIRs درج کرانا چاہتے ہیں وہ کئی کئی دن تھانوں کے چکر لگاتے ہیں لیکن اُن کی FIRs درج نہیں کی جاتیں اور اُس کی وجہ آپ جانتے ہیں۔ اس وقت پنجاب میں امن وامان کی صورتحال جس قدر خراب ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ ہر روز اخبارات میں چوریاں، ڈکیتیاں اور اغواء برائے تاوان کے درجنوں واقعات رپورٹ ہوتے ہیں۔ میں اس وقت صرف اپنے ضلع کے بارے میں بات کروں گی کہ میرے ضلع شیخوپورہ میں امن وامان کی

صورتحال یہ ہے کہ جس چور، اشتہاری یا ڈاکو کو پورے پنجاب میں کہیں جگہ نہیں ملتی وہ شیخوپورہ میں پناہ لیتا ہے اس لئے کہ شیخوپورہ کا ڈی پی او رانا شاہد بہت کمزور آدمی ہے اور مجھے کبھی کبھی لگتا ہے کہ شیخوپورہ رانا سٹیٹ بن گئی ہے یعنی رانا شاہد، رانا تنویر اور رانا ثناء اللہ کی ملی بھگت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ شیخوپورہ میں جس طرح قانون کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں، جس طرح بھتہ خوری کی جا رہی ہے، ناجائز قبضے کئے جا رہے ہیں، قتل کئے جا رہے ہیں، ڈکیتیاں اور اغواء برائے تاوان کے واقعات زوروں پر ہیں۔ میں یہاں پر شیخوپورہ کی تحصیل فیروزوالہ کا ذکر کروں گی کہ مندراں گاؤں میں تقریباً تین سو آدمی قتل ہوئے، قتل ہر روز ہوتے گئے اور اُن کی تعداد تین سو کے قریب پہنچ گئی تو اگر پولیس اس میں مداخلت کر کے ملزموں کو پکڑتی تو اتنا نقصان نہ ہوتا۔ فیروزوالہ میں ہی ماہادیوی میں دو چوکیوں کے درمیان گیارہ آدمی قتل ہوئے جن میں تین بچے اور آٹھ خواتین و مرد شامل تھے اور یہ قاتل پولیس وردی میں ملبوس تھے۔ مجھے افسوس ہے کہ دو دن پہلے ایک بچی قتل ہوئی، دس گھنٹے اُس کی نعش پڑی رہی اور ایف آئی آر درج نہ ہوئی تو میں اس کی وجہ جاننا چاہوں گی۔

جناب سپیکر! دُکھ کی بات ہے کہ نین سُکھ میں ایک تاجر کا اغواء برائے تاوان کیا گیا اور 25 لاکھ روپیہ کا مطالبہ کیا گیا۔ تاوان کے پیسے دینے میں دیر ہو گئی تو اُس تاجر کو مار دیا گیا اور اس پر ظلم یہ ہوا کہ اُس کی نعش دینے کے لئے پھر 5 لاکھ روپیہ کا مطالبہ کیا گیا۔ مسن کالر میں بیز لگانے پر قتل ہوا اور پولیس کی نااہلی دیکھئے کہ پولیس مدعی اور گواہوں کو لے کر جا رہی تھی کہ مخالف پارٹی نے تمام گواہان اور مدعی کو موقع پر مار دیا اور پولیس اپنی بہترین کارکردگی پر خوش تھی۔ اس وقت پورا ضلع بھتہ خوروں، چوروں اور اشتہاریوں کے ظلم سے چیخ رہا ہے۔ [**********]

جناب سپیکر: اجلاس کی کارروائی کے لئے پانچ منٹ اور بڑھائے جاتے ہیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! مجھے دکھ اور افسوس کے ساتھ پھر کہنا پڑتا ہے [***********]

جناب سپیکر: جن کے نام لئے گئے ہیں اور ذاتی باتیں کی گئی ہیں ان کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! یہ حقیقت ہے۔ شیخوپورہ کو اس [****] سے نجات دلائی جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کا وقت ختم ہو گیا۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ جی، منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! (قطع کلامیاں)

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: ان کے بارے میں انہوں نے بات کی ہے انہیں اس بات کا جواب دینے دیں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ آپ ان کو بات کرنے دیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ اپنی باری پر بولیں۔ میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بد قسمتی سے میری اس بہن کا بنیادی تعلق بھی اسی ضلع سے ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ کیا کر رہی ہیں؟ آپ ماحول کو خراب کر رہی ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں نے بجٹ تقریر میں ان کی جعلی قیادت کو ننگا کیا، ان کا اصلی روپ بتایا اب پتا نہیں یہ کیا کیا الزامات لگا رہے ہیں؟ انہوں نے کل جو الزام لگایا یقین کریں میں تو اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کے احکامات پر چلنے والا شخص ہوں۔ ان دونوں پارٹیوں کی قیادت کو problem ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میں نے ان کو floor دیا ہے، آپ ان کو کیسے روک سکتے ہیں؟ میں آپ کے لئے آرڈر جاری کرنے والا ہوں۔ آپ کی مہربانی، آپ خاموشی اختیار کریں۔ اب کاہلوں صاحب! آپ اپنی تقریر کریں۔ اجلاس کی کارروائی کے لئے پانچ منٹ کا وقت مزید بڑھایا جاتا ہے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر!۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: مجھے action کرنا ہی پڑے گا۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں اور کاہلوں صاحب کو بات کرنے دیں۔ میں نے انہیں floor دیا ہے۔ آپ نے اس House کو مذاق بنا رکھا ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیر خزانہ کو بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ میں جتنی تجاویز پیش کی گئیں ان پر تنقید بھی ہوئی اور سراہا بھی گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تنقید ضرور ہونی چاہئے، اچھی تنقید اصلاح کا باعث بنتی ہے۔ میں آج کوئی تنقید نہیں کروں گا کیوں کہ pre-budget بحث میں جو تجاویز ہم نے ایوان میں پیش کی تھیں میں سمجھتا ہوں کہ ان تجاویز میں سے کسی ایک پر بھی کارروائی ہوتے ہوئے نظر نہیں آ رہی۔

جناب سپیکر! میرا تعلق سرگودھا سے ہے تو سرگودھا ڈویژن اور سرگودھا ڈسٹرکٹ میں آج بھی ایسا کوئی خاطر خواہ واضح عمل نظر نہیں آ رہا۔ سرگودھا میں ایک آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کا اعلان کیا گیا ہے، اس کا افتتاح کیا گیا وہ سکیم میرے ہی حلقہ میں launch کی گئی۔ اس سکیم پر مجھ سے پہلے سرگودھا کے ممبران نے تمام خدشات کا اظہار آپ کے سامنے کیا ہے۔ میں نے وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ اپنے سرگودھا کے ممبران کے ساتھ ملاقات کی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ ایک کمیٹی بنا دیں۔ جو آشیانہ ہاؤسنگ سکیم سرگودھا کی تحقیق کرے جس پر کروڑوں روپے advertisement اور عوامی حلقے میں projection کے لئے خرچ کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، انہوں نے اس کا notice لیا ہوا ہے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! اُس کا ابھی تک notice نہیں لیا گیا۔

جناب سپیکر: جی، آپ آگے بات کریں۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں آج ایوان کے سامنے یہ بات کر رہا ہوں کہ وہ آشیانہ سکیم ایک سیم نالے کے کنارے پر launch کی گئی ہے۔ جس جگہ پر دس ہزار روپے فی مرلہ لینے کے لئے کوئی عام آدمی بھی تیار نہیں ہے وہاں پر آپ 12 لاکھ روپے کا ایک گھر بنا کر دے رہے ہیں اور اُس سکیم پر آپ کروڑوں اربوں روپوں کا ضیاع کر رہے ہیں۔ میں خادم اعلیٰ کو کہتا ہوں کہ وہ میری گاڑی میں بیٹھ کر وہاں پر خود visit کریں کہ وہاں پر کیا حال ہے؟

جناب سپیکر: اِس پر آپ پھر کسی دن بات کر لیجئے گا۔ اس پر کافی بات ہو چکی ہے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جو خود موقع پر جا کر دیکھے۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ جی، احمد خان بلوچ صاحب!

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میری دوسری تجویز یہ ہے کہ ۔۔۔

جناب سپیکر: بس رہنے دیں، اب ٹائم نہیں ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! آپ نے کاہلوں صاحب کو صرف دو منٹ ہی ٹائم دیا ہے۔

جناب سپیکر: اب ٹائم نہیں ہے اور میں آپ کا پابند تو نہیں ہوں کہ آپ مجھے شام تک یہاں پر بٹھا کر رکھیں۔ میں نے پہلے ہی پانچ پانچ منٹ کر کے آدھا گھنٹہ بڑھایا ہے۔ جی، احمد خان بلوچ صاحب!

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! آج سے دو سال پہلے ایک میگا پراجیکٹ تیار کیا گیا جس پر کروڑوں روپے feasibility plan پر خرچ ہوئے لیکن آج تک دو، اڑھائی ارب روپے کا میگا پراجیکٹ فائلوں کی نذر ہو چکا ہے۔ یہ سرگودھا کی عوام کا ایک دیرینہ مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ ہاؤس کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ جی، احمد خان بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ وقت کی کمی کے باعث آپ نے مجھے موقع عنایت فرمایا جبکہ میں 14 تاریخ سے بات کرنے کے لئے انتظار کر رہا تھا۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ دونوں طرف سے تنقید اور تعریف کا سلسلہ کافی دنوں سے چل رہا ہے۔ میں صرف اتنی بات کہوں گا کہ ہمارے اپوزیشن بھائیوں نے تنقید برائے تنقید کی ہے مگر جو وزارتیں اِن کے پاس تین سال رہیں اُن پر تنقید کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ یہ تین سال ان بنچوں پر بیٹھ کر بجٹ کی تعریف بھی کرتے رہے اور قائد ایوان کی تعریف بھی کرتے رہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، سوہنا صاحب بھی آپ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! سوہنا صاحب میرے بھائی ہیں اور جس طرح ان کا نام سوہنا ہے اسی طرح انہوں نے بہت خوبصورت باتیں کی ہیں۔ میں اِن کے لئے صرف یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے بہت اچھی تقریر کی ہے مگر جو باتیں انہیں کرنی چاہیئں تھیں وہ اب نہ کرتے بلکہ اُس وقت کرتے جب حکومتی بنچوں پر بیٹھے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اِس طرف کھڑے ہو کر یہ کہا تھا کہ ہماری کوئی بات نہیں سنتا بلکہ میں بھی گواہ ہوں کہ انہوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ وزیر اعلیٰ صاحب مجھے ٹائم نہیں دیتے اور لیبر کے معاملے میں میری بات نہیں سنتے۔ اگر یہ اُس وقت resign دے کر اپوزیشن میں آ جاتے اور یہ باتیں جواب کی ہیں اُس وقت کرتے تو خدا کی قسم میڈیا بھی ساتھ ہوتا، ہاؤس بھی ساتھ ہوتا، پنجاب کی عوام بھی اِن کے ساتھ ہوتی اور سب کہتے کہ انہوں نے ایک اصول کا فیصلہ کیا ہے۔ تین سال کے بعد اب یہ باتیں ایک بناوٹ لگتی ہیں اور اِس وقت یہ باتیں کرتے ہوئے اچھا نہیں لگتا کہ تین سال بجٹ، محکمے اور قائد ایوان کی تعریف کریں مگر آج کہیں کہ سب کچھ خراب ہے۔ یہ خراب والی بات نہیں

بلکہ صرف جھنڈے والی گاڑیوں کی بات ہے کہ جھنڈے والی گاڑیاں ہوں تو سب کچھ ٹھیک ہے ورنہ سب کچھ خراب ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ ہمیں انتہا میں آ کر اچھے منصوبوں کو برے منصوبے نہیں کہنا چاہئے۔انہوں نے انتہا میں آ کر آج دانش سکول کا بھی شکوہ کیا،اِن کو جناح آبادی بھی اچھی نہ لگی،اِن کو ییلو کیب سکیم بھی اچھی نہ لگی،اِن کو بے روزگاری کی سکیم اچھی نہ لگی،اِن کو زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے پڑھے ہوئے گریجویٹس کو دی گئی زمینیں بھی اچھی نہ لگیں اور ان کو موجودہ حالات کے پیش نظر وزیر اعلیٰ نے جو غیر ترقیاتی بجٹ کم کر کے 14 فیصد ترقیاتی بجٹ دیا وہ بھی اچھا نہ لگا۔اگر پڑھے لکھے نوجوانوں کو ٹیکسیاں دی جا رہی ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ اُن کو ڈرائیور بنایا جا رہا ہے لیکن میں اِن سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ پڑھے لکھے آدمی ڈاکو اور چوریاں کرتے تو پھر کیا ٹھیک تھا؟ اچھے کام کو اچھا کہنا چاہئے اور اگر حکومت نے کوئی بُرا کام کیا ہے تو یہ بے شک اُس پر تنقید کرتے۔

جناب سپیکر! ہمارے ایک معزز ممبر نے کہا کہ موبائل ہیلتھ یونٹ کی گاڑی جب puncture ہو جائے گی تو ہسپتال ختم ہو جائے گا، اب یہ کوئی بات کرنے والی ہے۔ یہ موبائل ہیلتھ یونٹ اُن جھونپڑیوں میں جائے گا جہاں پر لیبارٹریاں نہیں ہیں، خون ٹیسٹ نہیں ہوتے اور جہاں پر ہیپاٹائٹس کا علاج نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید دو منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! یہاں ہاؤس میں ہر طبقے کی بات ہوئی ہے لیکن اگر کم بات ہوئی ہے تو زراعت کے متعلق ہوئی ہے۔ یہ وہ مظلوم طبقہ ہے جس نے ملکی معیشت کو مضبوط کیا ہے۔ میں آج بھی کہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کا اغیار کی امداد بند کرنے کا اقدام بہت اچھا ہے لیکن خدارا اُس کے متبادل اگر کاشتکار کو مضبوط کریں گے تو اُس امداد کا ازالہ ہو سکے گا۔ اگر کاشتکار کو مضبوط نہ کیا گیا تو ملکی معیشت مضبوط نہیں ہو گی کیونکہ کاشتکار خوشحال ہو گا تو ہمارا ملک بھی خوشحال ہو گا۔ یہ شہروں کی ٹیکسٹائل ملیں اور روشنیاں سب کاشتکار کے دَم سے ہیں۔یہاں پر ہمارے ایک بھائی نے بالکل سچ کہا ہے کہ انڈسٹری اور کاشتکار دو پہیے ہیں کیونکہ انڈسٹری نہ ہو تو ہمارے کاشتکار کا خام مال کون لے گا اسی طرح خام مال نہیں ہو گا تو انڈسٹری نہیں چل سکے گی۔ اگر ملک کو خوشحال بنانا ہے تو خدارا کھاد کا ریٹ صحیح کریں، ڈیزل کا ریٹ صحیح کریں، زرعی ادویات کی قیمتیں کم کریں اور زرعی آلات پر ٹیکس نہ لگائیں کیونکہ کسی ملک میں بھی input پر ٹیکس نہیں ہوتا۔ یہ سب ہمارے زرعی ملک میں ہوتا ہے باقی کسی بھی زرعی ملک میں ایسا نہیں

ہوتا۔ میں آپ کو ریٹوں کا difference بتاتا ہوں کہ انڈیا میں یوریا کھاد کا ریٹ -/500 روپے ہے جبکہ ہمارے ملک میں -/1450 روپے ہے، انڈیا میں ڈی اے پی کھاد کا ریٹ -/1000 روپے جبکہ ہمارے ملک میں -/4000 روپے ہے۔ خدارا اگر کاشتکار کو آپ خوشحال کریں گے تو ہماری ملکی معیشت بحال ہوگی۔ وزیر اعظم کا شمسی توانائی کا اقدام بہت اچھا ہے کیونکہ اس سے لوڈشیڈنگ سے نجات اور کاشتکار کے ٹیوب ویل چل سکیں گے لہذا اِس کو عملی جامہ ضرور پہنانا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں اب لاء اینڈ آرڈر پر بات کرتا ہوں کہ پولیس رولز 2002 کو ٹھیک کریں کیونکہ جب ایک آدمی رحیم یار خان سے اتنا لمبا سفر کرتا ہوا لاہور میں ایڈیشنل آئی جی کو صرف investigation تبدیل کرنے کی درخواست دیتا ہے تو آپ سوچیں کہ صرف ایک درخواست دینے کے لئے اسے کتنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

جناب سپیکر: سندھو صاحب! اِن کی یہ بات بہت اہم ہے اسے note کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! منسٹر صاحب note کر رہے ہیں۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! وہ آدمی رحیم یار خان سے لاہور صرف investigation تبدیل کرنے کے لئے درخواست دیتا ہے لیکن تبدیل نہیں ہوتی بلکہ درخواست پھر واپس جاتی ہے اور وہاں بورڈ بٹھایا جاتا ہے۔ ایک مہینے کے بعد بورڈ کی میٹنگ ہوتی ہے پھر وہ درخواست واپس لاہور میں آتی ہے۔ میری یہ request ہے کہ تین سالوں میں ہم عوام کے لئے پولیس رولز 2002 میں تبدیلی نہیں کر سکے kindly اس میں ردوبدل کیا جائے۔ پاکستان کے عوام کے لئے زرداری صاحب تبدیلیاں کریں گے لیکن پنجاب کے عوام کے لئے وزیر اعلیٰ صاحب کر سکتے ہیں اس لئے investigation کا طریق کار تبدیل کر دیں۔ اس طریق کار کو تبدیل کرنے سے وزیر اعلیٰ کی خواہش کے مطابق عوام کو سستا انصاف بھی ملے گا، اُن کی تکلیف بھی دُور ہوگی اور ناجائز مقدمات سے جان بھی چھوٹ جائے گی۔ میں صرف ایک point پر بات کر کے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں کہ انٹی کرپشن میں اُن پولیس والوں کو نہ بھیجیں جو اپنے محکمہ میں بدنام ہیں۔ اُن پولیس والوں کو اس لئے بھیج دیا جاتا ہے کہ تم جاؤ اور کرپشن کی رکاوٹ بنو۔ خدارا انٹی کرپشن میں نئے آدمی تعینات کریں جن کا دامن صاف اور نیت صحیح ہو۔ جن سے محکمہ پولیس خود تنگ ہوتا ہے اُن کو کرپشن روکنے کے لئے محکمہ انٹی کرپشن میں بھیج دیتے ہیں۔ اگر انٹی کرپشن کو صحیح چلانا ہے اور لوگوں کو مفاد پہنچانا ہے تو بے داغ لوگوں کو بھرتی کریں۔ بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔آج کے اجلاس کی کارروائی مکمل ہو گئی ہے۔ یاد رہے کہ مورخہ 27۔جون 2011 کو بھی ضمنی بجٹ پر بحث جاری رہے گی۔ اب اجلاس بروز سوموار مورخہ 27۔جون 2011 سہ پہر تین بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

993

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،27۔جون 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پر عام بحث

995

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

سوموار،27۔جون2011

(یوم الاثنین،24۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں شام 4بج کر40منٹ پر زیر

صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى
وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا
فَخُوْرَا ۙ﴿٣٦﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ
يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿٣٧﴾

سورة النِّسَاءآ یات36 تا37

اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا(36) جو خود بھی بخل

کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو (مال) اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اُسے چھپا چھپا کے رکھیں اور ہم نے ناشکروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (37)

وما علینا الا البلاغ o

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

جب حُسن تھا ان کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہو گا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے دِیدار کا عالم کیا ہو گا
جس وقت تھے خدمت میں اُن کی ابوبکر و عمر عثمان و علی
اس وقت رسول اکرمؐ کے دربار کا عالم کیا ہوگا
معراج کی شب حق سے ملنے وہ عرشِ معلیٰ پر پہنچے
رَفتار کا عالم کیا ہوگا گُفتار کا عالم کیا ہو گا

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

پیر محمد اشرف رسول: پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب شاہان ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: تینوں صاحبان کو ہی پوائنٹ آف آرڈر چاہئے یا کسی ایک کو چاہئے؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب والا! میں انتہائی اہم issue پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پوائنٹ آف آرڈر

ملتان میں بھتہ مافیا اور قبضہ گروپ کے خلاف مقدمہ درج کرنے پر متعلقہ ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کا معطل کیا جانا

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! کل پھر ملتان میں ایک دلخراش واقعہ پیش آیا ہے۔

جناب سپیکر: کیا فرمایا آپ نے؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب والا! کل پھر ملتان میں دہشت گردی کا ایک دلخراش واقعہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر: کدھر ہوا ہے؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب والا! ملتان میں bomb blast ہوا ہے اور ایک انتہائی دلخراش واقعہ تھا، کوئی دس لوگ وہاں پر زخمی ہوئے ہیں جن میں سے چار لوگ انتہائی تشویشناک حالت میں ہیں۔ اس forum پر سب سے پہلے تو میں اس واقعہ کی مذمت کرتا ہوں۔ مجھے آپ کی تھوڑی سی توجہ چاہئے ہو گی۔

جناب سپیکر: کیا کرنا چاہئے؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! مجھے آپ کی توجہ چاہئے۔

جناب سپیکر: میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! کل جو ملتان میں دہشت گردی کا واقعہ ہوا ہے اس سے دو دن پہلے وہاں پر متعلقہ ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کو معطل کر دیا گیا تھا اور صرف اس وجہ سے معطل کیا گیا کہ انہوں

نے ایک بھتہ مافیا اور قبضہ گروپ کے خلاف پرچہ درج کر دیا تھا۔ افسران کو جب اس طرح سے humiliate کیا جائے گا تو پھر اس طرح کے واقعات کے لئے آپ راستے خود بناتے جائیں گے۔ مجھے افسوس اس چیز کا ہوتا ہے کہ گورنمنٹ خود ہی انصاف اور قانونی تقاضے پورے کرنے کی بات کرتی ہے۔ اگر کسی بھتہ خور یا قبضہ گروپ کے خلاف کوئی افسر کارروائی کرتا ہے تو وہ اپنی نوکری سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ یہ جو واقعہ ہوا ہے اس کی انکوائری کرائی جائے یا معزز ایوان کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ اگر وہ پرچہ ٹھیک درج ہوا ہے تو پھر اس کے مطابق کارروائی کی جائے اگر پرچہ غلط درج ہوا ہے تو ان افسران کو معطل نہیں dismiss کر دینا چاہئے۔ یہ انتہائی اہم واقعہ ہے اور اسی جگہ کا واقعہ ہے جہاں کا ایس ایچ او معطل ہے اور ڈی ایس پی بھی وہیں بیٹھتا تھا۔ اگر ہم اس طرح سے چیزوں کو روندتے گئے اور لوگوں کو ان بھیڑیوں کے سامنے نہتا چھوڑتے گئے تو پھر یہ صوبہ احسن طریقے سے نہیں چل سکے گا۔ میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس کی انکوائری کرائی جائے یا اس کے لئے House کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو اس کی تحقیقات کرے اور اس کی رپورٹ آپ کے سامنے پیش کرے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ اس بارے میں کیا فرمائیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! ملک اختر صاحب نے جس مقدمے کی نشاندہی کی ہے اس ایف آئی آر کے نتیجے میں اگر تو وہ مقدمہ درست درج ہوا ہے پھر اس کا چالان ہونا چاہئے اور اگر درست درج نہیں ہوا تو وہ مقدمہ نہ صرف خارج ہونا چاہئے بلکہ جن لوگوں نے غلط مقدمہ درج کیا ہے ان کے خلاف کارروائی بھی ہونی چاہئے۔ انہوں نے یہ بڑی serious بات کی ہے کہ ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کو معطل کیا گیا ہے جس کی وجہ سے وہاں پر bomb blast ہوا ہے۔ اس پہلو کی بھی انکوائری کرا لیتے ہیں اگر ان دونوں کا اس بارے میں کوئی ہاتھ ہوا تو پھر اس معاملے میں ان کو نہ صرف ملوث کیا جائے گا بلکہ interrogate بھی کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! یہ رپورٹ کب تک مل سکے گی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ معطل ہوئے تو انہوں نے وہاں پر بم بلاسٹ کروا دیا اس کی رپورٹ تو interrogation کا process مکمل ہونے کے بعد ہی آئے گی باقی انہوں نے جس مقدمے کی بات کی ہے میں اس کی رپورٹ دو روز میں ایوان میں پیش کر دوں گا۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! میرے خیال میں لاء منسٹر صاحب میرا مطلب نہیں سمجھے میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ وہ سیٹیں خالی تھیں وہاں پر افسران موجود نہیں تھے۔اب اگر اس طرح لوگوں کو معطل کر کے وہاں سے بھگاتے جائیں گے تو آپ دہشت گردوں کو invite کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس نفری نہیں ،یہاں انچارج نہیں لہذا آپ آ کر جو مرضی کریں۔پتا نہیں لاء منسٹر صاحب میری بات کو کس طرف لے کر جانا چاہتے ہیں میرا مقصد یہ نہیں ہے اور میں دوبارہ یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ House کی کمیٹی بنا دی جائے اور اس میں جسے مرضی ممبر رکھ لیں مجھے اس میں رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور وہ کمیٹی اس سارے معاملے کو دیکھ لے گی لیکن یہ بڑے serious معاملات ہیں اس میں آپ کا اور ہم سب کا فرض بنتا ہے۔اگر ہم نے ان لوگوں کو کھلے عام چھوڑ دیا اور افسران کو اس طرح humiliate کرتے رہے تو یہ بڑی زیادتی کی بات ہے۔

جناب سپیکر: منڈا صاحب! لاء منسٹر صاحب کو ان کی بات کا جواب دے لینے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ ملک صاحب نے جس مقدمے کی طرف نشاندہی کی ہے آپ مجھے دو دن دیں تاکہ میں پتا کر سکوں کہ اس ایف آئی آر کا اندراج درست ہوا ہے یا کسی نے اس کو manipulate کیا ہے۔دو دن کے اندر اس کی رپورٹ معزز ایوان میں پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب دو دن کا وقت مانگ رہے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کیا دو دن تک اجلاس رہے گا؟ میری اطلاع کے مطابق تو اجلاس کل ختم ہو رہا ہے اور میں لاء منسٹر صاحب کو ان کی commitment یاد کراؤں گا کہ انہوں نے کہا تھا کہ وہ فلڈ پر جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ بھی اس اجلاس کے دوران ایوان میں پیش کریں گے لیکن متوقع ہے کہ کل یہ اجلاس ختم ہو جائے گا لہذا یہ آج یا کل کسی وقت وہ رپورٹ بھی پیش کر دیں۔

جناب سپیکر: آپ کو کوئی ایسا آرڈر موصول ہو گیا ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! مجھے تو کوئی آرڈر موصول نہیں ہوا لیکن آپ commitment دے دیں کہ کل اجلاس ختم نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: میں ابھی تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے کہ بجٹ سیشن کے ہمارے پرائیویٹ ممبرز ڈے رہتے ہوں تو روایت یہ ہے کہ انہیں پورا نہیں کیا جاتا لہذا میں تو روایت سے چلوں گا۔ اگر ایک پودے پر ایک سال امرود لگا ہے تو میں توقع رکھوں کہ اگلے سال اس پر مالٹے لگیں گے تو وہ مناسب نہیں ہوگا۔ آپ کی روایت یہی ہے کہ آپ نے ہمیشہ اسی طرح کیا ہے لہذا میری گزارش ہے کہ فلڈ پر رپورٹ بہت اہم چیز ہے اور وہ ایوان میں آنی چاہئے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! لغاری صاحب فلڈ کے بارے میں رپورٹ مانگ رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اپنے بھائی محسن لغاری صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جس دن یہ رپورٹ پیش کرنی ہوئی اس دن اگر اجلاس جاری نہ ہوا تو وہ رپورٹ سیکرٹری اسمبلی کو پیش کر دی جائے گی اور معزز ممبر اس رپورٹ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: فلڈ والی رپورٹ کی بات کر رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! فلڈ والی رپورٹ اس ایوان میں اور میڈیا کو جاری کرنے کے لئے تقریباً تیار ہے اور وہ ایک آدھ دن میں پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب کہتے ہیں کہ فلڈ والی رپورٹ ایک آدھ دن میں پیش کر دی جائے گی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: میں سمجھی کہ فراڈ والی رپورٹ پیش کریں گے sorry۔

جناب شاہان ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میں آپ کو یہ بتا دوں کہ ضمنی بجٹ پر بحث کے لئے آج کا دن ہے اور میں اس میں short listing بھی کرنے والا ہوں۔

جناب شاہان ملک: جناب سپیکر! MCHD کے ملازمین۔۔۔

جناب سپیکر: کس کے؟ آرڈر پلیز۔ مجھے ان کی بات سننے دیں۔ جی، ملک صاحب!

جناب شاہان ملک: پورے پنجاب سے MCHD کے ملازمین آئے ہوئے ہیں اور وہ صبح سے پر امن احتجاج کر رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ اگر ایوان کی ایک کمیٹی بنا کر ان کے پاس بھیج دیں تو وہ کمیٹی ان کی بات بھی سن لے گی اور ایوان میں اس کا جواب بھی دے دیا جائے گا۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - شکریہ، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اس House کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ بجٹ میں تمام مطالبات زر In the name of Governor منظور کئے ہیں، جو cut motions ہوئی تھیں ان پر جو reaction ہوا وہ بھی سارا گورنر کے نام پر ہوا۔ کل جو واقعہ ہوا ہے کہ لاہور میں جو دھاندلی ہو رہی تھی اس بارے میں گورنر نے Chief Executive of the Province کو فون کیا لیکن وزیر اعلیٰ نے ان کا فون نہ سن کر ایک Constitutional violation کی ہے ہم اس پر باقاعدہ احتجاج کرتے ہیں اور ہمیں یہ assurance چاہئے کہ آئندہ کے لئے جو بھی constitutional head ہو اس کا نام چاہے لطیف کھوسہ ہو یا کوئی اور ہو وہ کسی بھی صدر کا appointee ہو آئینی طور پر اس کا فون سننا Chief Executive کی ذمہ داری میں ہے moreover قائد حزب اختلاف shadow Chief Minister consider کیا جاتا ہے، اس کا پروٹوکول اور اسی کی سکیورٹی حکومت پنجاب کی ذمہ داری ہے لیکن کل جب قائد حزب اختلاف کالج آف ہوم اکنامکس میں پولنگ سٹیشن کا visit کرنے کے لئے گئے تھے تو وہاں plan کر کے ان پر تشدد کیا گیا اور وہاں صبح 8 بجے سے ہی جتنے بیلٹ بکس تھے انہیں pass کر دیا گیا تھا۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے شیم ، شیم
اور معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے جھوٹ جھوٹ کے نعرے)

جناب سپیکر: گوندل صاحب! آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ مہربانی کر کے House کو چلنے دیں۔ اس طرح نہ کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! پنجاب میں جتنے الیکشن ہوئے ہیں کچھ جگہوں پر اگر چھ سو ووٹ تھے تو وہاں ساڑھے چھ سو ووٹ pool کئے گئے ہیں۔ مقامی انتظامیہ اور پولیس (ن) لیگ کے امیدواروں کی کھلم کھلا support کرتی رہی ہے اور پھر لاء منسٹر صاحب پریس سے کہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی نے خود plan کر کے مار کھائی ہے۔ جمہوری دور میں جو ماریں پڑتی ہیں کیا وہ سارے سیاسی ورکر plan کر کے کھاتے ہیں؟ یہ انتہائی شرمناک بات ہے۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے یا تقریر ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! خواتین پر تشدد کیا گیا ہے اور پنجاب میں بدترین دھاندلی کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود پنجاب کے غیور عوام نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ ہیں۔ صرف آٹھ سیٹوں پر contest ہوا ہے ان کو نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہئے۔ انشاء اللہ اگلے الیکشن میں شکست ان کا مقدر بنے گی۔ کل قائد حزب اختلاف، سابق ایم پی اے جناب سمیع اللہ خان اور ذکریا بٹ پر جو تشدد کیا گیا ہے ہم اس کے خلاف علامتی طور پر واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف واک آؤٹ کر کے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! بات سن کر جائیں۔ گوندل صاحب بات سن کر جائیں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! یہ غیر جمہوری لوگ ہیں جنہوں نے کشمیر کے اندر دھاندلی نہیں بلکہ دھاندلا کیا ہے۔ انہوں نے وہاں پر ظلم کیا ہے۔ کشمیر کے اندر لوگوں کو قتل کیا گیا ہے۔ پنجاب میں، لاہور میں جہاں پر امن الیکشن ہو رہا تھا جہاں پر کوئی ایسی وجہ نہیں تھی کہ اس الیکشن کو روکا جائے اسے suspend کیا جائے لیکن انہوں نے الیکشن کمیشن آف پاکستان کو یرغمال بنایا ہوا ہے، صدر پاکستان بھی اس میں involve تھا، انہوں نے کشمیر کے چیف الیکشن کمشنر کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ یہاں پر پرامن الیکشن تھا لاہور کے اندر انہوں نے خود دھاندلی کرنے کی کوشش کی، ہمارے کسی ورکر نے بھی اس میں مداخلت نہیں کی۔ یہ جہاں سے الیکشن ہار رہے تھے وہاں پر انہوں نے ایک سازش کے تحت الیکشن suspend کرایا۔ انہیں شرم آنی چاہئے اور انہوں نے پورے آزاد کشمیر کے اندر جس طرح حال کیا ہے، یہ تو جمہوری اداروں کے دشمن ہیں، یہ تو صرف کرپشن کی بھٹیاں چالو رکھ سکتے ہیں، روز نئے نئے سیکنڈل بنا سکتے ہیں۔ انہوں نے زیادتی کی ہے انہوں نے جمہوری عمل پر دوبارہ ایک خنجر چلایا ہے۔ جس طرح آزاد کشمیر کے الیکشن کے اندر زیادتیاں ہوئیں ہیں، جس طرح لوگوں کو مارا گیا ہے، وفاقی حکومت کے ملازمین کی اس الیکشن کے اندر ڈیوٹیاں لگائی گئیں، انہیں وہاں پر بھیجا گیا اور انہوں نے counting کے دوران پورے result تبدیل کئے ہیں۔ صدر پاکستان خود اس میں involve ہیں اور

وزیراعظم پاکستان نے اس لیکشن کے اندر خود involve ہو کر پورے کے پورے result تبدیل کرائے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت(رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! 1971 میں بھی انہوں نے یہی کچھ کیا تھا جس کے نتیجے میں بنگلہ دیش وجود میں آیا اور 1977 میں بھی انہوں نے ایسی ہی دھاندلی کی تھی۔

(اس مرحلہ پر پیپلز پارٹی کے معزز ممبران واک آؤٹ ختم
کر کے ہاؤس میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: رانا ارشد صاحب! تشریف رکھیں اور مجھے آنے والوں کو خوش آمدید کہنے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت(رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! انشاء اللہ تعالیٰ اس مرتبہ ہم ان کی اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے الیکشن کمیشن کو اپنی گود میں رکھ کر یہ بوگس results لئے ہیں۔ ان کی حلیف پارٹی ایم کیو ایم نے ان کے خلاف boycott کیا ہے۔ یہ کیسے لوگ ہیں کہ جن کو ان کے اتحادی بھی چھوڑ گئے ہیں؟ یہ کشمیر کی آزادی کے خلاف ایک سازش ہے۔

سید زعیم حسین قادری: جناب سپیکر! انہوں نے آزاد کشمیر کے الیکشن میں غنڈہ گردی کی ہے۔ ہم ان کو مزید غنڈہ گردی نہیں کرنے دیں گے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: .Order please, order in the House قادری صاحب! تشریف رکھیں۔ نوید انجم صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! ہمیں بھی بات کرنے کا موقع دیں۔ اگر ہم اس ہاؤس میں بات نہیں کر سکتے تو پھر کہاں بات کریں؟ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی اور ہم پر تشدد کیا گیا ہے۔

میجر(ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس ہاؤس میں rules کی violation ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: کیا آپ خود ان rules کو پڑھتے ہیں؟ اگر آپ ان کو پڑھتے تو پھر یہاں ہاؤس میں ایسی بات شروع ہی نہ کرتے۔ مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: .Order please, order in the House آپ سب حضرات تشریف رکھیں اور مجھے ہاؤس کی کارروائی ایجنڈا کے مطابق چلانے دیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ Rule-202 کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔

202. Rules to be observed while speaking.-

(3) A member while speaking shall not-

(a) discuss any matter which is subjudice;

(b) reflect upon the Governor in his personal capacity:

Provided that nothing in this clause shall preclude any reference, subject to the provisions of the Constitution, to the President or the Governor in relation to any act done by him in his official capacity;

جناب سپیکر! چودھری عبدالغفور یہاں پر صدر صاحب کو discuss کر رہے تھے جو کہ against the Rules of Procedure ہے۔ دوسرا ہمارا ایک code of conduct طے پایا تھا کہ یہاں پر کسی کی leadership پر personal attack نہیں کیا جائے گا لیکن یہاں پر صدر اور وزیر اعظم کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ انہوں نے کل اسسٹنٹ الیکشن کمشنر کو بھی اس پولنگ سٹیشن میں داخل نہیں ہونے دیا۔

جناب سپیکر: گوندل صاحب! ایسے نہیں، آپ اس حوالے سے کوئی چیز لکھ کر جمع کرائیں تو پھر اس پر بات ہو سکتی ہے۔ جی، چودھری ظہیر الدین خان صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ہمارے پیپلز پارٹی کے معزز ساتھی walkout پر گئے تھے اور میں استدعا کر کے ان کو ہاؤس میں واپس لے کر آیا ہوں۔ ہمارے اپوزیشن کے ساتھی اپنے grievances forward کرنے کے بعد walkout پر گئے تھے۔ ان کے grievances آپ کے پاس آ گئے ہیں اور وزیر قانون صاحب نے بھی سن لئے ہیں۔ ان کا token walkout بالکل جمہوری تقاضوں کے مطابق تھا۔ اپنی بات کرنے کے لئے وہ جمہوری تقاضوں کے مطابق باہر گئے تھے۔ یہی منتخب شدہ اور مہذب لوگوں کا طریق کار ہے۔ انہوں نے کوئی line cross نہیں کی بلکہ اپنے grievances forward کئے اور اس کے بعد انہوں نے اپنا displeasure show کرنے کے لئے ایک قانونی،

آئینی اور روایتی طریق کار اختیار کیا ہے۔ میں نے ان سے request کی ہے اور وہ واپس تشریف لے آئے ہیں۔ اب میری یہ استدعا ہے کہ ان چیزوں کو نہ دہرایا جائے اور ضمنی بجٹ پر بحث شروع کرائی جائے کیونکہ ہمارے بہت سارے ساتھیوں نے باتیں کرنی ہیں۔ اگر کسی کا دل دُکھتا ہے یا کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہوتی ہے تو یہ ایوان اسی لئے ہے کہ یہاں پر بات کی جائے۔ بہر حال تمام process complete ہو گیا ہے انہوں نے اپنے grievances forward کر دیئے ہیں اور token walkout بھی کر لیا ہے اس لئے اب آپ ایجنڈا کے مطابق کارروائی آگے چلائیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ ہمیں بھی بات کرنے کا موقع دے دیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! مجھے ایجنڈا کے مطابق چلنے دیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! آپ ہمیں بات کرنے کا موقع ہی نہیں دے رہے۔ کیا یہ مسلم لیگ (ن) کی اسمبلی ہے، ہم یہاں کیوں بات نہیں کر سکتے؟

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! ہمیں اخلاقیات کا درس دینے والوں کا کل پولنگ سٹیشن میں اخلاق صاف نظر آیا ہے۔ انہی کی ایک معزز ممبر ہمیں یہاں ہاؤس میں کھڑی ہو کر اخلاقیات کا درس دیتی رہتی ہیں اور کل جب وہ اپنے ساتھ ووٹرز کو لے کر آئیں تو ان میں سے کئی ووٹر جعلی تھے جنہیں میں نے اپنے ان ہاتھوں سے پکڑا ہے۔ وہاں پر جعلی فہرستیں تیار کی گئیں۔ وہاں پر ایسے لوگوں کو ووٹ دینے کا حق دیا جا رہا تھا کہ جن کا کشمیر سے کوئی تعلق نہیں۔ جب ہم انہیں آئینہ دکھاتے ہیں تو یہ چیخیں مارنا شروع کر دیتے ہیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ ان کو تو تقریر کرنے کا موقع دے رہے ہیں جبکہ ہمیں بات نہیں کرنے دیتے۔ کیا یہ مسلم لیگ (ن) کی اسمبلی ہے؟

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! انہوں نے 1970 کے نتائج سے کچھ سبق حاصل نہیں کیا۔ پرویز مشرف کشمیر کاز کو پہلے ہی بہت زیادہ نقصان پہنچا چکا تھا باقی کسر انہوں نے نکال دی ہے۔ پوری دنیا نے پیپلز پارٹی کی اس دھاندلی کو کھلے عام دیکھا ہے۔ منظور وٹو جو کہ کرپشن اور دھاندلی کا بادشاہ ہے اسے وہاں پر لگا کر دھاندلی کرائی گئی اور کشمیر کاز کو ایک مرتبہ پھر نقصان پہنچایا گیا ہے۔ ہمیں نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے تاریخ سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی، اب تشریف رکھیں۔ محترمہ عظمیٰ بخاری صاحبہ! آپ بھی تشریف رکھیں۔ سید ابرار حسین شاہ صاحب! آپ کی تحریک استحقاق نمبر 54 ہے۔ رانا صاحب! کیا اس کا جواب آ گیا ہے؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ نے اس طرف سے تو ہر آدمی کو بات کرنے کا موقع دیا ہے جبکہ ہمیں بات کرنے کا موقع نہیں دے رہے۔ حزب اقتدار کی طرف سے تین تقریریں ہوئی ہیں تو ہمیں کیوں بات نہیں کرنے دی جا رہی؟

جناب سپیکر: کیا بات ہے؟ آپ مجھے ایجنڈا کے مطابق نہیں چلنے دینا چاہتے؟ وہی بات کرنی چاہئے جو سب کو اچھی لگتی ہو۔ میرے متعلق آپ جو غلط الفاظ استعمال کر رہی ہیں ان کو واپس لیں۔ آپ کی مہربانی تشریف رکھیں۔ جی، وزیر قانون صاحب! (قطع کلامیاں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: Order please, order in the House. شاہ صاحب! آپ اپنی بات کا جواب لینا چاہتے ہیں یا نہیں؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! کیا ہم اس اسمبلی کے ممبر نہیں ہیں، آپ ہمیں بات کرنے کا موقع کیوں نہیں دے رہے؟

جناب سپیکر: بی بی! آپ کیا کرتی ہیں؟ بڑے افسوس کی بات ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ حضرت! آپ تشریف رکھیں۔ مولانا صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ مہربانی کریں۔ جی، فائزہ احمد ملک صاحبہ!

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ اس میں دکھ اور افسوس اس لئے شامل ہوا ہے کہ ہمیں آپ سے ہمیشہ انصاف کی توقع رہی ہے۔ ہماری خواہش بھی یہی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ برابری کا سلوک کریں اور آپ کرتے بھی رہے ہیں لیکن جس طرح آج پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبران کی آواز کو دبایا جا رہا ہے وہ قابل افسوس اور قابل مذمت ہے۔ ہم اگر اس ایوان میں بات نہیں کر سکتے تو پھر ہم کس کے پاس جائیں گے۔

جناب سپیکر: آپ ایوان میں وہ بات کریں جو کرنے والی ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! کل لاہور کے اندر جو واقعات ہوئے ہیں کیا اس ایوان کے اندر ان واقعات پر بات کرنا جرم ہے؟ ہمارے کارکنان پر کل جس طرح تشدد کیا گیا، وہاں مسلم لیگ "ن" کے مرد

وخواتین ڈیوٹی دیتے رہے۔ گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول دہلی گیٹ لاہور میں کرائے پر بٹھائی ہوئی عورتوں سے ہم نے یہ مہریں چھینی ہیں، وہاں بیلٹ پیپرز پر مہریں لگا کر ڈبوں میں ووٹ ڈالے گئے ہیں، وہاں آٹھ ووٹ ڈالے گئے اور ڈیڑھ سو ووٹ ڈبے میں سے نکلے۔ اگر کل ہمارے کارکنان نے الیکشن میں دھاندلی روکنے کی کوشش کی تو ان کارکنان کو مارا گیا۔ ہماری جتنی leadership وہاں موجود تھی تو وہاں باقاعدہ کرائے کے غنڈے بھیج کر ان کو مارا گیا۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ محترمہ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی۔ سید ابرار حسین شاہ صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 54 پیش ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔ جی، رانا صاحب!

ایس ایچ او تھانہ منڈی فیض آباد کا معزز ممبر کے ساتھ تضحیک آمیز روّیہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق کا جو جواب موصول ہوا ہے اس میں کچھ معاملات ایسے ہیں جو انکوائری طلب ہیں اس لئے آپ اس تحریک استحقاق کو pending فرما دیں تاکہ ان معاملات پر انکوائری کرا کر صحیح صورتحال ایوان کے سامنے رکھی جائے۔

جناب سپیکر! اس میں counter allegation ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کو اچھی طرح سے carefully enquire کرایا جائے پھر ہی اسے ایوان کی کارروائی کا حصہ بنایا جائے۔

سید ابرار حسین شاہ: جناب سپیکر! میں بڑے ادب سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ سیاسی رنگ کی بات ہے اور نہ ہی پارٹی کا issue ہے۔ یہ اس ایوان کے ایک ممبر کی طرف سے appeal ہے جو اس نے اپنے حلقہ میں violation دیکھی ہے اور اس نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ ایک سرکاری ملازم کو اپنے ذاتی لالچ اور بد دیانتی کی وجہ سے یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ بدمعاشی کرے۔ یہ ایک proper forum ہے۔ جہاں میں نے جائز طریقے سے appeal کی ہے۔ اگر میرے محترم بھائی رانا ثناء اللہ صاحب اس بات کو سمجھتے ہیں کہ یہ معاملہ انکوائری طلب ہے تو پھر اس تحریک کو کمیٹی کے سپرد کیا جانا چاہئے تاکہ وہاں پر جائز اور ناجائز کی تحقیق ہو سکے یہی انصاف کا تقاضا بھی ہے۔

جناب سپیکر! میری دوسری درخواست یہ ہے کہ یہ میرا ذاتی issue ہے اور نہ ہی اس سرکاری ملازم کے ساتھ کوئی ذاتی رنجش ہے۔ میں جس حلقہ کا نمائندہ ہوں وہاں کوئی واقعہ ہو تو پھر میرا

یہ فرض ہے کہ میں وہ معاملہ ایوان کے سامنے رکھوں۔ اس کے علاوہ جو سرکاری ملازم اس ایوان کے تقدس کو پامال کرنے کی کوشش کرے گا تو یہ انتہائی ظلم اور افسوس کی بات ہے۔ میں بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ اس معاملے کو کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور اگر اس میں جھوٹ یا سچ کی کوئی بات ہے تو کمیٹی انصاف کے مطابق فیصلہ کر کے رپورٹ ایوان میں پیش کرے گی۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ اگر میری حق تلفی ہو گی تو یہ میری نہیں بلکہ میرے حلقہ کے عوام کی حق تلفی ہو گی۔ میں اس سلسلہ میں کسی قیمت پر بھی compromise کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگر میں یہاں آ کر اپنے حلقہ کا حق بھی نہیں مانگ سکتا تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہاں بیٹھنے کا جواز ہی نہیں رہتا۔ اگر مجھے اس حوالے سے بائیکاٹ تک بھی جانا پڑا تو میں ضرور جاؤں گا۔ میری درخواست ہے کہ میری تحریک استحقاق کو کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں چاہتا تھا کہ یہاں بغیر confirmation بات نہ کی جائے۔ اس میں یہ ہے کہ ملزم افضال مقدمہ نمبر 212 مورخہ 18-06-2011 بجرم 9C نارکوٹکس ایکٹ تھانہ فیض آباد رجسٹرڈ ہوا۔ ملزم مذکور سے ایک ہزار 50 گرام چرس برآمد ہوئی اور ملزم آصف مقدمہ نمبر 214 مورخہ 09-06-2011 بجرم 9C نارکوٹکس ایکٹ تھانہ فیض آباد رجسٹرڈ ہوا ملزم مذکور سے ایک ہزار 20 گرام چرس برآمد ہوئی۔

(اذان عصر)

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ملزم گرفتار ہو کر حوالات میں بند تھا۔ ملزم افضال کے خلاف سابقا چار مقدمات منشیات اور ملزم آصف کے خلاف سابقا آٹھ مقدمات ڈکیتی، robbery، نقب زنی، چوری، منشیات فروشی اور ناجائز اسلحہ درج ہیں۔ تفصیل سابقا ریکارڈ ہمراہ لف ہے۔ ایم پی اے صاحب نے ملزمان سے علیحدگی میں ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی جو ایس ایچ او نے انہیں کہا کہ ملزمان کے خلاف سنگین مقدمات منشیات درج ہیں بہتر ہو گا کہ ملاقات حوالات میں بند ملزمان سے کر لیں۔

جناب سپیکر! اب اس میں معاملہ یہ ہے کہ کسی بھی معزز ممبر کو تھانے میں ایسے ملزمان کے ساتھ علیحدگی میں ملاقات کرنے کا قطعی طور پر کوئی استحقاق نہیں ہے جن کے خلاف اس قسم کے سنگین الزامات اور منشیات کے مقدمات ہوں۔ اگر اس ایس ایچ او نے جواب میں غلط بات لکھی ہے تو میں سمجھتا

ہوں کہ اس کے خلاف سخت ترین کارروائی ہونی چاہئے کہ اس نے اس معزز ایوان میں جواب غلط لکھ کر بھیجا ہے۔ اگر یہ ثابت ہو کہ معزز ممبر تھانے میں تشریف لے گئے تھے اور وہاں پر انہوں نے ملاقات کرنے پر اصرار کیا جب ان کی بات کو تسلیم نہ کیا گیا تو اس کے بعد ان کو رنج ہوا اور انہوں نے یہ تحریک استحقاق دی۔ یہ ایک ایسا fact ہے کہ ہمیں اس بات کا بھی ادراک اور لحاظ کرنا ہوگا کہ اگر اس طرح سے ان ملزمان کے پیچھے معزز ممبران کی طرف سے تحاریک استحقاق پیش ہوں اور ان معاملات کو اس انداز میں آگے لایا جائے تو اس کی وجہ سے امن وامان کی صورتحال کے حوالے سے اور منشیات کا دھندہ کرنے والوں کے حوالے سے بھی بڑا irreparable نقصان ہوگا۔ میں یہ چاہتا تھا اور اب بھی چاہتا ہوں کہ اس fact کو میں اپنے چیمبر میں verify کرلوں اگر اس نے غلط لکھ کر بھیجا ہے اور معزز ممبر تھانے میں گئے ہی نہیں، انہوں نے ملزمان سے ملاقات کرنے کی بات کی ہی نہیں اور اس نے غلط لکھ کر بھیج دیا ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس کی سزا اس سے زیادہ ہے۔ اگر یہ گئے ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس عمل کو کسی قیمت پر support نہیں کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ابرار حسین شاہ: جناب والا! میں سب سے پہلے یہ عرض کرتا ہوں کہ جب کوئی مقدمہ درج ہو جانے کے بعد عدالتوں سے فیصلہ نہیں ہوتا کہ یہ واقعی سچا ہے یا جھوٹا ہے اس وقت تک وہ ملزم ہوتا ہے مجرم نہیں ہوتا۔ میری دوسری بات یہ ہے کہ میرا اس بات سے تعلق نہیں ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ایک بندہ جس کا بیٹا اشتہاری تھا اس کو چھڑانے کے لئے میں نے ایس ایچ او سے درخواست کی، میرے جانے کے دو گھنٹے بعد اس بندے کو گھر سے لاکر دوبارہ تشدد کر کے بند کر دیا۔ آپ میری تحریک استحقاق پڑھ لیں، مجھ پر تشدد نہیں کیا لیکن وہ بندہ بھی تو پنجاب کے عوام میں سے ایک فرد ہے جس کا عزت وشرافت کے ساتھ رہنا اس کا حق ہے۔ اگر میں نے کوئی جرم کیا ہے تو میں اس کی معذرت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ آپ نے کیوں معذرت کرنی ہے؟

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ایس ایچ او سچ بولتا ہے اور معزز ممبر جھوٹ بولتا ہے؟ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: میرے لئے معزز ممبر قابل احترام ہیں۔ وزیر قانون نے جو رپورٹ پڑھی ہے وہ آپ نے سنی ہے۔ آپ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں ان کو اپنے چیمبر میں بلا لیتا ہوں اور شاہ صاحب کو بھی بلا لیتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس طرح سے اگر تحاریک استحقاق bulldoze ہوں گی تو تحریک استحقاق اور اس معزز ایوان کا کیا استحقاق رہے گا۔ میں ان سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ یہ جواب محکمہ کی طرف سے آیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی تحریک استحقاق کو bulldoze کرنا اس concept کے خلاف ہے۔ اس تحریک کے حوالے سے جو جواب محکمہ کی طرف سے آیا ہے میں اس جواب کو صحیح تسلیم کر رہا ہوں اور نہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ معزز ممبر غلط بات کر رہے ہیں۔ میں تو صرف وقت مانگ رہا ہوں کہ جو جواب مجھے موصول ہوا ہے میں اس کو verify کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں کوئی حقیقت ہے۔ اگر اس میں حقیقت نہیں ہو گی تو جس آدمی نے غلط جواب بھیجا ہے اس کو سزا ملے گی اور اگر verification میں وہ بات صحیح ثابت ہوئی تو میں اس تحریک استحقاق کو بالکل on the floor of the House oppose کروں گا۔ میں نے تو ان سے وقت مانگا ہے کہ آپ مجھے وقت دیں تاکہ میں اس جواب کو verify کر سکوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ وقت کیوں نہیں دیتے کہ کل ان کو یہاں بلا کر معلوم کر لیں۔ اس طرح مجھے بھی پتا چل جائے گا اور اس House کو بھی پتا چل جائے گا۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! یہ فیصلہ کمیٹی کرے گی کہ کون غلط ہے اور کون صحیح ہے۔ رانا صاحب پانچ سال یہیں کھڑے ہو کر یہی بات کہتے رہے ہیں کہ کمیٹی کا احترام کریں جو بات کمیٹی کے پاس چلی جائے اس کا فیصلہ کمیٹی کرے۔ یہ پورے پانچ سال میرے کندھے کے ساتھ کھڑے ہو کر یہی بات کرتے رہے ہیں۔ یہ ایک ایس ایچ او کی بات پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق کمیٹی کو بھیجنے سے کون سی قیامت آ جانی ہے؟

جناب سپیکر: وہ oppose نہیں کر رہے۔ یہاں pressure سے بات نہیں چلے گی۔ آپ تشریف رکھیں۔ اس تحریک استحقاق کا فیصلہ میں خود کروں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ معزز ایوان اس بات کا شاہد ہے کہ ایک معزز ممبر کے صرف یہ کہنے پر کہ میں نے فلاں آفیسر یہاں تک کہ سیکرٹری level کے آفیسر کو فون کیا

اور انہوں نے میرا فون سننے سے انکار کیا۔ میں نے ہمیشہ تحاریک استحقاق کو oppose نہیں کیا بلکہ accept کیا ہے لیکن یہاں پر بین الاضلاعی منشیات فروش گروہ کا معاملہ ہے۔ اس معاملہ میں، میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس بات کو verify کرنا چاہئے۔ اگر تو معزز ممبر تھانے میں گئے ہیں اور ان منشیات فروشوں کے گروہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ان کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ اگر یہ گئے ہی نہیں اور یہ جواب غلط ہے تو بالکل اس آدمی کو سزا دی جائے گی کہ اس نے غلط جواب House میں کیوں بھیجا ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق کا فیصلہ وزیر قانون نے کرنا ہے یا استحقاق کمیٹی نے کرنا ہے؟ ان کو چاہئے کہ یہ تحریک استحقاق کمیٹی کو بھیجیں اور اس کے بعد جو فیصلہ ہو ہم اس کا احترام کریں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ تحریک in order ہے یا نہیں، میں نے اس کو argue کرنا ہے اور House نے فیصلہ کرنا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو آپ House سے فیصلہ لے لیں۔ اگر آپ نے منشیات فروشوں کو اس طرح سے تحفظ دینا ہے اور بعد میں یہ رونا بھی رونا ہے کہ امن و امان کی صورتحال بہتر نہیں ہے تو پھر اس طرح سے کام نہیں چلے گا۔ اگر انہیں غلط فہمی ہے تو House سے فیصلہ لے لیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: کیا آپ کو معلوم ہے کہ استحقاق کمیٹی کے پاس معاملہ کیسے جاتا ہے؟

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! House میں دو رائے آئی ہیں۔ ایک معزز ممبر یہ کہہ رہے ہیں کہ جرائم پیشہ افراد کے ساتھ ملاقات کی جو بات ایس ایچ او کہہ رہا ہے وہ وجہ تنازع نہ ہے۔ House میں ایک اور بات آئی ہے کہ وزیر قانون کہہ رہے ہیں کہ معزز ممبر جب تھانے میں گیا تو نام نہاد جرائم پیشہ بین الاضلاعی گروہ کے افراد کے ساتھ معزز ممبر نے ملاقات کا مطالبہ کیا، یہ باتیں ایس ایچ او نے کی ہیں جو وزیر قانون کے پاس آگئی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ایک معزز ممبر یہ کہہ رہا ہے کہ جو رپورٹ ایس ایچ او نے بھیجی ہے میں ان افراد سے ملاقات کرنے کے لئے نہیں گیا اور میرا دیگر معاملہ ہے۔ آپ نے اس پر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ایک ایس ایچ او کی بات مان لی جائے یا معزز ممبر کی بات مان لی جائے۔ آپ اس پر فیصلہ کریں اور استحقاق کمیٹی ریسرچ کے بعد فیصلہ کرے۔ آپ کے پاس دو افراد ہیں اب آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ کس ادارے کو عزت دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں اور مجھے میرا فرض نہ بتائیں۔
چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: جی، منڈا صاحب!
چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں صرف یہ بات عرض کروں گا کہ I am also a member of this very honourable House. تھانہ فیض آباد میرا مقامی تھانہ ہے اور میرا گھر بھی تھانہ فیض آباد کی حدود میں واقع ہے۔ جن لوگوں کے خلاف منشیات کا مقدمہ درج ہوا ہے میں اُن لوگوں کو ذاتی طور پر جانتا ہوں اور وہ ریکارڈ یافتہ لوگ ہیں۔ معزز ممبر نے بالکل غلط الزام لگایا ہے جس پر میں آپ کو ایک suggestion دوں گا جسے آپ recommend فرمائیں گے اور میرے معزز بھائی بھی اس کو verify کریں گے۔ آپ کل یا پرسوں کے لئے گوندل صاحب اور نولاٹیا صاحب کی موجودگی میں ڈی پی او ننکانہ اور ایس ایچ او فیض آباد کو بلوالیں، اگر میرے معزز ممبر ابرار شاہ صاحب کا الزام درست ثابت ہو جائے تو میں گزارش کروں گا کہ اُس ایس ایچ او اور ڈی پی او کے خلاف فوری طور پر کارروائی ہونی چاہئے لیکن اگر یہ الزام کل سرِ محفل غلط ثابت ہو جائے تو پھر میرے معزز ممبر ہی بتادیں کہ اِن کا کیا فیصلہ ہو گا؟ بہت شکریہ
چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! فیصلہ صرف اتنا ہے کہ دو رائے سامنے آ گئی ہیں۔ کس رائے کو آپ نے تسلیم کرنا ہے اس بات کا فیصلہ استحقاق کمیٹی کرے گی؟
خواجہ محمد اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔
خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! رانا صاحب نے یہ کہا ہے کہ اگر انہوں نے جا کر ملاقات کا مطالبہ کیا ہے تو پھر یہ اِس بات سے لیت ولعل کیوں کر رہے ہیں؟ صرف یہ بتائیں کہ میں ملاقات کے لئے نہیں گیا تو پھر بات بنتی ہے لیکن جب یہ اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو پھر ان کا الزام کیسے بنتا ہے؟
جناب سپیکر: خواجہ صاحب! جن کا وہ ذکر کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کی ملاقات کے لئے نہیں گیا بلکہ میں نے کسی اور کے بارے میں بات کی ہے۔ میں اِس تحریک استحقاق کو کل تک کے لئے اپنے طور پر pending کرتا ہوں اور کل میں خود اس کا فیصلہ کروں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)
چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جی، بالکل ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: اگلی تحریک استحقاق نمبر56/11 محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی ہے۔

ایس ایچ او تھانہ ستوکتلہ لاہور کا اپوزیشن کی ممبر ہونے کے ناتے معزز خاتون ممبر سے نامناسب روّیہ

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 22/6/2011 کو میرے علاقے کے چند معززین میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ہم کل مورخہ 21۔جون 2011 کو تھانہ ستوکتلہ ایک درخواست جمع کروانے گئے تھے۔ محرر تھانہ ستوکتلہ نے ہم سے درخواست لے لی اور اس کی رسید وصولی دینے سے انکاری ہے جبکہ موصوف نے ہم سے ڈیڑھ ہزار روپے بھی لے لئے ہیں۔ آپ ہمیں رسید وصولی دلوا دیں۔ اُس پر میں نے مورخہ 22/6/2011 کو ایس ایچ او مبین بٹ تھانہ ستوکتلہ کو فون کیا اور ان کو درخواست کی رسید وصولی کے حوالے سے بات کی جس پر موصوف ایس ایچ او نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کون سی جماعت کی ایم پی اے ہیں۔ جب میں نے بتایا کہ میرا تعلق پاکستان مسلم لیگ سے ہے تو اس پر موصوف ایس ایچ او اچانک کرخت لہجہ میں بولے کہ میڈم آپ کا تعلق اپوزیشن کی پارٹی سے ہے اس لئے میں اس بات کا پابند نہیں ہوں کہ آپ کے کہنے پر ان لوگوں کو رسید وصولی لے کر دے دوں۔ ہم اپنی مرضی کریں گے۔ ہم نے آپ جیسے کئی ایم پی اے دیکھے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی موصوف ایس ایچ او نے فون بند کر دیا۔ بعد میں، میں نے متعدد مرتبہ فون کیا لیکن موصوف ایس ایچ او نے میرا فون attend ہی نہیں کیا۔ میں اس معزز ایوان کی ممبر ہوں اس لئے لوگوں کے مسائل کے حل کے لئے تھانہ اور دفاتر بات کرنا پڑتی ہے۔ اگر ایک سرکاری آفیسر وہ بھی خاتون ممبر اسمبلی کے ساتھ misbehave کریں تو یہ کہاں کا انصاف ہے؟ موصوف ایس ایچ او کے اس روّیہ سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا آپ اسے اگلے ہفتے تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق اگلے ہفتے تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔
محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اگلے ہفتے اجلاس نہیں ہوگا۔ آپ اس تحریک استحقاق کو اگلے اجلاس تک کے لئے pending فرمادیں۔

سرکاری کارروائی

بحث

ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پر عام بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: جی، کوئی بات نہیں۔ آپ فکر نہ کریں اس کا جواب آ جائے گا۔ اب ہم ضمنی بجٹ بابت سال 2010-11 پر عام بحث دوبارہ شروع کرتے ہیں۔ آخر میں وزیر خزانہ بحث کو wind up کریں گے۔ معزز ممبران کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اِس وقت 17 معزز ممبران نے تقریر کے لئے اپنے نام درج کروائے ہیں۔ مناسب یہ خیال کیا گیا ہے کہ اِن معزز ممبران کو تقریر کرنے کا موقع دیا جائے لیکن میں اُن سے یہ گزارش کروں گا کہ جو پہلے تقریر کر چکے ہیں وہ دوسرے ساتھیوں کو موقع فراہم کریں۔ پانچ منٹ سے زیادہ کوئی صاحب نہ بولے کیونکہ منسٹر صاحب نے wind up بھی کرنا ہے۔ اگلا دن voting کے لئے مختص ہے۔ آج کی پہلی مقرر محترمہ سیمل کامران صاحبہ ہیں۔ جی، سیمل کامران صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ بنیادی طور پر financial management کا شاہکار ہوتا ہے although ایسا نہیں ہوتا کیونکہ آپ اپنے جو بھی estimates دیتے ہیں اُس کے اندر آپ 100 فیصد نہیں رہ سکتے لیکن good governance اور اچھی management یہی ہوتی ہے کہ آپ اپنے estimates کے اندر رہ کر بجٹ کو utilize کریں۔ بعد میں جو after thoughts ضمنی بجٹ کی صورت میں آتی ہیں کہ 33۔ارب روپے کی blocked allocation ہوتی ہے آپ اور ہم سب کو پتا ہے کہ blocked allocation جو اربوں روپے کی ہوتی ہے یہ احکامات شاہی بجالانے اور پیسوں کو کھڈے لائن لگانے کے لئے سب سے آسان اور سستا طریقہ ہے اور اسی کا نام blocked allocation ہے۔ 87۔ارب روپے کا یہ ضمنی بجٹ ہے۔ یہ after thoughts کیوں آتی ہیں، کیا اِن کو پہلے نہیں پتا تھا جو انہوں نے اتنے اتنے estimates کو

اور کتابیں کالی کی ہوئی ہیں جن کے حوالے سے میں کچھ چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کروں revise گی۔ یہ کہتے ہیں کہ لاء اینڈ پارلیمنٹری افیئرز ڈیپارٹمنٹ کا بجٹ 51.87 سے revise کر کے 63.47 ملین روپے کر دیا جبکہ آج تک اس معزز ہاؤس میں کیا کمال legislation ہوئی ہے، مجھے بھی کچھ پتا چلنا چاہئے؟ یہاں پر چھوٹی چھوٹی سڑکوں کے لئے اتھارٹیاں بن رہی ہیں جیسے موٹروے بھی انہوں نے ہی بنایا لیکن موٹروے میں M-1, M-2 اور M-3 کے لئے موٹروے اتھارٹی نہیں بنائی۔ یہاں پر آشیانہ اتھارٹی بنتی ہے، لوٹا اتھارٹی بنتی ہے اور سستی روٹی اور تنوروں کی اتھارٹی بنتی ہے۔ اِن کے اِن شاہکاروں پر حیرت ہے جن پر یہ اس صوبے کا بے دریغ خزانہ لُٹا رہے ہیں۔ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے سادگی کو اپنایا اور اس حوالے سے اسی ہاؤس میں بڑی بڑی ڈینگیں ماری گئی ہیں۔ میں آپ کے سامنے اِن کی سادگی کے حوالے سے تھوڑا سا ذکر کرنا چاہوں گی کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے 266.41 ملین روپے سے بڑھا کر 324.647 ملین روپے کر دیا، اتنے ملین روپے بڑھانا کیا سادگی ہے، مجھے ایسی سادگی پر حیرت ہے؟ منسٹر سیکرٹریٹ کے لئے 140.17 ملین روپے سے بڑھا کر 153.97 ملین روپے کر دیا مگر پھر بھی یہ یہاں پر ہر روز دہائیاں دیتے ہیں کہ ہم پیسے بچا کر صوبے کا بھلا کر رہے ہیں۔ لوکل گورنمنٹ اینڈ کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے لئے 110.733 ملین روپے سے بڑھا کر 142.75 ملین روپے کر دیا۔ آپ اور اس ایوان کے دَر و دیوار اس بات کے شاہد ہیں کہ میں نے دو سال پہلے اس ہاؤس میں کھڑے ہو کر کہا تھا کہ یہ so-called جمہوری حکومت لوکل گورنمنٹ کے الیکشن کبھی نہیں کروائے گی اور COD کے signatories ہونے کے باوجود انہوں نے اداروں پر شبِ خون مارا ہے۔ یہ جماعت جب سے معرضِ وجود میں آئی ہے یہ اداروں کے مابین تصادم کروا رہے ہیں اور یہ مسلم لیگ کو توڑ کر ہی (ن) لیگ وجود میں آئی۔ انہوں نے آزاد کشمیر میں بھی اپنی جماعت مسلم کانفرنس کو توڑا اور ٹکڑے کئے مگر آج یہ کہتے ہیں کہ دوسری جماعتیں جمہوریت کی دشمن ہیں۔ انہوں نے اس صوبہ کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! کیا یہ سب کچھ ضمنی بجٹ میں لکھا ہوا ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بالکل لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آپ relevant ہو جائیں کیونکہ آپ کا ٹائم گزر رہا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! لوکل گورنمنٹ ایک institution ہے اور اسی ہاؤس میں یہ بات already ہو چکی ہے کہ یہ جماعت لوکل گورنمنٹ کے الیکشن نہیں کروائے گی۔ جب لوکل گورنمنٹ

functional نہیں ہے تو پھر یہ اتنے million rupees کہاں گئے اور کس کی خدمت میں پیش ہوئے، یہ جاننا میرا حق ہے؟

جناب سپیکر: جی، پوچھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں آپ کو good governance کی چھوٹی سی مثال دینا چاہوں گی کہ Prevention of Wildlife and Controlling of Hunting (Miscellaneous Department) کا بجٹ 268.45 سے بڑھا کر 359.59 ملین روپے کر دیا گیا۔ میں منسٹر صاحب کی wind up speech میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس محکمہ میں کون سے نئے جنگلات لگائے گئے یا ایسے کیا اقدامات کئے ہیں کہ اِس میں prevention ہو کیونکہ انہوں نے existing جنگلات کا بھی بیڑا غرق کر دیا ہے اور اُن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے؟ آپ نے سستی روٹی پروگرام، پبلک ٹرانسپورٹ پر سبسڈی اور رمضان پیکج کا حشر بھی دیکھا ہے۔ اب تنوری سیاستیں ختم کر کے پیلی ٹیکسی سکیم آ گئی ہے لیکن عام آدمی کو کوئی relief نہیں ملا۔ Religious and Other Charitable Institutions یعنی زکوٰۃ جس میں اس کا ذکر ہے اور آپ بھی شاہد ہیں کہ ہم تین سال سے رونا رو رہے ہیں کہ اس صوبہ میں غریبوں کو زکوٰۃ نہیں دی جا رہی۔ غریب علاج کے ہاتھوں، تعلیم حاصل کرنے کے ہاتھوں اور زندہ رہنے کے ہاتھوں دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ سفید پوش طبقہ اب ان کی جانوں کو روتا ہے کہ انہوں نے اُن کو کہاں سے کہاں فاقوں تک مبتلا کر دیا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے 104.30 ملین روپے سے پورا ایک ملین بڑھا کر 105 ملین روپے کر دیا ہے۔ بتایا جائے کہ یہ زکوٰۃ کس کو دی گئی اور کون سے کوآرڈینیٹروں کے پیٹوں میں ڈالی گئی، مجھے اس کی بھی وضاحت ضرور دیں؟

جناب سپیکر: پلیز اب wind up کر لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ابھی تک پانچ منٹ نہیں ہوئے۔

جناب سپیکر: نہیں، اب ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ پلیز wind up کر لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں good governance کی مثال دوں گی کہ یہ صحت کے واویلے مچاتے ہیں لیکن انہوں نے 954 سے cut کر کے 883 ملین روپے کا بجٹ کر دیا ہے، یہ کون سی good governance ہے؟

جناب سپیکر: ان کا مائیک بند کریں۔ محترمہ شازیہ اشفاق مٹو صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! مجھے صرف ایک منٹ دیا جائے میں کچھ اہم بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، محترمہ! میں نے floor انہیں دے دیا ہے اور وہی آپ کو وقت دے سکتی ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریر پڑھنا چاہتی ہوں جو کہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

جناب سپیکر: آپ یہ مجھے بھجوادیں میں اسے پڑھ لوں گا۔ جی، شازیہ اشفاق مٹو صاحبہ!

محترمہ شازیہ اشفاق مٹو: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب اور ان کی مایہ ناز ٹیم کو غریب دوست اور ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرنا چاہتی ہوں۔ جب سے ہماری حکومت نے اقتدار سنبھالا تو ہمیں قدم قدم پر مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ کہیں پر مالی مشکلات اور کہیں پر قدرتی آفات، کہیں پر دہشت گردی کا سامنا اور کہیں پر بین الاقوامی سازشیں تھیں۔ میں وزیراعلیٰ کی ہمت اور vision کی داد دیتی ہوں کہ انہوں نے نہ صرف بڑے احسن طریقے سے تمام مسائل پر قابو پانے کی کوشش کی بلکہ خادم اعلیٰ پنجاب ہونے کا بھی ثبوت دیا جس پر میں ان کی نذر ایک شعر کرنا چاہتی ہوں کہ:

لہو سے اپنے جو آرائش بہار کرے
اس کو حق ہے چمن میں رہنے کا

جناب سپیکر! تمام دُنیا اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ سیلاب کی تباہ کاریوں میں کس طرح وزیراعلیٰ نے ریلیف، ریسکیو rehabilitation کے کام کی خود نگرانی کی اور قدم قدم پر اپنی عوام کے ساتھ رہے جبکہ پوری دُنیا جانتی ہے کہ دوسری طرف ہمارے صدر مملکت اس وقت کہاں تھے۔ میرا نہیں خیال کہ خادم اعلیٰ ہونے کے لئے اس سے بڑی اور کوئی گواہی ہم دے سکتے ہیں۔ دُنیا نے نہ صرف صوبہ پنجاب کو دل کھول کر عطیات دیئے بلکہ دیگر صوبوں میں بھی وزیراعلیٰ اور ان کی ٹیم عطیات لے کر پہنچی اور پنجاب نے بلاشبہ اپنے بڑے بھائی ہونے کا ثبوت پیش کیا۔

جناب سپیکر! جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی حکومت پر کوئی اعتماد نہیں کرتا تو میں یہاں کہنا چاہوں گی کہ وزیراعلیٰ شہباز شریف کی ایک پکار پر ایک ارب اور 55 کروڑ روپے کے عطیات سیلاب زدگان کے لئے جمع ہوئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ شازیہ اشفاق مٹو: جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میں کہنا چاہوں گی کہ این ایف سی ایوارڈ میں پنجاب نے دل کھول کر باقی صوبوں میں مکمل ہم آہنگی اور vision کا ثبوت پیش کیا اسی طرح سیلاب کی تباہ کاریوں میں بھی ہم لوگوں نے اعلیٰ مثال قائم کی اور نہ صرف وزیر اعلیٰ کی کوششوں کو تمام دنیا نے سراہا بلکہ دوسروں کے لئے انہیں قابل تقلید نمونہ قرار دیا۔ اسی وجہ سے دوسرے صوبوں نے کہا کاش ان کے پاس بھی ایک ایسا درد مند دل رکھنے والا وزیر اعلیٰ ہوتا۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم پر بہت بات کی جا رہی ہے۔ اس سے پہلے عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان کے کھوکھلے نعروں کے علاوہ کچھ نہیں ملا جو کہ اب کفن اور قبرستان میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ ہماری حکومت اور وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب کا یہ مشن اور خواب ہے کہ غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کے لئے چھت فراہم کی جائے اور وقت ثابت کرے گا کہ یہ خواب انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب حکومت پورا کرے گی۔ اس کی شفافیت قابل مثال اور قابل تقلید ہو گی اور ہم اس وقت تک وزیر اعلیٰ محمد شہباز شریف اور ان کی ٹیم ہونے کے ناتے چین کا سانس نہیں لیں گے جب تک ان کے ان منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچائیں اور عوام کو ان کا حق ان کی دہلیز پر فراہم نہ کریں۔

جناب سپیکر! آج کل دانش سکولوں پر بہت بحث کی جا رہی ہے اور اس سکیم کو تنقید برائے تنقید کا سامنا ہے لیکن ہم صرف دانش سکول کی بات ہی نہیں کرتے بلکہ سکولوں میں missing facility پر بھی ایک خطیر رقم مختص کی گئی کیونکہ دانش سکول ایک خواب ہے ان غریب بچوں کے لئے جو کہ اشرافیہ کے بچوں کی طرح اعلیٰ عہدوں تک پہنچنے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ آخر میں، میں اپوزیشن بنچ پر بیٹھے ہوئے ساتھیوں کے لئے ایک شعر عرض کرتی ہوں کہ:

سنا ہے مل کے چلنے سے مقدر جاگ جاتے ہیں
اگر یہ سچ ہے تو آؤ چلو اک ساتھ چلتے ہیں

بہت شکریہ۔ پاکستان زندہ باد

(نعرہ ہائے تحسین)

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر سمجھ چکا ہوں اور آج میں نے لاء منسٹر صاحب سے کہا ہے، آج ہم کچھ دوستوں کو بٹھائیں گے جو انشاء اللہ تعالیٰ کل House کو بتائیں گے۔ رائے محمد اسلم خان صاحب!

رائے محمد اسلم خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! first of all میں جناب کامران مائیکل صاحب کو پنجاب کی تاریخ میں اقلیتی وزیر خزانہ کی حیثیت سے قلمدان سنبھالنے، 12-2011 کے بجٹ کی لکھی ہوئی تقریر پڑھنے اور 11-2010 کا ضمنی بجٹ پڑھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! کسی بھی صوبے یا مملکت کا سالانہ بجٹ حکومت کے vision، اس کی کارکردگی اور اس کی اچھی یا بری پلاننگ کا مظہر ہوتا ہے۔ پنجاب کا موجودہ بجٹ جو وزیر خزانہ صاحب کی سرپرستی کے بغیر تیار ہوا تھا اور نومولود وزیر خزانہ جن کی بحیثیت وزیر عمر صرف 24 گھنٹے تھی، جنہیں لکھی لکھائی ایک تقریر تھما دی گئی جو کہ بجٹ تقریر کم اور سیاسی جلسہ کی تقریر زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ اس بجٹ کے متعلق جناب وزیر خزانہ سے سوالات کرنا میں سمجھتا ہوں کہ قرین انصاف نہیں ہوگا کیونکہ پورے ایوان کے ممبران کی طرح وزیر خزانہ صاحب کو بھی نہیں معلوم کہ یہ بجٹ P&D، وزارت خزانہ کی ٹیم نے تیار کیا ہے یا ایوان سے باہر بیٹھے عوام کے مسترد کئے ہوئے سیاستدانوں نے ہدایات جاری کی ہیں۔

جناب سپیکر! یہ بجٹ دستاویزات کہاں بنیں، کیسے بنیں، کس ایجنڈے کی تکمیل کے لئے بنیں، کیوں بنیں اور اس کی مختلف مدات میں blocked allocation کسی فرد واحد کو وسائل کا مالک بنانا اور اپنے دوستوں کو نوازنا نظر آتا ہے۔ جہاں تک ضمنی بجٹ کا تعلق ہے تو Irrigation and Land Reclamation کی مد میں 3۔ ارب 46 کروڑ روپے مزید demand کئے گئے ہیں جس میں repair and maintenance کے لئے صرف ایک ارب روپے کے قریب رقم ہے باقی 2۔ ارب روپے کہاں خرچ کئے گئے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اسی طرح پولیس کے لئے زائد رقم demand کی گئی ہے اور communication کے لئے ایک ارب 8 کروڑ روپے مزید demand کئے گئے ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مختلف مدات میں demand کی گئی یہ رقم کہاں سے حاصل کی گئی تھی؟ موجودہ حکومت کی سب سے پہلی ترجیح زراعت، تعلیم اور صحت تھی جس میں زراعت کا بجٹ دیکھیں تو total بجٹ کا، اس بجٹ میں بھی صرف 73 فیصد share رکھا گیا ہے۔ تعلیم میں پچھلے سال کے بجٹ میں جتنی رقم مختص کی گئی تھی وہ خرچ کیوں نہیں ہو سکی؟ اس کے لئے میں خرچ کرنے والی ٹیم کی نااہلی کہوں یا کوئی ایسی ہدایات تھیں کہ تعلیم یا

صحت کے لئے پیسا کم خرچ کرنا ہے اور یہ رقم آرائش و زیبائش کے لئے تبدیل کرنی ہے؟ میں کیا یہ مان جاؤں کہ آج چیف منسٹر پنجاب کے vision کے مطابق 100 فیصد حاضری ہے، 100 فیصد رجسٹریشن ہے، پنجاب کے ہر گاؤں، پنجاب کے ہر شہر اور پنجاب کے ہر باسی کو تعلیم حاصل ہو رہی ہے؟ ابھی تک ایسے حلقے موجود ہیں جہاں چیف منسٹر پنجاب کے directives کے باوجود بھی یہ محکمہ کالج دے سکا ہے اور نہ ہی سکول دے سکا ہے۔ یہی حال محکمہ صحت کا ہے کہ ہیپاٹائٹس سی کی ویکسین کے لئے لوگ مختلف اضلاع میں تڑپ رہے ہیں لیکن اضلاع کو کوٹا کیا دیا جاتا ہے؟ یہ صرف بیس مریضوں یا پچاس مریضوں کے لئے دیا جاتا ہے لیکن دوسری طرف دیکھئے کہ جو بجٹ میں فنڈز مخصوص کئے گئے تھے وہ بھی پورے خرچ نہیں ہو رہے ہیں۔ میں اسے کیا نام دوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اس کو یہ نام دوں گا کہ آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے، اب آپ تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! وسائل کی طرح ٹائم کی تقسیم بھی منصفانہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گوندل صاحب! ویسے پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے لیکن آپ بہت مختصر بات کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! وزیر خزانہ تشریف رکھتے ہیں۔ حال ہی میں اٹھارہویں ترمیم کے تحت یہ فیصلہ ہوا تھا کہ بہت سارے محکمے وفاق سے صوبوں کو devolve ہونے ہیں۔ ان میں ایک سب ڈیپارٹمنٹ National Commission for Human Development ہے وہ بھی تمام صوبوں کو devolve ہونا تھا۔ اس کے تمام recourses اور تمام liabilities صوبوں کو جانی ہیں۔ اس کے 16 ہزار ملازمین ہیں۔ حکومت سندھ اور حکومت بلوچستان نے یہ حامی بھر لی ہے کہ وہ ان ملازمین کو اپنے ہاں absorb کر لیں گے اور Provincial Human Development Commission قائم کیا جائے گا جبکہ پنجاب کے حصے کے 6 ہزار ملازمین کا مستقبل غیر یقینی ہے۔ میں آپ کے ذریعے سے فنانس منسٹر اور چیف منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس کو human ground پر sympathetically look after کریں اور ان ملازمین کو بھی مناسب طریقے سے پنجاب میں absorb کیا جائے۔ اگر اس کام کو آپ نے Provincial Commission for Human Development میں maintain نہیں کرنا تو کسی دوسرے مناسب محکمے میں ان

ملازمین کو absorb کیا جائے۔ وہ سارے کے سارے پڑھے لکھے اور بہت highly qualified ہیں اور literacy کے لئے وہ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ انہیں کسی بھی دوسرے محکمے میں absorb کیا جائے اور روزگار سے محروم نہ کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ دیبامرزا!

محترمہ دیبامرزا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں پنجاب حکومت اور وزیراعلیٰ۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو میں وزیر خزانہ صاحب کو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! ذرا ایک منٹ رُک جائیں۔ جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! جن وزیر خزانہ کو اپنے مسلک کا نہ پتا ہو ان کو بجٹ کا کیا پتا ہو گا؟ منسٹر صاحب یہ بتادیں کہ اتوار والے دن گرجا گھر میں کیوں جاتے ہیں؟ اگر ان کو نہیں پتا تو میں بتا دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! ابھی یہ موقع نہیں ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ان کو بجٹ کا کیا پتا، جب ان کو یہ پتا نہیں کہ یہ اتوار کو گرجا گھر میں کیوں جاتے ہیں؟ یہ عبادت کے لئے جاتے ہیں، میں کوئی hit نہیں کر رہا ہوں یہ مجھے اتنا بتادیں کہ یہ کیوں جاتے ہیں؟ اگر ان کو نہیں پتا تو میں بتا دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آج مجھے آپ بہت شرارتی موڈ میں لگ رہے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں شرارتی موڈ میں نہیں ہوں بلکہ میں آپ کو حقیقت بتا رہا ہوں کہ ہم بجٹ پر کیا تقریر کریں، ان کو اپنے مسلک کا ہی پتا نہیں ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں بتا دیتا ہوں کہ یہ اتوار کو کیوں جاتے ہیں۔ اگر ان کو علم ہے تو وہ بتادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ ہم بجٹ پر ہی رہیں تو ٹھیک ہے، ہم اکیلے بیٹھ کر یہ بات کر لیں گے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں قرآن کے حوالے سے بتا رہا ہوں اور یہ اچھی بات ہے۔ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان کو یہ پتا نہیں ہے تو بجٹ کا پتا کیا ہو گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں، مہربانی۔

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خزانہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ آج بجٹ پر اختتامی بحث ہو رہی ہے اور میں اپنی wind up speech بھی کروں گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بہتر یہ ہوتا کہ شاہ صاحب بجٹ پر بات کرتے، اس طرح کسی کے مذہب اور مسلک کے حوالے سے انہیں کسی پر personal attack نہیں کرنا چاہئے۔ یہ خود پیر کہلاتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ان کو ایسی بات کرنا زیب دیتی ہے۔ ہر انسان اپنے تقویٰ پر، اپنے مذہب پر، اپنے عقیدے پر اور اپنی بنیاد پر قائم و دائم ہے۔ مجھے اپنے مذہب کا پتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس راستے پر چل کر ہی میں اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! I am on personal explanation

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میرا تضحیک کرنے کا مقصد نہیں تھا۔ بات یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حواریوں نے کہا کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزے دکھاتے تھے آپ بھی ہمیں معجزہ دکھائیں۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اور دستر خوان اترا جس پر 313 آدمیوں نے کھانا کھایا۔ جو بیمار تھے وہ ٹھیک ٹھاک ہو گئے اور جو غریب تھے وہ تونگر ہو گئے۔ وہ دستر خوان ایک دن چھوڑ کر ایک دن آتا تھا اور چالیس دن تک آتا رہا۔ جب پہلے دن اترا تو وہ اتوار کا دن تھا اس لئے یہ گرجا گھر اتوار کے دن عبادت کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ میرا تضحیک کرنے کا مقصد نہیں تھا۔ اگر ان کو یہ علم نہیں ہے تو میں ان کی correction کے لئے بتا رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ زبردستی کیوں کہہ رہے ہیں کہ ان کو علم نہیں ہے؟

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں یہ قرآن کے حوالے سے بتا رہا ہوں، میرا تضحیک کا مقصد نہیں تھا۔

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں نہیں سمجھتا کہ شاہ صاحب کو آج مسلک کی بات کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان ہمارے تمام لوگوں کی سیاسی اور معاشرتی بھلائی کے لئے اور لوگوں کی ترقی و خوشحالی کے لئے ایک ضامن ہے۔ ہم representatives اپنے علاقے کے لوگوں اور اس صوبے کی عوام کے لئے یہاں بیٹھے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات جو شاہ صاحب کی طرف سے کی گئی ہے ان کو نہیں چاہئے کہ کسی کے مذہب کے حوالے سے کسی کی

دل آزاری کریں، یہ خود ایک پیرہیں۔ یہ اعمال کی بات ہے اور ہر بندے کا اپنا ایک عمل ہے۔ میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ شاہ صاحب کو یہ بات زیب نہیں دیتی اور میں ان کی عمر کا احساس کرتے ہوئے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہر انسان کا اپنا ایک عقیدہ ہے اور ہمیں یہاں پر مذہبی آزادی حاصل ہے۔ میری پارٹی کی قیادت کو یہ شرف جاتا ہے جنہوں نے minority کے نمائندوں کو یہ اعزاز دیا کہ وہ پنجاب کے اس floor پر بجٹ پیش کر سکیں۔ آپ سے جب ہمارے بھائی شہباز بھٹی نے اپنی سکیورٹی کے لئے بلٹ پروف گاڑی مانگی تھی تو آپ کی جماعت کو تو یہ نصیب نہیں ہوا تھا کہ اُسے بلٹ پروف گاڑی دے دیتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُس کا خون آپ کے کندھوں پر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ minority کو دبانے کی کوشش کی ہے، انہوں نے ہمارے ادارے اپنی تحویل میں لئے اور ہماری قوم کو پیچھے کی طرف دھکیلنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ان کی منفی سوچ ہے جس کی عکاسی آج ان کے ان نمائندگان کے ذریعے سے اس floor پر ظاہر ہو رہی ہے ہم اس کی پُرزور مذمت کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ کامران مائیکل صاحب تشریف رکھیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! اب جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے مجھے بھی اس کا جواب دینے کا حق حاصل ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب میں اجازت نہیں دوں گا جن معزز ممبران نے نام دیئے ہوئے ہیں تو ان کا بھی حق ہے۔ جی، دیبا مرزا صاحبہ!

محترمہ دیبا مرزا: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں پنجاب حکومت، اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف اور ان کی ٹیم کو عوام دوست، ٹیکس فری اور متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل صاحب کو بھی مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ حکومت پنجاب نے ان پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہیں پنجاب کا وزیر خزانہ مقرر کیا اور انہیں پنجاب کا بجٹ پیش کرنے کا موقع ملا۔

جناب سپیکر! میرے قائد میاں محمد شہباز شریف نے تعلیم اور صحت کے میدانوں میں جتنے انقلابی اقدامات اٹھائے ہیں میں ان پر انہیں خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ جیسا کہ پنجاب کے اندر تین اضلاع میں چھ دانش سکول قائم کئے جا چکے ہیں۔ یہ دانش سکول غُربا اور محنت کشوں کے بچوں کے لئے قائم کئے گئے ہیں کیونکہ جدید اور معیاری تعلیم پر غُربا کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اشرافیہ کے بچوں کا حق ہے۔ یہ سب میاں محمد شہباز شریف صاحب کی قائدانہ صلاحیتوں اور ان کے vision کی وجہ سے ہی ممکن ہوا کہ آج غریب کے بچے بھی ایچی سن کالج level کے دانش سکولوں میں پڑھنے کے قابل ہوئے

ہیں۔ میں تعلیم کے شعبہ میں Punjab Education Endowment Funds کے قیام پر پنجاب حکومت کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ 6-ارب روپے کی خطیر رقم Punjab Education Endowment Funds کے لئے رکھی گئی ہے اور آئندہ بجٹ میں یہ رقم 12-ارب روپے مختص کی جائے گی۔اس کے علاوہ پنجاب میں چار خواتین یونیورسٹیاں قائم کرنے کی تجویز ہے جو کہ پنجاب میں خواتین کے منصوبوں کے حوالے سے بہترین اقدامات ہیں۔ میں ضلع سیالکوٹ میں خواتین یونیورسٹی قائم کرنے پر وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کی بہت شکر گزار ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!صحت کے شعبہ میں جیسا کہ تمام سرکاری ہسپتالوں میں فری ادویات فراہم کی جارہی ہیں اور Dialysis Centre کو پنجاب کے تمام اضلاع تک پھیلا دیا گیا ہے۔ پنجاب میں چار نئے میڈیکل کالج قائم کئے گئے ہیں جن میں ایک کالج ڈیرہ غازیخان،ایک کالج ساہیوال،ایک کالج گوجرانوالہ اور ایک کالج سیالکوٹ میں قائم کیا گیا ہے۔ان چاروں کالجوں میں کلاسیں جاری ہیں اور اس مد میں ایک ارب 90 کروڑ کی رقم مختص کی جاچکی ہے۔

جناب سپیکر!زرعی اور ویٹرنری گریجویٹ کے لئے 25 ایکڑ اراضی اور 9 لاکھ روپے قرضہ بلاسود کی تجویز بہت خوش آئند ہے۔اس کے علاوہ نوجوانوں کے لئے Yellow Cab سکیم،20ہزار روپیہ بلاسود قرضہ یہ تمام سکیمیں نوجوانوں کے لئے ایک امید کی کرن ثابت ہوں گی۔ پنجاب میں جناح آبادی سکیم کے تحت 50ہزار خاندانوں کو 5مرلہ پلاٹ مفت فراہم کئے جارہے ہیں جس سے بے گھر غریبوں کو اپنی چھت ملے گی۔اس کے علاوہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے تحت غریب لوگوں کو بھی سہولیات ملیں گی جو کہ کسی بھی اچھی ہاؤسنگ سکیم میں اچھے اور معیاری گھروں میں ایک غریب آدمی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ میرے قائد کا vision ہے کہ انہوں نے بے گھر غریب اور محنت کشوں کے لئے ایسی بہترین سکیمیں متعارف کروائیں ہیں اور اس میں غریب،نادار،یتیم اور بیواؤں کے لئے کوٹا مختص کیا جس سے بہت سارے یتیم اور بیوگان دعائیں دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر!پنجاب حکومت نے اس بجٹ میں دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے counter Terrorism Department قائم کیا ہے اور یہ بہت خوش آئندہ تجویز ہے جس سے دہشت گردی پر قابو پایا جاسکے گا۔ میں آخر میں واٹر سپلائی سکیموں کی تعمیر اور پہلے سے موجودہ واٹر سپلائی سکیموں کی اصلاح اور بحالی کے لئے ایک ارب 82 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں تو میری تجویز ہے کہ ضلع سیالکوٹ کی

واٹر سپلائی سکیم کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے۔آخر میں، میں اپنے قائد کی نظر ایک شعر عرض کروں گی کہ:

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ سفینہ صائمہ کھر صاحبہ!

MS SAFINA SAIMA KHAR: Honourable Speaker I would like to take permission from you if I speak in English, Urdu or Punjabi. Thank you sir. First of all I am thankful to Almighty Allah that the people who have reposed the confidence in the leadership of Pakistan Peoples Party for the fourth Budget. We must pray tributes to tremendous sacrifices which have been given by our great leader Shaheed Mohtarma Benazir Bhutto Sahiba, our President Mr Asif Ali Zardari and millions of party workers today. We present Punjab Budget and we are facing great challenges to take Punjab out of the present crises towards the path of peace, prosperity and equal opportunity for each and every citizen irrespective of class, color and creed. I appeal to all the parliamentarians of all the parties here to unite together so that once again Punjab can become a safe, progressive and developed state. I assure Punjab that we will work honestly, untiringly, with devotion and dedication to full the division of a nation for the Quaid Azam Muhammad Ali Jinnah. I would also like to thank Mr. Speaker and Mr. Deputy Speaker for listening with patience all the budget speeches and giving the confidence to all the parliamentarians. I would also like to congratulate the Honourable temporary or permanent Finance Minister of the Punjab for delivering a good speech. But unfortunately it was more a "toota kahani" because the speech was prepared by someone else the press of the budget was addressed by someone else and the speech was given to the Minister to rehearse and speak. So we cannot give credit to the Finance Minister for

making a good speech. Mentioning about the flood in the budget speech, I would like to bring it to the notice of the Speaker and the Finance Minister that I am a flood victim and being the only MPA from the Southern Punjab of the Pakistan Peoples Party nobody came to help or to a rescue. I was just ten Kilometers away from Kot Addu where the Khadim-e-Allah was sitting on scoter and meeting the people and also in Muzaffargarh which is only twenty five Kilometers away from my village.

اور جہاں حکومت پنجاب نے مظفر گڑھ میں سب سے زیادہ زور لگایا تھا۔ اگر میرے ساتھ یہ سلوک ہوا تو باقی غریب لوگوں کا کیا ہوگا؟ جب بھی میں نے "ڈی سی او" کو فون کیا تو اس نے کہا کہ میں VIP ڈیوٹی پر ہوں کیونکہ چیف منسٹر صاحب آ رہے ہیں اور میں آپ کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

Only people who helped me who came forward were the NGOs, the Army and the Diplomatic corps. Diplomatic corps came because my husband is representing a country called Estonia and I am the member of a Foreign Liaison Committee.

"اپنوں پر ستم، غیروں پر کرم"

دوسروں پر تو کرم کرتے رہے اور اپنے ممبر پر ستم کرتے رہے کہ ایک بوری کھاد کی یا ایک دانہ بیج کا ہمیں چیف منسٹر صاحب نے نہیں بھیجا۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: انہوں نے غریبوں کو دیا ہے۔

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: غریبوں کو دیا تو اس وقت تو میں بھی غریب تھی، سب کچھ تو ہمارا بہہ گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ Chair کو مخاطب کر کے بات کریں اور No cross talk please.

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: Ok, sir! Austerity and economy measures are being taken in the budget. کہا گیا ہے کہ سیکرٹریٹ کے خرچہ کی تقریباً چوتھائی رقم کم کر دی گئی ہے لیکن What about the CM Offices, Punjab Houses, Camp offices, Helicopters, private jets, bullet proof cars? ان کی maintenance، ان کا آنا جانا اور bills وغیرہ۔

فنانس منسٹر تسی دسو کہ ایہناں دا خرچا ودھیا اے کہ گھٹیا! اے ایس دے بارے وچ تسی کوئی گل نہیں کیتی۔ صحت دے حوالے نال میری suggestion ایہہ وے کہ چھوٹے شہراں دے وچ ہسپتال ہونے چاہیدے نیں۔ مظفر گڑھ دے بندے نوں ملتان یا لاہور نہیں جاناں چاہیدا اپنے CT-Scan کران واسطے، علاج واسطے یا Dentist کولوں دند کڈان واسطے۔ ایس نوں اپنے شہر دے وچ ای ساریاں facilities provide کرو۔ دوسرا ساڈے پورے پنجاب وچ ہسپتالاں دی ایمرجنسی وچ ڈاکٹر نہیں نیں۔ ایس واسطے کہ اگر ڈاکٹر آ جان تے شام نوں اوہ اپنی پریکٹس کس طرح کرن گے؟ صرف جیہڑے young doctors آندے نیں کناں وچ ٹوٹیاں لا کے ہور گولیاں دے کے ادھے مریض مار جاندے نیں تے ادھیاں نوں کسی ہور ڈاکٹر دے حوالے کر دیندے نیں۔ سانوں چاہیدا اے باہروں ڈاکٹراں نوں لے آیا جائے یا فیر اپنے ڈاکٹراں نوں trained کیتا جائے ساڈے کول Physiotherapists نہیں نیں۔ سعودی عرب نے تے انڈیا توں منگائے ہوئے نیں۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن دا سارا بجٹ دانش سکولاں اُتے لایا جا رہیا اے لیکن سب توں پہلے سانوں فیملی پلاننگ دا خیال کرنا چاہیدا اے کیونکہ ہر غریب گھر وچ اٹھ توں دس بچے نیں تے اگر تسی اک بچے دا admission کراؤ گے تے باقی بچیاں نوں inferiority complex دے دئیو گے کہ وڈا بھرا تے دانش سکول پڑھدا اے تے او کی کرن گے ایس واسطے بہتر ایہہ وے کہ تسی جیہڑے ghost schools نیں اوہناں نوں functional کرو تے جیہڑے سکول درختاں دی بیٹھ نیں اوناں دی تسی تیاری کرو۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، wind up کریں۔

MRS SAFINA SAIMA KHAR. Mr. Speaker! Just give me five minutes.

MR DEPUTY SPEAKER: No, you have to wind up now.

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: توانائی دا بحران وی حل کرن لئی شکر اے ساڈھے تین سالاں بعد حکومت نوں فکر ہوئی اے۔ ایس دے واسطے We should go for alternate energy and we should get Hydropower and Solar System باقی غریباں دیاں سکیماں تسی شروع کیتیاں نیں Food Stamp Scheme and Sasti Roti Scheme are totally failure. خدا دا واسطہ اے ہور سکیماں شروع نہ کرو۔ تسی 20ہزار روپیہ ریڑھی والے نوں

دیوو گے تے مولی، گاجر دی ریڑھی وی 20ہزار دی نئیں لگدی تے او20ہزار نال کی کرن گے؟ پڑھے لکھے لوکاں نوں آسان شرطاں نال تسی ییلو کیب دے رے اوہ تے جیہڑیاں ماواں نے زیور وتچ کے اپنے پتراں نوں بابو تے افسر بنانا اے اوناں نوں اسیں بلا کے چابی دینی اے کہ تسی ٹیکسی ڈرائیور بن جاؤ تے فیر رش دا کی ہوئے گا؟ سڑکاں وی چوڑیاں کرنیاں پین گئیاں۔

جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر تے میں اک منٹ گل کراں گی۔ ایس دا تماشا تسی الیکشن وچ ویکھ لیا اے تسی جنرل الیکشن کس طرح کراؤ گے؟ راناصاحب ساڈے سینئر منسٹر بڑے great نیں۔ پر ایہناں نے کیہہ تماشا کیتا اے کہ اوہ لاء اینڈ آرڈر دی situation وی ٹھیک نہیں کر سکے ایہناں نے الیکشن دے وچ بربادی کر دتی اے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ کھر صاحبہ! تشریف رکھئے گا۔

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: جناب سپیکر! ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، پلیز! تشریف رکھیں۔

MS SAFINA SAIMA KHAR: Let me wind up please.

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں wind up کریں۔

MS SAFINA SAIMA KHAR: Ok, I am just winding up.

محترمہ صائمہ عزیز محی الدین: جناب سپیکر! جب سے یہ ایم پی اے بنی ہیں مظفر گڑھ ہی نہیں گئیں تو flood areas میں جانا تو دور کی بات ہے۔

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: میں wind up کر رہی ہوں، پلیز! تشریف رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صائمہ! تشریف رکھیں، آپ wind up کریں۔

MS SAFINA SAIMA KHAR: Ok. Punjab is behind. This time we have to take Punjab forward. A focus should be only how to take Punjab forward. We should get the job of good governance and take Punjab out of the mess. The Government has done nothing for Punjab. It is the common man in Punjab who is suffering because of bad governance. It is a critical moment for Punjab. The primary task is to improve the economic situation in the Punjab. If financial position is sound then every thing will be fine in the history of the Punjab.

جتنا بیڑا غرق پنجاب کا اب ہوا ہے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔
There is a major economic crisis in Punjab. The state is borrowing crores of rupees everyday just to exist that goes to salaries and servicing about the revenue. No one is bothered if we don't do something to propel Punjab forward. Debt crisis will get worst. Punjab is literally broken. How does Punjab move forward? We have to move forward with new ideas. Minister Sb brings a new industrial policy to make mega project for jobs of our jobless Punjabis in Punjab. The Punjab should be awakened and we should say "Jaag Punjabi Jaag, Jaag Punjab Jaag."

محترمہ راحیلہ خادم حسین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ، پلیز! تشریف رکھئے گا۔

پیر محمد اشرف رسول: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پیر صاحب! تشریف رکھیں۔ No point of order. اگلے مقرر کو بلانے سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ اس ہاؤس میں ایک point of order raise ہوا تھا جس میں ایک سوال اٹھایا گیا تھا، LDA کے حوالے سے کچھ ممبران کی reservations تھیں۔ اس پر شیخ علاؤالدین صاحب نے بھی point of order raise کیا تھا تو اس پر میں ایک سپیشل کمیٹی بناتا ہوں۔

Special Committee for consideration of LDA issues consisting of the following members.

1. Mehar Ishtiaq Ahmad
2. Mian Naseer Ahmad
3. Syed Zaeem Hussain Qadri
4. Farooq Yousaf Ghurki
5. Mrs Humaira Awais Shahid
6. Sheikh Ala-ud-Din
7. Ch. Shahbaz Ahmad
8. Muhammad Ajasim Sharif

محترمہ آمنہ اُلفت:جناب سپیکر!میں نے یہ issue raise کیا تھا، مجھے بھی اس کمیٹی میں شامل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،آمنہ اُلفت کو بھی اس میں شامل کیا جاتا ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا:جناب سپیکر!آپ نے میرے ساتھ بھی commit کیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،نولاٹیا صاحب نے بھی کہا تھا ان کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔باقی دونوں نام میں بھول گیا تھا یہ issue House میں ہی raise ہوا تھا۔ان دونوں کے نام شامل کر کے ہم اس کی باقاعدہ میٹنگ کی تاریخ بتا دیں گے۔

رولنگ

جاری ترقیاتی سکیموں کو موجودہ بجٹ میں شامل نہ کرنے کے بارے میں پوائنٹ آف آرڈر پر جناب ڈپٹی سپیکر کی رولنگ

جناب ڈپٹی سپیکر:احمد حسن ڈیہر صاحب جو کہ پیپلز پارٹی سے ہیں انہوں نے مجھ سے ایک ruling مانگی تھی کہ جو development schemes بند کر دی گئی ہیں اس پر Chair کی ruling دی جائے اور اس کے بعد انہوں نے دو تین دفعہ insist کیا تھا کہ Chair اپنی ruling دے تو میں اس پر اپنی ruling دیتا ہوں۔

During the sitting of the Assembly on 30th of June 2011 Mr. Ahmad Hussain Deharr, MPA, PP-200 raised the point of order stating that some ongoing development schemes have not been included in the present budget vide their approval by the Assembly during last budget. He protested against the policy of the Planning and Development Department in this regard and demanded ruling from the Chair. I have noticed that the hon'able member frequently raised points of order and then insisted on the ruling thereon. In this regard let me clarify the position under the rules. Rule 209 of the

Rules of Procedure deals on points of order. The said rule reads as under:-

Rule 209. Decision on points of order.–

(1) A point of order shall relate to the interpretation or enforcement of these rules or such Articles of the Constitution as regulate the business of the Assembly and shall raise a question which is within the cognizance of the Speaker.

(2) A point of order may be raised in relation to the business before the Assembly at the moment:

Provided that the Speaker may permit a member to raise a point of order during the interval between the termination of one item of business and the commencement of another if it relates to maintenance of order in, or arrangement of business before, the Assembly.

(3) A point of order may not be raised before the Speaker has disposed of the earlier point of order.

(4) Subject to the provisions of sub-rules (1), (2) and (3), a member may formulate a point of order and the Speaker shall decide whether the point raised is a point of order and, if so, give his decision thereon, and his decision shall be final.

(5) No debate shall be allowed on a point of order, but the Speaker may, if he thinks fit, hear the members before giving his decision.

(6) A point of order is not a point of privilege.

(7) A member shall not raise a point of order –

(a) to ask for information; or

(b) to explain his position; or

(c) when a question on any motion is being put to the Assembly; or

(d) which may be hypothetical; or

(e) that Division Bells did not ring or were not heard.

(8) There shall be no discussion on a decision on a point of order.

The gist of the above rule is that a point of order can be raised strictly in accordance with the requirements of this rule. Precisely a point of order must relate to interpretation or enforcement of these rules, or such Article of Constitution as to regulate the business of the Assembly and must relate to the business or matter of the Assembly at the time of point of order is raised. Precisely to say a point of order is a pure question of procedure or irregularity raised only when something happens in the course of proceeding which is considered to be a technical defect in the formal and procedural matter. It should not be a frivolous or irrelevant and should not aim at obstructing the proceeding of the Assembly. The decision of the Speaker on a point of order shall be final and not open to debate and criticism. Now, coming to the point of order raised by Mr. Ahmad Hussain Deharr, MPA non inclusion of development schemes in the budget is in no way of hindrance to the business of the Assembly. The hon’able member has option of raising of such issues in the Assembly by exercising the various parliamentary tools for instance Assembly Question, Resolution Motion, and Privilege Motions etc. He may also raise such issues during general discussion on Annual and Supplementary Budget as well

as during moving of the cut motions at the time of discussion and voting of grant for demands. The ruling of the Chair during such matters is unwarranted. This clarifies the point of order raised by Mr. Ahmad Hussain Deharr, MPA.

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! دو ماہ پہلے میں نے بھی ایک ruling مانگی تھی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اس کو check کر لیتا ہوں۔

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ، ہاؤسنگ و شہری ترقی (سردار دوست محمد خان کھوسہ): جناب سپیکر! میں اس چیز پر آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں۔ ابھی میں نے اپنی ایک معزز ممبر صاحبہ کو آپ سے اجازت لے کر پنجابی میں بات کرتے سنا۔ آپ نے ان کو انگریزی میں بات کرنے کی اجازت دی لیکن انہوں نے پنجابی میں بات کی۔ "پچھے میڈا خیال اے ساڈا وی حق بنڑدا اے، جو اساں ویں House دے وچ اپنے خطے دی زبان وچ باتاں کرئے تے آئندہ کسے نوں اگر تساں ایہو جئیاں اجازتاں دتیاں تے مہربانی کر کے پچھے سرائیکی کوں وی ایس ہاؤس دا حصہ بنڑایا ونجے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کی تقریر کے اندر یہ already point raise ہوا تھا، جب پنجابی میں بات کرنے کی بات ہوئی تھی تو اس وقت ہم نے بتایا تھا کہ Chair کی اجازت سے انگریزی میں بات کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی زبانوں کے لئے ہمارے پاس facility نہیں ہے۔ اس کو اسی وقت ہم نے rule out کر دیا تھا کہ انگریزی اور اردو کے سوا کسی اور زبان میں بات نہیں کی جائے گی۔

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ، ہاؤسنگ و شہری ترقی (سردار دوست محمد خان کھوسہ): جناب والا! اگر اس طرح کی صورتحال ہے تو پھر اس کو اُردو تک محدود رکھا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، محترمہ نے انگلش میں تقریر کرنے کی اجازت مانگی تھی بعد میں تو انہوں نے خود ہی۔۔۔

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ، ہاؤسنگ و شہری ترقی (سردار دوست محمد خان کھوسہ): جناب والا! پھر Chair کو اس چیز کو check کرنا چاہئے تھا۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! انگریزی اور اردو میں لوگ اجازت کے بغیر بات کر سکتے ہیں؟۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، انہوں نے in writing کہا تھا۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! اگر کوئی ممبر سرائیکی میں بات کرنا چاہتا ہے تو اس میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے، وہ ممبر تقریر کے بعد لکھ کر بھی دے سکتا ہے اور بہت سارے ممبران ایسے ہیں جو Siraiki Speaking Areas سے تعلق رکھتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ ابھی میں نے آپ کے سامنے ruling بھی پڑھی ہے اور اگر آپ پہلے کی proceedings دیکھیں تو اس میں بھی ایسے ہی ہے۔

رائے محمد اسلم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: .No more point of orders آج میں نے کہا تھا کہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں لیا جائے گا۔ جی، محترمہ راحت اجمل صاحبہ!

محترمہ راحت اجمل: جناب سپیکر! معزز ممبر یہاں پر پنجابی میں تقریر کر رہی تھیں جس کی وجہ سے کچھ معزز ممبران نے کہا کہ ہمیں بھی سرائیکی میں تقریر کرنے کی اجازت دی جائے۔ میں سمجھتی ہوں کہ مجھے Swahili language آتی ہے تو مجھے بھی "واچا پھلا مینو نوں، آپانا جو سوہیلی" بولنے کی اجازت دی جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی تقریر کریں۔

سردار اطہر حسن خان گورچانی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ہم پھر بلوچی میں بات کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں۔

محترمہ راحت اجمل: لیکن سمجھے گا کون؟

سردار اطہر حسن خان گورچانی: جناب سپیکر! ان سے کہیں کہ اردو میں بات کریں ورنہ ہمارا بھی دل کرے گا تو ہم بلوچی یا سرائیکی میں بات کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ راحت اجمل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! بجٹ حکومت کا وہ تخمینہ ہوتا ہے جو وہ ہر سال اپنی آمدنی اور اخراجات کے لئے لگاتی ہے۔ ان نامساعد حالات میں یہ بات کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ وطن عزیز میں گیس بند، بجلی بند، صنعتیں بند نتیجتاً غریبوں کے چولہے بند۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ان حالات میں، میرے قائد اوران کی ٹیم نے جس طرح غریب پرور، متوازن، ٹیکس فری اور پُر سکون بجٹ بنایاہے نہ صرف انہوں نے لوگوں کے دل جیت لئے ہیں بلکہ غریبوں کی دعائیں بھی اکٹھی کر لی ہیں۔ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم اور جناح آبادی سکیم یہ ہمارا نعرہ نہیں تھا، ہمارے قائد کا نعرہ نہیں تھا۔ یہ نعرہ تو کسی اور کا تھا لیکن پورا میرے قائد نے کیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

25ایکڑ زمین کا منصوبہ ویٹرنری گریجویٹس کو دینے کے لئے اس بجٹ میں رکھا گیاہے۔ اس پر میں اپنے قائد کو سلام پیش کرتی ہوں کیونکہ یہ وہی بنجر زمین ہے جس کے لئے سعودی عرب نے کہا تھا کہ یہ زمین ہمارے حوالے کر دی جائے یعنی ہمیں lease پر دے دی جائے لیکن میرے قائد کا vision دیکھو اس بنجر زمین کو انہوں نے اپنے ہی ملک کے نوجوانوں کے نام کر کے ایک بہت بڑا اقدام کیاہے۔ میں کہتی ہوں کہ وہ واقعی قابل تحسین قائد ہیں کیونکہ ایک کسان زمین کے اندر سے اناج پیدا کرتاہے لیکن ایک پڑھا لکھا اس میں سے سونا پیدا کرے گا۔ ییلو کیب کے حوالے سے میں کہتی ہوں کہ یہ سکیم اس منصوبے میں رکھ کر نوجوان نسل پر بہت بڑا احسان کیا ہے کیونکہ وطن عزیز میں اگر حکومتی اداروں میں ایک سیٹ نکلتی ہے تو ایک ہزار اُمیدوار اس کے پیچھے بھاگتا ہے، درخواستیں دیتا ہے لیکن صرف ایک بندے کی selection ہوتی ہے باقی ہاتھوں میں ڈگریاں لے کر بوڑھے ہو جاتے ہیں ان کی عمر گزر جاتی ہے وہ اس قابل ہی نہیں رہتے تو کیا ان کو کمانے اور اپنا ذریعہ معاش حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؟ میں سمجھتی ہوں کہ ییلو کیب سکیم ایک بہترین سکیم ہے کیونکہ ہمارا نوجوان 20 سے 25 سال کی عمر میں بے روزگاری کے ہاتھوں تنگ آکر فاقہ کشی ، ڈاکا زنی ، چوری اور اغواء برائے تاوان پر مجبور ہو جاتاہے۔ اس سکیم کے تحت نہ صرف وہ اپنا روزگار کما سکے گا بلکہ ملک کے لئے بہترین ماحول سازگار کر سکے گا۔ میں سمجھتی ہوں کہ صرف ان پڑھ لوگ ہی ییلو کیب کیوں چلائیں، ان پڑھ ڈرائیور نہیں ہونے چاہئیں۔ ایک پڑھا لکھا ڈرائیور ہو گا تو وہ قانون کی پاسداری کرے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

دانش سکول کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وطن عزیز کی 63 سالہ تاریخ میں پہلی دفعہ کسی نے یہ سوچاہے کہ غریبوں کے لئے بھی کوئی ایسا سکول ہونا چاہئے جہاں پر وہ سر اٹھا کر تعلیم حاصل کر سکیں اور اپنا روزگار کما سکیں۔ ہیرے کی پہچان صرف جوہری کو ہوتی ہے۔ میرا قائد ایک جوہری ہے جنہوں نے پہچان لیاہے کہ وطن عزیز کے پتھروں کو کیسے تراش کر ہیرا بناتے ہیں جس کے لئے کہا جاتاہے کہ:

کل انہیں تراشو گے تو پوجے گا زمانہ
پتھر کی طرح آج جو راہوں میں پڑے ہیں

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، سردار فتح محمد خان بزدار!

محترمہ راحت افزا: جناب والا! میری تقریر ابھی رہتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔

محترمہ راحت افزا: جناب والا! اگر اجازت ہو تو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے ایک اچھا شعر سنایا ہے، اب آپ تشریف رکھیں۔ جی، سردار صاحب!

سردار فتح محمد خان بزدار: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ میرا حلقہ پی پی۔241 سب سے دور، سب سے مشکل اور سب سے غریب علاقہ ہے جس میں تحصیل tribal area بھی ہے، تحصیل تونسہ بھی ہے۔ اگر آپ تحصیل tribal area کو دیکھیں تو یہ دیکھنے کے لائق ہے۔ یہ تحصیل ہے یہاں آبادی ہے، لوگ ہیں لیکن کوئی سہولت نہیں ہے۔ تحصیل میں بجلی ہے، پانی ہے اور نہ ہی کوئی علاج معالجہ کی سہولت ہے۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کیا کرنا چاہئے؟ ہم نے ایک road بنوانے کی کوشش کی تھی جو پنجاب کو بلوچستان سے ملائے گی۔ ہمیں سب سے زیادہ مفاد اس road سے ہے۔ اگر road بنے گی وہاں پر کوئی انڈسٹری لگے گی، کاروبار ہو گا تو ہمارے لئے پتھر، بجری اور مٹی بھی سونے سے کم نہیں ہیں۔ اس سے لوگوں کا گزارہ ہو جائے گا۔ وہ سڑک شروع ہوئی دس کلو میٹر بن بھی گئی لیکن اس کے بعد سرکاری افسر جیسے Sub-Engineer, S.D.O اور XEN اس پر کام کر رہے تھے ان کو dismiss کر دیا گیا کہ آپ نے سڑک کی cutting زیادہ کی ہے حالانکہ یہ زیادہ نہیں ہے، cutting ٹھیک کی گئی ہے۔ وہاں بارشیں ہوتی ہیں، رود کوہیاں چلتی ہیں۔ مہربانی کر کے ان افسران کو بحال کر کے ان کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ آئندہ یہ سڑک اچھی طرح سے بنے اور بلوچستان کے ساتھ مل جائے۔

جناب سپیکر! تحصیل تونسہ میں چشمہ رائٹ بنک کینال ہے، یہ نہر تو ہے لیکن اس میں پانی نہیں ہے۔ اس نہر میں صوبہ سرحد والے ہمارے حصے کا پانی روک لیتے ہیں، اس میں پنجاب کا حصہ 1809 کیوسک ہے لیکن ہمیں صرف 1009 کیوسک مل رہا ہے اور باقی وہ کھا جاتے ہیں۔ اس کو حکومتی سطح پر حل ہونا چاہئے ورنہ یہ نہر بند ہو جائے گی اور اس سے لاکھوں خاندانوں کے روزگار کا مسئلہ پیدا ہو گا۔ اگر ہمیں یہ پانی دیا جائے تو علاقے میں وارابندی ختم ہو سکتی ہے اور زمینداروں کو فائدہ مل سکتا ہے۔ پانی ہو گا تو فصلیں ہوں گی چونکہ ٹائم نہیں ہے اس لئے میں مختصر بات کر رہا ہوں۔ واٹر مینجمنٹ اصلاح

آبپاشی کا محکمہ ابھی تک غیر مستقل ہے اور اسے بجٹ بھی تھوڑا ملتا ہے میری تجویز ہے کہ اس میں کام کرنے والے ملازمین کو مستقل کریں اور انہیں بجٹ دے کر آگے بڑھایا جائے۔ تحصیل تونسہ میں نہر ہے اس پر سے رود کوہیاں چلتی ہیں جو نہر کو، distributaries کو تباہ کر دیتی ہیں ان کے پانی کو drain out کرنے کے لئے انہوں نے drains بنائی ہیں جو کہ دریا تک جاتی ہیں لیکن انہیں دریا تک پہنچانے کی بجائے راستے میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ جب پانی کا موسم ہوتا ہے تو پانی آجاتا ہے اور لوگوں کی فصلوں کو اجاڑ دیتا ہے اور اس سے لاکھوں ایکڑ رقبہ برباد ہو جاتا ہے۔ یہ علاقے کے لوگوں کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اسے حل کیا جائے، یہ drains دریا تک پہنچائی جائیں اور نہر پر توجہ دی جائے۔ صوبہ سرحد والے جو پانی روک لیتے ہیں اس کا انتظام کیا جائے تاکہ ہمیں پورا پانی ملے۔ اگر پانی پورا ملے گا وارا بندی ختم ہو جائے گی اور لوگوں کو بے انتہا فائدہ ہوگا، لوگوں کے مال مویشیوں کو فائدہ ہوگا۔

جناب سپیکر! اب میں بجلی کے مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے علاقے میں بجلی لائن مشکل ہے تو ہمیں چھوٹے گرڈ سٹیشن دیئے جائیں تاکہ وہاں سے بجلی تقسیم ہو جائے۔ بجلی کے آنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ واٹر سپلائی چلے گی، اریگیشن کا کام ہوگا اور بجلی سے تو دنیا کے سارے کام ہو رہے ہیں۔ میں نے صوابدہ نہر کا ذکر کیا تھا لیکن اس میں ایک بات کرنا بھول گیا تھا وہ یہ ہے کہ چشمہ رائٹ بنک کینال مین کینال ہے باقی تو distributaries ہیں جو محکمہ اریگیشن کے پاس ہیں لیکن مین کینال ابھی تک واپڈا کے کنٹرول میں ہے اور ڈیرہ اسماعیل خان والے اسے کنٹرول کر رہے ہیں۔ یہ dual system کیوں ہے؟ اس سے لوگوں کو بڑا نقصان ہو رہا ہے لہذا یہ dual system ختم کیا جائے اور یہ نہر محکمہ اریگیشن کے حوالے کر دی جائے تاکہ یہ اچھی طرح سے چلے۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! بہت شکریہ۔ کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محسن لغاری صاحب! (نعرہ ہائے تحسین)

یہ سارا ٹائم میں count ہو رہا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! supplementary کے بارے میں ڈکشنری یہ کہتی ہے کہ یہ وہ ہے جو original کو supplement کر کے اس میں کوئی کمی کوتاہی ہو تو اسے پورا کر دیتی ہے۔ چونکہ ٹائم مختصر ہے اس لئے میں آپ کو صرف دو شہروں فورٹ منرو جو جنوبی پنجاب میں ایک صحت افزا مقام ہے اور مری جو اپر پنجاب میں ہے ان کا comparison پیش کرتا ہوں تاکہ اپر پنجاب اور جنوبی پنجاب کا فرق سامنے آئے۔ میں ان دونوں شہروں پر حکومت کی توجہ سے حکومت

کی ترجیحات کو سامنے لانے کی کوشش کروں گا، پچھلے سال کی winding up speech میں سے
میں وزیر خزانہ کی بات quote کرتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ "یہاں پر بڑی تنقید ہوئی ہے کہ مری میں
ڈویلپمنٹ ہوئی ہے، مری پر تو بہت توجہ ہے میں وزیر اعلیٰ کی جانب سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم
خصوصی فنڈز دے کر appropriation کر کے فورٹ منرو کے مقام پر اسی سال کام شروع کر
دیں گے"۔ میرے خیال میں فنانس منسٹری والے بیٹھے ہیں، وزیر بیٹھے ہیں اور اس علاقے کے لوگ
بھی بیٹھے ہیں وہاں ایک دھیلے کا کام نہیں ہوا، وہاں تو پینے کے لئے پانی بھی نہیں ہے۔ ہمیں جو
آج document دیا گیا ہے ہم اس سے comparison کرتے ہیں میں مری کے صرف ایک پارک
کا ذکر کرتا ہوں کہ 10-2009 کا ضمنی بجٹ PC-21031 صفحہ نمبر 184 آئٹم نمبر 369 باغ
شہیداں مری کشمیر پوائنٹ کے لئے چھ کروڑ 68 لاکھ روپے، اس کے بعد صفحہ نمبر 174 آئٹم نمبر 159
upgradation of Park at Kashmir Point کے لئے تین کروڑ 15 لاکھ روپے۔ پچھلے
سال کی supplementary grant کے اندر مری کے ایک پارک کے لئے نو کروڑ 83 لاکھ روپے اور
اس سال کے بجٹ کے اندر پھر سے ایسی پارک کے لئے grant for development of
public park at Bagh-e-Shahedan Kashmir Road Murree دو کرڑو
68 لاکھ 20 روپے نو کروڑ 83 لاکھ پچھلے سال اور اس سال دو کروڑ 68 لاکھ روپے یعنی ساڑھے 12 کروڑ
روپے سے مری کا ایک پارک مکمل نہیں ہو رہا whereas ہمارے فورٹ منرو کے اندر ہم پینے کے لئے
پانی کو ترس گئے ہیں۔ بجٹ کے اندر باقی فورٹ منرو کا کہیں ذکر نہیں ہے اور اگر آپ کہیں تو اسی بجٹ
میں جو مری کے منصوبے ہیں وہ بتا دیتا ہوں Sir forestation of blank areas in
state forest of Murree 154 millions اس کے بعد آگے چلیں مری کے
forestation کا ایک اور پراجیکٹ ہے اس کے لئے 192 ملین روپے ہے - ہم on going
schemes کے اندر آتے ہیں تو improvement and rehabilitation of wild park
Bansra Gali Murree 311 millions اگر ہم ٹورزم میں آئیں تو
Provision of tourist facility at Murree 51 millions, Surveys and study to prepare master plan for developed Murree as a population free tourist resort 13.9 millions. Renovation of uplift of chair lift 107 millions.

پچھلی حکومت نے جو فورٹ منرو کی chair lift کا منصوبہ منظور کیا تھا اور 35لاکھ روپے سے اس کا سروے بھی ہوا تھا لیکن سوال جواب کے دوران ٹورزم کے پارلیمانی سیکرٹری نے بتایا تھا کہ وہ منصوبہ ختم کر دیا گیا ہے اور ہم نے اسے scrap کر دیا ہے۔اب ہم آگے چلتے ہیں۔

New scheme revamping of existing facilities in provision of missing facilities at Patriata system 15 million

یہ صرف ٹورزم کی ہے۔کسی اور کی دیکھیں Reconstruction of Murree Art Council an other 42 million whereas اس پورے document کے اندر جو بجٹ میں ہے یا ضمنی بجٹ میں ہے اس میں مجھے فورٹ منرو کا نام بھی نظر نہیں آیا۔میں نے فنانس منسٹر کی on behalf of the Chief Minister commitment پڑھ کر سنائی ہے اب اس کا فیصلہ آپ کریں گے کہ اس پر Assurance Motion آ سکتی ہے یا نہیں۔یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب کے behalf پر یہ commitment کی گئی ہے اور جس وقت یہ کہا جا رہا تھا اس وقت Chief Minister was also sitting in this House پچھلے سال کی وزیر خزانہ کی تقریر پر آگے چلتے ہیں اس میں انہوں نے ڈیرہ غازی خان کے بارے میں ایک اور commitment کی تھی انہوں نے کہا تھا کہ ڈسٹرکٹ ہسپتال کی upgradation کی جائے گی اور وہاں پر ٹراما سنٹر بنایا جائے گا جس پر پچھلے تین سال سے کام ہو رہا ہے ابھی 22۔جون کا اخبار میرے سامنے ہے کہ حکومت پنجاب نے ٹراما سنٹر کے لئے 100 employees منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے۔بلڈنگ تو بن گئی لیکن اس کے ملازمین دینے کے لئے انکاری ہے The government of the Punjab has turndowned the request اس بجٹ میں ، پچھلے ضمنی بجٹ میں اور پچھلے ضمنی بجٹس میں ہمارے علاقے کے ساتھ بار بار ایسا ہو رہا ہے۔ہم نے بجٹ نہیں ضمنی بجٹ کا تو ایک رواج establish کر لیا ہے جو کہ ایک bad planning ہے ضمنی بجٹ نہیں ہونے چاہئیں صرف بجٹ ہی ہونا چاہئے۔میں جانتا ہوں کہ شاید ابھی فنانس منسٹر صاحب کو افسران لکھ کر دے دیں کہ آئین کا آرٹیکل 124 اس کی provision دیتا ہے۔بالکل آئین اس کی provision دیتا ہے لیکن یہ اسی طرح ناپسندیدہ عمل ہونا چاہئے جس طرح کہ اور بہت سارے کام allowed, but ناپسندیدہ عمل ہیں۔یہ اس House کی supremacy کے ساتھ مذاق ہے۔یہ خرچہ کرنے کے بعد اس House میں یہ چیزیں آتی ہیں کہ یہ pass کر دو۔

جناب سپیکر! اسی بجٹ کے اندر دس کروڑ روپے کی ایک blocked allocation کی رقم Tourism کے لئے رکھی گئی ہے میری وزیر خزانہ، وزارت خزانہ اور آپ سب لوگوں سے گزارش ہے کہ اس 10 کروڑ روپے میں سے فورٹ منرو کے لئے کچھ پیسے رکھیں۔ مہربانی کر کے ہمیں پینے کا پانی تو مہیا کر دیں۔ اس شہر میں پینے کا پانی نہیں۔ وہاں دو ہزار روپے میں پینے کے پانی کا واٹر ٹینک لیا جاتا ہے جبکہ مری کے منصوبوں پر اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اس لئے کہ صاحب اقتدار لوگ مری میں رہتے ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب کو offer دیتا ہوں کہ ہم آپ کو جگہ دیتے ہیں آپ فورٹ منرو میں آ کر گھر بنائیں۔ شاید اسی بہانے ہمارے علاقے میں بھی کچھ ترقیاتی کام ہو جائیں۔

جناب سپیکر! میرے پاس شعر تو نہیں ہیں البتہ ایک اور بڑی اچھی چیز ہے۔ اس کو دنیا کی سب سے اچھی opening of a book کہا گیا ہے۔ یہ Charles Dickens کی کتاب "A Tale of Two Cities" کا opening paragraph ہے جو کہ میں پڑھنے لگا ہوں:

> It was the best of times, it was the worst of times, it was the age of wisdom, it was the age of foolishness, it was the epoch of belief, it was the epoch of incredulity, it was the season of Light, it was the season of Darkness, it was the spring of hope, it was the winter of despair,

ہمارے ڈیرہ غازی خان اور فورٹ منرو کے لوگوں کا جو winter of despair ہے اس میں کوئی ray of hope دکھائیں؟

> We had everything before us, we had nothing before us, we were all going direct to heaven, and we were all going direct the other way. - in short, the period was so far like the present period, that some of its noisiest authorities insisted on its being received, for good or for evil, in the superlative degree of comparison only.

جناب سپیکر! کچھ لوگوں کے لئے یہ بہترین وقت ہے۔ مری والے لوگوں کے لئے یہ بہترین وقت چل رہا ہے اور فورٹ منرو والے لوگوں کے لئے یہ بدترین وقت چل رہا ہے۔ مہربانی کر کے اس علاقے کے لئے اس بجٹ کی blocked allocation میں سے اور آئندہ سال کے ضمنی بجٹ کے اندر فنڈز رکھیں جائیں اور ان غلطیوں کو درست کیا جائے جو بار بار ہو رہی ہیں۔ ایسی ہی باتوں سے لوگ

صوبے سے الگ ہونے کی بات کرتے ہیں۔ایسی بہت سی دوسری ناانصافیاں میں point out کرنا چاہتا ہوں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے میں اپنی بات کو یہیں پر ختم کرتا ہوں۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے مجھے کہنا تو نہیں چاہئے لیکن اس میں ایک لائن ضرور add کر دیں کہ:

It had the President of Pakistan living there in Fort Munro.

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو ایسی بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔Chair کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ممبران کے ساتھ بحث مباحثہ شروع کر دے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب!اب تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!اب سننے کا بھی حوصلہ پیدا کریں۔جب President of Pakistan وہاں رہتے تھے،جب وہ صدر پاکستان تھے تو اُس وقت اس علاقے کے لئے National Highway بنی ہے انہی کے دور میں رود کوہیوں کے راستے پر پُل بنائے گئے ہیں جس کی وجہ سے بلوچستان سے کروڑوں روپے کا روزانہ فروٹ آتا ہے۔پہاڑی نالوں میں پانی زیادہ آنے کی وجہ سے پہلے یہ سڑکیں block ہو جاتی تھیں تو اسی صدر پاکستان نے ان رود کوہیوں پر پُل بنوائے۔فورٹ منرو کے لئے واٹر سپلائی سکیم اسی وقت بنائی گئی تھی لیکن آج اس کی maintenance نہیں ہو رہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب!میں خود ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ فورٹ منرو کو develop کیا جانا چاہئے کیونکہ جو مری کی atmosphere ہے وہی فورٹ منرو کی بھی ہے اس پر کام ہونا چاہئے۔ جی،اب میاں نصیر صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!پچھلے بجٹ کے موقع پر ہم نے پرائیویٹ سکولوں کے لئے ایک کمیٹی بنانے کی درخواست کی تھی جس پر پچھلی دفعہ آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے پرائیویٹ سکولوں کی Regulatory Authority کے حوالے سے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔اس کمیٹی کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ پرائیویٹ سکولوں کو monitor کرنے کی غرض سے ایک authority کے قیام کے لئے قانون سازی تجویز کی جائے۔وزیر تعلیم کی سربراہی میں اس کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں سیکرٹری تعلیم نے بڑی لمبی چوڑی اور دردناک تقریر فرمائی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ یہ پرائیویٹ سکول بہت بڑا اژدھا بن چکے ہیں۔حکومت پنجاب نے ایک بہت اچھا کام کیا جس میں یکساں نظام تعلیم کو لاگو کرنے کی خاطر تمام سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں کے لئے پرائمری اور مڈل کے امتحانات کو ضروری قرار دیا گیا ہے لیکن

کئی پرائیویٹ سکولوں نے ہر سال وعدہ کرنے کے باوجود حکومت کے اس نظام کا حصہ بننے سے انکار کر دیا ہے۔ سیکرٹری تعلیم نے کمیٹی کی میٹنگ میں یہ بتایا تھا کہ 1984 میں اس حوالے سے جو قانون بنایا گیا وہ بڑا ڈھیلا ڈھالا ہے جس کے تحت ان پرائیویٹ سکولوں کو monitor کرنا بڑا مشکل ہے۔ اب یہ جو ایک Regulatory Authority بنانے کا کام شروع ہوا ہے اس کے تحت ان سکولوں کو monitor کیا جا سکے گا۔

جناب سپیکر! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ کچھ پرائیویٹ سکولوں نے حکومت پنجاب کی طرف سے پرائمری اور مڈل کے امتحانات لینے کے نظام کا حصہ بننے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آج صوبہ پنجاب کے اندر اور خصوصاً میرے حلقے میں جب متاثرین والدین نے اپنی ایک organization بنائی تو انہیں threat کیا گیا۔ میرے حلقے میں آج بھی ایک ایسا سکول ہے کہ جہاں پر بچیوں کو نقاب اوڑھنے سے منع کیا جاتا ہے۔ آج بھی اس سکول کے staff کو sleeveless پہننے اور نقاب نہ اوڑھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ آج بھی ڈیفنس لاہور کے اندر ایک ایسا سکول موجود ہے جس میں حکومت فرانس کا نظام اور قانون لاگو ہوتا ہے اور وہاں پر نقاب اوڑھنے پر پابندی لگائی گئی ہے۔ یہ سب کچھ Regulatory Authority نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ آج یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ان سکولوں کے اندر پڑھایا کیا جاتا ہے، ان سکولوں کے اندر پہنایا کیا جاتا ہے، پلایا کیا جاتا ہے اور وہ کون سا نظام تعلیم ہے جو ان چار پانچ بڑے سکولوں کے اندر لاگو ہے؟ یہ ایک انتہائی حساس معاملہ ہے۔ پوری اسمبلی یہ چاہتی ہے کہ صوبہ پنجاب کے اندر یکساں نظام تعلیم رائج ہو۔ احساس محرومی کا فاصلہ پنجاب کے نظام تعلیم میں بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر ان سکولوں کے اندر فیسیں بڑھتی ہیں تو والدین کی دادرسی کرنے کے لئے کوئی authority موجود نہیں ہے۔ اگر ان سکولوں میں پڑھائے جانے والے مضامین Pakistan Study اور اسلامیات کو لندن میں بیٹھ کر ایک گورا چیک کرتا ہے تو ہمارے پاس بھی ان سکولوں کو monitor کرنے کے لئے کوئی نظام یا authority موجود ہونی چاہئے۔ یہ چار سکول پنجاب کے اندر اپنی مرضی کا نصاب پڑھاتے ہیں، اپنی مرضی کا یونیفارم چلاتے ہیں اور اپنی مرضی کی تعلیمات دیتے ہیں اس کو کس نے چیک کرنا ہے، جواب یہ دیا جاتا ہے کہ کیا آپ باقی انڈسٹری کو چیک کرتے ہیں؟ میں عرض کرتا ہوں کہ تعلیم کا شعبہ انڈسٹری نہیں ہے اور ہم نے پنجاب کے اندر تعلیم کو انڈسٹری نہیں بننے دینا۔ پنجاب میں چلنے والی انڈسٹریز، پنجاب میں چلنے والے کاروبار اور تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم پنجاب کے اندر یکساں نظام تعلیم لاگو کرنا چاہتے

ہیں تو اس کے لئے فوری طور پر Regulatory Authority بنائی جائے جس کا پچھلے تین سالوں سے وعدہ کیا جا رہا ہے تاکہ پنجاب کے اندر posh areas میں جو تعلیم دی جا رہی ہے اس کو صحیح خطوط پر لایا جائے، جو سکول حکومت کے نظام تعلیم کا حصہ بننے سے انکاری ہیں انہیں فوری طور پر اس کا حصہ بنایا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو monitor بھی کیا جا سکے کہ وہ ان سکولوں کے اندر کس قسم کی تعلیم ہمارے بچوں کو دے رہے ہیں؟ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس کمیٹی کی رپورٹ منگوائی جائے اور یہ بھی معلوم کیا جائے کہ اس حوالے سے جو قانون سازی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اس کا کیا ہوا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میں ابھی اجلاس کے بعد معلوم کرتا ہوں کہ اس کمیٹی کی رپورٹ کیوں نہیں آئی بلکہ آپ اگر مناسب سمجھیں تو اس حوالے سے سیکرٹری اسمبلی کو help out کر دیں کہ وہ کون سی کمیٹی تھی اور اس کی میٹنگ کب ہوئی ہے؟

میاں نصیر احمد: بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ راحیلہ خادم حسین!

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! آج میں جو بات کرنا چاہ رہی ہوں اگر ہماری موجودہ حکومت اور آنی والی تمام حکومتیں اس پر focus کریں تو پھر میں سمجھتی ہوں کہ آئی ایم ایف سے ہماری جان چھوٹ سکتی ہے۔ میں revenue generate کرنے کی بات کرنا چاہتی ہوں۔ پاکستان میں 98 فیصد لوگ صرف 2 فیصد لوگوں کی طرف سے دیا ہوا ٹیکس استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان میں یہ بڑی المناک صورتحال ہے کہ لوگوں کے اندر ٹیکس دینے کا رجحان بہت کم ہے۔ ہمیں اپنے لوگوں کو یہ awareness دینی ہوگی کہ حکومت کو ٹیکس ادا کیا جائے کیونکہ یہی جمع ہونے والا ٹیکس صحت، تعلیم اور عام لوگوں کی بہتری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب یہ حکومت 18۔فروری کو قائم ہوئی تو میاں محمد نواز شریف صاحب نے تب بھی یہی بات کہی کہ آپ آئی ایم ایف سے جان چھڑا لیں، آپ کشکول توڑ دیں، آپ ملک کو قرضوں میں مت ڈبوئیں لیکن کسی نے اُن کی بات نہیں سُنی۔ آج جب ہم یہ بات کرتے ہیں کہ ہم بیرونی قرضہ نہیں لیں گے، کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے اور ہم اپنے اخراجات خود اُٹھا سکتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ پنجاب حکومت کی یہ بات قابل تحسین ہے۔ میں یہاں پر یہ بھی کہتی چلوں کہ اگر عام آدمی ٹیکس دے سکتا ہے تو پھر امیر آدمی ٹیکس کیوں نہیں دے سکتا؟ آج ہم نے امیروں پر ٹیکس لگایا تو میرے کچھ معزز بھائی ایسے بھی ہیں جنہوں نے یہ ٹیکس لگنے پر شور بھی مچایا۔

جناب سپیکر! میں اس کے ساتھ ساتھ ایک اہم بات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں کہ کشمیر میں جب زلزلہ آیا تو بہت ساری بیرونی امداد پاکستان میں آئی۔ وہ ایک ڈکٹیٹر کا دور تھا اگر اُس بہت بڑی امداد کو صحیح طریقہ سے استعمال کر دیا جاتا تو ایک اچھے کشمیر کی طرح ایک اچھا پاکستان بھی بنایا جا سکتا تھا۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر بڑی ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ پچھلے دنوں جب پیپلز پارٹی نے مسلم کانفرنس کے ساتھ مل کر کشمیر میں حکومت بنائی تو وہاں پر ایک معاہدہ بھی کیا گیا کہ مسلم کانفرنس کو کشمیر میں حکومت اس صورت میں دی جائے گی کہ باہر کے ملکوں سے سیلاب زدگان کے لئے آیا ہوا پیسا پاکستان میں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام میں دے دیا جائے گا تو سیلاب زدگان کے لئے آیا ہوا وہ پیسا اپنے لوگوں میں بانٹ دیا گیا۔ میں پھر وہی بات کروں گی کہ جب تک ہر شخص اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کرے گا تب تک ہمارے اس ملک پاکستان کے معاملات نہیں چلیں گے اور دن بدن مسائل ایسے ہی بڑھتے چلے جائیں گے۔

جناب سپیکر! ہم پنجاب کے رہنے والے لوگ جب اپنی عوامی حکومت کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں تعلیم کا معیار بہتر ہوتا ہوا نظر آتا ہے، ہمیں ہسپتالوں میں بھی آج صحت کی سہولیات میسر ہیں، دانش جیسے سکول بھی بنائے جا رہے ہیں، ہماری عوامی حکومت کا مشن ہے کہ غریب کو اچھا روزگار بھی دیا جائے جس کے لئے ٹیکسی سکیم شروع کی جا رہی ہے اور کل یہاں پر میرے معزز ممبران نے کہا کہ آپ ایک پڑھے لکھے آدمی کو ٹیکسی چلانے کے لئے کہہ رہے ہیں تو میں کہتی ہوں کہ اس ملک کو بنانے کے لئے ہر پڑھے لکھے شخص کو بھی آگے بڑھنا پڑے گا، اس بے روزگاری کو ختم کرنے کے لئے پڑھا لکھا ہونا کوئی گالی تو نہیں، کیا پڑھا لکھا آدمی کوئی کام نہیں کر سکتا؟ اسی طرح آپ محکمہ پولیس کو دیکھیں کہ ہماری حکومت اس محکمہ میں اچھی اصلاحات لے کر آئی، پڑھے لکھے نوجوانوں کو پولیس میں میرٹ پر بھرتی کیا جس کی وجہ سے آج ہمارا پولیس کا نظام پچھلے دور سے بہت بہتر چلا آ رہا ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ صائمہ عزیز صاحبہ!

محترمہ صائمہ عزیز محی الدین: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جنوبی پنجاب کے حوالے سے یہاں پر بہت باتیں کی گئیں تو میرا تعلق بھی جنوبی پنجاب سے ہے لیکن میں نے دیکھا کہ یہاں پر جنوبی پنجاب کے بارے میں جتنی بھی باتیں کی گئیں وہ جھوٹ پر مبنی تھیں۔ جنوبی پنجاب میں سیلاب کے دنوں میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے ساتھ ساتھ ہمارے

وزراء کرام اور ممبران نے موجود رہ کر سیلاب زدہ لوگوں کی بھرپور خدمت کی۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ پنجاب حکومت وہاں پر موجود نہیں تھی تو میں کہتی ہوں کہ وہ لوگ خود وہاں پر موجود نہیں تھے۔ میرا ایک بھائی جن کا حلقہ چوک سرور شہید اور اس کے گرد و نواح میں بنتا ہے انہوں نے کہا کہ وہاں پر بیوروکریسی عیاشی کرتی رہی تو وہ سراسر جھوٹ بول رہے تھے کیونکہ وہ خود وہاں پر موجود نہیں تھے۔ سیلاب کے دوران سیلاب زدگان کو ٹھہرانے کے لئے سب سے بڑا کیمپ انہی کے حلقہ میں بنا تھا تو انہوں نے ایک دفعہ بھی وہاں پر آکر نہیں دیکھا کہ وہاں پر غریبوں کا کیا حال ہے، کون کیسے جی رہا ہے اور کون کیسے مر رہا ہے بلکہ ان کے اپنے پیپلز پارٹی کے ایک ایم این اے نے "دنیا چینل" پر آکر بیان دیا کہ سیلاب آئے ہوئے کو سات دن ہو گئے ہیں اور میں پرائم منسٹر سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن اُن سے میرا رابطہ نہیں ہو رہا بلکہ انہوں نے مجھے courtesy call بھی نہیں کی اور انہوں نے مزید کہا کہ میرے پاس کوئی کیمپ ہے اور نہ کوئی اور چیز ہے جس سے میں اپنے لوگوں کی مدد کر سکوں۔ وزیراعلیٰ پنجاب اُسی وقت وہاں پر پہنچے اور حکومتی نمائندوں کے ساتھ وہاں پر دن رات کام کرتے رہے۔ وزیراعلیٰ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ روزانہ وہاں پر موجود ہوتے تھے یہاں تک کہ ہمارے تمام بھائیوں نے اپنی عید بھی سیلاب زدگان کے ساتھ وہاں پر گزاری۔ ٹھیک ہے اگر آپ نے تنقید کرنی ہے تو اُن باتوں پر تنقید کریں جو سچ ہیں۔ جھوٹ بیان کر کے اُن باتوں پر تنقید مت کریں جس سے آپ خود ہی شرمندہ ہوں۔ میرے ایک بھائی نے کہا کہ آپ کو پٹواریوں کے تھیلوں پر ٹیکس لگانا چاہئے تو اُن سے پوچھا جائے کہ انہوں نے ایک نائب تحصیلدار کو تحصیلدار بنا کر اپنے حلقہ میں لگایا ہوا ہے اُس تحصیلدار کے اوپر 80 پرچے ہیں اور محکمہ انٹی کرپشن نے declare کیا ہے کہ اس تحصیلدار کو نوکری سے فارغ کیا جائے۔ "رائل چینل" نے ابھی پچھلے ماہ اُس تحصیلدار کی کرپشن پکڑی تو وہ تحصیلدار وہاں سے بھاگ گیا لیکن میرے بھائی کا اُس تحصیلدار کے ساتھ شاید کوئی ذاتی تعلق ہے کہ جب اُس تحصیلدار کو کوئی ہاتھ لگایا جاتا ہے یا وہاں سے تبادلہ کرنے کی بات کی جاتی ہے تو میرا وہ معزز بھائی استعفیٰ دینے پر آجاتا ہے۔ ہماری ایک بہن نے کہا کہ وہاں پر میری زمینوں کے حوالہ سے کوئی کام نہیں کیا گیا، وہ میری بہن خود اسلام آباد میں رہتی ہیں اور آج تک وہ کسی میٹنگ میں آئی، نہ سیلاب کے دوران وہاں پر آئی ہیں بلکہ اُن کو ایک دن invite کیا گیا کہ سیلاب کے دوران وہاں پر آپ کے پرائم منسٹر آرہے ہیں تو آپ وہاں پر آجائیں تو مجھے اُس بہن کی call آئی کہ مجھے یہاں سے لے کر جا سکتی ہو تو لے جاؤ ورنہ میں نہیں جا سکتی یا اگر مجھے

کوئی جہاز میں لے کر جائے گا تو پھر میں وہاں پر جاؤں گی۔ میری وہ معزز بہن سیلاب کے دوران بھی وہاں پر نہیں پہنچی۔

(معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

لہذا جنوبی پنجاب کے میرے معزز ممبران "ہم قیدی تخت لاہور کے" کا نعرہ مارتے ہیں یہ غلط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لاہور کو اپنا نہیں سمجھتے جبکہ جنوبی پنجاب کے سب لوگ لاہور شفٹ ہو چکے ہیں۔ وہ خود جنوبی پنجاب میں رہتے ہی نہیں ہیں اور جس دن وہ خود جنوبی پنجاب میں شفٹ ہو جائیں گے اُس دن اُدھر کے حالات بھی بہتر ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! ہمارے وزیر اعلیٰ نے جو ٹیکسی سکیم شروع کی ہے اس میں بی اے کا issue آ رہا ہے تو ان کو یہ احساس نہیں ہے کہ حضورﷺ کا قول ہے کہ رزقِ حلال کمانے میں کوئی شرم نہیں ہے چاہے آپ کچھ بھی ہوں۔ اگر اُس نوجوان نے بی اے کیا ہوا ہے تو اچھی بات ہے لیکن وہ رزقِ حلال ہی کمائے گا، کوئی دو نمبری تو نہیں کرے گا۔ آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اُس کو ٹیکسی نہ دی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اُس کو بیکار رکھا جائے اور اُس کے گھر کے لوگ ایسے ہی بھوکے مریں اور وہ اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے چوریاں اور ڈکیتیاں کرے اگر اُن کو روزگار دیا جا رہا ہے تو اُس کو appreciate کرنا چاہئے، نہ کہ criticize کرنا چاہئے۔ میں پیپلز پارٹی کی بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے حوالہ سے کہنا چاہوں گی کہ ان کے صدر محترم نے پورے میڈیا کے سامنے کچھ چیکس distribute کئے تھے جو bounce ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام بہت اچھا جا رہا ہے جبکہ ان کا یہ پروگرام عام لوگوں تک نہیں پہنچ رہا اور اس میں بہت بڑا فراڈ کیا جا رہا ہے۔ ان کو چاہئے کہ دوسروں پر انگلی اُٹھانے سے پہلے اپنے گریبانوں میں جھانکیں، پھر کسی پر انگلی اٹھائیں یا کیچڑ اچھالیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب سپیکر! شکریہ

بر لبِ ناز گل حرفِ دعا میرے لئے
اے فلک دیکھ مجھے چشمِ گوہر بار کے ساتھ

جناب سپیکر! میں اپنی بات کے آغاز میں جس چیز کو سب سے زیادہ focus کروں گی وہ administration ہے۔ کسی بھی ملک کی ترقی میں سب سے اہم administration role کا ہے اور

ہم نے یہ سُنا تھا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب بہت زبردست administrator ہیں لیکن مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ:

بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرہ لہو نکلا

جناب والا! جب administration کی بات ہوتی ہے تو اس کا مطلب good governance ہے اور جب good governance ہوتی ہے تو پھر خوشحالی آتی ہے۔ جب اُن کی ذاتی فیکٹریوں کی good governance اور اچھی administration ہو تو ہر چیز surplus ہے اگر صوبہ کی ہو تو surplus جبکہ ہمارا صوبہ 500۔ارب روپے کا مقروض ہے۔ جنرل ایڈمنسٹریشن خواہ گھر کی ہو، صوبہ کی ہو یا ملک کی ہو ترقی کا دارومدار ایڈمنسٹریشن پر ہے۔اس کا ذمہ دار گھر کا سربراہ ہے۔ مجھے جو چیز سمجھ میں آتی ہے کہ جتنے بھی شعبہ جات یہاں بجٹ کے دوران زیر بحث آئے وہ سب کے سب اگر خسارے میں تھے یا ان پر کرپشن کا الزام تھا یا ان میں bad governance کا ذکر ہوا تو وہ صرف اور صرف ایڈمنسٹریشن کی وجہ سے ایسا ہوا۔ مجھے تو موٹی موٹی باتیں سمجھ میں آتی ہیں کہ ایک گھر کو چلانے کے لئے گھر کا سربراہ ہی اچھا ایڈمنسٹریٹر ہوتا ہے جو تین موٹی موٹی باتوں پر عمل کرتا ہے اسی طرح یہی اصول صوبہ کے سربراہ اور ملک کے سربراہ پر لاگو ہوتا ہے۔ گھر کا سربراہ سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ آج ہمارے صوبہ کے سربراہ یہ تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہیں۔اس کے بعد جو دوسری چیز یہ آتی ہے کہ گھر کا سربراہ اپنے گھر والوں کو روٹی اور کپڑا فراہم کرے جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ پیداوار کا تناسب کہیں اور جا رہا ہے اور صوبہ میں ترسیل کا تناسب کہیں اور جا رہا ہے۔ یہ mismanagement نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے بعد تعلیم اور صحت ہے۔ اگر ان تین چیزوں پر focus کر لیا جائے تو کوئی مشکل بات نہیں کہ ہم تمام مسائل پر قابو نہ پا سکیں۔

جناب والا! ضمنی بجٹ ہر دفعہ آتا ہے، یہ نہیں آنا چاہئے خواہ سابقہ دور میں آیا یا موجودہ دور میں آیا ہے یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ پچھلے سال 5 کھرب 83۔ارب روپے کا سالانہ بجٹ منظور کرایا گیا تھا اور اب ضمنی بجٹ 87۔ارب روپے کا منظور کرایا جائے گا جو کل 6 کھرب 71۔ارب روپے بن گئے۔اس دفعہ 12-2011 کا بجٹ جو منظور کرایا گیا ہے وہ 6 کھرب 54۔ارب 67 کروڑ روپے ہے۔ اگر اس میں سے جمع تفریق کریں تو تقریباً 16۔ارب روپے کا فرق نکلتا ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ جو 16۔ارب روپے کا فرق ہے اسے ابھی سے آئندہ آنے والے بجٹ میں شامل کر لیا جاتا۔

جناب والا! جب ہم تمام شعبوں کی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ اس بجٹ میں خواتین کے issues کو سب سے کم highlight کیا گیا ہے، خواتین کا بجٹ بھی کم کیا گیا ہے اور اس دفعہ رکھے گئے بجٹ میں کاش crisis centres for women کو شامل کر لیا جاتا۔ میں نے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو کہ اٹھارہویں ترمیم کے تحت صوبوں کو منتقل ہو گیا ہے۔ جن خواتین پر تشدد ہوتا ہے یہاں انہیں مفت علاج ملتا ہے، ان کی counseling ہوتی ہے اور انہیں گھروں میں بسایا جاتا ہے۔ میں انتہائی عاجزی کے ساتھ درخواست کروں گی کہ اس پر نظر ثانی کی جائے۔

جناب سپیکر! میں اس کے علاوہ ایک بات اور کروں گی کہ ہماری وہ خواتین ممبران جو دور دراز علاقوں سے سفر کر کے یہاں آتی ہیں ان خواتین کے لئے پچھلے دور میں ایم پی اے ہاسٹل میں ایک floor مختص تھا۔ اس دفعہ بھی خواتین deserve کرتی ہیں کہ ان کے لئے ایک floor مختص کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ چودھری علی اصغر منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ یہ بحث ضمنی بجٹ پر ہے۔ سالانہ بجٹ کی بحث میں سابقہ وزیر نے ماحول کافی گرم کر دیا تھا تو اس کو ٹھنڈا کرنے کی وجہ سے میں اپنے حلقہ کی ڈویلپمنٹ کے حوالے سے تجاویز نہ دے سکا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! آپ نے بھی ماحول گرم کیا تھا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں تو بس سابقہ وزیر کا جواب ہی دے رہا تھا۔ میں نے اخلاق سے گری اور ادھر ادھر کی بات نہیں کی تھی۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! انہوں نے اشارے کئے تھے۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ضمنی بجٹ پر سب دوستوں نے بات کی لیکن میں اپنے حلقہ کے متعلق تجاویز عرض کروں گا کہ سٹی شرقپور جو کہ میرے حلقہ کا main شہر ہے۔ اس کے لئے Sports Complex یا Sports Gymnasium کے لئے میں ہر بجٹ تقریر میں گزارش کرتا رہا ہوں کہ اس منصوبے کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔ میرا شہر شرقپور شریف پرانا تاریخی اور مذہبی شہر ہے، شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے اس شہر کو انفرادیت حاصل ہے۔ سٹی شرقپور چونکہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے وہاں پر گزشتہ چھ سال سے گونگے بہرے بچوں کے لئے سپیشل ایجوکیشن کا ایک سنٹر کرائے کی عمارت میں چل رہا ہے جبکہ پرانی ڈسپنسری جو کہ نو کنال رقبہ پر مشتمل ہے اس میں وافر

جگہ موجود ہے اس ڈسپنسری میں سے دو تین کنال رقبہ لے کر گونگے بہرے بچوں کے لئے سپیشل ایجوکیشن کا سنٹر تعمیر کرنے کے لئے فنڈز مختص کئے جانے چاہئیں۔ اسی طرح شہر کے بالکل درمیان میں پرانی ڈسپنسری کو upgrade کر کے چائلڈ ویلفیئر کا ادارہ یا Mother and Child Care Centre بنا دیا جائے تو میں سمجھوں گا کہ یہ شہر کے لئے ایک تحفہ ہوگا۔

جناب سپیکر! گزشتہ 24 سالوں سے شرقپور میں کمرشل کالج کرائے کی عمارت میں چل رہا ہے۔ اس پر میری گزارش ہوگی کہ سرکاری جگہ موجود ہے آپ اس کمرشل کالج کو B.Com تک upgrade کر کے اس کی اپنی عمارت تعمیر کی جائے کیونکہ ابھی تک چودہ مرلے کی کرائے کی جگہ میں یہ کالج چل رہا ہے جو کہ موجودہ تعداد کے لئے کافی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! لاہور سے لے کر فیصل آباد تک لاہور جڑانوالہ روڈ پر 1122 یا ایمرجنسی کا سنٹر موجود نہیں ہے۔ میری حکومت پنجاب سے یہ گزارش اور تجویز ہے کہ شرقپور شریف جو کہ تحصیل ہیڈکوارٹر ہے وہاں 1122 کا ادارہ قائم کیا جائے۔ اسی طرح میری یہ گزارش ہے کہ جس طرح وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے لاہور میں کرکٹ گراؤنڈ بنانے کا اعلان کیا ہے بلکہ عملی طور پر بنانے شروع کر دیئے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ پنجاب کے تمام چھوٹے بڑے شہروں، ٹاؤنوں اور بڑے بڑے گاؤں میں جو سرکاری زمین میسر ہے وہاں پر کرکٹ گراؤنڈ بنانی چاہئیں کیونکہ بہت تھوڑی رقم کے ساتھ یہ بن سکتی ہیں۔ اسی طرح میرے علاقہ میں لاہور کے بالکل قریب دس منٹ کی drive پر ایک پرانی آبادی ونڈالہ دیال شاہ ڈھاکہ نظام پورہ جو ملت ٹریکٹر کے گرد و نواح کا علاقہ ہے وہاں پر واٹر سپلائی کی ضرورت ہے لہذا اس حوالے سے سکیم کے لئے میری درخواست ہے۔ اسی طرح ڈھاکہ نظام پورہ میں ایک BHU ہے اور ایک پولیس سٹیشن کے علاقہ میں کوئی RHC نہیں ہے اس لئے اُس criteria کو پورا کرتے ہوئے BHU کو upgrade کر کے وہاں پر RHC بنایا جائے جس کے لئے اس بجٹ میں فنڈز مختص کئے جائیں۔ اسی طرح میری یہ بھی گزارش ہے کہ ڈھاکہ نظام پورہ موضع بدو اور ونڈالہ دیال شاہ کے علاقہ میں تقریباً 35 ایکڑ رقبہ متروکہ اوقاف کا ہے جو 30۔ جون کے بعد حکومت پنجاب کے پاس آ جائے گا لہذا میری یہ گزارش ہے کہ وہاں پر کم آمدنی والے لوگوں کے لئے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم بنانے کا اعلان کیا جائے جو کم آمدنی والے لوگوں کے لئے ایک بہت بڑا تحفہ ہوگا۔ اسی طرح میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ فیصل آباد سے لے کر ماگٹانوالہ تک بذریعہ جڑانوالہ بچیکی موڑ کھنڈا duel carriage مکمل ہو چکی ہے، اسی طرح فیض پور انٹرچینج سے لے کر ریحان والہ منڈی فیض آباد تک

32کلو میٹر کا روڈ تقریباً مکمل ہونے کے آخری مراحل میں ہے لیکن درمیان میں missing portion جو تقریباً13/14 کلو میٹر بنتا ہے اُس کو اس بجٹ میں مکمل کرنے کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں کیونکہ وہ منصوبہ تب ہی مکمل ہو گا جب وہ سڑک through ہو جائے گی۔ پھر یہ لاہور سے لے کر فیصل آباد تک ایک short راستہ ہو گا۔

جناب سپیکر! میں آخر میں دو چیزوں کے حوالے سے گزارش کروں گا۔ پہلے میں اس ضمنی بجٹ پر بحث کے موقع پر وفاقی حکومت سے بھرپور مطالبہ کروں گا اور اس ایوان کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ موجودہ بجٹ میں وفاقی حکومت نے جو زرعی ٹیکس لگایا ہے یہ غریب کسانوں کے خلاف قتل عام ہے۔ میں اس ایوان اور جناب کی وساطت سے وفاقی حکومت سے بھرپور مطالبہ کرتا ہوں کہ فی الفور اس زرعی ٹیکس کو واپس لیا جائے ورنہ پنجاب کی عوام جن کے ساتھ پہلے ہی بڑی ناانصافی ہو رہی ہے، یہ اپنے حقوق چھین کر بھی لے لے گی۔ میں وفاقی حکومت سے یہ بھی مطالبہ کروں گا کہ سیاسی مقصد چھوڑیں بلکہ قومی مقصد کو مدنظر رکھیں ورنہ یہ میرا پیارا دیس پاکستان افریقہ، ایتھوپیا اور سہارا بن جائے گا۔ میں پنجاب کے نمائندہ ایوان اور جناب کی وساطت سے وفاقی حکومت کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ فی الفور کالا باغ ڈیم بنانے کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں ورنہ یہ میرا پیارا اور سرسبز پاکستان سہارا یا ایتھوپیا بن جائے گا۔ بہت شکریہ

(اذانِ مغرب)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! اپنی بات شروع کرنے سے پہلے مجھے ایک quotation یاد آیا تھا جو میں نے جلدی سے لکھ لیا ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں پیش کر دیتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، پڑھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: quotation یہ ہے کہ:

> "Wise Kings generally have wise Counselors and the King must be a wise man himself who is capable of distinguishing one."

ہمارے بھائی یہاں سے چلے گئے ہیں اگر انہیں سمجھ آ گئی ہے تو ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، personal نہیں ہونا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اس quotation کا مطلب یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب سیانے وزیر اعلیٰ ہیں اس لئے وہ اپنے ساتھ بھی سیانے مشیر رکھیں۔ یہ ہمارے اس مقدس ایوان کے ساتھ کیسا بھیانک مذاق کیا جا رہا ہے کہ پچھلے سال تقریباً 580۔ارب روپے کا ٹوٹل بجٹ تھا پھر بھی 87۔ارب روپے کا ضمنی بجٹ خرچ کر لیا گیا ہے جبکہ اس کی پہلے منظوری لینی چاہئے تھی۔ اب ہم منظوری کے بغیر یہ رقم استعمال کر لینے کے بعد اپنے اس ایوان سے منظوری لینے آئے ہیں، یہ تو سراسر زیادتی اور supremacy کے خلاف ہے۔ میں کہتی ہوں کہ ہمارے پارلیمنٹ کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے روزنامہ ''Nation'' نے کل کے اخبار میں لکھا ہے کہ بجٹ 11-2010 سے ہٹ کر 109۔ارب روپے کے خفیہ اور بالا بالا اخراجات کئے گئے ہیں۔ بتائیں کہ یہ خفیہ اخراجات کہاں کئے گئے ہیں؟ اگر آپ 87۔ارب کو ساتھ ملاتے ہیں تو یہ تقریباً 200۔ارب روپے بنتے ہیں یعنی 200۔ارب روپے کا مذاق ہماری اسمبلی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ جس محکمہ کو بھی ضمنی بجٹ کی ضرورت پڑتی ہے مانا کہ جیسے سیلاب آیا تھا جس میں ریلیف کے لئے 7۔ارب روپے سے زائد رقم خرچ ہوئی ہے جو کہ ماننے والی بات ہے اور ہم مانتے ہیں لیکن باقی آپ بتا دیجئے کہ land revenue میں جو اس مرتبہ 37 کروڑ 5 لاکھ روپے سے زائد رقم استعمال کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! میری بہت معزز ممبر نے ابھی یہاں پر بات کی تھی تو میں بتاتی چلوں کہ ٹیکسوں کی مد میں جو ریونیو generate کرنا تھا، 10-2009 کی وصولیوں کا ہدف کیا تھا۔ اس میں ہمیں 26۔ارب روپے کا نقصان ہوا تھا یعنی 26۔ارب روپے کی کمی ہوئی تھی شاید ہمارے ایڈمنسٹریٹر سستی روٹی اور تنوروں کا ہدف پورا کرنے میں مصروف تھے اور ان کا دھیان ہی نہیں تھا کہ ٹیکسوں کی مد میں ہم نے جو revenue generate کرنا ہے اس میں ہمیں 10-2009 میں 26۔ارب روپے کا نقصان ہوا۔ اب میں آپ کو recently بتاتی چلوں کہ پچھلے سال 91۔ارب روپے revenue generate ہم نے کرنا تھا لیکن 76۔ارب روپے generate کیا گیا۔ یہ ہماری کارکردگی ہے جو کہ میرے خیال میں موجودہ حکومت کی یہ صفر کارکردگی ہے۔ میں آپ کو یہ بتاتی چلوں کہ land revenue, forest، جیل، پولیس، ایگریکلچر، ریلیف اور Agriculture improvement reservations کی مد میں جتنا بھی حکومت پنجاب نے ضمنی بجٹ استعمال کیا ہے وہ اضافی ہے۔

جناب سپیکر!میں پولیس کے بارے میں آپ کو تھوڑا سا بتاتی چلوں کہ پٹرولنگ پولیس کو چودھری پرویزالٰہی صاحب کے دور میں 2ہزار روپے ماہانہ دیئے جاتے ہیں جو کہ withdraw کر لئے گئے جبکہ ان کی تنخواہوں میں بھی کمی کر دی گئی۔ایک طرف پولیس کے لئے اتنا ضمنی بجٹ لیا جارہا ہے اور پٹرولنگ پولیس کی تنخواہ کم کی جارہی ہے تو یہ کون سی منصوبہ بندی ہوئی ہے بلکہ یہ تو بالکل انہوں نے ایک bad financial management کا مظاہرہ کیا ہے۔نہایت ادب کے ساتھ میں یہ بتاتی چلوں کہ کارکردگی ہمیشہ incentive سے منسلک ہوتی ہے اور جب ہم incentive واپس لے لیتے ہیں تو کارکردگی کلی طور پر صفر ہو جاتی ہے اور میں یہی مثال آپ کو آگے دیتی چلوں کہ انہوں نے جو ضمنی بجٹ محکمہ جنگلات نے لیا ہے۔ میری تجویز ہے کہ جو محکمے ضمنی بجٹ لینا چاہتے ہیں یا جو پیسا خرچ کرنا چاہتے ہیں وہ ضرور کریں لیکن جس محکمہ کو ضرورت ہے وہ اپنی سٹینڈنگ کمیٹی سے منظوری کرائے اور پھر وہ بجٹ allocate کیا جائے۔ میری یہ درخواست ہے اور میں یہ چاہتی ہوں کہ میری طرف سے یہ لکھا جائے کہ یہ ضرور ہونا چاہئے تاکہ بیٹھی ہوئی بیوروکریسی جو کہ ہماری supremacy پر command کر رہی ہے وہ نہیں ہونا چاہئے۔ بیوروکریسی میں چھپے ہوئے ایسے عناصر ہیں جو ائیر کنڈیشنڈ ماحول میں بیٹھ کر اپنی من مانی کے ساتھ بے تحاشا خرچ کر رہے ہیں اور وہ بے نقاب ہوں۔ میری یہ درخواست ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں سے ان کے ضمنی کی منظوری کرائی جائے اور اس کے بعد allocate فنڈ کیا جائے۔ اس طریقے سے ہماری پارلیمنٹ کی supremacy بھی قائم رہے گی اور سٹینڈنگ کمیٹیوں کو بھی in power کیا جائے گا۔

جناب سپیکر!وقت چونکہ کم ہے تو میں conclude کر دیتی ہوں۔ابھی روزنامہ "نیشن" کی خبر کا ذکر کرتے ہوئے کہوں گی کہ اس خبر کی حکومت کی طرف سے ابھی تردید نہیں کی گئی جس پر میں چاہتی ہوں کہ اس مرتبہ حکومت اس مقدس ایوان کو چکر دینے میں پھر کامیاب ہو گئی ہے کیونکہ حکومت کی یہ چکر بازی تین سالوں سے چلتی آ رہی ہے اور اس بار پھر وہ کامیاب ہو گئی ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ آصفہ فاروقی صاحبہ۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ!

محترمہ زوبیہ رباب ملک: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔جناب سپیکر!میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے آج مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا کہ میں عوام کی ضروریات کو بھی سامنے لاؤں اور آپ کے توسط سے وزیر خزانہ صاحب کو بھی اپنی ادنیٰ سی رائے دے سکوں۔

جناب سپیکر! پنجاب اسمبلی کی اپوزیشن کی ایک ادنیٰ سی ممبر ہونے کے ناتے اور باعث فخر سمجھتی ہوں کہ میں پنجاب اسمبلی میں 8 کروڑ عوام کی نمائندگی کر رہی ہوں کہ میں آج اپوزیشن میں ہوں اور ممبر ہونے کے ناتے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی اجازت چاہوں گی۔ مجھے آپ کے توسط سے وزیر خزانہ صاحب سے کچھ informations چاہئیں تھیں کہ 87۔ارب روپے جو مجھے سمجھ آتی ہے کہ جو خرچ ہو چکا ہے اور جس کے بجٹ کی منظوری لی جا رہی ہے تو وہ کہاں سے آیا ہے اور کیسے آیا ہے؟ ایک تو مجھے وزیر خزانہ صاحب سے آپ کے توسط سے معلوم کرنا ہے کہ میرے علم میں ممبر ہونے کے ناتے ہونا چاہئے کہ یہ کیسے آیا؟ میں نے کتاب میں پڑھنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے وہاں پر اس چیز کا کوئی اضافی علم نہیں ملا۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گی کیونکہ اس ساری چیز کو دیکھتے ہوئے کہ آپ کے 2011-12 کے white paper on the budget جو کہ بجٹ کا نچوڑ ہوتی ہے جس میں ہر چیز بڑی واضح لکھی جاتی ہے جس کے متعلق میں ایک شعر بھی کہوں گی کہ:

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

جیسے میں نے پچھلی تقریر میں کہا تھا کہ اعداد و شمار کی غلطیاں اور دوسری چیزیں ریاست کو کمزور کرتی ہیں اور ریاست جو ہے وہ عوام پر ہے اور جمہوریت کو کمزور کرتی ہے۔ جمہوریت کا نام عوام کی آواز ہے۔ اگر عوام کی آواز ہے تو عوام کی طاقت کے ساتھ آج ہم اس ایوان میں بیٹھے ہیں جہاں ٹرانسپورٹ کا 2010-11 کا بجٹ approve ہوتا ہے کیونکہ وقت کم ہے تو ٹرانسپورٹ کا بجٹ 1190 ملین روپے جبکہ اسے revised allocation کیا جا رہا ہے انہی کتابوں میں یعنی 2010-11 میں کچھ مہینوں کے بعد 233 ملین روپے اور اب آ کر پھر اسے 7300 ملین روپے رکھا جا رہا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ 1190 ملین روپے رکھا گیا تھا اور revise کر کے 233 ملین روپے کر دیا گیا تو یہ اوپر نیچے ہونے والے پیسے میرے خیال میں شاید 87۔ارب روپے انہی پیسوں میں سے لیا گیا ہے یا پھر مجھے وزیر خزانہ آپ کے توسط سے مجھے بتا دیں کہ 87۔ارب روپے خرچ ہونے والے کہاں سے لئے اور کہاں سے allocate ہوئے؟

جناب سپیکر! جب ایک بجٹ رکھا جاتا ہے جس میں ہمارے ممبران کی نمائندگی ہوتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ایوان کی نمائندگی کرتے ہوئے اس بجٹ کو منظور کریں تو اس دوران اپوزیشن اپنا کردار ادا کرتی ہے جبکہ حکومت اپنا کردار ادا کرتی ہے اور ہماری انتظامیہ، میڈیا، آپ، آپ کی قابل احترام Chair

بھی اپنا اپنا کردار ادا کرتی ہے تو ان سب کی رائے کا خیال کرتے ہوئے، اس ایوان کے تقدس کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں جب بھی revised allocation کرنی ہو تو میرا خیال ہے کہ ان ساری چیزوں کو اس ایوان میں لانا چاہئے جہاں ایوان کی رائے لے کر اسے منظور کرنا چاہئے۔ چونکہ ہماری آبادی پہلے ہی 5 کروڑ سے زیادہ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ وہاں پر اگر ہم ٹرانسپورٹ کا 1190 ملین روپے سے زائد کا بجٹ رکھتے ہیں جس میں سے صرف 233 ملین روپے کی allocation کر دیتے ہیں تو ہمارے غریب عوام خاص طور پر ہماری خواتین اور بالخصوص بچیاں، عالمی دنیا میں ہر جگہ خواتین کا بہت احترام کیا جاتا ہے لیکن جب میں دیکھتی ہوں کہ ایک عورت ہونے کے ناتے کہ ہماری معصوم اور جوان بچیاں جو کہ ہمارے ملک کی عزت ہیں جن کے متعلق بابائے قوم نے بھی کہا ہے کہ ہم مسلمان ہونے کے ناتے ان کے سر پر ہاتھ اور چادریں رکھیں کیونکہ اس ایوان کی ذمہ داری ہے اور ہم سب کی ذمہ داری ہے تو ان ساری چیزوں کو دیکھتے ہوئے کہ ایک پڑھی لکھی معصوم بچی جب یونیورسٹی کی گاڑی کے لئے روڈ پر دھکے کھا رہی ہوتی ہے تو اسے جن نظروں سے دیکھا جاتا ہے، عالمی دُنیا میں ہر جگہ خواتین کا احترام کیا جاتا ہے لیکن جب میں دیکھتی ہوں کہ ایک عورت ہونے کے ناتے کہ ہماری معصوم اور جوان بچیاں جو کہ ہمارے ملک کی عزت ہیں ان سب کو دیکھتے ہوئے اگر آپ نے 7300 ملین روپے ابھی اس بجٹ میں رکھا ہے تو میں آپ کے توسط سے اس ایوان سے assurance چاہوں گی کہ یہ 7300 ملین روپے ہی رہنے دیجئے گا کیونکہ غربت بڑھ چکی ہے اور ٹرانسپورٹ مرد و خواتین کی تمیز کئے بغیر سب کے لئے بہت ضروری ہے۔ میری انتہائی مودبانہ گزارش ہے کہ خاص طور پر خواتین کے لئے ٹرانسپورٹ کو اس بجٹ میں واضح کر کے زیادہ سے زیادہ حق دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ضمنی بجٹ پر بات کرنے سے پہلے ایک بات کرنا چاہوں گی کہ ابھی میرے معزز بھائی میاں نصیر احمد صاحب نے پرائیویٹ سکولوں کے بارے میں بات کی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں زیادہ پوائنٹ یہی اٹھایا تھا کہ پرائیویٹ سکولز ایک تفریق پیدا کر رہے ہیں اور اگر ان کا سدباب نہ کیا گیا تو شاید آنے والے وقت میں بہت مشکل حالات ہو جائیں گے تو میری آپ سے دوبارہ گزارش ہے کہ دو، دو اڑھائی مرلہ کی عمارتوں اور گھروں میں سکول بچوں کی جسمانی نشوونما کو متاثر کر رہے ہیں، بڑھتی ہوئی فیسیں والدین کی پہنچ سے باہر ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جس پر میں نے کئی مرتبہ تحریک التوائے کار جمع کرائی جسے ہمیشہ 83-C لکھ کر reject اور

disallow کر گیا کہ پرائیویٹ سیکٹر کے کالج، یونیورسٹیاں اور خاص طور پر سکولز جن کا تعلق غیر ممالک سے ہے وہ وہاں پر اس کلچر کو فروغ دے کر ہماری نوجوان نسل کو تباہ کر رہے ہیں اور وہاں کا ماحول کسی صورت اس قابل نہیں ہے کہ وہ سکول اور وہاں کا ماحول اسلامی جمہوریہ پاکستان کے رہنے والوں کے لئے ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس پر خصوصی توجہ دی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر! پنجاب حکومت کے اقدامات عام عوام کے لئے ہیں اور عام عوام کو ریلیف دینے کے لئے ہیں، بالخصوص جو وزارتیں اور محکمے صوبوں کو منتقل ہو رہے ہیں ان کا ایک الگ بوجھ ہے لیکن اس کے باوجود عام لوگوں کی تنخواہوں میں اضافہ بالخصوص ڈاکٹروں کی تنخواہوں میں اضافہ قابل ستائش اقدام ہے لیکن میں یہ بات کہوں گی اور رائے دینا چاہوں گی کہ جو ڈاکٹروں کی تنخواہ میں کیا گیا اضافہ یقیناً ایک احسن قدم ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ، میں نے اس حوالے سے ایک قرارداد بھی پیش کی ہوئی ہے کہ ڈاکٹروں سے ایک bond fill کرانا چاہئے جس میں وہ اس بات کے پابند ہوں کہ جب وہ اپنی تعلیم مکمل کر لیں تو کم از کم 10 سال کسی بھی سرکاری ہسپتال میں job کریں گے۔ میں یہ بات اس لئے کر رہی ہوں کہ میرے علم میں ہے کہ حکومت کا 30 سے 40 لاکھ روپیہ ایک ڈاکٹر کی تعلیم پر خرچ ہوتا ہے لیکن عموماً ڈاکٹر اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کسی اور محکمہ کو join کر لیتے ہیں یا خواتین ڈاکٹر شادی کے بعد practice چھوڑ دیتی ہیں جس سے حکومت کا تو خرچہ ہوتا ہے لیکن ان کا کام حکومت کے کسی فائدے میں نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں غیر ترقیاتی اخراجات میں 12 فیصد اضافہ کیا گیا ہے جبکہ ترقیاتی اخراجات میں 14 فیصد اضافہ کیا گیا ہے جو کہ بہت اچھا عمل ہے کیونکہ ترقیاتی اخراجات میں اضافے سے روزگار کے مواقع بڑھیں گے۔ وزیراعلیٰ house کے اخراجات میں نمایاں کمی کی گئی ہے جو کہ ایک بہتر قدم ہے اور وزرا کی تنخواہوں میں 25 فیصد کٹوتی ایک مثال ہے اور یقیناً یہ ہمارے اخراجات میں کمی کا سبب بنے گی لیکن اس کا موازنہ ساتھ ہی وفاقی حکومت کے ایوان صدر اور ایوان وزیراعظم کے ساتھ کروں گی۔ ایوان صدر اور ایوان وزیراعظم کے جو اخراجات ہیں ان میں تقریباً 55 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ وفاقی حکومت پنجاب حکومت کی management کو، پنجاب حکومت کو بگاڑنے کے لئے اور اس کو ناکام بنانے کے لئے جو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے ان میں ایک گیس کی بندش، بجلی کی لوڈشیڈنگ اور پٹرول کی قلت ہے۔ حکومت پنجاب کو اس پر بھرپور احتجاج کرنا چاہئے اور انقلابی اقدامات کرنے چاہئیں۔ ہم وفاق سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ پنجاب حکومت کو ناکام بنانے کے لئے اس قسم کے

اوچھے ہتھکنڈے استعمال نہ کرے جن سے نقصان عوام اور پاکستان کا ہو۔اس سلسلہ میں پنجاب حکومت نے توانائی کے وسائل خود پیدا کرنے کے لئے 550 میگاواٹ کا پراجیکٹ شروع کیا ہے یہ ایک بہتر قدم ہے۔یہ بجلی پانی سے پیدا کی جائے گی کیونکہ جو بجلی پانی سے پیدا کی جاتی ہے وہ تقریباً ایک روپے فی یونٹ میں پڑتی ہے جبکہ جو بجلی پٹرول یا ڈیزل سے پیدا کی جاتی ہے وہ ہمیں 15 سے 17 روپے فی یونٹ میں پڑتی ہے۔اس کے ساتھ میں وفاقی حکومت کی بدنیتی کا یہاں ایک اور ذکر کرتی چلوں کہ اٹھارہویں ترمیم کے تحت جو وزارتیں اور محکمے صوبوں کو منتقل کئے گئے ہیں ان میں سے صرف ان محکموں کی ذمہ داری صوبوں کو منتقل کر دی گئی ہے جن میں زیادہ کام ہے لیکن وہ وزارتیں، وہ محکمے جن کے ساتھ مالی وسائل بھی وابستہ ہیں انہیں صوبوں کو منتقل کرنے میں بے جا رکاوٹیں پیدا کی جارہی ہیں۔اس کی مثال EOBI ہے جہاں پر اربوں روپے کے فنڈز ہیں لیکن ایسے محکمے صوبوں کو منتقل کرنے میں، ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔میں آخر میں روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والوں کی بات کروں گی۔ان کا مقصد روٹی، کپڑا اور مکان دینے کا نہیں بلکہ اب ان کا مقصد روٹی، کپڑا اور مکان چھیننے کا بن گیا ہے۔میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے قائد وہ واحد لیڈر ہیں جو لوگوں کو روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کر رہے ہیں۔سستی روٹی، مکینیکل تنور، آشیانہ اور جناح کالونی کی صورت میں یہ projects سامنے آئے ہیں اور اس طرح کے projects آئندہ بھی شروع ہوتے رہیں گے۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جناب محمد حفیظ اختر چودھری!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! بہت شکریہ۔غرور اور غفلت کا نشہ شراب سے زیادہ ہوتا ہے، جو اس نشے میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ اتنی جلدی ہوش میں نہیں آتا۔یہ حضرت علی کا قول ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا پھر موقع فراہم کیا ہے۔اس ضمنی بجٹ کا جب آغاز ہوا تو نولاٹیا صاحب نے اس بارے میں بڑی تفصیل اور facts and figures کے ساتھ بات کی۔اپوزیشن کی طرف سے جو بھی تجاویز آئیں اگر ان پر proper طریقے سے implement کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہاؤس کی ایک بہت اچھی روایت بن جائے گی۔آج ہمارے اس معزز ایوان میں تمام معزز ممبران نے اپنی اپنی تجاویز دیں لیکن آج تک ہماری روایات تبدیل نہیں ہو سکیں۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے کسی ممبر نے بجٹ پر کوئی تنقید کی ہو یا اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھے ہوئے معزز ممبران نے کبھی ان کو تنقید کا نشانہ نہ بنایا ہو۔میں نے اُس وقت بھی یہ عرض کی تھی کہ

ہماری یہ روایات تبدیل ہونی چاہیئں، ہمیں اچھے کاموں کو appreciate کرنا چاہئے اور جن پر اصلاح ہو سکتی ہے اس پر تنقید کا حق معزز ممبران کو ہے۔

جناب سپیکر! آج بھی زرعی گریجویٹ پر ہمارے معزز ممبران نے بات کی ہے۔ میں نے اُس دن بھی اِس کے facts and figures آپ کو بتائے تھے کہ اعداد و شمار کے جادوگروں نے جس کو دو ہزار پلاٹوں کا کہا گیا کہ ہم نے یہ زرعی زمین دی ہے وہ اصل میں 1558 لوگوں کو رقبے دیئے گئے تھے جس میں عملی طور پر 683 پلاٹ اور رقبے دیئے گئے باقی تمام کیسوں میں وہ لوگ بھگت رہے ہیں۔ میں نے اُس وقت بھی عرض کی تھی کہ 06-07-1975 کو شہید ذوالفقار علی بھٹو قائد عوام جو اس وقت پرائم منسٹر تھے یہ ان کا کارنامہ تھا کہ انہوں نے زرعی گریجویٹ کو ایک professional کے at par کیا۔ اس کے بعد یہ دوسرا موقع تھا جب میاں محمد شہباز شریف نے زرعی ماہرین کو acknowledge کرنے کے لئے سارے اقدامات کئے۔ ان کا ایک vision تھا، ایک سکیم تھی جس کے مطابق زرعی ماہرین کو رقبے الاٹ کئے گئے، اس میں hurdle کہاں ہے؟ میری التجا ہے کہ آج بھی ہم نے اس بجٹ میں تین ہزار زرعی graduates کو زرعی رقبے دینے کا اعلان کیا ہے۔ یہ تین ہزار بھی صرف figure کی حد تک رہ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں جو لوگ بھی hurdles create کرتے ہیں ان کا احتساب بھی ہونا چاہئے۔ میں نے دوسری بات یہ کی تھی کہ زرعی ماہرین جن کی وجہ سے آج ہمارا ملک خود کفالت کی طرف گامزن ہے ان لوگوں کا استحصال ہو رہا ہے تو اس پر میں وزیر زراعت ملک احمد علی اولکھ صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس پر فوری طور پر ایکشن لیا اور اس کام کو initiate کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج میں منسٹر صاحب کی موجودگی میں آپ کی وساطت سے التجا کرتا ہوں کہ اس پر ہاؤس کی ایک کمیٹی بنا دی جائے جو اس کو probe کرکے رپورٹ آپ کو دے۔ وہ کمیٹی دیکھے کہ four tier system کو implement کیوں نہیں کیا جا رہا ہے، جو ملازمین کنٹریکٹ پر ہیں ان کو ریگولر کیوں نہیں کیا جا رہا ہے اور جو بیس بیس، پچیس پچیس سال سے زراعت میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں ان کا استحصال کیوں کیا جا رہا ہے؟ میں اس ضمنی بجٹ پر زیادہ بحث نہیں کروں گا کیونکہ اس پر ہمارے بہت سے معزز ممبران اپنی اپنی تجاویز دے چکے ہیں۔

جناب سپیکر! آج ہمیں good governance پر یہ چیز واضح ہو جانی چاہئے کہ اگر چیف منسٹر ہر چیز کو crystal, clear اور میرٹ پر دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر اس میں رکاوٹ کہاں پر ہے، کیا اس

میں ہماری بیوروکریسی رکاوٹ بن رہی ہے یا کوئی اور لوگ رکاوٹ بن رہے ہیں؟اس پر ہمیں ضرور غور کرنا چاہیئے۔ آج کا اخبار "نجات" میرے پاس ہے جس میں PIA Cooperative Housing Society کا ایک بہت بڑا سکینڈل چھپا ہے جس پر جعلی دستخطوں سے 100 اور 200 کے قریب پلاٹ الاٹ کر دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ دستخط میرے نہیں ہیں، 06-07-2007 کو Administrators ہٹائے گئے اس کے بعد پھر جعلی ووٹروں کا اندراج اور ان کی تفصیل اس اخبار میں دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ پھر elect ہوئے اور elect ہونے کے بعد انہوں نے جعلی دستخطوں سے PIA Cooperative Housing Society کے کروڑوں روپے مالیت کے پلاٹ اپنے من پسند بندوں کو الاٹ کر دیئے۔ یہ ہماری good governance پر ایک دھبہ ہے۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اس معاملہ پر ہاؤس کی ایک کمیٹی بنانی چاہیئے تاکہ جو لوگ اس میں ملوث ہیں ان لوگوں کے چہروں کو بے نقاب کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ سردار اطہر حسن خان گورچانی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ عارفہ خالد پرویز!

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں To the point, facts and figures کے ساتھ اپنی تقریر پہلے کر چکی ہوں۔ آپ نے مجھے موقعہ دیا بہت شکریہ۔ اگر کچھ انگلش کے words use ہو جائیں تو آپ کی اجازت چاہیئے۔

جناب سپیکر! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ کچھ لوگ private schools کے خلاف بات کس وجہ سے کر رہے ہیں۔ I just don't understand where are we heading to مجھے تو یہ پتا ہے کہ پوری دنیا میں پرائیویٹ سکولوں کا ایک سسٹم ہے جو parallel چلتا ہے وہ اپنا standard maintain کرتے ہیں، اپنی مرضی سے لوگ سکولوں میں بچوں کو داخل کراتے ہیں۔ اگر ہم پرائیویٹ سکولوں کے اس سسٹم کو تنقید کا نشانہ بنائیں گے تو

Are we really not looking at our own faults. I mean, we have to improve our own Government Schools. We have to bring them to that level

جہاں پر پرائیویٹ سکول اگر اپنا role غلط انجام دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر میں امریکہ کی ایک مثال دوں گی کہ امریکن پالیسیاں چاہے ہماری پالیسیوں کے خلاف ہوں But Americans are a very good nation. They are beautiful people میں ان کے بارے میں ایک بات ضرور کہوں گی کہ امریکن پبلک سکولوں میں ہر گز ایسی کوئی چیز نہیں پائی جاتی کہ جس سسٹم کو ہم ایجوکیشن میں کئی بار follow کرتے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ کہاں پر ایسا کیا جاتا ہے کہ پرائیویٹ سکولوں کو تباہ کیا جائے اور ان پبلک سکولوں کو improve نہ کیا جائے؟ ہمارا کام اس وقت اپنے پبلک سکولوں کو improve کرنا ہے نہ کہ sleeveless shirts کو ایوان میں criticize کرنا ہے اور نہ ہی چہروں کو بے نقاب کرنا ہے۔ I don't think this is our agenda here I don't think we can go hundred years back. ہم اپنے معاشرے کو پیچھے نہیں لے جاسکتے، یہ ہمارے ہر گھر کے اندر ایک تربیت ہونی چاہئے، شرم اور حیا کی تربیت ہونی چاہئے کیونکہ اسمبلی کے floor پر آکر ایسی باتیں کرنا کہ ایسا لباس کیوں پہنا جاتا ہے اور ویسا لباس کیوں پہنا جاتا ہے؟ I just don't understand this. میرے خیال میں یہ جو باتیں ہیں یہ انتہائی دقیانوسی باتیں ہیں اور ان کی اسمبلی کے ایوان میں کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس وقت رفعت ڈار صاحبہ بیٹھی ہوئی ہیں ان کے شعر کا جواب دینا یاد آگیا ہے تو میں عرض کرتی ہوں کہ:

پتھر و آج میرے سر پر برستے کیوں ہو
ہم نے تم کو بھی محبت کا خدا سمجھا ہے

جناب سپیکر! یہ لوگ تین سال تک ہمارا ساتھ دیتے رہے اور یہ تین سال تک ہمارے ساتھ شیر و شکر کی طرح شامل رہے۔ آج کس منہ سے criticize کرتے ہیں ایسی بات کرنے سے پہلے تھوڑا سا آئینہ دیکھ لینا چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

Atleast ہم توان کو criticize کرتے وقت سوچتے ہیں کہ اگر ہم نے فیڈرل گورنمنٹ میں ساتھ دیا ہوتا تو آج ہم ہر گز discuss نہ کرتے کہ UN Charter کے مطابق 4 فیصد بجٹ ایجوکیشن میں جانا چاہئے اور باقی صوبے 2 فیصد کے قریب بھی نہیں پہنچے۔ آج ہم ہر گز discuss نہ کرتے کہ ہمارا GDP 2.5 پر چلا گیا ہے، آج ہم ہر گز discuss نہ کرتے کہ single digit میں fall کرنے کی بجائے 27 فیصد پر انہوں نے ملک کے لئے مسئلہ کھڑا کر دیا۔ ہماری criticize کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان

کا پہلے دن سے ساتھ نہیں دیا اور ہم نے خود منسٹریاں چھوڑیں لیکن آپ نے نہیں کہا کہ منسٹریاں چھوڑ کر جایئے لیکن یہ بات besides the point ہے۔

جناب سپیکر! میں صرف یہ بات کرنا چاہتی ہوں کہ ایجوکیشن کو mess up نہ کریں، چاہے وہ ہماری پارٹی کے لوگ ہیں یا چاہے کوئی اور ہیں۔ We have to bring a very good syllabus. We have to make suggestions. What a province wants? We want to improve our budget in English پنجابی اور اردو that is beside the point. اس کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کے دماغ کو ہم نے کیسے educate کرنا ہے، کیا ہمارے پاس Do we have a enough councilor? Who can see کون سا بچہ اور اس کا attitude کیا ہے اور آج تک کسی بچے کا attitude ہی نہیں دیکھا گیا کہ وہ کس چیز میں accelerate کر سکتا ہے؟ ان کو ایک دھکا start گاڑی میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ یہ دنیا کس طرف جا رہی ہے، We have to evaluate. We have to see these things and we have to cut our budget and we have to make or جو بھی ہم provision کر رہے ہیں۔ مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی کہ اس قسم کی ذاتی discussion سے ہم کب باز آئیں گے۔ بہت شکریہ

رپورٹ

(میعاد میں توسیع)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، جناب محمد محسن خان لغاری سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

پرائیویٹ سکولوں میں فیس کی ادائیگی کے حوالے سے معاملے پر غور کے بارے میں خصوصی کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> "To consider the issues of paying fee in private educational institutions raised by Mian Naseer Ahmad MPA(PP-155)

کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"To consider the issues of paying fee in private educational institutions raised by Mian Naseer Ahmad MPA(PP-155)

کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"To consider the issues of paying fee in private educational institutions raised by Mian Naseer Ahmad MPA(PP-155)

کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب میاں محمد رفیق صاحب!

ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 پر عام بحث

(---جاری)

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آپ کا بے حد شکریہ۔ یہاں پر good governance، ایڈمنسٹریشن اور سیاسی اور معاشی بدحالی کے حوالے سے باتیں ہوئی ہیں تو میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ دیکھا یہ جائے کہ یہ تمام خرابیاں اور برائیاں کس وجہ سے ہیں؟ وہ اسی وجہ سے ہیں کہ ایک اقلیت حکمرانی کر رہی ہے جو ملک کی کل آبادی کا پانچ فیصد حصہ ہے۔ ایوانوں کے اندر خواہ وہ صوبائی اسمبلیاں ہیں یا وہ پارلیمنٹ ہے اس میں جاگیر دار، سرمایہ دار اور صنعتکار ہیں۔ عام لوگوں میں سے کتنے لوگ ان اسمبلیوں میں جاتے ہیں؟ اس لئے یہ طبقات محروم رہتے ہیں۔ میں آپ سے گزارش یہ کروں گا کہ ذرا اس پر توجہ فرمائیے کہ ایک بہت census کی رپورٹ کاشتکاروں کے حوالے

سے ہے جو میں پیش کر رہا ہوں کہ ایک ایکڑ یا کم کے مالک 3لاکھ 83ہزار 3سو 91لوگ ہیں، ایک ایکڑ سے اڑھائی ایکڑ کے مالک 9لاکھ 37ہزار 5سو 12لوگ ہیں ،اڑھائی ایکڑ سے پانچ ایکڑ کے مالک 8لاکھ 44ہزار 2سو 19لوگ ہیں، پانچ ایکڑ سے ساڑھے سات ایکڑ کے مالک 5لاکھ 97ہزار 8سو 63لوگ ہیں اور ساڑھے سات ایکڑ سے ساڑھے بارہ ایکڑ کے مالک 5لاکھ 36ہزار 8سو 55لوگ ہیں، اسی طرح سے 25ایکڑ سے 50ایکڑ تک کے مالک ایک لاکھ 48ہزار 7سو 87لوگ ہیں، پچاس ایکڑ سے ایک سو ایکڑ تک کے مالک 36ہزار 7سو 13لوگ ہیں، 100ایکڑ سے 150ایکڑ تک کے مالک 5ہزار 6سو 64لوگ ہیں، 150ایکڑ سے زیادہ کے مالک صرف 4ہزار 9سو 8لوگ ہیں۔ ایک ایکڑ سے لے کر 150ایکڑ سے زائد تک کے کل مالک صرف 38لاکھ 64ہزار 68لوگ ہیں ۔ یہ ہمارے کاشتکاروں کی حالت ہے جو دیہاتوں میں 75فیصد آباد ہیں اس میں چھوٹا کاشتکار، بڑا کاشتکار ہے اور باقی ملوں کے مزدور، کارخانوں کے مزدور اور بھٹہ مزدور، قالین بانی کے مزدور کو اس میں شامل کریں تو 95فیصد لوگ بنتے ہیں۔ ان 95فیصد اکثریت پر ایک اقلیت حکمرانی کرتی ہے اس لئے کہ 95فیصد آبادی کا کوئی نمائندہ ہے اقتدار میں، اختیارات میں اور نہ ہی ملک و قوم کے وسائل میں اس لئے اس ملک کے حالات کبھی نہیں سدھر سکتے جب تک ایک نئے ایوان کا اضافہ نہ کیا جائے۔ میں آپ کے توسط سے مطالبہ کرتا ہوں کہ جیسے England میں House of Lords موجود ہے، اس ایوان کو بھی House of Lords بنا دیا جائے جس میں جاگیر دار، سرمایہ دار، ٹیکنو کریٹ، صنعت کار یہ طبقات ہوں اور باقی کا جو طبقہ ہے کھیت کے مزدور، کسان وغیرہ ان کے لئے House of Commons بنایا جائے۔ یہ جو نئی اسمبلی بن رہی ہے وہ House of Commons پر مشتمل ہو جس میں صرف کسان اور مزدور ہوں، اس میں ریڑھی بان، چھابے والا، چھوٹا دکاندار یہ 95فیصد لوگ بنتے ہیں اور جب تک یہ طبقاتی نمائندگی پر مشتمل ایوان نہیں ہوں گے اس وقت تک کوئی خرابی دور نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے جو کرپشن پولیس کی ہے اس میں جب تک accountability نہیں کریں گے یہ ٹھیک نہیں ہو گی۔ اگر تھانے میں کرپشن ہے تو ایس ایچ او کو accountable بنایا جائے، اگر ایس ایچ او بھی کرپٹ ہے تو ڈی پی او کو accountable بنایا جائے، اگر ڈی پی او بھی کرپٹ ہے تو آر پی او کو accountable بنایا جائے، اگر آر پی او بھی کرپٹ ہے تو آئی جی کو accountable بنایا جائے۔ اسی طرح محکمہ مال میں اگر پٹواری کرپٹ ہے تو تحصیلدار کو accountable بنایا جائے، اگر تحصیلدار بھی کرپٹ ہے تو ڈی ڈی او (آر) یا اے سی کو accountable بنایا جائے۔ اسی طرح سے ڈی سی کو accountable بنایا جائے، کمشنر کو

accountable بنایا جائے حتیٰ کہ بورڈ آف ریونیو کے SMBR کو بھی accountable بنایا جائے۔اسی طرح سے جو دیگر محکمے ہیں ان کے سیکرٹریز کو بھی accountable بنایا جائے۔ جب تک accountability نہیں کی جائے گی، کسی کو accountable نہیں بنایا جائے گا تو یہاں پر کرپشن ختم نہیں ہو سکتی، یہاں پر good governance نہیں آ سکتی۔ یہ مافیا جو ہے کمیشن کا مافیا، مہنگائی کا مافیا، یہ تو حکومتوں کے اندر بیٹھا ہے خواہ وہ صوبائی حکومتیں ہیں یا مرکزی حکومتیں ہیں جب تک یہ کرپشن کا مافیا، قبضہ گروپ مافیا، مہنگائی مافیا جو ہے اس کا خاتمہ نہیں ہو گا اس وقت تک good governance نہیں آئے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آخر میں مجھے ایک شعر پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شعر ضرور پڑھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں نے ایک روز پہلے بھی یہ عرض کی تھی کہ 20 کروڑ کی آبادی میں کھیتوں کی زمین کے کل کتنے مالک ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ شعر تو نہیں ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! اسی حوالے سے میں نے شعر پڑھنا ہے۔ صرف ایک ایکڑ تا اڑھائی سو ایکڑ سے زائد تک کے کل مالک 38 لاکھ 64 ہزار 68 ہیں۔ یہ حالت ہمارے کھیت مزدور اور کسان کی ہے۔ یہ وہی کسان ہے جس کے بارے میں مجید امجد نے یہ کہا تھا کہ:

راج محل کے باہر، سوچ میں ڈوبے شہر اور گاؤں
ہل کی انّی، فولاد کے پنجے،
گھومتے پہیے، کڑیل باہیں
کتنے لوگ ہیں جن کی روحوں کو سندیسے بھیجیں
سکھ کی سیجیں
لیکن جو ہر راحت کو ٹھکرائیں
آگ پیئیں اور پھول کھلائیں

یہ وہ کاشتکار ہے جو امن کے زمانے میں اپنے ہل کی اَنّی سے دھرتی کا سینہ چیر کر غلہ اگاتا ہے اور جنگ کے زمانے میں اسی ہل کی اَنّی کو تلوار بنا کر اپنے ملک و قوم کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ اقتدار سے بھی محروم ہے، اختیارات سے بھی محروم ہے، ملک کے وسائل سے بھی محروم ہے، خدارا جب تک یہاں پر طبقاتی نمائندگی پر الیکشن نہیں ہوں گے، ایوان میں ان طبقوں کے نمائندے نہیں آئیں گے اس وقت تک کوئی اصلاح نہیں ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! بے حد شکریہ۔ بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب winding up speech کے لئے وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب!

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے بحث کر لی ہوئی ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! بس ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب پوائنٹ آف آرڈر رکھا ہی نہیں ہوا۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ایک چھوٹی سی گزارش کرنی ہے۔ ایک منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نولاٹیا صاحب!

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ صاحب سے ایک چھوٹی سی گزارش کروں گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے بات کر لی ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! اب یہ بتائیں گے کہ ضمنی بجٹ مجبوریوں کا نام ہے اور یہ مجبوریاں بتائیں گے کہ یہ کیوں خرچ کیا گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: No, this is not a point of order. آپ تشریف رکھیں۔ جی، کامران مائیکل صاحب!

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): شکریہ

کون روک سکتا ہے خوشبوؤں کی راہوں کو خار دار تاروں سے
صبح چھپ نہیں سکتی اَبر کے حصاروں سے

جناب سپیکر! میں بے حد مشکور ہوں آپ کا بھی اور اس معزز ایوان کے تمام ممبران کا جنہوں نے ضمنی بجٹ پر بحث کے دوران اپنی سیر حاصل تجاویز سے نوازا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں پر معزز ممبران کی طرف سے ضمنی گرانٹ کو کم رکھنے پر زور دیا گیا وہاں پر یہ تجویز بھی سامنے آئی کہ اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹیوں کو مؤثر بنایا جائے۔ حکومت نے اس ضمن میں بے شمار عملی اقدامات کئے ہیں جن کا ذکر میں اپنی بجٹ تقریر اور بجٹ کی winding up speech میں بھی کر چکا ہوں۔ جہاں تک ضمنی گرانٹ کے اجراء کے طریق کار کا تعلق ہے، محسن لغاری صاحب نے بھی فرمایا تھا کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 124 میں وہ درج کیا گیا ہے اور ناگزیر حالات میں ہی پیش کیا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مالی سال 11-2010 کے جاری اخراجات کے حوالے سے جو ضمنی گرانٹس جاری کی گئیں ان کا اجراء مجبوراً کیا گیا کیونکہ ایسے ناگزیر حالات پیدا ہو گئے تھے جن کی وجہ سے ان گرانٹس کا اجراء کرنا پڑا اور ضمنی بجٹ کی منظوری کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگلے مالی بجٹ کی تجاویز کے ساتھ اسمبلی میں پیش کر دیا گیا ہے اور یہاں پر تمام معزز ممبران خواہ ان کا تعلق Treasury Benches سے ہے یا Opposition Benches سے سب کو موقع ملا اور سب نے اس بحث میں سیر حاصل حصہ لیا۔ میں یہاں پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مالی سال 11-2010 جو ہمارا current budget ہے اس میں جاری اخراجات کے لئے 386.786۔ ارب روپے رکھے گئے تھے اور مالی سال کے آغاز کے بعد ہی کچھ رقم اس لئے مختص کی گئی جن کا تخمینہ جات بعض معروضی حالات کی وجہ سے اس وقت کے بجٹ میں شامل نہیں کیا گیا تھا اور دوران مالی سال 11-2010 میں سیلاب زدگان کی بحالی اور ریلیف کے لئے مختلف مرحلوں میں یہ فنڈز بذریعہ ضمنی گرانٹس جاری کئے اس کے علاوہ مالی سال 11-2010 میں تنخواہوں میں 50 فیصد اضافہ ہوا، پنشن میں 15 سے 20 فیصد اضافہ ہوا اور 15 فیصد اضافہ ہمارے سول ملازمین اور Pensioners کے لئے میڈیکل الاؤنس کی مد میں منظور کیا گیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مزید برآں گریڈ 1 تا 16 تک کے تمام ملازمین کے لئے میڈیکل الاؤنس میں 100 فیصد اضافہ کیا گیا تھا۔ ابتدائی تخمینہ جات میں اس رقم کو مختص نہیں کیا گیا تھا یہ اضافی بوجھ بھی ہمیں برداشت کرنا پڑا، یہی وجہ

ہے کہ رواں مالی سال میں ان مدات میں اضافی فنڈ دیئے اور 11-2010 میں 25.613۔ارب روپے مختص کئے گئے۔

جناب سپیکر! ان فنڈز کو مالی سال 11-2010 کے تخمینہ جات کے اندر ماسوائے 70 کروڑ کی savings سے adjust کیا گیا۔ اب معمولی اضافہ کے ساتھ مالی سال 11-2010 کے نظر ثانی شدہ بجٹ کا کل تخمینہ 387.575۔ارب روپے ہے اور یہ سب کچھ حکومت کی سخت مالی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے کیا جا سکا ہے۔ مالی سال 11-2010 کے دوران اجراء شدہ supplementary grants کا تقریباً 90 سے 95 فیصد حصہ سیلاب زدگان کی بحالی، ریلیف، مالی امداد، سیلاب سے تباہ شدہ شاہرات، پل اور محکمہ آبپاشی کی تعمیر و مرمت پر خرچ ہوا۔ اس کے علاوہ تنخواہوں اور پنشن میں ہونے والے اضافے کے بوجھ کو بھی برداشت کرنے کے لئے یہ رقم فراہم کی گئی۔ محکمہ خوراک کو مالی سال 11-2010 میں تقریباً 61.605۔ارب روپے کی grant supplementary جاری کی گئی۔ مگر اس رقم کو اکاؤنٹ نمبر 2 سے استعمال کیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کا وقت 10 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): یہ رقم دراصل گندم کی خرید و خروخت اور بنکوں سے قرضہ جات کی ادائیگی کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ سال کے شروع میں گندم کی خرید اس کی ترسیل، release اور قرضوں کی ادائیگی کے لئے ادا کی جاتی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ correct اخراجات کا تخمینہ نہیں لگایا جا سکتا اور یہ بڑی ناممکن سی بات ہے اسی لئے سال کے دوران ان مدات میں supplementary grants کا اجراء ناگزیر ہو گیا تھا۔ محکمہ خوراک نے سال کے دوران اپنے اصل ہدف سے زیادہ مقدار میں گندم خریدی تھی تاکہ کسان کو حکومت کے اعلان شدہ support programme کے تحت رقم کی ادائیگی ہو سکے۔ ان ضمنی گرانٹ کا بوجھ صوبائی اکاؤنٹ نمبر ا سے برداشت نہیں کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر ہمارے دوستوں نے جن خوب صورت تجاویز کا ذکر کیا ان کو ہم نے کھلے دل سے قبول کیا ہے اور جو تجاویز مثبت ہیں ہماری کمی کوتاہی کو ختم کرنے کے لئے ہیں ہم ان کو اس میں شامل کرنے کے خواہاں ہیں۔ بہت سے دوستوں نے یہاں باتیں کیں اپوزیشن کے اکثر دوستوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ لکھی ہوئی تقریر پڑھی گئی۔ میں یہاں پر یہ کہنا چاہوں گا کہ پاکستان کی تاریخ کے اوراق الٹا کر دیکھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ بجٹ کی آج تک جتنی بھی تقاریر ہوئی ہیں وہ لکھی ہوئی ہی ہوئی ہیں کیونکہ بجٹ میں تمام صوبے کے figures کو quote کرنا بہت مشکل کام ہے۔ پرانی ہسٹری

کو ہی ہم نے دہرایا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میں بطور Minority Minister بھی یہاں پر کام کر رہا تھا اپوزیشن کے دوستوں نے اس چیز کو target کیا کہ بجٹ میں minorities کے لئے بہت کم رقم رکھی گئی ہے۔ ہم نے آپ کی تجویز کو قبول کرتے ہوئے اس پر عمل کیا ہے اور اس رقم کو بڑھا کر ساڑھے 32 کروڑ روپے کر دیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آپ کی طرف سے جو مؤثر تجاویز آئیں گی ہم انہیں کھلے دل سے قبول کریں گے۔ میں آخر میں پنجاب اسمبلی کے تمام ملازمین جنہوں نے شب و روز اس بجٹ کی تیاری اور بجٹ اجلاس کے تمام tenure میں دن رات انتھک محنت کی۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے ان کے لئے اعزازیہ کے طور پر ایک مہینے کی تنخواہ کا اعلان کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آخر میں اپنے معزز ممبران کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس سیر حاصل بحث میں حصہ لیا، ان کا میں تہہ دل سے مشکور و ممنون ہوں اس کے ساتھ ساتھ پریس گیلری میں بیٹھے ہوئے تمام میڈیا کے بہن بھائیوں کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے بڑے مثبت انداز میں ہمارے بجٹ اجلاس کی تمام کارروائی کی کوریج کی۔ اس شعر کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گا کہ:

تم لاکھ کوششوں سے جگنو نہ بجھا سکے
یہ تو سورج ہے تم سے نہ روکا جائے گا

بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اب آج کے اجلاس کی کارروائی مکمل ہو گئی ہے یاد رہے کہ کل مورخہ 28۔ جون 2011 کو ضمنی مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری ہو گی cut motions کے ذریعے مطالبات زر پر کارروائی 1:00 بجے تک جاری رہے گی، باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ (4)144 کے تحت guillotine کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔

اب اجلاس بروز منگل مورخہ 28۔ جون 2011 صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

1069

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 28-جون 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکاری کارروائی

گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2011-2010

ضمنی مطالبات زر برائے سال 11-2010 پر بحث اور رائے شماری

مطالبہ زر نمبر1	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 37کروڑ 15لاکھ 15 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مالیہ اراضی" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 1 تا 4 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر2	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 24کروڑ، 89لاکھ، 86ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "جنگلات" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 5تا13 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر3	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو، 76لاکھ، 15ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "رجسٹریشن" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 14 تا 22 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ زرنمبر4	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو19لاکھ51ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں"برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11کے صفحات23تا 24 ملاحظہ فرمائیں۔

1070

مطالبہ زرنمبر5	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو6کروڑ55لاکھ80ہزارروپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011کوختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل اداخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"دیگر ٹیکس و محصولات"برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11کے صفحات 25 تا27 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زرنمبر6	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو3۔ارب46کروڑ4لاکھ47 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2011کوختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ما سوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"آبپاشی و بحالی اراضی"برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11کےصفحات28تا38 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زرنمبر7	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو14کروڑ93لاکھ14ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011کوختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل اداخراجات کے ماسوادیگراخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"جیل خانہ جات وسزایافتگان کی بستیاں"برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11کے صفحات39 تا 46 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زرنمبر8	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو2۔ارب34کروڑ8لاکھ7ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011کوختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل اداخراجات کے ماسوادیگراخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"پولیس"برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 47 تا82 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ زر نمبر9	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو89لاکھ 34 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "عجائب خانہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010کے صفحات 83 تا 84 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر10	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو13کروڑ78لاکھ 38 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صحت عامہ" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 85 تا92ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر11	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو26کروڑ26لاکھ39ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010کے صفحات 93 تا 110 ملاحظہ فرمائیں۔

1071

مطالبہ زر نمبر12	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو6کروڑ92لاکھ 17ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ماہی پروری" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010کے صفحات 111تا 112ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر13	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو2کروڑ،13لاکھ،32ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "امداد باہمی" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010کے صفحات113تا 115ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ زر نمبر 14	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 16 کروڑ 31 لاکھ 95 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صنعتیں" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 116 تا 121 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 15	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 19 کروڑ 29 لاکھ 33 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرق محکمہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 122 تا 137 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 16	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 80 کروڑ 10 لاکھ 42 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سول ورکس" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 138 تا 145 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 17	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو ایک ارب 83 کروڑ 67 لاکھ 41 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مواصلات" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 146 تا 154 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 18	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 7۔ ارب 22 کروڑ 48 لاکھ 95 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ریلیف" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 155 تا 160 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ زر نمبر 19	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 7۔ارب 80 کروڑ 38 لاکھ 56 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پنشن" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کا صفحہ 161 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 20	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 79 لاکھ 2 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 162 تا 163 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 21	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 42 کروڑ 95 لاکھ 3 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرقات" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 164 تا 205 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 22	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 40 لاکھ 40 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "شہری دفاع" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-1 کا صفحہ 206 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 23	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 21 لاکھ 13 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کا صفحہ 207 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 24	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک ضمنی رقم جو 6 لاکھ 89 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زرعی ترقی و تحقیق" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 208 تا 209 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ زر نمبر25	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "افیون" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010–1 کا صفحہ 210 ملاحظہ فرمائیں۔

1073

مطالبہ زر نمبر26	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صوبائی آبکاری" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010–11 کے صفحات 211 تا 212 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر27	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "اسٹام" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010–11 کا صفحہ 213 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر28	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "انتظام عمومی" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010–11 کے صفحات 214 تا 240 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر29	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "نظام عدل" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010–11 کے صفحات 241 تا 251 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ زر نمبر30	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 252 تا 272 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر31	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "خدمات صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 273 تا 303 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر32	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ویٹرینری" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 304 تا 316 ملاحظہ فرمائیں۔

1074

مطالبہ زر نمبر33	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ ڈیپارٹمنٹ" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 317 تا 319 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر34	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سبسڈی" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کا صفحہ 320 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ زر نمبر 35	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "غلے اور چینی کی سرکاری تجارت" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 321 تا 326 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 36	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ڈویلپمنٹ" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 327 تا 477 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 37	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعمیرات آبپاشی" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 478 تا 482 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 38	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ٹاؤن ڈویلپمنٹ" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 483 تا 485 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زر نمبر 39	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد " شاہرات و پل" برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2010-11 کے صفحات 486 تا 506 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ زرنمبر40	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"سرکاری عمارات"برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 507تا 545 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ زرنمبر41	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد" قرضہ جات برائے میونسپلیٹیز/ خود مختار ادارہ جات وغیرہ"برداشت کرنے پڑیں گے۔	گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 11-2010 کے صفحات 546 تا547 ملاحظہ فرمائیں۔

2۔ منظور شدہ اخراجات برائے سال 11-2010 کا ضمنی گوشوارہ ایوان کی میز پر رکھا جانا

ایک وزیر منظور شدہ اخراجات برائے سال 11-2010 کا ضمنی گوشوارہ ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

1077

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

منگل،28۔جون 2011

(یوم الثلاثہ،25۔رجب المرجب 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 47 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالغفار شاکر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

سُبۡحَـٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلًا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ
إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا ٱلَّذِى بَـٰرَكۡنَا حَوۡلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنۡ ءَايَـٰتِنَآ ۚ إِنَّهُۥ
هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ ۝١ وَءَاتَيۡنَا مُوسَى ٱلۡكِتَـٰبَ وَجَعَلۡنَـٰهُ
هُدًى لِّبَنِىٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُواْ مِن دُونِى وَكِيلًا ۝٢
ذُرِّيَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوحٍ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَبۡدًا شَكُورًا ۝٣

سُوْرَۃُ بنیٓ اسرآئیل آیات1 تا3

وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام یعنی (خانۂ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے (1) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے رہنما مقرر کیا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا (2) اے اُن لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا۔ بے شک نوح (ہمارے) شکر گزار بندے تھے (3)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب عابد رؤف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

کوئے نبی ﷺ سے آ نہ سکے ہم کو راحت ہی کچھ ایسی تھی
یاد رہی نہ جنت ہم کو جنت ہی کچھ ایسی تھی
تکتے رہے یوسف جیسے بھی حشر میں ان کے چہرے کو
جب پوچھا تو کہنے لگے وہ صورت ہی کچھ ایسی تھی
پوچھا اے جبرائیل کہ کیونکر تلیاں ان کی چومی تھیں
کہنے لگے جبرائیل کہ ان کی عظمت ہی کچھ ایسی تھی
پاس بلایا پاس بٹھایا عرش پہ ان کو خالق نے
یہ تو آخر ہونا ہی تھا چاہت ہی کچھ ایسی تھی
قبر میں حاکم جب پہنچے تو ہنس کے نکیروں نے دیکھا
کیوں نہ فرشتے پیار سے ملتے نسبت ہی کچھ ایسی تھی
دنیا میں سرکار کی نعتیں پڑھتے رہے ہر اک لمحہ
قبر میں بھی تھی نعت لبوں پہ عادت ہی کچھ ایسی تھی

جناب سپیکر: ماشاء اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب تحاریک استحقاق کا وقت ہے لیکن کل والی تحریک استحقاق جو میں نے pending کی تھی اُس کا فیصلہ میں بعد میں کروں گا۔ اب تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ضلع سرگودھا میں explosive control نہ ہونے سے پتھر کی کرشنگ کا کام بند ہونے سے ہزاروں مزدور بے روزگار ہونے کا خدشہ

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی اس جانب آپ کی توجہ مبذول کرائی تھی کہ سرگودھا میں کرشنگ کا کاروبار ہو رہا ہے اور اُن کو explosive control مہیا کیا جاتا تھا جس کے لئے حکومت پنجاب نے ایک طریق کار بنایا تھا کہ پنجاب کے جن اضلاع میں construction کے کاموں کے لئے پتھر کی سپلائی کا کام ہوتا ہے اُنہیں اپنے اپنے ضلع کے ڈی سی او صاحبان کنٹرول کریں گے۔ آج کل explosive control رکا ہوا ہے اور کرشنگ کا کاروبار بالکل تباہ ہونے کے قریب ہے لہذا میری آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ گزارش ہے کہ اس کو فوری طور پر شروع کرایا جائے، اُس کے parameters کو طے کیا جائے، سختی سے عملدرآمد کرایا جائے اور مزدوروں کو بے روزگار ہونے سے بچایا جائے۔ حالانکہ وہاں سے حکومت پنجاب کو سالانہ 2۔ارب روپے کی income آ رہی تھی مگر پچھلے تین مہینوں سے وہاں کا کاروبار اس مسئلے کا شکار ہے لہذا حکومت پنجاب فوری طور پر اس پر action لے۔

جناب سپیکر: جی، اِن کی بات متعلقہ محکمے کو بھیجی جائے اور اُن سے جواب بھی لیا جائے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! یہ مائنز اینڈ منرل ڈیپارٹمنٹ ہے اور متعلقہ ڈی سی او اور کمشنر صاحبان اسے control کرتے ہیں۔ حکومت پنجاب اور متعلقہ محکمہ اس پر action کرے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، بات سن لی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 868 جناب اشرف سوہنا صاحب کی ہے جو pending ہوئی تھی۔ رانا صاحب! آپ نے اس کا جواب دینا تھا۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ویسے میں رانا صاحب کو floor دے چکا تھا لیکن آپ کی مرضی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: چلیں، وہ بول لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہٰذا اسے next session تک کے لئے pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار next session تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ جی، شاہ صاحب! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ منور غوث نے بڑے اہم issue کی طرف توجہ دلائی ہے اور آپ نے اُن کے مؤقف کو بغیر سنے اور بغیر حکومت سے جواب لئے بٹھا دیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ انڈسٹری کا معاملہ ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرے ضلع میں بھی یہی مسئلہ ہے اور ہزاروں لوگوں کا روزگار اس سے وابستہ ہے۔ میری گزارش ہے کہ آپ لاء منسٹر صاحب سے کہیں کہ اس پر action لیں۔

جناب سپیکر: اگر لاء منسٹر صاحب جواب دینا چاہیں تو دے دیں۔

سید حسن مرتضیٰ: اگر نہ دینا چاہیں تو نہ دیں۔

جناب سپیکر: جی، متعلقہ محکمہ کے وزیر کون ہیں؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! اس کا اضافی چارج میرے پاس ہے۔

جناب سپیکر: اگر آپ نے رانا منور غوث کی بات غور سے سن لی ہے تو اس پر اچھے طریقے سے عملدرآمد کرا دیں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! اس پر بالکل بات ہو گی اور یقیناً اس سے پہلے مائنز اینڈ منرل پر جو auctions یا دیگر معاملات ہوتے رہے ہم اُن کو از سر نو دیکھ رہے ہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی میں نے request کی ہے کہ auction کے لئے صرف ڈی سی او یا محکمہ پر نہ چھوڑا

جائے۔اب اس کے لئے باقاعدہ طور پر کمیٹیاں بن رہی ہیں اور ہم زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے کہ اس میں کسی کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ ملے۔میں اپنے بھائی سے requestکروں گا کہ یہ مجھے آکر بتادیں یا میں اِن کے پاس آجاؤں گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عملدرآمد ہوگا۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! وہاںauction کا کوئی مسئلہ ہے اور نہ ہی کسی کو کوئی اعتراض ہے کہ auction ٹھیک نہیں ہو رہی۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! جو لوگ بے روزگار ہو رہے ہیں وہ اُن کی بات کر رہے ہیں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں نے ہاؤس کی information کے لئے ضمناً یہ بات عرض کی ہے لہذا میرے بھائی تشریف لے آئیں، ہم اس پر بات کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ عمل ہوگا۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! میں نے کہا ہے کہ auction کا کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ auctions اپنے وقت پر اور transparent طریقے سے ہو رہی ہیں اور جو کمیٹیاں بنائی گئی ہیں وہ اچھے طریقے سے auction کروا رہی ہیں۔ وہاں پر مسئلہ یہ ہے کہ پہاڑیوں کا explosive بند کر دیا گیا ہے جس سے سارا کاروبار چلتا ہے اور حکومت کو income آتی ہے لہذا میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے سپیشل کمیٹی بنائیں جسے منسٹر صاحب Head کریں تاکہ یہ مسئلہ فوری طور پر حل ہو کیونکہ لاکھوں لوگ بے روزگار ہو رہے ہیں۔ مزید ہزاروں کی تعداد میں لوگ چنیوٹ میں ہیں اور تقریباً 60ہزار آدمی میرے حلقہ سرگودھا میں ہیں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں اپنے معزز بھائی کی خدمت میں ایک دفعہ پھر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج ہی ہم اس پر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔اگر اس مسئلہ کو میں اور میرا محکمہ حل نہ کر سکا تو پھر یہ حق بجانب ہیں کہ کمیٹی بنے یا جو بھی فیصلہ ہو مگر پہلے ہمیں اس پر بات ضرور کر لینی چاہئے۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ٹی ایچ کیو ہسپتال کلر سیداں میں ادویات کی عدم دستیابی

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! آج میرے حلقہ تحصیل کلر سیداں سے مجھے فون آئے ہیں کہ کسی ہسپتال میں کوئی دوائی نہیں مل رہی حتیٰ کہ سرنجیں بھی میسر نہ ہیں۔ I would request through your good office to instruct Secretary Health کہ وہ وہاں پر ادویات کی تمام shortage کو پورا کریں کیونکہ وہاں کی عوام بہت مشکلات میں ہے۔

جناب سپیکر: جی، صحت کے پارلیمانی سیکرٹری موجود ہیں؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! وہ اس وقت موجود نہیں ہیں لیکن ہم نے note کر لیا ہے اور جس چیز کی نشاندہی میرے بھائی نے کی ہے اُس کو check کر کے ensure کریں گے اور اُس پر action لیں گے۔

جناب سپیکر: جی، اس پر فوری action کرائیں۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اسی سلسلے میں میری یہ humble submission ہے کہ ادویات واقعی نہیں ہیں۔ جہاں پر انہوں نے عملے کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کنٹریکٹ پر سٹاف بھرتی کیا ہے چاہے وہ نرسیں ہیں یا درجہ چہارم کا سٹاف ہے اُن کو تین تین، چار چار مہینے تنخواہ ہی نہیں دیتے۔ جب اُن کا کنٹریکٹ expire ہو جاتا ہے تو پھر چھ چھ مہینے linger on کرتے ہیں اور پوری پوری شفٹوں میں اُن سے کام لیا جاتا ہے مگر معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ ICUs یا ایمرجنسی میں مریضوں کے لئے ادویات نہیں ہیں اور لواحقین کو رات 10 یا 12 بجے چٹیں دے کر کہا جاتا ہے کہ باہر سے دوائی لے کر آؤ۔ ICUs میں ECG کی ایسی مشینیں ہیں جن کے ساتھ leads ہی نہیں ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ صحت کے شعبہ میں یہ کس قسم کا relief ہے جو لوگوں کو دیا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب خالد امتیاز خان بلوچ: جناب سپیکر! آپ اور لاء منسٹر صاحب کے حکم سے Assurance Committee میں already کرنل شبیر صاحب کا ہیلتھ سیکرٹری کے حوالے سے ایک معاملہ چل رہا ہے۔ اگر یہ Assurance Committee میں اس معاملے کو discuss کرنا چاہتے ہیں تو میں انہیں

welcome کروں گا کیونکہ میں نے تمام متعلقہ افسران بلائے ہیں۔ ایڈیشنل ہیلتھ سیکرٹری، سیکشن آفیسر اور دوسرے متعلقہ افسران کو بھی کمیٹی میں بلایا گیا تھا۔

جناب سپیکر: جی، یہ اس معاملے کو بھی آپ کی Assurance Committee میں join کر لیں گے۔

جناب خالد امتیاز خان بلوچ: جناب سپیکر! آپ اِن کے اس معاملے کو Assurance Committee کو بھیج دیں ہم انہیں پورا adjust کر لیں گے۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! THQ کھوٹہ میں بہت embezzlement ہوئی تھی جس حوالے سے انکوائری چل رہی ہے۔ میری request یہ ہے کہ وہاں پر لوگوں کو immediate relief چاہئے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب سے کہیں کہ وہ فوراً action لیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 880 چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی ہے۔ رانا صاحب! اس کا جواب آنا تھا۔

ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال سرگودھا کے بالمقابل پیڈسٹرین برج کی تعمیر میں تاخیر سے عوام کو مشکلات کا سامنا

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو بھی next session تک pending فرمادیں کیونکہ اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میری یہ تحریک التوائے کار بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ اس میں چونکہ محکمہ کی نالائقی کی وجہ سے فنڈز ضائع ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے محکمہ جواب بھی نہیں دے رہا۔ حالانکہ جس دن میں نے یہ تحریک پڑھی تھی اُس دن سیکرٹری سی اینڈ ڈبلیو یہاں پر موجود تھے، انہوں نے مجھ سے کاپی بھی لی تھی اور کہا تھا کہ ہم اس کا فوری جواب دیں گے لیکن اس کے باوجود محکمہ pending کرانا چاہتا ہے۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ اگلا اجلاس شاید تین یا چار ماہ بعد ہو تب تک اس تحریک کی اہمیت ہی ختم ہو جائے گی لہذا براہِ مہربانی اس پر کوئی غور فرمائیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب! اس کا جلد جواب لے کر بتائیں اور انہیں بھی ساتھ بلا لیجئے گا۔ یہ تحریک next session تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر925 ڈاکٹر محمد اختر ملک صاحب کی ہے جو آج کے لئے pending تھی۔ جی، راناصاحب!

منڈی مویشیاں شیر شاہ ٹاؤن (ملتان) کی آمدنی میں حکومت کو کروڑوں روپے کے خسارے کا سامنا

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹاؤن میونسپل آفیسر شیر شاہ ٹاؤن ملتان سے جو جواب موصول ہوا ہے وہ اس طرح سے ہے کہ ٹی ایم اے شیر شاہ ٹاؤن کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ منڈی مویشیاں ہے جس کا75 فیصد حصہ ملتان کے بقایا4 ٹی ایم اے میں برابر برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔ برائے سال 2010-11 ٹھیکہ مویشیاں فرید خان کو دیا گیا لیکن کورٹ میں stay کی وجہ سے bid confirm نہ کی جا سکی اور departmental recoveries شروع کی گئیں جن کی تفصیل تتمہ (الف) پر لف ہے۔ اوسطاً ماہانہ 23 لاکھ 33 ہزار روپے کی محکمانہ وصولیاں کی گئیں جو کہ سال 2010-11 میں ماہ فروری تک کل رقم ایک کروڑ 87 لاکھ روپے وصول کی گئی ہے۔ ٹی ایم اے نے محکمانہ وصولیوں میں مالی خسارہ تقریباً 3 کروڑ 6 لاکھ 47 ہزار روپے اٹھایا ہے۔ ڈی سی او کی رپورٹ پر ٹی ایم اے کے عملہ اور ذمہ دار افسران کے خلاف محکمہ انٹی کرپشن میں ایف آئی آر درج کروائی گئی ہے جو زیر تفتیش ہے۔ بہر حال نئے تحصیل میونسپل آفیسر اور تحصیل آفیسر (فنانس) کی کاوشوں کی وجہ سے مارچ 2011 میں محکمانہ وصولی 34 لاکھ 66 ہزار روپے ہوئی۔ اسی طرح ماہ جون میں ہفتہ وار آمدن 17 لاکھ 85 ہزار روپے متوقع ہے۔ سابقہ ٹی ایم اے اور عملہ کی جگہ charge نئے لوگوں کو دیا گیا ہے جن کی کاوشوں کی وجہ سے سال 2011-12 میں منڈی مویشیاں 8 کروڑ 11 لاکھ روپے میں ٹھیکے پر دی جانے کی bid وصول ہوئی ہے اور competent authority کی منظوری کے بعد charge high bidder کو دے دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلی تحریک التوائے کار نمبر 937/11 نگہت شیخ صاحبہ کی ہے جس کا جواب راناصاحب آپ نے دینا ہے۔

پی ایچ اے کی طرف سے زمین کی لیز میں متعلقہ قوانین کی خلاف ورزی

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس کا جواب موصول ہو چکا ہے کہ Parks & Horticultural Authority Lahore Development of City Act 1976 کے تحت قائم کی گئی۔ مذکورہ قانون میں کوئی ایسی شق شامل نہیں ہے کہ پی ایچ اے لاہور کے زیرانتظام پارک میں کوئی ٹھیکہ نہیں دیا جا سکتا۔ جہاں تک نیشنل بنک پارک میں ٹھیکہ جات allot کرنے کا معاملہ ہے تو پی ایچ اے کے وجود میں آنے پر اس کی مالی حالت انتہائی خراب تھی Y پارک کی دیکھ بھال اور فنڈ حاصل کرنے کے لئے تین ٹھیکہ جات دیئے گئے تھے جن کی مدت پوری ہونے پر ختم کر دیئے جائیں گے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ پی ایچ اے نے ان معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے پر پہلے ہی مذکورہ ٹھیکیدار کو نیشنل بنک پارک سے اپنا کاروبار ختم کرنے کا نوٹس جاری کر دیا ہے اور ان ٹھیکیداروں نے مجاز عدالت سے حکم امتناعی لے رکھا ہے اور عدالتی حکم کے مطابق سیکرٹری ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ کو ثالث مقرر کیا گیا ہے۔ فیصلہ آنے پر ان کے ساتھ قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: محترمہ تشریف نہیں رکھتیں اور not pressed تو پھر اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 939/11 ڈاکٹر فائزہ اصغر، سیدہ ماجدہ زیدی، محترمہ حمیرا اویس شاہد اور محترمہ انبساط حامد کی طرف سے ہے۔ جی، پڑھیں۔

سر گنگارام ہسپتال لاہور میں مفت ٹیسٹوں کی سہولت کو ختم کرنا

ڈاکٹر فائزہ اصغر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ خبریں لاہور مورخہ 26-05-11 کے مطابق لاہور کے سر گنگارام ہسپتال میں مفت ٹیسٹوں کی سہولت عملاً ختم کر دی گئی ہے جس کے باعث مریضوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ تمام ٹیسٹوں کے rates مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ انتظامیہ نے ایکسرے تک کے بھی charges لینا شروع کر دیئے ہیں۔ حکومت پنجاب کی طرف سے تمام سرکاری ہسپتالوں میں شہریوں کے علاج معالجہ کی مفت سہولت فراہم کرنے کی ہدایات دے رکھی ہیں لیکن سر گنگارام ہسپتال میں انتظامیہ نے ان احکامات

کو کوئی اہمیت نہیں دی اور اپنی من مانیوں پر عمل پیرا ہے۔ بااثر لوگوں کو تو سہولت دی جا رہی ہے بقیہ مریضوں کو پرائیویٹ لیبارٹریز کی طرف رخ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔انتظامیہ کے اس طرز عمل سے مریضوں اوران کے لواحقین کے لئے بہت مشکلات پیدا ہو گئی ہیں اور مریضوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ لواحقین نے حکام سے اپیل کی ہے کہ فوری طور پر ایکشن لیتے ہوئے سر گنگا رام ہسپتال میں مفت ٹیسٹ کی سہولت فراہم کی جائے تاکہ غریبوں کی مشکلات کا کچھ توازالہ ہو لہذاا ستدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: راناصاحب!اس تحریک کا جواب آیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس کا جواب موجود ہے میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔ تحریک التوائے کار نمبر939/11 جو اخباری خبر کی بنیاد پر ہے جس سے محکمہ کا اتفاق نہیں ہے۔ محکمہ اور سر گنگا رام ہسپتال کی انتظامیہ کا جواب ہے کہ سر گنگا رام ہسپتال کی ایمر جنسی اور وارڈز میں داخل مریضوں کو تمام ٹیسٹوں کی مفت سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ مزید برآں ایکسرے اور لیبارٹری ٹیسٹ کی سہولت مستحق مریضوں کو آؤٹ ڈور میں بھی حاصل ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 956/11 سیدہ ماجدہ زیدی، انجینئر شہزاد الٰہی، جناب طاہر اقبال سندھو کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار چودھری محمد طارق گجر، حاجی محمد اسحاق اور جناب محمد طارق امین ہوتیانہ کی طرف سے ہے۔۔۔ موجود نہیں لہذا dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 964/11 میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ) اور جناب محمد حفیظ اختر چودھری کی ہے۔۔۔ تشریف فرما نہیں لہذا یہ بھی dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1043/11 شیخ علاؤالدین کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1044/11 بھی شیخ صاحب کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے نمبر 1050/11 بھی شیخ صاحب کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1050/11 بھی شیخ صاحب کی ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار جناب خالد سلیم بھٹی کی ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر 1066/11 ہے۔

جناب سپیکر: اس کو پڑھیں۔

وفاق سے صوبہ کو منتقل ہونے والا محکمہ نیشنل کمیشن فار ہیومن ڈویلپمنٹ کے ملازمین کو تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے پریشانی کا سامنا

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کردی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اٹھارہویں ترمیم کے تحت وفاق کی طرف سے صوبوں کو مختلف وزارتوں کے اب تک اٹھارہ محکمے منتقل کئے جاچکے ہیں۔ جن میں ایک محکمہ نیشنل کمیشن فار ہیومن ڈویلپمنٹ (.NCHD) بھی شامل ہے۔ صوبہ پنجاب میں اس وقت NCHD کے تین پروگرام چل رہے ہیں، جو یہ ہیں:

1. یونیورسل پرائمری ایجوکیشن (Universal Primary Education)
2. لٹریسی پروگرام (Adult Literacy)
3. ولینٹریزکمیونٹی ڈویلپمنٹ (Volunteerism for Community Development)

ان پروگرامز میں UPE میں 12 ہزار فیڈر سکول ہیں اور ان میں 3 لاکھ 60 ہزار طالب علم مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان سکولوں میں ایسے بچے جو کسی وجہ سے سکول چھوڑ جاتے ہیں ان کے والدین کو قائل کرکے دوبارہ واپس لایا جاتا ہے اور ان کو تعلیم دی جاتی ہے۔ معیار تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے سرکاری اساتذہ کو ٹریننگ دی جاتی ہے۔ لٹریسی پروگرام میں چار ہزار سنٹر بنائے گئے ہیں جن میں ایک لاکھ سے زائد ان پڑھ افراد کو مفت تعلیم دی جارہی ہے اور ان کے ہمراہ ان کے چھوٹے بچے بھی مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور VCD کے تحت ہر گاؤں کی سطح پر ہر سکول میں رضاکار بھرتی کئے گئے ہیں جو بطور volunteer اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اس وقت NCHD میں 15 ہزار افراد کا روزگار وابستہ ہے جن میں ٹیچر اور سٹاف شامل ہیں۔ حکومت پنجاب پچھلے پانچ ماہ سے فیڈر سکول کے ٹیچروں اور دو ماہ سے سٹاف کو تنخواہیں نہیں دے رہی ہے۔ اب یہ خبریں سنائی دے رہی ہیں کہ حکومت پنجاب NCHD کے محکمہ کو قبول کرنے کو تیار ہے اور نہ ہی ان کے ملازمین کو تنخواہیں دینے کو تیار ہے۔ اس طرح اس محکمہ کے ملازمین جن کی تعداد پندرہ ہزار ہے ان کا روزگار متاثر ہونے کا اندیشہ ہے اور صوبہ پنجاب میں چلنے والے تینوں programmes بند ہو

جانے سے 12ہزار فیڈر سکولوں میں 3لاکھ 60ہزار بچے زیورِ تعلیم سے محروم ہو جائیں گے۔4ہزار لٹریسی سنٹر میں پڑھنے والے ایک لاکھ افراد متاثر ہوں گے۔اٹھارہویں ترمیم کی روشنی میں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ:

> Up to 30th June implementation of 18th amendment will automatically be done, no employee will be laid off.

اب حکومت پنجاب اس کی پابند ہے کہ وہ کسی ملازم کو lay off نہیں کر سکتی۔ حکومت NCHD کو قبول کرے اور اس محکمہ کے فنڈز بحال کر کے ملازمین کو تنخواہیں دینے کے احکامات جاری کئے جائیں۔ تنخواہیں نہ ملنے کے باعث ملازمین، ان کے اہلخانہ میں سخت بے چینی اور غم وغصہ پایا جاتا ہے۔اس معاملہ کو حل کرنے کے لئے اسمبلی دخل اندازی کرے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: راناصاحب!اس کا جواب آ گیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، اس کا جواب میرے پاس موجود ہے میں اس کو پڑھ دیتا ہوں۔اس تحریک التوائے کار کا نمبر 1066/11 ہے۔اٹھارہویں آئینی ترمیم کے تحت وفاق کی طرف سے صوبوں کو مختلف وزارتیں اور محکمے منتقل کئے گئے ہیں۔اس سلسلے میں حکومت پاکستان کیبنٹ سیکرٹریٹ نے مورخہ 31-03-2011 کو نوٹیفکیشن جاری کیا ہے جس کے مطابق National Commission for Human Development صوبوں کو منتقل نہیں کیا گیا ہے۔یہ ابھی تک ایک وفاقی ادارہ ہے لہذا اس کے ملازمین کی تنخواہیں، مراعات اور ملازمت سے متعلقہ دوسرے امور کی ذمہ داری ابھی تک وفاقی حکومت پر عائد ہوتی ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر!صوبہ سندھ میں ان کو باقاعدہ طور پر قبول کیا گیا ہے۔یہ محکمے وفاق کی طرف سے ان کو دیئے گئے ہیں لہذا پنجاب میں بھی ہمارے کافی اساتذہ کرام جن کی تعلیم ایم اے ہے اگر ان حالات میں ان کو فارغ کیا جائے گا، چونکہ وہ لوگ overage ہو چکے ہیں اس لئے وہ کسی دوسرے محکمے میں دوبارہ ملازمت حاصل نہیں کر سکتے۔اگر منسٹر صاحب کہتے ہیں تو ہم ان کو صوبہ سندھ کا ریکارڈ دے دیں گے کہ انہیں صوبہ سندھ میں قبول کیا گیا ہے۔

معزز ممبران اسمبلی کی درخواست ہائے رخصت

جناب سپیکر: بھٹی صاحب! آپ کی مہربانی، آپ rule 86 پڑھ لیں۔ چونکہ یہ ابھی صوبے کو منتقل نہیں ہوا اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ بہت شکریہ۔

اب میں سیکرٹری اسمبلی کو کہوں گا کہ وہ رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام

سیکرٹری اسمبلی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ معزز ممبران اسمبلی کی طرف سے رخصت کی 25 درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ پہلی درخواست محترمہ فوزیہ بہرام، ایم پی اے کی طرف سے مورخہ 29۔مارچ 2011 کو موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"ادب سے گزارش ہے کہ میں جمعہ والے دن مورخہ 25۔مارچ 2011 کو مصروفیات کی وجہ سے اسمبلی attend نہیں کر سکی۔ براہِ مہربانی میری بروز جمعہ کی چھٹی منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

محترمہ طیبہ ضمیر

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست محترمہ طیبہ ضمیر ایم پی اے کی طرف سے ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"میں چند مصروفیات کی بنا پر 21 تا 28۔مارچ 2011 کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکی۔ میری رخصت منظور کی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

محترمہ لیلیٰ مقدس

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست محترمہ لیلیٰ مقدس ایم پی اے کی طرف سے ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"Sir, I beg to state that due to some personal reasons, I could not attend the Assembly Session on following dates 14th,17th,21st,28th and 29th March, 2011.Kindly grant me leave for these days. I shall be grateful. "

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت نامنظور ہوئی)

چودھری فیاض احمد وڑائچ

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست چودھری فیاض احمد وڑائچ، ایم پی اے کی طرف سے مورخہ 23۔مارچ2011کو موصول ہوئی ہے۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"میں نجی دورے پر بیرون ملک ہوں اس لئے موجودہ اسمبلی اجلاس میں مورخہ 11۔ مارچ 2011 سے جاری تک شرکت نہ کر سکا۔ مہربانی فرما کر مجھے 11۔مارچ تا اختتام اجلاس رخصت عنایت فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

ملک محمد نواز

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست ملک محمد نواز، ایم پی اے کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"گزارش ہے کہ میں عمرہ کی ادائیگی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہوں اس لئے مورخہ 14۔اپریل 2011 سے شروع ہونے والے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتا۔ براہِ کرم میری رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

جناب غلام حبیب اعوان

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست جناب غلام حبیب اعوان، ایم پی اے کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"میں مورخہ 12۔اپریل 2011 سے عمرہ کی ادائیگی کے لئے سعودی عرب جا رہا ہوں اور مورخہ 26۔اپریل 2011 کو واپس آؤں گا اس لئے اسی دوران ہونے والے اسمبلی کے اجلاس کی حاضری سے رخصت فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

ڈاکٹر اسد معظم

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست ڈاکٹر اسد معظم، ایم پی اے کی طرف سے بذریعہ ای میل مورخہ 25۔اپریل کو موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"May I bring to your notice that I am currently out of country for medical reasons. I, therefore, will not be able to attend for the coming session. You are, therefore, requested to grant me leave for 25th session."

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

سردار کامل علی گجر

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست سردار کامل علی گجر، ایم پی اے کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"گزارش ہے کہ مجھے صدر پاکستان آصف علی زرداری صاحب نے اسلام آباد بلایا ہے جس کی وجہ سے میں session میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مہربانی فرما کر 25۔اپریل 2011 کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

چودھری ندیم خادم

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست چودھری ندیم خادم، ایم پی اے کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے۔

"گزارش ہے کہ مجھے حلقہ میں ضروری کام ہے جس کی وجہ سے میں session میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مہربانی فرما کر 25۔اپریل 2011 کی رخصت فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

میاں محمد رفیق

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست میاں محمد رفیق، ایم پی اے کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ Farmer Organization کا الیکشن 26-4-2011 کو منعقد ہو رہا ہے۔ میں بھی ایک کھال کمیٹی کا چیئرمین ہوں بلحاظ عہدہ ووٹر بھی ہوں۔ FO کے الیکشن میں ووٹ کاسٹ کرنے کی وجہ سے میں اسمبلی اجلاس میں مورخہ 25۔اپریل 2011 کو شرکت نہیں کر سکتا۔ لہذا میری رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

چودھری محمد ارشد

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست چودھری محمد ارشد، ایم پی اے، پی پی۔225 کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

"گزارش ہے کہ مجھے نجی مصروفیت کی بنا پر انگلینڈ جانا پڑ رہا ہے اس لئے مجھے مورخہ 20۔اپریل تا 10۔ مئی 2011 تک 21 یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

چودھری ندیم خادم

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست چودھری ندیم خادم، ایم پی اے کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"گزارش ہے کہ مجھے اپنے حلقہ میں ضروری کام ہے جس کی وجہ سے میں sessionمیں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مہربانی فرما کر 22۔ مئی 2011 کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

محترمہ شازیہ اشفاق مٹو

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست محترمہ شازیہ اشفاق مٹو ایم پی اے کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"ہمیں آزاد کشمیر الیکشن کے سلسلہ میں گوجرانوالہ سے اسلام آباد میں میٹنگ میں طلب کیا گیا ہے۔ براہِ مہربانی ایک دن مورخہ 14۔ جون 2011 کی چھٹی عنایت فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

میاں نصیر احمد

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں نصیر احمد ایم پی اے پی پی۔155 کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

"مجھے آج مورخہ 14۔جون 2011 کو ایک ضروری کام کے سلسلے میں اسلام آباد جانا ہے جس کی بنا پر میں اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

جناب محمد یسٰین سوہل

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد یٰسین سوہل ایم پی اے پی پی156 کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

"میں آج مورخہ 14۔جون 2011 کو ضروری کام کے سلسلے میں اسلام آباد جا رہا ہوں۔ رخصت منظور کی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ) ایم پی اے، پی پی۔165 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"گزارش ہے کہ زیر دستخطی عمرہ کی ادائیگی کے لئے 10 سے 14۔جون 2011
تک سعودی عرب جارہا ہوں جس کی وجہ سے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتا۔
رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

الحاج محمد الیاس چنیوٹی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست الحاج محمد الیاس چنیوٹی ایم پی اے، پی پی۔73 کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

"مجھے ایک ضروری کام کے لئے کل مورخہ 17۔جون 2011 کو لاہور سے باہر
جانا ہے۔اس دن میں اسمبلی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتا۔رخصت منظور
فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

محترمہ طیبہ ضمیر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ طیبہ ضمیر ایم پی اے ڈبلیو۔298 کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

"گزارش ہے کہ 13 سے 15۔جون 2011 کو بسلسلہ ضروری کام لاہور دفاتر
اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی۔رخصت منظور کی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

MAJOR (RETD) ZULFIQAR ALI GONDAL: I would like to ask Law Minister through the Chair what is the definition of encroachment because what is happening in Punjab today…

جناب سپیکر: میں جو کام کر رہا ہوں پہلے مجھے وہ کام کرنے دیں اس کے بعد آپ کی بات سنتے ہیں۔ جی، سیکرٹری صاحب!

محترمہ نسیم لودھی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ نسیم لودھی ایم پی اے ڈبلیو332 کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

"With due respect I beg to state that I may be given one day's leave on June 20, 2011"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

میاں محمد رفیق

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں محمد رفیق ایم پی اے پی پی۔90کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"زیر دستخطی اجلاس منعقدہ 20۔جون2011میں شرکت نہیں کر سکا ہوں۔ پٹرول پمپوں پر پٹرول کی شدید قلت تھی، کوئی درجن بھر پٹرول پمپوں سے خوار ہو کر سو سو، دو دو سو کا پٹرول اکٹھا کرتے ہوئے اجلاس کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ بوجہ آپ سے درخواست ہے کہ اجلاس منعقدہ 20۔جون2011 کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

محترمہ زیب جعفر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ زیب جعفر ایم پی اے ڈبلیو۔298 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"It is to state that I had been on foreign visit due to some essential domestic engagement and recently I could not

attend the Assembly session from 10th to 21st June, 2011.

It is requested for the leave."

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

الحاج محمد الیاس چنیوٹی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست الحاج محمد الیاس چنیوٹی ایم پی اے، پی پی۔73 کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

"گزارش ہے کہ بندہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے مورخہ 11۔ مئی 2011 سے یکم جون 2011 تک سعودی عرب کے سفر پر رہا۔ اس عرصہ کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

محترمہ نفیسہ امین

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ نفیسہ امین ایم پی اے ڈبلیو۔301 کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

"گزارش ہے کہ بوجہ ضروری کام سیشن میں حاضر نہیں ہو سکی۔ مہربانی فرما کر 10،13،14۔ جون 2011 کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

میاں محمد رفیق

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں محمد رفیق ایم پی اے پی پی۔90 کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

"گزارش ہے کہ آج میری ایک sister in law کی شوکت خانم ہسپتال میں investigation کی appointment تھی ایک بجے فارغ ہوکر زیر دستخطی اسمبلی پہنچا تو تقریباً ڈیڑھ بجے اجلاس ملتوی ہو گیا تھا۔ لہذا اس یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

محترمہ لیلیٰ مقدس

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ لیلیٰ مقدس ایم پی اے، ڈبلیو-322 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"With due respect it is stated that I could not attend the Assembly session on following dates 13,14,15,20,21, 22 June 2011. Kindly grant me leave for these days. I shall be grateful. "

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، گوندل صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

MAJOR (RETD) ZULFIQAR ALI GONDAL: Sir, I want to ask Law Minister, what is the definition of encroachment? Because today in whole of Punjab, the civil administration

وہ ریڑھی بان کو تنگ کر رہے ہیں اور جو actually encroachment ہوئی ہے وہاں پر کوئی نہیں جا رہا ہے بلکہ جتنے بھی دہاڑی کمانے والے مزدور ہیں ان پر انہوں نے سختی کی ہوئی ہے ان کو جو پیسے دیتا ہے وہاں پر ان کو ریڑھی لگانے دیتے ہیں یا جب وہ شام کو اپنا کاروبار ختم کر کے ریڑھی کسی جگہ پر کھڑی کرتے ہیں تو وہ اس کی ریڑھی اٹھا کر لے جاتے ہیں اور پھر اس پر جرمانہ کرتے ہیں۔ مہربانی کر کے

لاء منسٹر صاحب بتائیں کہ what is the definition of encroachment اور کیا کیا چیزیں اس encroachment میں آتی ہیں؟ یہ ریڑھی بان جو روزانہ کی روزی کماتے ہیں ان کے لئے کوئی بندوبست کیا جائے اور ان کے لئے کوئی جگہ designate کی جائے جہاں پر یہ لوگ اپنے بچوں کے لئے روزی روٹی کما سکیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی۔ رانا صاحب! آپ سے پوچھ رہے ہیں کہ What do you mean by encroachment? آپ ذرا ان کو encroachment کے بارے میں سمجھا دیں۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! اگر اس سلسلے میں specific violence کسی جگہ پر ہوئی ہے تو کرنل صاحب مجھے زبانی یا تحریری طور پر جو طریق کار ہے اس کے مطابق کوئی تحریر جمع کرا دیں۔ اگر کسی جگہ پر District administration نے تجاوز کیا ہے تو اس معاملے کو resolve کرا دیا جائے گا۔ باقی encroachment کا مطلب encroachment ہی ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ یہ procedures میں نہ پڑیں۔ تحریک التوائے کار بھی آ جائے گی۔ But that will be in next session. We should talk to the people اور وہاں پر لوگوں سے کہیں اور اس پر فوری آرڈر کریں کیونکہ وہ لوگ ان کو جو تنگ کر رہے ہیں کم از کم وہ نہ کریں۔

جناب سپیکر: چلیں! انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے جو کر سکتے ہیں وہ کریں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: اگر تھوڑا سا مجھے آپ پڑھنے دیتے تو آپ کے لئے بھی آسانی ہوتی اور میرے لئے بھی آسانی ہوتی لیکن آگے آپ کی مرضی ہے کیونکہ آپ لیڈر آف دی اپوزیشن ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

سرکاری کارروائی

بحث

ضمنی مطالبات زر بابت سال 11-2010 پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 مطالبہ زر پر بحث اور رائے شماری" اب ہم ضمنی بجٹ بابت سال 11-2010 مطالبات زر زیر غور لاتے ہیں۔ سال 11-2010 کے ضمنی بجٹ مطالبات زر کی تعداد 41 ہے۔ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ ان 41 مطالبات زر میں سے تین مطالبات زر میں حسب ذیل ترتیب سے cut motions پیش کی جائیں گی۔ مطالبہ نمبر 18 "ریلیف"، مطالبہ نمبر 8 "پولیس" اور مطالبہ نمبر 21 "متفرقات"، cut motion کے ذریعے ضمنی مطالبات زر پر کارروائی 1:00 بجے تک جاری رہے گی باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 144 کے تحت گلوٹین کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔

راجہ صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر تھے اور اس کے بعد میں وزیر خزانہ کو کہوں گا کہ وہ مطالبہ نمبر 18 پیش کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ جانتے ہیں کہ پرسوں آزاد کشمیر میں الیکشن ہوئے اور اس الیکشن میں آزاد کشمیر کی عوام نے ایک دفعہ پھر جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید کا جو منشور ہے اس کے حق میں فیصلہ دیا، پاکستان پیپلز پارٹی واضح اکثریت سے کشمیر میں کامیاب ہوئی اور مسلم لیگ (ن) کو بری طرح کشمیر کی عوام نے reject کیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، ان کی بات سُنی جائے۔ پھر آپ جواب دیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ انتہائی زیادتی ہے۔ اگر اب راجہ صاحب کی بات پر کسی آدمی نے ان کو تنگ کرنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہو گا۔ (شور وغل)

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں، یہ میرا کام ہے میں خود کروں گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان کو تمیز ہی نہیں ہے کہ جب کوئی آدمی بات کر رہا ہو تو کیسے سُنتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، میں خود کروں گا۔ آپ مہربانی کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: ان میں بات سُننے کا حوصلہ ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وہ سُنتے ہیں، وہ بات سُنیں گے۔ آپ ان کی بات سُنیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان کا اپنا کوئی vision ہی نہیں ہے۔ کوئی آدمی بات کر رہا ہوتا ہے تو یہ اسے interrupt کرتے ہیں۔

چودھری سرفراز افضل: جناب سپیکر! ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کرایا جائے، ان کو Rules and Regulations کے مطابق بات کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، اُن کو پتا ہونا چاہئے، آپ کو بھی پتا ہونا چاہئے۔ Rules and Regulations آپ سب کے پاس ہیں، آپ پڑھ سکتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! کشمیر کے عوام نے۔۔۔(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: Order please. No interruption.

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میاں نواز شریف صاحب نے کشمیر میں کافی جلسے کئے اور انہیں پوری اُمید تھی۔۔۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: میاں نواز شریف زندہ باد۔

جناب سپیکر: مہربانی کریں، مناسب نہیں ہے۔ میں آپ کو بار بار کہہ رہا ہوں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! ان کو سزا دی جائے۔

جناب سپیکر: آپ خاموش رہیں، ان کو بات کرنے دی جائے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): انہیں پوری اُمید تھی کہ اس الیکشن سے جو رزلٹ آئے گا اس سے آئندہ پاکستان کی جو سیاست ہے اس میں مسلم لیگ (ن) کا قد بڑھے گا اور مستقبل میں میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم کے لئے شاید اس ملک میں منتخب ہو سکیں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): مسلم لیگ (ن) کا قد بڑھا ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): لیکن کشمیر کے نتیجے کے بعد مسلم لیگ (ن) کی چارپائی اُلٹ گئی ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے
"دھاندلی، دھاندلی" اور "جئے بھٹو، جئے بھٹو" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: ان کی بھی سُنیں۔ آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ سُننے کا حوصلہ پیدا کیجئے اور اس کا جواب آپ طریقے سے دیں۔ یہ کوئی بات نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): مسلم لیگ (ن) کی جو اُمیدیں تھیں ان پر پانی پھر گیا اور۔۔۔

جناب سپیکر: یہ ٹیلیفون کن کا ہے؟ بند کریں۔

معزز ممبران حزب اقتدار: راجہ صاحب کا ہے، راجہ صاحب کا اپنا موبائل ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): اب مسلم لیگ (ن) کو اندھیرا ہی اندھیرا نظر آرہا ہے اور انہوں نے اس پریشانی میں بولنا ہی بولنا ہے اور تھوڑے دِنوں تک یہ چیخیں گے۔ ابھی ان کو پہلا trailer نظر آیا ہے، ابھی ان کو اور بڑے trailers نظر آنے ہیں پھر یہ چیخیں ماریں گے اور یہ [***] بھاگیں گے جو آج مسلم لیگ (ن) کے بہت متوالے بنتے ہیں یہ ہمارے پیچھے پیچھے ہوں گے۔

جناب سپیکر: دیکھیں آپ کچھ خیال کریں۔ کسی معزز ممبر کو آپ ایسے نہ پکاریں، آپ کی مہربانی۔ میں آپ سے request کرتا ہوں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! [*****] میں ان کو [***] کیوں نہ کہوں؟

جناب سپیکر: آپ بھی میرے لئے معزز ہیں وہ بھی میرے لئے معزز ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں معذرت چاہتا ہوں جو سائیکل کے نشان پر جیتے ہیں اور جنہوں نے اپنی ہمدردیاں لالچ، خوف اور مفاد کے لئے بدلی ہیں میں ان کو [***] کہوں گا۔ رانا ثناء اللہ بھی ان کو [***] کہے گا کیونکہ میں نے اور انہوں نے مل کر یہاں پر بیٹھ کر جنہوں نے ہمدردیاں بدلی ہیں ان کو [***] کہا ہے۔ آج بھی رانا ثناء اللہ ان کو [***] کہے گا اور میں بھی کہوں گا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے
"کل بھی [***] تھا، آج بھی [***] ہے" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: مناسب نہیں ہے، آپ interruption نہ کریں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "[*****]" نعرہ بازی)

جناب سپیکر: مہربانی کریں۔ جی، آپ جلدی بات کریں پلیز۔

---

* بحکم جناب سپیکر صفحہ نمبر 1103 الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: یہ لیلیٰ مقدس کو کیا کہیں گے، [********]؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

خواجہ محمد اسلام: انہوں نے [***] خریدنے کی بہت کوشش کی تھی مگر ان کی طرف کوئی آیا ہی نہیں۔ (شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ پریشانی کے عالم میں ہیں اور آزاد کشمیر کے الیکشن میں ان کو جو شکست ہوئی ہے [**********] یہ بوکھلاہٹ میں اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں۔۔۔

حاجی ذوالفقار علی: دھاندلی ہوئی ہے، سب جعلی ووٹ تھے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! لاہور میں صرف سات پولنگ سٹیشن تھے اور پوری پنجاب حکومت لاہور کے سات پولنگ سٹیشن کنٹرول نہیں کر سکی اور سازش کے تحت یہاں پولنگ سٹیشن پر مسلم لیگ (ن) کے۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرہ بازی)

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! غیر پارلیمانی الفاظ کارروائی سے حذف کرائے جائیں۔

جناب سپیکر: جی، غیر پارلیمانی الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: حضرت! آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی، ان کو بات کرنے دیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے
"دیکھو دیکھو کون آیا۔ لوٹا آیا، لوٹا آیا" کی نعرہ بازی)

راجہ صاحب! میرے خیال میں جو بات ہو گئی بہت ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جب نیشنل اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر بات کرتے ہیں تو کوئی مداخلت نہیں کرتا، یہ ہاؤس کا decorum ہے۔ وہ اپنی turn پر ضرور جواب دیں۔ اپوزیشن لیڈر بات کر رہے ہیں ان کی بات کو سُنا جائے۔

جناب سپیکر: جی، انہوں نے سُن لیا ہے، مہربانی۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ابھی تو میں بات کر رہا تھا۔

جناب سپیکر: ابھی آپ نے کوئی اور بات کرنی ہے؟ یہ مطالبات زر آپ کے ہی ہیں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): ہم نے آپ سے کہا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ تعاون کریں گے اور ہم نے بھی اس کو support کرنا ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں، ان کو بات کرنے دیں۔ ابھی میں نے آپ کو floor نہیں دیا، آپ کی مہربانی۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! آپ floor دیتے ہی نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! جو بات کرنی ہے۔ جلدی جلدی کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ حکم کریں تو میں بات نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: جی، آپ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اگر آپ حکم کریں کہ آپ بات نہ کریں تو میں بات نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ بات کریں جو relevant بات ہے وہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ جو رزلٹ ہے اور جس طرح پنجاب میں دھاندلی کی گئی ہے اور مسلم لیگ (ن) کو جو شکست ہوئی ہے، یہ آج میری بات لکھ لیں کہ پنجاب میں یہ شکست انشاء اللہ، جس طرح یہ بے چارے حکومت چلا رہے ہیں، مجھے دُکھ لگتا ہے۔ وہ ڈاکٹر توقیر گیٹ پر

کھڑا ہے اور ان کی اوقات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی مجھے ابھی باہر جا کر دکھائے وہ گیٹ پر کھڑا ہوا ہے۔ وہ 19 گریڈ کا آدمی اور یہ منتخب نمائندے۔ ان منتخب نمائندوں کو روکنے کے لئے ایک 19 گریڈ کا آدمی گیٹ پر کھڑا ہے۔ ظلم دیکھیں اور مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ان کو کس طرح شرم آئے گی؟

جناب سپیکر: ہر آدمی کو اپنی اپنی ڈیوٹی کرنی چاہئے، یہ کون سی بات ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ان کی اوقات یہ ہے کہ ایک 19 گریڈ کا آدمی چاہے تو یہ اسمبلی سے باہر جا سکتے ہیں اور چاہے تو نہیں جا سکتے۔ (شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر، آرڈر، آرڈر پلیز۔ ان کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جس طرح کشمیر میں ان کی منجی اُلٹی کی ہے انشاء اللہ پنجاب میں بھی ان کی منجی اُلٹی کریں گے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی، جو آپ کر سکتے ہیں وہ کریں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! مجھے ایک منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: مجھے ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔

جناب جاوید حسن گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میرے بھائی راجہ ریاض صاحب گفتگو فرما رہے تھے لیکن میں on the floor of the House ایک چیز عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آزاد کشمیر کے اندر پیپلز پارٹی الیکشن نہیں جیتی ہے۔

جناب جاوید حسن گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں، میں نے ان کو floor دیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ بات کرنے کے لئے کھڑے ہیں ان کو بات کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: میں نے ان کو floor دیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ زیادتی ہے۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے ان کو floor دیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہیں بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر: نہیں، میں ایسے بات نہیں کرنے دوں گا۔ آپ ایسی بات نہ کریں۔ (قطع کلامیاں)

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! پیپلز پارٹی الیکشن نہیں جیتی۔ فیڈرل گورنمنٹ نے طاقت اور دھاندلی کے ذریعے یہ ایک ڈرامہ کیا ہے اگر میں ایک حلقہ سے شروع کروں۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہوں نے پہلے پوائنٹ آف آرڈر مانگا ہے، ان کو بات کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی جا رہی؟ انہیں بات کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اگر ایسے کریں گے تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ہمارا ممبر کھڑا ہے اس کو بات کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسے نہیں۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! ایک منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! LA-27 آزاد کشمیر کا ایک حلقہ ہے، ایک حلقہ کے اندر فیڈرل گورنمنٹ نے سات ہزار جعلی ووٹ بنائے نادرا کی گاڑی ایک ایک گاؤں میں گئی ہے۔ سات ہزار ووٹ LA-27 کے ایک حلقے میں بنوائے۔ جعلی vote cast کرا کر یہ کہتے ہیں کہ ہم جیت گئے ہیں۔ ان چیزوں کو ایسے گڈمڈ نہ کریں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف سید حسن مرتضیٰ، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، رائے محمد اسلم خان، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ) کھڑے ہو گئے اور احتجاج کرنے لگے کہ جناب جاوید حسن گجر کو بات کرنے کا موقع دیا جائے)

جناب سپیکر: مجھے ہیڈفون دیں، میں نے آپ کو اجازت نہیں دی ہے۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): یہ جیتیں ہیں تو یہ اس illegal activity میں involved ہیں یہ بھول جائیں کہ پاکستان کے اندر، آزاد کشمیر کے اندر پیپلز پارٹی کا آنے والے ٹائم میں کوئی وجود برقرار رہے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! بہت اہم بات ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، This is no way. آپ ان کی بات سُنیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔

MR SPEAKER: No point of order, both sides no point of order.

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! ان کو پتا ہونا چاہئے کہ وفاقی حکومت کی انتخابات میں دھاندلی کی وجہ سے گورنر سندھ نے ان کے خلاف استعفیٰ دے دیا ہے کہ انہوں نے سر عام دھاندلی کی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان کو سمجھائیں کہ یہ وہ الفاظ استعمال کریں جو ان کے لئے بہتر ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ دھاندلی سے جیتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ مجھے مطالبات پڑھنے دیں۔ (قطع کلامیاں) رانا صاحب کا mike بند کریں، مہربانی کریں۔ اب میں وزیر خزانہ سے کہتا ہوں کہ وہ مطالبہ زر نمبر18 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر18

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:-

"ایک ضمنی رقم جو 7-ارب 22 کروڑ 48 لاکھ 95 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ریلیف" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو7۔ارب22کروڑ48لاکھ95ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"ریلیف"برداشت کرنا پڑیں گے۔"

اس میں cut motion مندرجہ ذیل افراد کی طرف سے مخالفت ہوئی ہے۔لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، راجہ طارق کیانی، جناب شاہان ملک، رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا، رائے محمد شاہجہان خان، جناب قاسم ضیاء ڈاکٹر اسد معظم ،سید حسن مرتضیٰ، حاجی محمد اسحاق، محترمہ نیلم جبار چودھری، چودھری محمد طارق گجر، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب تنویر اشرف کائرہ، جناب آصف بشیر بھاگٹ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، چودھری طاہر محمود ہندلی(ایڈووکیٹ)، جناب تنویر الاسلام، جناب فاروق یوسف گھرکی، جناب شاہجہان احمد بھٹی، رائے محمد اسلم خان، سردار محمد حسین ڈوگر، جناب امجد علی میو، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، ملک محمد عامر ڈوگر، سید ناظم حسین شاہ، جناب احمد حسین ڈیہر، ڈاکٹر محمد اختر ملک، سید احمد مجتبیٰ گیلانی، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب محمد حفیظ اختر چودھری، جناب شہزاد سعید چیمہ، سردار خالد سلیم بھٹی، ملک نوشیر خان لنگڑیال، سردار اطہر حسن خان گورچانی، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، جناب افتخار علی کھیتران، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب شاہ رخ ملک، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، میاں محمد علی لالیکا، چودھری شوکت محمود بسراء(ایڈووکیٹ)، کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد، مخدوم محمد ارتضیٰ، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ نرگس فیض ملک، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ساجدہ میر، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فائزہ احمد ملک، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، جناب پرویز رفیق ،چودھری ظہیر الدین خان، چودھری عامر سلطان چیمہ ،جناب محمد محسن خان لغاری، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، جناب خرم نواب ،ملک اقبال احمد لنگڑیال ،جناب خالد جاوید اصغر گھرال، کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب منور حسین منج، جناب محمد یار ہراج، جناب طاہر اقبال چودھری، میاں شفیع محمد، سردار

عامر طلال گوپانگ، ڈاکٹر محمد افضل، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر، سیدہ ماجدہ زیدی، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ انبساط حامد، محترمہ زوبیہ رباب ملک، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد اور انجینئر شہزاد الٰہی کی طرف سے ہے۔ جی، پیش کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ایک منٹ کے لئے میں گزارش کروں گا۔ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ہمارے لئے انتہائی قابل احترام ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس وقت حکومتی ممبران کی تعداد 93 کے قریب ہے۔ بے شک ہم نے آپ کو support کرنا ہے لیکن اس وقت بھی آپ گنتی کرا لیں موجود حکومتی ممبران کی تعداد 93 سے زیادہ نہیں ہے۔ جو لوگ نہیں آئے اس بارے میں انہیں سوچنا چاہئے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اتنے ٹیلی فون اور سختی کے بعد بھی لوگ کیوں نہیں آرہے؟ یہ حکومت کے لئے لمحہ فکریہ ہے، میں صرف اس کی نشاندہی کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی بات مجھے تو سمجھ نہیں آئی۔ چودھری عامر سلطان چیمہ!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"7۔ارب 22 کروڑ 48 لاکھ 95 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 18 ریلیف کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:۔

"7۔ارب 22 کروڑ 48 لاکھ 95 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 18 ریلیف کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): I oppose it.

جناب سپیکر: چیمہ صاحب!

چودھری عامر سلطان چیمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! سپلیمنٹری بجٹ کو اگر دیکھا جائے تو حکومت کی ناکامیوں کا ایک ثبوت ہوتا ہے۔ جب سالانہ بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو اس میں حکومت کے تمام محکمہ جات سے ان کی plannings لی جاتی ہیں لیکن پورا سال اس پر عمل نہ کرنا اور اس کے بعد

ضمنی بجٹ کا پیش کر دینا اس سے حکومت کی ان ناکامیوں اور خامیوں کی نشاندہی ہوتی ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ حکومت کی mismanagement ہے۔ حکومت کی proper planning نہیں ہے اور حکومت کے پاس کوئی ایسا manager بھی نہیں ہے جو اس کی حکمت عملی کو بہتر بنا کر سالانہ بجٹ پیش کر سکے۔ یہ رقم جو ریلیف کی مد میں رکھی گئی ہے اگر دیکھا جائے تو اس مد میں 11-2010 کے سالانہ بجٹ میں صرف 2کروڑ 59لاکھ 72ہزار روپے رکھے گئے تھے۔ جب ضمنی بجٹ پیش ہوا تو پتا چلا کہ 7۔ارب 22کروڑ 48لاکھ 95ہزار روپے کی رقم انہوں نے خرچ کی ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خاصی بڑی رقم ریلیف کی مد میں دی گئی۔ یہ ضرور ہے کہ بسلسلہ flood رقم خرچ کی گئی لیکن اس سے پہلے محکمہ موسمیات اور MET Division نے یہ پیشین گوئی کی تھی اور یہ واضح کیا گیا تھا کہ اس سال flood آئیں گے۔ حکومتوں کو اس کی properly اور timely planning کرنی چاہئے تھی لیکن اس کی proper planning نہیں کی گئی، جلد بازی میں سالانہ بجٹ میں کٹوتیاں لگائی گئیں جس سے سالانہ بجٹ کی شکل ہی بگڑ گئی۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام جس میں بڑے دعوے کئے گئے تھے کہ یہ بڑا بھاری ADP ہے اس کو کم کر دیا گیا اور اس پر cut لگا دیا گیا۔ اس سال بھی انہوں نے اس مد میں کوئی رقم نہیں رکھی، اگلے سال کا جب ضمنی بجٹ آئے گا اس وقت بھی ان کی یہی planning نظر آئے گی اور ان کے قول و فعل میں اسی طرح تضاد نظر آئے گا۔ میری ان سے یہی گزارش ہے کہ اس کو غور سے دیکھیں کم از کم اپنی management کو بہتر کر لیں۔ ایسے managers رکھیں جو ان کو بہتر guide کریں تاکہ صوبے میں financial crisis نہ آئیں۔ دیکھا جائے تو 6۔ارب 9کروڑ 23لاکھ روپے متاثرین سیلاب کو دیا گیا لیکن ان لوگوں کو بھی مکمل ریلیف نہیں مل سکا۔ راجن پور کے متاثرین سیلاب کے لئے 15کروڑ روپے رکھے گئے جو کہ بہت کم تھے جس کی وجہ سے وہاں پر بھی لوگوں کو مکمل ریلیف نہیں مل سکا اور لوگ روٹی کو بھی ترستے رہے۔ حکومت پنجاب نے اپنے DOR کے ذریعے، پٹواریوں کے ذریعے یہ چیزیں تقسیم کیں اور جو رقم ان سے بچی وہ اپنے کارکنان مسلم لیگ (ن) کے ذریعے متاثرین کو دی گئی یہاں تک کہ جلد بازی میں 42کروڑ روپے سے ٹینٹوں کی خریداری کی گئی ان کی مہنگی quotations لی گئیں اور وہ بازار سے مہنگے خریدے گئے- میڈیا پر بھی اس کی ساری عکس بندی ہوئی ہے کہ وہاں پر متاثرین کو ٹینٹ تک نہیں مل سکے، انہیں اور ان کے بچوں کو مجبوراً گرمیوں میں دھوپ میں اور سردیوں میں کھلے آسمان کے نیچے رہنا پڑا- محکمہ ریونیو کا مکمل قبضہ رہا اور وہ اپنی من مانی کرتا رہا اس وجہ سے لوگوں کو مکمل ریلیف نہ مل سکا -ان سے تو کچھ NGOs اور وفاقی حکومت نے بہتر ریلیف دیا،

انہیں بیرونی امداد بھی ملی لیکن اس کا کہیں بھی تذکرہ نہیں ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نے یہ رقم mismanage کی اور اسے صحیح معنوں میں حقدار تک نہیں پہنچایا جا سکا۔اگر دیکھا جائے تو اشتہارات اور پبلسٹی کی مد میں ایک کروڑ65لاکھ روپیہ خرچ کر دیا گیا۔یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ اپنی دکان کی مشہوری کی جاتی رہی
اور اس پر ایک کروڑ65لاکھ روپیہ اشتہارات کی مد میں دیا گیا اور لوگوں کو بتایا گیا کہ ہم یہ جا رہے ہیں، ہیلی کاپٹر کا استعمال کیا گیا اور جگہ جگہ اپنی دکانداری بنائی گئی، میڈیا میں بھی خادم اعلیٰ اپنے آپ کو برملا دکھاتے رہے کہ شاید ہم بہت زیادہ ریلیف پہنچا رہے ہیں لیکن دیکھا جائے تو عوام کو ان کی بجائے NGOs سے زیادہ بہتر ریلیف ملا اور انہوں نے حکومت پنجاب سے کہیں بہتر کام کیا۔

جناب سپیکر!اگر ان کی اتنی ہی بہتری ہے تو ایک سال ہونے کو ہے لیکن ابھی تک انہوں نے لوگوں کو مکمل ریلیف نہیں دیا،آج بھی لوگ سکولوں میں پناہ لئے بیٹھے ہیں، لاکھوں بچے آج بھی اپنے گھروں سے بے گھر ہیں اور ان کے گھر تک تعمیر نہیں کئے گئے۔اخبارات اور میڈیا میں تشہیر کی گئی کہ ماڈل ویلج بنایا گیا لیکن اس کی کوئی چیز واضح نہیں آئی یہاں تک کہ اس کی services کے لئے دو کروڑ 16لاکھ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی لیکن ماڈل ویلج کا جو تاثر تھا اور جو وجود آنا چاہئے تھا وہ نہ آ سکا۔انہوں نے ایک ضلع میں ماڈل ویلج بنا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ہم نے پورے پنجاب میں فلڈ سے متاثرین کو ریلیف دے دیا ہے جبکہ متاثرین تو کئی گنا زیادہ تھے اور کئی گنا لوگ ابھی بھی ترس رہے ہیں اور کھلے آسمان تلے حکومت پنجاب کے رحم وکرم پر ہیں۔میری یہی گزارش ہے کہ یہ سارا کچھ مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے آئندہ کے سیلاب کے لئے کوئی پلاننگ کی ؟ لیکن اس کا جواب بھی نفی میں ہے۔اسی طرح انہوں نے رمضان پیکج کے لئے 26کروڑ20لاکھ روپے رکھے،27لاکھ 91ہزار روپے سیلاب متاثرین کو عید پیکج دیا گیا جبکہ یہ ساری رقم ذاتی تشہیر اور آنے جانے میں خرچ کی گئی۔اگر پنجاب کی آبادی کے حوالے سے دیکھا جائے اور اس آبادی کا تناسب لگایا جائے تو رمضان پیکج کے لئے جو 26کروڑ20لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے کیا یہ ان کے لئے کافی ہے اور کیا یہ بہت کم رقم نہیں ہے ؟

جناب سپیکر!انہوں نے لوگوں تک معلومات پہنچانے کے لئے جو پنجاب انفارمیشن سسٹم بنایا ہے اس کے لئے data collect کیا اور ایک اتھارٹی بنائی اور اس اتھارٹی کو ایک کروڑ50لاکھ 92ہزار روپے کی گرانٹ دے دی جبکہ اس اتھارٹی نے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا، کوئی information highlight نہیں ہوئی یہاں تک کہ اس اتھارٹی کا کوئی کردار سامنے نہیں آیا۔وہاں پر تمام تقرریاں سیاسی

بنیادوں پر کی گئیں اور میرٹ کی دھجیاں بکھیری گئیں۔اسی طرح بڑے بڑے لوگوں نے اپنی زمینیں بچانے کے لئے بند توڑے لیکن ان کے خلاف کوئی action نہیں لیا گیا یہاں تک کہ ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ نے جو کمیشن مقرر کئے تھے ان کی رپورٹ آج تک اس ایوان میں پیش نہیں کی گئی جبکہ اس میں چند وہ تراشے اخبارات کو دے دیئے گئے جن میں حکومت کو اپنی بہتری نظر آتی تھی لیکن جو خامیاں تھیں انہیں منظر عام پر نہیں لایا گیا۔اسی طرح مظفر گڑھ میں دار بند کی مرمت میں جو خامیاں دیکھی گئیں ان پر بھی کوئی واضح اقدامات کئے گئے اور نہ ہی اس میں ملوث محکمہ اریگیشن کے سٹاف کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا۔ان لوگوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر مناسب وقت پر بندوں کی مرمت نہیں کی اور لوگوں کی ذاتی زمینیں بچانے کے لئے جو کردار ادا کیا ان افسران کو بھی کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی اقدامات نہیں کئے گئے جبکہ غریب کی کھڑی فصل تباہ ہوئی صرف چند لوگوں کو بیج اور اناج دیا تاکہ وہ آئندہ فصل کاشت کر لیں لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ ہوا اور نہ ہی اس کے جانی اور مالی نقصان کا حساب لگایا گیا ہے۔اصولی طور پر تو اس کا آڈٹ ہونا چاہئے تھا اور neutral bodies کو اس کا آڈٹ کرنا چاہئے تھا اور وہ آڈٹ رپورٹ اس ایوان میں آنی چاہئے تھی تاکہ پتا چلتا کہ انہوں نے ضمنی بجٹ میں جو اتنی کثیر رقم خرچ کی ہے واقعی اس رقم کی ضرورت تھی اور اس رقم سے ایک غریب کو ریلیف ملنا تھا وہ ملا ہے یا نہیں اور حکومت پنجاب نے اس رقم سے ایک غریب آدمی، غریب کسان اور فلڈ متاثرین تک کتنا ریلیف پہنچایا ہے لیکن ایسا کوئی آڈٹ نہیں کیا گیا، کوئی ایسی آڈٹ رپورٹ سامنے آئی ہے اور نہ ہی کسی third party کو involve کرکے اس کی evolution کی گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہی گزارش کروں گا کہ یہی facts and figures ہیں جو میں نے آپ کے سامنے رکھے ہیں لہذا مجھے امید ہے کہ میری کٹوتی کی اس تحریک کو منظور فرمایا جائے گا اور میں نے جو گزارشات کی ہیں اس کے جواب میں آئندہ کے لئے بہتر حکمت عملی بنائی جائے گی تاکہ متاثرین سیلاب کی احسن طریقے سے مدد کی جا سکے، صحیح معنوں میں monitoring ہو سکے اور انہوں نے ان کو ریلیف دینے کے لئے جو authorities بنا رکھی ہیں انہیں صحیح معنوں میں کام میں لایا جائے نہ کہ وہ اپنے سیاسی مقاصد پورا کرتی رہیں۔شکریہ

جناب سپیکر: جی، آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔جناب سپیکر!

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

جناب سپیکر: اللہ خیر کرے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اب پھر برسات کا موسم ہے اور جیسا کہ میرے بھائی عامر سلطان چیمہ صاحب نے اس پر بڑی detail میں گفتگو کرتے ہوئے اس چیز پر زور دیا ہے کہ کوئی کمیشن نہیں، کوئی انکوائری نہیں ہے، وہاں پر جو بند توڑے گئے ان کے لئے کیا کیا، لوگوں نے اپنی properties بچانے کے لئے غریبوں کی بستیاں ڈبو دیں لیکن اس کی ابھی تک کوئی رپورٹ یا کوئی انکوائری سامنے نہیں آئی۔ مستقبل میں پھر خطرہ ہے کہ سیلاب آ سکتا ہے اور سیلاب کی تباہ کاریاں پہلے سے زیادہ ہو سکتی ہیں لیکن ہماری آنکھوں کے سامنے کوئی detail نہیں ہے کہ اس سلسلے میں کیا حفاظتی اقدامات کئے جا رہے ہیں، شہروں کو بچانے کے لئے کوئی حفاظتی پشتے تعمیر کئے جا رہے ہیں اور غریبوں کی بستیاں بچانے کے لئے کوئی اقدامات ہوئے ہیں؟ پھر سے وہی ہو گا جو پہلے ہوا ہے کہ پھر لوگوں کی بستیاں ڈبو دی جائیں گی، پھر ان کی زندگی کی تمام جمع پونجی سیلاب کی نذر ہو جائے گی اور سکون سے بیٹھے ہوئے حکمران آخر میں جا کر ریلیف کے نام پر ضمنی بجٹ میں اپنے مطالبات زر پیش کر دیں گے۔ میں ایسے مطالبات زر کو بالکل سو فیصد مسترد کرتی ہوں جن کے خرچ کرنے کی کوئی وجہ کوئی تفصیل، کوئی proper system اور نہ ہی اس کے لئے کوئی کمیشن ہے۔ اس پر کمیشن ترتیب دینا چاہئے تھا۔ لاء منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ ہم اس کی رپورٹ اسمبلی میں پیش کریں گے لیکن ابھی تک کوئی رپورٹ سامنے نہیں آئی اب اجلاس بھی ختم ہونے کو ہے اور اوپر سے یہ بھی شنید ہے کہ کسی بھی وقت سیلاب کے سلسلے میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔

محترمہ آصفہ فاروقی: جناب سپیکر! میں بھی ریلیف کی اس کٹوتی پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! فرمائیں۔

محترمہ آصفہ فاروقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! ریلیف ورک خواہ فلڈ کا ہو یا کسی اور آسمانی آفت کا ہو وہ انسانی بنیادوں پر ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی شروع میں تو یہی سمجھا گیا کہ یہ pure انسانی بنیادوں پر ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ فلاں محلہ میں کون سی پارٹی کی majority ہے یا فلاں محلہ جو غرق ہو گیا ہے یا فلاں شہر جو بالکل ڈوب گیا ہے اس نے ہمیں ووٹ دیئے تھے یا نہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ آصفہ فاروقی صاحبہ! آپ کا نام اس cut motion میں نہیں ہے لیکن میں اپنی طرف سے آپ کو وقت دے رہا ہوں۔ آپ کو وقت دینے کے لئے rules relax کئے جاتے ہیں۔

محترمہ آصفہ فاروقی: جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی۔ یہ آپ کی شفقت ہے کہ آپ مجھے سُن رہے ہیں۔ میں یہاں پر اس ملک اور صوبے کی بھلائی کی بات کروں گی اور کوئی ایسی بات نہیں ہوگی کہ جس سے کسی کو رنج پہنچے۔

جناب سپیکر: جی، میں نے آپ کو اجازت دی ہے آپ فرمائیں!

محترمہ آصفہ فاروقی: جناب سپیکر! سیلاب دوسرے ملکوں میں بھی آتے ہیں۔ ہم چین ہر دوسرے روز گئے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہاں کا دریا "Yangsi" ہر سال بہت زیادہ تباہی مچاتا تھا۔ چین والے تنگ آ گئے تھے مگر پھر انہوں نے عہد کیا کہ دریا "Yangsi" کے آگے بند باندھا جائے تاکہ یہ اس صوبے کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ انہوں نے ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ دریا "Yangsi" عوامی بند کے آگے مجبور ہو گیا اور تباہی نہ مچا سکا۔ ہمیں بھی چین کی حکومت اور ان کی متعلقہ وزرات سے یہ پوچھنا چاہئے کہ آپ نے ان حالات پر کیسے قابو پایا؟ وہ ہمارا دوست ملک ہے اور ہماری مدد ضرور کرے گا۔ وہ ہمیں انجینئرز اور مشینری مہیا کر سکتا ہے جس کی وجہ سے ہم سیلاب کی تباہ کاریوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! relief work کے بعد بحالی کا کام شروع ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے غریب اور اَن پڑھ خاندان جنہیں شعور نہیں تھا وہ کوئی مالی امداد لے سکے اور نہ ہی انہیں گھروں کی چابیاں مل سکیں۔ ان کے نقصانات کی تلافی ہوئی اور نہ ہی ان کا مالیہ، لگان اور کوئی دوسرا ٹیکس معاف ہوا۔ وہ اسی طرح پس رہے ہیں۔ میں خود بھی ایسے علاقے سے تعلق رکھتی ہوں کہ جہاں پر دو دریا چناب اور جہلم آکر ملتے ہیں۔ ہمارے علاقے میں بھی سیلاب کی وجہ سے ہر سال بہت تباہی ہوتی ہے۔ پچھلے سال جب مون سون کے موسم میں دریاؤں نے تباہی مچائی تو میرے ضلع میں بھی اسی طرح تباہی ہوئی ہے۔ 1973 میں بھی ایک بہت زبردست سیلاب آیا تھا مگر اس وقت کے وزیراعلیٰ پنجاب، وزیراعظم پاکستان اور صدر پاکستان کے شب و روز ان سیلاب متاثرین کی بحالی کے لئے ہیلی کاپٹرز میں ہی گزر رہے تھے۔ جہاں پر اس ناگہانی آفت نے تباہی مچائی تھی وہ فوراً ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچ جاتے اور ریلیف اور بحالی کا کام اپنی نگرانی میں کراتے تھے۔ آج بھی جب کوئی ہیلی کاپٹر آتا ہے تو غریب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ذوالفقار علی بھٹو یا اس کی شہید بیٹی آ گئی ہے اور وہ اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بیتاب ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ تو اپنے حصے کے زہر کے پیالے پی کر سُقراط کے

نقش قدم پر چل کر گڑھی خدا بخش کے قبرستانوں میں آرام فرما رہے ہیں۔ ان کی پارٹی کے ورکرز آج بھی انہی بنیادوں پر کام کرنا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ جو بھی حکومت آئے وہ یہ کہنے پر مجبور ہو کہ پیپلز پارٹی جب بھی آتی ہے تو عوام کی بھلائی اور فلاح و بہبود کے لئے ہی کام کرتی ہے۔

جناب سپیکر! میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ جہاں پر relief work ہوا ہے اس بارے میں ہمیں ہاؤس میں بتایا جائے۔ ہم ہر سال بجٹ پاس کر دیتے ہیں مگر ہمیں پتا نہیں چلتا کہ یہ بجٹ کہاں خرچ ہوا ہے، خرچ ہوا بھی ہے یا نہیں؟ اصل طریق کار یہ ہونا چاہئے کہ جس طرح بجٹ پیش کیا جاتا ہے اسی طرح یہ بھی بتایا جائے کہ پچھلے سال کے بجٹ کو ہم نے فلاں فلاں کاموں پر خرچ کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی بتایا جائے کہ آیا پورا بجٹ خرچ ہو گیا یا کچھ amount باقی بچی ہے اور اب ہم اس رقم کو فلاں اہم کاموں کے لئے استعمال کریں گے؟

جناب سپیکر! اب پھر مون سون کا موسم آ رہا ہے اس لئے سیلاب سے بچاؤ کے لئے ٹھوس قسم کے اقدامات اٹھائے جائیں۔ بند باندھے جا رہے ہیں لیکن خالی مٹی کی ٹرالیاں ڈالی جا رہی ہیں۔ یہ مٹی تو ایک بارش کے ریلے میں بہہ جائے گی۔ یہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ مضبوط قسم کے بند باندھے جائیں تاکہ انسانی جانوں کا اتنا نقصان نہ ہو سکے جتنا کہ پچھلے سال ہو چکا ہے۔ ہم نے ٹیلیویژن پر خود دیکھا ہے اور آپ نے بھی دیکھا ہو گا کہ پچھلے سال کس طرح لوگ اور جانور سیلاب کے پانی میں بہتے جا رہے تھے۔ اس مرتبہ حکومت نے اس نقصان سے بچنے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں؟ میں امید کرتی ہوں کہ اس بارے میں ہمیں ہاؤس میں بتایا جائے گا۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کٹوتی کی تحریک پر حزب اختلاف کے معزز ممبران نے جو اظہار خیال کیا ہے اس میں دو تین چیزیں انتہائی اہمیت کی حامل اور جواب طلب ہیں۔ کافی دنوں سے یہ بات ہو رہی تھی اور آج بھی اس کا حوالہ دیا گیا کہ مسٹر جسٹس منصور علی خان صاحب کی سربراہی میں جو Flood Commission مقرر ہوا تھا اس کی رپورٹ کو public نہیں کیا جا رہا۔ اس رپورٹ کے اوپر وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک ذیلی کمیٹی بنائی تھی۔ اس رپورٹ میں جن چیزوں کی نشاندہی کی گئی تھی ان تمام کے اوپر عملدرآمد کو اس سب کمیٹی نے ensure کیا ہے۔ اب اس سب کمیٹی نے اپنی رپورٹ وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں پیش کر دی ہے اور انہوں نے اس رپورٹ کو public کرنے کی منظوری بھی دے دی ہے۔ اس Flood Commission Report کو پنجاب

گورنمنٹ کی ویب سائٹ پر load کیا جا رہا ہے اور پھر اس سے سب لوگ استفادہ کر سکیں گے۔ محکمہ انفارمیشن کو یہ معاملہ کل refer ہو گیا تھا اور میرا خیال ہے کہ آج پنجاب گورنمنٹ کی ویب سائٹ پر یہ رپورٹ موجود ہو گی۔

جناب سپیکر! یہاں پر دوسری یہ بات ہوئی کہ صوبے کی financial management درست نہیں تھی اس لئے اضافی اخراجات ہوئے اور 25.613-ارب روپے کا ضمنی بجٹ پیش کرنا پڑا ہے۔ کاش! میرے معزز بھائیوں نے بجٹ کے documents کو دیکھا ہوتا اور ان کتابوں میں سے انہوں نے اس چیز کو observe کیا ہوتا کہ اس مالی سال میں پنجاب کا مالی discipline اتنا مثالی اور unprecedented رہا ہے کہ اس کی مثال نہ صرف مرکز بلکہ باقی صوبوں میں بھی نہیں ملتی۔ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ اس مالی discipline کی مثال گزشتہ سالوں میں بھی نہیں ملتی۔ اگر میرے معزز بھائی توجہ فرمائیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ بجٹ کے دو main components ہوتے ہیں۔ میں اس کو آسان زبان میں اس طرح سے بیان کروں گا کہ اس کا ایک حصہ development budget کا ہوتا ہے جو کہ ترقیاتی منصوبوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ان میں سے اکثر منصوبوں کی عوامی نمائندوں اور حکومت کی طرف سے نشاندہی کی جاتی ہے جبکہ دوسرے حصے کو non-development budget کہا جاتا ہے، جسے current expenditure بھی کہتے ہیں اور اس میں major component تنخواہوں کا ہوتا ہے اس لئے اُس میں تو کسی قسم کی کمی نہیں لائی جا سکتی یا پھر اُس میں کچھ ایسے اخراجات ہوتے ہیں جیسے کہ relief کی مد میں ہیں۔ پچھلے سال current expenditure کے لئے جو current budget تھا وہ 386.786-ارب روپے تھا اور 193.5-ارب روپے development budget تھا۔ آپ financial ability and financial control کا اندازہ کریں کہ پچھلے سال کا نظر ثانی شدہ بجٹ 387.575-ارب روپے ہے یعنی پورے سال میں صرف 700 ملین روپے کا فرق ہے اور یہ 25-ارب روپے relief اور دوسری چیزوں پر خرچ کرنا پڑا وہ current budget میں saving and adjustment کر کے پورا کیا گیا یعنی یہ ایسے نہیں ہے کہ 386-ارب روپے جو current budget تھا اُس میں یہ نہیں ہے کہ 25-ارب روپے جمع ہو کر وہ 411-ارب روپے ہو گیا ہو بلکہ اُن میں صرف 700 ملین روپے کا اضافہ ہوا۔ اس 25-ارب روپے کے خرچہ کو saving and better financial adjustment کر کے پورا کیا گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کا سہرا وزیر اعلیٰ پنجاب کی strict policy and financial team کے سربراہ فنانس سیکرٹری طارق باجوہ صاحب اور چیئرمین

(پی اینڈ ڈی) کے سر ہے کہ انہوں نے اس کو اس انداز سے manage کیا کہ اس میں 386۔ارب روپے کا جو current expenditure تھا وہ 387.575۔ارب روپے پر آکر ختم ہوا اور اس میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! یہاں پر جو relief کے متعلق اعتراضات کئے گئے ہیں میں اس کے facts and figures پڑھ دیتا ہوں اور یہ رقم جن جن چیزوں پر خرچ ہوئی ہے اُس میں، میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس رقم اور ان چیزوں کو مدنظر رکھا جائے تو اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔ Relief and Crisis Management Cell میں 3 کروڑ 34 لاکھ 61 ہزار روپے تنخواہوں پر خرچ ہوا ہے اور انتظامی امور پر 13 لاکھ 22 ہزار روپے خرچ ہوا ہے اور تمام معزز ممبران کو پتا ہے کہ گیارہ اضلاع میں یہ جتنی بڑی exercise ہوئی ہے اور یہ exercise ابھی بھی ہو رہی ہے تو اس میں ایک کروڑ روپے سے بھی کم رقم صرف انتظامی امور پر خرچ کی گئی ہے اور امدادی سرگرمیوں پر 7۔ارب 22 کروڑ ایک لاکھ 12 ہزار روپے خرچ کیا گیا ہے اور یہ ٹوٹل 7۔ارب 22 کروڑ 48 لاکھ 95 ہزار روپے بنتا ہے اور میں اس کی further detail دے دوں کہ سیلاب اور قدرتی آفات کی وجہ سے فوت ہونے والے افراد کے لواحقین کو 7 کروڑ 69 لاکھ روپے دیئے گئے، وطن کارڈ کی مد میں 6۔ارب 9 کروڑ 23 لاکھ روپے کی ادائیگی کی گئی اور گکھڑ پلازہ کے متاثرین کی امداد کے لئے 5 کروڑ روپے کی رقم دی گئی۔ پنجاب حکومت نے اپنی تمام تر مالی مشکلات پر قابو پانے کے بعد اپنے ہمسایہ بھائی دوسرے صوبوں کی آفات اور مشکلات میں حصہ ڈالا۔ خیبر پختون خواہ کے متاثرین کے لئے بھی 5 کروڑ روپے مختص کیا گیا اور اسی طرح سے عطاء آباد جھیل، گلگت بلتستان کے متاثرین کے لئے بھی 5 کروڑ 49 لاکھ 44 ہزار روپے کی رقم مختص کی گئی تو اس طرح سے یہ تمام رقم اُن لوگوں کو دی گئی جو لوگ مصیبت زدہ اور متاثرین تھے، اُن کی ضرورت بھی تھی اور حکومت کا فرض بھی تھا کہ اس مشکل گھڑی میں اپنے ہم وطنوں کا ساتھ دیتی تو اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد کیا جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"7۔ارب 22 کروڑ 48 لاکھ 95 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 18 "ریلیف" کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو7۔ارب22کروڑ48لاکھ95ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ریلیف" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر8 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر 8

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک ضمنی رقم جو2۔ارب34کروڑ8لاکھ 7ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو2۔ارب34کروڑ8لاکھ 7ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اس مطالبہ زر کو oppose کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: آپ نے مطالبہ زر نمبر8 کی مخالفت کی ہے تو مطالبہ زر نمبر8 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل ممبران کی طرف سے موصول ہوئی ہے لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، راجہ طارق کیانی، جناب شاہان ملک، رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا،

رائے محمد شاہجہان خان، جناب قاسم ضیاء ڈاکٹر اسد معظم سید حسن مرتضیٰ، حاجی محمد اسحاق، محترمہ نیلم جبار چودھری، چودھری محمد طارق گجر، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب تنویر اشرف کائرہ، جناب آصف بشیر بھاگٹ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب تنویر الاسلام، جناب فاروق یوسف گھرکی، جناب شاہجہان احمد بھٹی، رائے محمد اسلم خان، سردار محمد حسین ڈوگر، جناب امجد علی میو، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، ملک محمد عامر ڈوگر، سید ناظم حسین شاہ، جناب احمد حسین ڈیہر، ڈاکٹر محمد اختر ملک، سید احمد مجتبیٰ گیلانی، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب محمد حفیظ اختر چودھری، جناب شہزاد سعید چیمہ، سردار خالد سلیم بھٹی، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال، سردار اطہر حسن خان گورچانی، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، جناب افتخار علی کھیتران، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب شاہ رخ ملک، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، میاں محمد علی لالیکا صاحب، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)، کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد، مخدوم محمد ارتضیٰ، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ نرگس فیض ملک، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ساجدہ میر، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فائزہ احمد ملک، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، جناب خرم نواب، ملک اقبال احمد لنگڑیال، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب منور حسین منج، جناب محمد یار ہراج، جناب طاہر اقبال چودھری، میاں شفیع محمد، سردار عامر طلال گوپانگ، ڈاکٹر محمد افضل، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد اور انجینئر شہزاد الہیٰ کی طرف سے ہے۔ کون صاحب کٹوتی کی تحریک پیش کریں گے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ

"2۔ارب 34 کروڑ 8 لاکھ 7 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 8 "پولیس" کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

"2۔ارب 34کروڑ 8لاکھ 7ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر8
"پولیس" کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): I oppose it.

جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ اپنی تحریک کے حق میں بات کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بڑی مہربانی۔ شاعر کہتا ہے کہ

دنیا اتے رکھ فقیرا ایسا بہین کھلون
کول ہوویں تے ہسن لوکی ٹر جاویں تے رون

کیونکہ اس demand میں اربوں، کروڑوں اور لاکھوں کی ساری figures موجود ہیں جبکہ حال یہ ہے کہ ہمارے ملک اور خاص طور پر اس صوبہ میں جو امن وامان کی صورتحال ہے وہ ہم سب سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ کسی بھی معاشرے کے پھلنے پھولنے اور ترقی کے مواقع فراہم کرنے کے لئے امن وامان prerequisite ہے۔ جہاں پر امن وامان نہیں ہوتا، لوگوں کو اپنی جانوں کا تحفظ نہیں ہوتا کہ ہم گھر سے باہر جائیں گے تو زندہ واپس آئیں گے یا نہیں۔ جہاں خون پانی سے سستا ہوتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یقیناً خون مہنگا ہوتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! خون مہنگا ہوتا تھا لیکن اب پانی سے سستا ہو چکا ہے۔ ہمارے ہاں قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں جب پولیس مقابلوں کے نام پر وہ دھڑا دھڑ لوگوں کو قتل کرتی ہیں تو پھر یقیناً خون سستا ہی ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! ہمارا معاشرہ جسے ہم کبھی بھی مہذب معاشرہ نہیں کہہ سکتے۔ میں اس کی تفصیل بتاؤں گی کیونکہ معزز وزیر قانون جو میرے لئے قابل احترام ہیں انہوں نے کچھ دن پہلے جو figures پیش کی تھیں اس سے almost وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ یہ صوبہ امن وامان کا گہوارہ ہے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے اور ہمیں اس بات پر افسوس بھی ہوتا ہے کہ جب بھی امن و امان پر بات ہوتی ہے تو دہشت گردی کو اس کا قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے لیکن جو موبائل snatching، اغواء برائے تاوان، چوریاں اور ڈکیتیاں ہوتی ہیں ان کا دہشت گردی سے دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو پولیس نے کنٹرول کرنا ہے اور جس کے لئے ہم بجٹ میں بڑی بڑی رقوم

پولیس کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔اس کے باوجود پولیس اپنے فرائض سرانجام دینے میں بری طرح ناکام ہوچکی ہے۔

جناب سپیکر!میں ایک حقیقت آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں کہ میرے پاس کچھ documents اور اخبارات کے تراشے بھی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہاں پولیس مقابلوں کے نام پر لوگوں کو ان کی جانوں سے محروم کیا جارہا ہے۔مریدکے میں ایک کیس ہوا تھا کہ پولیس نے ایک لڑکے کو گھر سے اٹھایا اور جعلی پولیس مقابلے کے نام پر گھر کے واحد کفیل کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس کے لواحقین اس کی نعش کو لے کر دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے اور انصاف کی دُہائیاں دیتے رہے۔ان کی درخواست تھانے میں اور اعلیٰ افسران کے پاس جمع ہے لیکن آج تک ان کی شنوائی نہیں ہوسکی۔میں یہ تفصیل بعد میں آپ کو پیش کردوں گی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے توسط سے اس غریب خاندان کو انصاف مل جائے۔

جناب سپیکر!مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ پنجاب اسمبلی جو صوبہ پنجاب کے کروڑوں عوام کا نمائندہ ایوان ہے یہاں پر اپوزیشن کے ممبران اسمبلی بھی لاء اینڈ آرڈر کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں صوبہ میں لاء اینڈ آرڈر قابو میں ہے اور نہ اسمبلی کے اندر قابو میں ہے۔اسی اجلاس کے دوران تین دفعہ اور کل مجھے باقاعدہ ایک written چٹ ایک معزز ممبر کی طرف سے موصول ہوئی میں نے وہ چٹ evidence کے طور پر سنبھال کر رکھی ہے آج میں اسے صرف ریکارڈ کا حصہ بنانا چاہتی ہوں۔ I do want to take the name right now اگر مجھے ضرورت پڑی تو میں وہ نام بھی بتا دوں گی۔ اس چٹ پر لکھا تھا کہ "Leave the Assembly immediately otherwise?" میں اس کا کیا مطلب سمجھوں یہ کوئی first incident نہیں ہے۔میرے پاس ابھی بھی وہ handwriting بطور evidence موجود ہے۔ہمیں اسمبلی کے اندر اس طرح سے دھمکایا جارہا ہے اسی اجلاس کے دوران تین دفعہ پہلے بھی یہ ہوچکا ہے۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جھوٹ، جھوٹ۔

محترمہ سیمل کامران: میرے پاس evidence موجود ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ!میں ان سے خود بات کرلوں گا۔آپ درمیان میں نہ بولیں،آپ مداخلت نہ کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں نے آپ کی وساطت سے یہ ریکارڈ کا حصہ بنایا ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ مجھے نام لینا نہیں آتا۔ مجھے بڑی اچھی طرح نام لینا آتا ہے لیکن میں آج یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ مجھے یا میرے خاندان کو اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اس کے ذمہ دار وہ معزز ممبر اور پنجاب حکومت ہوگی۔

جناب سپیکر: کیا سارے ہی ہوں گے ؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! کل کے روزنامہ "جناح" میں ایک بڑی exclusive report شائع ہوئی ہے میں اس کو refer کرنا چاہوں گی کہ اس میں یہ لکھا تھا کہ سی سی پی او صاحب اور آئی جی صاحب کے درمیان پولیس مقابلوں پر ایک سرد جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ سی سی پی او صاحب 20/20 کے اوورز کے میچز پر believe کرتے ہیں اور آئی۔ جی صاحب رک رک کر ٹیسٹ میچ کھیلنا چاہتے ہیں۔ دہشت گردی جو اس وقت ہمارا قومی issue بن چکا ہے، اس کے بارے میں، امن وامان کی صورتحال اور پولیس مقابلوں کے بارے میں اتنے اہم عہدوں پر فائز افسران کا clear mind نہیں ہے۔ وہ یہ حرکت جو کر رہے ہیں کہ آپس میں ان کی اتنی جنگ بڑھ چکی ہے کہ وہ اخبارات کی زینت بننا شروع ہو گئی ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ indirectly یہ جرائم پیشہ لوگوں کو encourage کرنے کی ایک سازش ہے۔ میں آپ کے سامنے کچھ figures لانا چاہتی ہوں جو اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ 2010 میں صوبہ میں امن تھا اور سب طرف گھما گھمی تھی۔ اس میں رجسٹرڈ مقدمات کی تعداد 3 لاکھ 86 ہزار 4 سو 37 ہے۔ اس میں لوگوں کے خلاف 53 ہزار 3 سو 98 اور جائیداد سے متعلق 98 ہزار ایک سو 57 کیس تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے اخبار میں یہ لکھا ہوا ہے کہ شہباز شریف کی حکومت نے پچھلی حکومت کو بھی مات دے دی جس میں کہا گیا ہے کہ پنجاب پولیس کے اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ سال پنجاب بھر میں مختلف نوعیت کی 3 لاکھ 86 ہزار 437 وارداتیں ہوئیں۔ پھر یہ بھی کہا گیا کہ صرف چار ماہ کے دوران ایک لاکھ 33 ہزار 429 مختلف نوعیت کے مقدمات درج ہوئے۔ ہائیکورٹ کے ایک سینئر وکیل شاہد حسین کھوکھر صاحب نے فرمایا ہے کہ قانون اور امن عامہ کی رکھوالی کرنے والے اپنے فرائض سرانجام نہیں دے رہے بلکہ عام شہریوں کی پولیس مقابلوں اور جیلوں کے نام پر چھترول کی جاتی ہے۔ مزید یہ بھی لکھا گیا ہے کہ پولیس بے گناہ ملزمان کی چھترول کرتی ہے اور نقلی، ذاتی، گروہی اور سیاسی وابستگی کی بنیاد پر قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران کو زدوکوب کیا جاتا ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھتی ہوں کہ کیا پولیس کا یہ کام ہے جو وہ کر رہی ہے ؟ ضمنی بجٹ کے صفحہ نمبر 69 میں لکھا ہے کہ:

Adjustment of personnel of defunct Special Intelligence Agency in Counter Terrorism Department w.e.f. 01-01-10

جس کے لئے 5کروڑ 75ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ میرا point of concern یہ ہے کہ یہ internationally ایک مانا ہوا phenomena ہے کہ human intelligence زیادہ reliable ہے اور اس پر آپ زیادہ trust کرتے ہیں۔ اس defunct سے مراد جو میری سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ محکمہ بند کر دیا ہے۔ میرے پاس ڈکشنری موجود ہے جس میں اُردو میں اس کا مطلب "وفات یافتہ، معدوم، گزرا ہوا، ناپید، متروک، متوفی" بتایا گیا ہے۔ آپ بتائیں کہ کیا ہمیں intelligence کی ضرورت نہیں رہی، کیا intelligence ناپید ہو چکی ہے، وفات پا چکی ہے یا کیا لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال میں یہ چیزیں ہمیں وارا کھاتی ہیں؟ ویسے تو یہاں پر ماشاء اللہ سب well-known ہیں مگر پھر بھی میں بتاؤں گی کہ defunct کا انگریزی میں مطلب "non operating, non functional, no longer in existence." بتایا گیا ہے۔ اِس وقت دہشت گردی کی صورتحال میں حکومت نے intelligence کو defunct کر دیا ہے، کیا مجھے اس کی وجہ پتا چلے گی؟ اسی طرح اس book کے صفحہ نمبر 72 پر لکھا ہے کہ:

Funds for provision of meals to the trainees from the rank of Constable to that of Sub-Inspectors at Police Training Institutions

جس کے لئے تقریباً 5کروڑ روپے رکھے ہیں۔ انسان روٹی کے لئے زندہ ہے لیکن انہوں نے supplementary grant میں meal کے لئے فنڈز رکھے ہوئے ہیں۔ کیا اِن کو پہلے نہیں پتا تھا کہ لوگوں نے کھانا کھانا ہے یا کیا حکومت یہ سمجھ رہی تھی کہ یہ trainees بے چارے خود ہی اپنے نان نفقے کے ذمہ دار ہیں؟ میں سمجھتی ہوں کہ یہ supplementary grant جو demand کر رہے ہیں یہ اس حکومت کا بہت بڑا failure ہے۔ اسی صفحہ نمبر 72 پر Payment of salaries for the period from 6/2010 to 11/2010 to one platoon of Baloch Levy کے بارے میں ہے کہ پہلے انہوں نے ایک دفعہ demand کی اُس کے بعد پھر اسی platoon کے لئے پیسے مانگ رہے ہیں جبکہ میری information کے مطابق پاکستان اٹامک انرجی کمیشن اِن کو تنخواہیں ادا کرتا ہے اِس کے لئے ایک دفعہ 54لاکھ روپے اور دوسری دفعہ 52لاکھ روپے مانگے جا رہے ہیں۔ صوبہ پنجاب کا مال کسی کی ذاتی کمائی یا خیرات میں بانٹا ہوا مال نہیں ہے کہ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن نے جن کو

تنخواہیں دیتی ہیں اُن کو پہلے 54 لاکھ پھر 52 لاکھ روپے دیئے جا رہے ہیں۔ اگر اتنے اتنے لاکھ روپے صوبہ کے پاس ہوں تو پھر بھی ہمارے غریب لوگ مریں، ہمارے غریب لوگ جہازوں کے ساتھ لٹک کر اپنی زندگیاں ختم کریں اور یہاں پر کتوں اور بلیوں کا گوشت کھائیں تو یہ کیسی good governance ہے؟ یہ Baloch platoon کے لوگ ہائیکورٹ سے کیس جیت چکے ہیں پھر بھی تاحال مسائل کا شکار ہیں۔ یہ Levy ہمارے platinum کے assets کی حفاظت کرنے کے لئے تعینات ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے assets کی رکھوالی کرتے ہیں مگر ان کی mental satisfaction اس لئے نہیں ہے کیونکہ اِن کی job security نہیں ہے۔ یہ لوگ ابھی بھی کنٹریکٹ کی بنیاد پر کام کر رہے ہیں جبکہ وفاقی اور صوبائی حکومت نے یہ اعلان بھی کیا تھا کہ تمام عارضی ملازمین کو ہم مستقل کریں گے لیکن کام کرنے کی بجائے ہم اپنے صوبہ کی کروڑوں عوام کی کمائی جو tax سے حاصل ہوتی ہے اُس کو بے دریغ لٹاتے جا رہے ہیں۔ اس میں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو میں بتانا چاہتی ہوں مگر آدھ گھنٹہ کے بعد آپ نے guillotine apply کر دینی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ میرے باقی ساتھی بھی اِس پر بات کر لیں۔ یہ اس صوبہ کے کروڑوں عوام کے ساتھ سراسر اور بہت بڑی زیادتی ہے کہ اربوں کھربوں روپے کا بجٹ مانگا جا رہا ہے۔ میں اپنے معزز لاء منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کیونکہ مجھے پتا ہے کہ انہوں نے democracy کے لئے جتنی قربانیاں دی ہیں آج یہ بے شک لاء منسٹر بن گئے ہیں اور ایسی ویسی باتیں کرتے ہیں لیکن مجھے پتا ہے کہ یہ دِل سے ایسی باتیں نہیں کرتے بلکہ یہ آج بھی لوٹا کریسی کو condemn کرتے ہیں۔ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے اِس وقت پنجاب اسمبلی کی صورتحال یہ ہے جو میں on oath کہتی ہوں کہ یہاں پر بھی لاء اینڈ آرڈر نہیں ہے۔ کیا اس صورتحال میں جب ارکان اسمبلی محفوظ ہیں، اُن کی families محفوظ ہیں اور نہ ایک عام آدمی محفوظ ہے تو پھر یہ اربوں روپے پولیس کے لئے کیوں مانگے جا رہے ہیں، اِس کی وضاحت ضرور کریں؟ شکریہ

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں چند ایک معروضات پیش کروں گا کیونکہ میں نے اس بارے میں ایک دو تجاویز دینی ہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ویسے میرے خیال میں آپ کے معزز ارکان کو اس بات کی سمجھ ہونی چاہئے کہ پہلے آپ بولیں پھر دوسرے صاحبان بولیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ نے بجا فرمایا ہے اور آپ کا ارشاد سَر آنکھوں پر لیکن ہم نے اپنا پارٹی کلچر equality base پر کیا ہوا ہے۔ یہ routine میں move ہو رہا ہے مگر کوئی

policy matter ہو تو اُس پر میں ہی بات کرتا ہوں لیکن اگر میرے ساتھی نے move کیا ہے تو دوسرے یا تیسرے نمبر پر مجھے بات کرنے میں کوئی عار نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، بات کریں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جس محکمہ کے متعلق بھی بات کرنی ہوتی ہے لامحالہ ہمیں اُس کے role پر بات کرنی پڑ جاتی ہے۔ آج چونکہ ہم پولیس کے شعبہ پر discuss کر رہے ہیں تو میرے خیال میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کے کچھ افسران یہاں پر تشریف فرما ہیں لیکن پولیس کا کوئی بھی مہربان آفیسر یہاں پر بیٹھا نظر نہیں آ رہا۔ یہ حکومتی بنچوں کی طرف سے manage کیا جائے کہ پولیس افسران بھی تشریف لائیں۔ جب بھی کسی محکمہ کے متعلق cut motion ہوتی ہے تو particularly متعلقہ افسران آ جایا کریں۔

جناب سپیکر! پولیس کو extra funds دیئے جانے پر اُن کا role بھی discuss کرنا پڑ جاتا ہے کہ آیا وہ فنڈز صحیح استعمال ہوئے ہیں یا نہیں؟ مجھے پولیس کے اپنے فرائض کی انجام دہی میں دو role نظر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے جس دلیری کے ساتھ پولیس افسران encounter کرتے ہوئے شہادت پاتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ایک تحفظ کا احساس بھی ہوتا ہے جسے میں اور میرے ساتھی بھی پولیس کے اس role کو appreciate کرتے ہیں اور جس جواں مردی کے ساتھ پولیس افسران encounter کر رہے ہیں اُس پر ہم انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ پولیس کا دوسرا رُخ تھانہ کلچر ہے۔ تھانہ کلچر کو حکومتی کلچر کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حکومت کی طرف سے تھانہ کلچر ہوتا ہے۔ جب ان حکومتی بنچوں نے اپنی حکومت بنائی تھی تو اُس وقت اس بات کا اعادہ اور عزم کیا گیا تھا کہ ہم تھانہ کلچر بدل دیں گے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ پچھلے سال 2۔ارب 34 کروڑ روپے کی خطیر رقم دی گئی، کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اُس کا کوئی عزیز، ساتھی یا کوئی جاننے والا مشاہدہ کرنے کے لئے تھانے گیا تو اُس نے وہاں کیا پایا کیونکہ جس جگہ کوئی قتل ہوتا ہے تو مقتولین کے بے چارے لواحقین کو پولیس والوں کو سنبھالنا پڑ جاتا ہے، اُن کی گاڑیوں کے پٹرول کا بندوبست کرنا پڑ جاتا ہے اور پنسل کاغذ لانے پڑ جاتے ہیں، جب کسی کے گھر چوری یا ڈکیتی ہو جاتی ہے تو پھر بھی انہیں تھانہ کلچر کی وجہ سے بہت مشکل صورتحال برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اب لوگوں نے ایک نیا طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ جب کہیں چوری ہوتی ہے تو اُس کے لئے کھوجی یا سونگھنے والے کتے لے آتے

ہیں۔ اب لوگوں نے بہ نسبت پولیس کے کھوجیوں اور سونگھنے والے کتوں پر زیادہ اعتبار کرنا شروع کر دیا ہے جو ہمارے لئے شرم کا باعث ہے۔ پولیس کے اس کلچر کے ساتھ ساتھ پولیس کا ایک یہ بھی role ہے کہ پولیس والے دیہی علاقوں میں چوری چکاری اور رسہ گیری میں تحفظ دینے میں ناکام ہوئے ہیں۔ آئی جی پولیس کا ہی ایک figure ہے کہ پنجاب میں 18 ہزار ڈکیتی اور چوری کی روزانہ وارداتیں ہو رہی ہے جبکہ "Dawn" کے اندر اس سے کم تھیں مگر کسی اوریا مقبول جان نے 17 ہزار کے قریب figure دیا ہے جو کہ reported ہے۔

جناب سپیکر! تھانہ کلچر کو بدلنے کی میں اس لئے مخالفت کرتا ہوں کہ 2۔ ارب 34 کروڑ روپے تھانہ کلچر کو بدلنے کے لئے استعمال نہیں ہوا اور یہاں پر تشریف فرما حکومتی ممبران سے آپ کی وساطت سے میں کہنا چاہوں گا تاکہ چیف ایگزیکٹو صاحب کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچ جائے کہ تحفظ کا احساس سب کچھ ہوتا ہے، گورے کے وقت میں کوئی خوش حالی نہیں ہوتی تھی اور سائس (Syce) کی تنخواہ 10 روپے ہوا کرتی تھی لیکن لوگ یہ سمجھتے تھے اور اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اگر جان، مال اور اپنے بچوں کی عزت کا تحفظ ملے تو وہ روکھی سوکھی کھانے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن روکھی سوکھی بھی نہیں ہے اور تحفظ بھی نہیں ہے اور ایک جنگل کا ماحول دیئے جانے کے بعد ان مدات میں اتنی اتنی بڑی رقوم دی جانی کسی بھی طریقے سے جائز نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر عرض کرتا چلوں گا کہ اغواء برائے تاوان ایک بڑا منافع بخش کاروبار بن چکا ہے اور اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کروڑوں روپے لینے کے لئے اغواء برائے تاوان کیا جائے۔ یہاں پر اخبارات اور ٹی وی میں ایسے ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ 50 ہزار اور ایک ایک لاکھ روپے کے لئے اغواء کئے جاتے ہیں اور بے چارے ایک لاکھ روپے کے لئے محلہ سے مانگ مانگ کر اور کمیٹیاں ڈال کر اکٹھا کر کے پیارے بیٹے یا بچی کو لے کر آتے ہیں۔ رسہ گیری کے متعلق بات کروں گا کہ ہمارا دیہی علاقہ ہے اور وہاں سب سے بڑی انڈسٹری یہی ہے کہ کسی نے کوئی بھینس رکھی ہوتی ہے تو وہ لسی اور چائے کے لئے دودھ رکھ کر باقی فروخت کر کے اپنا bread and butter چلاتا ہے لیکن جب اس کی بھینس چلی جاتی ہے تو اس کا سب کچھ چلا جاتا ہے اور وہ جاتا بھی طاقتور لوگوں کے پاس ہے۔ ہمارے علاقے میں اگر اس طرف سے بھینس cross کر کے دوسری طرف گوگیرہ برانچ کے پار چلی جاتی ہے تو وہ سامنے کھڑی ہوئی نظر آتی ہے لیکن اس کے باوجود کوئی بھی اسے واپس نہیں لا سکتا۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس میں سے ایک missing link ہے۔ میں آپ کی اور لاء منسٹر صاحب کی وساطت سے

صوبہ کے چیف ایگزیکٹو تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ پولیس کے ساتھ ساتھ نمبرداری کا ایک مضبوط نظام ہوتا تھا جس کے تحت دو مخبر ہوتے تھے جنہیں Informers کہتے ہیں جن میں سے ایک موچی کی شکل میں ہوتا تھا اور ایک دائی ہوتی تھی۔ راتوں کو جاگ کر پہرہ داری کے لئے ٹھیکری پہرہ کا نظام ہوتا تھا جس کے ایک مربع کے اس گاؤں کے اندر colonies areas کے avenue street کی طرح بنے ہوئے ہیں جہاں انہیں پتا ہوتا تھا کہاں سے ایک گھوڑی آئی اور آدھی رات کو کس کے گھر باندھی اور کس وقت گئی۔ اس حوالے سے سارا کچھ وہ Informer بتایا کرتا تھا لیکن وہ کلچر ختم ہو گیا ہے۔ ٹھیکری پہرہ، Informer اور وہ گاؤں کی دائی کی صورت میں گورے کے وقت میں تین Institutions تھے، جنہیں دوبارہ بحال کیا جائے کیونکہ وہ fruitful تھے اور وہ deliver کر رہے تھے۔ رسہ گیروں کا بھی کہ وہ کس جگہ جا رہے ہیں اور کس کے ڈیرے پر جا رہے ہیں، یہ بھی لمبردار کا مخبر ہی بتایا کرتا تھا لہذا ان لوگوں پر انحصار کرنا چاہئے جو کہ آپ کو صحیح اطلاع دے سکتے ہیں۔ اس نظام کو دوبارہ بحال کیا جائے کیونکہ یہ نظام اتنا مہنگا بھی نہیں ہے جس میں اتنی بڑی مدات بھی نہیں دینی پڑیں گی۔

جناب سپیکر! اس وقت 30 ہزار سے زائد اشتہاری پنجاب کے 36 اضلاع میں پھر رہے ہیں، جنہوں نے اتنی زیادہ تعداد میں لومز لگائی ہوتی ہیں، ان کے باغات ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ کاشتکاری کر رہے ہوتے ہیں لیکن وہ crime کی یونیورسٹی ہوتے ہیں، crime کو promote کرنے والی وہ یونیورسٹیاں ہوتی ہیں کیونکہ ایک ایک ہزار اشتہاری ایک ایک ضلع کے اندر کہاں سے کھاتے ہیں، کہاں سے پہنتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ ان اشتہاریوں کے ہوتے ہوئے کوئی چیف ایگزیکٹو امن نہیں دے سکتا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کی نیت ٹھیک نہیں ہے لیکن "reply will be in "but اسے کرنا چاہئے۔ یہ اشتہاری اس پولیس کی موجودگی میں کیوں پھر رہے ہیں جسے 2۔ ارب 34 کروڑ روپے دیئے گئے انہیں اس لئے اتنے پیسے دیئے گئے کہ یہاں پر 30 ہزار اشتہاری بڑھیں اور پلیں جبکہ یہ کہتے ہیں کہ 2۔ ارب 34 کروڑ روپے ہمیں دے دو تاکہ یہ 30 سے 31 ہزار ہو جائیں۔ میں اس کی کبھی مخالفت نہ کرتا اگر یہ 30 ہزار کی بجائے 20 ہزار ہو چکے ہوتے لیکن یہ 28 ہزار سے 30 ہزار ہوئے اور 2۔ ارب 34 کروڑ روپے اس مد میں اضافی خرچ کر لیا گیا۔ میں انہی وجوہات کی بناء پر اس کی مخالفت کرتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہماری پارٹی کی طرف سے پیش کی گئی اس تحریک کو منظور کیا جائے۔ بہت شکریہ

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میں نے محترمہ کو floor دے دیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ میں بات کر لوں گا۔

جناب سپیکر: آپ نے اپنا نام دیا ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جی، جناب سپیکر! میں نے بالکل نام دے رکھا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ آپ رہنے دیں اور شاہ صاحب کو بات کرنے دیں کیونکہ صرف پانچ منٹ وقت ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! دونوں کو ایک، ایک منٹ دے دیں۔ پہلے محترمہ کو دے دیں اور اس کے بعد میں ایک منٹ میں بات کر لوں گا۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت جناب سپیکر! میں کہوں گی کہ:

اب پچھائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

یہ 2-ارب 34 کروڑ 8 لاکھ 7 ہزار روپے کی رقم خرچ ہو گئی ہے جبکہ اس سے پہلے سالانہ بجٹ بھی خرچ ہو گیا ہے اور یہ سارا کچھ خرچ ہونے کے بعد اب یہ بجٹ منظور کریں یا نہ کریں لیکن یہ تو لگ چکا۔ بات یہ ہے کہ یہ اس سے بڑی رقم بھی رکھ لیں تو ہو کیا رہا ہے کہ چوروں، ڈاکوؤں اور قاتلوں کو ڈھونڈنے میں پولیس اپنا وقت ضائع نہیں کر رہی۔ میں یہاں بھی figure آپ کو بتاتی چلوں کہ لاہور میں 75 ہزار 800 جھوٹی ایف آئی آر درج ہوئیں۔ یہ پیسا کیا اس پر نہیں لگ گیا اور کیا وہ چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کو ڈھونڈتی نہیں پھر رہی؟ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور وزیر قانون یہاں تشریف فرما ہیں کہ ایف آئی آر درج کرنے کا سلسلہ۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ آمنہ الفت صاحبہ! وقت بہت کم ہے اس لئے آپ تشریف رکھیں۔ سید حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا اور میری چند ایک گزارشات ہیں کہ 2۔ارب 34 کروڑ روپے کا جو ضمنی بجٹ پولیس کے لئے ہے۔ مجھے رانا صاحب نے ایک دن حکم دیا تھا کہ figures سے بات نہیں کرنی کیونکہ مجھے ان کی چھان بین میں تکلیف ہوتی ہے اس لئے میں figures کی بات نہیں کر رہا بلکہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس صوبے میں جہاں پر لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اور خود سوزیاں کر رہے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ وہاں پر اتنے پیسے پولیس کو دے دیئے جائیں۔ پولیس نے پہلے دن سے آج تک ماسوائے شرفاء کو چھترول کے اور اسمبلیوں سے ممبران کو کانوں سے پکڑ کر لے جانے کے علاوہ کبھی کچھ نہیں کیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! رانا صاحب گواہ ہیں جب ہم پچھلی اسمبلی میں اکٹھے تھے تو تقریباً ہر دوسرے دن باعزت طور پر ہمیں "کالر" سے پکڑ کر ٹرک میں بٹھایا جاتا تھا اور تھانے لے جا کر شام تک ذلیل کرنے کے بعد چھوڑ دیا جاتا تھا۔

جناب سپیکر: آپ کو biased نہیں ہونا چاہئے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ اسے اگر غور سے پڑھیں تو اس میں ایسے figures بھی ہیں جس میں قومی رضاکار آرگنائزیشن کے لئے 8 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں پنجاب میں کسی جگہ بھی یہ قومی رضاکار نظر نہیں آتے اور یہ بھی افسران کے "اللوں تللوں" پر خرچ ہونے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیمرز کی replacement کے لئے بھی انہوں نے تقریباً 19 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ یہ cash award to the Police officials for their achievements/performance یہ کون سی ایسی achievement ہے مجھے بتائیں کہ جن کے لئے پولیس افسران کو ایوارڈ دیئے جا رہے ہیں۔ ان کی achievements کا آپ اندازہ لگائیں کہ اگر داتا دربار پر بم دھماکا ہوتا ہے تو آئی جی آفس کے حفاظتی حصاروں کو بلند کر دیا جاتا ہے۔ سوائے آئی جی آفس کے مجھے بتائیں کہ کس دفتر کے باہر،۔ ہماری پنجاب اسمبلی اس صوبے کا ایک اہم ادارہ ہے یہاں پر بھی باہر آپ کو کوئی بکتر بند گاڑی کھڑی نظر نہیں آئے گی اور آپ ابھی آئی جی آفس کے باہر چلے جائیں وہاں پر بکتر بند گاڑیوں پر گشت ہو رہا ہے۔ یہ ہماری حفاظت کے لئے ہیں یا ہم اُن کی حفاظت کے لئے ہیں؟(نعرہ ہائے تحسین)

یہاں آئے دن ماورائے عدالت قتل ہو رہے ہیں اور آئے دن سانحہ سیالکوٹ جیسے واقعات ہو رہے ہیں۔ اس پر بھی انہیں achievement ایوارڈ دیئے جا رہے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ پنجاب

کے اس پیسے کو خدارا ان پر خرچ نہ کریں بلکہ اس پیسے کو کہیں زکوٰۃ میں دے دیں، ان پیسوں سے کسی ہسپتال میں کسی مستحق کا علاج کروا دیں۔ آج میں اس اسمبلی میں کھڑا ہو کر کہہ رہا ہوں کہ ان کو پیسوں کی ضرورت نہیں، انہیں پنجاب ہی ٹھیکے پر دے دیا جائے۔ ان سے پیسے لئے جائیں کہ ہمیں اتنے پیسے دے دو تو تمہیں یہاں حکمرانی کرنے کی اجازت ہو گی۔ سپاہی سے لے کر اوپر تک ہر آدمی کرپٹ ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ایسا نہ کہیں۔ کوئی ایک دو فیصد ہوں تو آپ نکال لیں۔

جناب سپیکر: سارے ایک جیسے نہیں ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ایک دو فیصد کم کر لیں، میں ذرا تجاوز کر گیا ہوں۔(قہقہے)

یہاں پر یہ عالم ہے کہ ہماری داد رسی کے لئے پولیس والے نہیں پہنچتے اور ہم چیخ چیخ کر انصاف مانگ رہے ہوتے ہیں۔ ایک اے ایس آئی جو کچھ اپنی انوسٹی گیشن میں لکھ دیتا ہے پولیس آرڈر کے تحت چھ مہینے لگ جاتے ہیں لیکن تفتیش تبدیل نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ بار بار گھڑی دکھا رہے ہیں، میں پھر یہی گزارش کرتا ہوں کہ پنجاب کا یہ پیسا ضائع ہو رہا ہے، یہ غریبوں پر خرچ ہونا چاہئے اور یہ درندوں پر خرچ نہیں ہونا چاہئے۔ میں اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ:

اَج پُلس نوں آکھاں رشوت خور تے فائدہ کیہہ
پچھوں کردا پھراں ٹکور تے فائدہ کیہہ

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! اب آپ wind up کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ سپلیمنٹری بجٹ سے متعلق کٹوتی کی تحریک تھی۔ سپلیمنٹری بجٹ میں جو رقم خرچ کی گئی اس پر تو کسی بھی معزز ممبر نے اظہار خیال نہیں کیا۔ حسن مرتضیٰ صاحب نے جو بات کی ہے یہ تھوڑے دن پہلے مجھ سے بات کر رہے تھے کہ میں نے بجٹ پر speech کرنی ہے تو مجھے ہمارے لیڈر آف دی اپوزیشن کی طرح disturb نہ کیا جائے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اگر غلط figures quote کریں گے پھر تو آپ کو interrupt کیا جائے گا۔

پھر حسن مرتضیٰ صاحب کہنے لگے کہ "میں تے figures دے نیڑے وی نئیں جانا، میں ایدلی اودلی مار کے گزارا کرلاں گا۔" (قہقہے)

ضمنی بجٹ پر بھی انہوں نے اِدھر اُدھر کی مار کے گزارہ کیا ہے۔ یہ رقم جو اس سال ضمنی بجٹ کے طور پر پولیس ڈیپارٹمنٹ نے خرچ کی ہے، جہاں تک پولیس کی کارکردگی کا تعلق ہے، جہاں تک پولیس نے اس صوبے کے لاء اینڈ آرڈر کو درست کرنے کے لئے efforts کی ہیں اور جہاں تک پولیس میں احتساب کا نظام ہے اس سے متعلق میں نے facts and figures کے ساتھ جس دن بجٹ پاس ہوا تھا تو پولیس کی کٹ موشن پر تمام گزارشات اس معزز ہاؤس کے سامنے رکھی تھیں۔ یہاں پر پولیس نے کسی جگہ اگر تجاوز کیا ہے جو قابل مذمت ہے تو پولیس نے اس صوبے کو، اس معاشرے کو بہت سے ایسے ناسوروں سے بھی پاک کیا ہے جنہوں نے اس صوبے کے عوام کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ یہ بات درست ہے کہ یہاں پر جو دہشت گردی کا عنصر ہے اس کی وجہ سے امن وامان کی صورتحال کو قائم رکھنا کافی مشکل ہے۔ یہاں پر بات ہوئی کہ اغواء برائے تاوان کا اس دہشت گردی سے کیا تعلق ہے؟ میں یہ کہتا ہوں کہ 98 فیصد اغواء برائے تاوان کے کیسوں کے trace قبائلی علاقے سے ہوئے۔ ایک دن پہلے ایک آدمی یہاں سے غائب ہوتا ہے اور دوسرے تیسرے دن قبائلی علاقے سے فون آتا ہے کہ اتنے پیسے بھیج دیں اور رہائی کروالیں۔ جتنی car snatchings ہوتی ہیں ان تمام کو قبائلی علاقوں میں لے کر جاتے ہیں۔ وہ ڈکٹیٹر جنہوں نے یہاں پر جہادی کلچر متعارف کرایا، جنہوں نے 9/11 برپا کیا اصل میں تو اس قوم کی ان مصیبتوں اور مشکلات کے وہ لوگ مجرم ہیں۔ کروڑوں لعنتیں اللہ برسائے ان میں سے جو زندہ ہیں ان کے چہروں پر اور جو مر گئے ہیں ان کی قبروں پر۔ وہ اس قوم کو تباہی کے اس دہانے پر پہنچا کر گئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں اس figures کی وضاحت کر دیتا ہوں۔ یہ 2۔ارب روپے سے کچھ زائد رقم ہے۔ اس میں سے ایک ارب 10 کروڑ روپے کے قریب تو وہ رقم ہے جو صرف تنخواہوں پر خرچ کی گئی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بجٹ میں پہلے سے تنخواہیں مختص تھیں، بالکل پہلے سے تنخواہیں مختص تھیں لیکن اس سال تقریباً 7 ہزار مزید بھرتیاں ہوئیں۔ ان نئے لوگوں کی تنخواہ، ٹریننگ اور دوسرے لوازمات پر یہ رقم خرچ کی گئی۔ اس کے علاوہ جو شہید ہوئے جنہوں نے اس صوبے کے عوام کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ان کے لئے 123 ملین روپے ہے۔ اسی طرح جو کیش ایوارڈ تھے یعنی جو اشتہاری ملزم پکڑے گئے جن کے سر کی قیمت بھی رکھی ہوئی تھی، اس مد میں 38 ملین روپے

ہے۔ جو ملازم دوران سروس وفات پا گئے ان کے لئے 110 ملین روپے ہے، اسی طرح سے Counter Terrorism Department کو establish کرنے کے لئے 308 ملین روپے کی رقم ہے۔ اسی طرح سے 200 ملین روپے کی رقم سے تین موبائل ٹریکر خریدے گئے۔ ان میں سے کوئی بھی آئٹم ایسی نہیں ہے جو بلا جواز تھی بلکہ ان کی اشد ضرورت تھی اس لئے پولیس کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لئے یہ رقم اس سال سپلیمنٹری گرانٹ کے طور پر دی گئی اس لئے میری گزارش ہے کہ اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد کیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"2۔ارب 34 کروڑ 8 لاکھ 7 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 8 پولیس کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 2۔ارب 34 کروڑ 8 لاکھ 7 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے ادا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب! اب guillotine کا وقت ہو چکا ہے، آپ اگر چاہیں تو میں آپ کو پندرہ منٹ دے سکتا ہوں۔

چودھری ظہیر الدین خان: شکریہ۔ جناب والا! ہمارے ایک ہی معزز ممبر اس پر بات کر لیں گے اور ہمارے لئے پندرہ منٹ کافی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 21۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! اس میں عرض ہے کہ جو آپ سارے نام پڑھتے ہیں اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے جو لکھے گئے ہیں وہی ہیں۔ اگر انہیں It should be taken as read

کر لیا جائے، اگر لاء منسٹر صاحب کو اعتراض نہ ہو تو ہمیں بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور آپ straight way جا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی، آپ کی تجویز کا بہت شکریہ۔ جی، وزیر خزانہ صاحب! اب آپ مطالبہ زر پیش کریں۔

وزیر خزانہ (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 42 کروڑ 95 لاکھ 93 ہزار روپے سے زیادہ نہ، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈز سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرقات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 42 کروڑ 95 لاکھ 93 ہزار روپے سے زیادہ نہ، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈز سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرقات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

اس میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل ممبران کی طرف سے آئی ہے کہ لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان، جناب شاہان ملک، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا، جناب قاسم ضیاء، سید حسن مرتضیٰ، حاجی محمد اسحاق، محترمہ نیلم جبار چودھری، چودھری محمد طارق گجر، جناب قیصر اقبال سندھو، جناب تنویر اشرف کائرہ، جناب آصف بشیر بھاگٹ، میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل، چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ)، جناب تنویر الاسلام، جناب فاروق یوسف گھرکی، جناب شاہجہان احمد بھٹی، رائے محمد اسلم خان، سردار محمد حسین ڈوگر، جناب امجد علی میو، محترمہ روبینہ شاہین وٹو، جناب محمد اشرف خان سوہنا، ملک محمد عامر ڈوگر، سید ناظم حسین شاہ، جناب احمد حسین ڈیہر، ڈاکٹر محمد اختر ملک، سید احمد مجتبیٰ گیلانی، رانا بابر حسین، جناب محمد جمیل شاہ، جناب محمد حفیظ اختر چودھری، جناب شہزاد سعید چیمہ، سردار خالد سلیم بھٹی، ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال، سردار اطہر حسن خان گورچانی، چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا، جناب افتخار علی کھیتران، صاحبزادہ محمد گزین عباسی، جناب شاہ رخ ملک، جناب محمد طارق امین ہوتیانہ، میاں محمد علی لالیکا، چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)، کرنل

(ریٹائرڈ)نوید اقبال ساجد، مخدوم محمد ارتضیٰ، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، سید عبدالقادر گیلانی، محترمہ نرگس فیض ملک، محترمہ فوزیہ بہرام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ساجدہ میر، محترمہ سفینہ صائمہ کھر، ڈاکٹر آمنہ بٹر، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فائزہ احمد ملک، محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ)، جناب پرویز رفیق، چودھری ظہیر الدین خان، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد محسن خان لغاری، سردار محمد یوسف خان لغاری، جناب محمد شفیق خان، جناب خرم نواب، ملک اقبال احمد لنگڑیال، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، کرنل(ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری، جناب منور حسین منج، جناب محمد یار ہراج، جناب طاہر اقبال چودھری، میاں شفیع محمد، سردار عامر طلال گوپانگ، ڈاکٹر محمد افضل، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، جناب ظفر ذوالقرنین ساہی، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر، سیدہ ماجدہ زیدی، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ انبساط حامد، محترمہ زوبیہ رُباب ملک، محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ حمیرا اویس شاہد اور انجینئر شہزاد الٰہی کی طرف سے ہے۔اسے کون پیش کریں گے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

42کروڑ95لاکھ 93ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 21 "متفرقات" کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

42کروڑ95لاکھ 93ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 21 "متفرقات" کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): I oppose it.

(اذانِ ظہر)

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس ضمنی بجٹ کے اندر miscellaneous کا جو element ہے اس کو oppose کرنے کے لئے ہم سب نے یہ تحریک جمع کرائی ہے۔ اس میں ہمیں ایک بہت بڑی رقم نظر آتی ہے جو ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو گرانٹ دینے کی مد میں ہے یہ رقم ٹوٹل 2275 ملین روپے بنتی ہے جو کہ تقریباً سوا دو ارب روپے ہے حالانکہ میرے علم کے مطابق ڈسٹرکٹ

گورنمنٹ پچھلے تین سالوں سے ختم چکی ہیں اور ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے الیکشن بھی نہیں کروا رہے۔ وہاں پر کوئی بھی services provide نہیں کی جا رہی جو کہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی حکومتیں پہلے provide کیا کرتی تھیں۔

جناب سپیکر! میں نے یہ گزارش کرنی تھی کہ جو چیز ہمیں سامنے نظر نہیں آتی تو اب ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ سوا دو ارب روپے سے زیادہ رقم اس کے لئے چاہئے جس کو ہم approve کر دیں۔ ہم اس کے بعد دیکھتے ہیں کہ Punjab Privatization Board بھی یہاں سے پیسے مانگ رہا ہے تو یہ وہ چیزیں ہیں جو کہ regular budget کے اندر Punjab Privatization Board کا جو اپنا بجٹ ہے اس کے اندر اس کو شامل کرنے کی ضرورت تھی۔ مجھے پھر آگے چل کر ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر میں حیران ہوتا ہوں کہ یہ regular budget کا حصہ کیوں نہیں ہیں؟ اس میں ہم بیت المال والوں کو بھی پیسے دے رہے ہیں۔ میرے علم کے مطابق یہ ہے کہ بیت المال اور زکوٰۃ کے معاملات بھی ٹھپ ہوئے پڑے ہیں۔ اخباری خبریں تو ایسی آئی ہیں کہ وہ پیسے شاید حکومت پنجاب خرچ کر گئی ہے یا کھا گئی ہے اپنے expenses meet کرنے کے لئے لیکن عوام کو بیت المال اور زکوٰۃ کے پیسے نہیں مل رہے۔ میں جو بار بار ذکر کرتا ہوں کہ ہمارے جنوبی پنجاب کے ساتھ تھوڑی سی discrimination ہوتی ہے اس کتاب میں مجھے جنوبی پنجاب کا بھی ذکر نظر آ گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ:

Funds for allowances in favour of Southern Punjab Basic Urban Services Project.

اس کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے وہ ایک ہزار روپے ہے۔ چلیں ایک ہزار روپے میں ہی سی سپلیمنٹری گرانٹ میں جنوبی پنجاب کا بھی نام رکھا گیا ہے، وہ کیا کہتے ہیں کہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام تو شامل ہو گیا۔ مجھے خوشی ہوتی اگر اس میں 223 ملین ڈالر یا 19۔ارب روپے کے منصوبے جو USAID جنوبی پنجاب میں کرنا چاہ رہا ہے اُن کا ذکر ہوتا، جن میں سے USAID کی طرف سے جنوبی پنجاب میں ایجوکیشن کا 147 ملین ڈالر کا ایک پراجیکٹ تھا اور ایک ان کی میونسپل سروسز کا 76 ملین ڈالر کا پراجیکٹ تھا اور یہ لکھا ہوتا کہ چونکہ ہم نے USAID کے پراجیکٹس منع کر دیئے ہیں تو ان پراجیکٹس کے لئے یہ 19۔ارب روپے ہم سپلیمنٹری بجٹ سے پورے کر رہے ہیں نہ کہ ایک ہزار روپے کی مذاق کرنے والی رقم یہاں پر مجھے نظر آتی۔ پچھلے سال کے بجٹ میں بھی میں نے یہ دیکھا ہے اور اب یہ پھر آ گیا ہے کہ:

Grant in aid to Administrator Health and Educational institutions of Muridke Markaz taken over by the Government.

اگر حکومت نے یہ ادارے مستقل طور پر takeover کر ہی لئے ہیں تو یہ ہماری ایک regular liability ہے اس کے لئے ہمیں ریگولر بجٹ میں پیسے allocate کرنے چاہئیں۔ جماعۃالدعوۃ والا جو institute گورنمنٹ نے takeover کیا ہے اِس میں اُس کا ذکر ہے۔ پچھلے سال بھی اِس کے لئے پیسے رکھے گئے تھے،اس سال بھی اس کے لئے پیسے رکھے گئے ہیں اور یہ پیسے Miscellaneous کی سپلیمنٹری گرانٹ میں رکھے گئے ہیں۔ جب ہم نے اس کی مستقل ذمہ داری اُٹھالی ہے تو میری گزارش یہ ہو گی کہ اس کو ریگولر بجٹ کا حصہ بنا کر وہاں سے پیسے دیں نہ کہ سپلیمنٹری گرانٹ میں سے کیونکہ سپلیمنٹری گرانٹ اور سپلیمنٹری بجٹ ناپسندیدہ عمل ہیں۔ ہمارا Punjab Budget Manual بھی کہتا ہے کہ یہ ناپسندیدہ عمل ہے اور یہ ناقص منصوبہ بندی کی نشانی ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو freely نہیں کرنا چاہئے لیکن ہم اس کو بڑے شوق کے ساتھ اور مزے لے کر کرتے ہیں کیونکہ اس میں ہمیں ایک اختیار نظر آتا ہے،ایک power نظر آتی ہے کہ بغیر کسی سے پوچھے، بغیر کسی کی اجازت لئے ہم یہ پیسے خرچ کر رہے ہیں۔ میری وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش ہو گی اور آپ کے توسط سے حکومت سے بھی یہ گزارش ہو گی کہ سپلیمنٹری بجٹ میں جو بھی چیزیں رکھی جائیں۔۔۔

جناب سپیکر: وزیر تو صاحب ہو سکتے ہیں خزانہ صاحب نہیں ہو سکتے،آپ کی مہربانی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: مناسب ہے۔ جناب سپیکر! آپ جب interrupt کر دیتے ہیں تو flow ٹوٹ جاتا ہے۔ میری آپ سے دست بستہ گزارش ہے کہ interrupt نہ کیا کریں۔

جناب سپیکر: نہیں، مجھے آپ کی درستی کرنی پڑتی ہے۔ جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ سارا flow ٹوٹ جاتا ہے۔ اس میں ہم نے جماعۃالدعوۃ کے لئے جو پیسے رکھے ہیں میں ان کی بات کر رہا تھا اور اس کے بعد میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ جو ہمارا سپلیمنٹری بجٹ ہے،آپ کے توسط سے میں وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ حکومت پنجاب ایک پالیسی بنا لے کہ جو چیزیں بھی سپلیمنٹری بجٹ میں شامل کرنی پڑ جائیں،بجٹ کی ناقص منصوبہ بندی سامنے آئے تو اس کے لئے ہم کم از کم اپنے ہاؤس کی کمیٹیوں کو involve کر لیں۔ اگر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو کوئی اضافی پیسوں کی ضرورت ہے تو وہ ہاؤس کی جو ایجوکیشن کمیٹی ہے اس سے

اس کی approval لے لیا کریں تاکہ ہمارے ہاؤس کی empowered Committees ہوں اور یہ House empowered ہو اور وہ کمیٹیاں سارا سال اپنے ڈیپارٹمنٹس کے ساتھ in touch رہیں کیونکہ ڈیپارٹمنٹس نے بار بار یہ سپلیمنٹری پیسے مانگنے ہیں تو وہ کمیٹیاں ان کو اجازت دیں اور وہ Committees کو empower ہوتے ہوئے یہ کریں اور پارلیمان کی انتظامیہ پر اختیار واضح رہے۔

جناب سپیکر! اسی Miscellaneous کے اندر میں بار بار ایک چیز دیکھ رہا ہوں کہ اس میں جن لوگوں کو امداد دی گئی ہے ان میں کسی کے ایجوکیشن کے expenses ہیں، کسی کو مالی امداد دی گئی ہے، کسی کو علاج کے لئے امداد دی گئی ہے۔ شاید میری بات بہت سارے لوگوں کو پسند نہ آئے لیکن اس میں آدھے سے زیادہ لاہور کے لوگ ہیں کیونکہ ان لوگوں کا access چیف منسٹر کے دفتر تک ہے اور چیف منسٹر کے دفتر سے ان لوگوں کو یہ گرانٹس دی جارہی ہیں۔ اس میں کہیں پر ننکانہ صاحب بھی نظر آ رہا ہے، شیخوپورہ بھی نظر آ رہا ہے، سیالکوٹ بھی نظر آ رہا ہے اور ڈیرہ غازی خان بھی نظر آ رہا ہے لیکن ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اکثر لاہور کے لوگ ہیں جن کو چیف منسٹر صاحب اپنی صوابدیدی گرانٹ میں سے پیسے دینے کے بعد سپلیمنٹری بجٹ میں منظور کرا رہے ہیں۔ میں نے کل بھی عرض کیا تھا پھر میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ اس ہاؤس کی کمیٹی بنائیں ہم چل کر مری کا یہ باغِ شہیداں پارک دیکھیں تو سہی۔ اس کے لئے اب تک پچھلے دو سالوں میں سپلیمنٹری گرانٹس کے اندر 15 کروڑ روپے سے زائد کی رقم جا چکی ہے۔ مجھے سمجھ ہی نہیں آتی کہ اس باغ کے اندر ایسی کیا چیز ہے کہ بار بار اس پر پیسے خرچ ہو رہے ہیں۔ اس دفعہ بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسی پر پیسے خرچ ہو رہے ہیں۔ اس دفعہ 3 کروڑ 68 لاکھ روپے کی ایک گرانٹ ہے اور اسی طرح تقریباً ساڑھے نو کروڑ روپے کی پچھلے سال گرانٹس تھیں تو 15 کروڑ روپے کا یہ جو باغ ہے ہمیں اس کو دیکھنے کا بہت زیادہ شوق ہو رہا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ چل کر دیکھتے ہیں کہ اس 15 کروڑ روپے کے باغ میں مری کے کشمیر پوائنٹ میں ایسی خاص بات نظر آئے کہ اس میں ہے کیا؟ میری یہی گزارش ہے کہ ہم سپلیمنٹری گرانٹ کو کسی طریقے سے خرچ کریں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہم اس کو بغیر پوچھ گچھ کے خرچ کر لیں گے۔ باغ شہیداں پارک اگر اتنا ہی اہم اور ضروری ہے تو اس کے لئے ریگولر بجٹ میں 15 کروڑ روپے رکھ دیں اور وہ اس ہاؤس سے پاس ہو یا نہ ہو کہ ہم نے پچھلے دو سال میں اس پر 15 کروڑ روپے خرچ کر لئے ہیں اب اس کی منظوری دے دو۔ پھر سے میری گزارش یہی ہو گی کہ 15 کروڑ روپے باغِ شہیداں پارک پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ اگر کچھ کروڑ روپے ہمارے فورٹ منرو کی water supply schemes کے لئے بھی دے

دیئے جائیں تو نہایت عنایت ہو گی اور وہاں کے لوگ بھی پانی پی سکیں گے۔آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ آپ بھی سفارش کر دیں اور ہاؤس سے بھی کہوں گا کہ مہربانی کر کے فورٹ منرو جو ہمارے جنوبی پنجاب کا ایک Hill Station ہے اس کے لئے بھی خدارا کچھ کریں۔حکومت کی اس طرف بھی آنکھ کھلوائیں کہ اس پر بھی کوئی تھوڑی سی توجہ دے دیں اور باغِ شہیداں جیسے ایک پارک پر جتنے پیسے خرچ ہو رہے ہیں تو ہماری طرف بھی مہربانی کر کے کچھ خرچ کر دیں اور ہماری بنیادی ضروریات پر بھی نظر ڈالیں۔

جناب سپیکر: آپ بھی کوئی ایسا نام رکھ لیں پھر بات کر لیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جی؟

جناب سپیکر: آپ نے جس پارک کا نام لیا ہے باغ شہیداں آپ بھی اس جیسا کوئی نام رکھ لیں۔(قہقہہ)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جس کا میں ذکر کر رہا ہوں یہ مری کا ایک پارک ہے۔اس پارک پر 15 کروڑ روپے سے زیادہ رقم خرچ کی جا چکی ہے اور ہمیں پینے کے پانی کے لئے بھی کچھ نہیں دیا گیا۔ہماری water supply schemes کو ٹھیک نہیں کیا جا رہا۔شکریہ

جناب سپیکر: جی، شاہجہان صاحب!

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: .No. No please آپ تشریف رکھیں۔میں نے ان کو floor دے دیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! آپ تو غصہ ہی کر گئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شاہجہان صاحب!

رائے محمد شاہجہان خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔شکریہ۔جناب سپیکر!

[************]

[************]

[************]

[************]

[************]

---

* بحکم جناب سپیکر صفحہ نمبر 1139 الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: یہ cut motion ہے ؟ کچھ خیال کریں ناں۔ اس ہاؤس کا ٹائم ایسے ضائع نہ کریں۔ ان سب کو delete کر دیں۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! میں cut motion کی طرف آ رہا ہوں۔ آخری شعر سُنا دوں ؟

جناب سپیکر: مہربانی کریں، شعر کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ cut motion پر بات کریں۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر!

[************]

[************]

جناب سپیکر: یہ سب کچھ delete کر دیا جائے۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب والا! پنجاب کا جو Miscellaneous کا بجٹ ہے وہ 24 کروڑ روپے کے قریب دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ اُلٹ پڑھ رہے ہیں۔ (قہقہہ)

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! آپ لوگوں کو پریشان نہ کیا کریں، آپ کی مہربانی۔

جناب سپیکر: آپ اُلٹ پڑھ رہے ہیں۔ آپ 24 کروڑ روپے کہہ رہے ہیں جبکہ یہ 42 کروڑ روپے ہیں۔

رائے محمد شاہجہان خان: جناب سپیکر! جی، 42 کروڑ روپے ہیں، mistake ہو جاتی ہے۔ آپ disturb کریں گے تو ایسے ہی ہو گا۔ 42 کروڑ روپے Miscellaneous کی مد میں جو حکومت پنجاب نے validate کرنے کے لئے عوام کے سامنے present کیا ہے، accounting کی رُو سے Miscellaneous ایک ایسی مد ہوتی ہے جس میں متفرق اخراجات رکھے جاتے ہیں اس میں کوئی ایسا پیسا allocation کے لئے نہیں رکھا جا سکتا جس کے متعلقہ محکمے موجود ہوں، جس کے لئے متعلقہ heads موجود ہوں۔ پنجاب کے ہونہار بیوروکریٹس نے اپنے excess expenditures کو چھپانے کے لئے، عوام کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کے لئے اور اس معزز ایوان کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کے لئے اس کو Miscellaneous کی مد میں ڈال کر پیش کر دیا ہے۔ جب آپ نے 27۔ ارب

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

روپے کے قریب subsidy کی مد میں پیسے رکھے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ من پسند سکیمیں جیسے جمعہ بازار، اتوار بازار، سستے تنور، مکینیکل تنور جب ان کا اپنا head موجود ہے یا اپنا محکمہ موجود ہے تو پھر Miscellaneous کی مد میں کروڑوں روپے کی ادائیگی کیوں کی گئی ہے؟ DCOs کو جمعہ بازاروں اور اتوار بازاروں میں لگانے کے لئے miscellaneous funds میں سے ادائیگی کیوں کی گئی ہے؟ یہاں تو صرف ایسے اخراجات آنے چاہئیں تھے جو کسی اور head میں نہیں آسکتے تھے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ پنجاب کے محکموں کے allowances بھی اس میں سے ادا کئے گئے ہیں۔ پنجاب کے محکموں کو جو بجٹ الاٹ کیا گیا تھا وہ اپنے بجٹ کے اندر ان اخراجات کو پورا نہیں کر سکے ہیں اسی لئے انہوں نے ہم سے ضمنی بجٹ مانگا اور Miscellaneous کی مد میں یہ رقم ڈال لی۔ یہ regular allowances یہ اور Consultancy Fee کیا ہیں اور کہاں سے ایجاد ہوئے ہیں اور project کی consultancy fee کیوں ادا کی گئی ہے؟ جب ہمارے پاس انجینئر موجود ہیں، محکمہ جات موجود ہیں تو پھر کروڑوں اور اربوں روپے اس مد میں کیوں رکھے گئے ہیں؟ اگر آپ ضمنی بجٹ کا مطالعہ کریں تو ہر محکمے کے اندر آپ سے جو grant demand کی گئی ہے وہ non developmental budget کے لئے ہے۔ کاش! یہ رقم ہم سے تعلیم، صحت، لوکل گورنمنٹ کے infrastructure کو بڑھانے کے لئے demand کی گئی ہوتی۔ یہ ہے good governance کا پول جو یہ ضمنی بجٹ کھولتا ہے۔ جب محکموں کے non developmental budget سے ان کا جی نہیں بھرتا، جب ضمنی بجٹ کی grant سے ان کا پیٹ نہیں بڑھتا تو اس کو miscellaneous میں ڈال دیتے ہیں۔ خدا جانے اس کا مائی باپ کون ہے، اس کا محکمہ کون سا ہے، کون یہ grants allocate کرتا ہے اور کون اس کو approve کرتا ہے اور کس کے زور بازو سے یہ رقم خرچ کی جاتی ہے؟

جناب سپیکر! اس مد میں ایک خوش بخت ایسا بھی ہے جس کا نام سلمان حیدر ہے، نہ جانے کس کا خوش بخت بیٹا ہے جس کو کئی لاکھ روپے امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ اگر Miscellaneous کے پیسے اس مد میں استعمال ہونے ہیں تو across the board پنجاب کے تمام طالب علموں کو یہ حق ملنا چاہئے۔ جب آپ نے Punjab Endowment Fund بنا کر ایک رقم مخصوص کی ہے تو پھر miscellaneous میں سے اس کو یہ پیسے دینے کا کوئی تک نہیں بنتا۔ ہمارے علاقوں میں بھی باغات ہونے چاہئیں، ہمارے علاقوں میں بھی سیر گاہیں ہونی چاہئیں۔ جیسا کہ لغاری صاحب نے ابھی کہا ہے کہ بار بار باغِ شہیداں کو پیسے دیئے گئے۔ آپ اپنی financial

managementکو channelizeکریں، اپنی failureکو acceptکریں، اپنی ناکامیوں کا اعتراف کریں کہ آپ نے پنجاب کا جتنا ضمنی بجٹ مانگا ہے سب non developmentalاخراجات، allowancesاور consultancy feeکے لئے ہے۔ یہ ہے آپ کا ہونہار بیوروکریٹ جس پر آپ نے baseکر کے پنجاب کا بجٹ بنایا ہے اور انہوں نے قوم کو کروڑوں اور اربوں روپے کے ٹیکے لگا دیئے ۔ ہماری اسمبلی کا بجٹ دیکھا جائے اس میں سے MPAsکا بجٹ بھی دیکھا جائے اور صرف اس Miscellaneousکے headکو ہی دیکھ لیا جائے تو یہ MPAsکے expenditureسے بھی زیادہ ہے ۔ نعرہ لگایا جاتا ہے hostilityکا کہ وزراء کم بنائے جائیں گے، کیا فرق پڑا وزراء کم کرنے سے ؟ کروڑوں روپے کے اضافی فنڈ مانگے گئے، اربوں روپے کے non developmentalفنڈ مانگے گئے۔ پنجاب کے ان بیوروکریٹس کی جگہ اگر ہمارے منتخب وزیر سنبھال لیں، ایک کابینہ سنبھال لے جو اس کی سو فیصد مالک ہو، یہ عالم شوق کا دیکھا نہ جائے والی بات ہے۔ لاہور قصور روڈ کی بروقت تکمیل سے خوش ہو کر نہ جانے کس نے 55لاکھ روپے ان ملازمین کو ادا کر دیئے کہ یہ سڑک بروقت مکمل ہوئی ہے۔ کیا حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے کہ اس کے departments efficiencyدکھاتے ہوئے سارے کے سارے منصوبے بر وقت مکمل کریں۔ یہ ہے good governanceکا پول، یہ ہے تنوروں میں جانے والا پیسا۔ اگر آپ سوشل سکیورٹی کا نظام لاتے، اگر آپ targeted subsidyدیتے جو subsidiesآپ نے عوام کے لئے رکھی ہیں اس سے عوام کا بھلا ہو جاتا۔ ایک آخری شعر کے ساتھ میں اجازت چاہوں گا۔

ڈھلے گی شام سحر نغمہ بہار آئے گی
ہم آئیں گے تو چمن میں بہار آئے گی
اُمید اہل ستم کے گماشتوں سے نہ رکھ
ہمارے آنے سے فصل و قرار آئے گی

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ جو Miscellaneous Demand No. 21031ہے میرے جن معزز بھائیوں نے اس پر بات کی ہے وہ conceptclear نہ ہونے کی وجہ سے کی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اس مد کے تحت تمام ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے جو ملازمین ہیں ان کی تنخواہیں اس میں شامل ہیں، اس کے علاوہ کچی آبادی کا محکمہ بھی شامل ہے، 1122

کا محکمہ، پنجاب انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ ، ڈائریکٹوریٹ آف سوشل ویلفیئر (وومن ڈویلپمنٹ)، بیت المال، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ ، چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی ، بنک آکنامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ اور ڈائریکٹوریٹ آف وومن ڈویلپمنٹ یعنی اس طرح سے اس میں کافی تعداد میں محکمے اور ان کے ملازمین شامل ہیں۔ اب ان ملازمین کی تنخواہوں میں جو 50 فیصد اضافہ ہوا اس کے علاوہ جو 15 سے 20 فیصد میڈیکل الاؤنس میں اضافہ ہوا اور اسی طرح سے پنشن میں بھی اضافہ ہوا اس رقم کو پچھلے سال بجٹ میں نہیں رکھا گیا تھا اس اضافی رقم کو adjust کرنے کے لئے سپلیمنٹری گرانٹ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: حاجی محمد الیاس چنیوٹی صاحب! آپ کی سیٹ کا کوئی spring تو خراب نہیں ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! میرے خیال میں وہ نماز پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ نے جہاں بھی جانا ہے جائیں لیکن House کو disturb نہ کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ڈسٹرکٹ گورنمنٹ اور دوسرے محکموں کے جو لاکھوں ملازمین ہیں ان کی تنخواہوں میں جو اضافہ ہوا، ان کے جو allowances میں اضافہ ہوا وہ پچھلے سال بجٹ میں نہیں رکھا گیا تھا اور یہ کوئی ایک ارب روپے سے زیادہ کی رقم ہے اس کو financial management سے پورا کیا گیا اور صرف 42 کروڑ روپے کے لگ بھگ اضافی ضمنی گرانٹ پیش کی گئی ہے اس لئے میری یہ استدعا ہے کہ اس تحریک کو مسترد کیا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری ظہیر الدین صاحب کہاں جا رہے ہیں؟ تشریف رکھیں۔

اب سوال یہ ہے کہ:

"42 کروڑ 95 لاکھ 93 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 21 "متفرقات" کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 42 کروڑ 95 لاکھ 93 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے

مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر
اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرقات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ویسے تو یہ سارے اخراجات گورنر صاحب کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں اور وزیر اعلیٰ ان کا فون سننے کے بھی روادار نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ان کے اچھے ہمدرد ہیں آپ تو کہتے ہیں کہ یہ سب ختم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ آپ ان کے لئے اچھی بات کرتی ہیں؟ (نعرہ ہائے تحسین)

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! یہ معاملہ جو آپ کے سامنے پیش ہو رہا ہے انتہائی اہم نوعیت کا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں نے بھی جو بات کرنی ہے انتہائی ضروری ہے اور صرف ایک منٹ لوں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! جب آپ guillotine apply کرتے وقت question put کر رہے ہوں تو اس وقت کوئی point of order take up نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: جی، نہیں ہو سکتا۔ شیخ صاحب! آپ کی مہربانی، تشریف رکھیں۔

قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ (4)144 کے تحت guillotine کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔ اب ہم قاعدہ (4)144 کے تحت guillotine کا اطلاق کرتے ہوئے کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔ وزیر خزانہ صاحب! مطالبہ زر نمبر 1 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر 1

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 37 کروڑ 15 لاکھ 15 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب
کے ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے

مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مالیہ اراضی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 2

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 24 کروڑ 89 لاکھ 86 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "جنگلات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! یہ جو سری پائے کھا کر سوئے ہوئے ہیں انہیں جگائیں۔

مطالبہ زر نمبر 3

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 76 لاکھ 15 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "رجسٹریشن" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 4

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 19 لاکھ 51 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! (ن) لیگ والے باہر جا رہے ہیں تو کیا اب لوٹے "ہاں" کہیں گے؟

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ کیسی بات کرتی ہیں؟ آپ اتنے اچھے ماحول کو خراب کرنے کی کوشش نہ کریں۔ آپ کی مہربانی۔

مطالبہ زر نمبر 5

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 6 کروڑ 55 لاکھ 80 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "دیگر ٹیکس و محصولات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 6

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:-

"ایک ضمنی رقم 3۔ ارب 46 کروڑ 4 لاکھ 47 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "آبپاشی و بحالی اراضی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 7

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 14 کروڑ 93 لاکھ 14 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر9

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو89لاکھ34ہزارروپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "عجائب خانہ جات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر10

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو13کروڑ78لاکھ38ہزارروپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صحت عامہ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر11

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو26کروڑ26لاکھ39ہزارروپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر12

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو6کروڑ92لاکھ17ہزارروپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے

مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ماہی پروری" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر13

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 2 کروڑ 13 لاکھ 32 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "امداد باہمی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر14

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 16 کروڑ 31 لاکھ 95 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صنعتیں" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر15

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 19 کروڑ 29 لاکھ 33 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرق محکمہ جات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 16

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 80کروڑ،10لاکھ،42ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سول ورکس" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 17

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو ایک ارب،83کروڑ،67لاکھ،41ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مواصلات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 19

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 7۔ارب،80کروڑ،38لاکھ،56ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پنشن" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر20

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو79لاکھ،2 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ"برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر22

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو40لاکھ،40 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"شہری دفاع"برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر23

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو21لاکھ،13 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت"برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 24

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 6 لاکھ، 89 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زرعی ترقی و تحقیق" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 25

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "افیون" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 26

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صوبائی آبکاری" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر27

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "اشتام" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر28

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "انتظام عمومی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر29

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "نظام عدل" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر30

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30- جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر31

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30- جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "خدمات صحت" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر32

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30- جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ویٹرنری" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 33

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ ڈیپارٹمنٹ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 34

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سبسڈی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 35

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "غلے اور چینی کی سرکاری تجارت" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر36

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30-جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ڈویلپمنٹ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر37

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30-جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعمیرات آبپاشی" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر38

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30-جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ٹاؤن ڈویلپمنٹ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر39

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "شاہرات وپل" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر40

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سرکاری عمارات" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر41

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2011 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "قرضہ جات برائے میونسپلیٹیز/خود مختار ادارہ جات وغیرہ" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: وزیر خزانہ منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ پیش کریں۔

منظور شدہ اخراجات بابت سال 11-2010 کا ضمنی گوشوارہ ایوان کی میز پر رکھا جانا

MINISTER FOR FINANCE (Mr. Kamran Michael): Mr Speaker, I lay the Supplementary Schedule of authorized expenditure for the year 2010-11.

MR SPEAKER: The Supplementary Schedule of authorized expenditure for the year 2010-11 has been laid.

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: چودھری صاحب، مخدوم صاحب اور اپوزیشن کے جتنے صاحبان یہاں پر تشریف فرما ہیں میں دل کی گہرائیوں سے آپ کے تعاون کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں آپ کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے بھی اچھا کام کیا اور تعاون کیا۔ سب دوستوں نے اس ہاؤس کے تقدس کو بحال رکھا، میں دل کی گہرائیوں سے آپ تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آج کے اجلاس کی کارروائی مکمل ہو گئی۔ اب اجلاس غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ

No.PAP-Legis-1(101)/2011/431. Dated 29th June, 2011. The following Order, made by the Governor of the Punjab, is hereby published for general information:-

> "In exercise of the powers conferred under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **I, Sardar Muhammad Latif Khan Khosa**, Governor of the Punjab hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab w.e.f. June 29, 2011 (Wednesday).

Dated Lahore, the 28th June, 2011

SARDAR MUHAMMAD LATIF KHAN KHOSA
GOVERNOR OF THE PUNJAB"